(متن حدیث معرّب)

لفخر المحدثین الناقد مولانا ظفر احمد العثمانی التھانوی متوفی رحمہ اللہ

مع ترجمہ و تشریح موسوم بہ

احیاء السنن

مولانا تعلیم احمد

مدرس: جامعہ خیر المدارس ملتان شہر

جلد چہارم

مکتبہ امدادیہ

ملتان۔ پاکستان، فون: ۵۴۴۹۶۵

فہرست مضامین

ابواب احیاء السنن جلد چہارم

کتاب السیر

عرض مترجم

السلام علیکم!

قبل اس کے کہ میں احیاء السنن کی اس چوتھی جلد کے بارے میں کچھ تعارف کراؤں' میں فقہ اسلامی خاص کر فقہ حنفی سے محبت کرنے والے ان قارئین سے' جن کے پاس اس کتاب احیاء السنن کی تین جلدیں کافی عرصہ سے موجود ہیں اور وہ اس کتاب کی چوتھی جلد کا بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں' معذرت خواہ ہوں کہ انہیں اس کتاب کی چوتھی جلد کا ایک لمبا عرصہ شدت سے انتظار کرنا پڑا اور یہ تو پکی بات ہے کہ الانتظار اشد من الموت. حتی کے بعض احباب و قارئین تو کتاب کے بروقت نہ آنے پر خفا بھی ہوئے اور ناراضگی کے فون بھی کئے لیکن الاعذار عند کرام الناس مقبول کے بموجب میں یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہوں کہ اپنی کم علمی کے ساتھ ساتھ میں چند سال سے ایک مرض میں مبتلا ہوں۔ ڈاکٹروں نے آرام کا مشورہ دے رکھا ہے بلکہ اکثر احباب کا کہنا ہی یہ ہے کہ کثرت تصنیف سبب مرض ہے۔ اس لیے ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق خوب آرام کر رہا ہوں۔ اب طبیعت قدرے سنبھل چکی ہے اس لیے گزشتہ دو چار ماہ سے پھر احیاء السنن کی تیاری میں مصروف ہوں۔ بعض مقبولان الٰہی کی معاونت سے احیاء السنن کی یہ چوتھی جلد پایہ تکمیل کو پہنچی ہے جس میں اعلاء السنن کے تین اجزاء (12, 13, 14) کا ترجمہ مع فوائد مہمہ لکھ دیئے گئے ہیں۔ اب اعلاء السنن کے بقیہ چار اجزاء (15, 16, 17, 18) کا ترجمہ باقی ہے۔ امید ہے کہ آئندہ سال میں اس کی تکمیل پانچویں جلد کی صورت میں ہو جائے گی۔ دراصل بات یہ ہے کہ چھ اسباق کے ساتھ مجھ جیسے کم علم ناتواں سے اتنا ہی کام ہو سکتا ہے آپ حضرات سے دعاؤں کی درخواست ہے کہ یہ کام جلد پایہ تکمیل کو پہنچے اور عند اللہ قبولیت بھی حاصل ہو۔ اصل چیز تو قبولیت ہے اور قبولیت کے جو اسباب ہیں ان کے مجھ میں موجود ہونے کی بھی خوب دعا کریں۔ باقی اللہ تعالیٰ تو علی کل شیئ قدیر ہیں وہ چاہیں تو یہ کام جلد ہو سکتا ہے اور چاہیں تو بلا آداب و بلا اسبابِ قبولیت بھی اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر سعادتِ دارین کا ذریعہ بنا دیں۔ وھو الموفق وھو المستعان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم.

والسلام

نعیم احمد استاد جامعہ خیر المدارس ملتان

١٩ شعبان المعظم ١٤٣٢ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علی فضلہ العمیم والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ الکریم

اما بعد برادرِ عزیز فاضل جلیل مولانا نعیم احمد صاحب زید مجدھم تدریس وتصنیف کے مجمع البحرین اور علوم دینیہ وفنونِ عصریہ کے جامع ہیں۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء. کامیاب مدرس ہونے کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے ہیں جس پر موصوف زید مجدھم کی درسِ نظامی کے نصاب سے متعلق علوم متنوعہ وفنون مختلفہ میں منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہونے والی تصنیفات برہان اِنّی ہیں۔ فاضل موصوف زید مجدھم کی ان تصنیفات وتالیفات سے درس نظامی کے اساتذہ و طلبہ و طالبات یکساں مستفید ہورہے ہیں اور طلبہ و طالبات وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے امتحاناتِ سالانہ میں امتیازی حیثیت سے فیض یاب ہورہے ہیں۔ فلمثل ھذا فلیعمل العاملون. چند برس سے فاضل موصوف زید مجدھم نے بغرض افادہ عامہ مستدلاتِ فقہ حنفی سے متعلقہ کتبِ حدیث میں سے ضخیم ترین کتاب اعلاء السنن (جو فی بابہ موضوعہ بے مثال ہے) کا اُردو میں ترجمہ شروع کیا ہوا ہے۔ جس کی تین ضخیم جلدیں طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں جبکہ جلد چہارم طباعت کے مراحل میں ہے۔ یہ چاروں جلدیں اصل کتاب اعلاء السنن کے اٹھارہ حصوں میں سے تقریباً چودہ حصوں پر محیط ہیں فاضل مترجم زید مجدھم نے مطلب خیز ترجمہ کے ساتھ فوائد کے عنوانات کے تحت جو استنباطات لطیفہ عظیمہ و مسائل جدیدہ علمیہ اور مسائل اختلافیہ میں ماھو المختار عند الاحناف رحمھم اللہ تعالیٰ کے مؤیداتِ قویہ ثمینہ و جواھراتِ نفیسہ ذکر کیے ہیں ان سے اصل کتاب اعلاء السنن کو چار چاند لگ جانے کے ساتھ اصل کتاب کے ہمہ طبقہائے اھل علم وفن، درس نظامی کے اساتذہ وطلبہ اور فنون عصریہ کے اساتذہ وطلبہ حضرات کے لیے استفادہ غایت درجہ سھل الحصول ہوگیا ہے۔

فجزاہ اللہ تعالیٰ جزاءً جزیلا جمیلا و یرحم اللہ عبدا قال اٰمینا.

کتبہ العبد الضعیف شبیر الحق کشمیری عفا اللہ عنہ

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۸-۸-۱۴۳۲ھ

نوٹ: بقیہ چار حصوں کا ترجمہ بصورت جلد پنجم تیاری کے مراحل میں ہے۔ (مترجم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كتاب السير

باب فرضية الجهاد و دوامه مع كل امير بر او فاجر

٣٧٧٨- عن انس قال: قال رسول اللهﷺ: "ثَلَاثٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيْمَانِ، اَلْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، لَا تُكَفِّرْهُ بِذَنْبٍ وَلَا تُخْرِجْهُ مِنَ الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ، وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُذْ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰى اَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ اُمَّتِيَ الدَّجَّالَ، لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ، وَالْاِيْمَانُ بِالْاَقْدَارِ" رواه ابوداود و سكت عنه هو والمنذرى، وله شواهد، كذا فى "النيل" ٧) قلت: فالحديث حسن صالح للاحتجاج به۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب السیر

باب۔ جہاد کی فرضیت اور ہر امیر کے ساتھ جہاد کے دوام کے بیان میں خواہ وہ امیر نیک ہو یا گناہگار

٣٧٧٨۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتیں ایمان کی جڑ اور بنیاد ہیں، اول یہ کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کا قائل ہو تو اس سے اپنے ہاتھ کو روکنا اور کسی گناہ کی بنا پر اس کی تکفیر نہ کرنا اور کسی عمل کی وجہ سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھنا۔ دوسرے یہ کہ جہاد میری بعثت کے وقت سے جاری ہے یہاں تک کہ میری امت کا آخری شخص دجال سے قتال کرے گا۔ اور یاد رکھو جہاد کو نہ ظالم کا ظلم باطل کر سکتا ہے اور نہ عادل کا انصاف، تیسرے تقدیر پر ایمان رکھنا۔ (ابوداؤد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور)۔ امام ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے کئی شواہد بھی ہیں لہٰذا یہ حدیث حجت بنائے جانے کے قابل ہے۔

فائدہ: مسلمان جب تک ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار نہ کرے یا اس میں تاویل باطل نہ کرے اس کی تکفیر جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی فاسق و فاجر اور بدکار کیوں نہ ہو۔ اور ضروریاتِ دین اسلام کے وہ مسائل ہیں جو شروع سے ہی اتنے مشہور ہو گئے کہ مسلمان تو مسلمان کفار بھی جانتے ہیں کہ یہ اسلام کے مسائل ہیں۔ مثلاً ختم نبوت بھی ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا انکار کرنا یا اس میں باطل تاویل کرنا بھی کفر ہے۔ اسی طرح عادل بادشاہ کی طرح ظالم بادشاہ کے ساتھ بھی مل کر کفار کے خلاف جہاد کیا جائے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظہورِ دجال تک جہاد جاری رہے گا۔ اور دجال کے ظاہر ہونے اور دجال کے قتل کیے جانے اور کفار پر مسلمانوں کے غلبہ ہونے کے بعد دنیا میں صرف اسلام باقی رہے گا، کفار سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا، اس وقت کفار کے لئے اسلام ہوگا یا تلوار ہوگی، اور پورے عالم میں تمام لوگ مسلمان ہو جائیں گے، تب جہاد ختم ہو جائے گا۔

٣٧٧٩- عن عروة بن الجعد البارقی عن النبی ﷺ قال: "اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِيْهَاالْاَجْرُوَالْمَغْنَمُ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ" متفق عليه (نيل ٧:١١٧)-

٣٧٨٠- عن جابر بن عبدالله يقول:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ" رواه مسلم(١٤٢١)-

٣٧٨١- عن معاوية يقول: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ قَائِمَةً بِاَمْرِاللّٰهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ اَوْخَالَفَهُمْ، حَتّٰی يَاتِیَ اَمْرُاللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ عَلَی النَّاسِ" رواه مسلم(٢:١٤٣)-

٣٧٨٢- عن مكحول عن ابی هريرة قال: قال رسول اللّٰه ﷺ "اَلْجِهَادُوَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ اَمِيْرٍبَرًّا كَانَ اَوْفَاجِرًا،وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ،وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلٰی مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ" رواه ابوداود(١:٢٥٠)

الجهاد ماضٍ الی یوم القیامه میں یوم قیامت سے مراد ظہور دجال ہی ہے۔ اسکے بعد پھر قبائل مرتد ہونے شروع ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی روحوں کو قبض کرے گا، پھر آخر دنیا پر صرف کفار ہونگے تب ان پر اللہ تعالیٰ قیامت قائم فرمائیں گے۔

٣٧٧٩۔ عروہ بن جعد بارقی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر و برکت قائم رہے گی۔(بخاری باب الخیل معقود فی نواصیها الخیر الخ ومسلم)۔

٣٧٨٠۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ (کفار سے) لڑتا رہے گا حق پر قیامت کے دن تک غالب رہے گا۔(مسلم باب بیان نزول عیسیٰ علیہ السلام)۔

٣٧٨١۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر رہے گا، ان کی مخالفت کرنے والا اور ان کو رسوا کرنے کی کوشش کرنے والا ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آن پہنچے گا اور وہ لوگوں پر غالب رہے گا۔

٣٧٨٢۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جہاد تم پر ہر امیر کے ساتھ ضروری ہے خواہ وہ امیر نیک ہو یا گنہگار ہو اور تم پر نماز ہر مسلمان امام کے پیچھے ضروری ہے خواہ وہ نیک ہو یا گنہگار ہو اور اگر چہ وہ کبیرہ گناہ بھی کرتا ہو اور نماز ہر مسلمان پر ضروری ہے خواہ وہ نیک ہو یا گنہگار اگر چہ وہ کبیرہ گناہ بھی کرتا ہو۔(ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ نیل الاوطار میں ہے کہ ابوداؤد اور

وسکت عنہ، و فی "النیل"(١١٨:٧):اخرج ابوداود وابویعلی مرفوعاً و موقوفاً من حدیث ابی هریرة ﴿اَلْجِهَادُ مَاضٍ مَعَ الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ﴾ولا باس باسناده الا انه من روایة مکحول عن ابی هریرة ولم یسمع منه اهـ و فی "العزیزی"(٢٠٠:٢):رواته ثقات لکن فیه انقطاع اهـ قلت: ولکن سکوت ابی داود عنه یشعر بصلاحیته للاحتجاج- فلعله عرف بان الواسطة بینهما ثقة-

٣٧٨٣- ویؤیده حدیث عمرو بن النعمان عند الشیخین ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ﴾العزیزی(٣٧٣:١)-

ابویعلی نے یہ حدیث مکحول عن ابو ہریرۃ موقوفا ومرفوعا روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کوئی حرج نہیں۔البتہ مکحول نے ابو ہریرہ سے سماع نہیں کیا۔اور عزیزی میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ اس میں انقطاع ہے۔لیکن میں کہتا ہوں کہ ابوداؤد کا سکوت یہ بتاتا ہے کہ یہ حدیث حجت بننے کے قابل ہے اور شاید کہ امام ابوداؤد کو یہ بات معلوم ہوگئی ہوگی کہ وہ واسطہ بھی ثقہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد فرض ہے۔اسی طرح قرآن کی بے شمار آیات سے جہاد کی فرضیت ثابت ہے۔لیکن اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد کے لئے امیر کا ہونا شرط ہے۔اور امیر کے بغیر جہاد صحیح نہیں۔اور جب مسلمانوں کا کوئی امیر نہ ہو اس صورت میں کوئی جہاد نہیں لیکن مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ اپنا امیر تلاش کریں اور بخاری میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امیر کے بغیر جہاد صحیح نہیں۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ فرمایا کہ ہاں جہنم کے دروازے کی طرف بلانے والے ہونگے جو ان کی بات مانے گا وہ انہیں جہنم میں پھینک دے گا۔میں نے پوچھا اگر میں وہ زمانہ پالوں تو مجھے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہو۔میں نے عرض کیا کہ اگر مسلمانوں کی جماعت نہ ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو؟ فرمایا ان تمام فرقوں سے الگ ہو جاؤ اگرچہ تمہیں درخت کی جڑ ہی چبانی پڑے یہاں تک کہ تمہیں اسی حالت میں موت آجائے۔اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان مسلمانوں کی ایسی جماعت میں ہو کہ ان کا امام اور امیر نہ ہو تو وہ اپنے آپ میں رہنے اور تمام فرقوں سے الگ رہنے کا پابند رہے۔اس صورت میں وہ جہاد کا مامور نہیں اور امام وہ ہوتا ہے جو سرحدوں کی حفاظت کر سکے۔اور شہروں کی حفاظت کر سکے اور اپنی شوکت اور طاقت کے ذریعے احکام کو نافذ کرے اور لشکروں کی تشکیل کرے اور ظالم سے مظلوم کو اپنی طاقت سے انصاف دلا سکے اور اگر یہ صفات نہ ہوں تو وہ امام نہیں اور لوگوں پر اس کی معیت میں جہاد کرنا فرض نہیں۔

٣٧٨٣۔ مذکورہ بالا حدیث کی تائید عمرو بن نعمان کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو بخاری ومسلم نے روایت کی ہے (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) بیشک اللہ تعالیٰ اس دین اسلام کی نصرت ایک گنہگار آدمی کے ذریعے بھی فرماتے ہیں۔

٣٧٨٤- عن ابی هريرة مرفوعاً : ﴿مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ﴾ اخرجه الحاکم فی "مستدرکه" (٩:٢) وصححه علی شرط مسلم و اقره علیه الذهبی فی "تلخیصه"۔

٣٧٨٥- و فی روایة له -وفی سنده اسماعیل بن رافع مختلف فیه-: قال رسول الله ﷺ: ﴿مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ بِغَيْرِ اَثَرٍ مِّنَ الْجِهَادِ لَقِيَهُ وَفِيْهِ ثُلْمَةٌ﴾۔

٣٧٨٦- عن انس مرفوعاً: ﴿جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ﴾ رواه احمد و ابوداود والنسائی، و فی "النیل" (١١٥:٧و ١١٦): سکت عنه ابوداود والمنذری، ورجاله رجال الصحیح، و صححه النسائی اھ۔

فائدہ: یعنی امیر گنہگار ہوتب بھی کوئی حرج نہیں۔

٣٧٨٤۔ ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ اس نے جہاد کیا اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کا شوق ہوا تو وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرا۔ (مستدرک حاکم، ابوداؤد باب کراھیۃ ترک الغزو)۔ حاکم نے اس مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذھبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: جہاد نام ہے اللہ کے دین کو سربلند کرنے کی کوشش کا۔ ظاہر ہے جس شخص نے دین کو سربلند کرنے میں کوئی حصہ نہیں لیا اور نہ کبھی اس کے دل میں اس طرح کا کوئی جذبہ یا داعیہ پیدا ہوا تو اس کا دعویٰ ایمان مشتبہ ہو جاتا ہے۔

٣٧٨٥۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے جہاد کے نشان کے بغیر ملا تو گویا وہ اللہ کو اس حالت میں ملا کہ اس میں رخنہ تھا۔ (مستدرک حاکم)۔ اس کی سند میں اسماعیل بن رافع مختلف فیہ ہے لہٰذا حدیث حسن ہے۔

٣٧٨٦۔ حضرت انسؓ سے مرفوعاً حدیث مروی ہے (کہ حضور ﷺ نے فرمایا) مشرکین سے اپنی جان و مال اور اپنی زبان کے ذریعے جہاد کرو۔ (ابوداؤد باب کراھیۃ ترک الغزو)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا حسن ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور امام نسائی نے اس کی تصحیح کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے جہاد کی فرضیت معلوم ہوتی ہے۔ فتح الباری میں لکھا ہے کہ جہاد کا لغوی معنیٰ محنت و مشقت ہے اور اصطلاحِ شریعت میں کفار کے قتال میں کوشش کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ لیکن جہاد کا لفظ مجاہدۂ نفس، مجاہدۂ شیطان، اور مجاہدۂ فساق پر بھی بولا جاتا ہے۔ پہلے دو ہر وقت ہر جگہ اور ہر ایک پر فرض عین ہیں۔

٣٧٨٧- عن ابی سعید مرفوعاً: ﴿مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ، رواه مسلم و غیره (العزیزی ٣:٣٣٤)۔

٣٧٨٨- عن سهل بن ابی امامة بن سهل عن ابیه عن جده مرفوعاً: ﴿مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِهٖ﴾ اخرجه الحاکم و صححه علی شرط الشیخین و اقره علیه الذهبی۔

٣٧٨٩- و فی لفظ له عن انس مرفوعا- و صححه الذهبی علی شرطه ما-: ﴿مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ الْقَتْلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ صَادِقًا ثُمَّ مَاتَ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اَجْرَ شَهِیْدٍ﴾اه۔

باب وجوب الجهاد عینا علی من استنفرهم الامام فان کان نفیر العامة وجب علی جمیع اهل الاسلام

٣٧٨٧۔ ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اور اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو پھر اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اسے اپنے دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔(مسلم)

٣٧٨٨۔ سہل اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے صدق دل کے ساتھ شہادت کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ اسے شہیدوں کے مرتبوں میں پہنچا دیں گے اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی مرے۔(اسے حاکم نے روایت کیا ہے)۔حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذھبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

٣٧٨٩۔ اور حاکم کی ایک روایت میں حضرت انسؓ سے مرفوعا مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے صدق دل کے ساتھ اللہ کی راہ میں مارے جانے کی اللہ سے درخواست کی پھر وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ اسے شہید کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ذھبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں خدا کی رحمتِ واسعہ کی طرف اشارہ کیا گیا اور ضعیفوں کمزوروں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ وہ بھی شہادت کی درخواست کر کے شہادت حاصل کر سکتے ہیں، کسی مسلمان کو اس سے غفلت نہیں کرنی چاہیے۔

باب۔جس شخص کو امام جہاد کیلئے طلب کرے تو اس پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور اگر نفیر عام کا اعلان ہو تو تمام مسلمانوں پر فرض ہو گا

٣٧٩٠- عن ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی ﷺ قال یوم الفتح: ﴿لا هجرة بعد الفتح، ولكن جهاد و نية، وإذا استنفرتم فانفروا﴾ رواه البخاری (١:٣١٦)۔

٣٧٩١- عن عكرمة عن ابن عباس قال: ﴿إلا تنفروا يعذبكم عذابا اليما وما كان لاهل المدينة﴾ -الی قوله- ﴿يعملون﴾ نسختها الآية التی تليها: ﴿وما كان المؤمنون

٣٧٩٠۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیتِ جہاد باقی ہے۔ پس جب تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کا کہا جائے تو تم جہاد کے لئے نکل کھڑے ہو۔ (بخاری کتاب الجہاد باب فضل الجہاد والسیر)۔

فائدہ: یعنی اب فتح مکہ کے بعد مکہ دارالاسلام ہوگیا اور اسلام کے زیرِ سلطنت آ گیا ہے اس لئے یہاں سے ہجرت کرنے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ یہ مطلب نہیں کہ ہجرت کا سلسلہ سرے سے ہی ختم ہوگیا ہے۔ چونکہ اس وقت بڑی ہجرت مکہ ہی سے ہوتی تھی اس لئے عام طور پر ذہنوں میں وہیں سے ہجرت کا سوال آتا تھا۔ ورنہ جہاں تک عام ہجرت کا تعلق ہے یعنی دنیا کے کسی دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت تو اس کا حکم اب بھی باقی ہے۔

فائدہ: جہاد اور نیتِ جہاد سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد فرضِ کفایہ ہے۔ لیکن جب امامِ وقت عام نفیر کا اعلان کردے تو پھر ہر ایک پر فرض عین ہو جاتا ہے جیسا کہ اس حدیث کا آخری حصہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن فرض عین اس پر ہے جسے امامِ وقت جہاد کے لئے طلب کرے۔ اور اگر وہ تمام اہلِ اسلام کو طلب کرے تو شرقاً غرباً تمام مسلمانوں پر فرضِ عین ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ لوگ جن کو امام نے جہاد کے لئے طلب کیا ہے کم رہ جائیں یا جہاد میں سستی کریں تو ان کے قریب کے علاقے والوں پر فرضِ عین ہوگا۔ اس طرح اگر وہ بھی عاجز آ جائیں تو پھر ان کے قریب والوں پر فرض عین ہوگا حتیٰ کہ تمام اہل اسلام پر بھی فرض عین ہوسکتا ہے۔ (کذا فی حاشیۃ الھدایہ نقلاً من الکفایہ ج ٢: ص ٥٣٩) یعنی اگر نفیر خاص ہوگا تو جہاد بھی انہی خاص لوگوں پر فرض ہوگا اور اگر نفیر عام ہوگا تو جہاد بھی عام اور تمام لوگوں پر فرض ہوگا۔

اس طرح اگر امام دارالحرب کے مسلمانوں کو بھی دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے اور جہاد کرنے کا کہے تو ان پر بھی ہجرت فرض ہوگی بشرطیکہ یہ ہجرت ان کی قدرت میں ہو۔

٣٧٩١۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو کہ (اے مسلمانو!) اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا (یعنی تم کو ہلاک کردے گا) (التوبہ ٣٩) اور اللہ کے اس ارشاد کو کہ مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش میں رہتے ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ (زیبا تھا) کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں

لِيَنفِرُوا كَافَّةً﴾ رواه ابوداود و سكت عنه هو والمنذري و اسناده ثقات الا علي بن الحسين بن واقد، و فيه مقال و هو صدوق و حسنه الحافظ في "الفتح" اه-(نيل الاوطار۷:۱۱۸)-

باب وجوب الاستئذان من الموالي والابوين اذا لم يتعين عليه الجهاد

۳۷۹۲- عن الحارث بن عبدالله بن ابي ربيعة ان رسول الله ﷺ كَانَ فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَمَرَّ بِاُنَاسٍ مِّنْ مُزَيْنَةَ، فَاتَّبَعَهُ عَبْدٌ لِامْرَاَةٍ مِّنْهُمْ، فَلَمَّا كَانَ فِيْ بَعْضِ الطَّرِيْقِ سَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ:

(اور) یہ (ساتھ جانے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے غصہ کا سبب ہوا ہو اور دشمنوں کی جو خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے اور (نیز) جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام (نیکیوں میں) لکھا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے (ان سب) کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔ (التوبہ۔۱۲۰۔۱۲۱) اس آیت نے جو اس کے بعد آرہی ہے یعنی ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنفِرُوْا كَافَّةً﴾ (الآیۃ) (یعنی (اور ہمیشہ کیلئے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہیے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب (ہی) نکل کھڑے ہوں۔ سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے تا کہ (یہ) باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تا کہ یہ لوگ اپنی (اس) قوم کو جبکہ وہ ان کے پاس واپس آئیں ڈرائیں تا کہ وہ (ان سے دین کی باتیں سن کر برے کاموں سے) احتیاط رکھیں۔ (التوبہ ۱۲۲) نے منسوخ کر دیا ہے۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور علی بن الحسین بھی صدوق ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے ان کی تحسین کی ہے۔

فائدہ: یعنی پہلی دو آیتیں اپنی عمومیت کی وجہ سے اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ جب امام جہاد کے لئے نکل کھڑا ہو تو تمام مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے لیکن آخری آیت نے اس عموم کو منسوخ کر دیا ہے اور اب یہ حکم ہے کہ محض جہاد کے لئے امام کے نکلنے سے تمام مسلمانوں پر جہاد فرضِ عین نہیں ہوتا بلکہ صرف ان لوگوں پر فرض عین ہوتا ہے جن کو امام نکلنے کا کہے۔

باب اگر جہاد فرضِ عین نہ ہو تو (غلام کیلئے) آقا سے اور (آزاد آدمی کیلئے) اپنے والدین سے اجازت لینا ضروری ہے

۳۷۹۲۔ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کسی غزوے میں شریک تھے تو آپ ﷺ قبیلہ مزینہ کے لوگوں کے پاس سے گزرے تو ان میں سے ایک عورت کا غلام آپ ﷺ کے پیچھے ہو گیا۔ جب آپ ﷺ کسی راستے میں تھے تو اس

فُلَانٌ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: ما شانك؟ قَالَ: أُجَاهِدُ مَعَكَ۔ قَالَ: أذِنَتْ لَكَ سَيِّدَتُكَ؟ قَالَ: لَا! قَالَ:اِرْجِعْ اِلَيْهَا فَاَخْبِرْهَا فَاِنَّ مِثْلَكَ مِثْلُ عَبْدٍ لَا يُصَلِّيْ اِنْ مُتَّ قَبْلَ اَنْ تَرْجِعَ اِلَيْهَا، وَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ، فَرَجَعَ اِلَيْهَا فَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ فَقَالَتْ: آللّٰهُ هُوَ اَمَرَكَ اَنْ تَقْرَأَ عَلَيَّ السَّلَامَ؟ قَالَ نَعَمْ! قَالَتْ: اِرْجِعْ فَجَاهِدْ مَعَهٗ۔ اخرجه الحاكم فى "مستدركه" و قال صحيح الاسناد، و اقره الذهبى (٢:١١٥)۔

٣٧٩٣- عن جابر اَنَّ عَبْدًا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَبَايَعَهٗ عَلَى الْجِهَادِ وَالْاِسْلَامِ، فَقَدِمَ صَاحِبُهٗ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ مَمْلُوْكٌ، فَاشْتَرَاهُ(النَّبِيُّ) ﷺ مِنْهُ بِعَبْدَيْنِ، فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اِذَا اَتَاهُ مَنْ لَّا يَعْرِفُهٗ لِيُبَايِعَهٗ سَاَلَهٗ اَحُرٌّ هُوَ اَمْ عَبْدٌ؟ فَاِنْ قَالَ: حُرٌّ بَايَعَهٗ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْجِهَادِ، وَاِنْ قَالَ: مَمْلُوْكٌ بَايَعَهٗ عَلَى الْاِسْلَامِ دُوْنَ الْجِهَادِ"۔رواه النسائى كذا فى "التلخيص الحبير" (٢:٣٦٦)۔

٣٧٩٤- عن عبدالله بن عمرو يقول: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَاْذَنَهٗ فِى الْجِهَادِ

نے آپ ﷺ کو سلام کہا آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو فلاں ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا میں آپ کی معیت میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے آقا نے تجھے اجازت دی؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کے پاس لوٹ جا اور اسے اطلاع کر۔ کیونکہ اگر تو اس کی طرف لوٹنے سے پہلے مرگیا تو تیری مثال بے نمازی غلام کی طرح ہے۔ اسے (میرا) سلام کہہ، پس وہ اس کی طرف لوٹا اور اسے قصے کی اطلاع دی، اس عورت نے کہا: کیا واقعی آپ ﷺ نے تجھے حکم دیا کہ تو مجھے سلام کہہ۔ اس نے کہا ہاں۔ اس نے کہا تو لوٹ جا اور آپ ﷺ کی معیت میں جہاد کر۔ مستدرک حاکم نے اسے روایت کیا اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اور ذھبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

٣٧٩٣۔ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غلام حضور ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے آپ ﷺ سے جہاد اور اسلام پر بیعت کی اس دوران اس کا مالک آ گیا۔ اور آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ یہ مملوک (غلام) ہے۔ پس آپ ﷺ نے اس غلام کو اس مالک سے دو غلاموں کے عوض خرید لیا۔ پھر اس کے بعد اگر کوئی غیر معروف شخص آپ ﷺ کے پاس آپ ﷺ سے بیعت ہونے کے لئے آتا تو آپ ﷺ اس سے پوچھتے کہ وہ آزاد ہے یا غلام۔ پس اگر وہ کہتا کہ میں آزاد ہوں تو آپ ﷺ اس سے اسلام اور جہاد پر بیعت لیتے اور اگر وہ کہتا کہ میں غلام ہوں تو آپ ﷺ اس سے اسلام پر بیعت لیتے جہاد پر بیعت نہ لیتے۔ (نسائی)۔

٣٧٩٤۔ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے

متن: اَحيٌّ وَالِدَاكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ! رواه البخاری(١:٤٦١)۔

٣٧٩٥- و فی حديث ابی سعيد عند ابی داود و صححه ابن حبان: ﴿اِرْجِعْ فَاسْتَاذِنْهُمَا، فَاِنْ اَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ اِلَّا فَبِرَّهُمَا﴾(فتح الباری٦:٩٨)۔

٣٧٩٦- عن عبدالله بن عمرو ايضا: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَاَلَهُ عَنْ اَفْضَلِ الْاَعْمَالِ قَالَ: "اَلصَّلَاةُ" قَالَ: ثُمَّ مَهْ؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ" قَالَ: فَاِنَّ لِيْ وَالِدَيْنِ، فَقَالَ: "آمُرُكَ بِوَالِدَيْكَ خَيْرًا، فَقَالَ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا لَاُجَاهِدَنَّ، وَلَاَتْرُكَنَّهُمَا، قَالَ: "فَاَنْتَ اَعْلَمُ"۔ اخرجه ابن حبان و سكت عنه الحافظ فی الفتح (٦:٩٨) فهو حسن او صحيح۔

ترجمہ: کیا آپکے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر انہی میں جہاد کر (یعنی ان کی خدمت کر)۔ (بخاری)۔

۳۷۹۵۔ ابوداؤد میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو لوٹ جا اور ان سے (والدین سے) اجازت طلب کر۔ اگر وہ تجھے اجازت دیدیں تو تو جہاد کر ورنہ ان کی خدمت کر۔ اسے ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ (ابوداؤد۔ باب الرجل یغزو وابواہ کارھان)۔

۳۷۹۶۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ سے سب سے افضل عمل کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا نماز۔ اس نے کہا پھر؟ (یعنی نماز کے بعد کون سا عمل سب سے افضل ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد۔ اس نے کہا کہ میرے والدین (بھی) ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تجھے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم کرتا ہوں۔ اس نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں ضرور جہاد کروں گا اور ان کو یعنی والدین کو ضرور چھوڑ دونگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو جان تیرا کام جانے۔ اسے ابن حبان نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے اس پر سکوت فرمایا ہے۔ پس یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر جہاد فرضِ کفایہ ہو تو غلام آقا کی اجازت کے بغیر اور کوئی بھی آزاد شخص والدین کی اجازت کے بغیر جہاد پر نہیں جاسکتا ہے۔ بلکہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ والدین یا کسی ایک کی اجازت کے بغیر جہاد کرنا حرام ہے۔ کیونکہ والدین کی خدمت فرضِ عین ہے جبکہ جہاد فرضِ کفایہ ہے۔ اور یہی حال بیوی کا ہے کہ وہ خاوند کی اجازت کے بغیر جہاد پر نہیں جاسکتی۔ ہاں اگر جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر غلام آقا کی اجازت کے بغیر اور بیٹا والدین کی اجازت کے بغیر اور بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر جاسکتے ہیں۔ اور دادا اور دادی بھی والدین کے حکم میں ہیں کہ ان سے اجازت لینا بھی ضروری ہے۔

٣٧٩٧- عن عمران و عن الحکم بن عمرو الغفاری مرفوعاً: "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ" رواہ الامام احمد فی "مسندہ" والحاکم فی "مستدرکہ" و اسنادہ حسن، (العزیزی ٣:٤٣٨)۔

بَاب جوازالجعل عند الضرورة

٣٧٩٨- حدثنا حفص بن غیاث عن عاصم عن ابی مجلز قالَ: کَانَ عُمَرُ یُغْزِیْ الْعَزَب وَیَاْخُذُ فَرَسَ الْمُقِیْم فَیُعْطِیْہِ الْمُسَافِر، رواہ ابن ابی شیبة فی "مصنفہ"(زیلعی ٢:١١٣)۔ قلت: رجالہ کلهم ثقات الا انہ منقطع فان ابا مجلزلم یسمع من عمر والانقطاع لا یضرنا۔

٣٧٩٩- اخبرنا محمد بن عمرالواقدی ثنا قیس بن الربیع عن عاصم الاحول عن ابی عثمان النہدی عن عمر بن الخطاب: "اَنَّہٗ کَانَ یُغْزِیْ الْاَعْزَبَ عَنْ ذِیْ الْحَلِیْلَةِ وَیُغْزِیْ

٣٧٩٧۔ عمران اور حکم بن عمرو غفاری سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔(مسند احمد۔مستدرک حاکم)۔اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی اگر جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر والدین یا آقا یا خاوند سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور اگر یہ جہاد کرنے سے روکیں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے بلکہ جہاد کیا جائے۔

باب۔ضرورت کے وقت جنگ کرنے والے کا اجرت لینا جائز ہے

٣٧٩٨۔ ابومجلز فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کنوارے کو جہاد پر بھیجا کرتے تھے اور جنگ میں پیچھے رہ جانے والے کا گھوڑا لے کر جنگ میں جانے والے کو دیتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔اور انقطاع مضر نہیں۔

فائدہ: اس اثر سے معلوم ہوا کہ مجاہد کا مالی تعاون کرنا جائز ہے۔لیکن یہ ضرورت پر محمول ہے جیسا کہ اگلی احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

٣٧٩٩۔ ابوعثمان نھدی سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ شادی شدہ کی بہ نسبت کنوارے کو جہاد پر بھیجتے اور بے گھوڑے والے کی بہ نسبت گھوڑے والے کو جہاد پر بھیجتے تھے۔(طبقات ابن سعد)۔میں کہتا ہوں کہ واقدی احکام میں تو مختلف فیہ ہے، لیکن مغازی اور سیر میں

الْفَارِسَ عَنِ الْقَاعِدَةِ"۔ رواہ ابن سعد فی "الطبقات" (زیلعی ٢: ١١٣) قلت: الواقدی مختلف فی الاحتجاج به فی الاحکام، و اما فی المغازی والسیر فھو حجة۔ و قیس ھذا حسن الحدیث کما مر غیر مرة فالحدیث حسن۔

٣٨٠٠- عن عبدالله بن عمرو ان رسول اللهﷺ قَالَ: "لِلْغَازِیْ اَجْرُهٗ، وَلِلْجَاعِلِ اَجْرُهٗ وَاَجْرُ الْغَازِیْ"۔ رواہ ابوداود و سکت عنه ھو والمنذری،(عون المعبود ٢: ٣٢٢)۔

٣٨٠١- عن ابن سیرین عن ابن عمر قال: "یَمْنَحُ الْقَاعِدُ الْغَازِیَ بِمَا شَاءَ، فَاَمَّا اِنَّهٗ یَبِیْعُ غَزْوَهٗ فَلَا"، وسن وجه آخر عن ابن سیرین سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الْجَعَائِلِ فَكَرِهَ هُوَ قَالَ:

حجت ہے اور قیس بھی حسن الحدیث ہے پس حدیث حسن ہے۔

٣٨٠٠۔ عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جہاد کرنے والے کے لئے ایک (اپنا ذاتی) اجر ہے۔ اور جاعل (کسی دوسرے کی امداد کرنے والے) کیلئے (دو اجر ہیں) ایک مال دینے کا اجر اور دوسرے غازی کے جہاد کا اجر (کہ وہ اس کے جہاد کا سبب بنا)۔ (ابوداؤد باب الرخصة فی اخذ الجعائل)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی جو شخص اپنے مال سے مجاہد کی مدد کرتا ہے اس کو دو اجر ملتے ہیں۔ ایک راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کا اور دوسرے اپنے مال کے ذریعے مجاہد تیار کرنے کا اور جہاد کرنے کا۔

فائدہ: جاعل وہ آدمی ہے کہ جو کسی شخص کو مال دیتا ہے تاکہ وہ جہاد کرے، یہ ہمارے نزدیک صحیح ہے کیونکہ اس حدیث میں حضورﷺ نے اس طرح مال دینے والے کی مدح فرمائی ہے اور ترغیب دی ہے۔ لیکن یہ جواز ضرورت کے ساتھ مقید ہے مثلاً مجاہد تنگدست ہو اور اپنے گھر والوں کے خرچ کا محتاج ہو اور اس بات کا خوف ہو کہ اگر وہ جہاد کے لئے نکل گیا تو خرچہ نہ ہونے کی بنا پر اس کے گھر والے تباہ ہو جائیں گے، تو اس صورت میں اگر کوئی شخص اس سے کہے کہ میں تجھے تیرا زادِراہ بھی دیتا ہوں اور تیرے گھر والوں کا خرچہ بھی دیتا ہوں۔ اور تو جہاد کر تو اس صورت میں خرچہ دینا اور لینا جائز ہے۔ یا کوئی شخص ایسی نداء لگائے کہ جو جہاد کے لئے جائے گا میں اسے اتنا مال دونگا تو جو شخص محتاج اور ضرورت مند ہو وہ اپنے زادِراہ اور گھر والوں کے نفقہ کیلئے لے لے تو حرج نہیں لیکن جو خود مال دار ہو وہ نہ لے کیونکہ یہ اجرت کے مشابہ ہے۔ اور جہاد پر اجرت لینا حرام ہے کیونکہ جہاد اللہ کا حق ہے۔ الغرض اجرت لینا صرف حاجت کی بنا پر ہو۔ طمع ولالچ کی بنا پر نہ ہو۔ لینے والے کی نظر جہاد پر اولاً ہو اور مال پر ثانیاً تو درست ہے اور اگر لینے والے کی نظر مال پر اولاً ہو اور جہاد پر ثانیاً تو یہ اجرت لینا حرام ہے۔

٣٨٠١۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ (کسی عذر کی وجہ سے) جہاد سے پیچھے رہ جانے والا جہاد کرنے والے کی جس چیز کے ساتھ چاہے مدد کرے۔ البتہ جو شخص اپنے جہاد کو بیچتا ہو تو اس کی مدد نہ کرے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے جہاد پر اجرت کے

"أَرَى الْغَازِيَ يَبِيعُ غَزْوَهُ، وَالْجَاعِلَ يَفِرُّ مِنْ غَزْوِهِ"- رواه عبدالرزاق قاله الحافظ فی "الفتح" (٦:٨٧)- وهو حسن او صحیح علی قاعدته-

٣٨٠٢- عن سحنون عن الولید اخبرنی ابوبکر عن عبدالله ابن ابی مریم عن عطیة ابن قیس الکلابی، قال: "خَرَجَ عَلَى النَّاسِ بَعْثٌ فِي زَمَنِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ، غَرَمَ فِيهِ الْقَاعِدَةُ مِائَةَ دِينَارٍ"- "المدونة" لمالك(١:٤٠٥)- قلت: وهذا سند حسن وابوبکر احسبه ابن عباس-

کیفیة القتال

باب الدعوة قبل القتال

٣٨٠٣- حدثنا سفیان الثوری عن ابن ابی نجیح عن ابیه عن ابن عباس قال: "مَا قَاتَلَ رَسُولُ اللهِ قَوْمًا حَتَّى دَعَاهُمْ"- رواه عبدالرزاق فی "مصنفه"، وکذلک رواه الحاکم فی "المستدرک" فی کتاب الایمان و قال: حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاه

بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے (اجرت کو) مکروہ جانا۔ اور فرمایا کہ میرے خیال میں (اس طرح) (نام نہاد) مجاہد اپنا جہاد بیچتا ہے اور اجرت دینے والا جہاد سے فرار اختیار کرتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس میں جہاد پر اجرت لینے کو مکروہ کہا گیا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب جہاد کو بیچا جا رہا ہو مثلاً جیسا کہ ابوداؤد باب فی الجعائل فی الغزو میں حضورﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص ایسا بھی ہوگا جو جہاد میں بغیر کسی اجرت کے جانا پسند نہ کرے گا اور یہ آواز لگائے گا کہ کون ہے جو مجھے اپنی جگہ جہاد میں بھیجتا ہے۔ کون ہے جس کے بدلہ میں میں جہاد میں شرکت کروں۔ تو جان لو! یہ شخص مجاہد نہیں بلکہ اپنے خون کے آخری قطرہ تک صرف مزدور ہے۔ ہاں اگر محض اعانت اور استعانت کے طور پر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں واضح ہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

۳۸۰۲۔ عطیہ بن قیس کلابی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک لشکر لوگوں کے پاس سے گزرا تو اس میں بیٹھنے والوں نے (فی کس) سو دینار کا تعاون کیا۔ (مدونہ لمالک)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند حسن ہے۔

باب۔ جنگ سے قبل دین کی دعوت دینا

۳۸۰۳۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے کسی قوم سے قتال نہیں کیا یہاں تک کہ اسے (دین کی) دعوت نہ دیدی ہو۔ (مصنف عبدالرزاق۔ مستدرک حاکم)۔ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔

زیلعی ۲:۱۱۳)- واخرجه الامام احمد وابو یعلی والطبرانی و رجاله رجاله الصحیح کذا فی "النیل" (۷:۱۳۳ و ۱۳٤)-

۳۸۰٤- اخبرنا عمر بن ذر عن یحیی بن اسحاق بن عبدالله بن ابی طلحة عن علی: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَهٗ حِیْنَ بَعَثَهٗ ﴿لَا تُقَاتِلْ قَوْمًا حَتّٰی تَدْعُوَهُمْ﴾- رواه عبدالرزاق فی "مصنفه" (زیلعی ۲:۱۳۳)- ورجاله ثقات لکنه منقطع فان یحیی لم یسمع علیا-

۳۸۰٥- عن فروة بن مسیك قال: "قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اُقَاتِلُ بِمُقْبِلِ قَوْمِیْ مُدْبِرَهُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ! فَلَمَّا وَلَّیْتُ دَعَانِیْ فَقَالَ: لَاتُقَاتِلْهُمْ حَتّٰی تَدْعُوَهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ" رواه احمد و اخرجه ابوداود والترمذی وحسنه، (نیل الاوطار۷:۱۳٥)-

۳۸۰٦- عن ابن عوف قال: کَتَبْتُ اِلٰی نَافِعٍ اَسْاَلُهٗ عَنِ الدِّعَاءِ قَبْلَ الْقِتَالِ، فَکَتَبَ اِلَیَّ اِنَّمَا کَانَ ذٰلِكَ فِیْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ، وَقَدْ اَغَارَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی بَنِی الْمُصْطَلَقِ وَهُمْ غَارُّوْنَ، وَاَنْعَامُهُمْ تُسْقٰی عَلَی الْمَاءِ، فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَسَبٰی ذَرَارِیَّهُمْ، وَاَصَابَ یَوْمَئِذٍ جُوَیْرِیَةَ ابْنَةَ الْحَارِثِ" حدثنی به عبدالله بن عمر وَکَانَ فِیْ ذٰلِكَ الْجَیْشِ، متفق علیه ، کذا فی "النیل" (۷:۱۳٥)-

۳۸۰۴- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اسے (جہاد پر) بھیجتے وقت فرمایا کہ کسی قوم کو (دین کی) دعوت دینے سے قبل ان سے قتال نہ کرنا۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۸۰۵- فروہ بن مسیکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا میں اپنے لشکر کے آگے بڑھنے والے حصے کے ذریعے دشمن کے پیٹھ پھیرنے والوں سے قتال کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں۔ لیکن جب میں واپس مڑا تو فرمایا، ان سے قتال نہ کر یہاں تک کہ تو ان کو اسلام کی دعوت نہ دے لے۔ (مسند احمد)۔

۳۸۰۶- ابن عوف فرماتے ہیں کہ میں نے نافعؒ کو خط لکھا اور قتال سے قبل دین کی دعوت دینے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے (جواب میں) لکھا کہ قتال سے قبل دین کی دعوت دینا ابتدائے اسلام میں تھا۔ حضور ﷺ نے بنوالمصطلق پر حملہ کیا تو وہ بالکل غافل تھے۔ ان کے مویشی پانی پی رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں، بچوں کو قید کر لیا۔ حارث کی بیٹی جویریہؓ بھی اس دن آپ ﷺ کے ہاتھ لگی تھی۔ (نافع نے یہ بھی لکھا کہ) یہ حدیث مجھ سے عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کی، وہ خود بھی اس لشکر

باب ما يفعل بالعدو بعد الدعوة والنهى عن الغلول والغدر والمثلة وقتل النساء والصبيان والشيوخ الفانية ونحوهم

۳۸۰۷- عن سليمان بن بريدة عن ابيه قال: "كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا أَمَّرَ أَمِيْرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِيْ خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ: أُغْزُوْا بِسْمِ اللهِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ أُغْزُوْاوَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَمْثِلُوْاوَلَا تَقْتُلُوْاوَلِيْدًا وَإِذَا لَقِيْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ، فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ أُدْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَإِنْ أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِيْنَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ، فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوْا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ

میں تھے۔ (بخاری باب من ملک من العرب رقیقا فی کتاب العتق ومسلم)۔

فائدہ: پہلی تین حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قتال سے قبل کفار کو دین کی دعوت دینا ضروری ہے بشرطیکہ اس سے قبل دین کی دعوت ان تک نہ پہنچی ہو۔ ہاں اگر ان تک دین کی دعوت پہلے سے پہنچ چکی ہو تو پھر دوبارہ ان کو دعوت دینا ضروری نہیں ہے جیسا کہ خود حضور ﷺ نے بنو المصطلق کو قتال سے قبل دین کی دعوت نہ دی تھی۔ ہاں اگر کفار مسلمانوں پر حملہ کریں تو پھر انہیں دین کی دعوت نہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

باب۔ دعوت کے بعد دشمن سے کیا کیا جائے، اور غلول، عہد شکنی، مثلہ اور عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو قتل کرنے سے ممانعت کا بیان

فائدہ: مال غنیمت میں سے کچھ چرانے کو غلول کہتے ہیں۔ اور ہاتھ پاؤں، ناک وغیرہ کو کاٹنا مثلہ کہلاتا ہے۔

فائدہ: اصول یہ ہے کہ ہر اس شخص کو قتل کیا جائے جو جنگ کرے یا جنگ میں رائے دے یا اس سے کسی قسم کے ضرر کا خطرہ ہو خواہ وہ نہایت بوڑھا ہو یا عورت ہو یا نابالغ بچہ ہو یا راہب ہو لیکن اگر یہ مذکورہ بالا لوگ نہ خود جنگ کریں نہ ہی جنگی رائے دیں اور نہ ہی کسی اور قسم کا نقصان کا ان سے اندیشہ ہو تو ان کو قتل نہ کیا جائے۔

۳۸۰۷۔ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب کسی شخص کو لشکر وغیرہ کا امیر مقرر کرتے تو اسے تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کرتے اور اس کے ساتھ جانے والے مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا حکم دیتے اور فرماتے! اللہ کے نام سے اس کے راستے میں جہاد

يَكُوْنُوْنَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْرِيْ عَلَيْهِمُ الَّذِيْ يَجْرِيْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا يَكُوْنُ لَهُمْ فِيْ الْفَيْءِ وَالْغَنِيْمَةِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوْا مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ فَإِنْ أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، وَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَقَاتِلْهُمْ"۔ الحدیث رواہ احمد و مسلم و ابن ماجة والترمذی وصححہ (نیل الاوطار ۱۳۳:۷)۔

۳۸۰۸- عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا بَعَثَ جَيْشًا قَالَ: "اِنْطَلِقُوْا بِسْمِ اللّٰهِ وَلَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا صَغِيْرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَغُلُّوْا وَضُمُّوا غَنَائِمَكُمْ وَأَصْلِحُوْا، وَأَحْسِنُوْا، إِنَّ اللّٰهَ

کرو۔ ان لوگوں کے ساتھ جہاد کرو جو اللہ کے منکر ہیں۔ مالِ غنیمت میں چوری نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، مثلہ نہ کرو، بچوں کو قتل نہ کرو، پھر جب تمہارا کفار کے ساتھ آمنا سامنا ہو تو انہیں تین چیزوں کی دعوت دو۔ اگر وہ لوگ ان میں سے کسی ایک بات پر بھی راضی ہو جائیں تو تم بھی اسے قبول کرلو۔ اور ان سے جنگ نہ کرو۔ چنانچہ (پہلے) انہیں اسلام کی دعوت دو۔ پس اگر وہ اسے قبول کرلیں تو تم بھی اسے قبول کرلو اور ان سے جنگ نہ کرو، پھر انہیں اس بات کی دعوت دو کہ وہ اپنے علاقے سے مہاجرین کے علاقہ کی طرف ہجرت کریں اور انہیں یہ بھی بتادو کہ اگر وہ لوگ ایسا کریں گے تو ان کے لئے بھی وہی کچھ ہوگا جو مہاجرین کیلئے ہے۔ (یعنی مالِ غنیمت وغیرہ سے) اور ان پر بھی وہی کچھ ہوگا جو مہاجرین پر ہے (یعنی دین کی نصرت وتائید)۔ لیکن اگر وہ ہجرت سے انکار کردیں تو پھر وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہونگے اور ان پر وہی احکام لاگو ہونگے جو ان مسلمانوں پر لاگو ہوتے ہیں یعنی غنیمت اور فئ میں سے انہیں حصہ نہ ملے گا۔ الا یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں۔ پھر اگر وہ اس سے بھی انکار کردیں تو ان سے جزیہ کا مطالبہ کرو۔ اگر وہ اسے قبول کرلیں تو تم بھی اسے قبول کرلو اور ان سے جنگ نہ کرو اور اگر وہ اس سے بھی انکار کردیں تو پھر تم اللہ سے مدد مانگتے ہوئے ان سے جنگ کرو۔ (الحدیث) (مسند احمد، مسلم، ابن ماجہ، ترمذی)۔ ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: یعنی اسلام کی دعوت دینے کے بعد جزیہ کا مطالبہ کیا جائے۔ اگر وہ اسے پر راضی ہوجائیں تو پھر ان سے جنگ نہ کی جائے۔ لیکن مرتدین اور عرب کے مشرکین کو جزیہ کی دعوت دینا درست نہیں ہے۔ بلکہ ان کے لئے اسلام ہے یا تلوار۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿تقاتلونهم او يسلمون﴾ یعنی ان سے جنگ کرو یا وہ مسلمان ہوجائیں۔

فائدہ: جو مسلمان دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہ کرے اس کے لئے مالِ فئ میں سے کوئی حصہ نہیں ہے۔

۳۸۰۸۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ جب کسی لشکر کو روانہ کرتے تو فرماتے کہ اللہ کے نام سے چلو۔ انتہائی بوڑھے کو چھوٹے بچے کو اور عورت کو قتل نہ کرو۔ نہ مالِ غنیمت میں سے چوری کرو اور اپنے غنیمت کے مال کو جمع کرو۔ (اپنی) اصلاح کرو اور (دوسروں سے) بھلائی کرو بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ (ابوداؤد)۔

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" اخرجه ابوداود(جمع الفوائد ۲:۸)۔

۳۸۰۹- عن سمرة رفعه: "اُقْتُلُوْا شُيُوْخَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَاسْتَبْقُوْا شَرْخَهُمْ يَعْنِيْ مَنْ لَّمْ يَنْبُتْ مِنْهُمْ" اخرجه الترمذی وابوداود، كذا فی "جمع الفوائد" (۲:۸)۔

باب نصب المنجنيق على الكفار

۳۸۱۰- عن مكحول "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَصَبَ الْمَنْجَنِيْقَ عَلٰى اَهْلِ الطَّائِفِ" اخرجه ابوداود فی "المراسيل"، ورجاله ثقات، ووصله العقيلي باسناد ضعيف عن علیّ رضی اللہ عنہ بلوغ المرام ۱۲:۱۵)، قلت: والمرسل اذا اورد بسند آخر موصولا ولو ضعيفا فهو حجة عندالكل كما ذكرناه فی المقدمة۔

باب تحريق اشجار دار الحرب وقطعها عند الحاجة

۳۸۱۱- عن ابن عمر قال: "حَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَخْلَ بَنِيْ النَّضِيْرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ"

۳۸۰۹۔ حضرت سمرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا) مشرکین کے بڑوں کو قتل کرواور ان کے ان چھوٹوں کو باقی رہنے دو جن کے زیر ناف بال نہ اگے ہوں۔(ترمذی، ابوداؤد)۔

فائدہ: سمرہؓ کی حدیث میں شیوخ سے مراد جنگ کرنے والے یا جنگ میں رائے دینے والے بوڑھے ہیں۔ان کو قتل کیا جائے لیکن جو بہت بوڑھا ہو اور مسلمانوں کے لئے بے ضرر ہو تو اسے قتل نہ کیا جائے جیسا کہ انسؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

باب۔کفار پر توپ کا استعمال

۳۸۱۰۔ مکحول سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے طائف والوں کے خلاف منجنیق نصب کی۔(مراسیل ابوداؤد)۔

فائدہ: منجنیق کی مثال آج کل کے زمانے میں توپ ہے۔توپ وغیرہ کے ذریعے بارود کا استعمال اسی صورت میں جائز ہے جب اس کے بغیر کامیابی ناممکن ہو۔

باب۔ضرورت کے وقت دار الحرب کے درختوں کو کاٹنا اور آگ لگانا

۳۸۱۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بنو نضیر کے کھجور کے درختوں کو جلوادیا اور ان کو کٹوادیا۔یہ درخت مقام بویرۃ میں تھے۔(بخاری باب حدیث بنی النضیر)۔

رواه البخاری (۲: ۵۱۵)۔

۳۸۱۲- عن یحیی بن سعید "اَنَّ اَبَا بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ بَعَثَ جُیُوْشًا اِلَی الشَّامِ، فَخَرَجَ یَمْشِیْ مَعَ یَزِیْدِ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ وَکَانَ اَمِیْرَ رُبْعٍ مِنْ تِلْکَ الْاَرْبَاعِ، فَزَعَمُوْا اَنْ یَزِیْدَ قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ: اِمَّا اَنْ تَرْکَبَ وَاِمَّا اَنْ اَنْزِلَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ: مَا اَنْتَ بِنَازِلٍ وَمَا اَنَا بِرَاکِبٍ، اِنِّیْ اَحْتَسِبُ خُطَایَ هٰذِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ لَهٗ: اِنَّکَ سَتَجِدُ قَوْمًا زَعَمُوْا اَنَّهُمْ حَبَسُوْا اَنْفُسَهُمْ لِلّٰهِ فَذَرْهُمْ وَمَا زَعَمُوْا اَنَّهُمْ حَبَسُوْا لَهٗ، وَسَتَجِدُ قَوْمًا فَحَصُوْا عَنْ اَوْسَاطِ رُؤُوْسِهِمْ مِنَ الشَّعْرِ فَاضْرِبْ مَافَحَصُوْا عَنْهُ بِالسَّیْفِ، وَاِنِّیْ مُوْصِیْكَ بِعَشْرٍ: لَا تَقْتُلَنَّ اِمْرَاَةً وَلَا صَبِیًّا وَلَا کَبِیْرًا هَرِمًا، وَلَا تَقْطَعَنَّ شَجَرًا مُثْمِرًا، وَلَا تَخْرَبَنَّ عَامِرًا وَلَا تَعْقِرَنَّ شَاةً وَلَا بَعِیْرًا اِلَّا لِاَکْلِهٖ، وَلَا تُحَرِّقَنَّ نَخْلًا وَلَا تُغْرِقَنَّهٗ، وَلَا تَغْلُلْ وَلَا تَجْبُنْ" رواہ مالك فی "الموطا" (ص۱٦۷)۔ قال فی "النیل" (۷: ۱٤۹): منقطع لان یحیی بن سعید لم یدرك زمن ابی بکر اھ۔ قلت: ولکن مقاطیع "الموطا" وبلاغاته وجدت مسندة من غیر طریق مالك، فهی حجة، کماذکرناه فی المقدمة۔

فائدہ: درختوں کو جلانا اور کٹوانا حاجت کے ساتھ مقید ہے۔ یعنی وہ اس کے بغیر مغلوب نہ ہوں تو پھر جائز ہے ورنہ نہیں۔ کیونکہ بغیر ضرورت کے جلانا اتلاف مال ہے جس سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے اور اس تقیید کا ثبوت اگلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

۳۸۱۲۔ یحییٰ بن سعیدؒ سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے لشکر شام کی طرف بھیجے تو خود بھی یزید بن ابی سفیان کے ساتھ پیدل چلے۔ اور وہ (یزید) ایک چوتھائی لشکر کے امیر تھے۔ یزید نے ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ بھی سوار ہو جائیں ورنہ میں بھی اترتا ہوں۔ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ نہ تم اترو اور نہ ہی میں سوار ہونگا۔ میں ان قدموں کو خدا کی راہ میں ثواب سمجھتا ہوں۔ پھر ابوبکرؓ نے یزید سے فرمایا کہ تم یقیناً ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہوں نے اپنی جانوں کو اللہ کے واسطے روک رکھا ہے۔ (اس سے مراد راہب ہیں جو کسی سے ملاقات نہیں کرتے) سو تم ان کو ان کے کام میں چھوڑ دو (یعنی انہیں قتل نہ کرو کیونکہ وہ جنگ نہیں کرتے) اور تم کچھ لوگ ایسے بھی پاؤ گے جنہوں نے اپنے سروں کو بیچ میں سے منڈایا ہوا ہوگا (یہ مجوس کی عادت تھی افسوس کہ بعض مسلمان بھی آج کل یہ عمل کرتے ہیں) تو تم ان کے سر پر تلوار مارو، میں تمہیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ عورت کو، بچے کو اور بہت بوڑھے کو ہرگز مت قتل کرنا۔ پھل دار درخت کو ہرگز نہ کاٹنا۔ کسی بستی کو ہرگز مت اجاڑنا۔ اور کسی بکری یا اونٹ کی کونچیں ہرگز مت کاٹنا مگر کھانے کے واسطے۔ کسی کھجور کے درخت کو ہرگز مت جلانا اور نہ ہی اسے ڈبونا۔ غنیمت کے مال میں چوری مت کرنا اور بزدلی مت دکھانا۔ (مؤطا مالک باب النهی عن قتل النساء)

باب النهي عن السفر بالقرآن اذا اخيف عليه

٣٨١٣- حدثنا ابوالربيع العتكي و ابو كامل، قالا: ناحماد عن ايوب عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ "لَا تُسَافِرُوْا بِالْقُرْاٰنِ، فَاِنِّيْ لَا آمَنُ اَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ" رواه مسلم في "صحيحه (١٣١:١)۔ قلت: ورواه الامام احمد بلفظ: "نهى - النبي ﷺ - ان يسافر بالمصحف الى ارض العدو"، كما في "فتح البارى"(٩٣:٦)۔ واخرجه البخاري بلفظ: "نَهٰى اَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ"۔

باب جواز المبارزة اذا علم انه ينكي فيهم

٣٨١٤- عن اسلم ابى عمران" قال: كُنَّا بِالْقُسْطُنْطُنِيَّةِ، فَخَرَجَ صَفٌّ عَظِيْمٌ مِنَ الرُّوْمِ، فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى صَفِّ الرُّوْمِ، حَتّٰى دَخَلَ فِيْهِمْ ثُمَّ رَجَعَ مُقْبِلًا، فَصَاحَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللهِ! اَلْقٰى بِيَدِهٖ اِلَى التَّهْلُكَةِ، فَقَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ: اَيُّهَاالنَّاسُ اِنَّكُمْ تَاَوَّلُوْنَ هٰذِهِ الْآيَةَ عَلٰى

باب۔ قرآن مجید کو (دار الحرب میں) لے جانا منع ہے جب یہ ڈر ہو کہ قرآن ان کے ہاتھ لگ جائے گا

٣٨١٣۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ (جنگ کے) سفر میں قرآن مت لے جاؤ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ (مسلم باب النھی ان یسافر بالمصحف الخ) اور مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے دار الحرب کی طرف قرآن لے جانے سے منع فرمایا۔ اور بخاری میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے قرآن مجید دار الحرب کی طرف لے جانے سے منع فرمایا۔

فائدہ: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب اس بات کا خوف ہو کہ یہ قرآن دشمن کے ہاتھ لگ جائے گا اور وہ اس کی بے حرمتی کریں گے۔ اور اگر یہ خوف نہ ہو تو پھر لے جانا منع نہیں

باب۔ (جنگ کی پوزیشن میں نہ ہونے کے باوجود) کسی ایک مجاہد کا دشمن پر حملہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ یہ جانتا ہو کہ یہ طریقہ ان پر زیادہ اثر انداز ہوگا

٣٨١٤۔ عمران کے والد اسلم فرماتے ہیں کہ ہم قسطنطنیہ میں تھے تو روم کا ایک بڑا لشکر مقابلے کیلئے نکلا تو مسلمانوں میں سے ایک مجاہد نے روم کے لشکر پر حملہ کر دیا حتیٰ کہ ان میں داخل ہو گیا اور پھر وہ کامیاب واپس لوٹا۔ تو لوگ چیخ اٹھے کہ سبحان اللہ! اس نے تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔ اس پر ابوایوب انصاریؓ بولے کہ اے لوگو! تم اس آیت ﴿ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ﴾ کی یہ

هذَا التَّاوِيلِ، وَإِنَّمَا نَزَلَتْ هذِهِ الْآيَةُ فِينَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، إِنَّا لَمَّا أَعَزَّ اللهُ دِينَهُ وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ قُلْنَا بَيْنَنَا سِرًّا: إِنَّ أَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ، فَلَوْ أَنَّا أَقَمْنَا فِيهَا وَأَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا، فَأَنْزَلَ اللهُ هذِهِ الْآيَةَ فَكَانَتِ التَّهْلُكَةُ الْإِقَامَةَ الَّتِي أَرَدْنَاهَا۔ رواه مسلم والنسائی وابوداود والترمذی والحاكم وابن حبان (فتح الباری ۸:۱۳۸)۔

باب جهاد النساء عند الضرورة

۳۸۱۵- عن انس رضی اللہ عنہ "اَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ اتَّخَذَتْ يَوْمَ حُنَيْنٍ خَنْجَرًا، فَكَانَ مَعَهَا فَرَآهَا أَبُوْطَلْحَةَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! هذِهِ أُمُّ سُلَيْمٍ مَعَهَا خَنْجَرٌ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا هذَا الْخَنْجَرُ؟ قَالَتْ: اِتَّخَذْتُهُ اِنْ دَنَا مِنِّي أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بَقَرْتُ بِهِ بَطْنَهُ، فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَضْحَكُ قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللهِ! أُقْتُلْ مَنْ بَعْدَنَا مِنَ الطُّلَقَاءِ اِنْهَزَمُوْا بِكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ! اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ كَفٰى وَاَحْسَنَ، رواه مسلم(۲:۱۱۶)۔

تاویل کرتے ہو۔ حالانکہ یہ آیت ہم انصار قوم کے بارے میں نازل ہوئی تھی (یعنی ہم اس کا مطلب بہتر جانتے ہیں اور اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ) جب اللہ نے دین اسلام کو عزت عطا فرمائی اور اس کے حامی کثیر تعداد میں ہو گئے تو ہم نے آپس میں خفیہ طور پر یہ کہا کہ ہمارے مال (اونٹ اور باغات) ضائع ہو چکے ہیں۔ اگر ہم اپنے مالوں میں رہتے اور اس کی دیکھ بھال کرتے تو اس میں سے کچھ ضائع نہ ہوتا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تو ہلاکت اس اقامت میں ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان)۔

فائدہ: اگر فرط شجاعت کی بنا پر یا اس گمان پر کہ وہ اس طرح دشمنوں کو مرعوب کر سکتا ہے یا مسلمانوں کو ان پر جراءت دلانے کیلئے ایسا کرے تو جائز ہے اور اگر محض لاپروائی کی بنا پر ہو اور خاص کر جبکہ اس کی شکست سے مسلمانوں میں بزدلی پھیل جانے کا اندیشہ ہو تو ممنوع ہے۔

باب ضرورت کے وقت عورتوں کا جہاد کرنا

۳۸۱۵۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ (ان کی ماں) ام سُلیمؓ نے حنین کے دن ایک خنجر لیا وہ ان کے پاس تھا کہ ابوطلحہؓ نے انہیں دیکھ لیا اور عرض کیا یارسول اللہ! یہ ام سلیم ہیں اور ان کی پاس ایک خنجر ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا، یہ خنجر کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ خنجر اس لئے لیا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو میں اس کا پیٹ پھاڑ ڈالوں گی۔ یہ سن کر حضور ﷺ ہنسنے لگے۔ پھر ام سلیمؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ﷺ ان لوگوں کو قتل کر دیں جو ہمارے بعد چھوٹے ہیں اور انہوں نے آپ ﷺ سے شکست کھائی ہے۔ (یعنی وہ

باب من لا يجوز قتله في الجهاد

٣٨١٦- عن رباح بن الربيع التميمي قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ غَزْوَةٍ، فَرَاَى النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ فَرَاٰى اِمْرَاَةً مَقْتُوْلَةً، فَقَالَ: "مَا كَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلَ"- رواه ابوداود والنسائي وابن حبان في صحيحه و مفهومه انها لو قاتلت لقتلت(فتح الباري ٦:١٠٣)-

٣٨١٧- عن المرقع بن صيفي عن حنظلة الكاتب قال: "غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَمَرَرْنَا عَلٰى اِمْرَاَةٍ مَقْتُوْلَةٍ فَقَالَ: "مَا كَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلَ ؟ اَدْرِكْ خَالِدًا فَقُلْ لَهٗ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَاْمُرُكَ اَنْ لَّا تَقْتُلَ ذُرِّيَّةً وَّلَا عَسِيْفًا"، رواه احمد والنسائي وابن ماجة والطحاوي وابن حبان والباوردي وابن قانع والطبراني و سعيد بن منصور ورواه احمد وابوداود والنسائي وابن ماجة والطحاوي والبغوي وابن حبان والحاكم عن المرقع بن صيفي بن رباح، عن جده رباح

دل سے مسلمان نہیں ہوئے بلکہ آپ ﷺ کے رعب سے مسلمان ہوئے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا اے ام سلیم! بے شک اللہ تعالیٰ (کافروں کے شرکو) کفایت کرگیا اور اس نے (ہم پر) احسان فرمایا۔ (مسلم باب غزوۃ النساء)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو مردوں کی طرح قتال نہیں کرنا چاہیے اور اس پر دلیل آپ ﷺ کا متعجب ہو کر سوال کرنا ہے۔ لیکن ام سلیمؓ کے جواب پر آپ ﷺ کا سکوت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورتوں کے لئے مدافعانہ جہاد کرنا ضرورت و مجبوری کے وقت جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ بوڑھی عورتیں کھانے پکانے، پانی پلانے اور مرہم پٹی کے لئے جہادی لشکر کے ساتھ جاسکتی ہیں لیکن نوجوان عورتیں نہ جائیں کیونکہ ان کے جانے میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔

باب۔ جہاد میں جن کو قتل کرنا جائز نہیں ہے

٣٨١٦۔ رباح بن ربیعؓ تمیمی فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو مجتمع صورت میں دیکھا پھر آپ ﷺ نے ایک مقتولہ عورت کو دیکھا تو فرمایا کہ اسے کیوں قتل کیا ہے یہ تو لڑتی نہ تھی۔ (ابوداؤد، نسائی، صحیح ابن حبان)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ لڑائی کرے تو اسے قتل کیا جائے۔ (فتح الباری)۔

٣٨١٧۔ حنظلہ کاتبؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کیا تو ہم ایک قتل کی ہوئی عورت کے پاس سے گذرے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو نہ لڑتی تھی (تو پھر تم نے اسے کیوں قتل کیا؟) خالد (بن ولید) سے ملو اور اس سے کہو کہ بچوں عورتوں، اور مزدوروں کو مت مارو۔ (مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ)۔

بن الربیع اخی حنظلة الكاتب، قال ابن حجر في اطرافه: وهو المحفوظ، وادعى ابن حبان ان الطريقين محفوظان(كنزالعمال٢: ٢٧٠)۔

٣٨١٨- عن عكرمة" اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَاٰی اِمْرَاَةً مَقْتُوْلَةً بِالطَّائِفِ، فَقَالَ: "اَلَمْ اَنْهَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ مَنْ صَاحِبُهَا؟ فَقَالَ رَجُلٌ: اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرْدَفْتُهَا فَاَرَادَتْ اَنْ تَصْرَعَنِیْ فَتَقْتُلَنِیْ، فَقَتَلْتُهَا فَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُوَارٰی" اخرجه ابوداود فی "المراسيل" (فتح الباری٦: ١٠٣)۔

٣٨١٩- عن الصعب بن جثامة" اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ اَهْلِ الدَّارِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ يُبَيَّتُوْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِّسَائِهِمْ وَذَرَارِيْهِمْ، ثُمَّ قَالَ: هُمْ مِنْهُمْ"، رواه الجماعة الا النسائی، كذا فی "النيل" (٧: ١٤٦)، ورواه الطبرانی فی الكبير بلفظ اَنَّهٗ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَطْفَالُ الْمُشْرِكِيْنَ نُصِيْبُهُمْ فِي الْغَارَةِ بِاللَّيْلِ قَالَ: لَا تَعْمِدُوْا ذٰلِكَ وَلَا حَرَجَ، فَاِنَّ اَوْلَادَهُمْ مِنْهُمْ، كَذَا فِیْ "كنزالعمال"(٢: ٢٨٦)۔

٣٨٢٠- عن ابن عباس قال: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا بَعَثَ جُيُوْشَهٗ قَالَ: ﴿اُخْرُجُوْا بِسْمِ

٣٨١٨۔ عکرمہؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے طائف میں ایک مقتولہ عورت کو دیکھا تو فرمایا کہ کیا میں نے (تمہیں) عورتوں کو قتل کرنے سے منع نہیں فرمایا؟۔ اس کو قتل کرنے والا کون ہے؟ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں ہوں، میں نے اسے سواری پر پیچھے بٹھایا تو اس نے مجھے پچھاڑنے اور قتل کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے اسے قتل کردیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس عورت کے بارے میں حکم فرمایا کہ اسے چھپادیا جائے۔(مراسیل ابوداؤد)۔

٣٨١٩۔ صعب بن جثامہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ مشرکین کے جس قبیلے پر شب خون مارا جائے گا تو کیا ان کی عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔(بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)۔ اور طبرانی نے کبیر میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! شب خون مارنے میں ہم مشرکین کے بچوں کو نشانہ بنادیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جان بوجھ کر ایسا نہ کرنا (یعنی جان بوجھ کر بچوں کو نشانہ نہ بنانا اور اگر اتفاقاً ایسا ہوجائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ان کی اولاد بھی ان میں سے ہے۔(کنزالعمال)

فائدہ: چونکہ رات کو حملہ کرتے وقت جبکہ وہ غفلت میں سوئے ہوئے ہوں ان میں تمیز کرنا مشکل ہے اس لئے اس صورت میں بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا گناہ نہیں۔

٣٨٢٠۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے لشکروں کو روانہ فرماتے تو یہ فرماتے کہ اللہ کے نام سے نکلو جو اللہ کا انکار

اللهِ تَعَالٰی تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ مَنْ کَفَرَ بِاللهِ، لَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَمْثِلُوْا وَلَا تَقْتُلُواالْوِلْدَانَ وَلَا اَصْحَابَ الصَّوَامِعِ﴾، رواہ الامام احمد ، و فی اسنادہ ابراھیم بن اسماعیل بن ابی حبیبۃ و ھو ضعیف، وثقہ احمد، کذا فی "النیل" (٧:١٤٧-١٤٨)۔ قلت: و قال العجلی ایضا: حجازی ثقۃ۔ کما فی "التھذیب"(١:١٠٤)، والاختلاف لا یضر فالحدیث حسن۔

٣٨٢١- عن خالد بن الفِزر حدثنی انس بن مالك اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ﴿اِنْطَلِقُوْا بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ، لَا تَقْتُلُوْا شَیْخًا فَانِیًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِیْرًا وَلَاامْرَاَةً وَلَا تَغُلُّوْا وَضُمُّوْا غَنَائِمَکُمْ وَاَصْلِحُوْا وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾، رواہ ابو داود(١:٣٥٩)

قال الشوکانی: و فی اسنادہ خالد بن الفزر- بکسر الفاء و سکون الزای وبعدھا راء مھملۃ- ولیس بذاك، (نیل ٧:-١٤٧)۔قلت: سکت عنہ ابوداود، و فی "التقریب" (ص ٥١):"مقبول"، و فی "التھذیب"(٣:١١٢)۔وقال ابوحاتم: "شیخ" وذکرہ ابن حبان فی "الثقات" اھ، فالحدیث حسن۔

٣٨٢٢- عن علی قال: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا بَعَثَ جَیْشًا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی

کرے اس سے اللہ کی راہ میں قتال کرو۔ عہد شکنی مت کرو، مال غنیمت میں سے چوری نہ کرو۔ مثلہ نہ کرو، بچوں اور راہبوں کو قتل نہ کرو۔(منداحمد)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

٣٨٢١۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے (جہادی لشکر سے) فرمایا اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی نصرت کے ساتھ اور رسول اللہ کے دین پر روانہ ہو جاؤ۔ (دیکھو!) بہت بوڑھے آدمی کو قتل نہ کرنا نہ چھوٹے بچے کو، نہ عورت کو۔ تم غنیمت کے مال میں خیانت نہ کرنا بلکہ غنیمت کے مال کو جمع کرنا اور اپنے احوال کی اصلاح کرنا اور دوسروں سے بھلائی کرنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے اور بھلائی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔(ابوداؤد)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: تمام احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں اور راہبوں کو قتل نہ کیا جائے لیکن اگر وہ خود جنگ کریں یا جنگی رائے دیں یا ان سے کسی اور قسم کے نقصان کا خطرہ ہو تو ان کو قتل کرنا درست ہے۔

٣٨٢٢۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ جب مسلمانوں کے کسی لشکر کو مشرکین کی طرف روانہ فرماتے تو انہیں یہ وصیت

المشركين، قال: ﴿انطلقوا بسم الله فذكر الحديث- وفيه: لا تقتلوا وليدا طفلا، ولاامرأة ولا شيخا كبيرا ولا تغورن عينا ولا تعقرن شجرا يمنعكم قتالا اويحجزبينكم وبين المشركين، ولا تمثلوا بآدمي ولا بهيمة ولا تغدروا ولا تغلوا﴾۔ رواه البيهقي وقال: اسناده ضعيف الا انه يتقوى بشواهد،(كنزالعمال ۲: ۳۹٦)۔

۳۸۲۳- عن عطية القرظي قال: "عرضنا على رسول الله ﷺ يوم قريظة فكان من نبت قتل، ومن لم ينبت خلى سبيله فكنت فيمن لم ينبت فخلى سبيلي"، رواه الترمذي(۱: ۱۹۲)،وقال "حسن صحيح"۔

۳۸۲٤- عن الواقدي عن ابن ابي الزناد عن ابيه قال: شهدأبوحذيفة بدرا، ودعا اباه عتبة الى البراز فمنعه عنه رسول الله ﷺ"، رواه الحاكم والبيهقي(التلخيص الحبير۲: ۳۷) قلت: الواقدي فيه كلام والراجح عندنا توثيقه كمامر غير مرة۔

۳۸۲۵- عن مالك بن عمير قال: جاء رجل الى النبي ﷺ فقال: يارسول الله!اني

فرماتے کہ اللہ کا نام لے کر چلو۔ پھر حضرت علیؓ نے مکمل حدیث بیان فرمائی جس میں تھا کہ چھوٹے بچے کو، عورت کو اور بہت زیادہ بوڑھے کو قتل نہ کرو۔ کسی کی آنکھ نہ نکالو اور کسی ایسے درخت کو مت کاٹو مگر وہ (بعض نسخوں میں ''الاشجرا'' کے الفاظ ہیں اور یہی درست معلوم ہوتا ہے) جو تمہیں قتال سے روکے یا تمہارے اور مشرکین کے درمیان رکاوٹ ہو۔ کسی آدمی اور کسی جانور کا مثلہ نہ کرو۔ عہد شکنی مت کرو اور نہ مال غنیمت سے چوری کرو۔ (بیہقی)۔

۳۸۲۳۔ عطیہ قرظی فرماتے ہیں کہ جنگ قریظہ کے دن ہمیں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو جس کے زیر ناف بال اگے ہوئے تھے اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے زیر ناف بال اگے ہوئے نہ تھے اسے رہا کر دیا گیا اور میں بھی ان لوگوں میں تھا جن کے زیر ناف بال نہیں اگے تھے لہٰذا مجھے بھی رہا کر دیا گیا۔ (ترمذی باب النزول علی الحکم)۔

فائدہ: یاد رکھیئے مدار قتل بلوغت نہیں بلکہ توقع فساد ہے لہٰذا جس کافر بچے سے بھی فساد کی توقع ہو اسے قتل کرنا درست ہے۔ جیسا کہ جہاد کیلئے اجازت کا مدار بلوغت نہیں بلکہ جہاد پر قدرت اور طاقت ہے۔

۳۸۲۴۔ ابوالزناد فرماتے ہیں کہ ابو حذیفہؓ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور اپنے باپ عتبہ کو مقابلے کے لئے للکارا تو حضور ﷺ نے انہیں اس سے منع فرمایا۔ (حاکم اور بیہقی)۔

۳۸۲۵۔ مالک بن عمیرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا دشمنوں سے آمنا سامنا

لَقِيتُ الْعَدُوَّوَلَقِيتُ اَبِي فِيهِمْ، فَسَمِعْتُ مِنْهُ لَكَ مَقَالَةً قَبِيحَةً فَطَعَنْتُهُ بِالرُّمْحِ فَقَتَلْتُهُ، فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ جَاءَ آخَرُفَقَالَ يَانَبِيَّ اللهِ! اِنِّي لَقِيتُ اَبِي فَتَرَكْتُهُ، وَاَحْبَبْتُ اَنْ يَلِيَهِ غَيْرِي، فَسَكَتَ عَنْهُ، رواه ابوداودفي المراسيل(ص ٣٦)وعزاه في التلخيص(٢-٣٧) الى مراسيل ابي داود والبيهقي بلفظ''جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ!اِنِّي لَقِيتُ الْعَدُوَّوَلَقِيتُ اَبِي فِيهِمْ فَسَمِعْتُ مِنْهُ مَقَالَةً قَبِيحَةً فَطَعَنْتُهُ بِالرُّمْحِ فَقَتَلْتُهُ فَلَمْ يُنْكِرِ النَّبِيُّ ﷺ صَنِيْعَهُ'' اه و في ''الجوهر النقي''(٢:١٩٦):قال البيهقي: ''مرسل جيد'' اھ۔

ابواب الموادعة ومن يجوز امانه

باب جواز الموادعة مع العدو اذا كان خيراً

٣٨٢٦- عن الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ اَنَّهُمْ اصْطَلَحُوْا عَلٰى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِيْنَ يَاْمَنُ فِيهِنَّ النَّاسُ وَعَلٰى اَنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَكْفُوْفَةً وَّاَنَّهُ لَا اِسْلَالَ وَلَا اِغْلَالَ،

ہوااوران میں میرے باپ سے بھی میرا سامنا ہوااور میں نے اس کے منہ سے آپ ﷺ کے بارے میں بری بات سنی تو میں نے اسے نیزہ دے مارااوراسے قتل کردیا(یہ سن کر) حضورﷺ خاموش ہوگئے۔ پھرایک دوسرے آدمی نے آکر عرض کیا یارسول اللہ!(جنگ کے دوران) میرا اپنے باپ سے آمنا سامنا ہوالیکن میں نے اسے چھوڑ دیااور میں نے اس چیز کو پسند کیا کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا اس کا کام تمام کرے تو آپ ﷺ یہ سن کرخاموش رہے۔(مراسیل ابوداؤد)۔اور تلخیص الحبیر میں یہ الفاظ مراسیل ابوداؤداور بیہقی کی طرف منسوب ہیں کہ ایک شخص حضورﷺ کی خدمت میں آیااور عرض کیا یارسول اللہ! میرا دشمن سے آمنا سامنا ہوااوران میں میرے باپ سے بھی میرا سامنا ہوااور میں نے اس کے منہ سے آپ ﷺ کے بارے میں برے الفاظ سنے تو میں نے اسے نیزہ مارااوراسے قتل کردیا تو حضورﷺ نے اس کے اس کام پر انکارنہیں فرمایا۔

فائدہ: ان مذکورہ بالا دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کیلئے اپنے کافر باپ کو جنگ کے دوران قتل کرنا جائز ہے لیکن حسنِ ادب کا مقتضااور مستحب یہ ہے کہ بیٹا اپنے کافر باپ کو قتل نہ کرے۔

باب۔ دشمن سے صلح کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں مسلمانوں کا بھلاہو

٣٨٢٦۔ مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے مروی ہے کہ قریش نے دس سال تک لڑائی کو موقوف رکھنے پر صلح کی اور لوگ ان دس سالوں میں امن سے رہیں گے۔ ہمارے اوران کے درمیان دل صاف ہوگا۔نہ غارت گری ہوگی اور نہ ہی خفیہ طریقے سے چوری

... ابوداود(٢٥:٢) وسكت عنه، واخرجه البخاری و مسلم ايضا۔

باب تحريم الغدر ولو شيئا يسيرا

٣٨٢٧- عن سليم بن عامر يقول: كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَبَيْنَ أَهْلِ الرُّوْمِ عَهْدٌ، وَكَانَ ... فِي بِلَادِهِمْ حَتّٰى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ أَغَارَ عَلَيْهِمْ، فَإِذَا رَجُلٌ عَلَى دَابَّةٍ أَوْ عَلَى فَرَسٍ وَهُوَ ... اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ، وَإِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ۔ فَسَأَلَهُ مُعَاوِيَةُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: سَمِعْتُ ... اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ﴿مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدَّنَّهُ حَتّٰى يَمْضِيَ ... أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ﴾ قَالَ: فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ بِالنَّاسِ۔ رواه الترمذی(١٩١:١)، وقال: حسن صحيح"۔

... اور بعضوں نے لا اسلال ولا اغلال کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نہ تلواریں سونتی جائیں گی اور نہ ہی زرہیں پہنی جائیں گی۔ الغرض مراد ... معنوں سے ایک ہی ہے کہ جنگ نہیں ہوگی۔ (ابوداؤد باب فی صلح العدو)۔

فائدہ: ہدایہ میں ہے کہ جہاد سے مقصود چونکہ دفع شر ہے لہذا صلح میں بھی یہ مقصود حاصل ہوتا ہے۔ بشرطیکہ مسلمانوں کا مفاد ... یہ صلح بھی جہادِ معنوی ہے۔

باب۔ عہد شکنی حرام ہے اگرچہ ہلکا پھلکا وعدہ ہو

٣٨٢٧۔ سُلیم بن عامر فرماتے ہیں کہ معاویہؓ اور رومیوں کے درمیان صلح کا معاہدہ تھا۔ اور معاویہؓ ان کے علاقے کی طرف ... ارادے سے پیش قدمی کرنے لگے کہ جیسے ہی صلح کی مدت پوری ہو ان پر حملہ کردیں۔ اسی اثناء میں ایک سوار یا گھڑ سوار (راوی کو شک ہے) یہ کہتا ہوا آیا کہ اللہ اکبر تم لوگوں کو عہد کا وفا کرنا ضروری ہے۔ عہد شکنی جائز نہیں ہے۔ دیکھا گیا تو وہ عمرو بن عبسہؓ تھے۔ چنانچہ معاویہؓ ... ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا، میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو تو وہ نہ تو ... توڑے اور نہ ہی اس میں تبدیلی کرے یہاں تک کہ اس کی مدت گذر جائے یا پھر اس عہد کو ان کی طرف پھینک دے (یعنی یہ اطلاع ... دے کہ صلح ختم ہوگئی ہے) تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ ان کے اور ہمارے درمیان صلح نہیں رہی۔ اس پر حضرت معاویہؓ لشکر واپس لے گئے۔ (ترمذی باب ماجاء فی الغدر)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدت کے اندر اپنی فوجیں بارڈر پر لے جانا تاکہ مدت ختم ہوتے ہی ہم اچانک ان پر حملہ کردیں ناجائز ہے۔

باب اذا نقض العدو العهد فی مدة الصلح جاز القتال بغير النبذ اليه

٣٨٢٨- عَنْ مَيْمُوْنَة بنت الحارث زوج النبی ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَاتَ عِنْدَهَافِی لَيْلَتِهَا، فَقَامَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِفَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ فِیْ مُتَوَضَّئِهِ: لَبَّيْكَ! لَبَّيْكَ ثَلَاثًا نَصَرْتُ نَصَرْتُ ثَلَاثًا، فَلَمَّا خَرَجَ، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ فِیْ مُتَوَضَّئِكَ: لَبَّيْكَ! لَبَّيْكَ! ثَلَاثًا، نَصَرْتُ ثَلَاثًا، كَاَنَّكَ تُكَلِّمُ اِنْسَانًا، فَهَلْ كَانَ مَعَكَ اَحَدٌ؟ فَقَالَ: هٰذَا رَاجِزُ بَنِیْ كَعْبٍ يَسْتَصْرِخُنِیْ، وَيَزْعَمُ اَعَانَتْ عَلَيْهِمْ بَنِیْ بَكْرٍ، ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَمَرَ عَائِشَةَ اَنْ تَجَهِّزَهُ وَلَا تُعْلِمَ اَحَدًا ثُمَّ ذَكَرَتِ الْحَدِيْثَ الطَّوِيْلَ فِیْ خُرُوْجِهِ ﷺ لِفَتْحِ مَكَّةَ- وَفِيْهِ: ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿اَللّٰهُمَّ اِعْمِ عَلَيْهِمْ خَبَرَنَا حَتّٰی نَاْخُذَهُمْ بَغْتَةً﴾ رواه الطبرانی فی "معجمه الكبير والصغير" (زيلعی ١:١٢٠)- وذكره الحافظ فی "الفتح" ببعض الفاظه فهو حسن او صحيح علی قاعدته-

باب- اگر دشمن مدتِ صلح میں عہد شکنی کرے تو پھر ان سے بغیر اطلاع کے قتال جائز ہے

٣٨٢٨- ام المؤمنین حضرت میمونہؓ بنت الحارث سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اس کی (باری کی) رات اس کے ہاں گذاری۔ پھر وہ نماز (تہجد) کیلئے وضو کرنے لگے تو وضو کے دوران میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ میں مدد کروں گا میں مدد کرونگا۔ یہ الفاظ تین مرتبہ کہے۔ پھر جب آپ ﷺ وضو کر کے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے تین مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں۔ میں مدد کرونگا میں مدد کرونگا۔ گویا کہ آپ ﷺ کسی انسان سے باتیں کر رہے ہوں۔ تو کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بنو کعب کا گڑگڑانے والا تھا جو مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ بنو بکر نے ان پر حملہ کر دیا ہے۔ (بنو کعب مسلمانوں کے حلیف تھے اور بنو بکر قریش کے حلیف تھے اور یہ دونوں قبیلے صلح حدیبیہ میں شامل تھے لیکن بنو بکر نے عہد شکنی کرتے ہوئے بنو کعب پر حملہ کر دیا)۔ پھر حضور ﷺ نکلے اور حضرت عائشہؓ کو حکم فرمایا کہ وہ جہاد کا سامان مہیا کرے اور (اسکی) کسی کو اطلاع بھی نہ کرے۔ پھر حضرت میمونہؓ فتح مکہ کے لئے حضور کے نکلنے کے بارے میں ایک لمبی حدیث ذکر کرتی ہیں اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! قریش پر ہماری خبر کو مخفی رہ تا کہ ہم انہیں اچانک جا پکڑیں۔ (معجم کبیر وصغیر للطبرانی) یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: آپ ﷺ کا یہ دعا فرمانا کہ اے اللہ! ان پر ہماری خبر مخفی رہے، سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے قریش کو اپنے حملے کی اطلاع نہیں دی تھی کیونکہ اطلاع دینے کی صورت میں اس دعاء کا کوئی مطلب نہیں رہتا۔ پس اگر عہد شکنی کفار کی طرف سے ہو تو پھر اچانک بغیر اطلاع کے حملہ کرنا بھی درست ہے۔

باب النهي عن بيع السلاح من اهل الحرب دون الطعام

٣٨٢٩- عن عمران بن حصين ﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ نَهى عَنْ بَيْعِ السِّلَاحِ فِيْ الْفِتْنَةِ﴾ ... البيهقي في "سننه" والبزار في "مسنده" والطبراني في "معجمه"، قال البيهقي: رفعه ... والصواب انه موقوف، (زيلعي ٢: ١٢٠)- قلت: علقه البخاري بلفظ: "كَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ"، و في "فتح الباري" (٤: ٢٧٠):"وصله ابن عدى في الكامل من طريق ابى الاشهب عن ابى رجاء عن عمران" اهـ-

قلت: وذكره الزيلعي مرفوعاً من رواية ابن عدى في "الكامل" ايضا، و فيه محمد بن مصعب القرقساني، و قد تكلموا فيه، ولكن قال ابن عدى: ليس عندى برواياته باس- وقال ابن قانع "ثقة"، كما في "تهذيب التهذيب" (٩: ٣٦٠)- فهو حسن الحديث، و رفع سنده حجة على ان الموقوف حجة عندنا ايضاً اذا لم يعارض المرفوع وهو كذلك-

٣٨٣٠- عن ابى هريرة قال: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَ تْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِيِ الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ:

باب۔اہل حرب کواسلحہ بیچنا منع ہے مگر غلہ بیچنا جائز ہے

۳۸۲۹۔ عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فتنہ کے زمانے میں (اہل فتنہ کو) اسلحہ بیچنے سے منع فرمایا۔ (سنن بیہقی، مسند بزار، معجم طبرانی) بیہقی فرماتے ہیں کہ درست یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے بھی صحیح بخاری میں تعلیقاً ذکر کیا ہے کہ ہے حضرت عمران حصینؓ فتنہ کے زمانے میں (فتنہ والوں کے ہاتھ) اس کی بیع کو ناپسند کرتے تھے۔ بہرحال یہ حدیث نصب الرایہ میں مرفوعاً مروی ہے۔ اور یہ حدیث حسن ہے اور اگر یہ موقوف بھی ہو تب بھی یہ حجت ہے کیونکہ یہ کسی حدیث مرفوع کے معارض نہیں۔

فائدہ: جب فتنہ کے زمانے میں مفسدین کے ہاتھ اسلحہ بیچنا ممنوع ہے تو اہل حرب سے اسلحہ بیچنا بطریق اولیٰ ممنوع ہونا چاہئے۔

۳۸۳۰۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے چند سوار نجد کی طرف بھیجے تو وہ بنوحنیفہ کے ایک ثمامہ بن اثال نامی شخص کو پکڑ لائے اور مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ اسے باندھ دیا پھر حضورﷺ اسکی طرف تشریف لائے اور فرمایا اے ثمامہ تیرے

مَاذَا عِنْدَكَ يَاثُمَامَةُ؟ فَقَالَ: عِنْدِيْ خَيْرٌ يَامُحَمَّدُ! اِنْ تَقْتُلْنِيْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَاِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ، وَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَاشِئْتَ، فَتُرِكَ حَتّٰى كَانَ الْغَدُ، ثُمَّ قَالَ لَهٗ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ فَقَالَ: مَاقُلْتُ لَكَ: اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ، فَتَرَكَهٗ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ قَالَ: عِنْدِيْ مَا قُلْتُ لَكَ، فَقَالَ: اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ، فَانْطَلَقَ اِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، يَامُحَمَّدُ! وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ اَصْبَحَ وَجْهُكَ اَحَبَّ الْوُجُوْهِ اِلَيَّ (فذكر الحديث الطويل-وفيه-قال ثمامة:) وَاِنَّ خَيْلَكَ اَخَذَتْنِيْ، وَاَنَا اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَمَا تَرٰى؟ فَبَشَّرَهُ النَّبِيُّ ﷺ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَعْتَمِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهٗ قَائِلٌ: صَبَوْتَ؟ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ وَلٰكِنْ اَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَلَا وَاللّٰهِ لَا يَاْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتّٰى يَاْذَنَ فِيْهَا النَّبِيُّ ﷺ۔ رواہ البخاری، و فی "فتح الباری" (۸:۶۹):زاد ابن هشام: "ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْيَمَامَةِ فَمَنَعَهُمْ اَنْ يَحْمِلُوْا اِلٰى مَكَّةَ شَيْئًا، فَكَتَبُوْا اِلَى النَّبِيِّ ﷺ اِنَّكَ تَاْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ فَكَتَبَ اِلٰى ثُمَامَةَ اَنْ يُخَلِّيَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْحَمْلِ اِلَيْهِمْ" اھ۔ وهذه الزيادة صحيحة اوحسنة على قاعدة الحافظ فی الاحاديث المزيدة فی "الفتح"۔

پاس کیا ہے (یعنی تیرا کیا خیال ہے) اس نے کہا اے محمد ﷺ! میرے پاس خیر ہے اگر آپ مجھے قتل کرینگے تو ایسے شخص کو قتل کرینگے جو قتل کا مستحق ہے اور اگر آپ احسان کرینگے تو شکر گزار پر احسان کرینگے اور اگر آپ ﷺ مال چاہتے ہیں تو جتنا چاہیں مجھ سے طلب کر سکتے ہیں آنحضرت ﷺ وہاں سے چلے آئے دوسرے دن آپ نے پھر فرمایا اے ثمامہ اب کیا خیال ہے اس نے کہا وہی جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کرینگے تو شکر گزار پر احسان کرینگے۔ (یعنی میں احسان کا شکریہ ادا کرنیوالا ہوں) آپ ﷺ پھر چلے آئے اگلے دن پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا اب کیا خیال ہے اے ثمامہ! اس نے کہا وہی جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو (رسی کھول دی گئی تو) وہ مسجد نبوی سے قریب ایک کھجور کے باغ میں گئے اور غسل کر کے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور پڑھا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) اے محمد ﷺ! اللہ گواہ ہے روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ ﷺ کے چہرے سے زیادہ مبغوض مجھے نہیں تھا، لیکن آج آپ ﷺ کے چہرہ سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں ہے۔ (پھر راوی نے ایک طویل حدیث بیان کی جس میں یہ ہے کہ ثمامہ نے کہا کہ) آپ کے سواروں

باب من یصح امانہ

٣٨٣١- عن علی رضی اللہ عنہ فی حدیث طویل مرفوعًا: ﴿ذِمَّۃُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاحِدَۃٌ یَسْعٰی بِـ اَدْنَاھُمْ﴾ رواہ مسلم (١:٢٢)۔

٣٨٣٢- عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال: ﴿اِنَّ الْمَرْاَۃَ لَتَاْخُذُ لِلْقَوْمِ، یَعْنِیْ تُجِیْرُ عَلٰی

نے جب مجھے پکڑا تو میں عمرہ کا ارادہ کر چکا تھا، اب آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ نے انہیں بشارت دی اور عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا، جب وہ مکہ پہنچے تو کسی نے کہا بے دین ہو گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں محمد ﷺ کے ساتھ ایمان لایا ہوں اور اللہ کی قسم اب تمہارے یہاں یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں آ سکتا جب تک نبی کریم ﷺ اجازت نہ دے دیں۔ (بخاری)۔

اور فتح الباری میں ہے کہ ابن ہشام نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ پھر ثمامہ یمامہ کی طرف نکلے اور یمامہ والوں کو مکہ کی طرف کوئی چیز لے جانے سے منع فرمایا یمامہ والوں نے حضور ﷺ کو لکھا کہ آپ تو صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں (جبکہ ثمامہ غلہ لے جانے سے روکتا ہے) آپ ﷺ نے ثمامہ کو لکھا کہ یمامہ والوں اور مکہ والوں کی طرف سامان لے جانے میں رکاوٹ نہ بنو۔ یہ زیادتی حافظ ابن حجر کے قاعدے کے مطابق صحیح یا حسن ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کفار کو اسلحہ وغیرہ ہر وہ چیز جو ان کی جنگی قوت میں اضافہ کا سبب بنے (مثلاً خام و ہ) بیچنا جائز نہیں۔ کیونکہ ہمیں ان کی جنگی قوت توڑنے کا حکم ہے۔ لیکن غلہ کپڑا وغیرہ یعنی ہر وہ چیز جو ان کی جنگی قوت کا سبب نہ بنے بیچنا جائز ہے۔ کیونکہ ہمیں بھی بعض ضروری اشیاء مثلاً ادویات وغیرہ ان سے منگوانی پڑ سکتی ہیں۔ ہاں اگر امام وقت مسلمانوں کی بھلائی اسی میں سمجھے کہ کفار سے کسی قسم کا لین دین نہ ہو تو مکمل سوشل بائیکاٹ کرنا چاہیئے۔

باب۔ کس کی طرف سے امان دینا درست ہے

٣٨٣١۔ حضرت علیؓ سے ایک طویل حدیث میں مرفوعاً مروی ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) امان دینا ہر مسلمان کا ایک جیسا ہی ہے کہ جس کے ساتھ ادنیٰ مسلمان بھی چلتا ہے (یعنی ادنیٰ مسلمان کی پناہ دینے کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے۔) (مسلم باب فضل مدینہ فی الحج)۔

فائدہ: یعنی ادنیٰ درجے سے اعلیٰ درجے تک جو مسلمان کسی کافر کو پناہ دیدے تو وہ سب مسلمانوں کی پناہ میں آ جاتا ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اسے ایذا دے۔

٣٨٣٢۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت کسی قوم کو پناہ دینے کا حق رکھتی ہے یعنی مسلمانوں سے (کسی

الْمُسْلِمِيْنَ﴾ رواه الترمذي في "سننه"(١٩١:١)، وقال: حسن غريب، و في "نصب الراية" (١٢٣:٢):قال الترمذي في "علله الكبير": وسالت محمد بن اسماعيل -البخاري- عن هذاالحديث، فقال: "هو حديث صحيح"۔

٣٨٣٣- عن ام هانئ بنت ابي طالب، قلت: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! زَعَمَ ابْنُ أُمِّيْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهٗ قَاتِلٌ رجُلًا اَجَرْتُهٗ فُلَانَ بْنَ هُبَيْرَةَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ﴾۔ رواه مسلم، وهو قطعة من حديث طويل۔

٣٨٣٤- حدثنا معمر عن عاصم بن سليمان عن فضيل بن يزيد الرقاشي قال: شَهِدْتُ قَرْيَةً مِنْ قُرَى فَارِسٍ يُقَالُ لَهَا "شَاهَرْتَا" فَحَاصَرْنَاهَا شَهْرًا حَتّٰى إِذَا كُنَّا ذَاتَ يَوْمٍ وَطَمِعْنَا اَنْ نُصَبِّحَهُمْ، اِنْصَرَفْنَا عَنْهُمْ عِنْدَ الْمَقِيْلِ فَتَخَلَّفَ عَبْدٌ مِنَّا فَاسْتَأْمَنُوْهُ، فَكَتَبَ اِلَيْهِمْ فِيْ سَهْمٍ اَمَانًا، ثُمَّ رَمٰى بِهٖ اِلَيْهِمْ، فَلَمَّا رَجَعْنَا اِلَيْهِمْ خَرَجُوْا فِيْ ثِيَابِهِمْ وَوَضَعُوْا اَسْلِحَتَهُمْ، فَقُلْنَا: مَا شَانُكُمْ؟ فَقَالُوْا: آمَنْتُمُوْنَا وَاَخْرَجُوْا اِلَيْنَا السَّهْمَ فِيْهِ كِتَابُ اَمَانِهِمْ۔ فَقُلْنَا: هٰذَا عَبْدٌ

کو) پناہ دلوا سکتی ہے۔امام ترمذی علل کبیر میں فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

٣٨٣٣۔ ام ہانیؓ بنت ابی طالب فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں جائے بیٹے علیؓ نے ایسے شخص سے قتال کا ارادہ کیا ہے جس کو میں نے امان دی ہے یعنی ہبیرۃ کا فلاں بیٹا۔تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ام ہانی! جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔(مسلم)۔

فائدہ: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ علماء اسی پر عمل کرتے ہیں اور عورت کے پناہ دینے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

٣٨٣٤۔ فضیل بن یزید رقاشی فرماتے ہیں کہ (جنگ کے دوران) میں فارس کی بستیوں میں سے ایک شاہرتا نامی بستی میں حاضر ہوا۔ہم نے اس بستی کا ایک ماہ تک محاصرہ کیا۔حتیٰ کہ ایک دن ہم نے یہ ارادہ کیا کہ ہم صبح ان پر حملہ کریں گے۔ہم ان کے پاس سے دوپہر کے وقت لوٹے اور ہم میں سے ایک غلام پیچھے رہ گیا اور ان (کفار) لوگوں نے اس سے امان طلب کی۔پس اس (غلام) نے ایک تیر میں ان کی طرف امان لکھ بھیجی پھر وہ تیر ان کی طرف پھینک دیا۔پھر جب (اگلے دن حسب ارادہ) ہم ان کی طرف لوٹے تو وہ اپنے کپڑوں میں نکل آئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ہم نے کہا کہ تمہیں کیا ہوا؟ یعنی ایک ماہ ہم نے محاصرہ کیے رکھا لیکن تم سرِخم تسلیم نہ

والعَبْدُ لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ۔ قَالُوْا: لَا نَدْرِیْ عَبْدَكُمْ مِنْ حُرِّكُمْ، وَقَدْ خَرَجْنَا بِأَمَانٍ، فَكَتَبْنَا إِلَى عُمَرَ، فَكَتَبَ عُمَرُ ﴿أَنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَمَانَهُ أَمَانُهُمْ﴾۔ رواه عبدالرزاق في مصنفه" قال في "التنقيح": وفضيل بن يزيد الرقاشي وثقه ابن معين۔

۳۸۳۵- قال: و قد روى البيهقي باسناد ضعيف عن علي مرفوعاً: ﴿لَيْسَ لِلْعَبْدِ مِنَ الْغَنِيْمَةِ شَيْءٌ إِلَّا خُرْثِيَّ الْمَتَاعِ، وَأَمَانُهُ جَائِزٌ وَأَمَانُ الْمَرْأَةِ جَائِزٌ إِذَا هِيَ أَعْطَتِ الْقَوْمَ الْأَمَانَ﴾، انتهى (زيلعي ۲: ۱۲۳-۱۲۴)۔

قلت: رجاله رجال الجماعة غير فضيل بن يزيد، وقد وثق۔ و في "التلخيص الحبير"(۲: ۳۷۷): حديث فضيل الرقاشي قال: جَهَّزَ عُمَرُ جَيْشًا كُنْتُ فِيْهِمْ فَحَضَرْنَا قَرْيَةً "رَامَهُرْمُز" فَكَتَبَ عَبْدٌ أَمَانًا فِيْ صَحِيْفَةٍ شَدَّهَا مَعَ سَهْمٍ رَمٰى بِهِ إِلَى الْيَهُوْدِ، فَخَرَجُوْا بِأَمَانِهِ، فَكَتَبَ إِلٰى عُمَرَ فَقَالَ: اَلْعَبْدُ الْمُسْلِمُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، ذِمَّتُهُ ذِمَّتُهُمْ۔ البيهقي بسند صحيح الى فضيل قال: كنا نصاف العدو قال: فكتب عبد في سهم له امانه، فذكر نحوه۔

ہوئے۔اور آج اچانک تم نے ہتھیار کیسے ڈال دیے؟) اس پر انہوں نے (جواب میں) کہا کہ تم نے ہمیں امان دیا ہے۔انہوں نے ہمیں وہ تیر بھی دکھایا جس میں ان کی امان لکھی ہوئی تھی۔ہم نے کہا کہ یہ تو غلام ہے اور غلام کسی چیز پر قادر نہیں ہوتا (یعنی اسے امان دینے کا اختیار نہیں) انہوں نے کہا کہ ہمیں تمہارے آزاد اور غلام کی تمیز نہیں ہے اور ہم امان لے کر باہر نکلے ہیں۔راوی رقاشی کہتے ہیں کہ (اس بارے میں) ہم نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا تو حضرت عمرؓ نے (جواب میں) فرمایا کہ مسلمان غلام مسلمانوں میں سے ہی ہے۔اور اس کا امان دینا مسلمانوں کا امان دینا ہے۔(مصنف عبدالرزاق) تنقیح میں ہے کہ ابن معین نے فضیل رقاشی کی توثیق کی ہے۔

۳۸۳۵۔ بیہقی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ غلام کے لئے مال غنیمت میں سے کچھ نہیں سوائے گھٹیا سامان کے۔اور اس کا امان دینا جائز ہے اور عورت کا امان دینا جائز ہے۔جب وہ کسی قوم کو امان دیدے۔مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔سوائے فضیل بن یزید رقاشی کے اور اس کی بھی ابن معین نے توثیق کی ہے۔

تلخیص الحبیر میں فضیل بن یزید رقاشی کی حدیث اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر تیار کیا جس میں میں بھی تھا۔پھر ہم نے رامھرمز نامی بستی کا محاصرہ کیا اسی دوران ایک غلام نے یک خط میں امان لکھ کر اور اسے تیر کے ساتھ باندھ کر وہ تیر یہود کی طرف پھینک دیا۔پھر وہ اس غلام کی امان کے ساتھ نکلے۔حضرت عمرؓ کی طرف اس بارے میں لکھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مسلمان غلام مسلمانوں میں سے ہی ہے

باب ما جاء في الوفاء بالامان ولو هازلا او مخطئا اوباشارة

٣٨٣٦- عَنْ مالك عن رجل من اهل الكوفة اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلٰى عَامِلِ جَيْشٍ كَانَ بَعَثَهٗ: "اِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّ رِجَالًا مِنْكُمْ يَطْلُبُوْنَ الْعِلْجَ حَتّٰى اِذَا اَسْنَدَ فِي الْجَبَلِ وَامْتَنَعَ قَالَ رَجُلٌ :مَتَرْسْ يَقُوْلُ: لَا تَخَفْ، فَاِذَا اَدْرَكَهٗ قَتَلَهٗ، وَاِنِّيْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا اَعْلَمُ مَكَانَ اَحَدٍ

اوراس کا پناہ دینا دوسرے مسلمانوں کو پناہ دینے کی طرح ہے۔اور بیہقی میں صحیح سند کے ساتھ فضیل رقاشی کی طرف یہ بھی منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم دشمن کے سامنے صف بندی کر رہے تھے پھر راوی کہتے ہیں کہ ایک غلام نے اپنے تیر میں اپنی طرف سے امان (ان کیلئے) لکھدی۔

فائدہ: جہاد فرض ہے اور امان دینا ترک جہاد جو کہ درست نہیں۔لہٰذا امان دینا صرف اسی صورت میں درست ہوسکتا ہے کہ جب مسلمانوں میں ضعف محسوس ہو اور کفار میں قوت تاکہ امان کے زمانے میں مسلمان بھی اپنی قوت مجتمع کرسکیں لہٰذا اس مقصد کیلئے اور اس حالت میں امان دینا معنوی طور پر جہاد کرنا ہے۔اور یہ حالت (مسلمانوں کے ضعف اور کفار کے قوت کی) تامل وغور وفکر کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتی۔اور عبد مجور (جس کو تصرفات سے روکا ہوا ہے) ان حالات سے قطعی واقف نہیں ہوسکتا۔کیونکہ وہ ہمہ وقت مولا کی خدمت میں مصروف رہتا ہے اور قتال وجہاد میں شریک نہیں ہوتا۔لہٰذا عبد محجود کا امان دینا قابل اعتبار نہیں۔البتہ عبد ماذون (جس کو تصرفات کی اجازت دی گئی ہو) چونکہ جہاد میں شریک ہوتا ہے اور وہ حالات سے بھی واقف ہوتا ہے لہٰذا اس کا امان دینا درست اور معتبر ہے۔حدیث نمبر ۳۸۳۴ میں ایک غلام کے امان دینے پر صحابہ اور دیگر مسلمانوں کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ غلام امان دینے کا مستحق نہیں بھی احناف کی تائید کرتا ہے اور حضرت عمرؓ کا اسے جائز قرار دینا اس بنا پر نہیں تھا کہ مطلقا ہر غلام کا پناہ دینا معتبر ہوتا ہے بلکہ اس بنا پر تھا کہ کفار نے کہا کہ ہمیں کیا معلوم کہ یہ غلام ہے یا آزاد تو حضرت عمرؓ نے ان کے اس قول کی تصدیق کی کہ جب ایک غلام جنگ میں شریک ہو اور تیر کے ذریعے انہیں امان لکھ بھیجے تو دشمن تو اسے ایک عام مسلمان ہی سمجھیں گے اور انہیں اس بات کی تمیز نہ ہوگی کہ یہ غلام ہے یا آزاد۔پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبد ماذون کا امان دینا درست ہے اور عبد مجور کا امان دینا درست نہیں۔

باب۔دیے ہوئے امان کو پورا کرنا ضروری ہے اگرچہ امان مذاق میں یا غلطی میں یا اشارہ سے دیا ہو

۳۸۳۶۔ کوفہ کے رہنے والے ایک شخص سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے بھیجے ہوئے ایک لشکر کے ایک افسر کو لکھا کہ مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تم میں سے بعض لوگ کافر عجمی کو بلا۔۔۔تے ہیں حتی کہ جب وہ پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے اور جنگ سے باز آجاتا ہے تو ایک شخص اس سے کہتا ہے کہ مترس (فارسی لفظ ہے جس کا معنی ہے مت ڈر) پھر اس پر قابو پاکر اسے مار ڈالتا ہے۔(حضرت عمرؓ نے یہ

فَعَلَ ذٰلِكَ اِلَّا ضَرَبْتُ عُنُقَهٗ"۔ اخرجه مالك فی "الموطا" (۱٦۸)، وفيه من لم يسم، ولكن قد عرف ان مالكا لا يروى الا عن ثقة، فالاثر حسن الاسناد۔

۳۸۳۷- عن انس بن مالك قال: "حَاصَرْنَا "تَسْتَرَ" فَنَزَلَ الْهُرْمُزَانُ عَلٰى حُكْمِ عُمَرَ، فَقَدِمْتُ بِهٖ عَلٰى عُمَرَ، فَقَالَ لَهٗ: تَكَلَّمْ! فَقَالَ: كَلَامُ حَيٍّ اَمْ كَلَامُ مَيِّتٍ؟ قَالَ: تَكَلَّمْ! لَا بَاْسَ- فَتَكَلَّمَ فَلَمَّا اَحْسَسْتُ اَنَّهٗ يَقْتُلُهٗ، قُلْتُ: لَيْسَ اِلٰى قَتْلِهٖ سَبِيْلٌ، قَدْ قُلْتَ لَهٗ: "تَكَلَّمْ لَا بَاْسَ" فَقَالَ عُمَرُ: اِرْتَشَيْتَ وَاَصَبْتَ مِنْهُ فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ مَا ارْتَشَيْتُ وَاَصَبْتُ مِنْهُ، فَقَالَ: لَتَاْتِيَنَّ عَلٰى مَا شَهِدْتَّ بِهٖ بِغَيْرِكَ اَوْلَاَبْدَاَنَّ بِعُقُوْبَتِكَ، فَخَرَجْتُ، فَلَقِيْتُ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ فَشَهِدَ مَعِيَ، وَاَمْسَكَ عُمَرُ وَاَسْلَمَ الْهُرْمُزَانُ وَفَرَضَ لَهٗ"۔ رواه الامام الشافعی والبيهقی (كنز العمال ۲:۲۹۸)، وسنحقق اسناده فی الحاشية، وهو سند صحيح۔

بھی لکھا کہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں کسی کو ایسے کرتے جان لوں گا تو اس کی گردن مار ڈالوں گا۔ (موطا مالک باب ماجاء فی الوفاء بالامان)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امان کو پورا کرنا واجب ہے۔ خواہ امان مذاق میں ہی دی ہو۔ اشاعت الاسلام (صفحہ ۱۸۹) میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا کہ اگر تم میں سے کوئی مذاق میں بھی کسی عجمی کو امان دے تب بھی اس کو پورا کرو۔

۳۸۳۷۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے تستر (شہر) کا محاصرہ کیا تو ہرمزان حضرت عمرؓ کے حکم پر اترا۔ پھر میں اسے حضرت عمرؓ کے پاس لایا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ بولیں۔ اس نے کہا کہ زندہ کی کلام یا مردہ کی کلام؟ آپؓ نے فرمایا کہ بولیں آپ پر کوئی خوف نہیں ہے۔ پس وہ بولا (انس بن مالک فرماتے ہیں) کہ جب میں نے یہ محسوس کیا کہ آپ اسے قتل کرنے لگے ہیں تو میں نے کہا اس کو قتل کرنا جائز نہیں کیونکہ آپؓ نے اس سے فرمایا ہے کہ بول، تجھ پر کوئی خوف نہیں (یعنی یہ امان دینا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا تو نے اس سے رشوت لی ہے اور کوئی چیز وصول کی ہے میں نے کہا اللہ کی قسم نہ میں نے رشوت لی ہے نہ اس سے کچھ اور لیا ہے، آپؓ نے فرمایا جو تو نے کہا ہے اس پر کسی اور کو گواہ ضرور لائے گا ورنہ میں تجھے ضرور سزا دونگا (انسؓ فرماتے ہیں) پس میں نکلا اور میری ملاقات زبیر بن العوامؓ سے ہوئی اور اس نے میرے ساتھ گواہی دی اور حضرت عمرؓ قتل سے رک گئے ہرمزان اسلام لے آیا اور آپؓ نے اس کیلئے وظیفہ مقرر کر دیا۔ اسے امام شافعیؒ اور بیہقیؒ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطاءً امان دینا یا قصداً امان دینا برابر ہیں۔ ہر حال میں وفا کرنا ضروری ہے۔

٣٨٣٨- عن طلحة بن عبيدالله بن كريز، قال: كتب عمر بن الخطاب "أَيُّمَا رَجُلٍ دَعَا رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَشَارَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَدْ اٰمَنَهُ اللهُ، فَإِنَّمَا نَزَلَ بِعَهْدِ اللهِ وَمِيْثَاقِهِ۔ رواه عبدالرزاق فی "مصنفه"(كنزالعمال ٢:٢٩٨)۔

باب اذا كان الامان بشرط فخالفوه جازلنا قتلهم

٣٨٣٩- عن ابن عمر أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا تَرَكَ مَنْ تَرَكَ مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ عَلَى أَنْ لَا يَكْتُمُوْهُ شَيْئًا مِنْ أَمْوَالِهِمْ، فَإِنْ فَعَلُوْا فَلَا ذِمَّةَ لَهُمْ وَلَا عَهْدَ، قَالَ: فَغَيَّبُوْا مَسْكًا فِيْهِ مَالٌ وَحُلِّي يَحْيى بْنُ أَخْطَبَ كَانَ احْتَمَلَهُ مَعَهُ إِلَى خَيْبَرَ، فَسَأَلَهُمْ عَنْهُ فَقَالُوْا: أَذْهَبَتْهُ النَّفَقَاتُ، فَقَالَ: الْعَهْدُ قَرِيْبٌ وَالْمَالُ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ۔ قال: فَوَجَدَهُ بَعْدَ ذلك فِيْ خِرْبَةٍ، فَقَتَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ابْنَيْ أَبِي الْحَقِيْقِ وَأَحَدُهُمَا زَوْجُ صفية۔ رواه البيهقي باسناد رجاله ثقات (فتح الباری ٧:٣٦٦)، وقد

٣٨٣٨۔ طلحہ بن عبیداللہ بن کریز فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے لکھا کہ جو شخص بھی کسی مشرک آدمی کو بلائے اور آسمان کی طرف اشارہ کرے تو تحقیق اللہ نے اسے امان دی تو وہ اللہ کے وعدے اور بھروسے پر اترا ہے۔(یعنی ہتھیار ڈالے ہیں)۔(مصنف عبدالرزاق)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امان اشارے سے دیا گیا ہوتب بھی اسے پورا کرنا ضروری ہے۔
مستامن کو قتل کرنا جائز نہیں یہاں تک کہ اسے امان کے ختم ہونے کی اطلاع دی جائے اور وہ امان سے قبل جس جگہ اور پوزیشن پر تھا وہاں چلا جائے۔

باب۔جب امان کسی شرط کے ساتھ مقید ہو اور امن لینے والے اس شرط کی مخالفت کریں تو ہمارے لیے ان کو قتل کرنا جائز ہے

٣٨٣٩۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ نے خیبر والوں میں سے کچھ لوگوں کو اس شرط پر چھوڑا کہ وہ اپنے مالوں میں سے حضور ﷺ سے کچھ نہیں چھپائیں گے اور اگر انہوں نے ایسا کیا(یعنی مال چھپایا) تو ان کے لئے نہ کوئی امان ہوگا اور نہ ہی کوئی وعدہ۔ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر انہوں نے ایک کھال غائب کردی۔جس میں مال تھا اور یحییٰ بن اخطب کے زیورات بھی غائب کردیے جو وہ اپنے ساتھ خیبر لایا تھا۔حضور ﷺ نے ان سے اس (سامان) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ خرچوں میں ختم ہوگئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وقت تھوڑا گذرا ہے اور مال اس سے بہت زیادہ تھا(یعنی اتنا زیادہ مال تھوڑے دنوں کے خرچوں میں ختم نہیں

رواہ البخاری ایضا فی "صحیحہ" مطولا، (نیل الاوطار ۷:۲۵۹)۔

باب انزال العدو علی حکم اللہ فیہ

۳۸۴۰- عن سلیمان بن بریدة عن ابیه فی حدیث طویل مرفوعاً ﴿وَاِذَا حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْكَ اَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهٖ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهٖ، وَلٰكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ اَصْحَابِكَ، وَاِنَّكُمْ اَنْ تَخْفِرُوْا ذِمَّتَكُمْ وَذِمَّةَ اَصْحَابِكُمْ اَهْوَنُ مِنْ اَنْ تَخْفِرُوْا ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ۔ وَاِذَا حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ وَاَرَادُوْكَ اَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللهِ وَلٰكِنْ اَنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِكَ، فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ اَتُصِيْبُ فِيْهِمْ حُكْمَ اللهِ اَمْ لَا﴾ رواہ احمد و مسلم والترمذی و صححه (نیل ۷:۱۳۳)۔ وقد تقدم اوله

ہوسکتا)۔ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ ﷺ کو وہ مال ایک ویرانے سے ملا اس پر حضور ﷺ نے ابوالحقیق کے دو بیٹوں کو قتل کر دیا جن میں صفیہؓ کا خاوند بھی تھا۔ (بیہقی) اسکے راوی ثقہ ہیں اور صحیح بخاری میں بھی یہ حدیث مطول مروی ہے۔

باب۔دشمن کو اللہ کے حکم پر باہر نکالنا (ہتھیار ڈلوانا)

۳۸۴۰۔ حضرت بریدہؓ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) جب تو کسی قلعے والوں کا محاصرہ کرے اور وہ تجھ سے خدا تعالیٰ یا اس کے نبی ﷺ کی پناہ مانگیں تو اللہ اور اس کے رسول کی پناہ ان کو نہ دے۔ بلکہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی پناہ ان کو دے۔ اس لئے کہ تمہارا اپنی اور اپنے ساتھیوں کی پناہ کو توڑنا آسان ہے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ کو توڑنے سے (یعنی اللہ یا رسول کے نام پر دی ہوئی پناہ کو توڑنا زیادہ گناہ ہے بہ نسبت اپنی دی ہوئی پناہ کو توڑنے سے) اور جب تو قلعہ والوں کا محاصرہ کرے اور وہ تجھ سے یہ چاہیں کہ تو ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر باہر نکالے تو تو ان کو اللہ کے حکم پر باہر مت نکال بلکہ ان کو اپنے حکم پر باہر نکال۔ اس لئے کہ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کا حکم تجھ سے ادا ہوتا ہے یا نہیں۔ (مسلم باب تامیر الامام الامراء)۔

فائدہ: اللہ یا رسول ﷺ کی امان دینا منع نہیں ہے لیکن چونکہ اللہ و رسول ﷺ کے نام پر دی ہوئی امان کو توڑنا زیادہ گناہ اور زیادہ بدنامی کا باعث ہے اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی امان نہ دی جائے بلکہ اپنی امان دی جائے۔ اسی طرح اللہ کے حکم پر دشمن کو باہر نکالنا حرام اور ممنوع تو نہیں کیونکہ بندوں کے حکم پر نکالنا درحقیقت اللہ کے حکم پر ہی نکالنا ہے کیونکہ بندہ خود کسی حکم کو اپنی طرف سے نہیں بناتا لیکن احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دشمن کو اپنے حکم پر نکالے کیونکہ معلوم نہیں کہ وہ اللہ کا حکم ادا بھی کر سکتا ہے یا نہیں لہٰذا مذکورہ بالا حدیث میں اللہ کے حکم پر دشمن کو نکالنے سے نہی تحریم پر مبنی نہیں بلکہ احتیاط پر مبنی ہے۔

فی باب الدعوۃ قبل القتال-

باب اذا استنزل العدو علی حکم واحد من المسلمین یقضی بحکمه فیهم

٣٨٤١- عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال: نَزَلَ أَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلٰی حُكْمِ سَعْدٍ، فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰی سَعْدٍ فَأَتٰی عَلٰی حِمَارٍ، فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْاَنْصَارِ: قُوْمُوْا اِلٰی سَيِّدِكُمْ اَوْ قَالَ: خَيْرِكُمْ فَقَالَ- هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰی حُكْمِكَ، فَقَالَ: تُقْتَلُ مُقَاتِلَتُهُمْ، وَتُسْبٰی ذَرَارِيُّهُمْ. للشیخین و ابی داود (جمع الفوائد ٢:٥٣)- وقد مر ذکر نزول الهرمزان علی حکم عمر، فاراد قتله ولکنه استامنه من حیث لا یشعر ثم اسلم-

باب رسول اهل الحرب آمن لا یجوز قتله

٣٨٤٢- عن نعیم بن مسعود الاشجعی قال: سَمِعْتُ حِيْنَ قُرِئَ كِتَابُ مُسَيْلَمَةَ

باب- جب دشمن کسی مسلمان کے حکم پر باہر نکلے تو ان میں اسی مسلمان کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا جائیگا

٣٨٤١- ابو سعید (خدریؓ) فرماتے ہیں کہ بنو قریظہ کے یہودی سعدؓ (بن معاذ) کے حکم پر (یعنی ان کو ثالث مان کر کہ جو یہ فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہے) ہتھیار ڈال دئے- انہیں (سعدؓ کو) بلانے کیلئے حضور ﷺ نے آدمی بھیجا اور وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے اور جب وہ نماز پڑھنے کی جگہ کے قریب آئے تو حضور ﷺ نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار کیلئے (یا یہ فرمایا کہ) اپنے سب سے بہتر شخص کیلئے (اکرام میں) کھڑے ہو جاؤ- پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اے سعدؓ!) اس قوم نے آپؓ کو ثالث مان کر ہتھیار ڈالے ہیں- سعدؓ نے فرمایا کہ ان کے جو افراد جنگ کے قابل ہیں ان کو قتل کیا جائے اور ان کی عورتوں بچوں کو قید کر لیا جائے- (بخاری باب مناقب سعد و مسلم و ابوداؤد باب فی القیام)-

فائدہ: لیکن اگر وہ ثالث خلاف شریعت فیصلہ کرے مثلاً ان کو دار الحرب واپس لوٹانے کا فیصلہ کرے تو یہ فیصلہ باطل ہوگا یعنی ثالث شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہے-

باب- اہل حرب کا قاصد محفوظ ہوتا ہے اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں

٣٨٤٢- نعیم بن مسعودؓ اشجعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ جب آپ ﷺ نے مسیلمہ کذاب کا خط پڑھا تو آپ ﷺ نے قاصدوں سے فرمایا کہ تم (مسیلمہ کے بارے میں) کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم وہی کہتے ہیں جو مسیلمہ کہتا ہے (یعنی ہم اس کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کرتے ہیں)، آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر یہ (اصول) نہ ہوتا کہ قاصد قتل نہیں کئے جاتے تو میں تم

كَذَّابِ قَالَ لِلرَّسُوْلَيْنِ: فَمَا تَقُوْلَانِ اَنْتُمَا؟ قَالَا: نَقُوْلُ كَمَا قَالَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَكُمَا﴾۔ رواه احمد وابوداود و سكت عنه هو والمنذرى والحافظ فى "التلخيص" (نيل الاوطار ٧: ٢٣٥)۔

٣٨٤٣- عن ابى رافع مولى رسول الله ﷺ قَالَ: بَعَثَنِىْ قُرَيْشٌ اِلَى النَّبِىِّ ﷺ فَلَمَّا رَاَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ وَقَعَ فِىْ قَلْبِىْ الْاِسْلَامُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَا اَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَالَ: ﴿اِنِّىْ لَا اَخِيْسُ بِالْعَهْدِ وَلَا اَحْبِسُ الْبُرُدَ، وَلٰكِنِ ارْجِعْ اِلَيْهِمْ فَاِنْ كَانَ فِىْ قَلْبِكَ الَّذِىْ فِيْهِ الْآنَ فَارْجِعْ﴾، رواه احمد و ابوداود و قال: هذا كان فى ذلك الزمان واليوم لا يصلح، ومعناه -والله اعلم- انه كان فى المرة التى شرط لهم فيها ان يرده من جاء منهم مسلما، (منتقى ٧: ٢٣٥ مع "النيل")- و فى "النيل": اخرجه ايضا النسائى و صححه ابن حبان اه-

---

دونوں کی گردن اڑا دیتا۔ (مسند احمد، ابوداؤد باب فی الرسل)

٣٨٤٣۔ حضور ﷺ کے غلام ابو رافع فرماتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقعہ پر) قریش نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر حضور ﷺ کے پاس بھیجا۔ جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کی محبت بیٹھ گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں ان کی طرف (قریش کی طرف) لوٹ کر نہیں جاؤنگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ تو میں عہد شکنی کرتا ہوں اور نہ ہی قاصدوں کو قید کرتا ہوں۔ لہٰذا اب تو لوٹ جا اور اگر پھر بھی تیرے دل میں وہی بات (اسلام کی محبت) رہتی ہے جواب ہے تو پھر دوبارہ آ جانا۔ (مسند احمد وابوداؤد باب فی الامام یستجن بہ فی العھود)۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ کہنا اس وقت صحیح تھا لیکن اب درست نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس وقت صحیح تھا کہ جب معاہدہ حدیبیہ میں یہ شرط لگائی گئی تھی کہ کفار میں سے جو شخص مسلمان ہو کر (مدینہ) آئے گا اس کو آپ ﷺ واپس کر دینگے (لہٰذا اب اگر کافروں کا کوئی قاصد مسلمان ہو جائے اور واپس جانے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور ہمارے اور کفار کے درمیان کوئی عہد بھی نہ ہو تو ان کو واپس کرنا ضروری نہیں)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قاصدوں کو قتل کرنا جائز نہیں۔ البتہ کافروں کو نظر بند کرنا درست ہے بشرطیکہ امامِ وقت یہ سمجھتا ہو کہ ان کے واپس جانے سے، مسلمانوں کے راز کفار کے ہاتھ لگ جائیں گے، جیسا کہ حضور ﷺ نے مسیلمۃ کے قاصدوں میں سے وبر بن مشھر کو اپنے پاس ٹھہرا لیا اور باقی دو کو گھر میں قید کرنے کا حکم فرمایا تا کہ وہ دونوں مسلمانوں کے رازوں پر مطلع نہ ہو جائیں۔

باب الصلح مع الكفار باعطاء هم المال او بقبول ما فيه غضاضة على المسلمين عند الحاجة مالم يكن فيه انتهاك حرمة من حرمات الله

٣٨٤٤- عن الزهري "قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ عَلَى النَّاسِ الْبَلَاءُ، بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِلٰى عُيَيْنَةَ بن حصن بن حذيفةَ بِنِ بدرٍ وَاِلَى الْحَارِثِ بنِ اَبِىْ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ - وهما قَائِدَا غطفان- فَاَعْطَاهُمَا ثُلُثَ تمارِ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَنْ يَرْجِعَا بِمَنْ مَعَهُمَا عَنْهُ وَعَنْ اَصْحَابِهٖ، فَجَرٰى بَيْنَه وَبَيْنَهُمَا الصُّلْحُ، وَلَمْ تَقَعِ الشَّهَادَةُ فَلَمَّا اَرَادَ ذٰلِكَ، بَعَثَ اِلٰى سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ وَسَعْدِ بْنِ عِبَادَةَ فَاسْتَشَارَهُمَا فِيْهِ -فَذَكَرَ الحديث مفصلا- وفيه: قَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّ الْعَرَبَ قَدْ رَمَتْكُمْ عَنْ قَوْسٍ وَاحِدَةٍ، فَهَلْ تَرَوْنَ اَنْ نَدْفَعَ اِلَيْهِمْ شَيْئًا مِنْ تمارِ المدينةِ؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اِنْ قُلْتَ عَنْ وَحْيٍ فَسَمْعٌ طَاعَةٌ وَّ اِنْ قُلْتَ عَنْ رَايٍ فَرَاْيُكَ مُتَّبَعٌ، كُنَّا لَا نَدْفَعُ اِلَيْهِمْ تَمْرَةً اِلَّا بِشِرًى اَوْ قِرًى، وَنَحْنُ كُفَّارٌ فَكَيْفَ وَقَدْ اَعَزَّنَا اللهُ بِالْاِسْلَامِ؟ فَسُرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَوْلِهِمْ۔ اخرجه ابن اسحاق

باب۔ضرورت کے وقت کفار کو کچھ مال دے کر صلح کرنا یا ایسی شرط قبول کر کے صلح کرنا جس میں مسلمانوں کا گھاٹا ہو جائز ہے بشرطیکہ اللہ کی حرمات میں سے کسی حرمت کی توہین نہ ہو

۳۸۴۴۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں پر (یعنی مسلمانوں پر) سخت آزمائش آپڑی تو حضور ﷺ نے غطفان کے دو سرداروں عیینہ بن حصن اور حارث بن ابی عوف مزنی کی طرف پیغام بھیجا اور آپ ﷺ نے مدینہ کی کھجوروں کا ایک تہائی ان کو دینے کا ارادہ کیا اس شرط پر کہ وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت ہم سے واپس چلے جائیں۔ ابھی آپ ﷺ اور ان کے درمیان صلح کے معاملات جاری تھے اور (ابھی تک) کوئی شہادت کا واقعہ پیش نہ آیا تھا۔ پس جب آپ ﷺ اس کا ارادہ کرنے لگے تو سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کی طرف پیغام بھیجا اور ان دونوں سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ پھر زہریؒ نے مفصلاً حدیث بیان کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) پورا عرب ایک ہی کمان سے تم پر تیر پھینک رہا ہے (یعنی پورا عرب مسلمانوں کے خلاف جنگ کیلئے تیار ہے) تو مدینہ کی کھجوروں میں سے اگر کچھ حصہ ہم انہیں (دشمنوں کو) دیدیں تو تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر تو آپ ﷺ نے یہ بات وحی سے کی ہے تو ہم نے سن لی اور اطاعت کی۔ (یعنی ٹھیک ہے) اور اگر آپ ﷺ نے یہ بات اپنی رائے سے کی ہے تب بھی آپ ﷺ کی رائے کی اتباع کی جائے گی۔ اور جب ہم کافر تھے تو ہم انہیں ایک کھجور بھی بغیر خرید وفروخت اور مہمانی کے نہیں دیتے تھے، اور اب یہ کیسے اچھا ہے (کہ ہم انہیں کھجوریں

ـي المغازي: حدثني عاصم بن عمر بن قتادة و من لا اتهم عن الزهري، كذا في "التلخيص
ـحبير" (٣٨١:٢) وسكت عنه- وعاصم من رجال الجماعة، ثقة، والزهري لا يسال عنه فهو
مرسل قوي-

٣٨٤٥- عن انس ان قُرَيْشًا صَالَحُوْاالنَّبِيَّ ﷺ فِيهِمْ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَذَكَرَ الْحَدِيثَ
وفيه: فَاشْتَرَطُوا فِيْ ذٰلِكَ اَنَّ مَنْ جَاءَ نَا مِنكُمْ لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكُم وَمَنْ جَاءَ مِنَّا رَدَدْتُّمُوْهُ عَلَيْنَا-
فقالوا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَنَكْتُبُ هٰذَا قَالَ: نَعَمْ! اِنَّهُ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا اِلَيْهِمْ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ وَمَنْ جَاءَ مِنْهُمْ
اِلَيْنَا فَسَيَجْعَلُ اللّٰهُ لَهُ فَرَجًا وَمَخْرَجًا﴾ - رواه مسلم في "صحيحه"، كذا في "التلخيص
حبير" (٣٨٢:٢)،و"فتح الباري" (٢٥٣:٥)-

ـ یہ ہیں) جبکہ اللہ نے ہمیں اسلام کے ساتھ عزت دی ہے۔ حضور ﷺ ان کی بات سن کر خوش ہوئے۔ (المغازی لابن اسحاق)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمنوں کو کچھ مال دیکر صلح کرنا جائز ہے کیونکہ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو حضور ﷺ اس پر
ـ کل تیار نہ ہوتے۔

۳۸۴۵۔ انسؓ سے مروی ہے کہ قریش نے حضور ﷺ سے صلح کی تو ان میں سہیل بن عمرو بھی تھے۔ انسؓ نے پھر
حدیث (مفصل) ذکر کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ کفار نے یہ شرط لگائی کہ تم میں سے جو شخص ہمارے پاس آئے گا تو ہم اسے آپ کی طرف
واپس نہ کریں گے۔ اور جو ہمارے میں سے (تمہارے پاس) آئے گا تو تم اسے ہماری طرف واپس کردو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول
اللہ! کیا ہم یہ لکھ دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ بے شک جو ہم میں سے ان کی طرف جائے گا تو اللہ بھی اسے (ہم سے) دور
کرے۔ (کیونکہ دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف جانا ان کے ایمان میں کمزوری کے باعث ہے) اور جو ان میں سے ہماری طرف
آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کشادگی اور نکلنے کا راستہ بنادے گا۔ (صحیح مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی ایسی شرط پر صلح کرنا جس میں مسلمانوں کا گھاٹا معلوم ہوتا ہو جائز ہے۔ لیکن اس طرح
کی صلح کرنا اس صورت میں جائز ہے کہ جب مسلمانوں کے پاس قوت نہ ہو۔ اور اگر مسلمانوں کے پاس قوت ہو تو اس طرح کی صلح جائز نہیں۔

فائدہ: حضور ﷺ کے بعد دارالحرب سے آنے والے مسلمان کو واپس نہیں کیا جائے گا اور مذکورہ بالا واقعہ حضور ﷺ کے
ساتھ خاص تھا کیونکہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع کردی گئی کہ اللہ ان کے لئے کوئی سبیل بنائے گا یا مذکورہ بالا واقعہ منسوخ ہے اور ناسخ
حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ انا بریٔ من مسلم بین مشرکین کہ میں ایسے مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہے۔

باب ما جاء في الاستعانة بالمشركين في الجهاد

٣٨٤٦- عن عائشة رضي الله عنها "قالت: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ قِبَلَ بَدرٍ فَلَمَّا كَانَ بِحَرَّةِ الْوَبَرَةِ أَدْرَكَهُ رَجُلٌ كَانَ تَذْكُرُ مِنْهُ جُرْأَةٌ وَنَجْدَةٌ فَفَرِحَ بِهِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حِينَ رَأَوْهُ فَلَمَّا أَدْرَكَهُ قَالَ: جِئْتُ لِأَتَّبِعَكَ فَأُصِيبَ مَعَكَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ؟ قَالَ: لَا قَالَ: فَارْجِعْ فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ﴾ الحديث- وفيه- فَأَدْرَكَهُ بِالْبَيْدَاءِ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ مَرَّةٍ: تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ! فَقَالَ لَهُ: فَانْطَلِقْ- رواه احمد و مسلم(نيل الاوطار ١٢٨:٧)

٣٨٤٧- عن خبيب بن عبدالرحمن عن أبيه عن جده قال: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يُرِيدُ غَزْوًا أَنَا وَرَجُلٌ مِنْ قَوْمِيْ وَلَمْ نُسْلِمْ فَقُلْنَا: إِنَّا نَسْتَحْيِ أَنْ يَشْهَدَ قَوْمُنَا مَشْهَدًا لَا نَشْهَدُهُ مَعَهُمْ- فَقَالَ: أَسْلَمْتُمَا؟ فَقُلْنَا: لَا! فَقَالَ: ((إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِالْمُشْرِكِيْنَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ)) فَأَسْلَمْنَا وَشَهِدْنَا مَعَهُ- رواه أحمد والشافعي والبيهقي والطبراني وأورده الحافظ في التلخيص وسكت عنه، وفي مجمع الزوائد رجال أحمد والطبراني ثقات اه نيل الأوطار (٧-١٢٥)

باب- جہاد میں مشرکین سے مدد لینے کے بارے میں جو وارد ہوا ہے

٣٨٤٦- ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ بدر کی طرف نکلے جب آپ ﷺ حرۃ الوبرۃ مقام پر تھے تو ایک شخص آپ ﷺ سے آملا جس کی جراءت اور اصالت کا چرچا تھا۔ حضور ﷺ کے صحابہ اس کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ جب وہ آپ ﷺ سے ملا تو اس نے کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں تاکہ آپ ﷺ کے ساتھ (غزوہ میں) چلوں اور آپ ﷺ کے ساتھ (مال غنیمت میں) حصہ پاؤں۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو لوٹ جا۔ ہم ہرگز کسی مشرک کی مدد نہیں لیں گے۔ الحدیث۔ (حدیث میں ہے کہ) پھر وہ لوٹ گیا اور پھر وہ آپ ﷺ کو بیداء مقام پر ملا تو آپ ﷺ نے اس سے وہی بات کہی جو آپ ﷺ نے پہلی بار کہی تھی۔ یعنی کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ (پھر ہمارے ساتھ جہاد میں) چلو۔ (مسلم، مسند احمد)۔

٣٨٤٧- خبیب بن عبدالرحمٰن اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میری قوم کا ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آئے جبکہ آپ ﷺ کسی غزوہ کے ارادہ سے تھے اور ہم (ابھی تک) مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ہم نے کہا کہ ہمیں اس بات سے شرم آتی ہے کہ ہماری قوم جنگ میں شریک ہو اور ہم ان کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم مسلمان ہوئے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم مشرکین کے خلاف مشرکین سے مدد نہیں لیتے۔ پھر ہم مسلمان ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ہم بھی (جنگ میں) شریک ہوئے۔ (مسند احمد، شافعی، بیہقی، طبرانی)۔

٣٨٤٨- عن ذی مخبر قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ﴿سَتُصَالِحُوْنَ الرُّوْمَ صُلْحًا تَغْزُوْنَ اَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ﴾، رواه احمد وابوداود، وسكت عنه هو والمنذری، ورجال اسناد ابی داود رجال الصحيح (نيل ٧:١٢٧)۔

٣٨٤٩- عن الزهری ان النَّبِیَّ ﷺ اسْتَعَانَ بِنَاسٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ فِیْ خَيْبَرَ فِیْ حَرْبِهٖ فَاَسْهَمَ لَهُمْ۔ رواه ابوداود فی "مراسيله"، كذا فی "المنتقی"۔

٣٨٥٠- ورواه الشافعی عن ابی يوسف انا الحسن بن عمارة عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس: اِسْتَعَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَهٗ وَزَادَ وَلَمْ يُسْهِمْ لَهُمْ، قال البيهقی: لم اجده الا من طريق الحسن بن عمارة وهو ضعيف(التلخيص ٢:٣٦٩)۔ قلت: الحسن بن عمارة

فائدہ: بظاہر ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین سے مشرکین کے خلاف مدد لینا جائز نہیں۔لیکن دوسرے واقعات میں آپ ﷺ نے کفار ومشرکین سے مدد لی ہے (جیسا کہ آگے آنے والی احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے) جیسے بنوقریظہ کے خلاف بنو قینقاع کے یہود سے۔اور قزمان باوجود مشرک ہونے کے غزوۂ احد میں صحابہ کے ساتھ شریک ہوا۔اور طائف وحنین کے غزوات میں صفوان بن امیہ شریک ہوا۔اسی طرح حضور ﷺ کا یہ پیشین گوئی کرنا کہ مسلمان اور رومی آپس میں صلح کر کے دوسروں کے خلاف جنگ کریں گے۔اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کی ایسی قوم کے ذریعے نصرت فرمائیں گے کہ جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ان احادیث وواقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار ومشرکین سے مدد لینا جائز ہے۔تو احناف دونوں قسم کی احادیث وواقعات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اگر امام مناسب سمجھے تو مشرکین سے مدد نہ لے اور اگر مناسب سمجھے تو مدد لے لے لیکن مدد لینے کی صورت میں وہ کفار بھی اسلامی اوامر ونواہی کے پابند اور اسلام کے خیر خواہ ہوں اور اسلام ہی کا غلبہ مقصود ہو۔(شرح السعیہ ج ۳ ص ۱۸۶)

۳۸۴۸۔ ذومخبرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب تم رومیوں سے صلح کروگے پھر تم اور وہ مل کر ایک اور دشمن سے جنگ کروگے۔(ابوداؤد باب الصلح مع العدو ومسند احمد)۔

۳۸۴۹۔ زہریؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے غزوۂ خیبر میں یہودیوں سے مدد لی اور (بطور انعام کے) ان کو حصہ دیا۔(مراسیل ابوداؤد)۔

۳۸۵۰۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے (یہود سے) مدد لی۔پھر ابن عباسؓ نے حدیث کو ذکر کیا اور اس میں یہ ہے کہ ان کے لئے (باقاعدہ طور پر) حصہ نہیں نکالا۔(شافعی)

مختلف فيه والمرسل اذا تايد بموصول ولو ضعيفا، فهو حجة عند الكل۔

باب الجاسوس و حكم الحربى اذا دخل دار الاسلام بغير امان

٣٨٥١- عن سلمة بن الاكوع قال: اَتَى النَّبِيَّ ﷺ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَهُوَ فِيْ سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ اَصْحَابِهٖ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ انفتَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ﴿اُطْلُبُوْهُ وَاقْتُلُوْهُ﴾، فَقَتَلْتُهٗ فَنَفَّلَهٗ سَلَبَهٗ۔ رواه البخارى (فتح البارى ١١٧:٦)۔ وفيه ايضا: زاد ابونعيم فى "المستخرج": اَدْرِكُوْهُ فَاِنَّهٗ عَيْنٌ اهـ۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کفار ومشرکین سے کفار کے خلاف مدد لینا جائز ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مشرکین کے خلاف کتوں سے مدد لینا۔

فائدہ: کفار جو مسلمانوں کی حمایت میں جنگ لڑیں ان کے لئے مال غنیمت میں سے باقاعدہ حصہ نہیں ہوگا۔ البتہ انعام کے طور پر ان کو کچھ دیا جا سکتا ہے۔ اوپر کی دونوں حدیثوں سے یہی معلوم ہوتا ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

باب۔ جاسوس کا حکم اور اس حربی کا حکم جو بغیر امان کے دارالاسلام میں داخل ہو

٣٨٥١۔ سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے یہاں مشرکین کا ایک جاسوس آیا۔ حضور ﷺ (اس وقت) سفر میں تھے (غزوۂ ہوازن کے لئے تشریف لے جا رہے تھے) وہ جاسوس صحابہؓ میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ پھر واپس چلا گیا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے تلاش کرو اور اسے قتل کرو۔ چنانچہ سلمہؓ نے اسے قتل کیا اور حضور ﷺ نے اس کا سامان (ہتھیار واوزار وغیرہ) اسے (سلمہ کو) دے دیا۔ (بخاری الحربی اذا دخل دارالاسلام بغیر امان)۔ ابونعیم نے مستخرج میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اسے پکڑو یہ جاسوس ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حربی کافر جاسوس کو قتل کرنا چاہیے۔

فائدہ: اور اگر ذمی یا معاھد یا کوئی مسلمان کافروں کیلئے جاسوسی کرے تو اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ اسے سخت سزا دی جائے۔ ہاں اگر ذمی یا معاہد سے معاہدہ میں یہ شرط لگائی گئی ہو کہ وہ جاسوسی نہیں کرے گا تو جاسوسی کرنے پر اسے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (شرح سیر ج٦: ص١١٧)۔

باب الحربی اذا ادعی انه جاء یرید الاسلام او طالبا للامان

٣٨٥٢- عن جندب بن مکیث قال: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ غَالِبِ اللَّيْثِيَّ فِيْ سَرِيَّةٍ وَكُنْتُ فِيْهِمْ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَشُنُّوا الْغَارَةَ عَلٰى بَنِي الْمُلَوَّحِ بِالْكَدِيدِ، فَخَرَجْنَا حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْكَدِيْدِ، لَقِيْنَا الْحَارِثَ بْنَ الْبَرْصَاءِ اللَّيْثِيَّ، فَأَخَذْنَاهُ فَقَالَ: إِنَّمَا جِئْتُ أُرِيْدُ الْإِسْلَامَ، وَإِنَّمَا خَرَجْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَا: إِنْ تَكُ مُسْلِمًا لَمْ يَضُرَّكَ رِبَاطُنَا يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَإِنْ تَكُنْ غَيْرَ ذٰلِكَ نَسْتَوْثِقُ مِنْكَ فَشَدَدْنَاهُ وِثَاقًا۔ رواہ ابوداود (٤:١٤ مع "البذل")، وسکت عنه۔

٣٨٥٣- قال ابن اسحاق: وَخَرَجَ فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ- الَّتِيْ نَزَلَتْ فِيْهَا بَنُوْقُرَيْظَةَ- عَمْرُو بْنُ سَعْدِى الْقُرَظِي فَمَرَّ بِحَرَسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَعَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ۔ فَلَمَّا رَآهُ قَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: أَنَا عَمْرُوْبْنُ سَعْدِى، كَانَ عَمْرُوقَدْ أَبٰى أَنْ يَدْخُلَ مَعَ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فِيْ غَدْرِهِمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلِمَةَ حِيْنَ عَرَفَهُ: اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنِيْ إِقَالَةَ عَثَرَاتِ الْكِرَامِ، ثُمَّ خَلّٰى سَبِيْلَهُ فَخَرَجَ عَلٰى وَجْهِهٖ، ثُمَّ ذَهَبَ فَلَمْ يَدْرِ أَيْنَ تَوَجَّهَ مِنَ الْأَرْضِ إِلٰى يَوْمِهٖ هٰذَا؟ فَذُكِرَ

باب- حربی جب یہ دعویٰ کرے کہ وہ اسلام لانے کا ارادہ رکھتا ہے یا امان کی طلب میں آیا ہے

٣٨٥٢- جندب بن مکیث فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن غالب لیثی کو ایک دستہ کا سردار بنا کر بھیجا۔ میں بھی اس دستہ میں شامل تھا انہوں نے تمام ساتھیوں کو کدید میں بنی ملوح پر کئی اطراف سے حملہ کرنے کا حکم دیا پس ہم لوگ نکلے اور کدید پہنچے ہم کو حارث بن برصاء لیثی ملا۔ ہم نے اس کو پکڑ لیا وہ بولا میں تو اسلام قبول کرنے کی غرض سے آیا تھا اور میرا ارادہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کا تھا۔ ہم نے کہا اگر تو مسلمان ہے تو ایک دن اور ایک رات تک بندھے رہنے میں تیرا کوئی نقصان نہیں ہے اور اگر تو مسلمان نہیں ہے تو ہم تجھ کو مضبوطی سے باندھیں گے پھر ہم نے اس کو مضبوط باندھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حربی کو قید کرنا جائز ہے اگر چہ وہ اس بات کا دعویٰ کرے کہ وہ اسلام لانے کے ارادے سے یا امان کی طلب کے ارادے سے آیا ہے۔

٣٨٥٣- ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جس رات بنو قریظہ نے ہتھیار ڈالے اسی رات عمرو بن سعدی قرظی نکلا اور حضور ﷺ کے حفاظتی دستے کے پاس سے گزرا۔ جسکے نگران محمد بن مسلمہ تھے۔ پس جب محمد بن مسلمہؓ نے اسے دیکھا تو فرمایا یہ کون ہے اس نے کہا میں عمرو بن سعدی ہوں۔ عمرو نے حضور ﷺ سے عہد شکنی کرنے میں بنو قریظہ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ محمد بن مسلمہؓ نے اسے پہچاننے کے بعد

لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَأْنَهُ فَقَالَ: ذَاكَ رَجُلٌ نَجَّاهُ اللّٰهُ بِوَفَائِهِ۔ كذا فی "السیرة" لابن هشام(٢:١٠٩)،واحتج به فی "شرح السیر"(١:١٩٧)۔

باب الحرب خدعة وجواز الكذب فی الحرب مالم یکن غدر ولا نقض امان

٣٨٥٤- عن جابر بن عبداللّٰه رضی اللّٰه عنهما قال: قال النبی ﷺ: ﴿اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ﴾۔ رواه الامام البخاری فی "صحیحه"(٦:١١٠ مع"الفتح")۔

٣٨٥٥- عن جابر: عن النبی ﷺ قال: مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ؟ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ! قال: فَاْذَنْ لِیْ فَاَقُوْلَ، قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ رواه البخاری(٦:١١٢ مع "الفتح" ایضاً)۔

٣٨٥٦- عن اسماء بنت یزید مرفوعاً﴿لَا یَحِلُّ الْكَذِبُ اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ تَحَدُّثَ الرَّجُلُ

فرمایا اے اللہ! مجھے معزز لوگوں کی لغزشوں کو صاف کرنے سے محروم نہ فرما۔ پھر محمد ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کا جدھر جی چاہا نکل گیا۔ پھر وہ چلا گیا اور آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کدھر گیا ہے۔ پھر حضور ﷺ سے اس کا ذکر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس آدمی کو اللہ نے اس کی وفا کی وجہ سے نجات دی۔ (سیرت ابن ہشام)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی حربی مسلمانوں کی طرف آئے قبل اس کے کہ مسلمان قتل کرنے کیلئے یا قید کرنے کیلئے اس سے تعرض کریں تو وہ محفوظ ہوگا اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں۔

باب۔ جنگ ایک چال کا نام ہے اور جنگ میں جھوٹ جائز ہے بشرطیکہ اس میں عہد شکنی یا نقض امان نہ ہو

٣٨٥٤۔ جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنگ ایک چال کا نام ہے۔ (بخاری باب الحرب خدعۃ)۔

٣٨٥٥۔ جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف (یہودی) کا کام کون تمام کرے گا محمد بن مسلمہ نے فرمایا کہ (یارسول اللہ) آپ ﷺ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر آؤں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، محمد بن مسلمہ نے کہا پھر مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیجیے۔ (بخاری باب الکذب فی الحرب)۔

٣٨٥٦۔ اسماء بنت یزید سے مرفوعاً روایت ہے کہ تین مقامات کے علاوہ جھوٹ بولنا جائز نہیں۔ ایک تو آدمی اپنی عورت کو راضی کرنے کے لئے اس سے جھوٹی بات کرے۔ اور دوسرے لڑائی میں جھوٹ بولنا اور تیسرے لوگوں کے درمیان صلح کرانے کیلئے (جھوٹ

امْرَاَتَهٗ لِيُرْضِيَهَا، وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ، وفي الاصلاحِ بَيْنِ النَّاسِ﴾-اخرجه الترمذي و حسنه(٢:١٦)-

باب الفرار من الزحف

٣٨٥٧- عن ابي هريرة عن النبي ﷺ قال: ﴿اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا: وَمَا هُنَّ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبٰوا، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ متفق عليه(نيل الاوطار ١٥٢:٧)-

٣٨٥٨- عن ابن عباس لما نزلت﴿اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾

ہوں)۔(ترمذی باب ماجاء فی اصلاح ذات البین)۔

فائدہ: یہاں جھوٹ بولنے سے مراد جھوٹ محض نہیں کیونکہ اس کی قطعاً اجازت نہیں بلکہ اس سے مراد تعریضات کا استعمال ہے یعنی ایسی چال چلے کہ دشمن اسے سمجھ نہ سکے۔

باب۔ جنگ سے بھاگنا

٣٨٥٧۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو، اور ایسے جی کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔ (یعنی مرتد ہونے پر، محصن ہونے کے باوجود زنا کرنے پر اور قصاص میں قتل کیا جائے گا) اور سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا۔ اور ان عورتوں پر تہمت لگانا جو پاک دامن ہوں اور ایسی بری باتوں کے کرنے سے بالکل بے خبر ہوں اور ایمان والیاں ہوں۔ (بخاری و مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنگ سے فرار اختیار کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور جو شخص ان سے اس موقع پر (مقابلہ کے وقت) پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کیلئے پینترا بدلتا ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجاوے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (الآیہ سورہ الانفال ١٦)۔

٣٨٥٨۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم میں سے بیس آدمی بھی ثابت قدم ہوں تو دوسو پر غالب آجائیں گے۔ (سورۂ انفال) تو مسلمانوں کیلئے ضروری قرار دے دیا گیا کہ بیس مسلمان دوسو کے مقابلے سے نہ بھاگیں۔ پھر یہ

فكُتِبَ عَلَيهِمْ أنْ لَا يَفِرَّ عِشْرُوْنَ مِنْ مِائَتَيْنِ، ثُمَّ نَزَلَتْ ﴿اَلْآنَ خَفَّفَ اللهُ عَنْكُمْ﴾ الآية۔ فكَتَبَ أنْ لَا تَفِرَّ مِائَةٌ مِنْ مِائَتَيْنِ﴾۔ رواه البخاری وابوداود (نيل الاوطار ۷:۱۵۲)۔

۳۸۵۹- وعنه انه قال: ﴿مَنْ فَرَّ مِنْ ثَلَاثَةٍ لَمْ يَفِرَّ، وَمَنْ فَرَّمِنَ اثْنَيْنِ فَقَدْ فَرَّ﴾ رواه الحاكم والشافعی عن سفيان عن ابن ابی نجيح عن عطاء عن ابن عباس رواه الطبرانی من رواية الحسن بن صالح عن ابن ابی نجيح عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعا (التلخيص الحبير ۲:۳۵۷)۔

۳۸۶۰- و عنه مرفوعاً ﴿خَيْرُ الصَّحَابَةِ أرْبَعَةٌ، وَخَيْرُ السَّرَايَا أرْبَعُ مِائَةٍ، وَخَيْرُ الْجُيُوْشِ أرْبَعَةُ آلافٍ، وَلَا تُهْزَمُ اثْنَا عَشَرَ الفًامِنْ قِلَّةٍ﴾۔ رواه ابوداود والترمذی والحاكم باسناد صحيح، (العزيزی ۲:۲٤۱)۔ ولفظ الحاكم فی "مستدركه" (۲:۱۰۱): ﴿وَلَنْ يُغْلَبَ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ اه﴾۔ و فی "احكام القرآن" للجصاص (۳:٤۸): و فی بعض الروايات ﴿مَا غُلِبَ قَوْمٌ يَبْلُغُوْنَ اثْنَیْ عَشَرَ اَلْفًا اِذَا اجْتَمَعَتْ كَلِمَتُهُمْ اه۔

آیت نازل ہوئی کہ اب اللہ نے تم پر تخفیف کردی ہے (الآیہ) اور یہ ضروری قرار دیا کہ سو مسلمان دوسو کے مقابلے سے نہ بھاگیں۔ (بخاری کتاب التفسیر وابوداود)۔

۳۸۵۹۔ ابن عباسؓ ہی فرماتے ہیں کہ جو شخص تین کے مقابلے سے بھاگا وہ (فی الحقیقت) نہیں بھاگا اور جو دو کے مقابلے سے بھاگا پس وہ (جنگ سے) بھاگنے والا ہے۔ اسے حاکم اور شافعی نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر مسلمان دشمن سے آدھے ہوں تو ان کیلئے جنگ سے بھاگنا حلال نہیں۔

۳۸۶۰۔ ابن عباسؓ سے ہی مرفوعاً روایت ہے کہ بہترین ساتھی چار اور بہترین سریہ (چھوٹا لشکر) ۴۰۰ اور بہترین فوج چار ہزار نوجوانوں کی ہے۔ (خبردار) بارہ ہزار آدمی قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے۔ (ابوداود، ترمذی باب ما جاء فی السرایا)۔ اور مستدرک میں حاکم کے الفاظ یہ ہیں کہ بارہ ہزار قلت کی بنا پر مغلوب نہیں ہو سکتے اور احکام القرآن جصاص میں ہے کہ بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ کسی ایسی قوم کو جس کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچی ہوئی ہو مغلوب نہیں ہوتی بشرطیکہ وہ متحد ہوں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسلمانوں کا لشکر بارہ ہزار ہو تو جنگ سے بھاگنا جائز نہیں۔ اگر چہ دشمن دگنے سے بھی زیادہ ہوں۔

فائدہ: بھاگنا اس صورت میں حرام ہے جب مسلمانوں کے پاس اسلحہ اور قوت ہو اور اگر مسلمانوں کے پاس اسلحہ نہ ہو تو اسلحہ والوں سے بھاگنے کی گنجائش ہے۔

باب حمل الرؤوس الى الولاة

٣٨٦١- نا محمد بن هارون نا محمد بن يحيى القطعي حدثني عبدالله بن اسحاق بن
فضل بن عبدالرحمن- هو الهاشمي حدثني ابي عن صالح بن خوات عن عبدالله بن
عبدالرحمن عن ابي سعيد الخدري ﴿أَنَّ أَوَّلَ رَأْسٍ عُلِّقَ فِيْ الْإِسْلَامِ رَأْسُ أَبِيْ عَزَّةَ الْجُمَحِيُّ،
ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عُنُقَهٗ، ثُمَّ حَمَلَ رَأْسَهٗ عَلٰى رُمْحٍ، ثُمَّ أَرْسَلَ بِهٖ إِلَى الْمَدِيْنَةِ﴾ - رواه ابن
شاهين في الافراد، و من طريقه السلفي في "الطيوريات"، قاله الحافظ في "التلخيص
الحبير" (٢:٣٧٢)- وسكت عنه وسنتكلم في سنده في الحاشية-

٣٨٦٢- عن عقبة بن عامر أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ، وَشُرَحْبِيْلَ بْنَ حَسَنَةَ "بَعَثَا عُقْبَةَ بَرِيْدًا
إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ، بِرَأْسِ نِيَاقٍ بِطْرِيْقِ الشَّامِ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ أَنْكَرَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهٗ عُقْبَةُ: يَا
خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ! فَإِنَّهُمْ يَصْنَعُوْنَ ذٰلِكَ بِنَا قَالَ: ﴿أَتَاسِّيَا بِفَارِسٍ وَالرُّوْمِ؟ لَا يُحْمَلُ إِلَيَّ بِرَأْسٍ،
وَإِنَّمَا يَكْفِيْ الْكِتَابُ وَالْخَبَرُ﴾ رواه البيهقي واسناده صحيح- وروى ايضا من طريق معاوية
بن خديج قَالَ: هَاجَرْنَا عَلٰى عَهْدِ أَبِيْ بَكْرٍ فَبَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَهٗ إِذْ طَلَعَ الْمِنْبَرَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى
عَلَيْهِ قَالَ: إِنَّهٗ قَدِمَ عَلَيْنَا بِرَأْسِ نِيَاقِ الْبِطْرِيْقِ، وَلَمْ يَكُنْ لَنَا بِهٖ حَاجَةٌ إِنَّمَا هٰذِهٖ سُنَّةُ الْعَجَمِ"،

باب- بادشاہوں کے پاس (دشمنوں کے) سروں کو لے جانا

٣٨٦١- ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ پہلا سر جو اسلام میں لٹکایا گیا ابو غرہ جمحی کا سر تھا۔ حضور ﷺ نے اس کی گردن اڑائی
پھر اس کے سر کو ایک نیزے کے سر پر اٹھایا اور اسے مدینہ بھجوادیا۔ اسے ابن شاہین نے افراد میں روایت کیا ہے۔

٣٨٦٢- عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ عمرو بن العاصؓ اور شرجیل بن حسنہ نے عقبہ بن عامر کو شام کی فوج کے سپہ سالار نیاق کا
سر دے کر ابوبکرؓ کے پاس بھیجا پس جب عقبہ ابوبکرؓ کے پاس پہنچے تو آپؓ نے اس پر انکار فرمایا اس پر آپؓ سے عقبہ نے عرض کیا اے اللہ کے
رسول کے خلیفہ وہ (یعنی کفار) تو ہمارے ساتھ ایسے ہی کرتے ہیں آپؓ نے فرمایا افسوس ہے فارس اور روم پر، میری طرف کسی (یعنی کفار)
کا سر نہ لایا جائے۔ خط اور خبر ہی کافی ہے۔ اسے بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ بیہقی نے ایک دوسری سند سے روایت کیا
ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے ابوبکرؓ کے زمانے میں ہجرت کی ہم آپؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؓ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی
حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ میرے پاس شامی فوج کے سپہ سالار بطریق کا سر لایا گیا۔ حالانکہ ہمیں اس کی حاجت نہ تھی۔ اور یہ عجمیوں

كذا في "التلخيص الحبير" (٢:٣٧٢)۔

٣٨٦٣- حدثنا فهد بن سليمان و محمد بن سليمان الباغندي قال: ثنا يوسف بن منازل الكوفي ثنا حفص بن غياث عن اشعث عن عدي بن ثابت عن البراء قال: لَقِيْتُ خَالِيْ مَعَهُ الرَّايَةُ فَقُلْتُ: اِلٰى اَيْنَ تَذْهَبُ؟ فَقَالَ: "اَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةَ اَبِيْهِ مِنْ بَعْدِهٖ اَنْ آتِيَهٗ بِرَاْسِهٖ۔ اخرجه الطحاوي في مشكله (٤:١٠٦) وسنده صحيح وتابعه ابوسعيد الاشج عن حفص بن غياث فذكره باسناده مثله عند الطحاوي ايضاً۔

٣٨٦٤- حدثنا يونس وبحر جميعًا قالا: ثنا حسان قال: انا ابواسامة عن الاعمش عن شمر بن عطية عن هلال بن يساف، قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرِيْدُ الَّذِيْ قَدِمَ بِرَاسِ الْمُخْتَارِ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: فَلَمَّا وَضَعْتُهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ: مَا حَدَّثَنِيْ كَعْبٌ بِحَدِيْثٍ اِلَّا وَجَدْتُهٗ كَمَا حَدَّثَنِيْ اِلَّا هذا فَاِنَّهٗ حَدَّثَنِيْ يَقْتُلُنِيْ رَجُلٌ مِنْ ثَقِيْفٍ وَهَاهُوَ ذَاقَدْ قَتَلْتُهٗ۔ قَالَ الْاَعْمَشُ: وَلَا يَعْلَمُ اَنَّ اَبَا مُحَمَّدٍ يَعْنِيَ الْحَجَّاجَ مُرْصِدٌ لَهٗ بِالطَّرِيْقِ۔ اخرجه الطحاوي في "مشكله"، واحتج به ورجاله ثقات الا انني لم اقدر على تعيين حسان هذا وظني انه حسان بن عبدالله بن سهل الكندي

کا طریقہ ہے (یعنی آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا)۔ تلخیص الحبیر میں بھی ایسے ہی ہے۔

٣٨٦٣۔ براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ماموں سے ملا جن کے پاس جھنڈا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں اس شخص کا سر لاؤں جس نے اپنے باپ کے (مرنے کے) بعد اس کی بیوی سے (یعنی اپنی ماں سے) نکاح کیا ہے۔ (مشکل طحاوی) اس کی سند صحیح ہے۔

٣٨٦٤۔ ھلال بن یساف فرماتے ہیں کہ مجھے اس قاصد نے بتایا ہے جو عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس مختار کا سر لایا تھا۔ اس (قاصد) نے کہا کہ جب میں نے (مختار کے) سر کو آپ (یعنی عبداللہ بن زبیرؓ) کے سامنے رکھا تو عبداللہ نے فرمایا کہ کعب نے جو بات بھی مجھے کہی تو میں نے اسی طرح پایا جیسے اس نے کہی، سوائے اس بات کے۔ کیونکہ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے قبیلہ ثقیف کا ایک آدمی قتل کرے گا۔ اور یہ وہ شخص جس کو تو نے قتل کیا ہے۔ اعمش فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر کو یہ معلوم نہیں کہ ابومحمد یعنی حجاج (بن یوسف) راستے میں اس کی گھات میں ہے۔ (مشکل طحاوی) اس کے راوی ثقہ ہیں اور طحاوی نے اس سے حجت پکڑی ہے۔

واسطی سکن مصر وثقه ابوحاتم وابن حبان وابن یونس، کذا فی "التہذیب" (۲:۲۵۰)۔

ابواب الغنائم وقسمتها

باب اذا فتح الامام بلدة عنوة فهو بالخيار ان شاء قسمها سهماناً وان شاء اقر اهلها ووضع عليهم الجزية وعلى ارضهم الخراج

٣٨٦٥- عن زيد بن اسلم عن ابيه قال: قال عمر: "لَوْ لَا آخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ اَوْقَرْيَةٌ اِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ اَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ"۔ رواه البخاری ومالك فی موطاه بلفظ لَوْ لَا اَنْ يُتْرَكَ آخِرُ النَّاسِ لَا شَيْءَ لَهُمْ مَا فَتَحَ الْمُسْلِمُوْنَ قَرْيَةً اِلَّا قَسَمْتُهَا سُهْمَانًا كَمَا قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ سُهْمَانًا كذا فی فتح القدير (٥:٢١٦)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت سر لے جانا جائز ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کے پاس سر لایا گیا۔ اور بغیر ضرورت کے سر لے جانا مکروہ ہے جیسا کہ ابوبکرؓ نے اس پر انکار فرمایا تھا۔

ابواب۔ مال غنیمت اور اس کی تقسیم کے بیان میں

باب جب امام کسی شہر کو لڑ کر فتح کرے تو اسے اس بات کا اختیار ہے کہ وہ فاتحین میں تقسیم کر دے یا وہاں کے لوگوں کو (زمین پر) برقرار رکھے اور ان پر جزیہ لگا دے اور ان کی زمین پر خراج لگا دے۔

فائدہ: غنیمت وہ مال ہے جو کافروں سے لڑائی کے دوران لڑ کر حاصل کیا جاتا ہے اس میں سے خمس نکالا جائے گا اور باقی چار حصے صرف غانمین میں تقسیم کیے جائیں گے اور فئ وہ مال ہے جو جنگ ختم ہو جانے کے بعد اور دار الحرب کے دار الاسلام میں تبدیل ہو جانے کے بعد کفار سے حاصل ہوتا ہے اس میں سے خمس نہیں نکالا جاتا بلکہ یہ تمام مسلمانوں کیلئے ہوتا ہے اور نفل وہ مال ہے جو مجاہد کو امام کی طرف سے اس کے حصے سے زائد بطور انعام ملتا ہے۔

۳۸۶۵۔ اسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جس شہر یا جس بستی کو بھی فتح کرتا تو اسے فاتحین کے درمیان اس طرح تقسیم کر دیتا جیسا کہ حضور ﷺ نے خیبر کو تقسیم کیا۔ (بخاری)۔ اور موطا امام مالک میں ان الفاظ کے ساتھ روایت ہے کہ اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ بعد کے لوگ اس طرح چھوڑے جائیں گے کہ ان کیلئے کچھ نہ ہوگا تو مسلمان جو بھی بستی فتح کرتے تو میں اسے (فاتحین کے درمیان) حصوں میں تقسیم کر دیتا جیسا کہ حضور ﷺ نے خیبر کو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ (فتح القدیر)۔

٣٨٦٦- عن انس بن مالك ﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ غَزَا خَيْبَرَ فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً فَجُمِعَ السَّبْيُ﴾ اخرجه ابوداود قال المنذری: واخرجه البخاری ومسلم والنسائی اتم منه(عون المعبود٣:١١٩)-

٣٨٦٧- عن سهل بن ابی حثمة قال: قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ نِصْفَيْنِ نِصْفًا لِنَوَائِبِهِ وَحَاجَتِهِ وَنِصْفًا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَسَمَهَا بَيْنَهُمْ عَلٰى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا- اخرجه ابوداود و سکت عنه هووالمنذری(عون المعبود٣:١١٩)-وقال صاحب ''التنقیح'': اسناده جید (زیلعی ٢:١٢٤)-

٣٨٦٨- عن بشير بن يسار مولی الانصار عن رجال من اصحاب رسول اللّٰه ﷺ ﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى خَيْبَرَ قَسَمَهَا عَلٰى سِتَّةٍ وَثَلَاثِيْنَ سَهْمًا جَمَعَ كُلَّ سَهْمٍ مِائَةَ سَهْمٍ، فَكَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَلِلْمُسْلِمِيْنَ النِّصْفُ مِنْ ذٰلِكَ وَعَزَلَ النِّصْفَ الْبَاقِيَ لِمَنْ نَزَلَ بِهِ

٣٨٦٦۔ انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ غزوہ خیبر کیلئے تشریف لائے۔(انس فرماتے ہیں) ہم نے خیبر لڑ کر فتح کیا اور قیدی جمع کیے گئے۔(ابوداؤد۔ بخاری و مسلم، نسائی)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خیبر تمام کا تمام لڑ کر فتح کیا گیا۔ لیکن حضور ﷺ نے تمام خیبر مسلمانوں میں تقسیم نہیں کیا۔ جیسے کہ اگلی روایت سے معلوم ہوگا۔

٣٨٦٧۔ سہل بن ابی حثمہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خیبر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اپنی ضرورتوں اور دوسرے مقاصد کیلئے اور دوسرا حصہ مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا۔ اور اس دوسرے حصے کو اٹھارہ حصوں میں تقسیم کیا۔(ابوداؤد باب ماجاء فی حکم ارض خیبر)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے تمام خیبر فاتحین میں تقسیم نہیں کیا۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ امام کو اختیار ہے، چاہے تو غانمین میں تقسیم کرے چاہے تو وہاں والوں کو برقرار رکھے۔

٣٨٦٨۔ بشیر بن یسار جو انصار کے غلام ہیں کئی صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے خیبر کو فتح کرلیا۔ آپ ﷺ نے اس کو چھتیس حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصے میں سو حصے تھے۔ پھر ان میں سے آدھے حضور ﷺ اور مسلمانوں کیلئے تھے۔ اور باقی آدھا دوسری ضروریات (مثلاً رفاہی کاموں اور اچانک پیش آجانے والے حادثات کیلئے اور باہر سے آنیوالے وفود کیلئے تھا)۔

ـن الْوُفُوْدِ وَالْاُمُوْرِ وَنَوَائِبِ النَّاسِ- اخرجه ابوداود، وسكت عنه هو والمنذری(عون معبود ٣: ١٢٠)-

٣٨٦٩- عن الزهری قال: قال عمر: "وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ" قال الزهری: قَالَ عُمَرُ: هٰذِهٖ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خَاصَّةً، قُرٰى عُرَيْنَةَ فَدَكَ وَكَذَا وَكَذَا، ﴿وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾وَ﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ﴾ وَ ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ وَ﴿وَالَّذِيْنَ جَاؤُوْامِنْ بَعْدِهِمْ﴾، فَاسْتَوْعَبَتْ هٰذِهِ الْآيَاتِ النَّاسَ فَلَمْ يَبْقَ اَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلا لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ قَالَ اَيُّوْبُ: اَوْ قَالَ حَظٌّ اِلَّا بَعْضَ مَا تَمْلِكُوْنَ مِنْ اَرِقَّائِكُمْ" اخرجه ابوداود- قال المنذری: وهذا منقطع، الزهری لم يسمع من عمر(عون معبود ٣: ١٠٢)- قلت: وهو حجة عندنا والقصة مشهورة عن عمر، رواه ابن اسحاق عن حارثة بن مضرب عن عمر عند ابی عبيد فی "كتاب الاموال"(فتح الباری ٦: ١٥٨)- والزهری عن

٣٨٦٩- زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ (اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ) جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا جس پر تم نے (ابھی تک) نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ صرف حضور ﷺ کے لئے خاص ہیں یعنی عرینہ کی بستیاں جیسے فدک وغیرہ (حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ) دوسری آیت میں جیسے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے (اس طور پر) اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوایا سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور (آپ ﷺ کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا۔ اور ان حاجتمند ومہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے۔ جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً قہراً) جدا کر دیئے گئے ...... اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی) حق ہے جو دارالاسلام (مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے سے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں ...... اور ان لوگوں کا (بھی اس مال فئی میں حق ہے) جو انکے بعد آتے ہیں۔ پس اس آیت کے عموم میں تمام مسلمان شریک ہوگئے اب کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کا اس میں حق نہ ہو بجز غلاموں اور باندیوں کے جن کے تم مالک ہو۔ (یعنی ان کا کوئی حصہ نہیں) (ابوداؤد باب فی صفایا رسول اللہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال فئی کو غانمین کے درمیان تقسیم کرنا ضروری نہیں بلکہ اس میں تمام مسلمانوں کا حق ہوتا ہے۔ امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ جس زمین کو فتح کیا گیا ہو وہ ہمارے نزدیک مال فئی میں داخل ہے مال غنیمت میں نہیں۔ پس لڑ کر فتح

سالك بن اوس بن الحدثان عنه عند ابى داود(٣:١٠٣ مع "عون المعبود")، وعمرو بن قيس السكونى عن ابيه عن عبدالله بن عمروالعاص عن عمر عند الطحاوى(٢:١٤٥)۔ ووصله يحيى بن آدم فى "كتاب الخراج(ص ٤٣)" له، فرواه بطريق زيد بن اسلم عن ابيه عن عمر ووسنده صحيح ووصله النسائى بطريق ايوب عن عكرمة بن خالد عن مالك بن اوس عن عمر۔

٣٨٧٠- عن: عمر بن عبدالعزيز: "أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى مَنْ سَأَلَ عَنْ مَوَاضِعِ الْفَيْءِ فَهُوَ مَا حَكَمَ فِيهِ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ فَرَآهُ الْمُؤْمِنُونَ عَدْلًا مُوَافِقًا لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ جَعَلَ اللهُ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ، فَرَضَ الْاَعْطِيَةَ، وَعَقَدَ لِاَهْلِ الْاَدْيَانِ ذِمَّةً بِمَا فَرَضَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْجِزْيَةِ، وَلَمْ يَضْرِبْ فِيهَا بِخُمُسٍ وَلَا مَغْنَمٍ"۔ رواه ابوداود (نيل الاوطار٧:٢٨٥)۔ قال المنذرى: فيه رجل مجهول، وعمر بن عبدالعزيز لم يدرك عمر بن الخطاب۔ والمرفوع منه مرسل(عون المعبود ٣:٩٩)۔ وذكرنا ما يتعلق به فى الحاشية۔

٣٨٧١- حدثنا: ابوبكر بن عياش عن الحسن: "أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: مَا كَانَ فِي الْعَسْكَرِ

کی ہوئی زمین اور دوسرے مال فئی کا حکم ایک جیسا ہے۔

٣٨٧٠۔ عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فئی کے مصارف کے بارے میں پوچھنے والوں کو لکھا کہ اس کا مصرف وہی ہے جہاں حضرت عمر بن خطابؓ نے اس کو صرف کرنے کا حکم فرمایا ہے اور تمام مؤمنین نے ان کے فیصلہ کو رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی روشنی میں کہ اللہ نے عمرؓ کی زبان اور دل پر حق کو جاری فرما دیا ہے" عین عدل تصور کیا۔ حضرت عمرؓ نے عطایا کو مقرر کیا اور جزیہ کے بدلہ میں سب مذہب والوں کا ذمہ لیا اس میں نہ آپ نے پانچواں حصہ مقرر کیا اور نہ اس کو مالِ غنیمت کے مثل تصور کیا۔ (ابوداؤد: باب فی تدوین العطایا)۔

٣٨٧١۔ حسن بصری سے مروی ہے وہ فرماتے تھے جو (مال منقولہ) لشکر میں ہو تو وہ ان لوگوں کیلئے ہے جو اس پر غلبہ پائیں اور زمین تمام مسلمانوں کی ہے اسے یحیٰ بن آدم نے خراج میں روایت کیا ہے اور یہ اثر حسن ہے۔

فائدہ: یعنی جو مال مخالف لشکر سے حاصل ہوگا وہ خمس نکالنے کے بعد فاتحین میں تقسیم کیا جائیگا۔ لیکن اس علاقے کی زمین فئی ہے جس میں تمام مسلمانوں کا حق ہے۔

فائدہ: امام قدوریؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی سنت اور آپ کے بعد خلفائے راشدینؓ کی سنت یہ ہے کہ جزیہ بیت المال

لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِلَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلَيْهِ، وَالْاَرْضُ لِلْمُسْلِمِيْنَ"۔ رواہ یحیی بن آدم فی "الخراج" له (٢٧:٤٨)، وهذا اثر حسن۔

باب ان مكة فتحت عنوة لا صلحًا

٣٨٧٢- عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: اَقْبَلَ النَّبِیُّ ﷺ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ، فَبَعَثَ الزُّبَيْرَ عَلٰى اِحْدَى الْمُجَنِّبَتَيْنِ وَبَعَثَ خَالِدًا عَلَى الْمُجَنِّبَةِ الْاُخْرٰى، وَبَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ عَلَى الْحُسَّرِ، فَاَخَذُوْا بَطْنَ الْوَادِیْ۔ والنَّبِیُّ ﷺ فِیْ كَتِيْبَةٍ فَنَظَرَ فَرَآنِیْ فَقَالَ: اَبُوْهُرَيْرَةَ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اهْتِفْ! لَا يَاْتِيْنِیْ اِلَّا اَنْصَارِیٌّ، فَاَطَافُوْا بِهٖ وَوَبَّشَتْ قُرَيْشٌ اَوْبَاشًا لَهَا وَاَتْبَاعًا۔ فَقَالُوْا: نُقَدِّمُ هٰؤُلَاءِ فَاِنْ كَانَ لَهُمْ شَیْءٌ كُنَّا مَعَهُمْ، وَاِنْ اُصِيْبُوْا اَعْطَيْنَا الَّذِیْ سُئِلْنَا فَقَالَ ﷺ: تَرَوْنَ اِلٰى اَوْبَاشِ قُرَيْشٍ وَاَتْبَاعِهِمْ، ثُمَّ قَالَ بِيَدَيْهِ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى- زاد فی رواية- وقال: اُحْصُدُوْهُمْ حَصْدًا، ثُمَّ قَالَ: حَتّٰى تُوَافُوْنِیْ بِالصَّفَا، فَانْطَلَقْنَا فَمَا شَاءَ اَحَدٌ مِنَّا اَنْ يَقْتُلَ اَحَدًا

میں رکھا جائیگا اور اس میں سے خمس نہیں نکالا جائیگا اس بات پر علماء کا اتفاق ہے اس میں سے خمس نکالنا بدعت اور سنت و اجماع کی مخالفت ہے اور جزیہ وہ مال ہوتا ہے جو ہمیں کافروں سے بغیر لڑائی کے حاصل ہوتا ہے بطور ٹیکس کے اور یہی حال مال فیٔ کا ہے ابن منذرؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ سے قبل کسی نے بھی فیٔ میں خمس کا قول نہیں کیا۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ مال فیٔ میں حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ خمس نہ لیا جائے بلکہ یہ تمام مسلمانوں کی مصالح کیلئے ہے اور حضرت عمرؓ ہی آیت کی مراد سے زیادہ واقف ہیں۔

باب۔ مکہ لڑ کر فتح کیا گیا ہے نہ کہ صلح سے

٣٨٧٢۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ آئے یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہوئے تو ایک جانب پر زبیرؓ کو بھیجا اور دوسری جانب پر خالد بن ولیدؓ کو بھیجا (یعنی ایک کو میمنہ پر کیا اور دوسرے کو میسرہ پر) اور ابوعبیدہؓ بن الجراح کو ان لوگوں کا سردار بنایا جن کے پاس زرہیں نہ تھیں وہ گھاٹی کے اندر سے گئے اور حضور ﷺ ایک گھوڑوں کے گروہ میں تھے آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا ابو ہریرہؓ! میں نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ اعلان کردو کہ میرے پاس انصار کے علاوہ کوئی نہ آئے پس وہ (انصار) آپ ﷺ کے گرد اکٹھے ہوگئے اور قریش نے بھی اپنے گروہ اور تابعدار اکٹھے کئے اور (قریش نے) کہا کہ ہم انہیں آگے کرتے ہیں۔ (اگر ان کو کچھ ملا تو ہم بھی ان کے ساتھ ہیں اور اگر انہیں کوئی آفت پہنچی تو ہم وہ چیز دیدیں گے جو ہم سے مانگی جائے گی)۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم قریش کی جماعتوں اور تابعداروں کو دیکھتے ہو۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر کہا (کہ ان مکہ کے کافروں کو مارو) اور ایک

اِلَّا قَتَلَهُ وَمَا اَحَدٌ مِنْهُمْ يُوَجِّهُ اِلَيْنَا شَيْئًا فَجَاءَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اُبِيْحَتْ خَضْرَاءُ قُرَيْشٍ لَا قُرَيْشَ بَعْدَ الْيَوْمِ، قَالَ: مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ فَاَقْبَلَ النَّاسُ اِلٰى دَارِ اَبِیْ سُفْيَانَ، وَاَغْلَقَ النَّاسُ اَبْوَابَهُمْ الحديث رواه مسلم، و في رواية لابي داود: مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ اَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، فَعَمَدَتْ صَنَادِيْدُ قُرَيْشٍ فَدَخَلُوا الْكَعْبَةَ۔

باب الامام فی الاساری بالخيار ان شاء قتلهم و ان شاء استرقهم او تركهم احراراً ذمة للمسلمين

روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ان (مکہ کے کافروں) کو بالکل کاٹ دو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں تک کہ تم مجھے صفا (پہاڑی) پر ملو۔ (حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ) پھر ہم چلے اور ہم میں سے جو شخص کسی (مکہ کے کافر) کو مارنے کا ارادہ کرتا تو اسے مار ڈالتا۔ اور ان میں سے کوئی ہمارا مقابلہ نہ کرتا۔ یہاں تک کہ ابو سفیان آیا اور کہا یا رسول اللہ! قریش کا گروہ تباہ ہو گیا۔ اب آج کے بعد قریش نہ رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر چلا جائے اسے امن ہے۔ پھر لوگ (جان بچانے کیلئے) ابو سفیان کے گھر کی طرف جانے لگے اور لوگوں نے اپنے (گھروں کے) دروازے بند کر لئے۔ الحدیث (مسلم) اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امن ہے اور جو شخص ہتھیار ڈال دے اسے امن ہے پس قریش کے سردار امن کے ارادے سے کعبہ میں داخل ہو گئے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ لڑ کر غلبہ سے فتح کیا گیا ہے کیونکہ اگر صلح ہو چکی ہوتی تو پھر آپ ﷺ کا یہ کہنا کہ جو دروازے بند کر لے اسے امن ہے اور جو ابو سفیان کے گھر داخل ہو جائے اسے امن ہے اور جو ہتھیار ڈال دے اسے امن ہے کا کوئی معنی سمجھ میں نہیں آتا نیز اور کسی نے بھی اس بات کو نقل نہیں کیا کہ حضور ﷺ نے مکہ صلح سے لیا ہے۔ نیز ام ہانیؓ کا ایک شخص کو پناہ دینا اور حضرت علیؓ کا اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مکہ لڑ کر فتح کیا گیا ہے۔ اور زبیرؓ کو میسرہ اور خالدؓ کو میمنہ کا سردار بنانا بھی ہمارا مؤید ہے۔ اور آپ ﷺ کا مقیس بن صبابہ وغیرہ کے قتل کا حکم فرمانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ مکہ عنوۃً فتح ہوا ہے۔ اذا جاء نصر الله والفتح اور انا فتحنا لک فتحا مبيناً سے جمہور کے نزدیک فتح مکہ مراد ہے جو اس بات پر دال ہیں کہ مکہ عنوۃً فتح ہوا ہے۔ آپ ﷺ کا "اذهبوا فانتم الطلقاء" فرمانا اور اس غزوہ کو غزوۂ فتح کا نام دینا بھی اس کا مؤید ہے۔ لیکن چونکہ زمین مال غنیمت میں داخل نہیں ہوتی بلکہ فئی کے حکم میں ہوتی ہے نیز بعض لوگوں نے مکہ کو دار المناسک کہا ہے اس لئے مکہ کی زمین غانمین میں تقسیم نہیں کی گئی۔

باب۔ قیدیوں کے بارے میں امام کو اختیار ہے اگر چاہے تو ان کو قتل کر دے اور اگر چاہے تو ان کو غلام بنا دے یا انہیں مسلمانوں کا ذمی بنا کر آزاد چھوڑ دے

٣٨٧٣- عن الزهری عن انس بن مالك: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ، وَعَلٰی رأسه الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهٗ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِبْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ: ﴿اُقْتُلُوْهُ﴾- اخرجه البخاری و مسلم(زیلعی ٢:١٣٦)-

٣٨٧٤- عن عطیة القرظی قال: "كُنْتُ فِیْمَنْ اَخَذَ مِنْ بَنِیْ قُرَیْظَةَ، فَكَانُوْا یَقْتُلُوْنَ مَنْ اَنْبَتَ وَیَتْرُكُوْنَ مَنْ لَمْ یُنْبِتْ فَكُنْتُ فِیْمَنْ تُرِكَ"، اخرجه اصحاب السنن الاربعة(زیلعی ١٢٠)، وقال الترمذی: حسن صحیح(١:١٩٢)-

٣٨٧٥- عن ابی مجلز والشعبی والحكم و محمد بن المسیر "اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَجَّهَ عُثْمَانَ بْنَ حَنِیْفٍ عَلٰی خَرَاجِ السَّوَادِ" فذكروا الحدیث بطوله وفیه﴿وَرَفَعَ عَنْهُمُ الرِّقَ بِالْخَرَاجِ الَّذِیْ وَضَعَهٗ فِیْ رِقَابِهِمْ وَجَعَلَهُمْ اَكَرَةً فِی الْاَرْضِ فَحُمِلَ مِنْ خَرَاجِ سَوَادِ الْكُوْفَةِ اِلٰی عمر فی اَوَّلِ سَنَةٍ ثَمَانُوْنَ اَلْفَ اَلْفِ دِرْهَمٍ، ثُمَّ حُمِلَ مِنْ قَابِلٍ مِائَةٌ وَعِشْرُوْنَ اَلْفَ اَلْفِ دِرْهَمٍ- وَلَمْ یَزَلْ كَذٰلِكَ اھ﴾ اخرجه ابن سعد فی الطبقات وابن زنجویه فی "كتاب

٣٨٧٣- زہریؒ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود تھا جب آپ ﷺ نے اسے اتارا تو ایک شخص نے آپ ﷺ کے پاس آ کر کہا کہ یارسول اللہ! ابن خطل کعبہ کے پردے سے چمٹا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (پھر بھی) اسے قتل کردو۔ (بخاری ومسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیدی کو قتل کرنا جائز ہے۔

٣٨٧٤- عطیہ قرظی فرماتے ہیں کہ بنو قریظہ کے جو لوگ گرفتار کئے گئے تھے میں بھی ان میں شامل تھا۔ پس مسلمان اس شخص کو قتل کردیتے جسکے زیر ناف بال آئے ہوئے تھے اور اس کو چھوڑ دیتے جس کے زیر ناف بال آئے ہوئے نہ تھے اور میں بھی چھوڑے جانے والے لوگوں میں تھا۔ سنن اربعہ والوں نے اسے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیدی کو قتل کرنے یا غلام بنانے کا اختیار ہے۔

٣٨٧٥- ابو مجلزؒ، شعبیؒ، حکمؒ اور محمد بن المسیر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو نواحی علاقوں کے خراج کی وصولی کیلئے بھیجا۔ پھر ان تمام راویوں نے لمبی حدیث بیان کی جس میں یہ بھی ہے کہ آپؓ نے ان (کفار) سے غلامی کو ختم کردیا اس خراج کی وجہ سے جو ان پر آپؓ نے مقرر کیا تھا۔ اور ان (کفار) کو زمین میں کاشتکار مقرر کردیا۔ پہلے سال کوفہ کے نواحی علاقوں سے آٹھ کروڑ درہم

الاموال" باسانيد صحاح و حسان (زيلعی ٢: ١٢٦)۔

باب المن علی الاسير و مفاداته بالمال او بالاسير المسلم

٣٨٧٦- عن ابن عباس قوله: ﴿فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ﴾ الی آخرالآية، قال: اَلْفِدَاءُ مَنْسُوْخٌ نَسَخَتْهَا ﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ﴾ -الی- ﴿كُلَّ مَرْصَدٍ﴾ قال: فَلَمْ يَبْقَ لِاَحَدٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ، وَلَا حُرْمَةٌ بَعْدَ بَرَاءَةٍ وَانْسِلَاخِ الْاَشْهُرِ الْحَرَامِ﴾ اخرجه ابن جرير فی "تفسيره" (٦: ٢٦) بسند قد اكثر الاحتجاج به فی "تفسيره" حدثنی محمد بن سعد ثنی ابی ثنی عمی ثنی ابی عن ابيه عن ابن عباس، و محمد هذا هو ابن سعد بن الحسن بن عطية العوفی، لينه الخطيب ، وروی الحاكم عن الدارقطنی انه لا باس به (لسان الميزان ٥: ١٧٤)۔ وعطية العوفی ضعيف ليس بواه، وربما حسن له الترمذی (الاتقان ٢: ١٩٦)، وقال ابن معين: "صالح" و قال ابوزرعة: "لين" و قال ابن سعد: "كان ثقة ان شاء الله تعالیٰ وله احاديث صالحة، ومن الناس من لا يحتج به" اھ۔ (التهذيب ٧: ٢٢٦) و سعد بن محمد بن الحسن و عمه الحسين بن الحسن، وابوه الحسن بن عطية كلهم ضعفاء۔ كما يظهر ذلك من

مالیت کا خراج حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا اور اگلے سال بارہ کروڑ درہم خراج لایا گیا اور پھر یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ابن سعد نے طبقات میں اور ابن زنجویہ نے کتاب الاموال میں صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمن قیدیوں کو آزاد کر کے مسلمانوں کیلئے ذمی بنا کے رکھا جا سکتا ہے اور ان سے خراج و جزیہ وصول کیا جائیگا۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیسری صورت کا اختیار بھی امام کو حاصل ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ مکہ کے کفار کیلئے صرف اسلام یا تلوار ہے۔

باب۔ قیدی کو بلا معاوضہ یا مال کا فدیہ لے کر یا مسلمان قیدی کے بدلے میں چھوڑنے کے بیان میں

٣٨٧٦۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو۔ یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو پھر اس کے بعد یا تو (قیدیوں کو) بلا معاوضہ چھوڑ دینا یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں (یعنی مسلمان ہو جائیں یا ذمی ہو جائیں) یہ (جہاد کا حکم مذکورہ بالا بجالانا) اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا لیکن تاکہ تم میں ایک کا دوسرے کے ذریعے سے امتحان کرے (محمد-٤) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ

ــسان"(٣:١:٨١،٢:٢٧٨) و"التهذيب"(٢:٢٩٤)۔

٣٨٧٧- حدثنا: ابن عبدالاعلى ثنا ابن ثور عن معمر عن عبدالكريم الجزرى قال: ــتب الى ابى بكر رضی اللہ عنہ فى اسير اسر فذكر انهم التمسوه بفداء كذا وكذا، فقال ابوبكر: ــنوه، لقتل رجل من المشركين احب الى من كذا وكذا۔ اخرجه الطبرى(٦:٢٦)ايضا و ــنده صحيح مرسل، فابن ثور هو محمد بن ثور الصنعانى، ثقة عابد، وابن عبدالاعلى هو ــحمد بن عبدالاعلى الصنعانى من رجال مسلم وغيره، والباقون لا يسال عنهم۔

٣٨٧٨- حدثنا: محمد بن عبدالاعلى ثنا ابن ثور عن معمر عن قتادة ﴿فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ ... مـ فداء﴾ نسخها ﴿فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ﴾، اخرجه الطبرى فى

ــوضہ لینا منسوخ ہے اور اسے سورہ توبہ کی اس آیت نے منسوخ کیا ہے کہ جب اشہر حرم گذر جائیں تو (اس وقت) ان مشرکین کو جہاں پاؤ ... پکڑو، باندھو اور داؤ گھات کے موقعوں پر ان کی تاک میں بیٹھو۔ (توبہ۔۵)۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سورۂ برات کے نازل ہونے ... شہر حرم کے گذر جانے کے بعد اب کسی مشرک کیلئے نہ کوئی معاہدہ ہے اور نہ ہی کوئی حرمت ہے۔ (ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر میں ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جس کے ذریعے حجت پکڑنا عام ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے (جو کہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن دوسرے شواہد یعنی اجلہ تابعین کے اقوال کی تائید سے قابل احتجاج ہے) معلوم ہوا کہ سورۂ محمد میں مذکور قیدی کو بلا معاوضہ یا معاوضہ لیکر چھوڑنے کا حکم منسوخ ہے جسے سورۂ برات کی آیت مذکورہ بالا نے منسوخ کر دیا ہے۔ اور اس بات پر اتفاق ہے کہ سورۂ برات سورۂ محمد کے بعد نازل ہوئی ہے۔

٣٨٧٧۔ عبدالکریم جزری فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ کو ایک قید کیے ہوئے قیدی کے بارے میں لکھا گیا۔ اور یہ بیان کیا گیا کہ ... انہوں نے اس قیدی کو اتنے اتنے مال کے عوض مانگا ہے تو ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو۔ ایک مشرک کو قتل کرنا مجھے اتنے اتنے مال سے زیادہ پسند ہے۔ اسے طبری نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح مرسل ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ بھی قیدی کو بلا معاوضہ یا معاوضہ کے ساتھ چھوڑنے کو ناپسند کرتے تھے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورۂ محمد میں مذکور بلا عوض یا معاوضے کے ساتھ چھوڑنے کا حکم منسوخ ہے۔

٣٨٧٨۔ قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ﴿فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً﴾ یعنی بلا معاوضہ یا معاوضہ کیساتھ چھوڑنا) کو ﴿فاما تثقفنهم فى الحرب فشرد بهم من خلفهم﴾ (یعنی اگر آپ لڑائی میں ان پر قابو پائیں تو ان پر حملہ کر کے اس کے ذریعے سے اور لوگوں کو جو کہ ان کے ... ہیں منتشر کر دیجئے تا کہ وہ سمجھ جائیں) نے منسوخ کر دیا ہے۔ اسے طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

التفسیر، وھو سند صحیح(٦:٢٦)۔

٣٨٧٩- حدثنا: ابن حمید وابن عیسی الدامغانی قالا ثنا ابن المبارک عن جریج انه کان یقول فی قوله: ﴿فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً﴾ نَسَخَهَا قَوْلُه ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾، اخرجه الطبری(٦:٢٦) ایضا، و سنده صحیح۔

٣٨٨٠- حدثنا: ابن بشار ثنا عبدالرحمن ثنا سفیان عن السدی ﴿فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً﴾ قَالَ: نَسَخَهَا ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾، اخرجه الطبری ایضاً، وسنده صحیح(٢:١٢٨)۔

٣٨٨١- عن سلمة بن الاکوع قال: "خَرَجْنَا مَعَ اَبِیْ بَكْرٍ اَمَّرَهُ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَغَزَوْنَا فَزَارَةَ" وذکر الحدیث و فیه- فَجِئْتُ بِهِمْ اَسُوْقُهُمْ وَفِيْهِمْ اِمْرَاَةٌ مِنْ بَنِیْ فَزَارَةَ عَلَيْهَا قَشْعٌ مِنْ اَدَمٍ مَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَسُقْتُهُمْ حَتّٰى اَتَيْتُ بِهِمْ اَبَا بَكْرٍ، فَنَفَّلَنِیْ ابْنَتَهَا فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَلَقِيَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی السُّوْقِ فَقَالَ لِیْ: يَا سَلَمَةُ! هَبْ لِیَ الْمَرْاَةَ، لِلّٰهِ اَبُوْكَ

٣٨٧٩۔ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ جریج فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فاما منا بعد و اما فداء﴾ کو اللہ تعالیٰ کے ہی ارشاد ﴿فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم﴾ نے منسوخ کر دیا ہے۔ اسے طبری نے روایت کیا ہے اسکی سند صحیح ہے۔

٣٨٨٠۔ سدی فرماتے ہیں کہ ﴿فاما منا بعد و امّا فداء﴾ کو ﴿فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم﴾ نے منسوخ کر دیا ہے اسے طبری نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یہ قدیم تابعین اور تبع تابعین مفسرین کے اقوال ہیں جو انہوں نے یقیناً صحابہ سے ہی لیے ہونگے۔ اور عطیہ عوضی نے تو نسخ کے قول کی ابن عباسؓ کی طرف نسبت کی ہے۔ لہٰذا یہ بات یقینی ہوگئی کہ بلا معاوضہ یا معاوضہ لے کر قیدی کو چھوڑنا منسوخ ہے۔

٣٨٨١۔ سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں ہم (جہاد کیلئے) حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ نکلے۔ حضور ﷺ نے آپؓ کو ہمارا امیر مقرر فرمایا تھا۔ پس ہم نے فزارۃ قوم کے خلاف جہاد کیا۔ پھر سلمہ نے مکمل حدیث بیان کی جس میں ہے کہ میں ان (بنو فزارہ) کو ہانکتا ہوا لایا جن میں ایک بنو فزارہ کی عورت تھی جس پر چمڑے کی پوستین تھی اور اس عورت کے ساتھ اس کی نہایت خوبصورت بیٹی تھی۔ میں ان سب کو ہانک کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس لایا۔ آپ نے وہ لڑکی انعام میں مجھے دیدی۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو حضور ﷺ بازار میں مجھے ملے اور مجھ سے فرمایا اے سلمہ! (یہ) عورت مجھے ہبہ کر دے۔ تیرا باپ بہت اچھا ہے۔ پس میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ آپ کی ہے۔ قسم بخدا میں

ـت: هِيَ لَكَ يَارَسُوْلَ اللهِ! فَوَاللهِ مَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا، فَبَعَثَ بِهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِلٰى مَكَّةَ ـدى بِهَا نَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوْا اُسِرُوْا بِمَكَّةَ" اخرجه مسلم (زيلعى ٢: ٢٢٨)۔

٣٨٨٢- عن: عمران بن الحصين رضي الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَدٰى رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ـرجب مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾انتهى بلفظ الترمذى، وقال: حديث حسن صحيح وطوله مسلم، ـوداود أخرجاه فى كتاب النذر والايمان(زيلعى ٢: ١٢٨،ونيل الاوطار ٧: ٢٠٤)۔

٣٨٨٣- قال الاوزاعى: بَلَغَنِيْ اَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ مَنْسُوْخَةٌ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا ـاءً﴾ نَسَخَتْهَا﴿فَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ﴾ حدثنا بذلك هناد ثنا ابن المبارك عن

ـس کا کپڑا نہیں کھولا۔ پھر حضورﷺ نے وہ لڑکی مکہ والوں کو بھیجدی اور اس کے بدلے کئی مسلمانوں کو چھڑایا جو مکہ میں قید ہوگئے تھے۔(مسلم)

٣٨٨٢۔ عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے ایک مشرک قیدی کے عوض دو مسلمان قیدیوں کو چھڑایا۔(ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور عمران بن حصین کی طویل حدیث مسلم،ابوداؤد میں مروی ہے۔

فائدہ: بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان قیدی کو کافر قیدی کے عوض چھڑانا جائز ہے جیسا کہ جمہور اور صاحبین کا ـیہ مسلک ہے اور امام ابوحنیفہؒ کی ظاہر الروایت بھی یہی ہے۔ نیز اس کی دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ مسلمان قیدی کو کافروں کے چنگل سے چھڑانا واجب ہے اور یہ عوض دینے کے بغیر ممکن نہیں۔لیکن ابوحنیفہؒ کی ایک اور روایت میں ہے کہ مسلمان قیدی کو کسی قیدی کے بدلے میں چھڑانا جائز نہیں اور اس کی دلیل مذکورہ بالا نسخ کے دلائل ہیں جن میں مطلقاً فدیہ لیکر (خواہ فدیہ مالی ہو یا جانی) قیدی کو چھوڑنا منسوخ کہا گیا ہے۔ نیز مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں جمہور کیلئے کوئی دلیل نہیں کیونکہ سلمہ بن اکوعؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکی مسلمان ہو چکی تھی۔ اور کسی مسلمان عورت کو فدیہ میں دے کر کسی مسلمان قیدی کو چھڑانا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فلا ترجعوهن الى الكفار﴾ (کہ ان مسلمان باندیوں کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ)۔اور عمران بن حصین کی مفصل حدیث جو صحیح مسلم اور مسند احمد میں ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کفار کا قیدی مسلمان ہو چکا تھا اور مسلمان قیدی کے عوض مسلمان قیدی کو چھڑانا تو جمہور کے نزدیک بھی جائز نہیں پس ان دونوں احادیث میں جمہور کیلئے کوئی دلیل نہیں ہے۔

بہر حال امام اعظم ابوحنیفہؒ کے دونوں قول احادیث سے مؤید و مدلل ہیں۔ فلله الحمد۔

٣٨٨٣۔ اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کا ارشاد ﴿فاما منا بعد واما فداءً﴾ منسوخ ہے اور اسے آیت ﴿فاقتلوهم حيث ثقفتموهم﴾ نے منسوخ کیا ہے(ترمذی) اس کی سند صحیح ہے۔

الاوزاعی رواہ الترمذی، و سندہ صحیح(١٩٠:١)۔

٣٨٨٤- عن:ابن مسعود قال: "لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ وَجِيْءَ بِالْأَسَارٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿لَا يَنْفَلِتَنَّ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا بِفِدَاءٍ اَوْ ضَرْبِ عُنُقٍ﴾ الحدیث-رواہ احمد والترمذی، و قال: حدیث حسن(نیل الاوطار٧:٢٠٥)۔

باب لایقسم الغنیمة فی دار الحرب

٣٨٨٥- ابوحنیفة: عن مقسم مولی بن عباس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ ﴿اَنَّهُ لَمْ يَقْسِمْ شَيْئًا مِنْ غَنَائِمِ بَدْرٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَقْدَمِهِ الْمَدِيْنَةَ﴾۔ رواہ ابوحنیفة رحمہ اللہ فی "مسندہ"(جامع المسانید٢:٢٨٢)۔ وسند الامام صحیح-و فی الصحیحین ما یشیر الیہ، وقد صرح بہ ارباب السیر(عقود الجواهر ١:٢١٨)۔

٣٨٨٦- عن: رافع بن خدیج: ﴿اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَسَمَ غَنَائِمَ بَدْرٍ بِالْمَدِيْنَةِ مَعْ غَنَائِمِ اَهْلِ

٣٨٨٤۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب جنگ بدر کے موقعہ پر قیدیوں کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی بھی فدیہ دیے بغیر یا گردن دیے بغیر نہیں چھوٹ سکے گا۔(مسند احمد و ترمذی)۔امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر فدیہ لئے قیدی چھوڑنا جائز نہیں ہے۔اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیدی کو قتل کرنا جائز ہے۔یہی احناف و جمہور کا مسلک ہے۔البتہ فدیہ لے کر چھوڑنے میں اختلاف ہے۔احناف کے نزدیک مالی فدیہ لے کر چھوڑنا بالاتفاق جائز نہیں اور ﴿فاما منا بعد﴾ الآیہ اور قصہ بدر منسوخ ہے۔البتہ مسلمان قیدی کے عوض کافر قیدی کو چھوڑنے میں امام ابو حنیفہؒ کے دو قول ہیں اور دونوں قول مدلل ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

باب۔دارالحرب میں مالِ غنیمت تقسیم نہ کیا جائے

٣٨٨٥۔ ابن عباسؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے غزوۂ بدر کی غنیمتوں کو مدینہ آنے کے بعد ہی تقسیم فرمایا۔ابوحنیفہؒ نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور امام کی سند صحیح ہے۔

٣٨٨٦۔ رافع بن خدیجؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے غزوۂ بدر کی غنیمتوں کو نخلہ والوں کی غنیمتوں کے ساتھ مدینہ میں تقسیم فرمایا۔اسے امام محمدؒ سیر کبیر میں روایت کیا ہے اور اس سے حجت پکڑی ہے(اور کسی مجتہد کا کسی حدیث سے حجت پکڑنا اسکے صحیح ہونے کی دلیل ہے)۔

...حنيفة اخرجه محمد فی "السير الكبير" له، واحتج به (شرح السير٢:٥٤)۔

۳۸۸۷- عن جبير بن مطعم "اَنَّهُ بَيْنَا هُوَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَهُ النَّاسُ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ عَلِقَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْاَعْرَابُ يَسْاَلُوْنَهُ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ اِلٰى سَمُرَةٍ، فَخَطِفَتْ رِدَائَهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: اَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ فَلَوْكَانَ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاةِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَلَا كَذُوْبًا وَلَا جَبَانًا" اخرجه البخاری (٤٤٦:١-٤٣١)، وَاَخْرَجَ اَيْضًا عن انس اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ اھ۔

باب اذا لحق عسكر الاسلام مدد فی دار الحرب قبل ان يقسموا الغنيمة او يحرزوها بدار الاسلام شاركوهم فيها

فائدہ: بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت کو صفراء وادی میں (جو کہ بدر کے قریب ہے) تقسیم کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وادیٔ صفراء بھی دارالاسلام میں داخل تھی۔ پس دارالحرب میں تقسیم کرنے کی دلیل پھر بھی اس میں نہیں ہے۔

۳۸۸۷۔ جبیر بن مطعمؓ روایت کرتے ہیں کہ وہ (یعنی خود جبیرؓ) حضور ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ تھے وادیٔ حنین سے آپ ﷺ واپس تشریف لا رہے تھے تو کچھ بدوی لوگ آپ ﷺ سے لپٹ کر آپ ﷺ سے کچھ مانگنے لگے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کو ایک ببول کے درخت کے پاس جانے پر مجبور کر دیا۔ (وہاں آپ ﷺ کی چادر ببول کے کانٹے میں الجھ گئی) تو انہوں نے آپ ﷺ کی چادر کو لے لیا (تاکہ آپ ﷺ انہیں کچھ عنایت فرمائیں گے تو وہ چادر واپس کرینگے) حضور ﷺ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا مجھے میری چادر دے دو۔ اگر میرے پاس اس درخت کے کانٹوں کے برابر بھی جانور ہوتے تو میں تم میں تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھے بخیل، جھوٹا اور بزدل نہ پاؤ گے۔ (بخاری)۔

اور بخاری نے حضرت انسؓ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا جہاں آپ ﷺ نے غزوہ حنین کے مالِ غنیمت کو تقسیم کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باوجود بعض مجاہدین کے مطالبے کے آپ ﷺ نے مالِ غنیمت حنین میں تقسیم نہیں کیا بلکہ جعرانہ میں (جو کہ دارالاسلام تھا) تقسیم فرمایا بہرحال ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت دارالحرب میں تقسیم نہیں کرنی چاہیئے بلکہ دارالاسلام میں تقسیم کیا جائے۔

باب۔ جب دارالحرب میں اسلامی لشکر کو مدد پہنچ جائے مالِ غنیمت تقسیم کرنے یا اسے دارالاسلام میں محفوظ کرنے سے قبل تو وہ مدد (یعنی بعد میں آنے والے) مالِ غنیمت میں اصل لشکر کے ساتھ شریک ہونگے

٣٨٨٨- ابویوسف عن مجالد عن الشعبی و زیاد بن علاقة: اَنَّ عُمَرَ كَتَبَ اِلٰى سَعْدٍ قَدْ اَمْدَدْتُكَ بِقَوْمٍ فَمَنْ اَتَاكَ مِنْهُمْ قَبْلَ اَنْ تَفْنَى الْقَتْلٰى، فَاَشْرِكْهُ فِى الْغَنِيْمَةِ" ذكره الحافظ فی "التلخیص" (٢:٢٧٥)- قال: و قال الشافعی: هذا غیر ثابت اھ- قلت: ولعله لما فی مجالد من المقال، ولکنه قد وثق کما سنذکره-واحتج ابویوسف بحدیثه، فهو حسن الحدیث، واما الارسال فلا یضرنا-

٣٨٨٩- عن العباس قال: "شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ، فَلَمَّا الْتَقَى الْمُسْلِمُوْنَ وَالْكُفَّارُ وَلَّى الْمُسْلِمُوْنَ،فَطَفِقَ ﷺ يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ قِبَلَ الْكُفَّارِ، وَاَنَا آخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَتِهِ اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَنْ لَّا يُسْرِعَ، وَاَبُوْسُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اَخَذَ بِرِكَابِهِ ﷺ، فَقَالَ ﷺ: اَىْ عَبَّاسُ نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَةِ، وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا- قَالَ عَبَّاسٌ: فَقُلْتُ بِاَعْلٰى صَوْتِىْ: اَيْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَةِ؟ فَوَاللّٰهِ لَكَاَنَّ عَطْفَتَهُمْ حِيْنَ سَمِعُوْا صَوْتِىْ عَطْفَةُ الْبَقَرِ عَلٰى اَوْلَادِهَا- فَقَالُوْا: يَا لَبَّيْكَ! يَا لَبَّيْكَ!فَاقْتَتَلُوْا وَالْكُفَّارُ" الحدیث رواه مسلم(جمع الفوائد٢:٦٥)- زاد ابن اسحاق قال: و رسولُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ، حِيْنَ رَاٰى مَا رَاٰى مِنَ النَّاسِ: اَيْنَ اَيُّهَا النَّاسُ؟ فَلَمْ اَرَالنَّاسَ يَلْوُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ- فَقَالَ: يَا عَبَّاسُ! اَصْرِخْ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ يَا مَعْشَرَ اَصْحَابِ السَّمُرَةِ! قَالَ: فَاَجَابُوْا

٣٨٨٨- شعبی اور زیادہ بن علاقہ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے سعدؓ کو لکھا کہ میں نے تیری ایک دوسرے کے ذریعے مدد کی ہے (یعنی ان کو بعد میں تمہاری مدد کیلئے بھیجا ہے) پس ان میں سے جو تیرے پاس مقتولوں کے ختم ہونے سے قبل پہنچ جائے تو اسے مالِ غنیمت میں شریک کرنا۔ (تلخیص الحبیر)۔ یہ حدیث حسن کے درجے میں ہے۔

فائدہ: یعنی مسلمانوں اور کفار کے مقتول الگ الگ کر لئے جانے سے قبل کوئی شخص مدد کیلئے پہنچ جائے تو اسے مالِ غنیمت میں شریک کرو۔

٣٨٨٩۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن میں حضور ﷺ کے ساتھ حاضر تھا۔ جب مسلمان اور کفار آپس میں مڈبھیڑ ہوئے تو مسلمانوں نے پیٹھ پھیری (یہ بھاگنے والے بعض نو مسلم تھے) اور حضور ﷺ اپنے خچر کو کفار کی جانب دوڑانے کیلئے ایڑ لگاتے تھے اور (حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ) میں آپ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھا اس ارادے سے کہ اسے تیز دوڑنے سے روکوں۔ اور سفیان بن حارث آپ ﷺ کی رکاب کو پکڑے ہوئے تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عباسؓ! سمرۃ (کیکر کے درخت) والوں کو پکار،

يْكَ لَبَّيْكَ! قَالَ: فَيَذْهَبُ الرَّجُلُ يُثْنِيْ بَعِيْرَهُ، فَلَا يَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ فَيَاْخُذُ دِرْعَهُ، فَيَقْذِفُهُمَا فِيْ عُنُقِهٖ وَيَاْخُذُ سَيْفَهُ وَتُرْسَهُ، وَيَقْتَحِمُ عَنْ بَعِيْرِهٖ وَيُخَلِّيْ سَبِيْلَهُ. فَيَؤُمُّ الصَّوْتَ، حَتّٰى يَنْتَهِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اِذَا اجْتَمَعَ اِلَيْهِ مِنْهُمْ مِائَةٌ اسْتَقْبَلُوا النَّاسَ فَقَتَلُوْا. فَاَشْرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ رَكَائِبِهٖ، فَنَظَرَ اِلٰى مُجْتَلَدِ الْقَوْمِ وَهُمْ يَجْتَلِدُوْنَ، فَقَالَ: الآن حَمِيَ الْوَطِيْسُ اه۔(سيرة ابن هشام ٣:٢٦٧) بسند صحيح۔

٣٨٩٠- وزاد احمد والموصلی عن جابر"وَاجْتَلَدَ النَّاسُ فَوَاللّٰهِ مَا رَجَعَتْ رَاجِعَةُ النَّاسِ مِنْ هَزِيْمَتِهِمْ حَتّٰى وَجَدُوْا الْاَسَارٰى مُكَتَّفِيْنَ، عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ "(جمع الفوائد٢:٦٦)۔ هو حسن او صحيح علی اصله و زاد محمد فی "السير الكبير"(٢:٢٥٢):اِنَّ الْمُنْهَزِمِيْنَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَدْ كَانُوْا بَلَغُوْا اِلٰى مَكَّةَ اه۔ وقال القطب الحلبی فی "السيرة"(٣:١٢٧): وَقَدْ

حضرت عباسؓ اونچی آواز والے تھے(ان کی آواز آٹھ میل تک سنائی دیتی تھی)۔حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اونچی آواز میں پکارا کہ کہاں ہیں سمرة والے(حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ)قسم بخدا کہ جب انہوں نے میری آواز سنی تو انکا مڑنا ایسے تھا جیسے گائے اپنی اولاد پر پلٹتی ہے۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم حاضر ہیں۔ہم حاضر ہیں۔تب وہ(مسلمان)اور کفار نے آپس میں جنگ کی۔(مسلم)۔ابن اسحاق نے صحیح سند کے ساتھ ان الفاظ کا اضافہ نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے جب وہ حالت دیکھی جو دیکھی تو فرمایا کہ اے لوگو! کہاں ہو؟(حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ)میں نے ان کو کسی چیز پر پلٹتے ہوئے نہ دیکھا۔تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عباسؓ یہ آواز لگاؤ کہ اے انصار کی قوم!اے انصار کی قوم!۔اے سمرة والے!حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ تب انہوں نے جواب دیا کہ ہم حاضر ہیں،ہم حاضر ہیں۔حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر آدمی اپنے اونٹ کو موڑتا تھا۔پھر اگر وہ اس پر قادر نہ ہوتا تو اپنی زرہ لے لیتا۔پھر اگر وہ اس پر بھی قادر نہ ہوتا تو ان دونوں کو اس کی گردن میں پھینک کر اپنی تلوار اور اپنی ڈھال لے لیتا اور اپنے اونٹ سے کود جاتا اور اسے چھوڑ دیتا۔اور آواز کی طرف رخ کرتا یہاں تک کہ حضور ﷺ تک پہنچ جاتا۔پھر جب آپ ﷺ کے پاس ان صحابہؓ میں سے سو جمع ہو گئے تو صحابہؓ نے کفار کی طرف رخ کیا اور(ان سے)جنگ کی۔حضور ﷺ نے اپنے رکاب پر کھڑے ہو کر جھانکا اور قوم کے بہادروں کی طرف دیکھا جبکہ وہ(صحابہ)بہادری سے لڑ رہے تھے۔تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب جنگ گرم ہوئی ہے۔(سیرت ابن ہشام)۔

٣٨٩٠۔ احمد اور موصلی نے جابرؓ سے ان الفاظ کا اضافہ نقل کیا ہے کہ لوگ بہادری سے لڑے اور قسم بخدا یہ لوگ اپنی شکست سے نہیں پلٹے تھے۔یہاں تک کہ انہوں نے قیدیوں کو حضور ﷺ کے پاس ہاتھ جوڑے ہوئے پایا۔(جمع الفوائد)۔یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔اور امام محمدؒ نے سیر کبیر میں ان الفاظ کا اضافہ نقل کیا ہے کہ حنین کے دن شکست کھا جانے والے مکہ تک پہنچ گئے(جو کہ دار الاسلام بن چکا

وَصَلَتِ الْهَزِيمَةُ اِلٰى مَكَّةَ فَسُرَّ بِذٰلِكَ قَوْمٌ مِنْهَا، وَاَظْهَرُوا الشَّمَاتَةَ اھ۔

۳۸۹۱- والاحمد ومسلم عن سلمة بن الاكوع : فَلَمَّا غَشَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ، ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهٖ وُجُوْهَ الْقَوْمِ فَقَالَ: شَاهَتِ الْوُجُوْهُ۔ فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اِنْسَانًا اِلَّا مَلَاَ اللّٰهُ عَيْنَيْهِ تُرَابًا مِنْ تِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ فَهَزَمُوْهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَنَائِمَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ (الدر المنثور ۳:۲۲۶)۔

۳۸۹۲- عن : ابی بکر رضی اللہ عنہ بَعَثَ عِكْرِمَةَ بْنَ اَبِيْ جَهْلٍ فِيْ خَمْسِ مِائَةِ نَفَرٍ مَدَدًا لِاَبِيْ اُمَيَّةَ وَزِيَادِ بْنِ لَبِيْدِ الْبَيَاضِيِّ، فَاَدْرَكُوْهُمْ حِيْنَ افْتَتَحُوا الْبَحِيْرَ فَاَشْرَكَهُمْ مَعَهُمْ فِي الْغَنِيْمَةِ۔ اخرجه محمد بن الحسن الامام فی "السیر الکبیر" (۲:۲۵۱)، واحتج به۔

۳۸۹۳- عن: ابن عمر رضی الله عنهما قال: "اِنَّمَا تَغَيَّبَ عُثْمَانُ عَنْ بَدْرٍ، فَاِنَّهٗ كَانَ تَحْتَهٗ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا

تھا) اور قطب حلبی سیرت میں فرماتے ہیں کہ شکست مکہ تک پہنچ گئی تھی اس پر مکہ کی ایک قوم خوش ہوئی اور شماتت کا اظہار کیا۔

۳۸۹۱۔ سلمہ بن اکوعؓ سے مروی ہے کہ جب دشمنوں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا تو آپ ﷺ (بہادری سے) اپنے خچر سے اترے اور مٹھی بھر خاک زمین سے اٹھائی اور کفار قوم کے منہ پر ماری اور فرمایا کہ (انکے) منہ بگڑ گئے۔ پھر ان میں سے کوئی آدمی ایسا نہ رہا جس کی آنکھ اسی مٹھی بھر مٹی کی وجہ سے مٹی سے بھر نہ گئی ہو۔ آخر وہ بھاگے اور اللہ نے انہیں شکست سے دوچار کیا۔ اور حضور ﷺ نے ان کے مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیے۔ (مسلم، احمد)۔

فائدہ: یعنی جب پیٹھ پھیرنے والے دور دارالاسلام میں چلے گئے۔ تو وہ مال غنیمت سے محروم ہو گئے تھے۔ لیکن جب وہ واپس پلٹے اور مال غنیمت تقسیم کرنے سے قبل حضور ﷺ کے ساتھ مل گئے تو مال غنیمت کے مستحق ٹھہرے۔ پس معلوم ہوا کہ بعد میں آنے والی کمک غنیمت کی تقسیم سے قبل یا اسے دارالاسلام میں محفوظ کر لینے سے قبل پہنچ جائے تو وہ بھی غنیمت کی مستحق ہوتی ہے۔

۳۸۹۲۔ ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عکرمہ بن ابوجہل کو پانچ سو آدمیوں کے ساتھ ابوامیہ اور زیاد بن لبید کی مدد کیلئے بھیجا اور جب انہوں نے بجیر (شہر) کو فتح کیا تو مدد نے ان کو پالیا تو اصل لشکر نے ان کو (بعد میں آنے والوں کو) مال غنیمت میں شریک کیا۔ (سیر کبیر)۔

۳۸۹۳۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ بدر کی لڑائی میں اس لئے شریک نہ تھے کہ ان کے نکاح میں حضور ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور وہ (اس وقت) بیمار تھیں۔ ان سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ بدر میں شریک ہونے

وَسَهْمَهُ"۔ رواہ الامام البخاری (فتح الباری ٦:١٦٧)۔

٣٨٩٤- عن: سعد بن مالك قال: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! الرَّجُلُ يَكُوْنُ حَامِيَةَ الْقَوْمِ اَيَكُوْنُ سَهْمُهُ وَسَهْمُ غَيْرِهِ سَوَاءٌ؟قَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ ابْنَ اُمِّ سَعْدٍ وَهَلْ تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ"۔ رواه احمد و فی اسناده محمد بن راشد المكحولی قال فی "التقريب" صدوق يهم" (نيل الاوطار ٧:١٧٠)۔ قلت: فالاسناد حسن۔

باب اذا لحق المدد فی دار الاسلام او فی بلدة من بلاد الحرب بعد ما صيرت دار الاسلام لم يستحقوا الغنيمة الا اذا شهدوا الوقعة

٣٨٩٥- نا وكيع ناشعبة عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب الاحمسی ان

والے کسی دوسرے شخص کو ملے گا اورا تنا حصہ (مال غنیمت سے) بھی۔ (بخاری)۔

فائدہ: یعنی حضرت عثمانؓ واقعہء جنگ میں شریک نہیں ہوئے البتہ بطور مدد کے شریک تھے کیونکہ ان کا مدینہ منورہ میں رہنا حضورﷺ کے لئے اطمینان قلب کا باعث تھا جس سے حضورﷺ مکمل طور پر جنگی حکمت عملی پر توجہ دے سکتے تھے۔ پس حضورﷺ نے ان کو مال غنیمت سے حصہ دیا۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

۳۸۹۴۔ سعد بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ! ایک آدمی قوم کا حامی ہوتا ہے تو کیا اس کا اور کسی اور کا حصہ برابر ہوگا؟ آپﷺ نے فرمایا کہ اے ام سعد کے بیٹے! (یعنی اے سعد) تجھے تیری ماں گم پائے تمہارے کمزوروں کی وجہ سے ہی تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (مسند احمد)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: بہرحال ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مدد دارالحرب میں مسلمانوں کے لشکر کو پہنچے اور لشکر نے ابھی تک مال غنیمت تقسیم نہ کیا ہو اور نہ ہی دارالاسلام میں محفوظ کیا ہو تو وہ مدد کرنے والے بھی مال غنیمت میں حصہ دار ہونگے۔

باقی حضرت عمرؓ کی وہ حدیث جس میں ہے کہ غنیمت اس شخص کیلئے ہے جو واقعہء جنگ مین شریک ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے مروی اقوال میں تعارض ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ غنیمت صرف اس شخص کیلئے ہے جو حقیقۃً جنگ میں جنگ میں شریک ہو کیونکہ جو بالفعل جنگ کی مباشرت نہیں کرتا بلکہ صرف مدد کرتا ہے بالاجماع اس کو بھی مال غنیمت میں حصہ ملتا ہے۔

باب۔ اگر مدد کرنے والے دارالاسلام میں یا دارالحرب کے کسی شہر میں اس کے دارالاسلام بن جانے کے بعد پہنچے تو وہ غنیمت کے مستحق نہ ہونگے مگر یہ کہ وہ واقعہء جنگ مین شریک ہوئے ہوں

۳۸۹۵۔ طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ اہل بصرہ نے نہاوند (شہر) پر چڑھائی کی اور (طارق طویل قصہ ذکر کرتے

اهلَ الْبَصْرَةِ غَزَوْا "نِہاوَنْد" فذكر القصة فكتب عمر اَنَّ الْغَنِيْمَةَ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ- رواه ابن ابی شیبة واخرجه الطبرانی والبیهقی مرفوعا و موقوفا و قال: الصحيح موقوف، (التلخيص الحبير ٢: ٢٧٢)-

باب لا باس بان يعلف العسكر وياكلوا ما وجدوه من الطعام و يستعملوا الحطب ويدهنوا بالدهن، ويقاتلوا بما يجدونه من سلاح اهل الحرب قبل القسمة ولا يجوز بيع شيء من المغانم قبل القسمة

٣٨٩٦- عن: ابن عمر رضی الله عنهما قال: "كُنَّا نُصِيْبُ فِيْ مَغَازِيْنَ الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَاْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ"- رواه البخاری وزاد فيه ابوداود: فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمُ الْخُمُسُ- وصحح هذه الزيادة ابن حبان (نيل الاوطار ٧: ١٩١ و ١٩٢)-

ہوئے فرماتے ہیں کہ) پھر حضرت عمرؓ نے (امیر کو) یہ لکھا کہ غنیمت اس شخص کیلئے ہے جو واقعہء جنگ میں شریک ہوا ہو۔ (مصنف ابن شیبہ)۔اور طبرانی وبیہقی نے اسے مرفوعاً وموقوفاً روایت کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

فائدہ: کیونکہ نہاوند دارالاسلام بن چکا تھا لیکن اسکے باوجود عمار بن یاسرؓ وغیرہ کی یہ رائے تھی کہ غانمین کو (جو واقعہء جنگ کے بعد پہنچے تھے) مالِ غنیمت میں شریک کیا جائے تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے اس بارے میں فتویٰ لیا تو انہوں نے مذکورہ بالا جواب دیا۔ بحمداللہ احناف دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرتے ہیں کہ اگر دارالاسلام میں مدد پہنچے تو بعد میں پہنچنے والوں کو صرف اسی صورت میں حصہ ملے گا جبکہ وہ واقعہء جنگ میں شریک ہوں اور اگر دارالحرب میں مدد پہنچے تو مال غنیمت کی تقسیم سے قبل پہنچ جانے کی صورت میں بھی وہ مستحق غنیمت ہونگے۔

باب۔ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ لشکر (مال غنیمت ملنے والے) گھاس بھوس اپنے جانوروں کو کھلائے اور کھانے پینے کی چیز خود کھائے اور لکڑیاں استعمال کرے اور تیل لگائے، اور حربیوں کے اسلحہ سے تقسیم سے قبل قتال کرے، لیکن تقسیم سے قبل مالِ غنیمت میں سے کسی چیز کو بیچنا جائز نہیں

٣٨٩٦۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ (حضور ﷺ کے زمانے میں) غزوات میں ہمیں شہد اور انگور ملتا تھا ہم اسے کھاتے تھے (جتنا کھا سکتے تھے) لیکن ہم اسے لاد کے نہیں لے جاتے تھے (یعنی اسے جمع نہیں کرتے تھے)۔ (بخاری)۔ اور ابوداؤد نے ان الفاظ کا بھی

٣٨٩٧- عن ابن عمر اَنَّ جَيْشًا غَنِمُوْا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا وَ عَسَلًا فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمُ الْخُمُسُ- رواه ابوداود وابن حبان و صححه البيهقي (نيل ٧:١٩١-١٩٢)-

٣٨٩٨- عن عبدالله بن المغفل قال: "اَصَبْتُ جِرَابًا مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ فَالْتَزَمْتُهُ فَقُلْتُ: لَا اُعْطِيْ الْيَوْمَ اَحَدًا مِنْ هٰذَا شَيْئًا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَبَسِّمًا"- رواه احمد والشيخان و ابوداود والنسائي وزاد فيه الطيالسي بسند صحيح فقال: "هُوَ لَكَ" (نيل ٧:١٩١-١٩٢)، واخرجه سحنون في "المدونة" (١:٣٩٧) عن ابن وهب عن مسلمة عن سعيد بن عبدالعزيز التنوخي عن رجل من قريش قال: "لَمَّا حَاصَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ، جَاعَ بَعْضُ النَّاسِ فَسَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُعْطِيَهُمْ، فَلَمْ يَجِدُوْا عِنْدَهُ شَيْئًا فَافْتَتَحُوْا بَعْضَ حُصُوْنِهَا فَاَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ جِرَابًا مَمْلُوْءًا شَحْمًا فَبَصَرَ بِهِ صَاحِبُ الْمَغَانِمِ، وَهُوَ كَعْبُ بْنُ زَيْدٍ الْاَنْصَارِي فَاَخَذَهُ فَقَالَ الرَّجُلُ: لَا وَاللّٰهِ! لَا اُعْطِيْكَهُ حَتّٰى اَذْهَبَ بِهِ اِلٰى اَصْحَابِي- فَقَالَ: اَعْطِنِيْهِ اَقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ فَاَبٰى وَتَنَازَعَاهُ- فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: خَلِّ بَيْنَ

اضافہ کیا ہے کہ "اور ان سے خمس نہیں لیا گیا" اس زیادتی کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

٣٨٩٧- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک لشکر کھانے پینے کی چیزیں اور شہد لوٹ لایا تو ان سے خمس نہیں لیا گیا۔ (ابوداؤد وابن حبان)۔ اور بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

٣٨٩٨- عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خیبر کے دن چربی کی تھیلی ملی تو میں نے اسے اپنے سے چمٹا لیا اور کہا کہ آج میں اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دونگا۔ پھر جب میں نے مڑ کر دیکھا تو حضور ﷺ (میری اس کیفیت پر) مسکرا رہے تھے۔ (بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی)۔ طیالسیؒ نے صحیح سند کے ساتھ ان الفاظ کا بھی اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تیرا ہے۔ سحنون نے مدونہ میں سعید بن عبدالعزیز تنوخی کے واسطے سے ایک قریشی آدمی سے نقل کیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے خیبر کا محاصرہ کیا تو بعض لوگوں کو بھوک لگی اور انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ وہ انہیں (کھانے کو) کچھ عطا فرمائیں۔ لیکن انہوں نے آپ ﷺ کے پاس کوئی چیز نہ پائی پھر جب انہوں نے بعض قلعوں کو فتح کیا تو ایک مسلمان نے چربی سے بھری ہوئی تھیلی لے لی۔ لیکن جب غنیمت کے انچارج کعب بن زید انصاریؓ نے اسے دیکھا تو اسے لے لیا۔ لیکن اس آدمی نے کہا کہ بخدا میں یہ تجھے نہیں دونگا یہاں تک کہ میں اپنے ساتھیوں کے پاس نہ چلا جاؤں۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ یہ مجھے دے تاکہ میں اسے لوگوں میں تقسیم کروں پھر وہ دونوں یہ جھگڑا حضور ﷺ کے پاس لائے تو

الرَّجُلِ وَبَيْنَ جِرَابِهِ فَذَهَبَ بِهِ اِلٰى اَصْحَابِهِ اھ" وهذا مؤيد للزيادة التی زادها الطيالسی ولا باس به فی المتابعات۔

٣٨٩٩- عن ابن ابی اوفی قال: "اَصَبْنَا طَعَامًا يَوْمَ خَيْبَرَ وَكَانَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ فَيَاْخُذُ مِنْهُ بِمِقْدَارِ مَا يَكْفِيْهِ وَيَنْطَلِقُ" رواه ابوداود وصححه الحاكم و ابن الجارود ورواه الطبرانی بلفظ "لَمْ يُخَمَّسِ الطَّعَامُ يَوْمَ خَيْبَرَ" اھ(نیل الاوطار٧: ١٩١-١٩٢)۔

٣٩٠٠- عن هانیء بن كلثوم: ان صَاحِبَ جَيْشِ الشَّامِ كَتَبَ اِلٰى عُمَرَ اِنَّا فَتَحْنَا اَرْضًا كَثِيْرَةَ الطَّعَامِ وَالْعَلْفِ فَكَرِهْتُ اَنْ اَتَقَدَّمَ فِیْ شَیْءٍ مِنْ ذٰلِكَ اِلَّا بِاَمْرِكَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ دَعِ النَّاسَ يَاْكُلُوْنَ وَيَعْلِفُوْنَ۔ فَمَنْ بَاعَ شَيْئًا بِذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ فَفِيْهِ خُمُسُ اللّٰهِ، وَسِهَامُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ اخرجه البيهقی(زیلعی ٢: ١٣) وسكت عنه الحافظ فی الدراية (ص ٢٦٠) واحتج به محمدٌ فی السير الكبير(٢-٢٥٨) فقال: والاصل فيه حديث عمر حيث كتب الی عَامِلِهِ الخ قال: وروی هذاالمعنی ایضا عن فضالة بن عبيد و به ناخذ اھ(٣٩٠١)۔ واخرجه سحنون

آپ ﷺ نے (کعب سے) فرمایا کہ اس آدمی اور اس کی تھیلی کے درمیان رکاوٹ نہ بنو (یعنی اسے دے دو)۔ پس وہ (مجاہد) وہ (تھیلی) اپنے ساتھیوں کے پاس لے گیا۔

٣٨٩٩۔ ابن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں خیبر کے دن کھانے کی چیزیں ملیں تو ہر شخص آتا اور اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے کر چلتا بنتا۔ (ابوداؤد، باب فی النهی عن النهبی اذا كان فی الطعام قلة الخ) اسے حاکم اور ابن الجارود نے صحیح کہا ہے اور طبرانی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ خیبر کے دن کھانے کی چیزوں میں سے خمس (پانچواں حصہ) نہیں لیا گیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی مقدار سے زائد لینا مناسب نہیں کیونکہ ان میں تمام مجاہدوں کا حصہ ہوتا ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ضرورت کے تحت لیا جائے اور یہی قیاس کا تقاضا ہے۔

٣٩٠٠۔ ھانی بن کلثوم فرماتے ہیں کہ شام کے لشکر کے سالار نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہم نے ایک ایسا علاقہ فتح کیا ہے جس میں کھانے پینے کی چیزیں اور چارہ بہت ہے۔ اور مجھے یہ بات پسند نہیں کہ آپؓ کے حکم کے بغیر اس میں کسی قسم کا تصرف کروں تو آپؓ نے (جواب میں) اسے لکھا کہ لوگوں کو اس بات کی اجازت دیدے کہ وہ (خود بھی) کھائیں اور جانوروں کو چرائیں۔ (لیکن) جو شخص کوئی چیز سونے یا چاندی (وغیرہ) کے عوض بیچے گا تو اس میں اللہ کے لئے خمس اور مسلمانوں کا حصہ ہوگا۔ بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔ اور حافظ

۳۹۵:۱) فی "المدونة" عن ابن وهب عن اسماعیل بن عیاش عن اسید ابن عبدالرحمن عن رجل حدثه عن هانیء بن کلثوم نحوه مختصرا، ثم اخرج عن انس بن عیاض عن الاوزاعی عن اسید بن عبدالرحمن عن خالد بن الدریك عن ابن محیریز قال: سمعت فضالة بن عبید یقول: "مَنْ بَاعَ طَعَامًا اَوْ عَلَفًا بِاَرْضِ الرُّوْمِ مِمَّا اَصَابَ مِنْهَا بِذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ فَقَدْ وَجَبَ فِيْهِ حَقُّ اللّٰهِ وَهِيَ لِلْمُسْلِمِيْنَ اه"- والسند الاول فیه رجل لم یسم، والثانی سند صحیح رجاله کلهم ثقات-

٣٩٠١- عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: "اَصَبْنَا طَعَامًا وَاَغْنَامًا يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ فَلَمْ يُقْسَمْ" رواه الاسماعیلی من طریق جریر بن حازم عن ایوب عن نافع عنه (فتح الباری ١٨٢)، وهو حسن او صحیح علی اصله-

٣٩٠٢- وقال سحنون فی "المدونة" (٣٩٥:١) لمالك: عن ابن وهب عن عمرو بن الحرث عن بکر بن سوادة الجذامی حدثه ان زیاد بن نعیم حدثه ان رجلا من بنی لیث حدثه عمه حدثه "اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ غَزْوَةٍ، فَكَانَ النَّفَرُ يُصِيْبُوْنَ الْغَنَمَ الْعَظِيْمَةَ-

---

نے اس پر سکوت کیا ہے۔اورامام محمد نے اس سے حجت پکڑی ہے۔اور سحنون نے مدونہ میں مختصراً روایت کیا ہے۔ پھر سحنون نے ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے کہ ابن محیریز فرماتے ہیں کہ میں نے فضالہ بن عبید کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے بھی روم کی سرزمین پر رومیوں (کفار) سے (مال غنیمت میں) سے حاصل کئے ہوئے کھانے یا چارے کو بیچا سونے یا چاندی کے عوض تو اس میں یقینی طور پر اللہ کا حق (یعنی خمس) واجب ہے اور یہ (قیمت) مسلمانوں کیلئے ہے۔ پہلی روایت کی سند میں ایک راوی نامعلوم ہے اور دوسری روایت کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ ہیں۔

۳۹۰۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ یرموک میں ہمیں کھانے پینے کی چیزیں اور بھیڑ بکریاں ملیں اور انہیں تقسیم نہیں کیا گیا۔(اسماعیلی۔فتح الباری) یہ حدیث ابن حجرؒ کے اصول پر صحیح یا حسن ہے۔

۳۹۰۲۔ بنولیث کے آدمی بیان کرتے ہیں کہ ان سے ان کے چچا نے بیان کیا کہ وہ سب حضور ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ میں تھے۔(ہم میں سے) ایک جماعت کو بہت سی بھیڑ بکریاں ملی تھیں جبکہ دوسرے لوگوں کو صرف ایک بکری ملی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے بھائیوں کو کھلاؤ (تو کیا ہی اچھا ہو)۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم انہیں ایک ایک بکری کر کے دیتے رہے یہاں تک ان کے پاس بکریوں کی

ای الكثيرة- وَلَا يُصِيبُ الآخَرُونَ اِلَّا شَاةً فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: لَوْ اَنَّكُمْ اَطْعَمْتُمْ اِخْوَانَكُمْ؟ قَالَ: فَرَمَيْنَاهُمْ بِشَاةٍ حَتّٰى كَانَ الَّذِىْ مَعَهُمْ اَكْثَرَ مِنَ الَّذِىْ مَعَنَا- قال بكر: فما رَاَيْتُ اَحَدًا قَطُّ يُقَسِّمُ الطَّعَامَ كُلَّهُ وَلَا يُنْكِرُ اَخْذَهُ وَلٰكِنْ يَسْتَمْتِعُ آخِذُهُ بِهِ وَلَا يُبَاعُ، فَاَمَّا غَيْرُ الطَّعَامِ مِنْ مَتَاعِ الْعَدُوِّ فَاِنَّهُ يُقَسِّمُ اه''، رجاله كله ثقات و فيه رجل لم يسم واما جهالة الصحابى فلا تضر-

٣٩٠٣- عن عبدالرحمن بن غنم قال: رَابَطْنَا مَدِيْنَةَ'' قنسرين'' مَعَ شُرَحْبِيْلِ بْنِ السِّمْطِ ،فَلَمَّا فَتَحَهَا اَصَابَ فِيْهَا غَنَمًا، وَبَقَرًا فَقَسَمَ فِيْنَا طَائِفَةً مِنْهَا وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِى الْمَغْنَمِ، فَلَقِيْتُ مَعَاذَ بْنِ جَبَلٍ فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ مَعَاذٌ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ، فَاَصَبْنَا فِيْهَا غَنَمًا، فَقَسَمَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَائِفَةً وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِى الْمَغْنَمِ- رواه ابوداود وَسَكَتَ عَنْهُ هو والمنذرى (نيل ٧:١٩٣)-

---

تعداد زیادہ ہوگئی بہ نسبت اس تعداد کے جو ہمارے پاس تھی۔ بکر (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا کہ جس نے تمام کھانے پینے کی چیز کو تقسیم کر دیا ہو اور نہ کسی ایسے شخص کو دیکھا کہ جس نے (تقسیم سے قبل) کھانے پینے کی چیز کے لینے سے انکار کیا ہو۔ بلکہ کھانے پینے کی چیز لینے والا اس سے فائدہ اٹھاتا اور وہ (کھانے پینے کی چیز) بیچی نہ جاتی۔ لیکن کھانے پینے کے علاوہ دشمن کا دوسرا سامان تقسیم کیا جاتا تھا۔ الخ (مدونہ لمالک) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

٣٩٠٣۔ عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت ہے (وہ فرماتے ہیں) کہ ہم نے شرحبیل بن السمط کی قیادت میں قنسرین کا محاصرہ کیا جب شرحبیل نے اسے فتح کیا تو اس میں انہیں بھیڑ بکریاں اور گائے ہاتھ لگیں۔ انہوں نے ان (جانوروں) میں سے ایک حصہ ہم میں تقسیم فرمادیا اور باقی حصہ مال غنیمت میں رکھ دیا۔ (عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ) پھر میں معاذ بن جبلؓ کو ملا اور انہیں یہ قصہ بیان کیا تو معاذؓ نے فرمایا کہ ہم نے حضور ﷺ کے ہمراہ خیبر کی جنگ کی تو ہمیں اس میں بھیڑ بکریاں ہاتھ لگیں۔ تو آپ ﷺ نے ایک حصہ ہم میں تقسیم فرمایا اور باقی مال غنیمت میں رکھ دیا۔ ابوداؤد نے اسے روایت کیا ہے اور اس نے اور منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تقسیم سے قبل بکری وغیرہ ذبح کر کے استعمال کرنا جائز ہے۔ باقی جس حدیث میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے خیبر کے دن ہانڈیوں کے انڈیلنے کا حکم فرمایا تھا جن میں گوشت پکایا جا رہا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حیازت (مال غنیمت جمع کرنے) سے قبل کا واقعہ ہے لہٰذا یہ مال غنیمت نہ تھا بلکہ غارت گری کا مال تھا جو کہ حرام ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ حضور ﷺ کی

٣٩٠٤- عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: انْتَهَيْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَوْمَ بَدْرٍ، وَهُوَ صَرِيعٌ، يَذُبُّ النَّاسَ عَنْهُ بِسَيْفٍ لَهُ فَجَعَلْتُ أَتَنَاوَلُهُ بِسَيْفٍ لِي غَيْرِ طَائِلٍ فَأَصَبْتُ يَدَهُ فَنَدَرَ سَيْفُهُ فَأَخَذْتُهُ فَضَرَبْتُهُ حَتَّى قَتَلْتُهُ، ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَأَخْبَرْتُهُ فَنَفَلَنِي بِسَلَبِهِ- رواه احمد و فی "مجمع الزوائد": ان رجاله رجال الصحيح غير محمد بن وهب ابن ابی كريمة، وهو ثقة اه (نيل الاوطار:١٩٤:٧)-

٣٩٠٥- عن رويفع بن ثابت ان رسول اللهﷺ قال يَوْمَ حُنَيْنٍ: ﴿لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَبْتَاعَ مَغْنَمًا حَتَّى يُقْسَمَ﴾ الحديث، رواه احمد و ابوداودو ابن حبان وسكت عنه الحافظ فی "التلخيص" (٣٧٤:٢) و فی مجمع الزوائد: رجاله رجال الصحيح غير محمد بن وهب وهو ثقة اه(نيل الاوطار١٩٤:٧)- وقد ذكرناه مفصلا فی الحاشية سابقا-

---

۔۔۔ نے یہ تھی کہ دوسری کھانے پینے کی چیز اور پھل وغیرہ بہت ہیں اس لئے گوشت کی حاجت نہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ نے گوشت سے منع فرمادیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ مشہور اور صحیح یہ ہے کہ وہ گوشت اہلی گدھوں کا تھا لہٰذا ان کے حرام ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے گوشت پھینکنے کا حکم دیا تھا۔ نیز امام کو اس بات کا اختیار ہے کہ اگر وہ کوئی مصلحت سمجھے تو ان میں کسی چیز کے استعمال سے روک سکتا ہے۔

۳۹۰۴۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن میں ابوجہل تک پہنچا تو وہ زخمی ہو کر گرا پڑا تھا اور اپنی تلوار کے ذریعے لوگوں کو اپنے سے دور کر رہا تھا میں نے اپنی خراب تلوار کے ذریعے اس کی خبر لی اور اس کے ہاتھ کو کاٹ دیا تو اس کی تلوار (اس کے ہاتھ سے) گر گئی۔ میں نے اس کی تلوار لے کر اسے مارا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ پھر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کو (اس واقعے کی) اطلاع دی تو آپ ﷺ نے اس کا سامان مجھے انعام میں دے دیا (مسند احمد) مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے تمام راوی محمد بن وہب کے علاوہ صحیح کے راوی ہیں اور محمد بھی ثقہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمن کا ہتھیار تقسیم سے قبل جنگ کیلئے استعمال کرنا جائز ہے۔ اور یہی حکم ان کے لباس اور گھوڑے کا ہے۔ ہاں اگر ضرورت نہ ہو یا استعمال کرنے والا اسے غلط طریقے سے استعمال کرے یا کسی اور مصلحت کے تحت سالار اسلحہ وغیرہ استعمال کرنے سے روکے تو جائز ہے جیسا کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

۳۹۰۵۔ رویفع بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حنین کے دن فرمایا کہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے والے شخص کیلئے حلال نہیں ہے کہ تقسیم سے قبل مال غنیمت (میں سے کچھ) بیچے۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ابن حبان)۔ اس کے تمام راوی صحیح کے

٣٩٠٦- عن ابن عباس قال: ﴿نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ بَيْعِ الْمَغَانِمِ حَتّٰى تُقْسَمَ﴾ الحديث رواه الحاكم و صححه على شرطهما واقره عليه الذهبي في "تلخيص المستدرك"(١٣٧:٢)۔

باب من اسلم على مال فهو له ومن اسلم في دار الحرب احرز به نفسه وماله واولاده الصغار دون الكبار والعقار

قال الله تعالىٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾۔

٣٩٠٧- حدثنا الثقة حدثنا ابن ابي لهيعة حدثنا ابو الاسود عن عروة بن الزبيران رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ﴿مَنْ اَسْلَمَ عَلٰى شَيْءٍ فَهُوَ لَهٗ﴾اخرجه محمد رحمه الله(فتح القدير٥:٢٣١)

٣٩٠٨- حدثنا ابن المبارك عن حيوة بن شريح عن محمد بن عبدالرحمن بن نوفل

راوی ہیں اور محمد بن وهب بھی ثقہ ہے۔پس یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

٣٩٠٦۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تقسیم سے قبل مال غنیمت کے بیچنے سے منع فرمایا۔حاکم نے اسے روایت کیا ہے اور صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ غنیمت کی تقسیم سے قبل مال غنیمت میں سے کچھ بیچنا ناجائز ہے۔البتہ امام اگر مصلحت سمجھے تو اس کیلئے جائز ہے۔

باب۔جو شخص کسی مال پر اسلام لایا ہو(یعنی مال اس کے پاس ہو)تو یہ مال اسی کا ہوگا اور جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہو تو اس کا نفس اور اس کا مال(منقولہ)اور اس کی چھوٹی اولاد محفوظ ہوگی اور اس کی بڑی اولاد اور زمین محفوظ نہ ہوگی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر وہ ایسی قوم سے ہو جو تمہارے دشمن ہیں اور وہ شخص خود مومن ہے تو ایک غلام یا باندی مسلمان کا آزاد کرنا ہے۔(النساء ٩٢)

٣٩٠٧۔ عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی شے پر(دارالحرب میں)مسلمان ہوا یعنی وہ شے اس کے پاس ہو)تو وہ شے اسی کی ہوگی اسے امام محمدؒ نے روایت کیا ہے(فتح القدیر)۔

٣٩٠٨۔ عروہؓ بن زبیر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی شے پر(دارالحرب میں)مسلمان ہوا تو وہ شے اسی کی

عن عروة بن الزبير قال: قال رسول الله ﷺ: ﴿مَنْ اَسْلَمَ عَلٰى شَیْءٍ فَهُوَ لَهُ﴾ اخرجه سعيد بن منصور قال صاحب التنقيح: "وهو مرسل صحيح" (زيلعي ١٣٢:٢) ورواه ابن عدى والبيهقى عن ابى هريرة مرفوعا بسند ضعيف العزيزى (٣٠٩:٣)- والضعيف اذا تايد بمرسل صحيح تقوى كما مر فى المقدمة-

٣٩٠٩- عن عروة ﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ حَاصَرَ بَنِیْ قُرَيْظَةَ فَاَسْلَمَ ثَعْلَبَةُ وَاُسَيْدُ بْنُ سَعْيَةَ، فَحرزَ لَهُمَا اِسْلَامُهُمَا اَمْوَالَهُمَا وَاَوْلَادَهُمَا الصِّغَارَ﴾- اخرجه سعيد بن منصور برجال ثقات، نيل الاوطار (٢١٤:٧)-

٣٩١٠- حدثنا حفص بن غياث عن ابن ابى ذئب عن الزهرى قال: ﴿قَضٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِيْمَنْ اَسْلَمَ مِنْ اَهْلِ الْبَحْرَيْنِ اَنَّهُ قَدْ اَحْرَزَ دَمَهُ وَمَالَهُ اِلَّا اَرْضَهُ فَاِنَّهَا فَیْءٌ لِلْمُسْلِمِيْنَ لِاَنَّهُمْ لَمْ يُسْلِمُوْا وَهُمْ مُمْتَنِعُوْنَ﴾- اخرجه يحيى بن آدم فى "كتاب الخراج" له (٤٤٩-٤٥٠) و فى الباب اثر عن عمر بن عبدالعزيز ذكرناه فى "الحاشية"، واثرالزهرى هذا مرسل صحيح، والمرسل حجة عندنا و اذا تايد بفتيا عالم من الصحابة والتابعين فهو حجة عند الكل، وهذا كذلك-

---

ہوگی۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور صاحب تنقیح فرماتے ہیں کہ یہ مرسل صحیح ہے اور ابن عدی اور بیہقی نے اسے ابو ہریرہ سے ضعیف سند کے ساتھ مرفوعا بھی روایت کیا ہے لیکن جب ضعیف کی مرسل صحیح کے ساتھ تائید ہو جائے تو وہ بھی قوی ہو جاتی ہے۔

۳۹۰۹۔ عروہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو ثعلبہ اور اسید بن سعیہ اسلام لے آئے تو ان کے اسلام نے ان کے لئے ان کے مالوں اور ان کی چھوٹی اولادوں کو محفوظ کر لیا اسے سعید بن منصور نے ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حربی کے مسلمان ہونے سے اس کی بڑی اولاد محفوظ نہیں ہوتی اور اسی پر فقہاء کا اجماع ہے۔

۳۹۱۰۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بحرین والوں میں سے اسلام لانے والے شخص کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ تحقیق اس نے اپنا خون اور اپنا مال محفوظ کر لیا ہے۔ مگر اپنی زمین کو، اسلئے کہ یہ مسلمانوں کیلئے فئی ہے۔ اسلئے کہ وہ (یعنی بحرین والے) مسلمان نہیں ہوئے اسلئے کہ وہ اسلام لانے سے رکے ہوئے ہیں۔ اسے یحیٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے۔ اور اسی قسم کا عمر بن عبدالعزیز سے بھی مروی ہے۔ (حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ دارالحرب میں مسلمان ہونیوالے کے اہل اور مال منقولہ اسی

٣٩١١- عن ابی سعید الاعشم قال: ﴿قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ الْعَبْدِ اِذَا جَاءَ فَاَسْلَمَ ثُمَّ جَاءَ مَوْلَاہُ فَاَسْلَمَ اَنَّہٗ حُرٌّ، وَاِذَا جَاءَ الْمَوْلٰی ثُمَّ جَاءَ الْعَبْدُ بَعْدَ مَا اَسْلَمَ مَوْلَاہُ فَھُوَ اَحَقُّ بِہٖ﴾ رواہ احمد و قال: اذھب الیہ، و ھو مرسل(نیل الاوطار ٧:٢١٣)- واحتج بہ محمد فی "السیر الکبیر" لہ(٣:١٥)-

٣٩١٢- عن : عبداللہ بن المبارک عن الوضین بن عبداللہ الخولانی عن محمد بن الولید الزھری عن ابن ھشام عن سعید بن المسیب، قال: قال رسول اللہ ﷺ: ﴿مَنْ مَنَحَہُ الْمُشْرِکُوْنَ اَرْضًا فَلَا اَرْضَ لَہٗ﴾- اخرجہ محمد فی "السیر الکبیر" لہ(٤:٢٣٨)-

قلت : سند حسن مرسل، والوضین مختلف فیہ، و محمد بن الولید ھو الزبیدی یروی عن الزھری، فقولہ: محمد بن الولید الزھری فیہ تصحیف، و کذا ابن ھشام تصحیف وانما ھو محمد بن الولید عن الزھری عن ھشام ای ابن عروۃ، عن سعید بن المسیب- وھؤلاء کلھم ثقات معروفون و مراسیل ابن المسیب صحاح عند القوم، و قد احتج بہ" محمد و ھو امام مجتھد فناھیک بہ حجۃ-

کے ہیں لیکن اس کا گھر اور اس کی زمین مسلمانوں کیلئے فئی ہے)۔زہری کا اثر مرسل صحیح ہے اور ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے اور جب اس کی تائید کسی صحابیؓ اور تابعیؒ کے فتویٰ سے ہو جائے تو وہ تمام کے نزدیک حجت ہے اور یہ ایسے ہی ہے۔

٣٩١١۔ ابو سعید اعشم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غلام کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ جب غلام آ کر مسلمان ہو جائے پھر اس کا آقا آنے اور مسلمان ہو جائے تو وہ آزاد ہوگا اور جب مولیٰ آئے (اور مسلمان ہو جائے) پھر مولیٰ کے مسلمان ہو جانے کے بعد غلام آئے (اور وہ مسلمان ہو جائے) تو وہ مولیٰ اس غلام کا زیادہ حقدار ہے (مسند احمد) یہ مرسل حدیث ہے اور امام محمدؒ نے اس سے حجت پکڑی ہے۔

٣٩١٢۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کو مشرک زمین (ہبہ میں) دیں تو اس کے لئے کوئی زمین نہیں۔اسے امام محمدؒ نے سیر کبیر میں روایت کیا ہے۔اور ابن مسیب کے مراسیل محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور امام محمدؒ جو کہ مجتہد ہیں نے اس سے حجت پکڑی ہے۔

فائدہ: یعنی جب دار الحرب میں امان کے ساتھ داخل ہونے والے مسلمان کو دی جانے والی زمین اس کی نہیں تو دار الحرب میں مسلمان ہونے والے کی زمین بطریق اولیٰ اس کی نہیں ہونی چاہیئے۔

٣٩١٣- عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ: اَمَّا بَعْدُ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَاِنَّهُ مِثْلُهُ﴾ رواه ابوداود و سکت عنه و قال العلقمی فی الکوکب المنیر: اسناده حسن اه- وسلیمان بن موسى الذی فیه انما هو ابو داود الزهری الکوفی، و ثقه ابن حبان وابو حاتم و قال الذهبی: صویلح الحدیث، و لیس بسلیمان الاموی الاشدق کما توهمه العلامة المناوی فی "شرح الجامع الصغیر" (عون المعبود ٣:٤٨)-

٣٩١٤- عن: جریر بن عبدالله ان رسول الله ﷺ بَعَثَ سَرِيَّةً اِلٰى خَثْعَمٍ فَاعْتَصَمَ نَاسٌ بِالسُّجُوْدِ فَاَسْرَعَ فِيْهِمُ الْقَتْلَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَاَمَرَلَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ: اَنَا بَرِيْءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيْمُ بَيْنَ اَظْهُرِ الْمُشْرِكِيْنَ- قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلِمَ؟ قال: لَا تَرَايَا نَارَاهُمَا، رواه ابوداود والترمذی وابن ماجة ورجال اسناده ثقات ولکن صحح البخاری وابوحاتم والترمذی وابوداود والدارقطنی ارساله ورواه الطبرانی موصولا ایضا (نیل الاوطار ٧:٢٣٠)، قلت: ورواه عبدالباقی بن قانع موصولا ایضا بلفظ: مَنْ اَقَامَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ

٣٩١٣- سمرہ بن جندبؓ نے فرمایا امابعد حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جوشخص مشرک کے ساتھ موافقت کرے اور اس کے ساتھ رہے تو وہ اسی کی مثل ہے- اسے ابوداؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے-

فائدہ: یعنی جوشخص دارالحرب میں مسلمان ہو کر دارالحرب میں ہی رہ جائے تو وہ احکام میں حربی کی طرح ہوگا یعنی اس علاقے پر قبضہ پانے کی صورت میں اس کی زمین اور بڑی اولاد مسلمانوں کیلئے فئی ہونگے- لیکن وہ تمام احکام میں حربی کی طرح نہیں ہوگا بلکہ مال منقولہ اپنی جان اور اپنی چھوٹی اولاد کے بارے میں حربی کی طرح نہیں ہوگا- اور یہ چیزیں اسی کی ہونگی جیسا کہ ابتدائی دونوں حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں-

٣٩١٤- جریر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے خثعم کی طرف ایک سریہ بھیجا پس ان میں چندلوگوں نے (جوخودتو مسلمان ہو چکے تھے لیکن کافروں کے ساتھ رہتے تھے) اپنے آپکوسجدہ کر کے بچانا چاہا لیکن مسلمانوں نے ان کوجلدی سے قتل کردیا- جب یہ بات حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کے ورثاء کونصف دیت دلائی (اور آدھی دیت کافروں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ساقط کردی) اور فرمایا میں ہراس مسلمان سے بری ہوں جومشرکوں کے درمیان رہے لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ یہ کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام اور کفر کی آگ ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتی- (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)- اس کے راوی ثقہ ہیں- بخاری، ابوحاتم، ترمذی، ابوداود اور دارقطنی

الذِّمَّةُ أَوْ قَالَ لَا ذِمَّةَ لَهُ (احكام القرآن للرازی ۲:۲۴۲)، وسنده حسن-

باب للفارس سهمان وللراجل سهم

۳۹۱۵- عن : مجمع بن جارية الانصاری رضی اللہ عنہ وکان اَحَدُ الْقُرَّاءِ الَّذِيْنَ قَرَأُوا الْقُرْاٰنَ-قال: شَهِدْنَا الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا عَنْهَا اِذَا النَّاسُ يَهُزُّوْنَ الاَبَاعِرَ- فقال بعضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: ما لِلنَّاسِ؟ قَالُوْا: أُوْحِيَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَخَرَجْنَا مَعَ النَّاسِ

نے مرسل صحیح کہا ہے اور طبرانی نے اسے موصولاً بھی روایت کیا ہے۔ اور عبدالباقی بن قانع نے بھی ان الفاظ کے ساتھ اسے موصولاً روایت کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مشرکین کے ساتھ (دارالحرب میں) رہتا ہے تو ذمہ اس سے بری ہو جاتا ہے یا فرمایا اس کے لئے کوئی ذمہ نہیں ہوتا (یعنی اس کی حفاظت کی ضمانت ہم نہیں دے سکتے) (احکام القرآن للرازی)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی جو مسلمان دارالحرب میں رہے پھر مسلمان دارالحرب پر چڑھائی کریں اور وہ مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارا جائے تو اس کے لئے کوئی دیت نہیں اور اس کے خون کی کوئی قیمت نہیں کیونکہ مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ یہ مسلمان ہے یا حربی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ دارالحرب میں مسلمان ہونے والا بعض احکام میں حربیوں کی طرح ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فان کان من قوم عدو لکم﴾ الآیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان احکام میں قضاء مسلمان نہیں بلکہ وہ اپنے مال اور نفس کے بارے میں اہل حرب کی طرح ہے (اگر چہ وہ دیانۃً عنداللہ مسلمان ہے) لہٰذا جب اس کے خون کی قیمت نہیں تو اس کے مال کی بطریق اولیٰ قیمت نہیں ہونی چاہیے۔ لہٰذا اس آیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ دارالحرب میں مقیم مسلمان کی ذات اس کا مال، اس کی چھوٹی اور بڑی اولاد اور اس کا گھر اور زمین سب کچھ مسلمانوں کیلئے فئی ہو لیکن حدیث من اسلم علی شی فھو لہ کی بناء پر (جو اگر چہ خبر واحد ہے لیکن تلقی بالقبول حاصل ہونے کی بناء پر متواتر اور مشہور کے درجے میں ہوگئی ہے) ہم نے اس آیت میں تخصیص کی ہے اور یہ حکم لگایا گیا ہے کہ جو شے مسلمان کے قبضے میں حقیقۃً ہے وہ تو اسی کی ہے اور جس پر اس کا حقیقتاً قبضہ نہیں وہ مسلمانوں کیلئے فئی ہے۔ لہٰذا اس کی بیوی اور بڑی اولاد اور اس کی زمین پر اس کا حقیقتاً قبضہ نہیں ہوتا لہٰذا غلبہ پانے کی صورت میں یہ مسلمانوں کیلئے فئی ہونگے نیز دوسرے صحیح آثار خصوصاً مرسلِ زہری اس پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔

باب۔(جہاد میں) گھڑسوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ ہے

۳۹۱۵۔ مجمع بن جاریہ انصاریؓ (جو قرآن کے قاریوں میں سے ایک قاری تھے) فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کیساتھ صلح حدیبیہ کے موقع پر حاضر تھے جب ہم وہاں سے لوٹے تو لوگ اپنے اونٹ تیزی سے بھگانے لگے اس پر لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے (کہ اونٹوں کو تیز دوڑاتے ہیں) لوگوں نے بتایا کہ اس معاملے میں حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی ہے تو ہم بھی لوگوں

ـجِفُ فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ ﷺ وَاقِفًا عَلَى رَاحِلَتِهِ عِنْدَ كُرَاعِ الغَمِيمِ، فَلَمَّا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ قَرَأَ عَلَيْهِمْ ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَفَتْحٌ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ ! وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّهُ لَفَتْحٌ فَقُسِّمَتْ خَيْبَرُ عَلَى أَهْلِ الْحُدَيْبِيَّةِ فَقَسَّمَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَكَانَ الْجَيْشُ أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ، فِيْهِمْ ثَلَاثُ مِائَةِ فَارِسٍ، فَأَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ، وَأَعْطَى الرَّاجِلَ سَهْمًا اخرجه ابوداود(٣: ٢٨ مع "العون")، وتكلم فيه ، والحاكم في "المستدرك" (٢: ١٣١)، وقال : هذا حديث كبير صحيح الاسناد، واقره عليه الذهبي۔

٣٩١٦- حدثنا: ابو اسامة وابن نمير قالا: ثنا عبيدالله عن نافع عن ابن عمر ﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ جَعَلَ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا﴾، اخرجه ابن ابی شيبة و من طريق ابن ابی شيبة اخرجه الدارقطني (زيلعي٢: ١٣٦)، قلت: سند صحيح على شرط الشيخين۔

٣٩١٧- حدثنا : ابوبكر النيسا بوری نا احمد بن منصور (الرمادی) نا نعيم بن حماد نا ابن المبارك عن عبيدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر عن النبي ﷺ ﴿أَنَّهُ أَسْهَمَ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا﴾ رواه الدارقطني (٢: ٤٦٩)،وهذا سند صحيح على شرط البخاری۔

کے ساتھ بھاگتے ہوئے نکلے۔ہم نے ایک مقام کراع الغمیم کے پاس حضور ﷺ کو اپنی اونٹنی پر سوار پایا جب سب لوگ آپ کے پاس جمع ہوگئے تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے ﴿انا فتحنا لك فتحا مبينا﴾ (یعنی ہم نے تم کو کھلی فتح عنایت فرمائی) پڑھی تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے یہ بلاشبہ فتح ہے۔۔ پھر خیبر کا مال غنیمت صلح حدیبیہ میں شریک لوگوں پر تقسیم کیا گیا۔رسول اللہ ﷺ نے اس مال کے اٹھارہ حصے کئے اور لشکر کے لوگوں کی کل تعداد پندرہ سو تھی۔جن میں تین سو گھڑ سوار تھے۔(اور پیدل لوگوں کی تعداد بارہ سو تھی) آپ ﷺ نے گھڑ سوار کو دو حصے اور پیدل مجاہد کو ایک حصہ دیا۔(ابوداؤد) اور حاکم مستدرک میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

٣٩١٦۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے گھڑ سوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ مقرر کیا۔(مصنف ابن ابی شیبہ، دارقطنی)۔اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

٣٩١٧۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے گھڑ سوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ مقرر کیا(دارقطنی)۔یہ سند بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

٣٩١٨- حدثنا: ابوبكر النيسا بوری نايونس بن عبدالاعلی نا ابن وهب اخبرنی عبدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر ﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُسْهِمُ لِلْخَيْلِ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا﴾- تابعه ابن ابی مريم و خالد بن عبدالرحمن عن العمری رواه الدارقطنی (٤٧:٢)، وسنده صحيح علی شرط مسلم-

٣٩١٩- حدثنا: ابوبكر النيسابوری نا احمد بن ملاعب نا حجاج بن منهال نا حماد بن سلمة انا عبيدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَسَّمَ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ، وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا- رواه الدارقطنی (٤٧:٢) وسنده صحيح علی شرط مسلم-

٣٩٢٠- حدثنا عبدالباقی بن قانع حدثنا يعقوب بن غيلان العمانی، ثنا محمد ابن الصباح الجرجرائی ثنا عبدالله بن رجاء (هوالمكی) عن سفيان الثوری عن عبيدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر: ﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَعَلَ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ، وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا﴾- ذكره الجصاص فی "احكام القرآن" (٥٨:٣)- ورجاله كلهم ثقات اما عبد الباقی فقد مرتوثيقه، والعمانی من شيوخ الطبرانی الذين لم يضعفوا فی الميزان وهم ثقات كما صرح به الهيثمی فی "مجمع الزوائد"(٣:٢)- والجرجرائی من شيوخ ابی داودوهم ثقات ايضا، كما ذكرناه فی المعجم، قال ابن معين: ليس به باس(وهو توثيق منه)، و قال ابو زرعة و محمد بن عبدالله الجنيدي ثقة- وقال ابو حاتم: صالح الحديث ووثقه البخاری و ابن حبان، كذا فی

۳۹۱۸۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ گھڑ سوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ مقرر کرتے تھے۔ ابن ابی مریم اور خالد بن عبدالرحمٰن سے اس کا متابع مروی ہے۔ (دارقطنی)۔ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۳۹۱۹۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے گھڑ سوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ نکالا۔ (دارقطنی)۔ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۳۹۲۰۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے گھڑ سوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ مقرر کیا۔ (احکام القرآن للجصاص)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

تہذیب"(٢٢٩:٩)، وعبداللہ بن رجاء المکی من رجال مسلم- و من شیوخ احمد و ابن سعین وثقاه هما وغیر واحد کما فی "التهذیب"(٢١١:٥) ایضا- قلت: وتابع سفیان الثوری حبیب بن سالم فرواه عن عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر نحوه، ذکره الجصاص فی "احکام القرآن" له ایضا بطریق عبداللہ بن قانع بسنده و عفیف من الثقات کان الثوری یقدمه ویکرمه (تهذیب٧:٢٣٥-٢٣٦)-

٣٩٢١- حدثنا عبداللہ بن محمد بن اسحاق المروزی، و محمد بن علی ابن ابی روبة قالا: حدثنا احمد بن عبدالجبار(هو العطاردی) ثنا یونس بن بکیر عن عبد الرحمن بن امین عن نافع عن ابن عمر: ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُقَسِّمُ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا﴾، اخرجه الدارقطنی فی کتابه" المؤتلف والمختلف" "زیلعی" (١٣٦:٢)-

والعطاردی مختلف فیه، قال ابوعبید: ثقة، و قال الدارقطنی لا باس به- اثنی علیه ابو کریب وثبته الخطیب ورد علی من طعن فیه- وذکر ابن حبان فی الثقات و قال ابن عدی و خلیلی: لا یعرف له حدیث منکر اه- من "التهذیب"(١:٥١-٥٢) ، وعبد الرحمن بن امین و قیل: یامین ذکره ابن حبان و تکلم فیه آخرون (لسان٣:٤٤٢)، وبقیة رجاله معروفون فالاسناد حسن و ذکرناه اعتضادا-

٣٩٢٢- حدثنا: ابوحنیفة عن زکریا بن الحارث عن المنذر بن ابی خمیصة الهمدانی: "أَنَّ عَامِلًا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَسَمَ فِيْ بَعْضِ الشَّامِ لِلْفَرَسِ سَهْمًا وَلِلرَّجُلِ سَهْمًا فَرُفِعَ ذٰلِكَ اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَلَّمَهُ وَاَجَازَهُ" رواه الامام ابو یوسف القاضی فی "کتاب

٣٩٢١۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ گھڑ سوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ نکالتے تھے (المؤتلف والمختلف للدارقطنی) اس کی سند حسن ہے ہم نے اسے بطور تائید کے بیان کیا ہے۔

٣٩٢٢۔ منذر بن ابوخمیصہ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے ایک عامل نے شام کے کسی علاقے میں گھوڑے کیلئے ایک حصہ اور آدمی کیلئے ایک حصہ نکالا پھر یہ معاملہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؓ نے اسے تسلیم کیا اور اسے نافذ کیا۔ اسے امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں روایت کر کے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے اور ایک مجتہد کا کسی حدیث سے حجت پکڑنا

الخراج"(ص٢٢) له قال: واحتج به ابو حنيفة واحتجاج المجتهد بحديث تصحيح له۔ واخرجه الامام محمد بن الحسن فى "الآثار" له (ص١٤٢):انا ابوحنيفة ثنا عبيدالله بن داود عن المنذر بن ابى خميصة قال: بَعَثَهُ عُمَرُ فِيْ جَيْشٍ اِلٰى مِصْرَ اَصَابُوْا غَنَائِمَ فَقَسَّمَ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا فَرَضِيَ بِذٰلِكَ عُمَرُ اهـ۔ قال محمد: وهذا قول ابى حنيفة اهـ۔ قال الحافظ فى الفتح (٥٢:٦): ولم ينفرد ابوحنيفة بما قال، فقد جاء عن عمر و على وابى موسى اهـ، فهو حسن او صحيح على اصله۔

٣٩٢٣- عن ابى موسى "اَنَّهُ لَمَّا اَخَذَ تُسْتَرَ وَقَتَلَ مُقَاتِلَهُمْ جَعَلَ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا" اخرجه ابن جرير الطبرى فى "تهذيب الآثار". (الجوهر النقى ٦٠:٢)۔ وذكره الحافظ فى "الفتح" مختصرا فهو حسن او صحيح عنده قلت: وكل ما فى "تهذيب الآثار" ما بين حسن او صحيح وليس فيه ما اجمع على ضعفه ولا احفظ الآن من صرح به۔

٣٩٢٤- عن شريك عن ابى اسحاق قال: "قَدِمَ قُثَمُ بْنُ الْعَبَّاسِ عَلٰى سَعِيْدِ بْنِ عُثْمَانَ بِخَرَاسَانَ وَقَدْ غَنِمُوْا فَقَالَ: اَجْعَلُ جَائِزَتَكَ اَنْ اَضْرِبَ لَكَ بِاَلْفِ سَهْمٍ فَقَالَ: اِضْرِبْ لِيْ بِسَهْمٍ وَلِفَرَسِيْ بِسَهْمٍ۔ اخرجه الجصاص فى "احكام القرآن"(٥٨:٣)۔والمحدث لا يحذف من اول

اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بات صحیح ہے۔اور امام محمدؒ نے کتاب الآ ثار (باب الغنيمة والفضل) میں ان الفاظ کیساتھ روایت کیا ہے۔منذر بن ابوخمیصہ فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت عمرؓ نے ایک لشکر کیساتھ مصر بھیجا وہاں انہیں مال غنیمت ملا تو انہوں نے شہسوار کو دو حصے اور پیادہ پا کو ایک حصہ دیا۔حضرت عمرؓ نے اس تقسیم کو پسند کیا امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ اپنے قول میں متفرد نہیں بلکہ یہ قول حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے بھی مروی ہے۔پس یہ حدیث حافظ کے اصول کے مطابق حسن یا صحیح ہے۔

۳۹۲۳۔ ابوموسیٰؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جب تستر کا علاقہ فتح کیا اور ان کے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا گیا تو انہوں نے شہسوار کیلئے دو حصے اور پیادہ کیلئے ایک حصہ مقرر کیا (تہذیب الآ ثار للطبری) حافظ ابن حجرؒ نے بھی فتح الباری میں اسے مختصراً روایت کیا ہے۔پس یہ حدیث حافظ کے نزدیک حسن یا صحیح ہے۔اسی طرح تہذیب الآ ثار میں تمام حدیثیں حسن یا صحیح ہیں۔

۳۹۲۴۔ ابواسحاق فرماتے ہیں کہ قثم بن عباسؓ سعید بن عثمان کے پاس خراساں میں تشریف لائے جب کہ (خراسان میں)

...سناد الا ما هو سالم عن العلة و الاسناد المذكور حسن وقد اخرجه النسائی عن ابی اسحاق عن القثم فی مجتباه و لیس له راوٍ غیره کذا فی "التہذیب"(٨:٣٦٢)۔

٣٩٢٥- حدثنا: غندر عن شعبة عن ابی اسحاق عن ھانیء بن ھانیء عن علی قال: «للفارِسِ سَهْمَانِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمٌ»، اخرجه ابن ابی شیبة (عقود الجواهر ١:٢٢)، وهذا سند حسن صحیح و ھانیء بن ھانیء وثقه ابن حبان والنسائی(تہذیب ١١:٢٢)۔

باب الخیل العراب و البراذین سواء ولا یسهم الا لفرس واحد

٣٩٢٦- ابن وهب قال: اخبرنی سفیان بن سعید الثوری عن عمرو بن میمون عن عمر بن عبدالعزیز اَنَّهُ قَالَ: اِذَا بَلَغَتِ الْبَرَاذِیْنُ مَبْلَغَ الْخَیْلِ فَاَلْحِقْهَا بِالْخَیْلِ، اخرجه سحنون فی "المدونة"(ص٩٢) لمالک، وهذا سند صحیح۔

...بجہ ین بہت سارا مال غنیمت اٹھا چکے تھے۔ توقثم نے (سعید سے) فرمایا کہ میں تیرے انعام کے طور پر تیرے لئے ہزار حصہ مقرر کرتا ہوں ...ن پر سعید نے فرمایا کہ میرے لئے ایک حصہ اور میرے گھوڑے کیلئے ایک حصہ مقرر کرو(احکام القرآن للجصاص) اس کی سند حسن صحیح ہے۔

٣٩٢٥۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ شہسوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ ہے(مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ شہسوار کیلئے دو حصے اور پیادہ پا کیلئے ایک حصہ ہے اور یہ احادیث قولی بھی ہیں ...فعلی بھی ہیں خصوصاً خیبر کی تقسیم کا واقعہ اس پر صراحۃً دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا وہ آثار جن میں ہے کہ **للفرس سهمان وللراجل سهم** تو اس ...ں فرس سے مراد فارس ہے اور یہ کلام عرب میں شائع ذائع ہے۔ اور وہ احادیث جن میں ہے کہ بعض دفعہ آپ ﷺ نے فارس (شہسوار) کو تین حصے دیئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے دلائل قولی احادیث ہیں جو بمنزلہ قاعدہ کلیہ کے ہیں اور یہ ایک خاص واقعہ جزئیہ ہے ...نہ اسے تنفیل پر محمول کریں گے کہ آپ ﷺ نے بطور انعام کے اسے ایک حصہ زائد دیا اور اس کا امام کو اختیار ہوتا ہے۔

باب۔ عربی گھوڑے اور ترکی گھوڑے برابر ہیں اور (شاہسوار کیلئے) صرف ایک گھوڑے کا حصہ نکالا جائے گا

٣٩٢٦۔ عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ جب ترکی گھوڑے (کام میں) عربی گھوڑوں کے برابر ہو جائیں تو انہیں عربی گھوڑوں کے ساتھ شامل کرلو۔ مدونہ لمالک میں سحنون نے اسے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی جو ترکی گھوڑا جنگ میں استعمال کئے جانے کے قابل ہو جائے تو اس کا حکم بھی عربی گھوڑے کی طرح ہوگا کہ

٣٩٢٧- ابن وهب عن سفيان الثورى عن هشام بن حسان عن الحسن "اَنَّهٗ قَالَ: اَلْخَيْلُ وَالْبَرَاذِيْنَ سَوَاءٌ فِيْ السَّهْمَيْنِ" اخرجه سحنون ايضا فى "المدونة" (١:٣٩٢)، و سنده صحيح۔

٣٩٢٨- ورواه محمد عن ابن عباس بلفظ "اَلْفَرَسُ وَالْبَرَاذِيْنُ سَوَاءٌ" (شرح السير الكبير ٢:١٧٩)، واحتج به۔

٣٩٢٩- عن سعيد بن المسيب "وَسُئِلَ عَنِ الْبَرَاذِيْنِ هَلْ فِيْهَا مِنْ صَدَقَةٍ، قَالَ: وَهَلْ فِيْ الْخَيْلِ مِنْ صَدَقَةٍ؟"۔ اخرجه مالك فى "الموطا" (ص١٢١) عن عبدالله بن دينار عنه و سنده صحيح۔

٣٩٣٠- عن ابى موسى انه كتب الى عمر بن الخطاب اِنَّا وَجَدْنَا بِالْعِرَاقِ خَيْلًا عِرَاضًا دُكْنًا فَمَا تَرٰى يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ سُهْمَانِهَا؟ فَكَتَبَ اِلَيْهِ تِلْكَ الْبَرَاذِيْنُ فَمَا قَارَبَ الْعِتَاقَ مِنْهَا فَاجْعَلْ لَهٗ سَهْمًا وَاحِدًا وَاَلْغِ مَا سِوٰى ذٰلِكَ رواه الجوزجانى باسناده (المغنى"

اسے عربی گھوڑے کے برابر مالِ غنیمت میں سے حصہ ملے گا۔

٣٩٢٧۔ ھشام بن حسان سے مروی ہے کہ حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ عربی اور ترکی گھوڑے مالِ غنیمت کے حصوں (کے استحقاق) میں برابر ہیں۔اسے سحنون نے مدونہ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

٣٩٢٨۔ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عربی گھوڑا اور ترکی گھوڑا برابر ہیں۔(شرح سیر کبیر)۔امام محمدؒ نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے (لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔)

٣٩٢٩۔ سعید بن میتب کے بارے میں مروی ہے کہ ان سے ترکی گھوڑوں میں زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا خیل (عام گھوڑے) میں زکوٰۃ ہے؟ اسے امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان دونوں آثار سے معلوم ہوا کہ ترکی گھوڑے بھی خیل میں شامل ہیں۔لہٰذا ترکی گھوڑوں کا وہی حکم ہوگا جو دوسرے گھوڑوں کا ہے۔نیز اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ومن رباط الخیل ترھبون به عدو الله﴾ میں ارھاب جنس خیل کی طرف منسوب ہے اور لفظ خیل کا اطلاق عرب وترکی گھوڑوں پر برابر ہوتا ہے۔لہٰذا دونوں کا حکم استحقاقِ سھم میں برابر ہوگا۔

٣٩٣٠۔ ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہمیں عراق میں ایسے گھوڑے ملے جو چوڑی

۲۰۴۴) و ذکرہ محمد فی السیر الکبیر و قال: احتج به اهل الشام (شرح السیرج ۲)۔

۳۹۳۱- مالك قال: بلغنی "ان الزبیر بن العوام شَهِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِفَرَسَیْنِ یَوْمَ خیبر فَلَمْ یُسْهِمْ لَهٗ اِلَّا بِسَهْمِ فَرَسٍ وَاحِدٍ" اخرجه سحنون فی "المدونة" (۳۹۲:۱۰)۔ وبلاغات مالك لا یکاد یسقط منها شیء۔ و فی "الموطا" (ص ۱۷۱): وَسُئِلَ مَالِكٌ عَمَّنْ حضر بِأَفْرَاسٍ كَثِيرَةٍ، هل يُقْسَمُ لَهَا كُلِّهَا؟ فَقَالَ: لَمْ اَسْمَعْ بِذٰلِكَ، وَلَا اَرٰى اَنْ يُقْسَمَ اِلَّا لِفَرَسٍ واحدٍ الَّذِیْ یُقَاتِلُ عَلَیْهِ اھ۔

۳۹۳۲- عن ابراهیم التیمی عن ابیه ؓان النبی ﷺ لَمْ یُسْهِمْ لِصَاحِبِ الْاَفْرَاسِ اِلَّا لفرسٍ وَاحِدٍ یَوْمَ حُنَیْنٍ﴾، ذکرہ فی "المبسوط" (۴۶:۱۰)، وقال: استدل به ابوحنیفة و محمد و حنجاج المجتهد بحدیث تصحیح له وایده ما ذکرہ مالك بلاغا، وابراهیم التیمی هو ابن یزید بن شریك بن طارق ثقة من رجال الجماعة، وکذا ابوہ وهو تابعی مخضرم، وارسال مثله مقبول عندنا، و عند الاکثرین۔

گردن والے اور سیاہی مائل ہیں۔ پس اے امیر المؤمنین! (مال غنیمت میں سے) ان کے حصوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو آپؓ نے ابوموسیٰؓ کو لکھا کہ یہ ترکی گھوڑے اور ان میں سے جو (کام میں اور جنگ میں) عمدہ گھوڑوں کے قریب ہوں ان کے لئے ایک حصہ مقرر کیجئے اور جو ان کے ماسوا ہیں (یعنی جنگ میں عمدہ گھوڑوں کے برابر نہیں) ان کے لئے حصہ مقرر نہ کیجئے۔ اسے جوزجانی نے اپنی سنن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام محمدؒ نے سیر کبیر میں اسے ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ شامیوں نے اس سے حجت پکڑی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ترکی گھوڑے کا حصہ عربی گھوڑے سے کم نہیں اس لیے کہ اس سے پہلے باب میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ عربی گھوڑے کا ایک ہی حصہ ہے۔

۳۹۳۱۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ زبیر بن العوام حضور ﷺ کے ساتھ غزوۂ خیبر میں دو گھوڑوں کے ساتھ شریک ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے لئے ایک گھوڑے کا حصہ مقرر کیا اسے سحنون نے مدونہ میں روایت کیا ہے۔ اور موطا میں ہے کہ امام مالکؒ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو بہت سارے گھوڑوں کیساتھ جنگ میں شریک ہوتا ہے تو کیا سب گھوڑوں کو حصہ ملے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایسے تو کبھی نہیں سنا۔ میری رائے میں صرف اسی ایک گھوڑے کا حصہ ملے گا۔ جس پر سوار ہو کر وہ لڑتا ہے۔

۳۹۳۲۔ ابراہیم تیمیؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غزوۂ حنین میں کثیر گھوڑوں والے کیلئے صرف ایک

باب من دخل دارالحرب فارسا فهو فارس الا اذا باع فرسه قبل القتال و من دخل راجلا فهو راجل

٣٩٣٣- عن: عمر رضي الله عنه قال: "اِذَا جَاوَزَ الْفَرَسُ الدَّرْبَ ثُمَّ نَفَقَ اُسْهِمَ لَهٗ" ذكره محمد في "السير الكبير" (٢:١٨٠)، واحتج به، واحتجاج المجتهد بحديث تصحيح له۔

٣٩٣٤- قال احمد كَانَ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوْسٰى يَعْرِضُهُمْ اِذَا اَدْرَبُوْا: "اَلْفَارِسُ فَارِسٌ، وَالرَّاجِلُ رَاجِلٌ، فَلَا يَتَغَيَّرُ سَهْمُهٗ بِذَهَابِ دَابَّتِهٖ اَوْحُصُوْلِ دَابَّةٍ لَهٗ" اهـ ذكره الموفق في "المغني" (١:٤٤٢)- واحمد حجة في النقل و سليمان بن موسى اعلم اهل الشام بعد مكحول، و قال عطاء بن ابى رباح: سيد شباب اهل الشام سليمان بن موسى روى عن واثلة بن الاسقع وابى امامة وارسل عن جابر و مالك بن يخام وغيرهم (تهذيب التهذيب ٤:٢٢٦)

گھوڑے کا حصہ نکالا۔ (مبسوط) صاحب مبسوط فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ نے حجت پکڑی ہے۔ اور کسی مجتہد کا کسی حدیث سے حجت پکڑنا اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ یہ بات صحیح ہے اور امام مالکؒ کے بلاغات بھی اس کے مؤید ہیں۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص جنگ میں دو یا زیادہ گھوڑوں کے ساتھ شریک ہو تو اسے صرف ایک گھوڑے کا ہی حصہ ملے گا۔ یہی ائمہ اربعہؒ کا مسلک ہے۔ لہٰذا اب وہ تمام آثار جن میں دو گھوڑوں کے حصے کا ذکر ہے مذکورہ بالا مرفوع احادیث کے مقابلے میں مرجوح ہیں یا تنفیل پر محمول ہیں۔

باب۔ جو شخص دارالحرب میں شہسوار ہو کر داخل ہوگا تو وہ شہسوار ہی شمار ہوگا الا یہ کہ وہ جنگ سے قبل اپنے گھوڑے کو بیچ دے اور جو شخص پیادہ پا داخل ہوگا وہ پیادہ پا ہی شمار ہوگا

٣٩٣٣۔ عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب گھوڑا بارڈر کراس کرے پھر وہ ہلاک ہو جائے تو اس کے لئے حصہ نکالا جائے گا۔ اسے امام محمدؒ نے سیر کبیر میں روایت کر کے اس سے حجت پکڑی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: اور اگر گھوڑا بارڈر کراس کرنے کے بعد بیچ دیا جائے تو اس گھوڑے کیلئے پھر حصہ نہیں ہوگا۔

٣٩٣٤۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جب مجاہدین بارڈر کراس کرتے تو سلیمان بن موسیٰ ان کے سامنے آ کر فوج کا جائزہ لیتے (اسوقت) جو شاہسوار ہوتا وہ شہسوار شمار ہوتا اور جو پیادہ پا ہوتا وہ پیادہ پا شمار ہوتا (اس کے بعد) اس کے جانور کے چلے جانے یا

باب لا يسهم لمملوك ولا امراة ولا صبى ولا ذمى ولكن يرضخ لهم

٣٩٣٥- عن ابن عباس ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَغْزُو بِالنِّسَاءِ فَيُدَاوِيْنَ الْجَرْحَى وَيُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيمَةِ وَأَمَّا بِسَهْمٍ فَلَمْ يَضْرِبْ لَهُنَّ، رواه احمد وابوداود والترمذى و صححه، (نيل ٧:١٧٨)۔

٣٩٣٦- وعنه: اَيْضًا اَنَّهُ كَتَبَ اِلَى نَجْدَةَ الْحَرُوْرِيِّ "سَأَلْتَ عَنِ الْمَرْأَةِ وَالْعَبْدِ هَلْ كَانَ لَهُمَا سَهْمٌ مَعْلُوْمٌ اِذَا حَضَرُوْا الْبَأْسَ؟ وَاَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ سَهْمٌ مَعْلُوْمٌ اِلَّا اَنْ يُحْذَيَا مِنْ غَنَائِمِ الْقَوْمِ"، رواه مسلم (٢:١١٧)۔

کو جانور کے حاصل ہو جانے سے اس کی حیثیت تبدیل نہیں ہوتی تھی۔ اسے مؤفق نے مغنی میں روایت کیا ہے۔ امام احمد احادیث میں امام الحجت ہیں اور سلیمان مکحول کے بعد شام کے سب سے بڑے عالم ہیں عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ سلیمان شامیوں کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اصل اعتبار بارڈر کے کراس کرنے کا ہے۔ اس وقت مجاہد کی جو کیفیت ہوگی وہی معتبر ہوگی اس لئے کہ عین جنگ کے موقع پر جبکہ تمام مجاہدین امیر سمیت جنگ میں شریک ہوتے ہیں مجاہدین کی حالت پر واقفیت حاصل کرنا نہایت مشکل ہے۔

باب۔ غلام، عورت، بچے اور ذمی کیلئے مال غنیمت میں سے حصہ نہیں نکالا جائیگا ہاں ان کو عطیہ دیا جائے گا

۳۹۳۵۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ غزوہ میں عورتوں کو ساتھ لے جاتے تھے اور یہ عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی اور علاج کیا کرتی تھیں اور انہیں مال غنیمت میں سے بطور انعام کچھ دے دیا جاتا تھا۔ لیکن ان کے لئے کوئی خاص حصہ مقرر نہیں کیا گیا (مسند احمد، مسلم، ابوداود، ترمذی) (امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کا اسی حدیث پر عمل ہے کہ عورتوں کیلئے مال غنیمت میں کوئی حصہ مقرر نہیں۔ ہاں انہیں بطور انعام کے کچھ دے دیا جائے۔)

۳۹۳۶۔ ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے نجدہ حروری کو لکھا کہ آپ نے عورت اور غلام کے بارے میں پوچھا ہے کہ کیا ان کے لئے کوئی مقرر حصہ ہے۔ (مال غنیمت میں سے) جبکہ وہ جنگ میں شریک ہوں۔ (آپؓ نے فرمایا) ان کے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں ہے۔ ہاں قوم کے مال غنیمت میں سے انہیں بطور انعام کے دیا جا سکتا ہے۔

فائدہ: امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ جمہور کا یہی مسلک ہے کہ غلام اور عورت کو مال غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا اس

٣٩٣٧- وعن ابن عباس قال: ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْطِي الْمَرْأَةَ وَالْمَمْلُوكَ مِنَ الْغَنَائِمِ دُوْنَ مَا يُصِيبُ الْجَيْشَ﴾، رواه احمد (نيل الاوطار ٧:١٧٨)۔

٣٩٣٨- عن: عمير مولى ابي اللحم قال: ﴿شَهِدْتُ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِي فَكَلَّمُوْا فِيَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَرَنِي فَقُلِّدْتُ سَيْفًا فَإِذَا أَنَا أَجُرُّهُ فَأُخْبِرَ أَنِّي مَمْلُوْكٌ فَأَمَرَ لِي بِشَيْءٍ مِنْ خُرْثِيِّ الْمَتَاعِ﴾۔ رواه ابوداود والترمذی و صححه (نيل الاوطار ٧:١٧٩)۔

٣٩٣٩- عن عمرو بن شعيب عن سعيد بن المسيب عن عمر: "لَيْسَ لِلْعَبْدِ مِنَ الْغَنِيْمَةِ شَيْءٌ"، اخرجه ابن حزم فی المحلی (١١:٣٣٢) جاز ما به فهو صحيح اوحسن۔

٣٩٤٠- حدثنا حفص بن غياث عن حجاج عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: لَيْسَ

حدیث کو مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے مختلف طرق اور مختلف متصل سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس لئے حشرج بن زیاد کی حدیث اور خالد بن معدان کی مرسل حدیث جس میں عورتوں کیلئے مال غنیمت میں سے حصہ دینے کا ذکر ہے مذکورہ بالا حدیث کے معارض نہیں بن سکتے اس لئے یہی تاویل کی جائے گی کہ سہم سے مراد عطیہ ہے۔

٣٩٣٧۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ عورت اور غلام کو مال غنیمت میں سے اس مقدار سے کم دیتے تھے جو دوسرے لشکر والوں کو دیتے۔ (مسند احمد)۔

فائدہ: اس حدیث میں تصریح ہے کہ عورت اور غلام کو دوسرے مجاہدین کے برابر حصہ نہیں دیا جاتا۔

٣٩٣٨۔ ابواللحم کے غلام عمیر فرماتے ہیں کہ میں خیبر میں اپنے آقاؤں کیساتھ شریک تھا انہوں نے میرے بارے میں حضور ﷺ سے بات کی اور بتایا کہ میں غلام ہوں تو آپ ﷺ نے حکم دیا اور میرے بدن پر ایک تلوار لٹکا دی گئی میں (کوتاہ قد ہونے کی وجہ سے) اسے کھینچتا ہوا چلتا تھا پھر آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ میں غلام ہوں تو آپ ﷺ نے میرے لئے کچھ گھریلو اشیاء (بطور انعام) مجھے دینے کا حکم فرمایا۔ (ابوداؤد، ترمذی)۔ ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: امام ترمذیؒ لکھتے ہیں کہ علماء کا اسی پر عمل ہے کہ غلام کو بطور انعام کچھ دے دیا جائے۔ علامہ موفق مغنی میں لکھتے ہیں کہ ہم اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں جانتے کہ غلام کیلئے فئ میں سے کچھ نہیں۔

٣٩٣٩۔ سعید بن مسیبؒ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا کہ غلام کیلئے مال غنیمت میں سے کچھ نہیں ہے۔ ابن حزم ظاہریؒ نے اسے روایت کیا ہے اور یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا حسن ہے۔

٣٩٤٠۔ عطاءؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا کہ مال غنیمت میں سے غلام کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

لِلْعَبْدِ فِیْ الْمَغْنَمِ نَصِیْبٌ، اخرجه ابوعبید فی "الاموال" (٢: ٣٤٥)، وسنده حسن۔

٣٩٤١- عن : ابن وهب عن حرملة بن عمران التجیبی ان تمیم بن قرع المهری حدثه "أَنَّهٗ كَانَ فِیْ الْجَیْشِ الَّذِیْ افْتَتَحُوْا الْإِسْكَنْدَرِیَّةَ فِیْ الْمَرَّةِ الآخِرَةِ قَالَ: فَلَمْ یُقْسِمْ لِیْ عَمْرُوبْنُ الْعَاصِ مِنَ الْفَیْءِ شَیْئًا۔ قَالَ: وَكُنْتُ غُلَامًا لَمْ أَحْتَلِمْ حَتّٰی كَادَ أَنْ یَكُوْنَ بَیْنَ قَوْمِیْ وَبَیْنَ نَاسٍ مِنْ قُرَیْشٍ فِیْ ذٰلِكَ ثَائِرَةٌ۔ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: فِیْكُمْ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَلُوْهُمْ فَسَأَلُوْا أَبَا بَصْرَةِ الْغِفَارِیْ وَعُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِیْ صَاحِبَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ فَقَالَا: اُنْظُرُوْا فَإِنْ كَانَ أَنْبَتَ الشَّعْرَ فَاقْسِمُوْا لَهٗ قَالَ: فَنَظَرَ إِلَیَّ بَعْضُ الْقَوْمِ فَإِذَا أَنَا قَدْ أَنْبَتُّ فَقَسَمَ لِیْ"۔ رواه سحنون فی "المدونة" (١: ٣٩٣)، وسنده صحیح و اخرجه الجوزجانی باسناده و قال: هذا من مشاهیر حدیث مصر و جیده، كذا فی "المغنی" (١٠: ٤٥٤)لابن قدامة، و لفظ الجوزجانی "قال: فلم یقسم لی عمرو من الفیء شیئا، و قال: غُلَامٌ لَمْ یَحْتَلِمْ-وَفِیْهِ أیضًا- فَقَالَا: انظروا فان كان قد أَشْعَرَ فَاقْسِمُوْا لَهٗ" والباقی نحوه۔

سے ابوعبید نے اموال میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

٣٩٤١۔ تمیم بن قرع المہری فرماتے ہیں کہ وہ (خود بھی) اس لشکر میں شریک تھے جنہوں نے اسکندریہ ملک دوسری مرتبہ فتح کیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے میرے لئے فَی میں سے کچھ حصہ نہ نکالا۔ تمیم فرماتے ہیں کہ نابالغ بچہ تھا اور قریب تھا کہ میری قوم اور قریش کے لوگوں کے درمیان (حصہ نہ دینے پر) جھگڑا ہو جائے۔ تو بعض لوگوں نے کہا کہ تم میں حضور ﷺ کے صحابہ موجود ہیں۔ ان سے پوچھ لو تو لوگوں نے ابو بصرہ غفاریؓ اور عقبہ بن عامر جہنیؓ سے پوچھا جو کہ حضور ﷺ کے صحابی تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ دیکھو اگر زیر ناف بال اگے ہوئے ہیں تو ان کے لئے حصہ نکالو۔ تمیم فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے مجھے چیک کیا تو میرے زیر ناف بال اگے ہوئے تھے پس میرے لئے بھی حصہ نکالا گیا۔ اسے سحنون نے مدونہ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ جوزجانی نے اپنی سند کے ساتھ اسے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ مصر کی مشہور اور عمدہ حدیثوں میں سے ہے۔ جوزجانی نے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں "تمیم فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے فَی میں سے مجھے کوئی حصہ نہ دیا اور عمروؓ نے یہ وجہ بھی بیان فرمائی کہ یہ نابالغ بچہ ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں (عقبہ بن عامر اور ابو بصرہ غفاریؓ) نے فرمایا کہ دیکھو اگر تو اس کے زیر ناف بال اگے ہوئے ہیں تو اس کے لئے حصہ نکالو۔

٣٩٤٢- عن البراء قال: ﴿"اُسْتُصْغِرْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ"- الحديث اخرجه البخاری(فتح الباری ٧:٢٦٢)-

٣٩٤٣- عن نافع حدثنی ابن عمر رضی الله عنهما ﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَرَضَهٗ يَوْمَ اُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْنِیْ ، ثُمَّ عَرَضَنِیْ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَاَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَاَجَازَنِیْ﴾- الحديث اخرجه البخاری و مسلم(زيلعی ٢:١٣٧)، واللفظ للبخاری-

٣٩٤٤- عن ابی یوسف قال: اخبرنا الحسن بن عمارة عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس قال: ﴿اِسْتَعَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَهُوْدِ قَيْنُقَاعَ، فَرَضَخَ لَهُمْ وَلَمْ يُسْهِمْ﴾، اخرجه البیهقی من رواية الشافعی عنه، و قال: تفرد به الحسن بن عمارة، وهو متروك (زيلعی ١٣٨) قلت: يا للعجب! يحتج بابن اسحاق و يترك ابن عمارة؟ هذا لا يكون، وقد مر غير مرة انه مختلف فيه، حسن الحديث-

٣٩٤٥- عن همام بن منبه حدثنا ابو هريرة عن رسول الله ﷺ، فذكر احاديث، ومنها

٣٩٤٢- حضرت براءؓ (بن عازب) فرماتے ہیں کہ بدر کے دن مجھے اور ابن عمرؓ کو چھوٹا قرار دیا گیا۔ (بخاری ومسلم)۔

٣٩٤٣- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ احد کے دن انہوں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا جبکہ وہ چودہ سال کے تھے تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت نہ دی اور پھر مجھے خندق کے دن پیش کیا گیا جبکہ میں پندرہ سال کا تھا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔ (بخاری باب غزوۃ الخندق فی المغازی ومسلم فی باب بیان سن البلوغ)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بچے کو مالِ غنیمت میں سے حصہ نہیں ملے گا۔ یہی جمہور کا مسلک ہے۔ کیونکہ اگر یہ مالِ غنیمت میں سے مستقل حصے کے مستحق ہوتے تو حضور ﷺ انہیں قطعاً جہاد میں شرکت سے نہ روکتے۔ موفق مغنی میں فرماتے ہیں کہ یہ بات ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے بچے کو مکمل حصہ دیا ہو بلکہ یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے بچوں کو جہاد میں شرکت سے روکا ہے۔ لہٰذا وہ اثر جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے خیبر میں بچوں کیلئے حصہ نکالا تو اس سے مراد عطیہ ہی ہے۔

٣٩٤٤- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (ایک جنگ میں) قینقاع کے یہودیوں سے مدد لی تو ان کو آپ ﷺ نے عطیہ تو دیا لیکن ان کو مکمل حصہ نہیں دیا۔ (بیہقی)۔ اس میں ایک راوی حسن بن عمارہ مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔

٣٩٤٥- حضرت ابوہریرہؓ ایک طویل حدیث حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

في رسول اللهﷺ: ﴿غَزَا نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ﴾، فذكر الحديث، و فيه ﴿فَاَقْبَلَتِ النَّارُ فَاَكَلَتْهُ فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللهَ رَاٰى ضُعْفَنَاوَعَجْزَنَا فَطَيَّبَهَا لَنَا﴾، رواه مسلم(۲:۸۵)۔

باب لا يسهم للاجير و التاجر اذا لم يقاتلا

۳۹۴۶- عن عبدالله بن الديلمي ان يعلى بن منية قال: ﴿اٰذَنَ رَسُوْلُ اللهِﷺ بِالْغَزْوِ وَاَنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَيْسَ لِيْ خَادِمٌ، فَالْتَمَسْتُ اَجِيْرًا يَكْفِيْنِيْ وَاُجْرِيْ لَهٗ سَهْمَهٗ فَوَجَدْتُ رَجُلًا۔ فَلَمَّا دَنَا الرَّحِيْلُ اَتَانِيْ فَقَالَ: مَا اَدْرِيْ مَا السُّهْمَانِ وَمَا يَبْلُغُ سَهْمِيْ؟ فَسَمِّ لِيْ شَيْئًا كَانَ السَّهْمُ اَوْلَمْ يَكُنْ فَسَمَّيْتُ لَهٗ ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ۔ فَلَمَّا حَضَرَتْ غَنِيْمَتُهٗ اَرَدْتُّ اَنْ اُجْرِيَ لَهٗ سَهْمَهٗ فَذَكَرْتُ الدَّنَانِيْرَ، فَجِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهٗ اَمْرَهٗ۔ فَقَالَ: مَا اَجِدُ فِيْ غَزْوَتِهٖ هٰذِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا دَنَانِيْرَهُ الَّتِيْ سَمّٰى﴾، اخرجه ابوداود و سكت عنه هو والمنذری (عون المعبود

پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر (حضرت یوشع علیہ السلام) نے جہاد کیا۔ پھر ابوہریرہ حدیث ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ (آسمان سے) آگ آئی اور اسے کھا گئی اور غنیمت کا مال ہم سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں تھا اور ہمارے لئے اس لئے حلال ہوا کہ اللہ نے ہماری کمزوری اور عاجزی دیکھی تو اسے ہمارے لئے حلال کر دیا۔ (مسلم)۔

فائدہ: ان مرفوع احادیث سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کیلئے مالِ غنیمت میں کوئی حصہ نہیں۔ لہٰذا ابوداؤد و ترمذی میں مذکور ہے وہ مرسل زہری جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہود کو مسلمانوں کے برابر حصہ دیا تو اس کا اولاً جواب تو یہ ہے کہ مرسل زہری ابن عباسؓ کی حدیث کا معارض نہیں بن سکتا کیونکہ ابن عباسؓ زہریؒ سے کہیں درجے بلند مرتبہ ہیں اور حضور ﷺ کے غزوات کے زیادہ واقف و عالم ہیں۔ لہٰذا ابن عباسؓ کے قول و حدیث کو مقدم مانا جائے گا۔ اور ابن عباسؓ کی حدیث میں صراحت ہے کہ ان کو بطور عطیہ کچھ مال دیا گیا۔ اور اگر اس مرسل حدیث کو کچھ وقعت دی جائے تو پھر اس کو اس بات پر محمول کریں گے کہ چونکہ یہود بھی مشرکین کے ساتھ جنگوں میں مسلمانوں پر مال خرچ کرتے تھے اس لئے ان کے احسان کا بدلہ دینے کیلئے حضور ﷺ نے ان کو برابر حصہ دیا۔ واللہ اعلم۔

باب مزدور اور تاجر کو مالِ غنیمت میں سے حصہ نہ دیا جائے جبکہ وہ جہاد نہ کریں

۳۹۴۶۔ عبداللہ بن دیلمی سے مروی ہے کہ یعلیٰ بن منیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے لوگوں کو جہاد میں نکلنے پر ابھارا جبکہ میں بہت بوڑھا تھا اور میرے پاس کوئی خدمت گار بھی نہ تھا۔ پس میں نے مزدور کی تلاش شروع کی جو (جہاد میں خدمت کیلئے) میرے کام آئے

۳:۳۲۳-۳۲٤)۔ قلت: ورجاله کلهم ثقات معروفون، وجهل ابن حزم بعضا منهم، ولکن العارف مقدم علی من لم یعرف۔

۳۹٤۷- قال الولید: حدثنی ابن لهیعة عن ابن میسرة عن علی بن ابی طالب انه قال فِیْ جَعِیْلَةِ الْغَازِیْ: اِذَا جَعَلَ رَجُلٌ عَلٰی نَفْسِهٖ غَزْوًا فَجُعِلَ لَهٗ فِیْهِ جُعْلٌ فَلَا بَأسَ بِهٖ، وَاِنْ کَانَ اِنَّمَا یَغْزُوْ مِنْ اَجْلِ الْجُعْلِ فَلَیْسَ لَهٗ اَجْرٌ- اخرجه سحنون فی المدونة(۱:٤۰۵) و سنده حسن وابن میسرة فیه تصحیف وانما هو ابن هبیرة عبدالله ابو هبیرة المصری ثقة من

اور میں (مالِ غنیمت میں سے اپنے حصے میں سے) ایک حصہ اسے دوں پس مجھے (خدمت کیلئے) ایک شخص مل گیا۔ جب روانگی کا وقت آیا تو وہ شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ دو حصے کتنے ہونگے اور میرا حصہ کتنا بنے گا؟ لہٰذا میرا حصہ متعین کر دو خواہ تمہیں غنیمت میں سے حصہ ملے یا نہ ملے پس میں نے تین دینار اس کی اجرت مقرر کر دی۔ جب مجھے غنیمت کا مال ملا تو میں نے اس میں سے ایک حصہ اس کا بھی لگانا چاہا۔ لیکن فوراً مجھے (اس کے لئے مقرر کردہ) دیناروں کا خیال آ گیا (یعنی یہ خیال آیا کہ میں تو اس کی اجرت تین دینار مقرر کر چکا ہوں) میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے اس کا سارا معاملہ بیان کر دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو ان طے شدہ تین دیناروں کے علاوہ دنیا و آخرت میں اس کا جہاد میں کوئی حصہ نہیں پاتا۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہٰذا حدیث حدیثِ صحیح ہے) اور مؤلف فرماتے ہیں کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

__فائدہ:__ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدور جب خود بذاتہ جہاد نہ کرے بلکہ صرف مجاہد کا مزدور و ملازم بن کر اس کی خدمت کرے تو اس مزدور کو مالِ غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۳۹٤۷۔ حضرت علیؓ سے مجاہد کی اجرت کے بارے میں مروی ہے کہ (آپؓ نے فرمایا کہ) اگر کوئی شخص جہاد کو اپنے ذمے فرض کرے (یعنی وہ جہاد کرنے کا پکا ارادہ کرے) پھر اس کیلئے جہاد کرنے میں کوئی اجرت مقرر کر دی جائے تو اس اجرت کی وجہ سے اس کے جہاد پر کوئی اثر نہیں پڑے گا (یعنی جہاد کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور اس کا جہاد للہ و فی اللہ ہی ہوگا) ہاں اگر کوئی شخص صرف اجرت و مزدوری کی وجہ سے ہی جہاد کرتا ہے (یعنی اگر اسے اجرت دی جائے تو جہاد کرتا ہے اور اجرت نہ دینے کی صورت میں جہاد سے کتراتا ہے اور خدمتِ دین فی سبیل اللہ اس کا مقصد نہیں) تو ایسے شخص کیلئے کوئی اجر نہیں۔ اسے سحنون نے مدونہ میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے اگرچہ مرسل ہے لیکن خیر القرون میں ارسال مضر نہیں۔

__فائدہ:__ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص صرف اجرت مقرر کروا کر ہی جہاد کرتا ہے اور اجرت نہ ملنے کی صورت میں وہ

ثقة(تقريب ١١٤)، وحديثه عن علي مرسل، وهو لا يضرنا في القرون الفاضلة۔

٣٩٤٨- ابن وهب عن الليث بن سعد ان قيس بن خالد المدلجي يحدث عن عبد الرحمن بن وعلة الشيباني "انه قال: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: إِنَّا نَتَجَاعَلُ فِيْ الْغَزْوِ فَكَيْفَ تَرَى؟ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: أَمَّا أَحَدُكُمْ إِذَا أَجْمَعَ عَلَى الْغَزْوِ فَعَوَّضَهُ اللهُ رِزْقًا فَلَا بَأْسَ بِذٰلِكَ۔ وَأَمَّا أَحَدُكُمْ إِنْ أُعْطِيَ دِرْهَمًا غَزَا وَإِنْ مُنِعَ دِرْهَمًا مَكَثَ، فَلَا خَيْرَ فِيْ ذٰلِكَ"۔ اخرجه سحنون في "المدونة" (١٠٥) ايضا، ورجاله كلهم ثقات معروفون الا ابن خالدالمدلجي، فلم ار فيه جرحا ولا تعديلا، ذكره السمعاني في "الانساب"(١٥٥)، ولم يجرحه بشيء۔

٣٩٤٩- عن سلمة بن الاكوع في حديث طويل قال: "وَكُنْتُ تَبِيْعًا لِطَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَسْقِي فَرَسَهُ وَأَحُسُّهُ وَأَخْدِمُهُ وَآكُلُ طَعَامَهُ فَذَكَرَ قِصَّةَ الْحُدَيْبِيَّةِ ثُمَّ غَزْوَةَ ذِيْ قَرَدٍ حتى قَالَ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كَانَ خَيْرَ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ أَبُوْقَتَادَةَ وَخَيْرَ رَجَّالَتِنَا سَلَمَةُ قال: ثُمَّ أَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ سَهْمَيْنِ سَهْمُ الْفَارِسِ وَسَهْمُ الرَّاجِلِ فَجَمَعَهُمَالِي جَمِيْعًا" الحديث اخرجه مسلم (١١٥:٢)۔

جہاد نہیں کرتا تو وہ حقیقت میں مجاہد نہیں بلکہ مزدور ہے۔ایسا نام نہاد مجاہد آخرت میں بھی خائب وخاسر ہوگا۔

۳۹۴۸۔ عبدالرحمٰن بن دعلۃ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے عرض کیا کہ ہم (بھی تو) جہاد میں (مال غنیمت کی صورت میں) اجرت لیتے ہیں تو اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ (یعنی کیا یہ لی جائے اور اس سے ثواب آخرت میں کمی تو نہ ہوگی؟) آپؓ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جہاد کرنے کا مصمم ارادہ کرلیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس جہاد کے عوض (مال غنیمت کی صورت میں) رزق عطا فرماتے ہیں تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں (یعنی ثواب آخرت میں کمی نہ ہوگی) البتہ تم میں سے اگر کسی شخص (کی یہ حالت ہو کہ) پیسے ملنے کی صورت میں تو جہاد کرتا ہے اور پیسے نہ ملنے کی صورت میں جہاد نہیں کرتا تو ایسے شخص کے جہاد کرنے میں کوئی خیر نہیں (یعنی اسے آخرت میں ثواب نہیں ملے گا) (مدونہ لسحنون) اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔سوائے ابن خالد کے کہ اس کے بارے میں جرح و تعدیل مروی نہیں۔پس یہ حدیث صحیح ہے۔

۳۹۴۹۔ سلمہ بن الاکوعؓ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ "(صلح حدیبیہ کے موقع پر) میں طلحہؓ کا خادم و مددگار تھا، ان کے گھوڑے کو پانی پلاتا تھا اور ان کی پیٹھ کھجاتا اور ان کی خدمت کرتا اور ان کے ساتھ کھانا کھاتا۔ پھر انہوں نے صلح حدیبیہ کا قصہ (تفصیلی طور پر) بیان کیا پھر غزوہ ذی قرد کا بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے......... پھر جب ہم نے صبح کی تو حضورﷺ نے فرمایا کہ آج کے دن

باب اربعة اخماس الغنيمة للغانمين ويقسم الخمس على ثلاثة اسهم ويقدم فقراء ذى القربى على غيرهم من الاصناف الثلاثة

۳۹۵۰- نادعلج بن احمد ثنا العباس بن الفضل ثنا احمد بن يونس ثنا ابو شهاب

ہمارے شہسواروں میں سے بہترین سوار ابوقتادہ ہیں اور ہمارے پیادہ پالوگوں میں سے بہترین سلمہ (بن الاکوع) ہیں پھر حضور ﷺ نے مجھے (مال غنیمت میں سے) دو حصے عطا فرمائے، ایک حصہ گھوڑ سوار کا اور ایک حصہ پیادہ پا کا اور دونوں حصے مجھے ہی دیے۔ الحدیث (مسلم باب غزوہ ذی قرد وغیرہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر سلمہؓ طلحہؓ کے خادم تھے۔ لیکن صلح حدیبیہ میں مال غنیمت ہی ہاتھ نہیں آیا تھا۔ البتہ غزوہ ذات قرد میں حضرت سلمہؓ حضرت طلحہؓ کے خادم کی حیثیت سے غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اپنی ذاتی حیثیت سے شریک تھے اس لئے ان کو حصہ دیا گیا۔ اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کسی کا ملازم اکیلا جنگ میں نکلے اور مالک کی یا اس کے گھوڑے کی خدمت نہ کرے تو وہ مستحق غنیمت ہوتا ہے۔ البتہ اس صورت میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی ملازم و نوکر مالک کی معیت میں اس کی خدمت کیلئے نکلے تو کیا اس کو مال غنیمت میں سے حصہ ملے گا؟ تو اگر وہ ملازم صرف مالک کی خدمت ہی کرتا رہا ہے تو اس صورت میں وہ مال غنیمت کا حقدار نہ ہوگا۔ جیسا کہ یعلی بن منبہ، علیؓ اور ابن عمرؓ کی احادیث سے ثابت ہے اور مذکورہ بالا سلمہؓ کی حدیث سے اس بات پر استدلال کرنا کہ اجیر کو مطلقاً حصہ دیا جاتا ہے کیونکہ حضرت سلمہؓ کو حضور ﷺ نے حصہ دیا باوجودیکہ وہ اپنے مالک کے خادم تھے غلط ہے۔ کیونکہ حضرت سلمہؓ، حدیبیہ کے موقع پر یقیناً محض خادم تھے لیکن حدیبیہ کے موقعہ پر مال غنیمت ہی نہیں تھا چہ جائیکہ تقسیم ہوتا اور غزوۂ ذات قرد کے موقعہ پر مال غنیمت سے سلمہؓ کو حصہ دیا گیا لیکن وہ اس وقت خادم محض نہ تھے بلکہ اپنی ذاتی حیثیت سے مجاہد بن کر گئے تھے اور طلحہؓ اس غزوۂ میں مدینہ میں ہی رہے تو لامحالہ وہ مستحق غنیمت تھے۔ اور اگر تاجر و خادم نکلے تو خدمت مالک کیلئے ہی ہیں لیکن پھر وہاں جا کر وہ جنگ میں بھی شریک ہو گئے تو اس صورت میں بھی ان کو حصہ مال غنیمت سے ملے گا اور اس پر دلیل حضرت عمرؓ کا یہ فرمان شرعی ہے الغنیمۃ لمن شھد الوقعۃ یعنی جو بھی بالفعل جنگ میں قتال میں شریک ہو وہ مستحق غنیمت ہے۔

باب۔ مال غنیمت میں سے چار خمس (۴/۵) مجاہدین میں تقسیم ہونگے اور ایک خمس (۱/۵) تین حصوں (یتیموں، مسکینوں اور مسافروں) پر تقسیم ہوگا۔ اور (حضور ﷺ) کے ذوقرابت فقراء کو باقی دونوں مستحقین پر مقدم کیا جائے گا

۳۹۵۰۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب کسی دستہ کو (کسی جنگی مہم پر) بھیجتے اور انہیں مال غنیمت حاصل ہوتا تو

عن ورقاء عن نهشل عن الضحاك عن ابن عباس رضی اللہ عنهما: ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا بعث سَرِيَّةً فَغَنِمُوْا خَمَّسَ الْغَنِيْمَةَ، فَضَرَبَ ذٰلِكَ الْخُمُسَ فِيْ خَمْسَةٍ ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا غنمتم مِنْ شَيْءٍ﴾ الآية. قال: فَإِنَّ لِلّٰهِ مِفْتَاحُ كَلَامِ اللهِ وَمَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِلّٰهِ جعل سَهْمَ اللهِ وَسَهْمَ رَسُوْلِهِ وَاحِدًا وَسَهْمَ ذِي الْقُرْبٰى بَيْنَهُمْ فَجَعَلَ هٰذَيْنِ السَّهْمَيْنِ قُوَّةً فی الْخَيْلِ وَالسِّلَاحِ وَجَعَلَ سَهْمَ الْيَتَامٰى وَسَهْمَ الْمَسَاكِيْنِ وَسَهْمَ ابْنِ السَّبِيْلِ لَا يُعْطِيْهِ غيرهم ثُمَّ جَعَلَ الْأَرْبَعَةَ أَسْهُمِ الْبَاقِيَةِ، لِلْفَرَسِ سَهْمَانِ﴾ الحديث رواه ابن مردويه في تفسيره" (زيلعی ١٣٣:٢)، و قال الحافظ: رواه الطبرانی فی "الاوسط"-وابن مردويه في التفسير" و روى ابوعبيد في "الاموال" نحوه (التلخيص الحبير٢٧١:٢)، و سكت عنه، و سكوته فيه دليل صحة الحديث، او حسنه عنده۔

حضور ﷺ مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ لے لیتے پھر اس پانچویں حصے کو پانچ حصوں میں تقسیم فرماتے۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے یہ آیت ﴿واعلمو انما غنمتم من شی﴾ الآیہ پڑھی (جس کا مطلب یہ ہے کہ (اے مسلمانو! تم جان لو اس بات کو کہ (کفار کے) مال سے تمہیں جو بھی مالِ غنیمت ملے تو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور گو اس کے رسول کیلئے ہے اور (ایک حصہ) قرابت داروں کیلئے اور (ایک حصہ) یتیموں کیلئے اور (ایک حصہ) مسکینوں کیلئے اور (ایک حصہ) ابن سبیل کیلئے ہے۔ (ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (غنیمت کے پانچویں حصہ میں) اللہ کا ذکر (محض برکت کے طور پر) افتتاحِ کلام کیلئے ہے کیونکہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے (اس لئے خمسِ غنیمت کا اللہ کیلئے ہونے کا کیا مطلب) اور پھر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حصے کو ایک حصہ بنایا اور قرابت داروں کا حصہ انہیں کے درمیان بنایا اور پھر ان دونوں حصوں کو گھوڑوں اور اسلحہ (یعنی جنگی سامان) کی طاقت تیار کرنے کیلئے بنایا اور یتیموں، مسکینوں اور ابن السبیل کے حصوں کے بارے میں کہا کہ یہ ان کے علاوہ کسی اور کو نہ دیا جائے۔ پھر باقی مالِ غنیمت کے چار حصے بنائے اور (ان کو اس طرح مجاہدین میں تقسیم کیا کہ) شہسوار کو دو حصے......الحدیث (تفسیر ابن مردویہ) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ طبرانی نے اوسط اور ابوعبید نے اموال میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے پھر حافظ صاحب کا اس حدیث پر سکوت اس کے صحیح ہونے یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت میں سے چار حصے مجاہدین کے ہیں اور وہ انہیں میں تقسیم کئے جائیں گے۔ نیز آیت میں غنمتم کے لفظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ خمس کے علاوہ باقی مالِ غنیمت مجاہدین کی ملک ہے۔ اور موفق کہتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے اہل علم کا کہ مالِ غنیمت کے پانچ حصے کئے جائیں گے جن میں سے چار حصے مجاہدین کے ہی ہیں۔

٣٩٥١- قلت: قال ابوعبید: حدثنا عبداللہ بن صالح عن معاویة بن صالح عن علی بن ابی طلحة عنه قالَ: "کَانَتِ الْغَنِیْمَةُ تُقْسَمُ عَلٰی خَمْسَةِ اَخْمَاسٍ، فَاَرْبَعَةٌ مِنْهَا لِمَنْ قَاتَلَ عَلَیْهَا وَخُمُسٌ وَّاحِدٌ یُقْسَمُ عَلٰی اَرْبَعَةٍ، فَرُبْعٌ لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی یَعْنِیْ قَرَابَةَ النَّبِیِّ ﷺ" الحدیث (کتاب الاموال ص٣٢٥)، وهذا سند کما تراه حسن۔

٣٩٥٢- حدثنا سعید بن عفیر المصری عن عبداللہ بن لهیعة عن عبیداللہ بن ابی جعفر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قالَ: رَاَیْتُ الْمَغَانِمَ تُجْزَاُ خَمْسَةَ اجْزَاءٍ ثُمَّ یُسْهَمُ عَلَیْهَا فَمَا صَارَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ لَهٗ لَا یَخْتَارُ۔ رواه ابو عبید فی الاموال (ص١٣) وسنده حسن وِ سعید هو ابن کثیر بن عفیر من رجال الشیخین صدوق عالم بالانساب وغیرها، وعبید اللہ بن ابی جعفر المصری ابوبکر الفقیه ثقة من رجال الجماعة (تقریب ٧٣ و ١٣٥)۔

٣٩٥١۔ علی بن ابی طلحہ فرماتے ہیں کہ مالِ غنیمت پانچ برابر حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ان میں سے چار حصے ان لوگوں کیلئے ہوتے تھے جنہوں نے جہاد کیا ہوتا اور پھر خمس چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا۔ جن میں سے چوتھا حصہ اللہ، رسول اور رسول ﷺ کے قرابت داروں کیلئے ہوتا۔ (الحدیث) (کتاب الاموال)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور نبی ﷺ کے قرابت داروں کو ملنے والا حصہ کل ایک حصہ تھا اور یہ ایک حصہ درحقیقت حضور ﷺ کا تھا اور آپ ﷺ کے واسطے سے قرابت داروں کو ملتا تھا پس معلوم ہوا کہ یہ حصہ آپ ﷺ ہی کا تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس کی حیثیت صدقہ کی سی ہوگی جو فقراء مساکین اور یتامیٰ وغیرہ میں تقسیم کیا جائیگا۔

٣٩٥٢۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ غنیموں کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور پھر اس کے مطابق حصے مقرر کیے جاتے تھے۔ اور جو حصہ اللہ کے رسول ﷺ کیلئے ہوتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مل جاتا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا حصہ خود انتخاب نہ فرماتے تھے۔ (اسے ابوعبید نے اموال میں ذکر کیا ہے)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خمس کو باقی چار حصوں سے الگ کرلیا جائے تو امیر کیلئے اب یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے لئے کسی چیز کا انتخاب کرے مگر قرعہ اندازی سے۔ اور اسکی تائید سیر کبیر میں مذکور ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مدینہ میں خطبہ کے دوران فرمایا کہ تم میں سے کوئی شامی بھی ہے؟ تو مالک بن عبداللہ الخثعمی نے عرض کیا جی ہاں! میں ہوں تو آپؓ نے فرمایا کہ شام میں جاکر حضرت امیر معاویہؓ سے فرمادینا کہ غنیمت کے پانچ حصے کرنے کے بعد اپنے لئے کوئی چیز لینی ہو تو قرعہ کا استعمال کرنا الخ اور قرعہ کا استعمال لوگوں کی دل جوئی کیلئے ہے تاکہ لوگ اعتراض نہ کریں اور مستحب ہے، واجب نہیں۔

۳۹۵۳- عن قیس بن محمد سالت الحسن بن محمد عن قوله تعالی: ﴿فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ الآیة فقال: هذا بِمِفتَاحُ كَلَامٍ، لِلّٰهِ تَعَالٰى مَا فِيْ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ قَالَ: اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِيْ هٰذَيْنِ السَّهْمَيْنِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ قَائِلُوْنَ: سَهْمُ الْقُرْبٰى لِقَرَابَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ قَائِلُوْنَ لِقَرَابَةِ الْخَلِيْفَةِ، وَقَالَ قَائِلُوْنَ: سَهْمُ النَّبِيِّ ﷺ لِلْخَلِيْفَةِ مَنْ بَعْدَهٗ۔ فَاجْتَمَعَ رَأْيُهُمْ عَلٰى اَنْ يَجْعَلُوْا هٰذَيْنِ السَّهْمَيْنِ فِي الْخَيْلِ وَالْعِدَّةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَكَانَا عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا" اخرجه الحاکم فی "المستدرك" (۱۲۸:۲)، وسکت عنه هو والذهبی ورجاله ثقات۔ و قیس هذا هو قیس بن مسلم الجدلی العدوانی من رجال الجماعة، ثقة ثبت (تهذیب۸:۴۰۳)۔ والحدیث رواه ابو یوسف الامام فی "کتاب الخراج" له(۲٤) عن قیس بن مسلم قال: سالت الحسن بن محمد نحوه، وهذا سند صحیح و الحدیث عند النسائی فی "المجتبی" له(۱۷۸:۲)۔

۳۹۵۳۔ قیس بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن محمد سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿واعلموا انما غنمتم من شیء﴾ الآیہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر (اس آیت میں) محض برکت کے طور پر افتتاح کلام کیلئے ہے کیونکہ جو کچھ آسمان وزمین میں ہے وہ سب ہی اللہ کیلئے ہے (تو اس لئے وہ تمہارے خمس میں سے کسی چیز کا محتاج نہیں) پھر حضرت حسن بن محمد نے فرمایا کہ ان دوحصوں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے اور قرابت داروں کے حصے) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اختلاف کرنے لگے۔ بعض کہنے والوں نے یہ کہا کہ (خمسِ غنیمت میں سے) قرابت داروں کا حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کیلئے ہے اور بعض لوگوں نے یہ کہا کہ (قرابت داروں کا حصہ) خلیفہ کے قرابت داروں کیلئے ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ کے لئے ہے۔ لیکن پھر صحابہؓ کی رائے اس بات پر مجتمع ہوئی (یعنی صحابہ کا اجماع ہوگیا) کہ یہ دونوں حصے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور قرابت داروں کا حصہ) اللہ کے راستے میں گھوڑوں اور سامان حرب کی تیاری میں لگادیں۔ پھر یہ دونوں حصے ابوبکرؓ وعمرؓ کی خلافت کے زمانے میں اسی کام میں استعمال ہوتے رہے۔ (مستدرک حاکم)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امام ابو یوسفؒ نے اسے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور امام نسائی کی مجتبیٰ میں بھی یہ حدیث مروی ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اس بات پر صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ صحابہؓ وتابعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرابت داروں کا حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ختم ہو چکا ہے۔ بدائع صنائع میں مذکور ہے کہ کتاب السیر میں امام محمدؒ نے ان الفاظ سے ایک

٣٩٥٤- حدثني: محمد بن السائب الكلبي عن ابي صالح عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهما "أَنَّ الْخُمُسَ كَانَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَلٰى خَمْسَةِ اَسْهُمٍ لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ سَهْمٌ، وَلِذِي الْقُرْبٰى سَهْمٌ وَلِلْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ثَلَاثَةُ اَسْهُمٍ، ثُمَّ قَسَمَهُ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَسْهُمٍ وَسَقَطَ سَهْمُ الرَّسُوْلِ وَسَهْمُ ذَوِي الْقُرْبٰى وَقَسَمَ عَلَى الثَّلَاثَةِ الْبَاقِيْ، ثُمَّ قَسَمَهُ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ عَلٰى مَا قَسَمَهُ عَلَيْهِ اَبُوْبَكْرٍ وَعُثْمَانُ رضی اللہ عنہما اخرجه الامام ابويوسف في "كتاب الخراج" له(ص٣٣)، وسنده حسن فان الكلبي له احاديث صالحة و خاصة عن ابي صالح حدث عنه ثقات مِنَ النَّاسِ وَرَضُوْهُ فِيْ "التفسير" قاله ابن عدي (تهذيب ١٨٠:١)، ولحديثه هذا شواهد كثيرة قد سبق بعضها، وياتي بعض۔

٣٩٥٥- حدثنا محمد بن بشارثنا عبدالاعلى ثنا سعيد عن قتادة في قوله تعالىٰ ﴿مَاأَفَاءَ اللهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ الآية قال: كَانَتِ الْغَنِيْمَةُ تُخَمَّسُ

حدیث روایت کی ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا علیؓ نے خمسِ غنیمت کو صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں تین حصوں پر تقسیم فرمایا لیکن کسی صحابی نے بھی انکار نہیں کیا تو گویا اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع تھا۔ الغرض صحابہ کے اجماع کے باوجود بھی ابن حزم ظاہری اس بات پر بضد ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول کسی صحابی سے میل نہیں کھاتا۔ کاش ابن حزم اہل حزم میں سے ہوتے۔

۳۹۵۴۔ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں خمسِ غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک حصہ، قرابت داروں کیلئے ایک حصہ، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کیلئے تین حصے ہوتے تھے۔ پھر ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے خمس کو تین حصوں پر تقسیم فرمایا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم و قرابت داروں کا حصہ ختم ہو گیا اور خمس باقی تین حصہ داروں (یتیموں، مسکینوں اور مسافروں) پر تقسیم کیا جانے لگا۔ اور پھر حضرت علیؓ نے بھی اسی طریقے پر (خمس کی) تقسیم کو جاری رکھا جس طریقے پر ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ تقسیم کرتے تھے۔ (کتاب الخراج لابی یوسف)۔ اس کی سند حسن ہے اور اس حدیث کے شواہد کثیر تعداد میں ہیں جن میں سے بعض گذر گئے اور بعض آگے آ رہے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ خلفاء راشدینؓ خمس کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے تھے۔

۳۹۵۵۔ قتادہؒ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ما افاء الله على رسوله من اهل القرى، فلله و للرسول الآیہ﴾ (یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ (بھی)

بِخَمْسَةِ اَخْمَاسٍ فَاَرْبَعَةُ اَخْمَاسٍ لِمَنْ قَاتَلَ عَلَيْهَا وَيُخَمَّسُ الْخُمُسُ الْبَاقِيْ عَلٰى خَمْسَةِ اَخْمَاسٍ فَخُمُسٌ لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَخُمُسٌ لِقَرَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ حَيَاتِهٖ وَخُمُسٌ لِلْيَتَامٰى وَخُمُسٌ لِلْمَسَاكِيْنِ وخُمُسٌ لابنِ السَّبِيْلِ، فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَعَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا هٰذَيْنِ السَّهْمَيْنِ سَهْمَ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ وَسَهْمَ قَرَابَتِهٖ فَحَمَلَا عَلَيْهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صَدَقَةً عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اخرجه الطبری فی "تفسیره"(۲۵:۲۹) (زیلعی ۱۳۳:۲)- قلت: رجاله کلهم ثقات و سنده صحیح و هو شاهد حسن لما رواه الکلبی عن ابن عباس والحسن بن محمد ابن الحنفیة من الاجماع-

اللہ کا حق ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں اور مسافروں کا) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مالِ غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ (ان میں سے) چار حصے ان لوگوں کیلئے ہوتے تھے جو (اسی جنگ میں) جہاد کرتے تھے اور پھر (مالِ غنیمت میں سے) باقی پانچویں حصے کو پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ (ان میں سے) ایک حصہ اللہ اور رسول ﷺ کیلئے اور ایک حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کیلئے ہوتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں۔ اور ایک حصہ یتیموں کیلئے اور ایک حصہ غریبوں کیلئے اور ایک حصہ مسافروں کیلئے تھا۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ ان دونوں حصوں یعنی اللہ و رسول ﷺ کے حصے اور قرابت داروں کے حصے کو اللہ کی راہ میں حضور ﷺ کی طرف سے صدقہ کے طور پر استعمال کرنے لگے۔ (تفسیر طبری بحوالہ زیلعی) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ماقبل میں مذکور کلبی کے واسطے سے ابن عباسؓ کی حدیث کیلئے اور حسن بن محمد کے واسطے سے مروی اجماع کیلئے بہترین شاہد ہے۔

فائدہ: اس حدیث اور دیگر احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا حصہ آپ کی وفات کے بعد باقی نہیں رہا بلکہ غریبوں وغیرہ میں تقسیم ہوگا۔

فائدہ: ابن حزم ظاہری کا ابوحنیفہؒ کے قول کہ "خمسِ غنیمت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے" کو خلاف سنت کہنا وخلاف قرآن کہنا اور یہ کہنا کہ یہ قول ابوحنیفہؒ سے پہلے کسی سے منقول نہیں چھوٹا منہ اور بڑی بات کے مترادف ہے۔ ﴿کبرت کلمة تخرج من افواههم. تکاد السموات یتفطرن منه و تنشق الارض وتخر الجبال هدا﴾۔ میں کہتا ہوں کہ کیا کوئی خلفاء راشدین کے برابر ہوسکتا ہے جو خمس کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے یا کوئی یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ خلفاء اربعہ میں کسی نے کبھی بھی مالِ خمس کو تین حصوں سے زائد پر تقسیم فرمایا۔ یقیناً کوئی بھی اس پر دلیل پیش نہیں کرسکتا۔ بلکہ مزید سنیئے کہ خود ابن حزم ظاہری اور موفق کا یہ مذہب کہ "خمسِ غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے" نصِ قرآنی کے صریح خلاف ہے کیونکہ نصِ قرآنی سے تو چھ حصے معلوم ہوتے ہیں اس لحاظ سے تو (ابوالعالیہ کے سوا

٣٩٥٦- حدثنا: ابن وكيع ثنا عمر بن عبيد عن الاعمش عن ابراهيم قال: كَانَ اَبُوْبَكْرٍ و عُمَرُ رضى الله عنهما يَجْعَلَانِ سَهْمَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ فَقُلْتُ لِاِبْرَاهِيْمَ: مَا كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ فِيْهِ؟ قَالَ: "كَانَ عَلِيٌّ اَشَدَّهُمْ فِيْهِ" رواه الطبرى (٦:١٠) ايضا ورجاله كلهم ثقات، و فى ابن وكيع مقال و ذكرناه اعتضاداً، ومرسل ابراهيم كالمسند كما مر غير مرة۔

٣٩٥٧- عن ابن شهاب انا يزيد بن هرمز ان نجدة الحرورى حِيْنَ حَجَّ فِيْ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ اَرْسَلَ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْاَلُهُ عَنْ سَهْمِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَقُوْلُ لِمَنْ تَرَاهُ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:

سب مخالفِ قرآن ہوئے (نعوذ باللہ) اگر وہ یہ کہیں کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ایک ہی ہے اور اس پر دلیل ابن عباسؓ کا قول پیش کریں تو کیا خلفاء راشدین کے افعال و اقوال کو بطور حجت کے احناف پیش نہیں کر سکتے کہ جن کا عملِ متواتر خمس کو تین حصوں پر تقسیم کرنے کا تھا تو کیا ابن عباسؓ کا قول تو موافقِ قرآن و سنت ہے اور نعوذ باللہ ابوبکرؓ و عمرؓ کا قول قرآن و سنت کے خلاف ہے؟ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو ابن عباسؓ بچے تھے جبکہ شیخین اہلِ جنت کے سردار ہیں۔ اور یہ بات کہ شیخین کا قول موافقِ قرآن و سنت نہیں وہی شخص کہہ سکتا ہے جو شیخین کی قدر و منزلت کو نہیں جانتا۔ نیز خود ابن عباسؓ سے ایک قول بواسطہ ضحاک مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے خمسِ غنیمت کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا اور اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرابت داروں کے حصوں کو ایک حصہ قرار دیا۔ اور ابن عباسؓ سے ہی کتاب الخراج لابی یوسف میں مروی ہے کہ خلفاء راشدین خمسِ غنیمت کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے تھے۔

الغرض خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ کا یہی مسلک ہے کہ خمسِ غنیمت میں سے حضور علیہ السلام کے حصہ کی حیثیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صدقہ کی سی ہے جو یتیموں، مسکینوں اور ابن السبیل میں خرچ کیا جائے گا۔ اور تمام ذخیرہ احادیث پر نظر رکھنے والا شخص بخوبی جان سکتا ہے کہ شیخین کا قول و عمل اور جمہور صحابہ کی رائے ہی حق ہے۔

٣٩٥٦۔ ابراہیم نخعیؒ (تابعی) فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ (مالِ غنیمت میں سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کو اسلحہ اور گھوڑوں (سامانِ حرب) میں خرچ کرتے تھے۔ (راوی اعمش فرماتے ہیں کہ) پھر میں نے ابراہیم سے عرض کیا کہ حضرت علیؓ اس حصہ کے بارے میں کیا فرماتے تھے؟ تو ابراہیمؒ نے عرض کیا کہ حضرت علیؓ تو اس حصے کے بارے میں ان سے بھی زیادہ سخت تھے۔ (طبری)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابراہیمؒ کی مرسل حدیث مثل مسند کے ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے اور دیگر روایات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شیخینؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کو اپنا حق قرار نہیں دیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صدقہ کے طور پر فی سبیل اللہ خرچ فرماتے تھے۔

٣٩٥٧۔ یزید بن ہرمز سے روایت ہے کہ جب (خارجیوں کے سردار) نجدہ حروری نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت

قُرْبٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَسَمَهٗ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَقَدْ كَانَ عُمَرُ عَرَضَ عَلَيْنَا مِنْ ذٰلِكَ عَرْضًا رَأَيْنَاهُ دُوْنَ حَقِّنَا فَرَدَدْنَاهُ عَلَيْهِ وَاَبَيْنَا اَنْ نَقْبَلَهٗ۔ رواہ ابوداود و النسائی وزاد: وَكَانَ الَّذِیْ عَرَضَ عَلَيْهِمْ اَنْ يُعِيْنَ نَاكِحَهُمْ، وَيَقْضِیَ عَنْ غَارِمِهِمْ وَيُعْطِیَ فَقِيْرَهُمْ، وَاَبٰی اَنْ يَزِيْدَهُمْ عَلٰی ذٰلِكَ، قال المنذری: واخرجه مسلم (عون المعبود)، قلت: حدیث صحیح رجاله کلهم ثقات۔

۳۹۵۸- حدثنا محمد بن خزیمة نا یوسف بن عدی ثنا عبداللہ بن المبارک عن محمد بن اسحاق قَالَ: سَاَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ فَقُلْتُ: اَرَاَيْتَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ حَيْثُ وَلِیَ الْعِرَاقَ

کے موقعہ پر حج کیا تو اس نے ایک شخص کو حضرت ابن عباسؓ کے پاس قرابت داروں کے حصہ کے بارے میں دریافت کرنے کیلئے بھیجا اور پوچھا کہ آپؓ کی رائے میں یہ حصہ کسے ملنا چاہیے؟ (جواب میں) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ (یہ حصہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کیلئے ہے، حضور علیہ السلام نے ان کو حصہ دیا تھا اور حضرت عمرؓ نے اس میں سے ہمیں بھی پیش کیا تھا، لیکن ہم نے اپنے حق سے کم سمجھ کر اسے واپس لوٹا دیا تھا اور اسے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ (ابوداؤد، نسائی) اور نسائی نے ان الفاظ کا اضافہ فرمایا ہے کہ جو حصہ انہیں پیش کیا گیا تھا وہ اس لئے تھا کہ ہم اس سے اقرباء میں سے نکاح کرنے والوں کی مدد کریں اور کوئی قرض دار ہو تو اس کی طرف سے قرض ادا کریں اور اپنے غریب و مفلس کو دیں اور عمرؓ نے اس سے زیادہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ منذری کہتے ہیں کہ اسے مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (عون المعبود) یہ حدیث صحیح اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ایک روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم کہتے تھے کہ یہ ہمارا حصہ ہے لیکن ہماری قوم (یعنی خلفاءؓ و صحابہؓ) اس کا انکار کرتے تھے۔ لہٰذا اس حدیث کے مختلف طرق کے ملانے سے معلوم ہوا کہ صحابہ قرابت داروں کے حصے کو ختم سمجھتے تھے اور حضرت عمرؓ نے جو حصہ انہیں دینا چاہا وہ بھی قرابت داروں کے غرباء اور مقروضین پر خرچ کرنے کیلئے تھا۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ نیز یہ اختلاف ابن عباسؓ، حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں پیش کیا گیا جس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ حضرت عمرؓ کی خلافت سے قبل حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں ہی قرابت داروں کے حصہ کے ساقط ہونے پر اجماع ہو چکا تھا۔ جیسا کہ خود ابوداؤد میں ہی جبیر بن مطعم سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کو مال غنیمت میں سے وہ حصہ نہ دیتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے۔ (عون المعبود) اس کی سند صحیح ہے۔ نیز ابن عباسؓ سے ہی مروی یہ روایت کہ "ابوبکرؓ قرابت داروں کے حصے کو فی سبیل اللہ خرچ کرتے تھے اور صحابہؓ میں سے کسی نے بھی اس پر انکار نہیں فرمایا بلکہ ابوبکرؓ کے اس فیصلے پر متفق ہو گئے" اجماع پر دال ہے۔ اگر کسی نے انکار کیا ہو تو وہ دلیل سے پیش کرے۔

۳۹۵۸۔ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر سے پوچھا کہ کیا آپ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو دیکھا جبکہ وہ عراق کے حاکم بنے اور لوگوں پر حکومت کرنے لگے۔ انہوں نے قرابت داروں کے حصہ کا کیا کیا تھا۔ انہوں نے (جواب میں) فرمایا کہ قسم

وَمَا وَلِیَ مِنْ اُمُوْرِ النَّاسِ، کَیْفَ صَنَعَ فِیْ سَهْمِ ذَوِی الْقُرْبٰی؟ قَالَ: سَلَکَ بِهٖ وَاللّٰهِ سَبِیْلَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ قُلْتُ: وَکَیْفَ وَاَنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ مَا تَقُوْلُوْنَ؟ قَالَ: اِنَّهٗ وَاللّٰهِ مَا کَانَ اَهْلُهٗ یَصْدِرُوْنَ اِلَّا عَنْ رَأْیِهٖ قُلْتُ: فَمَا مَنَعَهٗ؟ قَالَ: "کَرِهَ وَاللّٰهِ اَنْ یُّدَّعٰی عَلَیْهِ خِلَافَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ"، اخرجه الطحاوی (۱۳٦:۲) و سنده حسن، واخرجه ابوعبید فی "الاموال" (ص۳۳۲) عن ابن المبارک، وابویوسف الامام فی "الخراج" له (ص۲۳) عن ابن اسحاق نحوه۔

۳۹۵۹- حدثنا عبدالله بن صالح عن اللیث بن سعد عن یحیی بن سعید "ان ابن عباس رضی الله عنهما قال "کَانَ عُمَرُ یُعْطِیْنَا مِنَ الْخُمُسِ نَحْوًا مِمَّا کَانَ یَرٰی اَنَّهٗ لَنَا فَرَغِبْنَا عَنْ ذٰلِکَ، وَقُلْنَا: حَقُّ ذِی الْقُرْبٰی خُمُسُ الْخُمُسِ، فَقَالَ عُمَرُ: اِنَّمَا جَعَلَ اللّٰهُ الْخُمُسَ لِاَصْنَافٍ

بخدا وہ اس مسئلہ میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے راستے پر چلے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کیسے؟ تم تو ایسے ایسے کہتے ہو انہوں نے فرمایا کہ قسم بخدا ان کے ساتھی تو انہیں کی رائے پر چلتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کس چیز نے ان کو روکا۔ انہوں نے فرمایا کہ واللہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی رائے کے برخلاف کرنے کو برا جانتے تھے۔ (طحاوی باب سہم ذوی القربٰی)۔ اس کی سند حسن ہے اور ابوعبید نے کتاب الاموال اور ابو یوسف نے کتاب الخراج میں اسے بیان کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں اس بات پر صراحۃً دلالت ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی رشتہ داروں کے حصہ میں وہی طریقہ اختیار کیا جو حضرات شیخین نے اختیار کیا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخین کا طرزِ عمل مشہور و معروف تھا۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ احادیث و آثار سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ "خلفاء اربعہ راشدین خمسِ غنیمت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے اور ان کی اقتداء ہی کافی ہے پھر باوجودیکہ تمام صحابہؓ اس چیز کو جانتے تھے کسی صحابیؓ نے اس پر انکار نہ فرمایا تو گویا صحابہؓ کا اس پر اجماع ہو گیا کیونکہ خلفاء اربعہ اور صحابہؓ سے یہ گمان ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے خلاف کریں۔ الخ

میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ کا فرمان کہ "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" بھی احناف کا مؤید ہے۔ اگرچہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی تقسیم کی مخالفت کی لیکن صحابہؓ نے ان کی مخالفت کو اہمیت نہ دی بلکہ صحابہؓ، تابعین اور مجتہدین کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ خمسِ غنیمت تین حصوں پر تقسیم ہوگا۔

۳۹۵۹۔ یحیٰی بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ ہمیں (خمسِ غنیمت میں سے) اتنی مقدار دیتے تھے جو ان کی رائے میں ہمارے لئے تھی (لیکن) ہم نے اس (کے لینے) سے اعراض کیا اور ہم نے کہا کہ رشتہ داروں کا یعنی ہمارا حصہ

ـــتـها فَاَسْعَدُهُمْ بِهَا اَكْثَرُهُمْ عَدَدًا وَاَشَدُّهُمْ فَاقَةً- قَالَ: فَاَخَذَ ذٰلِكَ مِنَّا نَاسٌ وَتَرَكَهُ نَاسٌ"

حرجه ابوعبيد في الاموال" (ص٣٣٥)، ورجاله ثقات، وهو مرسل، ولكن يحيي لا ياخذ الا

اعن ثقة، كما في "التهذيب"(١١:٢١٩)، وارسال مثله حجة-

٣٩٦٠- حدثني المثنى ثنا عبد بن صالح ثني معاوية عن علي عن ابن عباس رضي

عنهما قوله: ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى

ـ خمساكِيْنِ﴾ الآية، قال ابن عباس رضي الله عنهما: فَكَانَتِ الْغَنِيْمَةُ تُقْسَمُ عَلٰى خَمْسَةِ اَخْمَاسٍ

ـعَةٌ بَيْنَ مَنْ قَاتَلَ عَلَيْهَا وَخُمُسٌ وَاحِدٌ يُقْسَمُ عَلٰى اَرْبَعَةٍ لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى يَعْنِيْ

قرَابَةَ النَّبِيِّ ﷺ فَمَا كَانَ لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ فَهُوَ لِقَرَابَةِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَمْ يَاْخُذِ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْخُمُسِ

شَيْئًا، فَلَمَّا قَبَضَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ ﷺ رَدَّ اَبُوْبَكْرٍ رضي الله عنه نَصِيْبَ الْقَرَابَةِ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَجَعَلَ يَحْمِلُ بِهٖ فِيْ

ت... خمس کا پانچواں حصہ ہے۔اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ نے تو خمسِ غنیمت ان لوگوں کیلئے مقرر کیا ہے جن کو ﴿فان لله خمسه

ـ سرسول الآیہ﴾ میں بیان کیا ہے۔تو اس خمسِ غنیمت کے حصول کے زیادہ حقدار وہ ہیں جو تعداد میں زیادہ اور زیادہ حاجت مند

ہیں۔(الاموال لابی عبید)۔اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس میں صراحۃً دلالت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ کی رائے کو قبول نہیں کیا، اس لئے کسی کیلئے ابن عباسؓ کی

ـ ئے کو لینا اس وقت ہی درست ہوسکتا ہے کہ وہ اس بات پر دلیل پیش کرے کہ ﴿واعلموا انما غنمتم﴾ میں مصارف کا بیان استحقاق و

حیثیت کے طریق پر ہے۔جبکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں اصناف کا بیان محض مصارف کی حیثیت سے ہے۔ملک واستحقاق کی

حیثیت سے نہیں ہے۔

٣٩٦٠۔ علی بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے آیت ﴿واعلموا انما غنمتم من شی فان الله خمسه الآیہ﴾

کے بارے میں فرمایا کہ مالِ غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔(ان میں سے) چار حصے ان لوگوں کے درمیان بانٹے جاتے جو جنگ

میں شریک ہوتے اور باقی ایک حصہ (یعنی خمس) چار حصوں میں تقسیم ہوتا (جن میں سے ایک حصہ) اللہ، رسول اور حضور ﷺ کے رشتہ

داروں کیلئے ہوتا تھا۔اور اللہ ورسول ﷺ کیلئے جو کچھ ہوتا وہ بھی حضور ﷺ کے رشتہ داروں کیلئے ہوتا تھا۔اور حضور ﷺ خمسِ غنیمت

میں سے کچھ نہ لیتے۔پھر جب حضور ﷺ اس دنیا سے کوچ کر گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے رشتہ داروں کا حصہ مسلمانوں میں لوٹا دیا۔اور اس

حصہ کو اللہ کے راستے میں (بطور صدقہ) خرچ کرنے لگے کیونکہ خود حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ہم (کسی کو اپنے مال کا)

سَبِيلِ اللّٰهِ - لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ﴿لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ﴾ اخرجه الطبرى (١٠:٦)، سنده حسن جيد۔

٣٩٦١- حدثنا ابن بشار ثنا عبدالاعلى ثنا سعيد عن قتادة اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ سَهْمِ ذِي

وارث نہیں بناتے (بلکہ) ہم اپنا جو مال چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (طبری) اس کی سند حسن اور عمدہ ہے۔

فائدہ: ابن عباسؓ کے جو تفسیری اقوال علی بن ابی طلحہ سے مروی ہیں وہ اکثر محدثین کے نزدیک معتمد علیہ ہیں۔ علامہ سیوطی الاتقان میں فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے تفسیری اقوال میں سے وہ اقوال جید ہیں جو علی بن ابی طلحہ کے طریق سے مروی ہیں۔ اس حدیث میں اس بات پر واضح دلیل ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں خمس چار حصوں پر تقسیم ہوتا تھا۔ اور حضور ﷺ کیلئے اس میں کچھ نہ ہوتا۔ کیا یہ ابن عباسؓ کا قول ظاہر کتاب کے موافق ہے؟ حالانکہ کسی مجتہد نے اس قول کو نہیں لیا۔ معلوم ہوا کہ خمس کے پانچ حصے کرنے والے کا مذہب نہ خلفاء اربعہؓ کے موافق ہے اور نہ ہی ابن عباسؓ کی رائے کے موافق اور نہ ہی ظاہر آیت کے موافق (کیونکہ آیت میں تو چھ حصے مقرر کئے گئے ہیں۔ اور وہ لوگ اللہ کے حصے کو ختم کر دیتے ہیں نیز آیت میں قرابت داروں میں تعمیم ہے لیکن اہل ظاہر کے نزدیک قرابت داروں سے مراد بنو ہاشم اور بنو المطلب ہیں جو بغیر دلیل کے تخصیص ہے) اور ان کا مذہب مطعم بن جبیرؓ کی حدیث کے بھی مناسب نہیں کیونکہ اس میں یہ تخصیص نہیں کہ انہوں نے صرف مسلمان رشتہ داروں کو دیا حالانکہ حدیث ''انا و بنو المطلب لم تفترق فی جاهلية و الاسلام انما نحن و هم شیء واحد'' سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خمسِ غنیمت میں سے کافر رشتہ داروں کو بھی دیا جائے کیونکہ وہ بھی تو شعب ابی طالب میں حضور ﷺ کے ساتھ محصور ہوئے تھے۔ بہر حال جبیر بن مطعمؓ کی حدیث کے باوجود صحیح ہونے کے ابن حزم اس پر عمل نہیں فرما رہے حالانکہ اس کو احناف کے خلاف بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں۔ جبکہ احناف کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا لیکن چونکہ رشتہ داروں کا حصہ بھی حضور ﷺ کی رائے کی طرف مفوض تھا۔ یعنی جسے چاہتے دیتے اور جسے چاہتے نہ دیتے لہٰذا رشتہ داروں کا حصہ حضور ﷺ کے حصہ کے ساتھ ضم تھا اس لئے ابن عباسؓ کا قول کہ خمس کو چار حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا درست ہے۔ نیز عمدہ القاری (٦-١٦٧) میں ہے کہ حضور ﷺ بنو ہاشم اور بنو مطلب کو دیتے اور بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو نہ دیتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔ اور بخاری میں تعلیقاً عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ حاجت مندوں کو دیتے تھے۔ (فتح الباری ٦-١٧٣) اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کا حصہ رشتہ دار ہونے کی حیثیت سے مفروض نہ تھا بلکہ حاجت مند ہونے کی حیثیت سے تھا۔ یہی امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے۔ نیز اگر یہ مفروض ہوتا تو احکامِ میراث کی طرح اس کی تعیین ضرور کرتے کہ فلاں کو ثمن، فلاں کو سدس اور ﴿للذكر مثل حظ الانثيين﴾ وغیرہ ہے۔ لیکن کہیں بھی یہ منقول نہیں۔

٣٩٦١۔ سعید فرماتے ہیں کہ قتادہؒ سے (خمس غنیمت میں سے) رشتہ داروں کے حصہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے

الْقُرْبٰى، فَقَالَ: "كَانَ طُعْمَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ حَمَلَ عَلَيْهِ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صَدَقَةً عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَ فِيْ لَفْظٍ: كَانَ طُعْمَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ مَا كَانَ حَيًّا فَلَمَّا تُوُفِّيَ جَعَلَ لِوَلِيِّ الْاَمْرِ مَنْ بَعْدَهٗ" اخرجه الطبری (٦:١٠)- ایضاً و سنده صحیح-

٣٩٦٢- عن علی رضی اللہ عنہ اَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اشْتَكَتْ مَا تَلْقٰى مِنَ الرَّحٰى مِمَّا تَطْحَنُ فَبَلَغَهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُتِيَ بِسَبْيٍ فَاَتَتْهُ تَسْاَلُهٗ خَادِمًا" الحدیث -وفیه- "اَلَا اَدُلُّكُمَا عَلٰى خَيْرٍ مِمَّا سَاَلْتُمَانِيْ؟ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا اللّٰهَ اَرْبَعًا وَثَلَاثِيْنَ" الحدیث رواہ البخاری (فتح الباری ٢:١٥١)- قال الحافظ: واخرجه احمد من وجه آخر عن علی رضی اللہ عنہ فیه، "وَاللّٰهِ لَا اُعْطِيْكُمْ وَاَدَعُ اَهْلَ الصُّفَّةِ تَطْوِيْ بُطُوْنُهُمْ مِنَ الْجُوْعِ لَا اَجِدُ مَا اُنْفِقُ عَلَيْهِمْ، وَلٰكِنْ اَبِيْعُهُمْ وَاُنْفِقُ عَلَيْهِمْ اَثْمَانَهُمْ" اھ-

فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کا رزق تھا پھر جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو ابوبکرؓ و عمرؓ نے اسے حضور ﷺ کی طرف سے صدقہ کے طور پر اللہ کی راہ میں لگانا شروع کر دیا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تک آپ ﷺ زندہ رہے یہ آپ ﷺ کیلئے رزق تھا۔ پھر جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو آپ ﷺ کے بعد خلیفہ کیلئے کر دیا گیا۔ (طبری) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو اس بات کا اختیار ہے کہ خمس غنیمت کو جیسے چاہے خرچ کرے۔ رشتہ داروں کو دینا ضروری نہیں۔ اگر رشتہ داروں کو دینا ضروری ہوتا تو آپ ﷺ فاطمہؓ پر کسی اور کو ترجیح نہ دیتے۔ کیونکہ سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار وہ تھیں اور رحم کے لحاظ سے زیادہ مستحق تھیں۔ لیکن حضور ﷺ نے ان کو خمس میں سے خادم عنایت نہیں فرمایا بلکہ ذکر کی طرف متوجہ فرمایا اور خلفاء راشدینؓ کا بھی یہی طرز عمل رہا۔ (ھکذا قال الطحاوی)۔

٣٩٦٢۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ فاطمہؓ نے چکی پیسنے کی اپنی دشواریوں کی شکایت کی پھر انہیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں تو وہ بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ایک خادم (دینے) کی درخواست کی۔ (الحدیث) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے (حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ سے) فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس درخواست میں طلب کی گئی چیز سے بہتر چیز کی رہنمائی نہ کروں (وہ بہتر چیز یہ ہے کہ) جب تم اپنے بستر پر لیٹنے لگو تو اللہ اکبر چونتیس مرتبہ الخ کہو۔ (بخاری باب الدلیل علی ان الخمس لنوائب رسول اللہ الخ) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ نے (مسند میں) اسے ایک اور طریق سے روایت کیا ہے جس میں ہے کہ قسم بخدا میں تمہیں (اس میں سے کچھ) نہ دوں گا۔ کیا میں اہل صفہ کو بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹوں کو اکٹھا کرتے ہوئے چھوڑ دوں؟ حالانکہ ان پر خرچ کرنے کیلئے میرے پاس کچھ نہیں۔ بلکہ میں ان غلاموں کو بیچ کر ان کی قیمت ان (اصحاب صفہ طلبہ) پر خرچ کروں گا الخ۔

٣٩٦٣- حدثنا ابن ابی داود ثنا محمد بن عبدالله بن نمیر ثنا زید بن الحباب ثنی عیاش بن عقبة ثنی الفضل بن حسن بن عمرو بن الحکم: "اَنَّ اُمَّهٗ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا ذَهَبَتْ هِيَ وَاُمُّهَا حَتّٰی دَخَلْنَ عَلٰی فَاطِمَةَ، فَخَرَجْنَ جَمِيْعًا فَاَتَيْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ وَمَعَهٗ رَقِيْقٌ، فَسَاَلْنَهٗ اَنْ يُخْدِمَهُنَّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سَبَقَكُنَّ يَتَامٰی بَدْرٍ" اخرجه الطحاوی(٢:١٣٥) وسنده حسن و ذکره الحافظ فی الفتح (٦:١٥١) مختصرا و سکت عنه، واخرجه ایضا ابوداود (٣:١١٠ مع العون)، وسکت عنه هو والمنذری۔

٣٩٦٤- عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ ان رسول اللهﷺ لَمْ يَقْسِمْ لِبَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ، وَلَا لِبَنِيْ نَوْفَلٍ مِنَ الْخُمُسِ شَيْئًا كَمَا قَسَمَ لِبَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، قَالَ: وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يَقْسِمُ الْخُمُسَ نَحْوَ قَسْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، غَيْرَ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يُعْطِيْ قُرْبٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَمَا كَانَ يُعْطِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُعْطِيْهِمْ مِنْهُ وَعُثْمَانُ بَعْدَهٗ، اخرجه ابوداود، وقال ابن حزم فی "المحلی" (١١:٣٢٨): هذا اسناد فی غایة الصحة، وقال المنذری: اخرجه

٣٩٦٣۔ فضل بن حسن فرماتے ہیں کہ ان کی ماں نے ان سے بیان فرمایا کہ وہ اور اس کی والدہ حضرت فاطمہؓ کے پاس آئیں پھر یہ تینوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں بحالیکہ آپ ﷺ ایک جنگ سے تشریف لائے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ غلام تھے۔ تب انہوں نے (یعنی حضرت فاطمہؓ وغیرہ نے) حضور ﷺ سے خادم دینے کی درخواست کی تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ بدر کے (شہداء کے) یتیم بچے تم سے سبقت لے گئے (یعنی ان کا حق مقدم ہے) (طحاوی)۔ اس کی سند حسن ہے اور ابوداؤد اور منذری نے بھی اسے ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے۔ (پس یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خمس کو تمام مصارف پر خرچ کرنا ضروری نہیں، اسی طرح رشتہ داروں کا حصہ بھی مقرر مفروض نہیں کہ ان کے ہر چھوٹے بڑے کو دیا جائے بلکہ یہ امام کی رائے کی طرف مفوض ہے کہ اگر احتیاج سمجھے تو دے ورنہ نہ دے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

٣٩٦٤۔ جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو خمسِ غنیمت میں سے کچھ نہیں دیا تھا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب کو (خمس غنیمت میں سے) حصہ دیا تھا۔ جبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ بھی (آپ ﷺ کی وفات کے بعد) حضور ﷺ کی طرح ہی خمسِ غنیمت کو تقسیم فرماتے تھے لیکن وہ حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو کچھ نہ دیتے تھے جیسا کہ حضور ﷺ ان کو دیتے

البخاری والنسائی وابن ماجة مختصرا (عون المعبود ۳: ۱۰٦)۔

۳۹٦۵- عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال: سَمِعْتُ عَلِیًّا یقول: "وَلَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خُمُسَ الْخُمُسِ، فَوَضَعْتُهُ مَوَاضِعَهُ حَیَاةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، وَحَیَاةَ اَبِیْ بَکْرٍ وَحَیَاةَ عُمَرَ فَاُتِیَ بِمَالٍ فَدَعَانِیْ فَقَالَ: خُذْهُ! فَقُلْتُ لَا اُرِیْدُهُ۔ فَقَالَ: خُذْهُ! فَاَنْتُمْ اَحَقُّ بِهٖ۔ قُلْتُ: قَدِ اسْتَغْنَیْنَا عَنْهُ، فَجَعَلَهُ فِیْ بَیْتِ الْمَالِ"۔ اخرجه ابوداود وسکت عنه۔ قال المنذری: فی اسناده ابوجعفر الرازی وثقه ابن المدینی وابن معین ونقل عنهما خلاف ذلک، وتکلم فیه غیر واحد (عون المعبود

تھے۔ حضرت عمرؓ (بھی) ان کو خمسِ غنیمت سے دیا کرتے اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ بھی دیتے رہے۔ (ابوداؤد) ابن حزم فرماتے ہیں کہ حدیث کی سند انتہائی صحیح ہے اور منذری کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بخاری، نسائی اور ابن ماجہ نے مختصراً روایت کیا ہے۔

فائدہ: عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ ایک ہاشم جن کی اولاد میں حضور ﷺ ہیں۔ دوسرے مطلب، تیسرے عبد شمس جن کی اولاد میں حضرت عثمانؓ ہیں اور چوتھے نوفل جن کی اولاد میں جبیر بن مطعم ہیں۔ ابتداء اسلام میں کفار قریش نے بنو ہاشم کے خلاف ایک دستاویز لکھی تھی کہ سب کفار، بنو ہاشم و بنو مطلب سے خرید و فروخت نہ کریں اور نہ شادی بیاہ کے رشتے استوار کریں۔ اس معاہدے میں بنو عبد شمس اور بنو نوفل نے کفار کا ساتھ دیا تو چونکہ بنو ہاشم اور بنو مطلب نے آپ ﷺ کا ساتھ دیا اس لئے آپ ﷺ نے خمسِ غنیمت سے ان کو حصہ دیا۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہیں لیکن بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو کچھ نہ دیا۔ لہٰذا اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ خمس سے حصہ دینے کی علت محض رشتہ داری نہیں بلکہ نصرت و تعاون ہے۔ لیکن چونکہ یہ علتِ نصرت حضور ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہوگئی لہٰذا اب اس علت کے نہ ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو خمسِ غنیمت میں سے کچھ نہ دیا جائے گا البتہ یتیمی مسکینی اور مسافری کی علت اگر ان میں پائی جائے تو انہیں خمس سے دیا جائے گا بلکہ مقدم رکھا جائے گا۔ پس یہ حدیث بھی احناف کی مؤید ہے کہ حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو خمس میں سے کچھ نہ دیا جائے گا ورنہ آپ ﷺ بنو نوفل وغیرہ کو بھی دیتے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح رشتہ داروں کی تعیینِ مراد حضور ﷺ کی رائے کی طرف مفوض ہے اسی طرح ان کے لئے حصہ ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ بھی حضور ﷺ کی طرف مفوض ہے لیکن جب آپ ﷺ وفات پاگئے تو آپ ﷺ کی رائے بھی منقطع ہوگئی۔

۳۹٦۵۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے خمس کے خمس کو میری ولایت میں دے دیا تو میں اسے اس کے مصارف میں خرچ کرتا رہا حضور ﷺ کی زندگی میں اور حضرات شیخینؓ کی زندگی میں بھی۔ ایک مرتبہ (حضرت عمرؓ کی آخر حیات میں) مال لایا گیا تو آپؓ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اسے لے لو۔ میں نے کہا کہ میں نہیں چاہتا۔ انہوں نے (پھر) فرمایا کہ اسے لے لو۔ اور تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے

۱۰۷:۳)- واحتج به ابن حزم فی "المحلی" (۱۱:۳۲۹) و قال: ابوجعفر الرازی ثقة، و قال المنذری: حدیث علی لا یصح(فتح القدیر٥:٢٤٥)-

٣٩٦٦- حدثنا عفان عن عبدالواحد بن زیاد عن حجاج عن ابی الزبیر عن جابرؓ أَنَّهُ سُئِلَ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ بِالْخُمُسِ؟ فَقَالَ: كَانَ يَحْمِلُ مِنْهُ الرَّجُلَ ثُمَّ الرَّجُلَ ثُمَّ الرَّجُلَ، رواه ابوعبید فی الاموال (ص۳۲۱) و سنده حسن- قال الجصاص فی "احکام القرآن" (۶۱:۳) له: روی ابویوسف (القاضی الامام) عن اشعث بن سوارعن ابی الزبیر عن جابرؓ قال: كَانَ يَحْمِلُ الْخُمُسَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيُعْطِيْ مِنْهُ نَائِبَةَ الْقَوْمِ، فَلَمَّا كَثُرَ الْمَالُ جَعَلَهُ فِيْ غَيْرِ ذٰلِكَ"، وهذا سند حسن ایضاً- واشعث والحجاج فیهما مقال، ولکن

بیت المال میں جمع کرادیا۔ (ابوداؤد)۔

فائدہ: اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہورہا ہے کہ رشتہ دار خمس غنیمت میں سے حصہ کے حقدار فقر کی بنا پر تھے لیکن جب فقر ختم ہوگیا تو وہ اس کے حقدار نہیں رہے تھے۔ کیونکہ اگر رشتہ دار بہرصورت مستحق غنیمت ہوتے تو حضرت علیؓ کیلئے یہ کہنا جائز نہ تھا کہ اسے کہیں اور خرچ کرو اور نہ ہی حضرت عمرؓ کیلئے بیت المال میں اسے جمع کرانا جائز ہوتا۔ فتح الودود میں ہے کہ اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہورہا ہے کہ رشتہ دار ایک مصرف تھے۔ قطعی حقدار نہ تھے یعنی اگر امیر مناسب سمجھے فقر کی بناپر تو انہیں خمسِ غنیمت سے دے سکتا ہے۔ اور عون المعبود میں ہے کہ اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ حضور ﷺ کی زندگی کی طرح شیخینؓ کی زندگی میں بھی خمس پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا رہا غلط ہے۔ کیونکہ بعض اوقات ایک شئ کو سابقہ نام سے ذکر کیا جاتا ہے اگرچہ اس کی صفات وحالات میں تبدیلی آچکی ہوتی ہے۔ اس لئے حیاتِ شیخینؓ کے حیاۃ النبی ﷺ پر عطف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خمس اسی طرح پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا رہا۔

۳۹۶۶۔ ابوالزبیر سے مروی ہے کہ حضرت جابرؓ سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ خمسِ غنیمت کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ اس خمس سے ایک آدمی کی امداد کرتے (مثلاً جنگی سامان اور سواری فراہم کرتے) پھر ایک آدمی کی پھر ایک آدمی کی (کتاب الاموال لابی عبید) اور اس کی سند حسن ہے۔ اور احکام القرآن میں جصاص فرماتے ہیں کہ امام ابویوسفؒ نے بسند حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ خمسِ غنیمت کو اللہ کے راستے میں اور قوم کے حادثات میں خرچ کرتے تھے۔ پھر جب مالِ خمس زیادہ ہوگیا تو ان کے علاوہ میں بھی (یعنی یتیموں، مسکینوں اور مسافروں میں) خرچ کرتے تھے۔ اس کی سند بھی حسن ہے۔ اور متابعات کی بناپر یہ حدیث درجہ حسن سے صحیح پر پہنچ گئی ہے۔

فائدہ: فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ ضرورت مندوں اور فقراء ومساکین میں خرچ کرتے تھے۔ لہٰذا اس

۔۔بعة احدھما للآخر رفعت الحدیث من درجة الحسن الی الصحیح۔

باب یجوز للامام ان یصرف الخمس الی صنف من الاصناف اذا کان احوج من غیرہ ولا یجب علیه الاستیعاب

٣٩٦٧- عن ابن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله ﷺ بعث سریة فیها عبدالله بن

۔۔یث سے بھی معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کا کوئی معین ومفروض حصہ نہ تھا بلکہ اگر فقر کی وجہ سے مناسب سمجھتے تو خرچ کرتے تھے کیونکہ اگر ان کا ۔ن حصہ مفروض ومعین ہوتا تو آپ قطعاً یہ حصہ دیگر ضرورت مندوں اور فقراء میں تقسیم نہ کرتے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان تمام اصناف کا ذکر محض بیانِ مصارف کیلئے ہے، اس بات کیلئے نہیں کہ خمس کو ان تمام میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ بعض اوقات آپ ﷺ خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم فرماتے اور رشتہ داروں کو بھی ایک حصہ دیتے اور بعض اوقات صرف شہداء کے یتیم بچوں میں ہی خمس کو تقسیم ۔۔دیتے اور بعض اوقات صرف یتیموں پر ہی سارا خمس خرچ کردیتے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابوبکرؓ کا عمل بھی حضور ﷺ کے ۔۔ل کے موافق تھا۔

الغرض امام پر ضروری نہیں کہ خمس کو پانچ یا تین حصوں میں تقسیم کرے بلکہ جس ایک صنف میں چاہے خرچ کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ صنف ۔۔ے اصناف سے زیادہ ضرورت مند ہو۔ ہاں اگر وہ سب برابر ہوں تو سب میں خرچ کرنا چاہیے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ **فللّٰہ الحمد۔**

باقی رہی یہ بات کہ جب صرف مسکین رشتہ داروں کو خمس میں سے حصہ دینا تھا تو رشتہ داروں کا نام مستقل طور پر آیت میں کیوں لیا ۔۔یونکہ وہ مسکین غریب رشتہ دار بھی جملہ مساکین میں شامل تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عام صدقات میں سے حضور ﷺ کے ۔۔بت داروں کا حصہ نہیں تھا جیسا کہ واضح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ قوم کا دھوون ہے، میں تمہیں اس سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں تو یہاں خمس کے مسئلہ میں بھی اگر قرابت داروں کا مستقلاً ذکر نہ ہوتا تو لوگ سمجھتے کہ عام صدقات کی طرح خمسِ غنیمت میں بھی رشتہ داروں کا حصہ نہیں۔ اس لئے اس غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مستقلاً ذوی القربیٰ کا ذکر کیا یہ بتانے کے لیے کہ خمسِ ۔نیمت میں سے ضرورت کے وقت ان کو بھی دیا جاسکتا ہے۔

باب۔ خمسِ غنیمت کو (مذکورہ فی الآیت) اصناف میں سے کسی ایک صنف میں خرچ کرنا امام کیلئے جائز ہے جبکہ وہ صنف (دوسرے اصناف سے) زیادہ ضرورت مند ہو اور تمام اصناف میں خرچ کرنا امام پر ضروری نہیں

٣٩٦٧۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے نجد کی طرف ایک مہم روانہ کی، اس مہم میں عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے۔ اس مہم کو غنیمت کے طور پر اونٹ کی ایک بہت بڑی تعداد ہاتھ لگی۔ اس مہم کے شرکاء کا حصہ بارہ بارہ یا گیارہ گیارہ اونٹ تھے۔ اور ایک ایک اونٹ (واجبی

عُمَرَ قِبَلَ نَجدٍ، فَغَنِمُوا اِبِلًا كَثِيرَةً فَكَانَتْ سُهمَانُهُم اِثْنَىْ عَشَرَ بَعِيرًا اَوْ اَحَدَ عَشَرَ بَعِيرًا وَنُفِّلُوا بَعِيرًا بَعِيرًا﴾ رواه البخاری (فتح الباری ٦:١٦٩)۔

٣٩٦٨- عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال: قال رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿ اِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلَا كِسْرَى بَعْدَهُ، وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ، وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِىْ سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ رواه البخاری (فتح الباری ٦:١٥٤)۔

٣٩٦٩- عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: قال نَاسٌ مِنَ الْاَنْصَارِ حِيْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ﷺ مَا اَفَاءَ مِنْ اَمْوَالِ هَوَازِنَ، فَطَفِقَ النَّبِىُّ ﷺ يُعْطِىْ رِجَالًا الْمِائَةَ مِنَ الْاِبِلِ، فَقَالُوْا: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُعْطِىْ قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ، فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

حصے کے علاوہ) زائد (بطور نفل کے) بھی انہیں دیا گیا۔ (بخاری کتاب الجہاد، باب الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین الخ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خمس غنیمت کو جس صنف میں بھی چاہے امام کو خرچ کرنے کا اختیار ہے اور اس بات پر بھی واضح دلیل ہے کہ خمس میں رشتہ داروں کا کوئی حصہ مفروض نہیں ہوتا۔ اگر حصہ مفروض ہوتا تو کسی دوسری صنف میں خرچ کرنا قطعاً جائز نہ ہوتا۔ اس حدیث میں ادنیٰ درجے کا تامل کرنے سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ خمس غنیمت کو پانچ حصوں پر تقسیم نہیں کیا گیا بلکہ تین یا اس سے بھی کم پر تقسیم کیا گیا۔ اور جب امام کیلئے اس بات کا اختیار ہے کہ وہ ایک صنف کو ساقط کر سکتا ہے تو دو صنفوں کو بھی ساقط کرنے کا اسے اختیار ہوگا۔

٣٩٦٨۔ جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسریٰ پر جب ہلاکت آئے گی تو پھر (اسکے بعد) کوئی کسریٰ پیدا نہ ہوگا۔ اور جب قیصر پر بربادی آئے گی تو پھر کوئی دوسرا قیصر پیدا نہ ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور ان دونوں کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ (بخاری باب قول النبی ﷺ احلت لی الغنائم)

فائدہ: اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے خزانے فی سبیل اللہ خرچ کرو گے اور فی سبیل اللہ سے مراد فقراء، غرباء اور مساکین ہوتے ہیں۔ الغرض آپ ﷺ نے کسی قوم کو مختص نہیں فرمایا۔ اس لئے قرابت داروں کا بھی کوئی خاص حصہ مقرر نہیں ہوگا بلکہ وہ بھی فقراء کے تحت داخل ہونگے۔

٣٩٦٩۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو قبیلہ ہوازن کے اموال میں سے غنیمت عطا فرمائی اور حضور ﷺ چند اصحاب کو (تالیف قلب کے طور پر) سو سو اونٹ دینے لگے تو بعض انصاری صحابہؓ نے عرض کیا ''اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کی مغفرت فرمائیں کہ آپ قریش کو تو دے رہے ہیں اور ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں حالانکہ ان کا خون ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے۔'' (حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ) جب ان کی بات کا ذکر حضور ﷺ کے سامنے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بعض ایسے لوگوں کو

مَقَالَتِهِمْ، الحديث-وَفِيهِ- فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَإِنِّيْ أُعْطِيْ رِجَالًا حَدِيْثِيْ عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَتَأَلَّفُهُمْ-
أَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِيِّ ﷺ اِلٰى رِحَالِكُمْ؟ رواه البخاري وغيره (فتح الباري ٨: ٤٢)-

٣٩٧٠- و في لفظ له عن عبدالله بن زيد بن عاصم قال: ﴿لَمَّا اَفَاءَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَلَمْ يُعْطِ الْاَنْصَارَ شَيْئًا﴾ الحديث-

٣٩٧١- عن مروان والمسور بن مخرمة ﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ حِيْنَ جَاءَهٗ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ، فَسَاَلُوْهُ اَنْ يَرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَعِيَ مَنْ تَرَوْنَ وَاَحَبُّ الْحَدِيْثِ اِلَيَّ اَصْدَقُهٗ، فَاخْتَارُوْا اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، اِمَّا السَّبْيَ وَاِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَاْنَيْتُ بِكُمْ وَكَانَ اَنْظَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، قَالُوْا: فَاِنَّا نَخْتَارُ السَّبْيَ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ، ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ قَدْ

دل جوئی کے طور پر دے رہا ہوں جو چند دن پہلے کافر تھے (اور نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے)۔ کیا تم (اے انصار!) اس پر خوش نہیں ہو کہ دوسرے لوگ مال ودولت لے کر واپس جا رہے ہوں اور تم لوگ اپنے گھروں کو حضور ﷺ کے ساتھ واپس جا رہے ہو! (بخاری وغیرہ)۔

۳۹۷۰۔ اور بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن زید بن عاصم فرماتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے موقعہ پر جب اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت آپ ﷺ کو عطا فرمایا تھا تو آپ ﷺ نے (اس مال کو) مؤلفۃ القلوب (کمزور ایمان والوں اور نئے نئے مسلمان ہونے والوں) میں تقسیم فرمایا (ان کی دل جوئی کیلئے) اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ الحدیث۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ خمس غنیمت امام کی رائے کی طرف مفوض ہے وہ جہاں چاہے خرچ کرے۔ کسی خاص قوم اور گروہ کا کوئی حصہ مفروض نہیں ہے کیونکہ اگر کسی خاص گروہ مثلاً قرابت داروں کا حصہ مقرر ہوتا تو آپ ﷺ قطعاً انکا حصہ کسی اور کو نہ دیتے حالانکہ آپ ﷺ نے صرف مؤلفۃ القلوب کو ہی عطا فرمایا۔ اور مؤلفۃ القلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جو نئے نئے اسلام لائے اور ان کو اس لیے دیا گیا تا کہ ان کا دل اسلام پر جم جائے۔ جصاص نے احکام القرآن میں اور حافظ نے فتح الباری میں اور اسماعیل قاضی نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

۳۹۷۱۔ مروان اور مسور بن مخرمہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں (غزوۂ حنین میں فتح مکہ کے بعد) جب ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا تو انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کے مال ودولت اور ان کے قیدی انہیں واپس کر دیے جائیں۔ اس پر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو (یعنی مؤلفۃ القلوب ہیں) اور (فرمایا کہ)

جَاؤُوْنَا تَائِبِيْنَ وَإِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُطَيِّبَ بِذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ! وَمَنْ اَحَبَّ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ عَلٰى حَظِّهٖ حَتّٰى نُعْطِيَهٗ مِنْ اَوَّلِ مَا يَفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ﴾ الحديث رواه البخاری وغیره(فتح الباری ٨: ٢٤)۔

٣٩٧٢- حدثنا عبدالرحمن بن مهدی عن سعید بن عبدالرحمن الجمحی عن صالح بن محمد عن زائدة عن مکحول﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَفَلَ يَوْمَ حُنَيْنٍ مِنَ الْخُمُسِ﴾ اخرجه ابوعبید فی "الاموال" (ص٣١٨)، وهذا مرسل لا باس به، و صالح بن محمد فيه مقال اثنی علیه اهل المدینة وضعفه آخرون (تهذیب ٤: ٤٠١)۔

٣٩٧٣- عن یونس بن ابی اسحاق عن ابیه عن المهلب بن ابی صفرة قال: "كُنْتُ عَلٰى سَرِيَّةٍ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ فَنُفِلْتُ الْخُمُسَ"، علقه ابوعبید فی "الاموال" (ص٣٢١)

سب سے زیادہ سچی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔تم اپنے دو مطالبوں میں سے صرف ایک بات کو اختیار کرلو یعنی یا قیدی لے لو یا مال ،اور میں تمہارے بارے میں اچھی طرح غور وفکر کر چکا ہوں۔ حضور ﷺ نے انہیں (اس میں غور وفکر کر کے فیصلہ کرنے کیلئے) دس سے زیادہ دنوں کی مہلت دی تھی۔ آخر کار انہوں نے عرض کیا کہ ہم قیدیوں کا انتخاب کرتے ہیں، تب حضور ﷺ مسلمانوں میں (خطاب کیلئے) کھڑے ہوئے اور اللہ کی اس کی شایانِ شان تعریف کی۔ پھر فرمایا کہ اما بعد! یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے ہمارے پاس آئے ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں۔ پس جو شخص تم میں سے اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہے تو اسے کر گزرنا چاہیے (یعنی اپنے حصے کا غلام آزاد کر کے ہوازن والوں کو دیدے) اور جو تم میں سے یہ چاہے کہ اس کا حصہ باقی رہے یہاں تک کہ (اس کے بعد) اللہ کی طرف سے پہلی آنے والی غنیمت میں سے ہم اسے اس کا حصہ ادا کریں تو اسے بھی کر گزرنا چاہئے (یعنی اس کا حصہ ہمارے پاس محفوظ رہے گا اور جونہی غنیمت کا مال آئے گا ہم اس کو اس کا عوض ادا کر دیں گے)۔ (بخاری)۔

٣٩٧٢۔ مکحول سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن خمس میں سے (لوگوں کو) نفل (عطایا) دیے (کتاب الاموال لابی عبید)۔ یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل حجت ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں صراحت ہے کہ حضور ﷺ نے خمسِ غنیمت کو صرف مؤلفۃ القلوب میں ہی تقسیم کر دیا۔

٣٩٧٣۔ مہلبؒ بن ابی صفرة فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں، میں ایک دستہ کی قیادت کر رہا تھا (اس مہم میں حاصل ہونے والی مالِ غنیمت میں سے) سارا خمس مجھے نفل (عطیہ) میں دیدیا گیا۔ (کتاب الاموال لابی عبید) اس کی سند صحیح ہے۔

لو مذکور من السند صحیح۔

٣٩٧٤- حدثنا هشیم اخبرنا مجالد عن الشعبی اَنَّ رَجُلًا وَجَدَ اَلْفَ دِیْنَارٍ مَدْفُوْنَۃً خَارِجًا مِنَ الْمَدِیْنَۃِ، فَاَتٰی بِھَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَاَخَذَ مِنْھَا الْخُمُسَ مِائَتَیْ دِیْنَارٍ وَدَفَعَ اِلَی الرَّجُلِ بَقِیَّتَھَا، وَجَعَلَ عُمَرُ یَقْسِمُ الْمِائَتَیْنِ بَیْنَ مَنْ حَضَرَہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی اَنْ فَضَلَ مِنْھَا فَضْلَۃٌ، فَقَالَ: اَیْنَ صَاحِبُ الدَّنَانِیْرِ؟ فَقَامَ اِلَیْہِ۔ فَقَالَ عُمَرُ: "خُذْھٰذِہِ الدَّنَانِیْرَ فَھِیَ لَکَ"، اخرجه ابوعبید ایضا (ص٣٤٢)، وهذا مرسل حسن، ومرسل الشعبی کالمسند، کما ذکرناه فی المقدمة"۔

٣٩٧٥- حدثنا عفان عن ابی عوانة عن سماك بن حرب عن جریر بن رباح عن ابیه "اَنَّھُمْ اَصَابُوْا قَبْرًا بِالْمَدَائِنِ، فِیْہِ رَجُلٌ عَلَیْہِ ثِیَابٌ مَنْسُوْجَۃٌ بِالذَّھَبِ وَوَجَدُوْا فِیْہِ مَالًا، فَاَتَوْابِہٖ عَمَّارَبْنَ یَاسِرٍ، فَکَتَبَ فِیْہِ اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَکَتَبَ اَنْ اَعْطِھِمْ اِیَّاہُ وَلَا تَنْزِعْہُ

فائدہ: اس میں صراحت ہے کہ حضرت عمرؓ نے تمام خمس صرف مطلب کو ہی دیدیا اور یقیناً حضرت عمرؓ نے مطلب کی حاجت و ضرورت کی بنا پر ہی ان کو تمام خمس دیا ہوگا۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے کہ اگر کوئی زیادہ محتاج ہوتو اس کو خمس کی تقسیم میں مقدم رکھا جائے۔

٣٩٧٤۔ شعبیؒ سے مروی ہے کہ شہر مدینہ سے باہر کی حدود میں ایک شخص کو دفن کئے ہوئے ہزار دینار ملے تو وہ شخص یہ دینار حضرت عمرؓ کے پاس لایا تو حضرت عمرؓ نے اس میں سے خمس یعنی دوسو دینار لے کر باقی دینار اسی آدمی کو واپس کردیے۔ اور حضرت عمرؓ وہ دوسو دینار اپنے پاس (بیٹھے) حاضرین کے درمیان تقسیم کرنے لگے۔ حتیٰ کہ ان (دیناروں) میں سے کچھ بچ گئے تو آپؓ نے فرمایا کہ دیناروں والا کہاں ہے۔ (یعنی مال ڈھونڈنے والا کہاں ہے) اس پر وہ شخص آپ کے سامنے کھڑا ہوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ (بچے ہوئے) دینار لے لے۔ یہ تیرے ہیں۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ یہ حدیث مرسل حسن ہے اور شعبی کی مرسل مسند کی طرح ہے۔

٣٩٧٥۔ جریر بن رباح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مدائن میں انہیں ایک ایسی قبر ملی جس میں ایک ایسا (مردہ) آدمی تھا جس پر سونے کے (تاروں سے) بنے ہوئے کپڑے تھے اور انہیں اس قبر میں (اور) مال بھی ملا۔ پھر وہ یہ (مال اور سونے کے بنے ہوئے کپڑے) حضرت عمار بن یاسرؓ کے پاس لائے۔ حضرت عمارؓ نے اس بارے میں حضرت عمرؓ کو خط لکھا تو انہوں نے (جواب میں) لکھا کہ یہ سب کچھ ان کو دیدو (جو یہ مال لائے ہیں) اور ان سے اس مال میں سے کچھ نہ لو (کتاب الاموال لابی عبید) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے جریر بن رباح کے۔ اس کے حالات نہیں مل سکے۔ ابن حزم نے بھی یہ حدیث محلی میں ذکر کی ہے اور اس میں کوئی سقم نہیں نکالا۔

بِنُهُمْ"۔ رواه ابوعبید فی الاموال(ص٣٤٢)۔ ورجاله کلهم ثقات الا جریر بن رباح، فلم اجد من ترجمه والاثر ذکره ابن حزم فی "المحلی" (۱۱:۳۲٦)، ولم یعله بشیء۔

٣٩٧٦- حدثنا سفیان بن عیینة عن اسماعیل بن ابی خالد عن الشعبی اَنَّ عَلِیًّا اُتِیَ بِرَجُلٍ وَجَدَ فِیْ خَرِبَةٍ اَلْفًا وَّخَمْسَمِائَةِ دِرْهِمٍ بِالسَّوَادِ، فذکر الحدیث-فیه- قال علی رضی الله عنه فَلَكَ اَرْبَعَةُ اَخْمَاسٍ وَلَنَا خُمُسٌ، وَسَاُطَیِّبُهٗ لَكَ جَمِیْعًا۔ اخرجه ابوعبید ایضا (ص٣٢٦)، وهذا سند صحیح۔

باب سهم النبی ﷺ الصفی سقط بوفاته ﷺ

٣٩٧٧- عن مطرف عن الشعبی قال: ﴿کَانَ لِلنَّبِیِّ ﷺ سَهْمٌ یُدْعَی الصَّفِیَّ، اِنْ شَاءَ

٣٩٧٦۔ شعبیؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک ایسا آدمی لایا گیا جسے سواد کے علاقے میں ایک ویرانے سے پندرہ سو درہم ملے تھے۔ شعبی نے (طویل) حدیث بیان کی اور اس میں یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے (اس آدمی سے) فرمایا کہ چار خمس تیرے لئے ہے اور ایک خمس ہمارے لئے ہے۔ اور میں یہ سب کا سب آپ کیلئے پاکیزہ بنا دونگا۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ خمس کو کسی ایک صنف میں خرچ کرنے کا امام کو اختیار ہے۔ نیز ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رشتہ داروں کا خمسِ غنیمت میں سے کوئی حصہ مفروض نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی حصہ مفروض ہوتا تو امام قطعاً ان کے حصے کو کسی دوسرے میں خرچ نہ کرتے۔ نیز آخری اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خمس میں حضرت علیؓ کا طرز عمل بھی وہی تھا جو حضرات شیخین ابوبکرؓ وعمرؓ کا تھا۔ اب وہ کہاں گئے جن کا یہ کہنا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے قبل کسی نے خمسِ غنیمت کو تین حصوں میں تقسیم کرنے یا خمس کو کسی ایک صنف میں تقسیم کرنے کے جواز کا نہیں کہا۔ کاش ابن حزم اہل حزم ہوتے۔

باب۔ آپ ﷺ کا صفی حصہ آپ ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا

فائدہ: صفی، مالِ غنیمت کا وہ حصہ ہے جو حضور ﷺ غنیمت کی تقسیم سے قبل ہی اپنے لئے منتخب فرما لیا کرتے تھے اور یہ صرف آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ اب آپ ﷺ کے بعد کسی حاکم یا امیر کیلئے اس کی اجازت نہیں ہے۔ طریقہ یہ تھا کہ کل مالِ غنیمت میں سے تقسیم سے قبل آپ ﷺ جو چیز (باندی، زرہ، تلوار، گھوڑا، غلام وغیرہ) چاہتے چن لیتے۔ اس کے بعد خمس نکال کر باقی غنیمت مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا۔

٣٩٧٧۔ (عامر) شعبی فرماتے ہیں کہ (مالِ غنیمت میں) حضور ﷺ کا ایک مخصوص حصہ ہوتا تھا جو صفی کہلاتا۔ آپ ﷺ خمس نکالنے سے قبل جو چاہتے (اپنے لئے) منتخب فرما لیتے۔ چاہے غلام، چاہے باندی اور چاہے گھوڑا وغیرہ۔ (ابوداؤد، باب ما جاء فی سهم

شئنا وان شاء امة وان شاء فرسا يختاره قبل الخمس﴾- رواه ابوداود في "سننه"، وهذا مرسل، و في "النيل": رجاله ثقات (عون المعبود۳:۱۱۱ و ۱۱۲)-

۳۹۷۸- عن ابن عون قال: سألت محمدا يعني ابن سيرين عن سهم النبي ﷺ والصفي قال: كان يضرب له بسهم مع المسلمين وإن لم يشهد، والصفي يؤخذ له رأس من الخمس قبل كل شيء- رواه ابوداود وهذا ايضاً مرسل - و في "النيل": رجاله ثقات، (عون ۳:۱۱۱ و ۱۱۲)-

۳۹۷۹- عن قتادة قال: ﴿كان رسول الله ﷺ إذا غزا كان له سهم صاف يأخذه من حيث شاء، فكانت صفية من ذلك السهم، وكان إذا لم يغز بنفسه ضرب له بسهمه ولم يخير﴾، رواه ابوداود، قال المنذري: وهذا ايضا مرسل(عون۳:۱۱۱ و ۱۱۲)-

قلت : وفيه سعيد بن بشير مختلف فيه، وثقه شعبة وابن عيينة، وقال ابن عدی:یوثقونه، و قال دحيم: ثقة و قال البزار: صالح ليس به باس، و قال ابن عدی: لا اری بما

صفی) یہ حدیث مرسل ہے۔اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔(لیکن مراسیل شعبی حجت ہیں)۔

۳۹۷۸۔ ابن عون فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرینؒ سے حضور ﷺ کے حصہ اور صفی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ آپ ﷺ کا حصہ بھی نکالا جاتا تھا اگر چہ آپ ﷺ قتال میں شریک نہ ہوئے ہوں اور صفی آپ ﷺ کیلئے سب سے پہلے خمس میں سے نکالا جاتا تھا۔(ابوداؤد) یہ حدیث بھی مرسل ہے لیکن اس کے راوی تمام ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صفی خمس سے نکالا جاتا تھا لیکن صحیح یہ ہے کہ صفی خمس نکالنے سے قبل ہی تمام مال غنیمت میں سے نکالا جاتا تھا۔جیسا کہ ابتدائی حدیث سے واضح ہے۔

۳۹۷۹۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ بذات خود جنگ میں شرکت فرماتے تو آپ ﷺ کیلئے ایک حصہ قابل اختیار ہوتا۔آپ ﷺ جہاں سے چاہتے لے لیتے۔حضرت صفیہؓ (جو بعد میں آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں) اسی حصہ صفی میں سے (آپ ﷺ کے حصہ میں آئی) تھیں اور جب آپ ﷺ بذات خود جنگ میں شرکت نہ فرماتے تو آپ ﷺ کیلئے ایک حصہ ہوتا مگر اس صورت میں آپ ﷺ کو انتخاب کا اختیار نہ ہوتا (کہ جو چاہیں لے لیں)۔(ابوداؤد)۔منذریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بھی مرسل ہے۔اور اس میں سعید بن بشیر مختلف فیہ ہے۔لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔

یرویه باسا، والغالب علی حدیثه الاستقامة والصدق اھ۔ وضعفه آخرون (تہذیب ٤: ١٠)۔

٣٩٨٠- عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی اللهعنہا قالت: "كَانَتْ صَفِيَّةُ مِنَ الصَّفِيِّ"، رواه ابوداود، و سکت عنه المنذری، و فی النیل: رجاله رجال الصحیح (عون ٣: ١١٢)، و فی "الدرایة" (ص ٢٦٤): اخرجه الحاکم ایضا، واسناده قوی اھ۔

باب التنفیل وقوله تعالی: ﴿يَآأَيُّهَاالنَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ فان کان قبل الاحراز فمن جمیع الغنیمة وان کان بعده فمن الخمس

٣٩٨١- عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ ﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ الْتَقَى النَّاسُ بِبَدْرٍ نَفَلَ كُلَّ امْرَإٍ مَا أَصَابَ﴾۔ رواه الحاکم، وهو من روایة مکحول عن ابی امامة عنه، و قیل: لم یسمع منه۔

٣٩٨٠۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہؓ حصہ صفی میں سے تھیں۔ابوداؤداور منذری نے اسے روایت کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے۔اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔اور درایہ میں ہے کہ حاکم نے اسے سند قوی کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ صفی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تھا۔اس لئے اس حق کا انکار کرنے والوں پر یہ احادیث حجت ہیں۔اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اب کسی امام کو صفی حصہ لینے کی اجازت نہیں۔ نیز خلفاء راشدینؓ میں سے کسی سے ایک مرتبہ بھی ثابت نہیں کہ انہوں نے صفی حصہ لیا ہو، اگر یہ صفی حصہ لینا اب بھی ائمہ کیلئے سنت ہوتا تو ترک سنت پر صحابہؓ اجماع نہیں کر سکتے۔

باب۔غنیمت کے سوا انعام کے طور پر کچھ دینے اور اللہ کے فرمان "اے نبی! مسلمانوں کو جہاد پر ابھاریئے" کے بیان میں، مال غنیمت کو محفوظ کرنے سے قبل تمام مال غنیمت سے نفل دینا جائز ہے اور محفوظ کرنے کے بعد صرف خمس سے۔

٣٩٨١۔ عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ جس دن بدر کے میدان میں لوگوں کی مڈ بھیڑ ہوئی (یعنی مسلمانوں اور کفار میں جنگ ہوئی) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مجاہد کو وہ سارا مال غنیمت بطور نفل کے دیدیا جو ان کے ہاتھ لگا تھا۔(حاکم)۔

٣٩٨٢- وروى ابوداود والحاكم من حديث عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما: أن النبي ﷺ قال يوم بدر: ﴿من قتل قتيلا فله كذا، ومن اسر اسيرا فله كذا﴾ فذكر الحديث بطوله، و صححه ايضا ابوالفتح في الاقتراح على شرط البخاري (التلخيص الحبير٢:٢٠٣)۔
قلت: حديث عبادة صححه الحاكم على شرط مسلم، واقره عليه الذهبي في "تلخيص المستدرك" (٢:٣٢٦)، وصححا حديث ابن عباس رضي الله عنهما ايضا۔

٣٩٨٣- عن انس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ يومئذ يعني يوم حنين: ﴿من قتل كافرا فله سلبه، فقتل ابو طلحة يومئذ عشرين رجلا واخذ اسلابهم، ولقي ابو طلحة ام سليم ومعها خنجر فقال: يا ام سليم! ما هذا معك؟ قالت: اردت والله إن دنا مني بعضهم ابعج به بطنه، فاخبر بذلك ابو طلحة رسول الله ﷺ﴾ اخرجه ابوداود (وقال : هذا حديث حسن (عون٣:٢٣)۔ وابن حبان والحاكم و قال: صحيح على شرط مسلم و لم يذكر اقصة ام

٣٩٨٢۔ ابوداؤد اور حاکم عکرمہؓ کے واسطے سے ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جنگ بدر کے دن فرمایا کہ جو شخص کسی کافر کو قتل کرے گا اسے اتنا انعام دیا جائیگا اور جو شخص کسی کافر کو قید کرے گا تو اسے اتنا انعام دیا جائے گا۔ اسے ابوالفتح نے اقتراح میں بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

فائدہ: نفل اس مالی انعام کو کہتے ہیں جو امام مجاہدین کو دینے کا اعلان کرتا ہے مجاہدین کو جہاد پر ابھارنے کیلئے، اور نفل مالِ غنیمت کے مقررہ حصہ سے زائد ہوتا ہے۔ ان احادیث سے مالِ غنیمت کے حاصل کرنے سے قبل تنفیل (انعام دینے کے اعلان) کا جواز صراحۃً معلوم ہورہا ہے۔ اور یہ تنفیل جائز ہے کیونکہ امام کو جہاد پر مسلمانوں کو ابھارنے کا حکم ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿یاایھاالنبی حرض المومنین علی القتال﴾ (الانفال) (اے نبی ﷺ! مسلمانوں کو جہاد پر ابھاریے)۔ یہ خطاب جس طرح حضور ﷺ کو ہے اسی طرح آپ ﷺ کے بعد ہر امام اور امیر بھی اس کا مخاطب ہے۔

٣٩٨٣۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس دن یعنی غزوۂ حنین کے دن فرمایا کہ جو شخص کسی کافر کو قتل کرے گا تو اس کافر کا مال واسباب اسی شخص کو ملے گا تو ابوطلحہؓ نے اس دن بیس کافر مارے اور ان کا مال واسباب بھی لیا۔ اور ابوطلحہؓ (اپنی بیوی) ام سلیمؓ سے ملے تو دیکھا کہ ان کے پاس ایک خنجر ہے۔ ابوطلحہؓ نے پوچھا اے ام سلیمؓ! یہ آپ کے پاس کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم میرا ارادہ یہ ہے کہ اگر کوئی کافر میرے قریب آئے تو میں اس خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ دوں۔ پس ابوطلحہؓ نے اس کی خبر حضور ﷺ کو دی (ابوداؤد، ابن

سلیم (زیلعی ۲:۱٤۲)-

۳۹۸٤- عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده فی قصة حنین ﴿ثُمَّ دَنَا يَعْنِيْ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ بَعِيْرٍ فَاَخَذَ وَبَرَةً مِنْ سَنَامِهِ ثُمَّ قَالَ: اَيُّهَاالنَّاسُ اِنَّهُ لَيْسَ لِيْ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ شَيْءٌ، وَلَا هٰذَا، وَرَفَعَ اِصْبَعَيْهِ اِلَّا الْخُمُسَ وَالْخُمُسُ مَرْدُوْدٌ عَلَيْكُمْ فَاَدُّوْا الْخِيَاطَ، وَالْمِخْيَطَ. فَقَامَ رَجُلٌ فِيْ يَدِهٖ كُبَّةٌ مِنْ شَعْرٍ فَقَالَ: اَخَذْتُ هٰذِهٖ لِاُصْلِحَ بِهَا بَرْذَعَةً لِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَمَّا مَا كَانَ لِيْ وَلِبَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَكَ؛ فَقَالَ: اَمَّا اِذَا بَلَغَتْ مَا اَرٰى فَلَا اَرَبَ لِيْ فِيْهَا، رواه ابوداود و سکت عنه هو والمنذری و قال: واخرجه النسائی (عون المعبود۳:۱۵)-

حبان، حاکم)۔امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں صراحۃ دلالت ہے کہ حضور ﷺ کی طرف سے غزوۂ حنین کے موقعہ پر انعام کا اعلان قتال سے قبل ہی کر دیا گیا تھا کیونکہ ''فقتل ابو طلحه'' میں فاء جو تعقیب پر دلالت کرتی ہے اس بات کا مقتضی ہے۔باقی بخاری کی ایک روایت جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے جنگ سے لوٹ کر فرمایا کہ ''من قتل قتیلا فله سلبه'' یعنی جو کسی کافر کو قتل کرے گا۔اس کا سامان اسے ملے گا۔ ہمارے مسلک اور مذکورہ بالا حدیث کے معارض نہیں کیونکہ دونوں روایتوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے قتال سے قبل بھی انعام کا اعلان فرمایا اور قتال کے بعد بھی،الغرض احناف کے نزدیک دونوں قسم کی احادیث معمول بہا ہیں۔فللہ الحمد۔لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ قتال سے قبل انعام کا اعلان مکروہ ہے غلط ہے۔نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر انعام کا اعلان مالِ غنیمت کو محفوظ کرنے سے قبل ہو تو جمیع مالِ غنیمت سے انعام جاری ہو سکے گا۔

۳۹۸٤۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے غزوۂ حنین کے قصے کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک اونٹ کے پاس گئے اور اس کے کوہان میں سے بال لے کر فرمایا کہ اے لوگو!اس فَیْ میں سے میرے لئے کچھ نہیں اور نہ یہ (بال) اور پھر اپنی انگلیوں کے اشارے سے فرمایا مگر خمس۔اور وہ خمس بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔لہٰذا تم دھاگہ اور سوئی بھی ادا کرو(یعنی غنیمت کے مال میں خیانت نہ کرنا) یہ سن کر ایک ایسا آدمی جس کے ہاتھ میں بال کا ایک گچھا تھا کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ میں نے یہ (گچھا) اپنی پالان کے نیچے کی کملی درست کرنے کیلئے لیا تھا۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو چیز میرے لئے اور اولادِ عبدالمطلب کیلئے ہے وہی تیرے لئے ہے۔تو اس شخص نے کہا کہ جب اس (رسی) کا اتنا گناہ ہے تو پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں۔(ابوداؤد)۔ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے اور نسائی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔(عون المعبود)۔

٣٩٨٥- عن مصعب بن سعد عن ابیه قال: ﴿جِئْتُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ بِسَيْفٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اِنَّ اللهَ قَدْ شَفٰى صَدْرِىَ الْيَوْمَ مِنَ الْعَدُوِّ فَهَبْ لِىْ هٰذَا السَّيْفَ! قَالَ: اِنَّ هٰذَا السَّيْفَ لَيْسَ لِىْ وَلَا لَكَ فَذَهَبْتُ وَاَنَا اَقُوْلُ: يُعْطَاهُ الْيَوْمَ مَنْ لَمْ يُبْلَ بَلَائِىْ، فَبَيْنَا اَنَا اِذْ جَاءَنِى الرَّسُوْلُ فَقَالَ: اَجِبْ، فَظَنَنْتُ اَنَّهُ نَزَلَ فِىَّ شَىْءٌ بِكَلَامِىْ، فَجِئْتُ فَقَالَ لِىَ النَّبِىُّ ﷺ: اِنَّكَ سَاَلْتَنِىْ هٰذَا السَّيْفَ وَلَيْسَ هُوَ لِىْ وَلَا لَكَ وَاِنَّ اللهَ قَدْ جَعَلَهُ لِىْ فَهُوَ لَكَ ثُمَّ قَرَاَ ﴿يَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ اخرجه ابوداود و سکت عنه، و قال المنذری: اخرجه مسلم مطولا بنحوه واخرجه الترمذی والنسائی (عون المعبود٣:٣١)، و صححه الحاکم فی "المستدرک" (نیل٧:١٧٢)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت کے احراز کے بعد چار خمس صرف غانمین کے ہیں اور ان میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں۔ کیونکہ اگر احراز کے بعد تمام مالِ غنیمت میں امام کو تصرف کا اختیار ہوتا تو لازماً حضور ﷺ یہ بالوں کی رسی اس شخص کو اس کی ضرورت کی بنا پر دیدیتے۔ البتہ ایک خمس (1/5) یعنی خمس میں امام تصرف کر سکتا ہے اور زائد عطیہ عطا کر سکتا ہے۔ لیکن حضور ﷺ نے خمس میں سے بھی اس شخص کو یہ رسی عطا نہیں کی جس سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خمس بھی صرف فقراء میں تقسیم کیا جائے گا اور وہ شخص فقیر و مسکین نہ تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے اس کو وہ رسی بھی عطا نہیں کی۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

٣٩٨٥۔ سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن حضور ﷺ کی خدمت میں ایک تلوار لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آج اللہ تعالیٰ نے دشمن سے میرے دل کو شفا بخشی ہے۔ لہٰذا یہ تلوار مجھے عنایت فرما دیجئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تلوار تیری ہے نہ میری (بلکہ سب کی مشترکہ ہے) پس میں یہ کہتا ہوا جانے لگا کہ آج یہ تلوار اس شخص کو ملے گی جس کا امتحان مجھ جیسا نہیں ہوا۔ پس اسی دوران ایک شخص آپ ﷺ کی طرف سے (مجھے بلانے کیلئے) میرے پاس آیا اور کہا چل۔ میں سمجھا کہ شاید میرے اس کہنے پر میرے بارے میں کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ پس میں (آپ ﷺ کی خدمت میں) حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تو نے مجھ سے یہ تلوار مانگی ہے اور یہ تلوار نہ تیری ہے اور نہ ہی میری۔ لیکن اب اللہ نے یہ تلوار مجھے دیدی ہے (اور میں تجھے دیتا ہوں)۔ پس اب یہ تیری ہے پھر آپ ﷺ نے ﴿یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول﴾ کی آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگ آپ ﷺ سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں تو آپ ﷺ فرما دیں کہ انفال تو اللہ اور رسول کیلئے ہیں۔ اسے ابوداودؒ نے روایت کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے اور منذری فرماتے ہیں کہ امام مسلمؒ نے اس جیسی طویل حدیث روایت کی ہے اور ترمذی اور نسائی نے بھی اسے روایت کیا ہے (عون معبود) مستدرک میں حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

٣٩٨٦- عن حبيب بن مسلمة الفهری يقول: ﴿شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِی الْبَدْأَةِ وَالثُّلُثَ فِی الرَّجْعَةِ﴾ رواه احمد و ابوداود وابن ماجة، و صححه ابن الجارود وابن حبان والحاکم، (نيل الاوطار ٧٣:٧)- و فی لفظ لابی داود ﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُنَفِّلُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ وَالثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ إِذَا قَفَلَ﴾ (عون ٣٣:٣)، وسکت عنه هو والمنذری-

٣٩٨٧- عن معن بن يزيد رضی اللّٰه عنه فی حديث ﴿سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا نَفْلَ إِلَّا بَعْدَ الْخُمُسِ﴾ رواه ابوداود (عون ٣٦:٣) واحمد و صححه الطحاوی (نيل ١٧٢:٧)-

٣٩٨٨- عن عوف و خالد ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يُخَمِّسِ السَّلَبَ﴾ رواه احمد و ابوداود، وابن حبان فی "صحيحه" (نيل ١١١:٧)-

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ احراز کے بعد تمام غنیمت میں سے نفل دینا جائز نہیں۔

٣٩٨٦۔ حبیب بن مسلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس حاضر تھا کہ آپ ﷺ نے شروع جہاد میں چوتھائی مال بطور نفل دیا اور جہاد سے واپسی کے وقت تہائی مال بطور نفل کے دیا۔ (ابوداؤد، مسند احمد اور ابن ماجہ)۔ ابن الجارود، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ خمس نکالنے کے بعد چوتھائی حصہ بطور انعام کے مرحمت فرماتے اور جہاد سے واپسی پر خمس نکالنے کے بعد تہائی حصہ بطور انعام کے مرحمت فرماتے۔

فائدہ: یعنی جنگ شروع ہونے سے قبل یہ طے ہوجاتا کہ اگر کوئی شخص جنگ میں غیر معمولی کارنامہ انجام دے گا تو مال غنیمت میں خمس نکالنے کے بعد باقی کا چوتھا حصہ ان کو بطور انعام دیا جائے گا اور باقی تین چوتھائی مجاہدین میں تقسیم ہوگا اور اگر واپسی میں جنگ پیش آئی اور پھر کسی نے اہم کارنامہ سرانجام دیا تو اس صورت میں خمس نکالنے کے بعد تہائی حصہ اسے بطور انعام دیا جائے گا۔ لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کے شروع میں اور جہاد سے واپسی پر جنگ سے قبل لشکر و سریہ کو ربع اور ثلث مال بطور انعام کے دینے کا اعلان کرنا جائز ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں ان لوگوں پر رد ہے جو قتال سے قبل تنفیل کو مقدار خمس پر نفل کے زیادہ ہونے کو ناجائز سمجھتے ہیں اور ان پر بھی رد ہے جو صرف خمس یا صرف خمس خمس میں سے ہی نفل کو جائز سمجھتے ہیں۔

٣٩٨٧۔ معن بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نفل (حصہ سے زائد بطور انعام کے عطیہ) خمس نکالنے کے بعد ہی درست ہے۔ (ابوداؤد، احمد)۔ طحاویؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔

٣٩٨٨۔ حضرت عوفؓ اور حضرت خالدؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے مقتول کے اسباب میں سے خمس نہیں نکالا۔ (مسند احمد، ابوداؤد، صحیح ابن حبان)۔

۳۹۸۹- حدثنی عفان عن سلمة بن علقمة حدثنا داود بن ابی هند عن عامر الشعبی "اَنَّ عُمَرَ کَانَ اَوَّلَ مَنْ وَجَّهَ جَرِیْرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ اِلَی الْکُوْفَةِ بَعْدَ قَتْلِ اَبِیْ عُبَیْدٍ۔ فَقَالَ: هَلْ لَکَ فِیْ الْکُوفَةِ، وَاُنَفِّلُكَ الثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ؟ قَالَ: نَعَمْ! فَبَعَثَهُ﴾، اخرجه ابو عبید فی "الاموال" (ص٦٢)- و سنده صحیح مرسل، و مراسیل الشعبی جیاد-

۳۹۹۰- عن ابن عمررضی اللّٰہ عنہما ﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ سَرِیَّةً فِیْهَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَغَنِمُوْا اِبِلًا کَثِیْرَةً، فَکَانَتْ سُهْمَانُهُمْ اثْنَیْ عَشَرَ بَعِیْرًا وَنُفِّلُوْا بَعِیْرًا بَعِیْرًا﴾ متفق علیه المغنی لابن قدامة ١٠:٤٠٩)-

فائدہ: حضرت معن کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مالِ غنیمت میں سے خمس نکالنے سے قبل نفل دینا جائز نہیں۔ اور خالد و عوف کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خمس نکالنے سے قبل بھی مقتول کا اسباب وسامان بطورِ نفل کے دینا جائز ہے تو الحمد للہ احناف نے دونوں قسم کی احادیث کے درمیان تطبیق دی ہے کہ اگر مالِ غنیمت حاصل کرنے سے قبل امام کی طرف سے من قتل قتیلا فله سلبه جیسا اعلان کر دیا گیا ہو تو اس صورت میں سامانِ مقتول میں سے خمس نہیں نکالا جائے گا جیسا کہ عوفؓ و خالدؓ کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور اگر مالِ غنیمت حاصل کرنے سے قبل اس قسم کا اعلان امام کی طرف سے نہ ہوا ہو تو پھر اس صورت میں مالِ غنیمت کے جمع کرنے کے بعد نفل خمس میں سے ہی دیا جائے گا اور اسی پر معن کی حدیث محمول ہے۔

۳۹۸۹۔ عامر شعبی سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے ابوعبید کے قتل کے بعد جریر بن عبداللہ کو کوفہ کی طرف (کسی مہم پر) روانہ کیا۔ اور فرمایا کہ کیا تجھے کوفہ جانے کی رغبت ہے اور میں تجھے خمس کے بعد (باقی غنیمت کے مال میں سے) ایک تہائی مال بطورِ انعام (یعنی نفل کے) دونگا۔ جریر نے فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے انہیں مہم پر بھیج دیا۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ اس کی سند مرسل ہے لیکن شعبی کے مراسیل حجت ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قتال سے قبل بھی انعام کا اعلان کرنا جائز ہے۔

۳۹۹۰۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک سریہ (چھوٹا لشکر کسی مہم پر) روانہ کیا جس میں ابن عمرؓ بھی تھے۔ اس سریہ کو بطورِ غنیمت کے اونٹوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہاتھ لگی۔ اس سریہ کے شرکاء کا حصہ بارہ بارہ اونٹ تھے اور ایک ایک اونٹ انہیں زائد بطورِ انعام دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خمسِ خمس سے زائد بھی نفل کے طور پر دینا درست ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں ان لوگوں پر رد ہے جن کا یہ کہنا ہے کہ خمسِ خمس ہی بطورِ نفل دینا درست ہے۔

٣٩٩١- حدثنا محمد بن خزيمة ثنا يوسف بن عدى ثنا ابن المبارك عن معمر عن ايوب عن ابن سيرين "اَنَّ اَنسَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ مَعَ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بَكْرَةَ فِىْ غَزَاةٍ غَزَاهَا فَاَصَابُوْا سَبْيًا، فَاَرَادَ عُبَيْدُاللّٰهِ اَنْ يُعْطِىَ اَنَسًا مِنَ السَّبْيِ قَبْلَ اَنْ يَقْسِمَ، فَقَالَ اَنَسٌ: لَا، وَلٰكِنِ اقْسِمْ ثُمَّ اَعْطِنِىْ مِنَ الْخُمُسِ! قَالَ: فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: لَا اِلَّا مِنْ جَمِيْعِ الْغَنَائِمِ فَاَبٰى اَنَسٌ اَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ وَاَبٰى عُبَيْدُ اللّٰهِ اَنْ يُعْطِيَهُ مِنَ الْخُمُسِ شَيْئًا" اخرجه الطحاوى فى "معانى الآثار" (١٤١:٢)- وهذا سند كما تراه صحيح- واخرجه ابوعبيد فى "الاموال" (٣١٩:٢)- عن يحيى بن سعيد عن كهمس بن الحسن عن ابن سيرين عنه "اَنَّهٗ غَزَا مَعَ اِبْنِ زِيَادٍ فَاَعْطَاهُ ثَلَاثِيْنَ رَاْسًا مِنْ سَبْيِ الْعَامَّةِ" فذكر نحوه، وهذا ايضا سند صحيح-

٣٩٩٢- حدثنا محمد بن خزيمة ثنا يوسف بن عدى ثنا ابن المبارك عن ابن لهيعة عن بكير بن الاشج عن سليمان بن يسار "اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ مُعَاوِيَةَ بْنِ خَدِيْجٍ فِىْ غَزْوَةٍ

٣٩٩١- ابن سیرینؒ سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ، عبیداللہ بن ابی بکرۃ کے ساتھ ایک جنگ میں تھے۔ (جس میں) انہیں چند قیدی مال غنیمت کے طور پر ہاتھ لگے۔ پھر عبیداللہ نے حضرت انسؓ کو مال غنیمت کی تقسیم سے قبل قیدی دینا چاہا تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم (پہلے مالِ غنیمت) تقسیم کرو اور پھر مجھے خمسِ غنیمت میں سے کچھ دینا۔ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ عبیداللہ نے فرمایا کہ نہیں، میں تمہیں سارے مال میں سے دونگا۔ لیکن حضرت انسؓ نے اسے قبول کرنے اور لینے سے انکار کیا اور حضرت عبیداللہ نے خمس میں سے دینے کا انکار کر دیا۔ (طحاوی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اور ابوعبید نے کتاب الاموال میں بھی صحیح سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ انسؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابن زیاد کے ساتھ جہاد کیا تو ابن زیاد نے اسے عام قیدیوں میں سے تیس قیدی (بطور انعام و نفل کے) عطا فرمائے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر لڑائی سے قبل انعام دینے کا اعلان نہ ہوا اور مالِ غنیمت اکٹھا محفوظ کر لیا جائے تو تب صرف خمسِ غنیمت ہی سے نفل دینا جائز ہے اور تمام مالِ غنیمت میں سے بطور انعام کے کچھ دینا جائز نہیں۔

٣٩٩٢- سلیمان بن یسار فرماتے ہیں کہ ہم کئی آدمی مغرب کی جنگ میں معاویہ بن خدیج کے ساتھ تھے۔ اس نے لوگوں کو غنیمت کا مال بطور انعام دیا اور ہمارے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی تھے۔ تو جبلہ بن عمرو کے سوا کسی نے بھی اس کے لینے سے انکار نہ کیا۔ (طحاوی) اور طحاوی ہی میں ایک اور سند سے مروی ہے کہ خالد بن ابی عمران فرماتے ہیں کہ میں نے سلیمان بن یسار سے جنگ میں نفل

الْمَغْرِبِ، فَنَفَّلَ النَّاسَ وَمَعَنَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمْ يَرُدُّوْا ذٰلِكَ غَيْرَ جَبَلَةَ بْنِ عَمْرٍو" اخرجه الطحاوی (۱۴۱:۲) و فی لفظ له بطریق خالد بن ابی عمران: سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنِ النَّفْلِ فِي الْغَزْوِ فَقَالَ: لَمْ اَرَ اَحَدًا صَنَعَهُ غَيْرَ ابْنِ خَدِيْجٍ نَفَّلَنَا بِاَفْرِيْقِيَّةِ النِّصْفَ بَعْدَ الْخُمُسِ وَمَعَنَا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اُنَاسٌ كَثِيْرٌ، فَاَبٰى جَبَلَةُ بْنُ عمرو اَنْ يَاْخُذَ مِنْهَا شَيْئًا" و سنده حسن۔

۳۹۹۳- عن ابن المبارك عن شعبة عن ابی الفيض عن عمر ابی حفص الحمصی "ان معاويةَ اَعْطَى الْمِقْدَادَ حِمَارًا فَقَبِلَهُ فَقَالَ لَهُ الْعِرْبَاضُ: مَا كَانَ لَكَ اَنْ تَاْخُذَهُ، وَمَا كَانَ لَهُ اَنْ يُعْطِيَكَ فَكَاَنِّيْ بِكَ قَدْ جِئْتُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْمِلُهُ، قَالَ: فَرَدَّهُ الْمِقْدَادُ، قَالَ شُعْبَةُ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِيَزِيْدَ بْنِ خُمَيْرٍ فَعَرَفَهُ، وَقَالَ: كَانَ اَعْطَاهُ اِيَّاهُ مِنَ الْخُمُسِ" اخرجه ابو عبيد فی "الاموال" (ص۳۲۷)، والد ولابی فی "الکنی" (۱۵۳:۲) حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة

کی بابت پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے سوائے ابن خدیج کے اور کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے یہ (نفل دینے کا) کام کیا ہو۔ ابن خدیج نے افریقیہ میں ہمیں خمس کے بعد نصف نفل کے طور پر دیا اور ہمارے ساتھ حضور ﷺ کے مہاجرین اولین صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہت سے صحابہؓ بھی تھے۔ تو جبلہ بن عمرو نے اس نفل کو لینے سے انکار کر دیا۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مالِ غنیمت کے محفوظ کر لینے کے بعد صرف خمس سے ہی نفل دینا جائز ہے۔ جیسا کہ جبلہ بن عمروؓ کے انکار سے معلوم ہوتا ہے۔

۳۹۹۳۔ عمر ابو حفص الحمصی سے مروی ہے کہ معاویہؓ نے مقدادؓ کو (خمس میں سے) ایک گدھا عنایت فرمایا اور انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ اس پر عرباض نے مقداد سے فرمایا کہ آپ کیلئے جائز نہیں تھا کہ آپ اسے لیں اور ان کے لئے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ آپ کو دیں۔ (عرباض فرماتے ہیں کہ) گویا میں (قیامت کے روز) تیرے ساتھ ہوں اور تو قیامت کے دن اس گدھے کو اٹھائے ہوئے آرہا ہے۔ یعنی یہ تیرے لئے آخرت میں وبالِ جان بنے گا۔ راوی فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر) مقداد نے وہ گدھا واپس کر دیا۔ شعبہ (راوی) فرماتے ہیں کہ میں نے اس بات کا تذکرہ یزید بن جعفر سے کیا تو وہ اس بات کو پہچان گئے (یعنی واقعی ایسا واقعہ پیش آیا تھا) اور پھر یزید نے فرمایا کہ حضرت معاویہؓ نے مقداد کو وہ (گدھا) خمسِ غنیمت سے دیا تھا۔ اسے ابو عبید نے اموال میں اور دولابی نے کنی میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی حضرت معاویہؓ نے مقداد کو خمس کا مصرف سمجھ کر گدھا خمس میں سے دیا تھا۔ لیکن وہ چونکہ خمس کا مصرف نہیں

فذكره، وابوالفيض هو موسى بن ايوب المهرى الحمصى و ثقه ابن معين والعجلى وابو حاتم وابن حبان (تهذيب التهذيب ١٠:٣٣٧) دون يوسف بن السفر كما توهمه محشى "كتاب الاموال"، فانه ضعيف جدا لم يروعنه شعبة، ولا يروى الا عن ثقة، وابو حفص الحمصى اسمه عمر ذكره الدولابى فى الكنى ولم يذكر فيه جرحًا ولا تعديلا۔ والحديث عرفه يزيد بن خمير فدل على كونه معروفا بينهم۔

باب لا يستحق القاتل سلب القتيل الا اذا سبق من الامام او نائبه تنفيل بقوله: من قتل قتيلا فله سلبه و كان له عليه بينة و اذا كان كذلك فلا يخمس الاسلاب

٣٩٩٤- حدثنا عبدالرحمن بن مهدى عن مالك بن انس عن ابن شهاب عن القاسم بن محمد عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: "اَلسَّلَبُ مِنَ النَّفْلِ وَالْفَرَسُ مِنَ النَّفْلِ وَفِيْ النَّفْلِ الْخُمُسُ"۔ رواه ابو عبيد فى "الاموال" (ص ٣٠٤)، وسنده صحيح والطحاوى فى "معانى الآثار" له(٢:١٣٣)۔

تھے۔اس لئے عرباض نے اس پر اعتراض کیا اور مقداد نے گدھا واپس کر دیا۔لیکن یادرکھیں کہ چونکہ حضرت معاویہؓ مقداد کو خمس کا مصرف سمجھ بیٹھے تھے اس لئے انہوں نے مقداد کو گدھا دیا اس لئے حضرت معاویہؓ پر کسی قسم کا اعتراض بھی غلط ہوگا۔

باب۔قاتل مقتول کے سامان کا حقدار نہیں اِلّا یہ کہ امام یا اس کے نائب کی طرف سے ان الفاظ میں انعام ونفل دینے کا (جنگ سے قبل) اعلان ہو جائے کہ جو کسی دشمن کو قتل کرے گا تو اس کا سامان اس قاتل کو ملے گا۔بشرطیکہ قاتل کے پاس اس قتل پر گواہ ہو۔اور اگر یہ شرائط پائی جائیں تو پھر مقتولوں کے سامان میں سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔

٣٩٩٤۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مقتول کا سامان واسباب مال غنیمت میں سے ہے اور گھوڑا بھی مال غنیمت میں سے ہے اور مال غنیمت میں خمس ہے۔اسے ابوعبید نے اموال میں سند صحیح کے ساتھ اور طحاوی نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: حالانکہ ابن عباسؓ جانتے تھے کہ حضور ﷺ نے زبیرؓ کو مقتول کا سامان دیا تھا لیکن پھر بھی آپؓ فرماتے ہیں کہ مقتول

٣٩٩٥- حدثنا فهد ثنا حجاج بن المنهال ثنا حماد بن سلمة عن بديل بن ميسرة العقيلي عن عبدالله بن شقيق عن رجل من بلقين "قال: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ بِوَادِي الْقُرٰى فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لِمَنِ الْمَغْنَمُ؟ قَالَ: لِلّٰهِ سَهْمٌ وَلِهٰؤُلَاءِ أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ فَقُلْتُ: فَهَلْ أَحَدٌ أَحَقُّ بِشَيْءٍ مِنَ الْمَغْنَمِ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَ: لَا حَتَّى السَّهْمَ يَأْخُذُهُ أَحَدُكُمْ مِنْ جَنْبِهِ فَلَيْسَ هُوَ بِأَحَقَّ بِهِ مِنْ أَخِيْهِ" اخرجه الطحاوى (١٣٢:٢) وسنده صحيح واخرجه ابوعبيد فى "الاموال" (ص٣٠٥) اطول منه، و قال المحشى: وذكره ابن كثير فى "تفسيره"، و قال: رواه الامام البيهقى باسناد صحيح اه وافرط ابن حزم فى تضعيفه لجهالة الصحابى وهى لاتضر، ثم تناقض فقال: هو صحابى معروف هكذا ورجل من بلقين هو اسمه، والبسط فى الحاشية۔

٣٩٩٦- عن عوف بن مالك قال: قَتَلَ رَجُلٌ مِنْ حِمْيَرَ رَجُلًا مِنَ الْعَدُوِّ فَأَرَادَ سَلَبَهُ، فَمَنَعَهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَكَانَ وَالِيًا عَلَيْهِمْ، فَأَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ

کا سامان مالِ غنیمت میں سے ہی شمار ہوگا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بدر کے احکام یعنی مقتول کا سامان مالِ غنیمت میں سے ہی ہوگا منسوخ نہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کی طرف سے حضرت زبیرؓ کو سامانِ مقتول دینا یا تو من قتل قتیلا فله سلبه کی وجہ سے تھا یا کسی اور وجہ سے۔

٣٩٩٥۔ بلقین کے رہنے والے ایک شخص سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا جبکہ آپ ﷺ وادیٔ قری میں تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! غنیمت کن کا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک حصہ اللہ کا ہے اور چار حصے ان لوگوں (مجاہدوں) کیلئے ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کوئی شخص مالِ غنیمت کا کسی دوسرے شخص سے زیادہ حقدار بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں! حتیٰ کہ اگر تم میں سے کوئی شخص نیزے کو مقتول (دشمن) کے جسم سے نکالے تب بھی وہ اس حصے کا اپنے بھائی سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔ طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ اسے روایت کیا ہے اور ابوعبید نے اموال میں اس سے زیادہ طویل حدیث روایت کی ہے اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں صحابی معروف ہیں اور صحابی کا مجہول ہونا بھی مضر نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قاتل، مقتول دشمن کے سامان کا حقدار نہیں ہوتا اِلّا یہ کہ امام کی طرف سے جنگ پر ابھارنے کیلئے اعلان ہو جائے۔

٣٩٩٦۔ عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حِمْیَر (قبیلے) کے ایک شخص نے دشمنوں میں سے ایک شخص کو مارا اور اس مقتول کا

لِخَالِدٍ: مَا مَنَعَكَ اَنْ تُعْطِيَهُ سَلَبَهُ؟ قَالَ: اسْتَكْثَرْتُهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اِدْفَعْهُ اِلَيْهِ۔ فَمَرَّ خَالِدٌ بِعَوْفٍ فَجَرَّ بِرِدَائِهِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ اَنْجَزْتُ لَكَ مَا ذَكَرْتُ لَكَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَسَمِعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتُغْضِبَ فَقَالَ: لَا تُعْطِهِ يَا خَالِدُ هَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْنَ لِيْ اُمَرَائِيْ؟ اِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُهُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اُسْتُرْعِيَ اِبِلًا اَوْ غَنَمًا ثُمَّ تَحَيَّنَ سَقْيَهَا فَاَوْرَدَهَا حَوْضًا فَشَرَعَتْ فِيْهِ فَشَرِبَتْ صَفْوَهُ وَتَرَكَتْ كَدْرَهُ، فَصَفْوُهُ لَكُمْ وَكَدْرُهُ عَلَيْهِمْ۔ رواہ مسلم فی "صحيحه" (٨٨:٢) والطحاوی ولفظه: فَعَلَاهُ (ای الحميری) بِالسَّيْفِ فَقَتَلَهُ، فَاَقْبَلَ بِفَرَسِهِ وَسَيْفِهِ وَ سَرْجِهِ وَلِجَامِهِ وَ مِنْطَقَتِهِ وَسِلَاحِهِ، كُلُّ ذٰلِكَ مُذَهَّبٌ بِالذَّهَبِ وَالْجَوْهَرِ اِلٰى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ، فَاَخَذَ مِنْهُ خَالِدٌ طَائِفَةً وَ نَفَلَهُ بَقِيَّتَهُ۔ فَقُلْتُ: يَا خَالِدُ! مَا هٰذَا؟ اَمَا تَعْلَمُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَفَلَ الْقَاتِلَ السَّلَبَ كُلَّهُ؟ قَالَ: بَلٰى! وَلٰكِنِّيْ اسْتَكْثَرْتُهُ، فَقُلْتُ: اَمَا وَاللّٰهِ لَاُعَرِّفَنَّكَهَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ" الحديث ورواته ثقات كلهم - ورواه سعيد بن منصور عن اسماعيل بن عياش عن صفوان

سامان لینا چاہا۔ لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو (حضور ﷺ کی طرف سے) ان پر حاکم تھے اس شخص کو (سامانِ مقتول) نہ دیا تو عوف بن مالکؓ حضور ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو اس (واقعہ) کی خبر دی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپؓ نے اس (قاتل) کو اس (مقتول) کا سامان کیوں نہیں دیا؟ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! وہ سامان میرے خیال میں بہت زیادہ تھا، (اس لئے میں نے سب دینا مناسب نہ سمجھا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سامان اسے دیدے۔ پھر حضرت خالدؓ حضرت عوفؓ کے پاس سے گذرے تو عوف نے خالد کی چادر کھینچ کر فرمایا کہ جو میں نے آپ سے بیان کیا تھا رسول اللہ ﷺ سے وہی ہوا نا! (یعنی خالدؓ کو شرمندہ کیا کہ آخر تم کو سامان دینا پڑا) یہ سن کر حضور ﷺ غصہ ہوئے اور فرمایا اے خالد! اسے وہ (سامان) مت دے۔ کیا تم میری وجہ سے میرے مقرر کردہ سرداروں کو چھوڑنے والے ہو؟ تمہاری اور ان کی (یعنی سابقہ امتوں کی) مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اونٹ یا بکریاں چرائیں پھر جب ان کی پیاس کا وقت آیا تو ان کو حوض پر لایا، پھر انہوں نے اس حوض میں (پینا) شروع کیا وہ اس میں سے صاف صاف پی گئیں اور تلچھٹ چھوڑ دیا۔ تو صاف (یعنی اچھی باتیں) تو تمہارے لئے ہیں اور گندی (باتیں) سرداروں پر ہیں (یعنی مواخذہ اور بدنامی ان کی ہو)۔ (مسلم)۔ اور طحاوی میں یہ الفاظ ہیں کہ حمیری تلوار کے ساتھ دشمن پر چڑھ دوڑا اور اسے قتل کر ڈالا اور اس کے گھوڑے، تلوار، زین، لگام پٹکا اور ہتھیاروں کو جو سب کے سب سونے اور جواہرات سے جڑے ہوئے تھے خالد بن ولیدؓ کی خدمت میں لے آیا، خالدؓ نے اس میں سے کچھ لے لیا اور باقی اسے دیدیا (عوف فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا اے خالدؓ یہ کیا بات ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ حضور ﷺ نے تو قاتل

...بن عمرو عن عبد الرحمن بن جبير بن نفير عن ابيه عن عوف بن مالك نحوه، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: فَلَمَّا فتح اللهُ الْفَتْحَ أَقْبَلَ بِسَلَبِ الْقَتِيلِ، وَقَدْ شَهِدَ لَهُ النَّاسُ أَنَّهُ قَاتِلُهُ- فَأَعْطَاهُ خَالِدٌ بَعْضَ سَلَبِهِ وَأَمْسَكَ سَائِرَهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اسْتَعْدَى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَدَعَا خَالِدًا ﷺ فذكر الحديث ... مغنى ٢:١٣٤) لابن قدامة"، واسماعيل بن عياش حجة فيما رواه عن اهل الشام و هذا منه ... صفوان بن عمرو من اهل الحمص (تهذيب ١٠:٤٢١)-

٣٩٩٧- عن عبدالرحمن بن عوف فِيْ قِصَّةِ قَتْلِ أَبِيْ جَهْلٍ قَتَلَهُ غُلَامَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ حديث أَسْنَانُهُمَا، ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَاهُ فَقَالَ: أَيُّكُمَا قَتَلَهُ؟ فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ منهما: أَنَا قَتَلْتُهُ- فَقَالَ: هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا؟ قَالَا: لَا ! فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ: كِلَا كُمَا

...مقتول کا کل سامان دیدیا۔ خالدؓ نے فرمایا کیوں نہیں (یعنی بات تو یہی ہے) لیکن میں نے اس کو زیادہ سمجھا (عوف فرماتے ہیں) میں نے ... قسم بخدا میں حضور ﷺ سے تمہاری بات ضرور عرض کرونگا۔ الحدیث۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور سعید بن منصور نے بھی عوف بن ... کی یہ حدیث روایت کی ہے مگر اس میں ہے کہ عوف نے فرمایا کہ جب اللہ نے فتح عنایت فرمائی تو وہ (حمیری) مقتول کا سامان لایا اور ... نے گواہی دی کہ یہی اس کا قاتل ہے تو حضرت خالدؓ نے کچھ سامان اسے دیدیا اور باقی سامان روک لیا۔ پھر جب وہ مدینہ آئے تو حضور ﷺ سے اس نے فریاد چاہی تو حضور ﷺ نے خالد کو طلب فرمایا۔ الحدیث۔

فائدہ: یہ قصہ غزوۂ موتہ کا ہے لہٰذا ان پر رد ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے من قتل قتيلا فله سلبه صرف غزوۂ حنین ہی میں فرمایا، اس سے پہلے نہیں فرمایا، دوسرا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ من قتل قتيلا الخ والا حکم محض تنفیل کے طور پر تھا حکم شرعی ... کے طور پر نہ تھا تو اس سے معلوم ہوا کہ مقتول کا سامان بہرصورت (خواہ امام نے من قتل قتيلا کا اعلان کیا ہو یا نہ کیا ہو) قاتل کو دینا حکم شرعی نہیں بلکہ من قتل قتيلا کے اعلان کے ساتھ ہی خاص ہے یعنی اگر من قتل قتيلا الخ کا اعلان جنگ سے قبل کیا گیا ہوگا تو مقتول کا سامان قاتل کو دیا جائے گا ورنہ وہ غنیمت میں شمار ہوگا اور اس میں تمام مجاہدین کا حصہ ہوگا۔

٣٩٩٧۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے ابوجہل کے قتل کے قصے میں مروی ہے کہ اسے انصار کے دو بچوں نے جو کم عمر تھے قتل کیا پھر وہ حضور ﷺ کی طرف گئے اور آپ ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں میں سے کس نے اس کو قتل کیا ان دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم دونوں نے اپنی تلواریں صاف کر لیں ہیں انہوں نے عرض کیا کہ نہیں پھر حضور ﷺ نے دونوں تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے قتل کیا ہے پھر اس کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دیدیا۔ (بخاری ومسلم)۔

فائدہ: اس کے باوجود کہ آپ ﷺ جان چکے تھے کہ دونوں ہی ابوجہل کے قاتل ہیں لیکن پھر بھی ایک کو ہی سامان دیدینا

قَتَلَهُ، وَقَضٰى بِسَلَبِهٖ لِمُعَاذِ بْنِ عَمروبنِ الْجَموحِ-متفق عليه(نيل الاوطار٧:١٦٨)-

٣٩٩٨- عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: ﴿نَفَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ سَيْفَ اَبِیْ جَهْلٍ كَانَ قَتَلَهُ﴾ رواه ابوداود ولاحمد معناه وَاِنَّمَا اَدْرَكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَبَا جَهْلٍ وَبِهٖ رَمَقٌ نَاَجْهَزَ عَلَيْهِ- روى معنى ذلك ابوداود وغيره (نيل ٧:١٦٨،٧:١٦٤) وفيه ايضاً- قال فی "مجمع الزوائد": ان رجال احمد رجال الصحيح غير محمد بن وهب ابن ابی كريمة وهو ثقة اه-

٣٩٩٩- عن مكحول عن جنادة بن ابی امية قال: كُنَّا مُعَسْكَرِيْنَ بِدَابِق فَذَكَرَ ابْنُ مَسْلَمَةَ الْفَهْرِیُّ "اَنَّ نَبِية القبرصیَّ، خَرَجَ بِتِجَارَةٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ يُرِيْدُ بِهَا بِطَرِيْقِ اَرْمِيْنِيَّةَ فَخَرَجَ عَلَيْهِ حَبِيْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَاتَلَهُ فَقَتَلَهُ فَجَاءَ بِسَلَبِهٖ يَحْمِلُهُ عَلٰى خَمْسَةِ اَبْغَالٍ مِّنَ الدِّيْبَاجِ وَالْيَاقُوْتِ وَالزَّبَرْجَدِ، فَاَرَادَ حَبِيْبٌ اَنَّ يَّاْخُذَهُ كُلَّهُ وَقَالَ: اِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ﴿مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا فَلَهُ سَلَبُهُ﴾ فَقَالَ اَبُوْعُبَيْدَةَ: خُذْبَعْضَهُ فَاِنَّهُ لَمْ يَقُلْ ذٰلِكَ لِلْاَبَدِ وَسَمِعَ بِذٰلِكَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ فَقَالَ مُعَاذٌ لِحَبِيْبٍ: اَلَا تَتَّقِی اللّٰهَ وَتَاْخُذُ مَا طَابَتْ بِهٖ نَفْسُكَ لَكَ فَاِنَّمَا لَكَ مَا طَابَتْ بِهٖ نَفْسُ

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قاتل مقتول کے سامان کا لازمی طور پر حقدار نہیں۔

٣٩٩٨۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن حضور ﷺ نے مجھے میرے حصہ سے زائد ابوجہل کی تلوار دی تھی، ابن مسعودؓ نے اسے قتل کیا تھا، اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور مسند احمد میں اس کا یہ معنیٰ بیان کیا گیا ہے کہ (قتل تو دو انصاریوں نے کیا تھا لیکن) ابن مسعودؓ نے جب ابوجہل کو دیکھا تو اس میں زندگی کی رمق باقی تھی آپؓ نے اس کا کام تمام کردیا، یہ معنیٰ ابوداؤد وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔ مجمع الزوائد میں ہے کہ مسند احمد کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے محمد بن وہب کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاتل مقتول کے سامان کا ہر وقت حقدار نہیں ہوتا بلکہ اس کا استحقاق امام کی تعیین اور تنفیل پر موقوف ہے۔

٣٩٩٩۔ جنادہ بن ابی امیہ فرماتے ہیں کہ ہم دابق (مقام) میں جمع تھے تو اس دوران ابن مسلمہ الفہری نے بیان کیا کہ نبیہ قبرصی، بحرین سے تجارت کی نیت سے ارمینیہ کے راستے سے نکلا تو اچانک حبیب بن مسلمہ اس کے خلاف جنگ کیلئے نکلا اور اس سے جنگ کی حتیٰ کہ حبیب نے اس قبرصی کو قتل کرڈالا اور اس کا سامان پانچ خچروں پر لاد کر آیا جن میں ریشم، یاقوت اور زبرجد بھی تھا۔ پھر حبیب (قاتل) نے وہ سب سامان لینا چاہا اور (دلیل کے طور پر) کہا کہ بے شک حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی دشمن کو قتل کرے گا تو اس کا سامان

سَابِكَ، وَحَدَّثَهُمْ بِذٰلِكَ مُعَاذٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَاجْتَمَعَ رَأْيُهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ فَأَعْطَوْهُ بَعْدَ الْخُمُسِ فَبَاعَهُ حَبِيْبٌ بِأَلْفِ دِيْنَارٍ" اخرجه اسحاق بن راهوية عن بقية بن الوليد حدثني رجل عن مكحول فذكره واعله البيهقي بالانقطاع بين مكحول ومن فوقه وبجهالة الراوي عن مكحول (زيلعي ٢: ١٤٣) و (دراية ص ٢٦٥) قلت: مكحول في الدرجة الثانية من المدلسين في عداد من احتمل الائمة تدليسه واخرجواله في الصحيح لامامته كذا في طبقات المدلسين (ص ٢: ١٦) والراوي عن مكحول هو موسىٰ بن يسار فقد اخرجه الطبراني في (الكبير والاوسط) بطريق عمرو بن واقد عن موسىٰ عن مكحول الخ (زيلعي ٢: ١٤٣)، وسياتي الكلام على تراجم الرواة في الحاشية۔

٤٠٠٠- عن غالب بن حجرة عن ام عبدالله بنت الملقام بن التلب عن ابيها عن

...ن قاتل کا ہوگا۔ اس پر ابوعبیدہ نے فرمایا کہ کچھ سامان لے لو کیونکہ حضور ﷺ نے یہ فرمان ہمیشہ کیلئے قانونِ شرعی کے طور پر جاری نہیں فرمایا۔ یہ بات حضرت معاذؓ بن جبل نے بھی سن لی تو حضرت معاذؓ نے حبیب سے فرمایا کہ کیا تو اللہ سے ڈرتا نہیں ہے اور کیا تو وہ مقدار لینا چاہتا ہے کہ جس پر تیرا نفس راضی ہو۔ حالانکہ تیرے لئے تو وہ مقدار پاکیزہ ہے جس پر تیرا امام راضی ہو اور پھر معاذؓ نے ان لوگوں کو اس مسئلہ کے بارے میں حضور ﷺ کی طرف سے بات بیان کی تو تمام لوگوں کی رائے اسی (معاذ کے) قول پر مجتمع ہوگئی۔ پس انہوں نے خمس نکالنے کے بعد وہ (سامانِ مقتول) اسے دیدیا۔ جسے حبیب نے ہزار دینار کے عوض بیچ دیا (اسے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا ہے) یہ حدیث اگرچہ منقطع ہے اور مکحول کے اوپر کا راوی مجہول ہے لیکن ائمہ محدثین مکحول کی امامت کی بنا پر اس کی تدلیس کو برداشت کرتے آئے ہیں۔

فائدہ: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اسے بطور مستقل دلیل کے ذکر نہیں کیا بلکہ اس ضعیف حدیث کو حضور ﷺ کی مرفوع صحیح حدیث من قتل قتیلا فله سلبه کی توضیح وتفسیر میں لائے ہیں۔ کیونکہ جب حدیث کی تفسیر وتاویل قیاس ورائے سے کرنی جائز ہے تو حدیث ضعیف ومرسل حدیث سے اس کی تفسیر بالاولیٰ جائز ہوگی۔

بہرحال چونکہ حضور ﷺ کا فرمان من قتل قتیلا فله سلبه، دومعنوں کا محتمل تھا کہ آیا یہ فرمان حضور ﷺ نے ہمیشہ کیلئے شرعی حکم کے طور پر فرمایا ہے یا کہ صرف اس خاص موقعہ کیلئے عارضی طور پر صحابہؓ کو جنگ پر ابھارنے کیلئے یہ فرمان جاری فرمایا تو اس حدیثِ مکحول نے اس کی توضیح وتفسیر کردی کہ یہ فرمان عارضی طور پر صرف اسی موقعہ کیلئے مخصوص تھا۔ اور ہمیشہ کیلئے شرعی حکم کی حیثیت اس فرمان کی نہیں ہے۔ الغرض حدیث مکحول نے فرمانِ نبوی ﷺ کے اجمال کو دور فرمادیا۔

٤٠٠٠۔ ملقامؓ بن تلب اپنے باپ تلبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص پیٹھ پھیرنے والے کو پکڑ

ابیه ﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: مَنْ اَتٰی بِمُوَلٍّ فَلَهٗ سَلَبُهٗ﴾ اخرجه ابن حزم فی "المحلی" (٣٣٩:٧)، واعله بجهالة هؤلاء الرواة کلهم، وغالب ذکره ابن حبان فی "الثقات" (تهذیب٨:٢٤٢)، والملقام بن التلب ذکره البخاری وغیره فی التابعین وابن قانع فی الصحابة "الاصابة" (٦:٢١٤) والتلب له صحبة واحادیث و قد استغفر له رسول اللّٰہ ﷺ ثلاثا (الاصابة ١:١٩٠) وقد اخرج ابوداود لغالب بن حجرة عن الملقام عن ابیه حدیثا فی الاطعمة، وسکت عنه و قال المنذری: قال البیهقی: هذا اسناد غیر قوی (عون المعبود٣:٢١٧)، وهذا تلیین هین، ولیس فی النساء من اتهمت، ولا ترکت صرح به الذهبی فی "المیزان" (٢:٣٩٥) ولم نذکر الحدیث احتجاجا، بل اعتضاداً وتفسیراً لغیره من الاحادیث، ولا ریب انه صالح لذلك۔

٤٠٠١- عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ فی حدیث مرفوعاً ﴿وَکَانَ ﷺ یَکْرَهُ الْاَنْفَالَ وَیَقُوْلُ: لِیَرُدَّ قَوِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی ضَعِیْفِهِمْ﴾ رواه احمد و صححه ابن حبان (نیل ٧:١٧٣-١٧٤)۔

٤٠٠٢- ویفسره ما روی سعید عن قتادة مرسلا و عمرو بن شعیب عن ابیه عن

لائے گا تو اس کا سامان اس (پکڑ کر لانے والے) کا ہوگا۔ (محلی ابن حزم) خیر القرون میں ارسال یا جہالت ہمارے ہاں مضر نہیں۔ نیز یہ حدیث بطورِ اعتضاد لائے ہیں محض توضیح کیلئے۔

فائدہ: اس حدیث میں مذکورہ حکم بالاتفاق اسی جنگ کے ساتھ خاص ہے تو اسی طرح من قتل قتیلا فله سلبه والا حکم بھی اسی جنگ کے ساتھ خاص ہونا چاہیے جس جنگ میں حضور ﷺ نے یہ قول فرمایا۔ نیز یہ قول من قتل قتیلا فتح مکہ کے موقعہ پر حضور ﷺ کے فرمان من دخل دار ابی سفیان فهو آمن کی طرح ہے۔ تو جس طرح من دخل الخ صرف اس فتح مکہ کے ساتھ خاص ہے تو اسی طرح من قتل الخ بھی اسی موقعہ جنگ کے ساتھ خاص ہونا چاہیے۔

۴۰۰۱۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے ایک حدیث میں مرفوعا مروی ہے کہ حضور ﷺ (کسی مجاہد کو) اس کے حصہ سے زائد دینے کو ناپسند فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ قوی مسلمان (مجاہد) اپنے کمزور مسلمانوں کو (زائد حصے) لوٹائیں۔ (مسند احمد) اسے ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

۴۰۰۲۔ قتادہ سے مروی مرسل حدیث اور عمرو ابن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے جو حدیث روایت کرتے

جده ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُنَفِّلُ الرَّجُلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَلَبَ الْكَافِرِ إِذَا قَتَلَهُ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرُدَّ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ: اتَّقُوااللهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ أَيْ لِيَرُدَّنَّ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ اخرجه ابن حزم في "المحلى" (٣٣٩:٧)، وقال: هذا لا شيء لانها صحيفة ومرسل اه قلت: لم يزل الائمة يحتجون بهذه الصحيفة، كما في "التهذيب" (٤٩:٨-٥٥) عن البخاري و عن علي بن المديني وغيرهما۔ والمرسل اذا اعتضد بموصول كان حجة عند الكل، كما ذكرناه في المقدمة، و في هذا الكتاب غير مرة۔

ہیں وہ (بھی) اس کی وضاحت کرتی ہے (وہ حدیث یہ ہے کہ) جب کوئی مسلمان کسی کافر کو قتل کرتا تو حضور ﷺ اس کافر کا سامان اس مسلمان قاتل کو بطور انعام کے دیتے۔ پھر آپ ﷺ (زائد حصہ پانے والے) مسلمانوں سے حکم کرتے کہ تم دوسرے ساتھیوں کو وہ (زائد حصہ) واپس کرو۔ اور فرماتے کہ اللہ سے ڈرو اور آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو (یعنی آپس میں اچھا برتاؤ کرو) یعنی تم میں سے بعض بعض کو زائد حصہ لوٹائیں (محلی ابن حزم) یہ حدیث صحیفۂ صادقہ کی ہے اور مرسل ہے۔ اور ائمہ اس صحیفہ سے دلیل پکڑتے رہے ہیں اور جب مرسل حدیث کسی موصول حدیث سے مؤید ہو جائے تو وہ مرسل سب کے نزدیک حجت ہوتی ہے۔

فائدہ: بدائع صنائع میں ہے کہ مالِ غنیمت میں سے سامانِ مقتول کو کسی کے ساتھ خاص کرنا یا کسی کو حصہ اصل سے زائد بطورِ انعام کچھ دینا خلافِ قیاس ہے۔ کیونکہ اگر سبب اختصاص جہاد ہے تو وہ بھی سب مجاہدین میں موجود ہے۔ اور اگر سبب اختصاص مال لینا اور لوٹنا ہے تو وہ بھی سب کی طاقت کے جمع ہونے سے ہی ممکن ہے۔ لہٰذا سب ہی اس مال کے مستحق ہوئے۔ لہٰذا کسی ایک کیلئے مقتول کے سامان کو خاص کرنا دوسروں سے اس کے حق کو ختم کرنا ہے جو خلاف قیاس ہے۔ لیکن استحسانا قرآن کی آیت ﴿یایها النبی حرض المومنین علی القتال﴾ کے تحت ہم نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ جس شخص میں زیادہ طاقت ہو وہ اس وقت تک اپنی شجاعت کا مظاہرہ نہیں کرتا جب تک کہ اسے کسی چیز کا لالچ نہ دیا جائے۔ لہٰذا **من قتل قتیلا** تحریض اور شجاعت پر ابھارنے پر محمول ہوگا اور بطور حکم شرعی ابدی کے نہیں ہوگا کیونکہ یہ خلاف قیاس ہے۔ اور مذکورہ بالا حدیث عبادہؓ بھی ہمارے اس موقف کی واضح مؤید ہے کہ حضور ﷺ بھی حصہ سے زائد انعام اور سامانِ مقتول قاتل کو دینے کو ناپسند فرماتے تھے۔ لیکن چونکہ بعض غزوات میں آپ ﷺ آیت قرآنی مذکورہ بالا کے تحت انعام یا سامانِ مقتول قاتل کو دیتے بھی تھے۔ لہٰذا دونوں روایات میں تطبیق دینے سے یہی صورت نکلی ہے کہ **من قتل قتیلا** الخ حکم شرعی ابدی نہیں۔ ہاں اگر امام جب چاہے تو قتال سے قبل یا اثناء قتال اس کا اعلان کر دے۔ اور احناف کے موقف پر عمل کرنے میں ہی دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہو سکتا ہے (الحمد للہ) بصورت دیگر ایک قسم کی احادیث پر عمل ہوگا اور دوسری قسم کی احادیث (جو احناف کی مؤید ہیں) کا ترک لازم آئیگا۔

٤٠٠٣- وكيع عن سفيان عن الاسود بن قيس العبدى "ان شبر بن علقمة قَتَلَ يَوْمَ الْقَادِسِيَّةِ عَظِيْمًا مِنَ الْفُرْسِ مُبَارَزَةً وَاَخَذَ سَلَبَهُ فَاَتٰى بِهٖ اِلٰى سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَاصٍ فَقَوَّمَهُ اثْنَىْ عَشَرَ اَلْفًا فَنَفَّلَهُ اِيَّاهُ سَعْدٌ" اخرجه ابن حزم (المحلى ٣٣٦:٧)، واحتج به ، ورواه سعيد بن منصور باسناده عن شبر بن علقمة نحوه-وفيه- فَقَتَلْتُهُ وَاَخَذْتُ سَلَبَهُ فَاَتَيْتُ بِهٖ سَعْدًا فَخَطَبَ سَعْدٌ اَصْحَابَهُ وَ قَالَ: اِنَّ هٰذَا سَلَبُ شِبْرٍ خَيْرٌ مِنْ اثْنَىْ عَشَرَ اَلْفًا، وَاِنَّا قَدْ نَفَّلْنَاهُ اِيَّاهُ (المغنى لابن قدامة ٢٢٧:١٠)-

٤٠٠٤- عن:اوس بن حارثة قال: لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَعْدٰى لِلْعَرَبِ مِنْ هُرْمُزَ ، فَلَمَّا فَرَغْنَا مِنْ مُسَيْلَمَةَ وَاَصْحَابِهٖ، اَقْبَلْنَا اِلٰى نَاحِيَةِ الْبَصْرَةِ فَلَقِيْنَا هُرْمُزَ بِكَاظِمَةَ فِىْ جَمْعٍ عَظِيْمٍ، فَبَرَزَ لَهُ خَالِدٌ وَدَعَالِلْبَرَازِ فَبَرَزَ لَهُ هُرْمُزُ فَقَتَلَهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ- وَكَتَبَ بِذٰلِكَ اِلٰى اَبِىْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ فَنَفَلَهُ سَلَبَهُ، فَبَلَغَتْ قَلَنْسُوَتُهُ مِائَةَ اَلْفِ دِرْهَمٍ، وَكَانَتِ الْفُرْسُ اِذَا اَشْرَفَ الرَّجُلُ جَعَلُوْاقَلَنْسُوَتَهُ مِائَةَ اَلْفِ دَرْهَمٍ- اخرجه الحاكم فى "المستدرك"، و

٤٠٠٣- اسود بن قیس عبدی سے مروی ہے کہ شبر بن علقمہ نے قادسیہ کی جنگ میں ایرانیوں کے سردار کو دست بدست مقابلہ میں قتل کر کے اس کا سامان لے لیا اور وہ سامان سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس لائے جنہوں نے اس کی قیمت کا اندازہ بارہ ہزار (درہم یا دینار) لگایا۔ پھر سعد نے وہ سامان شبر کو انعام میں دیدیا (محلی ابن حزم) ابن حزم نے اس سے دلیل پکڑی ہے اور سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ شبر بن علقمہ سے اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ شبر نے فرمایا کہ میں عظیم ایران کو قتل کر کے اور اسکا سامان لے کر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس آیا۔ پھر انہوں نے اپنے اصحاب (لشکر) سے خطاب میں فرمایا کہ شبر کا یہ سلب بارہ ہزار سے بہتر ہے اور ہم نے یہ سامان اسے بطور نفل دیدیا ہے۔ (مغنی ابن قدامہ)۔

٤٠٠٤- اوس بن حارثہ فرماتے ہیں کہ ہرمز سے بڑھ کر اہل عرب کا کوئی دشمن نہ تھا۔ (راوی فرماتے ہیں کہ) پس جب ہم مسیلمہ (کذاب) اور اس کے لاؤ لشکر سے فارغ ہوئے تو ہم بصرہ کی ایک جانب کو متوجہ ہوئے اور کاظم نامی جگہ پر ہمارا ہرمز سے ٹکراؤ ہوا جو ایک عظیم لشکر کے ساتھ تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اس کے مقابلے کیلئے نکلے اور اسے مقابلے کیلئے للکارا۔ ہرمز بھی ان سے مقابلے کیلئے نکلا حتیٰ کہ خالدؓ نے اسے قتل کر دیا۔ پھر خالدؓ نے اس قتل کے متعلق حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لکھا تو انہوں نے ہرمز کا سامان خالد کو بطورِ انعام دیدیا۔ (جبکہ) ہرمز کی ٹوپی کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ اور ایرانی لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی آدمی ان کا سردار بنتا تو اس کیلئے ایک لاکھ درہم کی ٹوپی بنواتے (مستدرک حاکم)۔ حاکم اور ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہٰذا یہ حدیث قابلِ احتجاج ہے)۔

سكت عنه هو والذهبي۔

٤٠٠٥- حدثنا يونس ثنا سفيان عن ايوب عن ابن سيرين عن انس بن مالك رضي الله عنه ان البراءَ بْنَ مَالِكٍ اخا انسِ بْنِ مَالِكٍ بَارَزَ مَرزَبَانَ الزَّأرَة فَطَعَنَهٗ طَعْنَةً فَكَسَّرَ الْقُرْبُوسَ وَخَلَصَتْ اِلَيْهِ فَقَتَلَهٗ فَقُوِّمَ سَلَبُهٗ ثَلاثِيْنَ اَلْفًا، فَلَمَّا صَلَّيْنَا الصُّبْحَ غَدَا عَلَيْنَا عُمَرُ فَقَالَ لِاَبِيْ طَلْحَةَ: اِنَّا كُنَّا لَا نُخَمِّسُ الْاَسْلَابَ وَاِنَّ سَلَبَ الْبَرَاءِ بَلَغَ مَالًا وَلَا اَرَانَا اِلَّا خَامِسِيْهِ فَقَوَّمْنَاهُ ثَلَاثِيْنَ اَلْفًا فَدَفَعْنَا اِلٰى عُمَرَ سِتَّةَ آلَافٍ۔ اخرجه الطحاوى (١٣٢:٢) وسنده صحيح، وابن ابى شيبة، كما فى "المحلى" (٣٣٧:٧) ولم يعله ابن حزم بشيء، و فى لفظ للطحاوى بسند رجاله ثقات طريق مكحول: وَسُئِلَ اَيُخَمَّسُ السَّلَبُ ؟ فَقَالَ: حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَن البراء بن مالك بارز رَجُلًا مِنْ عُظَمَاءِ فَارِسٍ فَكَتَبَ فِيْهِ اِلٰى عُمَرَ، فَكَتَبَ عُمَرُ اِلَى الْاَمِيْرِ اَنِ اقْبِضْ اِلَيْكَ خُمُسَهٗ وَادْفَعْ اِلَيْهِ مَا بَقِيَ فَقَبَضَ الْاَمِيْرُ خُمُسَهٗ اه۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قاتل قتل سے ہی سامان مقتول کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ امام کی طرف سے نفلی انعام سے سامانِ مقتول کا حقدار ٹھہرتا ہے کیونکہ اگر وہ محض قتل سے ہی مستحقِ سلب ہوجاتا تو پھر اس کا اعلان کرکے اور اس کو انعام کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ سامانِ مقتول بھی امیر کی رائے کی طرف مفوض ہے۔

۴۰۰۵۔ انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انسؓ کے بھائی براء بن مالک نے حاکم ضرارۃ سے جنگ کی اور اسے نیزہ مارا اور اس کی زین کی موٹھ توڑ دی اور زخم اس کو پورا لگا حتیٰ کہ اسے قتل کردیا۔ اس کے سامان واسباب کا اندازہ تیس ہزار (درہم یا دینار) لگایا گیا۔ پھر جب ہم نے اگلے دن صبح کی نماز پڑھی تو حضرت عمرؓ ہمارے پاس تشریف لائے اور ابوطلحہ سے فرمایا کہ ہم سامانِ مقتول کا خمس نہیں لیا کرتے تھے لیکن براء کا سامان بہت ہے، ہم کو خمس لینا ہی چاہیے۔ ہم نے اس کا اندازہ تیس ہزار کا لگایا تب ہم نے چھ ہزار حضرت عمرؓ کو دیئے۔ (طحاوی، اس کی سند صحیح ہے وابن ابی شیبہ)۔ اور محلی ابن حزم میں بھی یہ حدیث مروی ہے اور اس نے اس پر کوئی جرح نہیں کی اور طحاوی میں ہی ثقہ راویوں کے ذریعے مکحول سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا سامانِ مقتول میں سے خمس نکالا جائے گا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ براء بن مالک نے فارس کے ایک سردار سے مقابلہ کیا (اور اسے قتل کردیا پھر براء نے اس کا سامان لے لیا)۔ پھر اس بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا تو جواب میں حضرت عمرؓ نے امیر کو لکھا کہ اس سامان میں سے خمس لے لو اور باقی مال اسے دیدو پس امیر نے اس مال میں سے خمس لے لیا۔ الخ۔

٤٠٠٦- حدثنا محمد بن عبدالله الحضرمی (هو الحافظ المعروف بمطین ثنا جعفر بن محمد بن الحسن المعروف بابن التل ثنا احمد بن بشر عن ابن شبرمة عن الشعبی "ان جریرَ بنَ عبدِاللہ بَارَزَ مَہرَانَ فَقتَلَہٗ- فَقُوِّمَتْ بِمنطَقَتہٗ ثَلَاثِیْنَ اَلفًا فَکَتَبُوْااِلٰی عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ: اَلَیسَ ھٰذَا مِنَ السَّلَبِ الَّذِیْ یُخَمَّسُ، وَلَمْ یُنَفِّلْہُ وَجَعَلَہٗ مَغْنَمًا"، اخرجه الطبرانی فی "معجمه" (زیلعی٢:١٤٤)، ولم یضعف احد من رجال الاسناد فی "المیزان"، فھم ثقات علی ما صرح به الھیثمی فی "مجمع الزوائد" (٣:١)-

٤٠٠٧- عن "ابی قتادۃؓفی حدیث طویل " ﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ یَوْمَ حُنَیْنٍ: مَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا لَہٗ عَلَیْہِ بَیِّنَۃٌ فَلَہٗ سَلَبُہٗ﴾ متفق علیه، و قد تقدم عن انسؓ﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ یَوْمَ حُنَیْنٍ: مَنْ قَتَلَ کَافِرًا فَلَہٗ سَلَبُہٗ، فَقَتَلَ اَبُوْ طَلْحَۃَ عِشْرِیْنَ رَجُلًا فَاَخَذَ اَسْلَابَہُمْ﴾، رواہ احمد وابوداود، ورجاله رجال الصحیح (نیل الاوطار ٢٦١:٢)-

فائدہ: سامانِ مقتول میں سے خمس لینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ محض قتل سے ہی قاتل سامانِ مقتول کا مستحق نہیں ہو جاتا بلکہ تنفیلِ امام سے سامانِ مقتول کا حقدار ہوتا ہے۔ ورنہ خمس نکالنا امیر کے لئے جائز نہ ہوتا۔

٤٠٠٦۔ شعبی سے مروی ہے کہ جریر بن عبداللہ نے مہران سے مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر اس کے پٹکے کی قیمت کا اندازہ تیس ہزار (درہم یا دینار) کا لگایا گیا پھر انہوں نے (اس بارے میں) حضرت عمرؓ کو لکھا تو (جواب میں) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ اس سلب میں سے نہیں ہے جس کا خمس نکالا جاتا ہے اور وہ (پٹکا) جریر کو نفل میں نہ دیا (بلکہ) اسے مالِ غنیمت میں شامل کر دیا۔ (معجم طبرانی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: چونکہ امیر نے قبل از قتال یا اثناءِ جنگ سامانِ مقتول قاتل کو دینے کا اعلان نہیں کیا تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے مہران کا سامان جریر کو نہیں دیا بلکہ غنیمت میں شامل کر دیا پس معلوم ہوا کہ محض قتل سے ہی قاتل سلب کا حقدار نہیں ہو جاتا بلکہ تنفیلِ امام سے حقدار ہوتا ہے۔

٤٠٠٧۔ ابوقتادہؓ سے طویل حدیث میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقعہ پر فرمایا کہ جو کسی کافر دشمن کو قتل کرے گا اور اس پر اس کے پاس گواہی بھی ہو تو مقتول کا سامان اس (قاتل) کا ہوگا۔ (بخاری و مسلم) اور انسؓ کی یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ حضور ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقعہ پر فرمایا کہ جو مسلمان کسی کافر کو قتل کرے گا تو اس کا سامان اس (قاتل) کا ہوگا۔ (احمد، ابوداؤد)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

باب استيلاء الكفار على اموال المسلمين والعياذ بالله كاستيلائنا على اموالهم اذا احرزوها بدارهم والا فلا واذا غنمها المسلمون فإن عرفها صاحبها قبل القسمة اخذها بلا شيء وبعد القسمة هو احق بها بالقيمة

٤٠٠٨- عن اسامة بن زيد رضي الله عنه قال: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ! اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِيْ حَجَّةٍ؟ ... وهل تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مَنْزِلًا؟ ثُمَّ قَالَ: نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ الْمُحَصَّبِ حَيْثُ ... قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ" الحديث رواه البخاري و مسلم وغيرهما (فتح الباري ٦: ٢٢)۔

٤٠٠٩- وَصَحَّ عَنْهُ ﷺ «إِنَّ الْمُهَاجِرِيْنَ طَلَبُوْا مِنْهُ دُوْرَهُمْ يَوْمَ الْفَتْحِ بِمَكَّةَ، فَلَمْ يَرُدَّ

فائدہ: حضور ﷺ نے قبل از قتال یا دورانِ جنگ یہ اعلان فرمایا جیسا کہ فقتل کی فاء تعقیب پر دلالت کرتی ہے لہٰذا ابن ... کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے صرف بعد از قتال یہ اعلان فرمایا ہے غلط ثابت ہوا۔ نیز اس کا یہ کہنا بھی باطل ثابت ہوا کہ خواہ امام اس بات کا ... کرے یا نہ کرے وہ سامانِ مقتول کا حقدار ہوگا۔

کاش کہ وہ احناف کے ان مذکورہ بالا دلائل پر واقف ہوتا تو یقیناً وہ یہ نہ کہتا کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول نہ کسی صحابی سے مروی و ... ہے اور نہ ہی کسی تابعی سے۔ کیونکہ ہمارے مذکورہ دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول حضور ﷺ اور صحابہؓ و تابعینؒ ... متفق ہے۔ والحمدللہ۔

ب۔ کافروں کا مسلمانوں کے مال پر غالب ہونا مسلمانوں کے کافروں کے مال پر غالب ہونے کی طرح ہے بشرطیکہ وہ اسے دارالحرب میں محفوظ کرلیں ورنہ نہیں۔ پھر جب اس قبضہ شدہ مال کو مسلمان غنیمت میں حاصل کرلیں اور تقسیم سے قبل مالک اس مال کو پہچان لے تو وہ بلا قیمت اسے لے سکتا ہے اور تقسیم کے بعد وہ قیمتاً اس کا زیادہ حقدار ہے

۴۰۰۸۔ اسامہؓ بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! حج کے موقعہ پر آپ کل کہاں قیام فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی مکان چھوڑا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم کل خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے ... قریش نے کفر کی حمایت کی قسم اٹھائی تھی۔ (بخاری و مسلم)۔

۴۰۰۹۔ اور اسامہؓ ہی سے صحیح حدیث مروی ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر مہاجرین نے حضور ﷺ سے مکہ میں موجود اپنے ... کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ لیکن حضور ﷺ نے کسی کو بھی اس کا گھر نہیں لوٹایا۔ (زادالمعاد)۔

عَلٰى أَحَدٍ دَارَهُ﴾ قاله ابن القيم فى "زاد المعاد" (۲:۲۰۲)۔

۴۰۱۰- عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال: كَانَتِ الْعَضْبَاءُ مِنْ سَوَابِقِ الْحَاجِّ فَأَغَارَ الْمُشْرِكُونَ عَلٰى سَرْحِ الْمَدِيْنَةِ فَذَهَبُوْا بِهِ، وَفِيْهِ الْعَضْبَاءُ وَأَسَرُوْا امْرَأَةً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَكَانُوْا إِذَا نَزَلُوْا يُرْسِلُوْنَ إِبِلَهُمْ فِيْ أَفْنِيَتِهِمْ فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتُ لَيْلَةٍ قَامَتِ الْمَرْأَةُ وَقَدْ نُوِّمُوْا فَذَكَرَ الحديث-وفيه۔ فَلَمَّا قَدِمَتْ عُرِفَتِ النَّاقَةُ فَأَتَوْا بِهَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَتْهُ الْمَرْأَةُ بِنَذْرِهَا، فَقَالَ: بِئْسَ مَا جَزَيْتِهَا لَوْ وَفَّيْتِهَا لَاوَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ، رواه الطحاوى (۲:۱۵۳)، و سنده صحيح واخرجه احمد و مسلم (نيل الاوطار۷:۱۹۱)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کفار ہماری چیزوں پر غلبہ حاصل کر کے دارالحرب میں محفوظ کرلیں تو وہ ان چیزوں کے مالک بن جاتے ہیں۔اور مسلمان اپنے مالوں کے مالک نہیں رہتے۔کیونکہ اگر وہ مالک نہ ہوتے تو حضور ﷺ مسلمانوں کے گھروں کو واپس مسلمان مالکوں کو لوٹا دیتے۔

نیز قرآن پاک کی آیت ﴿للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم﴾ الآیہ (الحشر-۸) میں مہاجرین کو فقراء کہا گیا ہے اور فقیر اسے کہتے ہیں جس کی ملک نہ ہو۔تو اگر کفار مسلمانوں کے مالوں کے مالک نہ ہوئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ مہاجرین کو فقراء نہ فرماتے۔(مبسوط)۔

۴۰۱۰۔ عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ عضباء اونٹنی حاجیوں سے بڑھ جایا کرتی تھی۔پھر مشرکین نے مدینہ منورہ کی چراگاہ میں لوٹ مار کی اور جانور لے گئے جن میں عضباء اونٹنی بھی تھی اور مشرکین نے مسلمانوں کی ایک عورت کو بھی قید کرلیا۔ان کا یہ حال تھا کہ جب کہیں پڑاؤ کرتے تھے تو اپنے اونٹوں کو میدانوں میں چھوڑ دیتے۔ایک رات ایسا ہوا کہ وہ عورت اٹھی جبکہ وہ سب سوئے ہوئے تھے۔(راوی حدیث مکمل بیان کرتے ہیں جس میں یہ بھی ہے کہ) جب وہ عورت (مدینہ میں) آئی تو وہ اونٹنی پہچانی گئی۔لوگ اس عورت کو پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور عورت نے اپنی نذر کی آپ ﷺ کو اطلاع دی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اس کو برا بدلہ دیا اگر تو نے اسے پورا کیا۔خدا کی معصیت میں نذر کی وفاء لازم نہیں اور نہ اس چیز میں جس کا انسان مالک نہ ہو۔(طحاوی) اس کی سند صحیح ہے۔اسے احمد اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کفار مسلمانوں کا مال لوٹ کر دارالحرب میں محفوظ نہ کرلیں تو کفار اس مال کے مالک نہیں ہوتے۔کیونکہ کفار یہ عضباء اونٹنی لے کر ابھی راستے میں تھے اور دارالحرب میں نہ پہنچے تھے اس لئے وہ مالک نہیں ہوئے تھے اور پھر وہ عورت بھی اس اونٹنی کی مالک نہیں ہوئی تھی تو جب وہ مالک نہیں ہوئی تو اس اونٹنی میں اس کا نذر ماننا بھی درست نہیں ہوسکتا تھا۔

٤٠١١- حدثنا احمد بن داود ثنا عبيدالله بن محمد التيمى، انا حماد بن سلمة عن سماك بن حرب عن تميم بن طرفة الطائى "اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ لَهُ الْعَدُوُّ بَعِيْرًا فَاشْتَرَاهُ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَجَاءَ بِهِ فَعَرَفَهُ صَاحِبُهُ فَخَاصَمَهُ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اِنْ شِئْتَ اَعْطَيْتَهُ ثَمَنَهُ الَّذِىْ اشْتَرَاهُ بِهِ وَهُوَ لَكَ وَاِلَّا فَهُوَ لَهُ"، اخرجه الطحاوى (١٥٤:٢)، ورجاله ثقات۔ قال: وحدثنا ابوبكرة ناحسين بن حفص الاصبهانى ثنا سفيان الثورى عن سماك عن تميم بن طرفة عن النبى ﷺ نحوه، وهو مرسل۔

٤٠١٢- عن الحسن بن عمارة عن عبدالملك بن ميسرة عن طاوس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبيِّ ﷺ قال فِيْمَا اَحْرَزَهُ الْعَدُوُّ فَاسْتَنْقَذَهُ الْمُسْلِمُوْنَ: "اِنْ وَجَدَهُ صَاحِبُهُ قَبْلَ اَنْ يُقْسَمَ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ وَاِنْ وَجَدَهُ قَدْ قُسِمَ فَاِنْ شَاءَ اَخَذَهُ بِالثَّمَنِ" اخرجه الدارقطنى والبيهقى، و قال: ابن عمارة متروك (زيلعى ١٤٥:٢)، قلت: قد مر غير مرة انه حسن الحديث كابن

۴۰۱۱۔ تمیم بن طرفہ الطائی سے مروی ہے کہ ایک شخص سے اس کے دشمنوں نے اس کا اونٹ چھین لیا پھر ایک اور شخص (عثمانؓ) اس اونٹ کو ان دشمنوں سے خرید کر لے آیا۔ اور اس کے مالک نے اس اونٹ کو پہچان لیا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جھگڑا پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے تو اس شخص کو اس کی قیمت دیدے جس قدر اس نے دے کر خریدا ہے پھر یہ اونٹ تیرا ہو جائے گا ورنہ وہ اس کی ملک میں ہے۔ (طحاوی)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں صراحۃً دلالت ہے اس بات پر کہ حربی کافر مسلمانوں کے مال پر غلبہ پانے کی صورت میں مالک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ مالک نہ ہوتے تو حضرت عثمانؓ کا ان سے خریدنا درست نہ ہوتا۔ بلکہ بلا قیمت ہی مالک کو لوٹا دیا جاتا۔

۴۰۱۲۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال کی بابت جو دشمن (مسلمانوں سے لوٹ کر) دارالحرب میں لے جائے اور پھر مسلمان جنگ میں اس مال کو چھڑائیں، فرمایا کہ اگر مال والا اس مال کو (غانمین میں) تقسیم کئے جانے سے قبل پالے تو وہ اس مال کا زیادہ حقدار ہے اور مال کے تقسیم ہو جانے کے بعد وہ اسے پائے تو وہ مالک اگر چاہے تو قیمت کے ساتھ لے سکتا ہے۔ (دار قطنی، بیہقی)۔ ابن عمارہ حسن الحدیث ہے نیز مسعر اور اسماعیل بن عیاش بھی عبدالملک بن میسرہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں جو کہ عمدہ متابع ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث حجت پکڑنے اور اس سے تفسیر کرنے کے قابل ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں وضاحت کے ساتھ احراز کی قید ہے کہ اس مال پر کفار کا مکمل قبضہ ہو گیا ہو اور وہ دارالحرب میں

اسحاق، و قال ابن عدی: و قد روی هذاالحدیث عن مسعر عن عبدالملك واسنده الطحاوی عن علی بن المدینی عن یحیی بن سعید انه سال مسعرا عن هذاالحدیث، فقال: هو من حدیث عبدالملك بن میسرة(الجوهر النقی ٢:١٠٥)، وهذه متابعة جیدة قویة و تابعه اسماعیل بن عیاش، فرواه عن عبدالملك بن میسرة کما فی "المحلی" (٧:٣٠٣) وهو حسن الحدیث فی غیر اهل الشام کما ذکرنا فی الاستدراك۔

٤٠١٣- عن عبیدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمررضی الله عنهما قال: "ذَهَبَ فَرَسٌ لَهٗ فَاَخَذَهُ الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَیْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّهٗ عَلَیْهِ فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَاَبِقَ عَبْدٌ لَهٗ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَیْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّهٗ عَلَیْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ"، رواه البخاری و مالك فی "الموطا" عن نافع به، و زاد: ذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ یُّصِیْبَهُمَا الْمُقَاسِمُ اهـ۔

٤٠١٤- وروی الدارقطنی من طریق رشدین عن یونس عن الزهری عن سالم عن

لیجانے کی صورت میں ہوتا ہے۔لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کا اس مسئلہ میں احراز کی قید لگانا بھی حدیث سے ثابت ہوا۔اس حدیث میں لفظ احراز کی قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مال پر کفار کا مکمل قبضہ نہ ہوا ہو تو مالک وہ مال مطلقاً لینے کا زیادہ حقدار ہے۔

۴۰۱۳۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ان کا ایک گھوڑا چھوٹ گیا اور دشمنوں نے اسے پکڑ لیا پھر جب مسلمان دشمنوں پر غالب آئے تو وہ گھوڑا انہیں واپس کر دیا گیا۔یہ واقعہ حضور ﷺ کے زمانے کا ہے۔ایسے ہی انکا ایک غلام بھاگ کر روم کے علاقے میں (جو دارالحرب تھا) چلا گیا۔پھر مسلمان ان پر غالب آئے تو حضرت خالدؓ بن ولید نے یہ غلام انہیں واپس کر دیا۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کے بعد کا ہے۔(بخاری باب اذا غنم المشرکون مال المسلم وابوداؤد)۔اور موطا میں مالک نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب ان کی تقسیم نہ ہوئی ہو۔

فائدہ: یعنی جب غلام اور گھوڑا کی تقسیم نہ کی گئی ہو تو تب تو بلا قیمت اصل مالک کو واپس لوٹا دیئے جائیں گے اور اگر تقسیم کر دی گئی ہو تو پھر یہ حکم نہ ہوگا بلکہ پھر مالک چاہے تو قیمت کے ساتھ لے سکتا ہے۔

۴۰۱۴۔ سالم اپنے باپ (ابن عمرؓ) سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اپنا مال تقسیم کئے جانے سے قبل مال غنیمت میں

ـ مرفوعًا: مَنْ وَجَدَ مَالَهُ الْفَيْءَ قَبْلَ اَنْ يُقْسَمَ فَهُوَ لَهُ، وَمَنْ وَجَدَهُ بَعْدَ مَاقُسِمَ فَلَيْسَ لَهُ
ـ ؛ وَقَالَ: رشدين ضعيف اھ(زیلعی٢:١٤٥)- قلت: قد مرتوثيقه فى الكتاب، وهو
ـختلف فيه فهوحسن الحديث۔

٤٠١٥- عن الشعبى عن زغبة السحيمى قال: ﴿كَتَبَ اِلَيْهِ النَّبِىُّ ﷺ فِىْ اَدِيْمٍ
احـر. فَاَخَذَ كِتَابَهٗ فَرَقَعَ بِهٖ دَلْوَهٗ فَبَعَثَ ﷺ سَرِيَةً فَلَمْ يَدَعُوْا لَهٗ رَائِحَةً وَلَا سَارِحَةً، وَلَا اَهْلًا وَلَا
ـ لا اَخَذُوْهُ، فذكر الحديث-وفيه- اَنَّهٗ خَرَجَ اِلَى النَّبِىِّ ﷺ مُبَادِرًا فَاَسْلَمَ وَقَالَ لَهٗ ﷺ اَمَّا
ـ ـ ركت بِنْ مَالِكَ بِعَيْنِهٖ قَبْلَ اَنْ يُقْسَمَ فَاَنْتَ اَحَقُّ لَهٗ﴾، اخرجه الطبرانى فى
ـكبير"(جمع الفوائد٢:٧٠)- وسكت عنه فهو صحيح، او حسن على اصله، و فى "مجمع
ـ ـ ند" (٦:٢٠٦)- فيه الحجاج بن ارطاة وهو مدلس، وبقية رجاله رجال الصحيح اھ۔

٤٠١٦- حدثنا محمد بن خزيمة ثنا يوسف بن عدى ثنا ابن المبارك عن سعيد بن

ـ تو وہ مال اس کا ہے اور اگر وہ اسے تقسیم کے بعد پائے تو پھر اس کیلئے (بلا قیمت) کچھ نہیں (دارقطنی) دارقطنی فرماتے ہیں کہ
ـ ـ ن (راوی) ضعیف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ مختلف فیہ ہے پس وہ حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: یعنی تقسیم ہو جانے کے بعد وہ بلا قیمت نہیں لے سکتا ہاں قیمت کے ساتھ وہ زیادہ حقدار ہے۔

۴۰۱۵۔ زغبہ تمیمی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس کی طرف سرخ چمڑے میں ایک خط لکھا تو اس نے آپ ﷺ کا خط
ـ ـ س کا اپنے ڈول پر پیوند لگالیا۔ اس پر آپ ﷺ نے ایک ایسا لشکر بھیجا جس نے کوئی مویشی نہ چھوڑا اور نہ اہل اور نہ ہی مال مگر ان
ـ چیز وں پر قبضہ کر لیا۔ پھر راوی نے (مکمل) حدیث بیان کی جس میں ہے کہ پھر وہ جلدی سے حضور ﷺ کے پاس آیا اور اسلام قبول
ـ۔ تب حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ جو تو اپنا مال بعینہ پائے اور وہ تقسیم نہ ہوا ہو تو اس (کے لینے) کا زیادہ حقدار ہے۔ اسے طبرانی
ـ ـ میں روایت کیا ہے اور اس پر سکوت فرمایا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اس کے قاعدہ پر صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

۴۰۱۶۔ قبیصہ بن ذویب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس مال کے بارے میں جو مشرکین (مسلمانوں سے چھین کر)

ابی عروبة عن قتادة عن رجاء بن حیوة عن قبیصة بن ذویب رضی اللہ عنہ "اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ فِیْمَا اَحْرَزَهُ الْمُشْرِکُوْنَ فَاَصَابَهُ الْمُسْلِمُوْنَ فَعَرَفَهُ صَاحِبُهُ قَالَ: اِنْ اَدْرَکَهُ قَبْلَ اَنْ یُقْسَمَ، فَهُوَ لَهُ وَاِنْ جَرَتْ فِیْهِ السِّهَامُ فَلَا شَیْءَ لَهُ"، اخرجه الطحاوی (١٥٥:٢)۔ ورجاله ثقات و سنده صحیح، و رواه الدارقطنی (٤٧٢:٢)۔ وزاد: اِنَّمَا هُوَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، و قال ابو سهل: هُوَ اَحَقُّ بِهٖ مِنْ غَیْرِهٖ بِالثَّمَنِ، وقال: هذا مرسل اهـ۔

قلت: کلا، بل هو موصول، فان قبیصة ولد یوم الفتح، و قیل: یوم حنین، و قیل: اول سنة من الهجرة و تعقب، اُتِیَ بِهِ النَّبِیُّ ﷺ لَمَّا وُلِدَ فَدَعَا لَهُ، و قال: هذا رجل نبیه، ذکره ابن شاهین فی الصحابة، و قال ابن قانع: له رؤیة، کذا فی "الاصابة" (٢٧١:٥) و سماع مثله عن عمر ممکن، وادعی مسلم ان المتفق علیه ان یکفی للاتصال امکان اللقاء و قبیصة سمع عثمان بن عفان، وزید بن ثابت وابا الدرداء رضی اللہ عنہم، وادرك ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ، وله سن لا ینکر معها سماعه من عمر (الجوهر النقی ٢:١٣٤-٢٠٥)۔

لے گئے ہوں اور پھر مسلمانوں نے اسے ہتھیا لیا ہو اور اس کا (اصلی) مالک اسے پہچان لے یعنی اس کے تقسیم ہونے سے قبل اسے پالے تو وہ مال (بلا قیمت) اسی کا ہے۔ اور اگر اس کی تقسیم ہو چکی ہو تو اس کے لئے (بلا قیمت) کچھ نہیں۔ (طحاوی)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے۔ اور دار قطنی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے (کہ تقسیم ہو جانے کے بعد) اب وہ (مالک) بھی ان غانمین میں سے ایک عام آدمی ہے۔ اور ابو سہل فرماتے ہیں کہ وہ مالک (تقسیم کے بعد اس چیز کو) قیمت کے عوض لینے کا غیر کی نسبت زیادہ حقدار ہے۔ دار قطنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث موصول ہے۔ کیونکہ قبیصہ فتح مکہ کے روز اور ایک قول پر غزوۂ حنین کے موقعہ پر اور ایک قول کے مطابق پہلے سن ہجری کو پیدا ہوئے پس جب وہ پیدا ہوئے تو انہیں حضور ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی۔ ابن شاہین نے انہیں صحابہؓ میں شمار کیا ہے۔ اور قبیصہ کا حضرت عمرؓ سے سماع ممکن ہے۔ کیونکہ حدیث کے متصل ہونے کیلئے امکانِ ملاقات ہی بالاتفاق شرط ہے۔ قبیصہ کا عثمان بن عفانؓ، ابو الدرداءؓ اور زید بن ثابتؓ سے سماع ثابت ہے۔

٤٠١٧ - حدثنا يزيد بن سنان ثنا محمد بن خزيمة ثنا ازهر بن سعد السمان عن ابن عون عن رجاء بن حيوة أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَأَبَا عُبَيْدَةَ قَالَا ذٰلِكَ، اخرجه الطحاوى (٢: ١٥٤)، وهذا مرسل صحيح والظاهر ان رجاء اخذه من قبيصة فيكون موصولا۔

٤٠١٨ - حدثنا محمد بن خزيمة ثنا يوسف بن عدى ثنا ابن المبارك عن ابن لهيعة عن بكير بن عبدالله بن الاشج عن سليمان بن يسار عن زيد بن ثابت مثله اخرجه الطحاوى (٢: ١٥٤)، وسنده حسن وابن لهيعة ليس بدون من ابن اسحاق بل اجل منه۔

٤٠١٩ - حدثنا احمد بن داود ثنا عبيدالله بن محمد انا حماد عن ايوب وحبيب وهشام عن محمد (هو ابن سيرين- مؤلف) أَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ جَارِيَةً مِنَ الْعَدُوِّ، فَوَطِئَهَا فَوَلَدَتْ مِنْهُ فَجَاءَ صَاحِبُهَا فَخَاصَمَهُ اِلٰى شُرَيْحٍ فَقَالَ: الْمُسْلِمُ أَحَقُّ أَنْ يَرُدَّ عَلٰى أَخِيْهِ بِالثَّمَنِ، قَالَ: إِنَّهَا قَدْ وَلَدَتْ مِنْهُ فَقَالَ: أَعْتِقْهَا، قضاءُ الْاَمِيْرِ عُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ، اخرجه الطحاوى (٢: ١٥٤)، ورجاله كلهم ثقات۔

۴۰۱۷۔ رجاء بن حیوۃ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اور ابوعبیدہؓ نے ایسے ہی (یعنی قبل القسمۃ بلا قیمت لینے اور بعد القسمۃ قیمتاً لینے کا زیادہ حقدار ہے) فرمایا۔ (طحاوی)۔ رجاء نے قبیصہ سے ہی یہ حدیث لی ہوگی۔ لہٰذا یہ حدیث موصول اور صحیح ہے۔

۴۰۱۸۔ سلیمان بن یسار حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی اسی قسم کی حدیث روایت کرتے ہیں۔ (طحاوی) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: سلیمان بن یسار حضرت میمونہؓ، ام المؤمنین عائشہؓ، ام سلمہؓ، فاطمہ بنت قیس، حمزہ بن ثابت، ابن عباس، ابن عمر، جابر بن عبداللہ، مقداد بن اسود اور ابورافع ﷺ کے راوی ہیں۔ (التہذیب ۴: ۲۲۸)

۴۰۱۹۔ محمد بن سیرینؒ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے دشمن سے لونڈی خرید لی پھر اس (خریدار) نے اس سے وطی کی، اس سے بچہ پیدا ہوا، اس کے بعد اس کا مالک آ گیا اور یہ جھگڑا قاضی شریح کے پاس لے گیا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان کیلئے مناسب ہے کہ اپنے بھائی کو قیمت کے ساتھ واپس کردے۔ اس (خریدار) نے کہا کہ اس (باندی) نے تو اس سے بچہ بھی جن دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اسے آزاد کردے اور یہ فیصلہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کا ہے۔ (طحاوی)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: یہ قاضی شریحؒ کا فیصلہ ہے جو حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانے کے قاضی ہیں اور ساٹھ سال تک

٤٠٢٠- عن قتادة عن خلاس ان علی بن ابی طالب "قال: مَنِ اشْتَرَى مَا أَحْرَزَهُ الْعَدُوُّ فَهُوَ جَائِزٌ"، اخرجه الطحاوی (۲: ۱۵۵)، وسنده صحیح ، و قال ابن حزم فی "المحلی" (۷: ۳۰۱):روایة خلاس عن علی رضی الله عنه صحیحة اھ۔

٤٠٢١- عن عیسی بن یونس عن ثور عن ابی عون عن زهرة بن یزید المرادی "أَنَّ أَمَةً لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَبِقَتْ إِلَى الْعَدُوِّ فَغَنِمَهَا الْمُسْلِمُوْنَ فَعَرَفَهَا أَهْلُهَا فَكَتَبَ فِيهَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَاحِ إِلَى عُمَرَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ إِنْ كَانَتْ لَمْ تُخَمَّسْ وَلَمْ تُقْسَمْ، فَهِيَ رَدٌّ عَلَى أَهْلِهَا، وَإِنْ كَانَتْ قَدْ خُمِّسَتْ وَ قُسِمَتْ فَامْضِهَا لِسَبِيْلِهَا"، اخرجه ابن ابی شیبة، کما فی "المحلی" (۷: ۳۰۱)۔

٤٠٢٢- عن معتمر بن سلیمان التیمی عن ابیه ان علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال: ما

قضاء کے شعبہ سے منسلک رہے۔ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اقضی العرب کا خطاب دیا ہے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قضایا سے زیادہ واقف ہیں۔ قاضی شریحؒ کے فیصلے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خریدنا صحیح ہے اور خریدنا اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ وہ مالک ہو چکے ہوں۔ لہٰذا کفار کا ہمارے مال کا مالک ہونا ثابت ہوا۔

۴۰۲۰۔ خلاس سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اس چیز کو خریدے جس کو دشمن نے قابو کیا ہوا ہے تو یہ خریدنا جائز ہے۔ (طحاوی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۴۰۲۱۔ زہرہ بن یزید مرادی سے مروی ہے کہ کسی مسلمان کی باندی دشمنوں (کافروں) کی طرف بھاگ گئی پھر مسلمانوں نے جنگ کے ذریعے اس پر قبضہ کرلیا۔ اور اس کے مالکوں نے اسے پہچان لیا۔ پس ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا (کہ اس کے بارے میں کیا کیا جائے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں (جواب میں) لکھا کہ اگر اسے خمس میں نہ نکالا گیا ہو اور نہ ہی اسے تقسیم کیا گیا ہو تو اسے اس کے مالکوں پر لوٹا دیا جائے۔ اور اگر اسے خمس میں نکالا گیا ہو یا اسے تقسیم کر دیا گیا ہو تو پھر اسے ایسے ہی رہنے دو۔ (ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمن بھاگے ہوئے غلام پر قبضہ کر کے اور دارالحرب میں محفوظ کر کے مالک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ مالک نہ ہوتے تو پھر باندی کو تقسیم سے قبل اور تقسیم کے بعد مالکوں پر رد کر دیا جاتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تقسیم کے بعد اصل مالک بغیر قیمت ادا کئے اس کے لینے کے حقدار نہیں۔

۴۰۲۲۔ سلیمان تیمی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں کا جو مال (کافر) دشمن (قبضہ کر کے دارالحرب میں)

حَرَزَهُ الْعَدُوُّ مِنْ اَمْوَالِ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ اَمْوَالِهِمْ" اخرجه ابن ابی شيبة، كما فی "المحلی" (۷: ۳۰۰)،وهو مرسل صحيح۔

۴۰۲۳- عن قتادة اَنَّ مُكَاتَبًا اَسَرَهُ الْعَدُوُّ فَاشْتَرَاهُ رَجُلٌ فَسَالَ بَكْرُ بْنُ قرواش عَنْهُ عَلِيَّ بن اَبِيْ طَالِبٍ، فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ: "اِنْ اَفْتَكَهٗ سَيِّدُهٗ، فَهُوَ عَلٰی كِتَابَتِهٖ، وَاِنْ اَبٰی اَنْ يُفْتِكَهٗ فَهُوَ لِلَّذِیْ اشْتَرَاهُ" اخرجه ابن ابی شيبة، كما فی "المحلی" (۷: ۳۰۰) ايضا، واعله ابن حزم بان قتادة لم يدرك عليا اھ۔ قلت: ولكن بكر بن قرواش ادركه وهو من كبار التابعين الثقات من اصحاب علی رضی اللہ عنہ (تعجيل المنفعة ص ۵۴)،وسماع قتادة منه ممكن لكونه من الطبقة الرابعة التی جل روايتهم عن كبار التابعين (تقريب ص۳)۔

۴۰۲۴- عن معمر عن الزهری "مَا اَحْرَزَهُ الْمُشْرِكُوْنَ ثُمَّ اَصَابَهُ الْمُسْلِمُوْنَ فَهُوَ لَهُمْ، مَالَمْ يَكُنْ حُرًّا او مُعَاهِدًا"، اخرجه ابن ابی شيبة (المحلی ۷: ۳۰۰)۔

۴۰۲۵- ومن طريق هشيم عن المغيرة ويونس قال المغيرة: عن ابراهيم، و قال

محفوظ کرلیں تو وہ مال ان کے مالوں کی طرح ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: فهو بمنزلة اموالهم سے معلوم ہوا کہ کافر مسلمانوں کے مال کے مالک ہوجاتے ہیں بشرطیکہ وہ اسے دارالحرب میں لے جائیں۔

۴۰۲۳۔ قتادہ سے مروی ہے کہ کسی مکاتب (غلام کی ایک قسم ہے) کو کافر دشمن نے قید کیا پھر اسے کسی (مسلمان) مرد نے خرید لیا تو بکر بن قرواش نے اس کی بابت حضرت علیؓ سے دریافت کیا تو حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا کہ اگر اس کا آقا اسے مانگی ہوئی قیمت دیدے تو وہ اپنے عہد کتابت پر باقی رہے گا اور اگر آقا مانگی ہوئی قیمت دینے سے انکار کردے تو وہ غلام خریدار کا ہوگا۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۴۰۲۴۔ معمر، زہری سے روایت کرتے ہیں کہ (مسلمانوں کا) جو مال مشرکین ہتھیالیں اور پھر مسلمان اس پر قبضہ کرلیں تو وہ انہی کا ہے بشرطیکہ وہ مال آزاد (مرد) یا معاہد (یعنی ذمی) نہ ہو۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین ہمارے آزاد مرد اور ذمیوں پر قبضہ کرنے سے ان کے مالک نہیں ہوتے۔ موفق مغنی میں یہی مسئلہ بیان فرما کر کہتے ہیں کہ ہمارے علم میں اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

۴۰۲۵۔ ابراہیم نخعی اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ (کافر) دشمن مسلمانوں کا جو مال ہتھیالیں پھر مسلمان اس مال پر قبضہ کرلیں

یونس: عن الحسن قالا جمیعا: مَا غَنِمَهُ الْعَدُوُّ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِیْنَ فَغَنِمَهُ الْمُسْلِمُوْنَ فَصَاحِبُهٗ اَحَقُّ بِهٖ، فَاِنْ قُسِمَ فَقَدْ مَضٰی (المحلی ۷: ۳۰۱)۔

۴۰۲۶- حدثنا عثمان بن مطر الشیبانی حدثنا ابو حریز عن الشعبی قال: "اَغَارَ اَهْلُ "مَاهٍ" وَاَهْلُ "حَلْوَلَاءِ" عَلَی الْعَرَبِ فَاَصَابُوْا سَبَایَا مِنَ الْعَرَبِ وَرَقِیْقًا وَمَتَاعًا ثُمَّ اِنَّ السَّائِبَ بْنَ الْاَقْرَعِ عَامِلَ عُمَرَ غَزَاهُمْ فَفَتَحَ مَاهَ وَکَتَبَ اِلٰی عُمَرَ فِیْ سَبَایَا الْمُسْلِمِیْنَ، وَرَقِیْقِهِمْ وَمَتَاعِهِمْ قَدِ اشْتَرَاهُ التُّجَّارُ مِنْ اَهْلِ مَاهٍ، فَکَتَبَ اِلَیْهِ عُمَرُ اَنَّ الْمُسْلِمَ اَخُوْالْمُسْلِمِ لَا یَخُوْنُهٗ وَلَا یَخْذِلُهٗ، فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَصَابَ رَقِیْقَهٗ وَمَتَاعَهٗ بِعَیْنِهٖ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ، وَاِنْ اَصَابَهٗ فِیْ اَیْدِی التُّجَّارِ بَعْدَ مَا اقْتُسِمَ فَلَا سَبِیْلَ اِلَیْهِ۔ وَاَیُّمَا حُرٍّ اشْتَرَاهُ التُّجَّارُ فَاِنَّهٗ یُرَدُّ عَلَیْهِمْ رُؤُوْسُ اَمْوَالِهِمْ فَاِنَّ الْحُرَّ لَا یُبَاعُ وَلَا یُشْتَرٰی" اخرجه سعید بن منصور (المغنی لابن قدامة ۱۰: ۴۸۱)، و عثمان بن مطر ضعفه غیر واحد، و قال عبداللہ بن سالم: کان حافظا للحدیث (التهذیب ۷: ۱۵۵)۔ وابوحریز قاضی سجستان مختلف فیه، وثقه ابن معین فی روایة

تو اس مال کا مالک اس مال کا زیادہ حقدار ہے (بشرطیکہ وہ مال تقسیم نہ ہوا ہو) اگر وہ تقسیم کر دیا گیا ہو تو پھر یہ تقسیم نافذ ہو جائے گی۔ (محلی ابن حزم)۔

فائدہ: یعنی تقسیم کے بعد بغیر قیمت ادا کئے مالک نہیں لے سکتا البتہ قیمتاً لینے کا حقدار ہے۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے یہ تفصیل کتاب الآثار میں مروی ہے۔

۴۰۲۶۔ شعبیؒ (تابعی) فرماتے ہیں کہ ماہ والوں اور حلولاء والوں نے عرب پر چڑھائی کی اور قیدیوں، غلاموں اور سامان کو لوٹ کر لے گئے، پھر حضرت عمرؓ کے عامل اقرع بن حابس نے ان سے جنگ کی اور ماہ کا علاقہ فتح کر لیا پھر اقرع نے حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کے ان قیدیوں، ان کے ان غلاموں اور ان کے ان مال واسباب کے متعلق لکھا جنہیں مسلمان تاجر حضرات ماہ والوں سے خرید چکے تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے اقرع کو (جواب میں) لکھا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس سے خیانت کرتا ہے اور نہ ہی اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ پس جو مسلمان بھی اپنا غلام اور سامان بعینہ پائے تو وہ اس کے لینے کا زیادہ حقدار ہے اور اگر وہ اسے (مسلمان) تاجروں کے ہاتھ میں تقسیم ہو جانے کے بعد پائے تو اب مالک کے لئے اس کو (بلا قیمت) لینے کا کوئی حق اور راستہ نہیں۔ (ہاں قیمتاً لے سکتا ہے جیسا کہ گذرا) اور جس آزاد کو مسلمان تاجروں نے خریدا ہو تو ان تاجروں کی ادا کردہ قیمت (بیت المال سے) ان کو لوٹائی جائے گی۔ کیونکہ آزاد کی خرید

. ابوزرعة وابوحاتم وابن حبان والدارقطنی، وتكلم فيه آخرون(التهذيب٥:١٨٥)، وانما ... ذكرناه اعتضادا به، لا احتجاجا۔

باب اذا اسلم عبد الحربی ثم خرج الینا او ظهر غلى الدار او خرج الى عسكر المسلمين فهو حر

٤٠٢٧- عن ربعی بن حراش عن علی رضی اللہ عنہ قال: خَرَجَ عُبْدَانٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ الصُّلْحِ، فَقَالَ مَوَالِيهِمْ: يَا مُحَمَّدُ! وَاللهِ مَا خَرَجُوْا اِلَيْكَ رَغْبَةً فِيْ دِيْنِكَ وَاِنَّمَا خَرَجُوْاهَرَبًا مِنَ الرِّقِ، فَقَالَ نَاسٌ: صَدَقُوْا يَارَسُوْلَ اللهِ! رُدَّهُمْ اِلَيْهِمْ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ... ى اَنْ يَرُدَّهُمْ ، وَقَالَ: هُمْ عُتَقَاءُ اللهِ سُبْحَانَهٗ" رواہ ابوداود و سكت عنه واللفظ له والترمذی و قال: حسن صحیح غریب، والحاکم فی "المستدرک"، و قال: صحیح علی شرط مسلم (... یعی ٢:٦٠)۔

... خت جائز نہیں ہے۔ سعید بن منصور نے اسے روایت کیا ہے۔ اس میں عثمان بن مطر اور ابوحریز مختلف فیہ ہیں لہٰذا یہ حسن الحدیث ہیں۔ ... یہ حدیث اعتضاداً بیان کی گئی ہے، بطور مستقل حجت کے بیان نہیں کی گئی۔

فائدہ: جس طرح حر (آزاد) کی بیع واشراء جائز نہیں اسی طرح مکاتب، ام ولد اور مدبر کی بیع بھی جائز نہیں۔ لہٰذا استیلاء کے مسئلہ میں وہ بھی حر کے شریک ہونگے یعنی کافر اگر مکاتب یا ام ولد پر قبضہ کرلیں تو وہ ان کے مالک نہ ہونگے۔

باب۔ جب کسی حربی کا غلام مسلمان ہوکر ہماری طرف بھاگ آئے یا دارالحرب پر ہی قبضہ کرلیا جائے یا وہ مسلمانوں کے لشکروں کی طرف بھاگ آئے تو وہ آزاد ہی ہوگا

٤٠٢٧۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن صلح ہونے سے قبل (کافروں کے) غلام رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگ ... ئے تو ان غلاموں کے مالکوں نے کہا اے محمد! قسم بخدا وہ غلام آپ ﷺ کے دین کی طلب وشوق میں تمہارے پاس نہیں آئے۔ بلکہ وہ تو ... ف غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے بھاگے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! وہ سچ کہتے ہیں (کہ ان کا مقصد دین کا حصول نہیں بلکہ غلامی سے نجات ہے) لہٰذا آپ ﷺ ان کو ان کے مالکوں کی طرف لوٹا دیجئے۔ (یہ سن کر) حضور ﷺ غضبناک ہوئے اور ... پس کرنے سے انکار کردیا۔ اور فرمایا کہ یہ (غلام) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آزاد کئے ہوئے ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی) امام ابوداؤد نے اس پر

٤٠٢٨- عن الحجاج بن ارطاة عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی الله عنهما " اَنَّ عَبْدَیْنِ خَرَجَا مِنَ الطَّائِفِ فَاَسْلَمَا فَاَعْتَقَهُمَا النَّبِیُّ ﷺ اَحَدُهُمَا اَبُوْبَکْرَةَ"، اخرجه احمد واسحاق بن راهویه وابن ابی شیبة والطبرانی (زیلعی۲:٦٠)، وهذا سند حسن، و فی لفظ لابن ابی شیبة بهذا الاسناد: اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُعْتِقُ مَنْ اَتَاهُ مِنَ الْعَبْدِ اِذَا اَسْلَمُوْا وَقَدْ اَعْتَقَ یَوْمَ الطَّائِفِ رَجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا اَبُوْبَکْرَةَ (زیلعی۱۲:۱٤٦) ایضا، وروی الواقدی فی المغازی: حدثنی موسی بن محمد بن ابراهیم التیمی عن ابیه فذکره، و قال: "وَنَادٰی مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَئِذٍ اَیُّمَا عَبْدٍ نَزَلَ مِنَ الْحِصْنِ اِلَیْنَا فَهُوَ حُرٌّ فَنَزَلَ اَبُوْ بَکْرَةَ" الحدیث (زیلعی ۲:٦٠)-

٤٠٢٩- عن معمر عن عاصم عن ابی عثمان عن ابی بکرة رضی الله عنه اَنَّهٗ خَرَجَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُحَاصِرُ اَهْلِ الطَّائِفِ بِثَلَاثَةٍ وَعِشْرِیْنَ عَبْدًا فَاَعْتَقَهُمْ فَهُمْ یُقَالُ لَهُمْ: الْعُتَقَاءُ- رواه

سکوت فرمایا ہے۔(لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور حاکم نے اسے روایت کر کے فرمایا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۴۰۲۸۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ (کافروں کے) دو غلام طائف سے بھاگ کر (مسلمانوں کے پاس) آئے اور اسلام قبول کیا تو حضور ﷺ نے ان دونوں کو آزاد کر دیا۔ان میں ایک ابوبکرہ بھی تھے۔(احمد، اسحاق بن راہویہ، طبرانی، ابن ابی شیبہ)۔اس کی سند حسن ہے۔اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ ہر اس غلام کو آزاد کر دیتے تھے جو حضور ﷺ کے پاس آتا بشرطیکہ وہ اسلام قبول کر لیتا۔آپ ﷺ نے طائف کے دن دو غلاموں کو آزاد کیا جن میں سے ایک ابوبکرہ تھے۔اور واقدی نے کتاب المغازی میں روایت کیا ہے کہ محمد بن ابراہیم تیمی فرماتے ہیں کہ اس (طائف کے) دن حضور ﷺ کے منادی نے یہ اعلان کیا کہ جو غلام بھی قلعہ سے بھاگ کر ہمارے پاس آئے گا وہ آزاد ہوگا۔پس (یہ سن کر) ابوبکرہ اترے۔الحدیث۔

۴۰۲۹۔ ابوبکرہؓ فرماتے ہیں کہ وہ تیئس غلاموں کے ساتھ بھاگ کر حضور ﷺ کے پاس آئے جبکہ آپ ﷺ نے طائف والوں کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔تب سے ان غلاموں کو "عتقاء اللہ" کہا جانے لگا۔(مصنف عبدالرزاق)۔اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کافر کا غلام مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس بھاگ آئے تو وہ آزاد ہو جائے

عبدالرزاق (دراية ص٢٣٧) و سنده حسن۔

٤٠٣٠- عن خالد بن الوليد أنّهُ كَتَبَ لِأَهْلِ الْحِيرَةِ كِتَابًا و فيه:وَأَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عَبِيْدِهِمْ أَسْلَمَ أُقِيمَ فِي أَسْوَاقِ الْمُسْلِمِينَ، فَبِيعَ بَأَعْلَى مَا يُقْدَرُ عَلَيْهِمْ فِي غَيْرِ الْوَكْسِ، وَلَا تَعْجِيلٍ وَدُفِعَ ثَمَنُهُ إِلَى صَاحِبِهِ۔، اخرجه الامام ابويوسف فى "الخراج"(ص١٧٢)، واحتج به فهو حجة۔

٤٠٣١- عن معمر عن عمرو بن ميمون "قال: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِيمَنْ أَسْلَمَ مِنْ رَقِيقِ أَهْلِ الذِّمَّةِ أَنْ يُبَاعُوا وَلَا يَتْرُكُونَ يَسْتَرِقُّوْنَهُمْ، وَيُدْفَعُ أَثْمَانُهُمْ إِلَيْهِمْ، فَمَنْ قَدَرْتَ عَلَيْهِ بَعْدَ تَقَدُّمِكَ إِلَيْهِ اسْتَرَقَّ شَيْئًا مِنْ سَبْيِ الْمُسْلِمِيْنَ مِمَّنْ قَدْ أَسْلَمَ وَصَلّٰى فَأَعْتِقْهُ" رواه عبدالرزاق (المحلى لابن حزم٧:٣٢١)۔

و فى الباب قصة اسلام سلمان الفارسى بالمدينة و كَانَ عَبْدَالْيَهُوْدِيِّ فَأَمَرَهُ ﷺ أَنْ

ف۔خواہ مسلمان دارالحرب میں ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان دارالحرب میں ہی تھے کہ ابھی مکہ فتح نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی بھاگ کر آنے والے غلاموں کو آزاد قرار دیا گیا۔

۴۰۳۰۔ خالد بن ولید سے مروی ہے کہ انہوں نے اہل حیرۃ کیلئے خط لکھا کہ ان کے غلاموں میں سے جو بھی مسلمان ہو جائے تو اس غلام کو مسلمانوں کے بازار میں کھڑا کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ قیمت پر اسے بیچا جائے بغیر اس کی قیمت میں کمی کئے اور بغیر جلد بازی کئے اور اس کی قیمت اس کے مالک کو ادا کی جائے۔ (کتاب الخراج لابی یوسف) امام ابو یوسفؒ نے اس سے استدلال کیا ہے۔لہٰذا یہ حدیث دلیل پکڑنے کے قابل ہے۔

۴۰۳۱۔ عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ذمیوں کے مسلمان ہو جانے والے غلاموں کے بارے میں لکھا کہ ان کو بیچا جائے اور ذمیوں کو ان (مسلمان ہو جانے والے) غلاموں کا مالک بنا کے نہ چھوڑ دیا جائے اور ان کی قیمتیں ان ذمیوں کو دے دی جائیں اور (آپ نے یہ بھی لکھا کہ) جس ایسے ذمی پر تجھے قدرت حاصل ہو جائے جس نے مسلمان قیدیوں میں سے کسی ایسے کو غلام بنایا ہو جو قیدی مسلمان ہے اور نمازی بھی جبکہ اس ذمی کو آپ کی طرف سے کسی مسلمان کو غلام بنانے کی عدم اجازت کا حکم بھی پہنچ چکا ہو تو اس مسلمان غلام کو آزاد کر دے (مصنف عبدالرزاق)۔نیز اس مسئلہ میں مدینہ منورہ میں سلمان فارسیؓ کے اسلام لانے کا قصہ بھی (احناف کا) مؤید ہے جو کہ (اسلام لاتے وقت) ایک یہودی کے غلام تھے تو حضور ﷺ نے اس یہودی کو حکم دیا کہ وہ مسلمان کو مکاتب بنا دے۔(بخاری و مسلم)۔

يُكَاتِبَهُ، اخرجها الشيخان وغيرهما۔

٤٠٣٢- عن ابى سعيد الاعسم قال: ﴿قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ الْعَبْدِ وَسَيِّدِهٖ قَضِيَّتَيْنِ قَضٰى اَنَّ الْعَبْدَ اِذَا خَرَجَ مِنْ دَارِ الْحَرْبِ قَبْلَ سَيِّدِهٖ اَنَّهٗ حُرٌّ فَاِنْ خَرَجَ سَيِّدُهٗ بَعْدُ لَمْ يُرَدَّ عَلَيْهِ وَقَضٰى اَنَّ السَّيِّدَ اِذَا خَرَجَ قَبْلَ الْعَبْدِ ثُمَّ خَرَجَ الْعَبْدُ رُدَّ عَلٰى سَيِّدِهٖ﴾۔ رواه سعيد بن منصور (المغنى ١٠: ٤٧٧)، ورواه احمد، و قال: اذهب اليه، وهو مرسل (نيل الاوطار٧: ٢١٣)۔

باب الحربى يسلم فى دارالاسلام ثم يرجع الى دارالحرب بلا امان كاتما اسلامه لجمع ماله بها من الاموال فهو له كله ولا يخمس

٤٠٣٣- حدثنا يحيى بن عثمان بن صالح ثنا نعيم بن حماد ثنا ابن المبارك، و محمد

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی ذمی کا غلام مسلمان ہو جائے تو وہ آزاد نہیں ہوگا بلکہ ذمی کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اسے بیچے اور اگر امام کی طرف سے نہی آنے کے باوجود ذمی مسلمان غلام کو غلام بنائے تو اسے آزاد کرنے پر مجبور کیا جائے گا یا اس کی طرف سے آزاد کر دیا جائے گا۔

۴۰۳۲۔ ابوسعید اعسمؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غلام اور اس کے آقا کے بارے میں دو فیصلے صادر فرمائے (ایک یہ) فیصلہ فرمایا کہ اگر غلام اپنے آقا سے قبل دارالحرب سے (مسلمان ہوکر) نکل آئے تو وہ آزاد ہے اور پھر اس کے بعد اس کا آقا بھی (دارالحرب سے) نکل آئے تو وہ (غلام) اس مالک کو نہیں لوٹایا جائے گا۔ اور (دوسرا یہ) فیصلہ فرمایا کہ اگر آقا غلام سے قبل (مسلمان ہوکر دارالحرب سے) نکل آئے پھر اس کا غلام نکلے تو وہ غلام اس کے آقا کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور امام احمد نے بھی اسے روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔ یہ حدیث مرسل ہے (لیکن ایک امام مجتہد کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام کی آزادی اس صورت میں ہے کہ جب غلام آقا سے قبل مسلمان ہوکر دارالحرب سے نکل آئے۔

باب۔ حربی دارالاسلام میں مسلمان ہوکر پھر دارالحرب میں اپنا مال لینے کیلئے بلا امان کے داخل ہو تو وہ مال اسی کا ہوگا اور اس میں سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔

۴۰۳۳۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حجاج بن علاط سلمیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مکہ میں میرے اہل وعیال اور مال واسباب ہیں اور میرا ان کو لانے کا ارادہ ہے۔ پس اگر آپ ﷺ مجھے اس بات کی اجازت دیں کہ میں آپ ﷺ کے

عن ثور عن معمر عن ثابت عن انس بن مالك رضی الله عنه "اَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ عَلَاطٍ السَّلَمِيَّ قَالَ:
رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ لِیْ بِمَكَّةَ اَهْلًا وَمَالًا وَقَدْ اَرَدْتُ اِتْيَانَهُمْ فَاِنْ اَذِنْتَ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ فِيْكَ فَعَلْتُ،
ذِنَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَقُوْلَ مَا شَاءَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ: اِنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ قَدِ
سْتُبِيْحُوْا وَاِنَّمَا جِئْتُ لِاٰخُذَ اَهْلِیْ وَمَالِیْ فَاَشْتَرِیَ مِنْ غَنَائِمِهِمْ وَفَشَا ذٰلِكَ فِیْ اَهْلِ مَكَّةَ
بَلَغَ ذٰلِكَ الْعَبَّاسَ، فَفُتِنَ بِهٖ وَاخْتَفٰى مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَظْهَرَ الْمُشْرِكُوْنَ الْفَرَحَ
بِهٖ، فَكَانَ الْعَبَّاسُ لَا يَمُرُّ بِمَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِهِمْ اِلَّا قَالُوْا: يَا اَبَا الْفَضْلِ ! لَا يَسُوْءُ كَ اللّٰهُ۔
قَالَ: فَبَعَثَ غُلَامًا لَهٗ اِلَى الْحَجَّاجِ بْنِ عَلَاطٍ، فَقَالَ: وَيْلَكَ مَا هٰذَا الَّذِیْ جِئْتَ بِهٖ؟ فَالَّذِیْ وَعَدَ
هُ وَرَسُوْلُهٗ خَيْرٌ مِمَّا جِئْتَ بِهٖ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لِغُلَامِهٖ: "اِقْرَاْ عَلٰی اَبِی الْفَضْلِ السَّلَامَ، وَقُلْ لَهٗ
يَتَخَلّٰی فِیْ بَعْضِ بُيُوْتِهٖ، فَاِنَّ الْخَبَرَ عَلٰی مَا يَسُرُّهٗ فَلَمَّا اَتَاهُ الْغُلَامُ فَاَخْبَرَهٗ فَاَقَامَ اِلَيْهِ فَقَبَّلَ مَا بَيْنَ
عَيْنَيْهِ، وَاَعْتَقَهٗ ثُمَّ اَتَاهُ الْحَجَّاجُ بْنُ عَلَاطٍ فَخَلَا بِهٖ فِیْ بَعْضِ بُيُوْتِهٖ، وَقَالَ لَهٗ: اِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَتَحَ عَلٰی
رَسُوْلِهٖ خَيْبَرَ وَجَرَتْ فِيْهَا سِهَامُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاصْطَفٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَفِيَّةَ لِنَفْسِهٖ۔ وَاِنِّیْ

بارے میں (کفار کے سامنے) کچھ نامناسب الفاظ کہوں تو میں ایسا کرلوں؟ پس آپ ﷺ نے اسے اس بات کی اجازت دی کہ وہ جو کچھ
چاہے کہہ لے۔ پس جب وہ مکہ آئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تحقیق محمد ﷺ کے ساتھیوں کا خون و مال حلال سمجھ لیا گیا ہے (یعنی
مدینہ والے ان کو مارنا جائز سمجھے ہوئے ہیں) اور میں (یہاں) اس لئے آیا ہوں تا کہ میں اپنے اہل وعیال اور مال لے جاؤں اور ان کی مالِ
غنیمت میں سے کچھ خریدوں۔ پس یہ بات مکہ والوں میں پھیل گئی حتیٰ کہ حضرت عباسؓ کو بھی یہ بات پہنچی۔ پس اس بات کی وجہ سے ان کو
پریشانی ہوئی اور مکہ میں جو بھی مسلمان تھا وہ چھپ گیا اور مشرکینِ مکہ نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت عباسؓ جس مجلس کے پاس سے
بھی گذرتے تو مشرکین ان سے (استہزاءً) کہتے "اے ابوالفضل! اللہ آپ سے برا سلوک نہ کرے۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عباسؓ
نے اپنا ایک غلام حجاج بن علاط کے پاس بھیجا اور کہا کہ تو ہلاک ہو! یہ تو کیسی بری خبر لایا ہے؟ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ
نے (مسلمانوں سے) جو وعدہ کیا وہ تو تیری اس لائی ہوئی خبر سے بہتر ہے۔ پس حجاج بن علاط نے اس کے غلام سے کہا کہ
ابوالفضل (عباسؓ کی کنیت ہے) کو (میرا) سلام کہو اور ان سے کہو کہ وہ کسی جگہ (مجھ سے) خلوت میں ملیں۔ بے شک خبر ایسی ہے جو ان کو
خوش کرے گی۔ پس جب غلام حضرت عباسؓ کے پاس آیا اور انہیں خبر دی تو عباسؓ نے کھڑے ہو کر اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور اسے آزاد
کر دیا پھر حجاج ان کے پاس آئے اور ایک گھر میں ان سے خلوت میں ملے اور حجاج نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو خیبر

اسْتَأذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اَقُوْلَ فِيْهِ مَا شِئْتُ فَإنَّ لِيْ مَالًا بِمَكَّةَ آخُذُهُ، فَاَذِنَ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا شِئْتُ فَاكْتِمْ عَلَيَّ ثَلَاثًا ثُمَّ قُلْ مَا بَدَا لَكَ. ثُمَّ اَتَى الْحَجَّاجُ اَهْلَهُ فَاَخَذَ مَالَهُ ثُمَّ انْشَمَرَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ" الحديث، رواه الطحاوی فی "مشکله" (٤:٢٤٢)، ورجال سنده ثقات غير ما فی يحيى بن عثمان من المقال، و قال الحافظ فی "الفتح" (٦:١١١): قصة الحجاج بن علاط من حديث انس رواه احمد وابن حبان والنسائی، و صححه الحاكم اهـ وقال ابن سعد: قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ بِخَيْبَرَ فَاَسْلَمَ وَسَكَنَ الْمَدِيْنَةَ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: اخبرنا معمر عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ ﴿لَمَّا افْتَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ، قَالَ الْحَجَّاجُ بْنُ عَلَاطٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ بِمَكَّةَ اَهْلًا وَمَالًا وَاِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ آتِيَهُمْ فاَنَا فِيْ حِلٍّ اِنْ قُلْتُ فِيْكَ شَيْئًا؟ فَاَذِنَ لَهُ﴾ الحديث بطوله، رواه احمد واسحاق عن عبدالرزاق و رواه النسائی عن اسحاق، كذا فی "الاصابة" (١:٣٢٧)۔ قلت: وهذا سند صحيح على شرط الشيخين۔

کی فتح عطا فرمائی ہے۔ اوران کے مالوں میں مسلمانوں کے حصے جاری ہوئے ہیں۔ (یعنی ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کردیا گیا ہے) اور حضور ﷺ نے اپنے لئے حضرت صفیہؓ کو چن لیا ہے۔ اور میں نے حضور ﷺ سے اس بات کی اجازت لی ہے کہ میں جو چاہوں آپ کے بارے میں کہہ سکوں کیونکہ میرا مکہ میں مال ہے جسے میں لینا چاہتا ہوں۔ پس حضور ﷺ نے مجھے اس بات کی اجازت دی ہے کہ میں جو چاہوں کہوں۔ پس یہ بات تین دن تک چھپائے رکھنا (تا کہ میں نکل جاؤں سامان لیکر) پھر جو مناسب ہو کہہ دینا۔ پھر حجاج اپنے گھر والوں کے پاس آئے اور اپنا سامان واسباب لے کر جلدی سے مدینہ منورہ کی طرف کھسک گئے۔ (مشکل طحاوی)۔ اس کی سند کے راوی سوائے یحییٰ بن عثمان کے ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حجاج بن علاط کی یہ حدیث حضرت انسؓ سے احمد، ابن حبان، نسائی اور حاکم نے روایت کی ہے۔ اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ خیبر میں تھے کہ حجاج آئے اور اسلام قبول کر کے مدینہ میں سکونت اختیار کرلی۔ اور عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ انسؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ نے خیبر فتح کیا تو حجاج نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مکہ میں میرے اہل وعیال اور مال واسباب ہیں اور میں ان کو لانا چاہتا ہوں۔ تو کیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ میں آپ کے بارے میں (ان کے سامنے) جو چاہوں کہوں۔ تو حضور ﷺ نے انہیں اجازت دیدی۔ الحدیث۔ اسے احمد واسحاق نے

ابواب الاستئمان

باب لا یجوز لمسلم دخل دار الحرب بامان ان یغدر بهم فان اخذ مالهم غدرًا واحرزه بدارنا فهو له ولا یخمس ولا یجبر علی رده

٤٠٣٤- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ جُيُوْشَهٗ ... -فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَ فِيْهِ: لَا تَغُلُّوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا﴾ الحدیث رواه احمد، وهو حدیث حسن، ... شواهد، کما تقدم فی باب من لایجوز قتله من هذاالکتاب۔

٤٠٣٥- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ

...زاق سے اور نسائی نے اسحاق سے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ: چونکہ یہ قصہ مختلف کتب میں بالتفصیل مروی ہے لیکن حضور ﷺ نے اس کے مال سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا اور نہ ... لیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ مال اسی کا ہوگا۔ کیونکہ اگر کسی قسم کا تعرض کیا ہوتا تو حدیث کی کتابوں میں اس کا ضرور ذکر ہوتا۔ نیز اس میں یہ بھی تعمیم ہے کہ خواہ امام کی اجازت سے جائے یا امام کی اجازت کے بغیر۔ بہر دو صورت مال اسی کا ہوگا اور اس میں کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ جب تک اہل حرب اس کے مال سے تعرض نہ کریں وہ مال اس کی ملک پر باقی رہتا ہے۔

امن طلب کرنے کے ابواب

باب۔ کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ امان لے کر دارالحرب میں داخل ہوکر ان سے عہد شکنی کرے پھر اگر وہ عہد شکنی کر کے ان کا مال لے کر دارالاسلام میں لے آئے تو وہ اسی کا ہوگا۔ نہ اس میں سے خمس لیا جائے گا اور نہ ہی اسے واپس کرنے پر مجبور کیا جائے گا

۴۰۳۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب لشکروں کو کسی مہم پر روانہ فرماتے تو ان کو (مختلف) نصیحتیں فرماتے جن میں یہ بھی ہوتا کہ خیانت اور عہد شکنی نہ کرو اور نہ ہی مثلہ کرو۔ الحدیث (مسند احمد)۔ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے کئی شواہد ہیں جو باب "من لا یجوز قتله" میں گزر چکے ہیں۔

فائدہ: جب جنگ کرنے والے مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اہل حرب سے کسی قسم کی خیانت اور بدعہدی یا دھوکہ بازی کرے تو دارالحرب میں امن لے کر جانے والے مسلمان کیلئے بطریقِ اولیٰ جائز نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ان سے کسی قسم کی خیانت کرے۔

يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ: هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ﴾ رواه ابوداود (بسند صحيح)، و قال المنذری: واخرجه البخاری و مسلم و النسائی (عون المعبود۳:۳۷)۔

۴۰۳۶- عن المسور بن مخرمة ومروان فی قصة الحديبية: وَكَانَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعبَةَ صَحِبَ قَوْمًا فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ فَقَتَلَهُمْ ، وَاَخَذَ اَمْوَالَهُمْ ، ثُمَّ جَاءَ فَاَسْلَمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَمَّاالْاِسْلَامُ فَاَقْبَلُ وَاَمَّا الْمَالُ فَلَسْتُ مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ﴾ الحديث بطوله اخرجه البخاری (فتح الباری۵:۲۴۸)۔ ولفظ ابی داود ﴿اَمَّا الْاِسْلَامُ فَقَدْ قَبِلْنَا وَاَمَّا الْمَالُ فَاِنَّهُ مَالُ غَدْرٍ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْهِ﴾، فذكر الحديث (عون المعبود۳:۴۰)۔

۴۰۳۷- ابن وهب عن ابن لهيعة عن عقيل عن ابن شهاب "انَّ المغيرة بْنَ شُعْبَةَ نَزَلَ وَاَصْحَابٌ لَّهٗ بِاَيْلَةَ فَشَرِبُوْا خَمْرًا حَتّٰى سَكِرُوْا وَنَامُوْا وَهُمْ يَوْمَئِذٍ كُفَّارٌ قَبْلَ اَنْ يُسْلِمَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شعبة، فَقَامَ اِلَيْهِمُ الْمُغِيْرَةُ فَذَبَحَهُمْ جَمِيْعًا، ثُمَّ اَخَذَ مَا كَانَ لَهُمْ مِنْ شَيْءٍ، فَسَارَ بِهٖ حَتّٰى قَدِمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَسْلَمَ الْمُغِيْرَةُ وَدَفَعَ الْمَالَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ

۴۰۳۵۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز عہد شکنی کرنے والے کیلئے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔(ابوداؤد)۔اس کی سند صحیح ہے۔منذری فرماتے ہیں کہ اسے بخاری، مسلم اورنسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے مطلقاً عہد شکنی کی حرمت معلوم ہوتی ہے اور مستامن بھی اس کے عموم میں داخل ہے۔

۴۰۳۶۔ مسور بن مخرمہؓ اور مروان سے حدیبیہ کے قصے میں مروی ہے کہ مغیرہؓ بن شعبہ زمانہ جاہلیت میں ایک جماعت کے ساتھ (سفر میں) تھے کہ آپ نے ان ساتھیوں کو قتل کر ڈالا اوران کا مال واسباب لے لیا۔ پھر (حضور ﷺ کی خدمت میں) آئے اور مسلمان ہوگئے۔تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ بہر حال تیرا اسلام لانا تو میں قبول کرتا ہوں اور لیکن تیرا یہ مال بہر حال میرا اس سے کچھ تعلق نہیں۔الحدیث۔ بخاری نے اسے طوالت کے ساتھ روایت کیا ہے اور ابوداؤد کے الفاظ ہیں کہ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) بہر حال (تیرا) اسلام لانا ہم نے قبول کرلیا ہے اور تیرے مال کی ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ یہ عہد شکنی کا مال ہے۔الحدیث۔

۴۰۳۷۔ ابن شہابؒ سے مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ اور اس کے ساتھیوں نے ایلہ مقام پر پڑاؤ کیا اور انہوں نے شراب پی حتیٰ کہ سب مست ہوگئے اور سو گئے اور وہ سب اس وقت کافر تھے اور یہ مغیرہ بن شعبہؓ کے اسلام لانے سے قبل کا واقعہ ہے۔پس مغیرہؓ بن شعبہ

رسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: إِنَّا لَا نُخَمِّسُ مَالَ أَحَدٍ غَصْبًا، فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ذٰلِكَ الْمَالَ فِيْ يَدِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ"، اخرجه سحنون فی المدونة (۱:۳۸۲) وهو مرسل حسن۔

٤٠٣٨- ابن وهب عن عمر بن الحارث والليث بن سعد عن بكير بن الاشج "أَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنِ شعبة أَتٰى إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَقَدْ قَتَلَ أَصْحَابَهٗ وَجَاءَ بِغَنَائِمِهِمْ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ذٰلِكَ الْمَالَ لِلْمُغِيْرَةِ وَهُوَ كَافِرٌ وَهُمْ كُفَّارٌ" (اى حين قتلهم هو)، اخرجه سحنون فی المدونة" (۱:۳۸۲)، وهو مرسل صحيح شاهد للمرسل قبله۔

٤٠٣٩- عن عبدالملك بن عمير ثنا عامر بن شداد ثنا عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ قال:

ن کی طرف اٹھے اوران سب کو قتل کرڈالا اور جو کچھ ان کے پاس تھا سب ہتھیا لیا۔ پھر مغیرہ وہ سامان لے کر چلے اور حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر اسلام قبول کرلیا۔ اوروہ (لوٹا ہوا) مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا اور آپ ﷺ سے سارا قصہ بھی بیان کردیا۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم کسی کے ایسے مال میں سے خمس نہیں لیتے جو اس نے غصب کیا ہوا ہو۔ پس حضور ﷺ نے وہ مال حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے پاس ہی رہنے دیا۔ (سحنون فی المدونہ) یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

۴۰۳۸- بکیر بن الاشج سے مروی ہے کہ مغیرہؓ بن شعبہ حضور ﷺ کے پاس اس حالت میں آئے جبکہ وہ اپنے ساتھیوں کو قتل کرکے ان کے مال واسباب ہتھیا کر لائے تھے تو حضور ﷺ نے وہ مال مغیرہ کے پاس ہی رہنے دیا۔ اور قتل کرتے وقت مغیرہ اوران کے مقتول ساتھی (سب) کافر تھے۔ (مدونہ سحنون)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور ماقبل کی حدیث کیلئے بہترین شاہد ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حالتِ امن میں کفار کا مال بدعہدی وخیانت سے لینا درست نہیں۔ البتہ اگر عہد شکنی سے وہ کفار کا مال لے لے تو پھر وہ مال اسی کا ہوگا کیونکہ مالِ مباح پر اس کی ملکیت واقع ہوئی ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کے فرمان "من اسلم علی شیئ فهو له" کے تحت وہ اس کا مالک ہوگا۔ لیکن چونکہ اس میں عہد شکنی کا دخل ہے لہٰذا اس میں خبث پیدا ہوگیا ہے، اس لئے اس میں سے خمس نہیں لیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اس بات کا حکم کیا جائے گا کہ اس مال کو واپس لوٹا دے کیونکہ حضور ﷺ نے واپس کرنے کا مغیرہ کو حکم نہیں دیا حالانکہ حقیقتِ حال حضور ﷺ پر منکشف ہوچکی تھی۔ اور عہد شکنی سے قتل کرنے کی صورت میں چونکہ کافر کفارہ کا مخاطب بھی نہیں اس لئے اس کو کفارہ ادا کرنے کا حکم بھی نہیں کیا جائے گا بلکہ اسلام لانا ماقبل کے تمام گناہوں کو دھوڈالتا ہے۔ البتہ مسلمان تاجر یا مسلمان مستامن ایسی حرکت کرے یعنی مال چھین لے عہد شکنی سے تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ یہ مال صدقہ کردے (ہدایہ)۔

﴿سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اطْمَاَنَّ الرَّجُلُ اِلَى الرَّجُلِ ثُمَّ قَتَلَهٗ بَعْدَمَا اطْمَاَنَّ اِلَيْهِ نُصِبَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِوَاءُ غَدْرٍ﴾، اخرجه الحاكم في "المستدرك" (٣٥٣:٤)، وصححه واقره عليه الذهبي ورواه النسائي وابن ماجة من رواية رفاعة بن سواد عنه مرفوعا بلفظ: مَنْ اٰمَنَ رَجُلًا عَلٰى دَمِهٖ فَقَتَلَهٗ، فَاَنَا بَرِئٌ مِّنَ الْقَاتِلِ، وَاِنْ كَانَ الْمَقْتُوْلُ كَافِرًا، كَذَا فِي "الاصابة" (٢٩٤:٤)۔

باب لا يمكن للحربى المستامن من الاقامة فى دارنا سنة فان اقام تمام السنة وضعت عليه الجزية بعد التقدم اليه و كذا اذا اشترى ارضا خراجية

٤٠٤٠- حدثنا قيس بن الربيع عن مغلس عن مقاتل بن حيان عن ابى مجلز عن زياد بن حدير قال: "كَتَبْتُ اِلٰى عُمَرَ رضي الله عنه فِيْ اُنَاسٍ مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ يَدْخُلُوْنَ اَرْضَنَا اَرْضَ الْاِسْلَامِ فَيُقِيْمُوْنَ، قَالَ: فَكَتَبَ اِلَيَّ عُمَرُ اِنْ اَقَامُوْا سِتَّةَ اَشْهُرٍ فَخُذْ مِنْهُمُ الْعُشْرَ، وَاِنْ اَقَامُوْا سَنَةً فَخُذْ مِنْهُمْ نِصْفَ الْعُشْرِ"، اخرجه يحيى بن آدم فى "الخراج" (ص ١٧٢) له، وفيه مغلس لم اعرف من هو ولم اجد له ترجمة۔ قال المحشى (ص٢٥): وانما وجدت فى "فهرس تاريخ الطبرى" مغلس بن زياد العامرى و مغلس بن عبد الرحمن ولا ادرى هل هو

٤٠٣٩۔ عمرو بن الحمقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو (یہ فرماتے ہوئے) سنا کہ جب ایک آدمی دوسرے آدمی سے مطمئن ہو پھر ایک دوسرے کو قتل کر ڈالے جبکہ دوسرا پہلے سے مطمئن ہو چکا تھا تو قیامت کے دن اس کیلئے بدعہدی اور خیانت کا جھنڈا گاڑا جائے گا۔ (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے جبکہ نسائی اور ابن ماجہ نے اسے مرفوعاً رفاعۃ بن سواد سے روایت کیا ہے جس میں ہے کہ جس نے کسی شخص کو اس کے خون کی امان دی اور پھر اسے قتل کر دیا تو میں قاتل سے بیزار ہوں اگر چہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔

باب۔ حربی مستامن کو دارالاسلام میں ایک سال رہنے کی اجازت نہیں دی جائیگی پس اگر وہ ایک سال تک رہے تو اس پر جزیہ مقرر کیا جائے گا اور اسی طرح اگر وہ خراجی زمین خریدے تو بھی۔

٤٠٤٠۔ زیاد بن حدیر فرماتے ہیں کہ میں نے ان حربیوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا جو ہماری زمین یعنی دارالاسلام میں داخل ہوتے ہیں اور (یہاں) سکونت اختیار کرتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے (جواب میں) مجھے لکھا کہ اگر وہ چھ ماہ (یہاں دارالاسلام

حدهما اولا اهـ قلت: والاثر احتج به يحيى بن آدم واحتجاج مثله بشىء حجة۔

٤٠٤١- اخبرنا اسماعيل بن عياش عن عبدالله بن يسار السلمى، قال: سُبِىَ نَاسٌ مِنْ اَشْرَافِ الرُّوْمِ فَخَرَجَ مَعَهُمْ نَاسٌ مِنْ قِرَابَاتِهِمْ بِأَمَانٍ فَلَمَّا وَقَفُوْابالشَّامِ تَفَرَّقُوْا مَعَ قِرَابَاتِهِمْ، فَمَكَثُوْا عَلٰى ذٰلِكَ لَا يُؤَدُّوْنَ الْخَرَاجَ فَكَتَبَ اِلَىَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِيْهِمْ، فَكَتَبَ اَنْ خَبِّرْهُمْ، فَاِنْ اَحَبُّوْا اَنْ يُقِيْمُوْا مَعَ اَهْلِ ذِمَّتِنَا بِمِثْلِ مَا يُعْطِىْ مِثْلُهُمْ مِنَ الْخَرَاجِ فَذٰلِكَ لَهُمْ، وَاِنْ اَبَوْا فَسَيِّرُوْهُمْ اِلٰى بِلَادِهِمْ بِأَمَانٍ﴾، اخرجه محمد فى "السير الكبير" (٤:٢٣٧)، وعبدالله بن يسار هو عبدالله بن ابى نجيح من رجال الجماعة ثقة(تهذيب ٦:٥٤)، والاثر حتج به محمد، فهو حجة۔

٤٠٤٢- عن ابى الدرداءﷺقال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِﷺ: ﴿مَنْ اَخَذَ اَرْضًا بِجِزْيَتِهَا فَقَدِ سْتَقَالَ هِجْرَتَهٗ وَمَنْ نَزَ عَ صَغَارَ كَافِرٍ مِنْ عُنُقِهٖ فَقَدْ وَلَّى الْاِسْلَامَ ظَهْرَهٗ﴾، اخرجه ابوداود و سكت عنه و قال المنذرى: فى اسناده بقية بن الوليد وفيه مقال اهـ (عون المعبود ٣:١٤٨)۔

یں) رہیں تو ان سے عشر لے لو اور وہ ایک سال قیام کریں تو ان سے نصف عشر وصول کرو۔ اسے یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں روایت کر کے اس سے دلیل پکڑی ہے لہٰذا یہ حدیث حجت بنائے جانے کے قابل ہے۔

۴۰۴۱۔ عبداللہ بن یسار سلمی فرماتے ہیں کہ روم کے سرداروں میں سے کچھ لوگ گرفتار کیے گئے تو ان کے رشتہ داروں میں سے کچھ لوگ بھی امان لے کر (دارالاسلام کی طرف) نکلے۔ پس جب وہ (گرفتار شدہ سردار) شام ملک میں ٹھہرے تو انہوں نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ قیام کیا۔ اور وہ اس حالت میں ٹھہرے رہے کہ (مسلمانوں کو) خراج ادا نہیں کرتے تھے۔ پس میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو ان کے بارے میں لکھا تو انہوں نے (جواب میں) لکھا کہ انہیں بتا دو کہ اگر وہ ہمارے ذمیوں کے ساتھ اتنا ہی خراج ادا کر کے ٹھہرنا چاہیں جتنا کہ وہ (اہل ذمہ) ادا کرتے ہیں تو پھر انہیں ٹھہرنے کی اجازت ہے۔ اور اگر وہ (خراج ادا کرنے سے) انکار کر دیں تو پھر انہیں ان کے ملکوں کی طرف امان کے ساتھ روانہ کر دو۔ (سیر کبیر)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اور امام محمدؒ نے اس سے حجت پکڑی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

۴۰۴۲۔ ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے خراجی زمین لے کر اس کا جزیہ دینا قبول کیا تو اس نے اپنی ہجرت توڑ ڈالی۔ اور جس نے کافر کی ذلت کی چیز (یعنی جزیہ) اس کے گلے سے نکالی (اور اپنے گلے میں ڈالی یعنی جزیہ کی زمین خرید کر اس کا جزیہ دینا قبول کیا) تو اس نے اسلام سے اپنی پیٹھ موڑ لی۔ (ابوداؤد) امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور بقیہ بن الولید نے

قلت: ولكنه صرح بالتحديث و قال حدثني سنان بن قيس، فالحديث حسن۔

باب ليس من الاستئمان ان يقول المسلم لاهل الحرب: انا رجل منكم

٤٠٤٣- عن عبدالله بن انيس رضي الله عنه قال ﴿بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى خَالِدِ بْنِ سُفْيَانَ الْهُذَلِيِّ، وَكَانَ نَحْوَ عُرَنَةَ وَعَرَفَاتٍ فَقَالَ: اِذْهَبْ فَاقْتُلْهُ﴾ فذكر الحديث -و فيه- ﴿فَلَمَّا دَنَوْتُ مِنْهُ قَالَ لِيْ: مَنْ اَنْتَ؟ قُلْتُ: رَجُلٌ مِنَ الْعَرَبِ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تَجْمَعُ لِهٰذَا الرَّجُلِ، فَجِئْتُكَ فِيْ ذٰلِكَ. فَقَالَ: اِنِّيْ لَفِيْ ذٰلِكَ فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً حَتّٰى اِذَا اَمْكَنَنِيْ عَلَوْتُهُ بِسَيْفِيْ حَتّٰى

بھی تحدیث کی صراحت کی ہے۔لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: یعنی اگر مسلمان کسی کافر سے خراجی زمین خریدے تو اس زمین کا خراج مسلمان سے ساقط نہیں ہوگا بلکہ خراج اس کو بھی ادا کرنا پڑے گا۔ جب مسلمان سے خراج ساقط نہیں ہوتا کسی ذمی سے خراجی زمین خریدنے پر حالانکہ مسلمان اہل خراج میں سے نہیں بلکہ اہل صدقہ میں سے ہے تو حربی مستامن سے بھی خراج بطریق اولیٰ ساقط نہیں ہونا چاہیے جب وہ خراجی زمین کسی ذمی کافر سے خریدے۔ اسی طرح اگر کوئی حربی عورت ہمارے ملک میں امان لے کر داخل ہو اور کسی ذمی سے نکاح کرلے تو وہ بھی بالتبع ذمی ہوجائے گی اور کسی مسلمان سے نکاح کرنے کی صورت میں وہ بطریق اولیٰ ذمی ہوگی۔

باب۔اگر کوئی مسلمان اہل حرب سے یوں کہے کہ میں تم میں سے ایک آدمی ہوں تو یہ امان طلب کرنا نہ ہوگا

۴۰۴۳۔ عبداللہ بن انیسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے خالد بن سفیان ھزلی کی طرف بھیجا جو عرنہ اور عرفات کی طرف رہتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ " جا اور اسے قتل کر ڈال" پھر عبداللہ طویل حدیث بیان کرتے ہیں جس میں یہ بھی ہے کہ جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ میں نے (جواب میں) کہا کہ میں عرب کا باشندہ ہوں اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم اس شخص (محمد ﷺ) سے لڑنے کے لئے لشکر جمع کررہے ہو۔ تو میں بھی اس کام میں شرکت کی غرض سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس نے کہا کہ ہاں میں اس فکر میں ہوں۔ میں اس کے ساتھ تھوڑی دیر چلتا رہا جونہی مجھے موقعہ ملا تو میں نے اپنی تلوار اس کی گردن پر رکھ دی۔ یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہوگیا۔ (مسند احمد و سنن ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے اور حافظ نے فتح الباری میں اس کی سند کی تحسین کی ہے۔

فائدہ: یعنی انا رجل منکم کہنے کے بعد موقعہ ملنے کی صورت میں کسی حربی کو قتل کرنا غدر اور عہد شکنی نہیں کیونکہ اس نے امان ہی طلب نہیں کیا۔ عہد شکنی تو اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ جب وہ امان لے کر پھر کسی کو قتل کرے۔ اگر مذکورہ بالا صورت میں عہد شکنی

...ہ ﷺ، رواہ احمد وابوداود، و سکت عنه هو، والمنذری و حسن اسنادہ الحافظ فی "الفتح"
...یل الاوطار ۳:۲۱۳)۔

باب اذا استحلف اهل الحرب الاسير واطلقوه على ان لا يقاتلهم

۴۰۴۴- عن حذيفة بن اليمان رضي الله عنه قال: "مَا مَنَعَنِيْ اَنْ اَشْهَدَ بَدْرًا اِلَّا اَنِّيْ خَرَجْتُ اَنَا ...بِيْ حُسَيْلٌ فَاَخَذَنَا كُفَّارُ قُرَيْشٍ، فَقَالُوْا: اِنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ مُحَمَّدًا؟ فَقُلْنَا: مَا نُرِيْدُهُ وَمَا نُرِيْدُ اِلَّا ...مَدِيْنَةَ۔ قَالَ: فَاَخَذُوْا مِنَّا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهُ لَنَنْطَلِقَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ، وَلَا نُقَاتِلُ مَعَهُ، فَاَتَيْنَا رَسُوْلَ ...ﷺ فَاَخْبَرْنَاهُ الْخَبَرَ، فَقَالَ: اِنْصَرِفَا نَفِيْ لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَنَسْتَعِيْنُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ" رواه احمد و مسلم(نیل الاوطار ۷:۲۳۷)۔

...ہوتی تو حضور ﷺ اس پر ضرور انکار فرماتے لیکن حضور ﷺ کا انکار کہیں بھی منقول نہیں۔

باب۔ اگر اہل حرب کسی مسلمان قیدی سے قسم لیں اور اس شرط پر چھوڑیں کہ وہ ان سے قتال نہیں کرے گا (تو کیا حکم ہے؟)

۴۰۴۴۔ حذیفہ بن الیمانؓ فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ بدر میں اس لئے شریک نہ ہوسکا کہ میں اور میرے والد حسیل (کسی کام سے) نکلے تو کفارِ قریش نے ہمیں پکڑ لیا۔ اور کہا کہ تم محمد (ﷺ) کے پاس جانا چاہتے ہو۔ سو ہم نے کہا کہ ہم ان کے پاس نہیں جانا چاہتے۔ بلکہ ہمارا ارادہ تو صرف مدینہ کا ہے۔ پھر انہوں نے ہم سے اللہ کا نام لے کر عہد اور اقرار لیا کہ ہم مدینہ جائیں گے اور محمد ﷺ کے ساتھ مل کر (ان سے) قتال و جنگ نہیں کریں گے۔ پھر ہم حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے سارا قصہ بیان کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تم واپس (مدینہ) چلے جاؤ" ہم انکا وعدہ پورا کریں گے۔ اور ان کے خلاف اللہ سے مدد چاہیں گے۔ (مسلم، احمد)۔

فائدہ: احناف کے نزدیک شرطوں کی پابندی کرنا اور وعدہ پورا کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ الخ۔ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ الخ اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ المسلمون على شروطهم یعنی مسلمان اپنی شرائط کے اور وعدوں کے پابند ہیں۔ نیز مذکورہ بالا حذیفہؓ کا واقعہ بھی احناف کا مؤید ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ وہ وعدہ یا شرط ایسی نہیں ہونی چاہیے جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے۔ مثلاً کسی مسلمان کو قتل کرنے یا شراب پینے کا وعدہ لیں۔ اور اگر ایسی کوئی شرط ہو تو اس کی پابندی جائز نہیں۔ جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہوگا۔ نیز وعدوں کی پاسداری میں مسلمان قیدیوں کا بھی فائدہ ہے کہ کفار

٤٠٤٥- عن: ابی هریرة رضی اللہ عنہ مرفوعاً: ﴿اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ﴾، رواه ابوداود والحاكم وزاد الترمذی: ﴿اِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ حَلَّلَ حَرَامًا﴾ العزيزی (٣٧٨:٣)، و قال الترمذی (١٢١:١)، هذا حديث حسن صحيح۔

باب يجوز للاسير ان يقتل من قدر عليه من اهل الحرب ويأخذ من اموالهم مالم يؤتمن عليه

٤٠٤٦- ابن وهب عن عقبة بن نافع عن يحيى بن سعيد "اَنَّهٗ قَالَ: مَنْ اَسَرَهُ الْعَدُوُّ، فَائْتَمَنُوْهُ عَلٰی شَیْءٍ مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَلْيُؤَدِّ اَمَانَتَهٗ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَهٗ، وَاِنْ كَانَ مُرْسَلًا يَقْدِرُ عَلٰی اَنْ يَتَخَلَّصَ مِنْهُمْ وَيَاْخُذَ مِنْ اَمْوَالِهِمْ مَا قَدَرَ عَلَيْهِ مَالَمْ يُؤْتَمَنْ عَلَيْهِ فَلْيَفْعَلْ" (المدونة لمالك ٣٨٣:١)- و سنده صحيح۔

دیگر مسلمان قیدی بھی رہا کریں گے اور عہد شکنی کی صورت میں وہ دوسرے قیدیوں کے حلف اٹھانے پر اعتماد نہیں کریں گے اور انہیں نہیں چھوڑیں گے۔

۴۰۴۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں۔ (ابوداؤد، حاکم)۔ اور ترمذی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ مگر ایسی شرط جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کردے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

باب۔ مسلمان قیدی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ جس حربی پر قادر ہو اسے قتل کردے اور ان کا مال ہتھیالے بشرطیکہ اسے اس چیز کا امین نہ بنایا گیا ہو

۴۰۴۶۔ یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس مسلمان کو دشمن قید کرلیں۔ پھر اسے اپنے کسی مال کا امین بنادیں تو اس قیدی کو چاہیے کہ وہ، وہ امانت اس شخص کو ادا کرے جس نے اسے امین بنایا ہے۔ اور اگر وہ قیدی چھوڑا ہوا ہو اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے پر قادر ہو تو ایسے کرے اور ان کے مال میں سے جتنے پر قادر ہو لے لے بشرطیکہ اسے اس پر امین نہ بنایا گیا ہو (مدونہ لمالک) اس کی سند صحیح ہے۔

اذا غدر اهل الحرب او اهل الصلح او ملكهم بالمستامنين

٤٠٤٧- حدثنا يزيد بن هارون عن هشام بن حسان عن ابن سيرين "ان عمر بن خطاب اسْتَعْمَلَ عُمَيْرَ بْنَ سَعِيْدٍ اَوْ سَعْدٍ عَلَى طَائِفَةٍ مِنَ الشَّامِ، فَقَدِمَ عَلَيْهِ قَدِمَةً فَقَالَ: يَا امِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الرُّوْمِ مَدِيْنَةً يُقَالُ لَهَا: عَرَبُ السُّوْسِ، وَاِنَّهُمْ لَا يُخْفُوْنَ عَلَى عَدُوِّنَا مِنْ عَوْرَاتِنَا شَيْئًا، وَلَا يُظْهِرُوْنَنَا عَلَى عَوْرَاتِهِمْ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَاِذَا قَدِمْتَ فَخَيِّرْهُمْ بَيْنَ اَنْ تُعْطِيَهُمْ مَكَانَ كُلِّ شَاةٍ شَاتَيْنِ، وَمَكَانَ كُلِّ بَعِيْرٍ بَعِيْرَيْنِ، وَمَكَانَ كُلِّ شَيْءٍ شَيْئَيْنِ، فَاِنْ رَضُوْا بِذٰلِكَ فَاَعْطِهِمْ وَخَرِّبْهَا فَاِنْ اَبَوْا فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ وَاَجِّلْهُمْ سَنَةً ثُمَّ خَرِّبْهَا فَقَالَ: اكْتُبْ لَهُ عَهْدًا، فَلَمَّا قَدِمَ عُمَيْرٌ عَلَيْهِمْ ذٰلِكَ فَاَبَوْا فَاَجَّلَهُمْ سَنَةً ثُمَّ اَخْرَبَهَا"- رواه ابوعبيد فى "الاموال" (ص١٦٩)- وسنده مرسل صحيح فان مراسيل ابن سيرين صحاح، كما تقدم غير مرة-

باب۔اگرحربی لوگ یااہل صلح یاانکابادشاہ امن لے کردارالحرب میں آنے والے مسلمانوں سے عہدشکنی کریں تو............؟

۴۰۴۷۔ ابن سیرین سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عمیر بن سعید یا عمیر بن سعد کو شام کے ایک گروہ پر عامل ووالی مقرر کیا۔پھر ایک مرتبہ وہ (حضرت عمرؓ کے پاس) تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے امیرالمؤمنین ہمارے اور رومیوں کے علاقہ کے درمیان ایک شہر ہے جسے "عرب السوس" کہا جاتا ہے۔وہاں کے لوگ ہمارا کوئی راز ہمارے دشمنوں سے نہیں چھپاتے اور ان کے راز ہم پر (بالکل) ظاہر نہیں کرتے تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ جب تم وہاں پہنچو تو انہیں ان دو باتوں میں سے کسی کے اختیار کرنے کا اختیار دیدیا تو (اس بات کا کہ) ہم تمہیں ایک بکری کی جگہ دو بکری اور ایک اونٹ کی جگہ دو اونٹ اور ہر ایک چیز کے عوض دو چیزیں دیں گے (اور یہ شرط رکھنا کہ تم یہ علاقہ چھوڑ دو گے) پس اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو ٹھیک اور تم ان کو (معاہدہ کے مطابق) وہ چیزیں دے دو اور اس شہر کو تباہ کر دو۔اور اگر وہ یہ صورت قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو عہد کو دشمن کی طرف ڈالدو (یعنی ان سے کہہ دو کہ سابقہ تمام معاہدے منسوخ ہو چکے ہیں) اور ان کو ایک سال کی مہلت دو (تاکہ وہ دوسرا انتظام کر سکیں) پھر اس علاقے کو تباہ و برباد کر دو۔پھر انہوں نے فرمایا کہ آپ اس مضمون کا معاہدہ لکھ دیں (چنانچہ آپؓ نے ان کے لئے یہ معاہدہ لکھ دیا) پھر جب عمیر نے ان پر یہ صورت پیش کی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو عمیر نے ان کو ایک سال کی مہلت دی پھر اس شہر کو تہس نہس کر دیا۔(الاموال لابی عبید) اس کی سند مرسل صحیح ہے اور مراسیل ابن سیرین صحیح ہیں۔

٤٠٤٨- حدثنا یزید عن هشام الحسن قال: "عَاهَدَ حُيَيُّ بْنُ أَخْطَبَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَلٰی اَنْ لَا يُظَاهِرَ عَلَيْهِ اَحَدًا وَجَعَلَ اللّٰهَ عَلَيْهِ كَفِيْلًا، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ قُرَيْظَةَ اُتِيَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَبِابْنِهِ سَلْمًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَوْفَی الْكَفِيْلُ ثُمَّ اَمَرَ بِهِ فَضُرِبَ عُنُقُهُ، وَعُنُقُ ابْنِهِ" رواه ابو عبید فی "الاموال" (ص١٦٨)، و سنده مرسل صحیح۔ فان مراسیل الحسن لا یکاد یسقط منها شیء، کما ذکرناه فی "المقدمة"۔

ابواب العشر والخراج

باب جواز اخذ العشر وكون الرجل عاشرا وكراهته

٤٠٤٩- عن عقبة بن عامر رضی الله عنه اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ۔ رواه ابو عبید فی "الاموال" (ص٥٢٦)۔ و فی الحاشیة: رواه الامام احمد

۴۰۴۸۔ ہشام الحسن فرماتے ہیں کہ حیی بن اخطب نے حضور ﷺ سے معاہدہ کیا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا اور اس معاہدہ پر اللہ کو ضامن و گواہ بنایا۔ پھر قریظہ سے جنگ کے دن (چونکہ اس نے غداری اور وعدہ خلافی کی لہٰذا) اس کو اور اس کے بیٹے کو قیدی بنا کر آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ضامن نے اپنی ذمہ داری پوری پوری ادا کردی" پھر آپ ﷺ کے حکم پر اس کو اور اس کے بیٹے کو قتل کردیا گیا۔ (الاموال لابی عبید) اس کی سند مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر اہلِ عہد عہد شکنی کریں یا عہد شکنی کا ان کی طرف سے تحقق ظاہر ہو تو ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ اور اگر اہلِ حرب امن لے کر ان کے علاقوں میں جانے والے مسلمانوں سے عہد شکنی کریں تو اہلِ حرب کا بھی یہی حکم ہے کہ مستامنین کو اجازت ہے کہ وہ ان کو قتل کریں۔

ابواب العشر والخراج

باب۔ ٹیکس کے جواز اور ٹیکس لینے والا بننے کے جواز اور اس کی کراہت کے بیان میں

۴۰۴۹۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (جبر اً حق سے زائد) عشر لینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (الاموال لابی عبید، مسند احمد، سنن ابوداؤد، حاکم)۔

حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اور ابن خزیمہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

وابوداود والحاکم، و صححه علی شرط مسلم، و فی "المقاصد الحسنة": صححه ابن خزیمة ایضا اھ۔

٤٠٥٠- عن ابی الخیر قال: سمعت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ یقول: "اِنَّ صَاحِبَ الْمَکْسِ فِیْ النَّارِ قَالَ: یَعْنِیْ الْعَاشِرَ"۔ اخرجه ابوعبید باسناد حسن (کتاب الاموال ٥٢٥)۔

٤٠٥١- عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال: "اِنَّ صَاحِبَ الْمَکْسِ لَا یُسْأَلُ عَنْ شَیْءٍ یُؤْخَذُ کَمَا هُوَ فَیُرْمٰی بِهٖ فِیْ النَّارِ"۔ اخرجه ابوعبید بسند صحیح علی شرط مسلم (کتاب الاموال ٥٢٦)۔

٤٠٥٢- عن کریز بن سلیمان قال: کَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عوفِ القاریْ، اَنِ ارْکَبْ اِلَی الْبَیْتِ الَّذِیْ بِرَفَحٍ الَّذِیْ یُقَالُ لَهٗ: "بَیْتُ الْمَکْسِ" فَاهْدِمْهُ، ثُمَّ احْمِلْهُ اِلَی الْبَحْرِ فَانْسِفْهُ فِیْهِ نَسْفًا، رواه ابوعبید فی "الاموال" (ص٥٢٧)، و فیه کریز هذا لم اعرف من ترجمه، والباقون کلهم ثقات۔

فائدہ: صاحب مکس وہ ہے جو قدر واجب سے زائد مال جبراً وصول کرتا ہے۔ جسے آج کل کی اصطلاح میں جگا ٹیکس کہتے ہیں۔

۴۰۵۰۔ ابوالخیر فرماتے ہیں کہ میں نے رویفع بن ثابتؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صاحب مکس یعنی (جبراً حق سے زائد عشر لینے والا) جہنم میں ہوگا۔ اسے ابوعبید نے کتاب الاموال میں سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۴۰۵۱۔ عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ صاحب مکس سے کچھ نہیں پوچھا جائے گا۔ بلکہ اسے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اسے بھی ابوعبید نے سند صحیح کے ساتھ شرط مسلم پر روایت کیا ہے۔ (کتاب الاموال)۔

۴۰۵۲۔ کریز بن سلیمان فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے عبداللہ بن عوف قاری کو لکھا کہ رفح میں موجود اس گھر کی طرف جاؤ جسے "بیت المکس" (چونگی خانہ۔ٹیکس گھر) کہتے ہیں اور اسے گرادو اور پھر اس کا ملبہ سمندر میں بہادو۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔اس میں کریز کے سوا باقی تمام راوی ثقہ ہیں اور کریز کے حالات معلوم نہ ہوسکے۔

فائدہ: یاد رکھئے کہ جو عشر حضرت عمرؓ کے زمانے میں مقرر ہوا تھا وہ یہاں مراد نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ محصل حق سے زائد جبراً وصول کرے۔ یا جاہلیت کے طریقے پر وصول کرے اپنے دین کفر پر باقی رہتے ہوئے۔

٤٠٥٣- عن يعقوب بن عبدالرحمن القارى عن ابيه قال: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الى عدى بن ارطاة اَنْ ضَعْ عَنِ النَّاسِ الْفِدْيَةَ، وَضَعْ عَنِ النَّاسِ الْمَائِدَةَ، وَضَعْ عَنِ النَّاسِ الْمَكْسَ، وَلَيْسَ بِالْمَكْسِ وَلٰكِنَّهُ بِالْبَخْسِ الَّذِىْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَبْخَسُوْا النَّاسَ اَشْيَاءَ هُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾ فَمَنْ جَاءَ كَ بِصَدَقَةٍ فَاقْبَلْهَا مِنْهُ، وَمَنْ لَمْ يَاْتِكَ بِهَا فَاللّٰهُ حَسِيْبُهُ"۔ رواه ابو عبيد ايضا بسند حسن (كتاب الاموال ٥٢٧)۔

٤٠٥٤- وكيع عن اسماعيل بن ابراهيم بن المهاجر عن ابيه عن زياد بن حدير"قال: بَعَثَنِىْ عُمَرُ عَلَى الْعُشُوْرِ وَاَمَرَنِىْ اَنْ لَا اُفَتِّشَ احدًا" رواه ابن ابى شيبة فى "المصنف"(ص ٥٠)، و فيه اسماعيل بن ابراهيم بن مهاجر، فيه مقال والباقون ثقات۔

٤٠٥٥- وكيع عن ليث عن طاوس قال: "اِنَّمَا كَانَ الْعَاشِرُ يُرْشِدُ ابْنَ السَّبِيْلِ وَمَنْ اَتَاهُ بِشَيْءٍ قَبِلَهُ"، رواه ابن ابى شيبة فى "مصنفه" (ص ٥٠) ايضا، و سنده حسن۔

٤٠٥٣۔ یعقوب بن عبدالرحمٰن قاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ لوگوں سے فدیہ لینا اور لوگوں سے دستر خوان (یعنی عطیہ لینا) ختم کردو۔ اور مکس لینا بھی لوگوں سے ختم کردو۔ کیونکہ یہ مکس نہیں بلکہ ظلم ہے (اور لوگوں کو نقصان پہنچانا ہے) جسے اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ **ولا تبخسوا الناس اشياء هم ولا تعثوا فى الارض مفسدين** (الشعراء) (کہ لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور سرزمین میں فساد مت مچایا کرو)۔ پس جو تمہارے پاس صدقہ لے کر آئے تو اسے قبول کرلو اور جو تمہارے پاس صدقہ نہ لائے تو اللہ ہی اس کا حساب کرنے والا ہے۔ (کتاب الاموال) اس کی سند حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: عاشر کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ ذمی اور حربی کو عشر و نصف عشر کی وصولی میں مجبور کرسکتا ہے۔ البتہ ناحق وصولی نہ کرے۔ جیسا کہ سابقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے اور مذکورہ بالا حدیث کہ "جو خوشی سے صدقہ دے جائے وہ قبول کرلو ورنہ اس کا حساب اللہ پر چھوڑ دو"۔ خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے کما ھو الظاہر۔

٤٠٥٤۔ زیاد بن حدیر فرماتے ہیں کہ عمرؓ نے مجھے "عشور کی وصولی پر بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں کسی کے مال کی تفتیش نہ کروں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اسماعیل بن ابراہیم کے سوا تمام راوی ثقہ ہیں اور اسماعیل بھی مختلف فیہ ہیں لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔

٤٠٥٥۔ طاؤس فرماتے ہیں کہ عشر لینے والے کا کام مسافر کو راستے کی راہنمائی کرنا ہوتا تھا۔ اور جو کوئی اس کے پاس کوئی چیز (عشر میں) لاتا تو وہ اسے بھی لے لیتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند حسن ہے۔

٤٠٥٦ - حدثنا محمد بن عبدالله عن انس بن سيرين : "ارادوا ان يستعملوني على عشور الايلة، فابيت فلقيني انس بن مالك فقال: ما يمنعك؟ فقلت: العشور اخبث ما عمل عليه الناس، قال: فقال لي: لا تفعل، عمر صنعه فجعل على اهل الاسلام ربع العشر، وعلى اهل الذمة نصف العشر، وعلى المشركين ممن ليس له ذمة العشر". رواه الامام ابو يوسف في "كتاب الخراج" له (ص١٦٤). و سنده صحيح و محمد بن عبدالله هو ابن مثنى القاضي ثقة من رجال الجماعة (تقريب ص ١٨٧).

باب لا ياخذ العاشر من الذمي و الحربي شيئًا اذا كان ما معه اقل من مائتي درهم او عشرين مثقالا.

٤٠٥٧ - حدثنا عبدالرحيم عن عاصم عن الحسن قال: "كتب عمر بن الخطاب الى ابي موسى الاشعري ان خذ من تجار المسلمين من كل مائتين خمسة دراهم وما زاد على المائتين فمن كل اربعين درهما درهم، ومن تجار اهل الخراج نصف العشر، ومن تجار المشركين ممن لا يؤدي الخراج العشر قال: يعني اهل الحرب". رواه يحيى بن آدم

٤٠٥٦۔ انس بن سیرین سے مروی ہے کہ حکمرانوں نے مجھے ایلہ (مقام) کے عشر کی وصولی پر عامل مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے انکار کردیا۔ پھر مجھے انس بن مالکؓ ملے اور (مجھ سے) فرمایا کہ کس چیز نے (تجھے عاشر بننے سے) منع کیا ہے؟ میں نے کہا کہ جو کام لوگ کرتے ہیں ان میں سب سے گھٹیا کام عشر لینا ہے۔ ابن سیرین فرماتے ہیں کہ پھر انسؓ بن مالک نے مجھ سے فرمایا کہ تو یہ کام نہیں کرتا حالانکہ حضرت عمرؓ نے اسے مقرر کیا۔ انہوں نے مسلمانوں پر چالیسواں حصہ، ذمیوں پر بیسواں حصہ اور ان مشرکین پر جو ذمی نہیں (یعنی حربیوں پر) دسواں حصہ مقرر فرمایا۔ (کتاب الخراج لابی یوسف) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے عاشر بننے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

باب۔ اگر ذمی یا حربی کے پاس دوسو درہم چاندی یا بیس مثقال سونے سے کم ہو تو ان سے کچھ ٹیکس نہ لیا جائے

٤٠٥٧۔ حسن فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ابوموسی اشعریؓ کو لکھا کہ مسلمان تاجروں کے ہر دوسو درہموں پر پانچ درہم لو اور جو دوسو درہموں سے بڑھ جائیں تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم لو اور اہل خراج (یعنی ذمیوں) کے تاجروں سے نصف عشر (یعنی بیسواں

فی "الخراج" له (ص١٧٣)، و سنده صحيح مرسل، و مراسيل الحسن صحاح لا يكاد يسقط منها بشیء، كما مر غير مرة-

باب يعشر من الذمي والحربي في السنة مرة الا بعد رجوعهما الى دارالاسلام مرة اخرى

٤٠٥٨- حدثنا ابوبكر بن عياش عن ابی حصين عن زياد بن حدير قال: اسْتَعْمَلَنِیْ عُمَرُ عَلَى الْمَارَّةِ فَكُنْتُ اَعْشُرُ مَنْ اَقْبَلَ وَاَدْبَرَ، فَخَرَجَ اِلَيْهِ رَجُلٌ فَاَعْلَمَهٗ فَكَتَبَ اِلَیَّ لَا تَعْشُرْ اِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً يَعْنِیْ فِی السَّنَةِ"، رواه ابن ابی شيبة (ص٥١)، وسنده صحيح، وابوحصين بفتح الحاء اسمه عثمان بن عاصم، ثقة ثبت من رجال الجماعة (تقريب ص ١٤١) واخرجه ابوعبيد فی "الاموال" (ص٥٣٨)- حدثنا محمد بن كثير عن حماد بن سلمة عن عطاء بن السائب عن ابن زياد بن حدير عن ابيه، و ابو يوسف الامام فی "الخراج" له (ص ١٦٢)، حدثنا عبدالرحمن بن عبدالله المسعودی عن جامع بن شداد عن زيادبن حدير "اَنَّهٗ مَدَّ

حصہ) لواور مشرکین کے تاجروں سے عشر (یعنی دسواں حصہ) لو۔ یحیٰی بن آدم نے اسے کتاب الخراج میں سند صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور حسن بصریؒ کے مراسیل صحیح ہیں۔

فائدہ: یعنی نصف عشر اور عشر کا تعلق مائتین سے ہے لہٰذا اگر ذمی یا حربی کے پاس دوسو درہم سے کم ہوں تو اس سے کچھ نہیں لیا جائے گا۔

باب۔ ذمی اور حربی سے سال میں ایک مرتبہ ٹیکس لیا جائے گا الا یہ کہ وہ (اسی سال میں) دوسری مرتبہ (دارالحرب سے ہوکر) دارالاسلام میں لوٹیں

۴۰۵۸۔ زیاد بن حدیر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف آنے جانے والے تاجروں پر عامل مقرر فرمایا تو میں ہر آنے جانے والے سے ٹیکس وصول کرتا تھا تو ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس گیا اور ٹیکس کی صورت حال سے آپؓ کو آگاہ فرمایا تو آپ نے مجھے لکھا کہ سال میں (کسی سے) صرف ایک مرتبہ ٹیکس لو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند صحیح ہے۔ اور کتاب الاموال لابی عبید اور کتاب الخراج لابی یوسف میں یہ حدیث یوں ہے کہ زیاد بن حدیر نے دریائے فرات پر ایک رسی کھینچ لی۔ اس دوران

حلاً علی الفُرَاتِ فَمَرَّ عَلَيْهِ رَجُلٌ نَصْرَانِيٌّ فَاَخَذَ مِنْهُ ثُمَّ انْطَلَقَ فَبَاعَ سِلْعَتَهُ، فَلَمَّا رَجَعَ مَرَّ عَلَيْهِ ... اَنْ يَّاخُذَ مِنْهُ، فَقَالَ: كُلَّمَا مَرَرْتُ عَلَيْكَ تَاخُذُ مِنِّيْ؟ فَقَالَ: نَعَمْ! فَرَحَلَ الرَّجُلُ اِلٰی عُمَرَ ... الْخَطَّابِ فَوَجَدَهُ بِمَكَّةَ يَخْطُبُ النَّاسَ، وَهُوَ يَقُوْلُ: اَلَا اِنَّ اللهَ جَعَلَ الْبَيْتَ مَثَابَةً فَلَا اَعْرِفَنَّ ... انْتَقَصَ اَحَدًا مِنْ مَثَابَةِ اللهِ شَيْئًا، قَالَ: فَقُلْتُ لَهٗ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اِنِّيْ رَجُلٌ نَصْرَانِيٌّ، ... عَلٰی زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ فَاَخَذَ مِنِّيْ ثُمَّ انْطَلَقْتُ فَبِعْتُ سِلْعَتِيْ، ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يَّاخُذَ مِنِّيْ قَالَ: ... لَهٗ ذٰلِكَ لَيْسَ لَهٗ عَلَيْكَ فِيْ مَالِكَ فِي السَّنَةِ اِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ نَزَلَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ فِيَّ ... مَكَثْتُ اَيَّامًا، ثُمَّ اَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ لَهٗ اَنَا الشَّيْخُ النَّصْرَانِيُّ الَّذِيْ كَلَّمْتُكَ فِيْ زِيَادٍ، فَقَالَ: وَاَنَا الشَّيْخُ الْحَنِيْفِيُّ، قَدْ قَضَيْتُ حَاجَتَكَ" وهذا سند حسن۔

٤٠٥٩- حدثنا يزيد عن جرير بن حازم، قال: قَرَأْتُ كِتَابَ عُمَرَبْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ اِلٰی عدی بن ارطاة " اَنْ يَّاخُذَالْعُشُوْرَ ثُمَّ يَكْتُبَ بِمَا يَاخُذُ مِنْهُمُ الْبَرَاءَةَ، وَلَا يَاخُذُ مِنْهُمْ مِنْ

یہ عیسائی شخص زیاد کے پاس سے گذرا تو زیاد نے اس سے ٹیکس (مقررہ) لیا اور وہ (عیسائی) چلا گیا اور اس نے اپنا سامان بیچا۔ پھر جب ... پس ہوا تو زیاد کے پاس سے پھر گذرا تو زیاد نے اس سے دوبارہ ٹیکس لینے کا ارادہ کیا تو اس پر اس شخص نے کہا کہ کیا جتنی مرتبہ بھی میں تیرے پاس سے گذروں گا تو مجھ سے ٹیکس لیتا رہے گا؟ زیاد نے کہا کہ ہاں، تو وہ شخص حضرت عمرؓ کے پاس چلا گیا اور آپؓ کو مکہ مکرمہ میں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے پایا۔ جبکہ آپؓ فرمارہے تھے کہ خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے جمع کرنے کی جگہ اور مرجع بنایا ہے، میں ہرگز ہر اس شخص کو نہیں جانتا جو اللہ کے مرجع میں سے کسی کو بھی کچھ روکے (یعنی اگر بار بار ٹیکس لگایا گیا تو تاجر بھی ہم ٹوٹ جائیں گے، میں کسی تاجر کو توڑنے کی اجازت نہیں دیتا)۔ عیسائی کہتا ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا اے امیر المؤمنین! میں ایک عیسائی شخص ہوں۔ میں جب زیاد بن حدیر کے پاس سے گذرا تو اس نے مجھ سے (ٹیکس) لیا۔ پھر میں چلا گیا اور اپنا سامان بیچا (لیکن اب) وہ مجھ سے (ٹیکس) لینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ اس کے لئے یہ جائز نہیں اور اس کے لئے تجھ پر تیرے مال میں پورے سال میں صرف ایک مرتبہ ہی (ٹیکس) واجب ہے۔ پھر آپؓ منبر سے اترے اور میرے بارے میں ان کو لکھا۔ چند دنوں کے بعد پھر میں حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان سے کہا میں وہی نصرانی بوڑھا ہوں جس نے آپؓ سے زیاد کے بارے میں بات کی تھی تو آپؓ نے فرمایا کہ میں بھی صرف ... کی عبادت کرنے والا بوڑھا ہوں اور میں نے تیری ضرورت کو پورا کر دیا۔ اس کی سند حسن ہے۔

۴۰۵۹۔ جریر بن حازم فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے عدی بن ارطاۃ کو جو خط لکھا تھا وہ میں نے پڑھا (جس میں یہ لکھا تھا) آپ ٹیکس لیں پھر اس چیز کے عوض جو آپ نے ان سے (ٹیکس) لیا ہے (ان کے لئے) براءۃ لکھ دیں (یعنی رسید بنا دیں) کہ اس

"طعام". رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ٥٤٠) و ابن ابي شيبة في "المصنف" (ص ٥٠) عن معتمر عن قرة عمن حدثه ورجاله ثقات وفيه رجل لم يسم.

٤٠٦١- حدثني يحيى بن سعيد عن ابي بكر السراج حدثني ابو وائل قال: مررت بعبدالله بن معقل بالسلسلة وهو على العشور بالقنطرة وهو يحلف الناس فقلت: يا ابن معقل! لم تحلف الناس تغفيهم في النار هلكت واهلكت فقال: ان لم افعل لم يعطوني شيئا فقلت: وما عليك؟ خذ ما اعطوك. رواه ابوعبيد في "الاموال" (ص ٥٤٠) وابن ابي شيبة في "المصنف" (ص ٥٠) عن عبدة بن العوام عن الزبرقان عن عبدالله بن معقل. وابوبكر السراج لم اعرف من ترجمه، لكن يحيى بن سعيد لا يحدث الا عن ثقة و سند ابن ابي شيبة قد صحفه الناسخون، ولم اقدر على تعيين الزبرقان هذا.

یعنی کشتی میں صرف وہی مقدار ہے جو میں بیان کرتا ہوں۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ اور ابن ابی شیبہ نے بھی ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے۔

۴۰۶۱۔ ابوبکر سراج فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابووائل نے فرمایا کہ میں سلسلہ مقام پر عبداللہ بن معقل کے پاس سے گزرا وہ پل پر ٹیکسوں کی وصولی پر مقرر تھے اور وہ لوگوں سے قسم لے رہے تھے، پس میں نے کہا اے ابن معقل! تو کیوں لوگوں سے حلف اٹھوا کر جہنم میں ڈال رہا ہے، خود بھی ہلاک ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرتا ہے۔ پس ابن معقل نے فرمایا کہ اگر میں ایسے نہ کروں تو لوگ مجھے کچھ بھی نہ دیں گے۔ اس پر میں نے کہا (کہ ان سے قسم نہ لینے پر) تجھ پر تو کوئی گناہ نہیں ہے، وہ جو تجھے دیں اسے لے لو۔ (یعنی حلف نہ لو)۔ (کتاب الاموال)۔ اور ابن ابی شیبہ نے ایک دوسری سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ:</u> ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حمید بن عبدالرحمن تیمی اور عبداللہ بن معقل استحلاف کے جواز کے قائل ہیں اور [illegible] عدم جواز کے قائل ہیں۔ اور قیاس جواز استحلاف کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ جو شخص تمام حول وغیرہ کا انکار کرتا ہے وہ فی الحقیقت منکر وجوب ہے۔ اور عام اصول کے تحت قول منکر کا معتبر ہوتا ہے لیکن اس کی قسم کے ساتھ۔ نیز چونکہ یہ صدقہ وعشر عبادات محضہ نہیں بلکہ ان سے حقوق العباد بھی متعلق ہیں لہذا بغیر قسم کے اس کے دعوی کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

بہرحال احادیث باب سے دونوں مذاہب کی تائید ہوتی ہے۔

باب هل يعشر الخمر والخنزير اذا مر بهما الذمي او الحربي على العاشر؟

٤٠٦٢ - حدثنا عبدالرحمن عن سفيان بن سعيد عن ابراهيم بن عبدالاعلى الجعفي عن سويد بن غفلة قال: بَلَغَ عُمَرَ بن الْخَطَّابِ رضي الله عنه اَنَّ نَاسًا يَاْخُذُوْنَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْخَنَازِيْرِ وَقَامَ بِلَالٌ فَقَالَ: اِنَّهُمْ لَيَفْعَلُوْنَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا تَفْعَلُوْا، وَلُّوْهُمْ بَيْعَهَا"۔ وحدثنا الانصاری محمد بن عبدالله عن اسرائيل عن ابراهيم بن عبدالاعلى عن سويد بن غفلة ان بلالا رضي الله عنه قال لعمر بن الخطاب رضي الله عنه اِنَّ عُمَّالَكَ يَاْخُذُوْنَ الْخَمْرَ وَالْخَنَازِيْرَ فِي الْخَرَاجِ، فَقَالَ: لَا تَاْخُذُوْهَا مِنْهُمْ، وَلٰكِنْ وَلُّوْهُمْ بَيْعَهَا، وَخُذُوْا اَنْتُمْ مِنَ الثَّمَنِ" اخرجه ابو عبيد في "الاموال" (ص ٥٠) والسندان صحيحان كلاهما وروى احمد باسناده عن سويد بن غفلة في قول عمر رضي الله عنه "وَلُّوْهُمْ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيْرِ بعشرها"۔ قال احمد: اسناد جيد كذا في "المغني" (١٠: ٦٠٠)۔

٤٠٦٣ - حدثنا اسرائيل بن يونس عن ابراهيم بن عبدالاعلى، قال: "سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ يَقُوْلُ: حَضَرْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَقَدِ اجْتَمَعَ اِلَيْهِ عُمَّالُهُ، فَقَالَ: يَا هٰؤُلَاءِ! بَلَغَنِيْ اَنَّكُمْ

باب اگر ذمی یا حربی شراب یا خنزیر لے کر عاشر کے پاس سے گذرے تو کیا ان کا عشر بھی لیا جائے گا؟

۴۰۶۲۔ سوید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو یہ بات پہنچی کہ لوگ جزیہ میں خنزیر لیتے ہیں اور بلالؓ بھی کھڑے ہوکر (حضرت عمرؓ سے) فرمانے لگے کہ واقعی لوگ ایسا کرتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ (اے مسلمانو!) تم ایسا نہ کرو بلکہ ان کی بیع ان (ذمیوں) کے ہی سپرد کردو۔ اور ایک دوسری سند کے ساتھ سوید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ آپ کے عامل (جزیہ وغیرہ وصول کرنے والے) شراب اور خنزیر بھی خراج میں وصول کرتے ہیں اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ چیزیں ان سے نہ لو۔ بلکہ ان کی بیع ان کے ہی سپرد کرو۔ اور تم (جزیہ کے طور پر) ان کی قیمتوں میں سے لے لو۔ (کتاب الاموال)۔ دونوں سندیں صحیح ہیں۔ اور مسند احمد میں بھی ایک سند جید کے ساتھ مروی ہے کہ سوید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شراب وخنزیر کی بیع ان (ذمیوں) کے ہی حوالے کردو (لیکن) ان کے عشر کے ساتھ (یعنی قیمتوں میں سے ان کا عشر لے لیا کرو)۔

۴۰۶۳۔ ابراہیم بن عبدالاعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سوید بن غفلہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں حضرت عمرؓ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جبکہ آپؓ کے پاس آپ کے عامل جمع تھے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اے عاملو! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم جزیہ میں مردار، خنزیر اور شراب لیتے ہو۔ اس پر حضرت بلالؓ بولے کہ ہاں! یہ عامل ایسا کرتے ہیں۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو بلکہ ان کی بیع ان کے

حذُوْنَ فِيْ الْجِزْيَةِ الْمَيْتَةَ وَالْخِنْزِيْرَ وَالْخَمْرَ؟ فَقَالَ بِلَالٌ: اَجَلْ! اِنَّهُمْ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا تَفْعَلُوْا، وَلٰكِنْ وَلُّوْا اَرْبَابَهَا بَيْعَهَا، ثُمَّ خُذُوْا الثَّمَنَ مِنْهُمْ"، رواه الامام ابو یوسف فی الخراج" له (ص ۱٥۱)، و سنده صحیح۔

باب یؤخذ من التغلبی اذا مر علی العاشر نصف العشر کسائر اهل الذمة لا العشر

٤٠٦٤- حدثنا شریك عن ابراهیم بن المهاجر عن زیاد بن حدیر قال: "بَعَثَنِیْ عُمَرُ اِلٰی نَصَارٰی بَنِیْ تَغْلَبَ وَاَمَرَنِیْ اَنْ آخُذَ نِصْفَ عُشْرِ اَمْوَالِهِمْ"، رواه ابن ابی شیبة فی المصنف" (ص ٥٠)، وسنده حسن۔

٤٠٦٥- حدثنا اسرائیل عن ابراهیم بن المهاجر حدثنی زیاد بن حدیر قال: "كَتَبَ

(یعنی کافروں) کے سپرد کردو پھر (جزیہ میں) ان سے قیمت وصول کرو۔ (کتاب الخراج لابی یوسف)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بعینہ شراب اور خنزیر کو جزیہ کے طور پر لینا درست نہیں۔ بلکہ ان کی قیمتوں کو جزیہ کے طور پر لیا جائے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

باقی وہ حدیث جس میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چیز حرام کرتے ہیں تو اس کی خرید و فروخت اور اس کی قیمت کا کسب بھی حرام کردیتے ہیں تو یہ حدیث مسلمانوں کے بارے میں ہے۔اور کفار کے بارے میں ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ جوان کے مال ہے ہم ان کی قیمت ان سے وصول کرلیں۔ کیونکہ یہ حدیث مسلمان اور غیر مسلم سب کو شامل ہوتی تو حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ دیگر صحابہ کی معیت میں قطعاً یہ نہ کہتے کہ ان کی بیع کفار خود کریں اور ان کی قیمتوں میں سے جزیہ لے لو۔

باب۔ دیگر ذمیوں کی طرح تغلبی جب عاشر کے پاس سے گذریں تو ان سے بھی نصف عشر لیا جائے گا نہ کہ عشر

۴۰۶۴۔ زیاد بن حدیر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے بنو تغلب کے نصاریٰ کی طرف (عاشر) بنا کر بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ ان کے مالوں میں سے نصف عشر وصول کروں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند حسن ہے۔

۴۰۶۵۔ زیاد بن حدیر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے لکھا کہ میں بنو تغلب کے نصاریٰ سے نصف عشر (بیسواں حصہ)

اِلَیَّ عُمَرُ اَنْ آخُذَ مِنْ نَصَارٰی بَنِیْ تَغْلَبَ نِصْفَ الْعُشْرِ وَلَا آخُذَ مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مُعَاهِدٍ شَیْئًا" اخرجه یحیی بن آدم فی "الخراج" له (ص۶۵)، و سنده حسن ایضا۔

۴۰۶۶- حدثنا سفیان بن سعید عن ابراهیم بن المهاجر قال: سَمِعْتُ زِیَادَ بْنَ حُدَیْرٍ یَقُوْلُ: "اَنَا اَوَّلُ مَنْ عَشَرَ فِی الْاِسْلَامِ۔ قَالَ: وحدثنی رجل عنه اَنَّهٗ کَانَ یَاْخُذُ مِنْ بَنِیْ تَغْلَبَ نِصْفَ الْعُشْرِ"، اخرجه یحیی بن آدم (ص۶۶)، و سنده حسن۔

۴۰۶۷- حدثنا ابو معاویة حدثنا ابو اسحاق الشیبانی عن السفاح عن داود بن کردوس "قال صَالَحْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ بَنِیْ تَغْلَبَ بَعْدَمَا قَطَعُوْا الْفُرَاتَ وَاَرَادُوْا اللُّحُوْقَ بِالرُّوْمِ عَلٰی اَنْ لَّا یَصْبَغُوْا صِبْیَانَهُمْ وَلَا یُکْرِهُوْا عَلٰی دِیْنٍ غَیْرِ دِیْنِهِمْ، وَعَلٰی اَنَّ عَلَیْهِمُ الْعُشْرَ مُضَاعَفًا مِنْ کُلِّ عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ"، رواه ابو عبید فی "الاموال" (ص۲۸) و سنده حسن والسفاح هو ابن مطرف الشیبانی، کما فی "المحلی" لابن حزم (۶:۱۱۱) و"المصنف" لابن ابی شیبة (ص۵۰)، والسفاح و داود بن کردوس، ذکرهما ابن

لوں۔اور (یہ بھی لکھا کہ) کسی مسلمان یا معاہد سے کچھ نہ لوں۔

۴۰۶۶۔ ابراہیم بن مہاجر فرماتے ہیں کہ میں نے زیاد بن حدیر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اسلام میں عشر وصول کیا۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے مجھے بیان کیا کہ زیاد بن حدیر بنوتغلب سے نصف عشر لیا کرتے تھے۔ (یحیی بن آدم) اس کی سند حسن ہے۔

۴۰۶۷۔ داؤد بن کردوس فرماتے ہیں کہ جب بنوتغلب دریائے فرات کو پار کر کے روم کے ساتھ مل جانے کا ارادہ کر رہے تھے تو میں نے بنوتغلب کی طرف سے عمرؓ سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ اپنے بچوں کو رنگ نہیں لگائیں گے (یعنی وہ اپنے بچوں کو بپتسمہ نہیں دیں گے) اور ان کو ان کے دین کے علاوہ کسی اور دین کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اور اس شرط پر کہ ان (تغلبیوں) پر دو چند عشر ہوگا یعنی ہر بیس درہم میں ایک درہم۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان آثار و روایات سے صراحۃً معلوم ہو رہا ہے کہ بنوتغلب کے نصاریٰ سے نصف عشر لیا جائے گا اور بچوں کو رنگنے سے مراد یہ ہے کہ نصرانیوں نے ایک زرد رنگ بنا رکھا تھا اور ان کے ہاں یہ دستور تھا کہ جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا یا کوئی

...ن في "الثقات"، كما في "التهذيب" (٤: ١٠٦) و (٢: ٢٥٥) و "اللسان"۔

باب اخذ العشر من اهل الحرب بمثل ما ياخذون منا وعدم الاخذ منهم عند عدمه منا

٤٠٦٨- عن ابي اسامة عن سعيد عن قتادة عن ابي مجلز "اَنَّ عُمَرَ بَعَثَ عُثْمَانَ بْنَ حنيف فَجَعَلَ عَلى اَهْلِ الذِّمَّةِ فِيْ اَمْوَالِهِمِ الَّتِيْ يَخْتَلِفُوْنَ بِهَا فِيْ كُلِّ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا ... كتب بذلك الى عمر فرضي واجازه وقال لعمر: كَمْ تَأمُرُنَا اَنْ نَأخُذَ مِنْ تُجَّارِ اَهْلِ الْحَرْبِ؟ ... "كَمْ يَاْخُذُوْنَ مِنْكُمْ اِذَا اَتَيْتُمْ بِدَارِهِمْ؟ قَالُوْا: الْعُشْرَ قَالَ: فَكَذٰلِكَ فَخُذُوْا مِنْهُمْ"۔ رواه ... ابي شيبة في "المصنف" (ص ٥١)۔ ورجاله ثقات، مع ما فيه من الانقطاع بين ابي مجلز و ... عمر رضي الله عنه

٤٠٦٩- حدثنا عاصم بن سليمان عن الحسن "قَالَ: كَتَبَ اَبُوْمُوْسٰى الاشعريُّ

... ین میں آتا تو اس کو رنگ میں غوطہ دے کر کہتے کہ نصرانی پاکیزہ نصرانی ہو گیا تو بنوتغلب کو اس کام سے روکا گیا کہ آئندہ ان کو اس ... کی اجازت نہ ہوگی۔

باب۔ اہل حرب سے اتنا ہی ٹیکس لیا جائے گا جتنا وہ ہم سے لیتے ہیں اور ان کے نہ لینے کی صورت میں ہم بھی ان سے کچھ نہ لیں گے۔

۴۰۶۸۔ ابومجلز سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو (عاشر بنا کر) بھیجا اور عثمان نے ذمیوں پر ان کے اس مال میں جو وہ لے جاتے اور لے آتے (یعنی جس سے وہ کاروبار کرتے) ہر بیس درہم میں ایک درہم مقرر کیا اور اس بارے میں عثمان نے حضرت عمرؓ کو لکھا تو وہ (اس مقدار پر) راضی ہو گئے اور اس کی اجازت دیدی پھر حضرت عثمان نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ حربیوں سے کتنا لینے کا آپ ہمیں حکم فرماتے ہیں؟ تو (جواب میں) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب تم درہم لے آؤ تو وہ تم سے کتنا لیتے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ دسواں حصہ۔ آپؓ نے فرمایا کہ تم بھی ان سے اتنی مقدار لو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۴۰۶۹۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہماری طرف سے مسلمان تاجر ... حرب جاتے ہیں تو وہ (اہل حرب) ان (مسلمانوں) سے عشر (یعنی دسواں حصہ) لیتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کی (یعنی ابوموسیٰ اشعریؓ کی) طرف لکھا کہ آپ بھی ان (اہل حرب) سے اتنا ہی وصول کریں جتنا کہ وہ مسلمان تاجروں سے لیتے ہیں۔ اور

(رضی اللہ عنہ) اِلی عُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ (رضی اللہ عنہ) اَنَّ تُجَارًا مِنْ قِبَلِنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَأْتُوْنَ اَرضَ الْحَرْبِ فَيَأْخُذُوْنَ مِنْهُمُ الْعُشْرَ قَالَ: فَكَتَبَ اِلَيْهِ عُمَرُ: خُذْاَنْتَ مِنْهُمْ كَمَا يَأْخُذُوْنَ مِنْ تُجَّارِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَخُذْ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ نِصْفَ الْعُشْرِ وَمِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا، وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ الْمِائَتَيْنِ شَيْءٌ، فَاِذَا كَانَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، وَمَا زَادَ فَبِحِسَابِهٖ"، رواه الامام ابو يوسف فی "الخراج" له (ص١٦١)، وهو مرسل صحيح، و مراسيل الحسن لا يكاد يسقط منها شیء، و عاصم هذا هو الاحول من رجال الجماعة ثقة(تقريب ص ٩٣)۔

٤٠٧٠- حدثنا عبدالملك بن جريج، عن عمرو بن شعيب "اَنَّ اَهْلَ منبج، قَوْمٌ مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ وَرَاءَ الْبَحْرِ، كَتَبُوْا اِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ دَعْنَا نَدْخُلْ اَرْضَكَ تُجَّارًا وَتُعَشِّرُنَا قَالَ: فَشَاوَرَ عُمَرُ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ ذٰلِكَ، فَاَشَارُوْا عَلَيْهِ بِهٖ فَكَانُوْا اَوَّلَ مَنْ عُشِرَ مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ"، رواه الامام ابو يوسف فی "الخراج" له (ص١٦١)، وهو مرسل صحيح فابن جريج لا يسال عنه، و عمرو بن شعيب ثقة۔

ذمیوں سے بیسواں حصہ اور مسلمانوں سے ہر چالیس درہم میں ایک درہم وصول کریں۔ اور دو سو درہموں سے کم میں کوئی چیز واجب نہیں۔ پس جب دو سو درہم ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم ہیں اور پھر جو دو سو سے زیادہ ہوں تو ان میں اسی (چالیسواں حصہ) کے حساب سے (واجب) ہے (کتاب الخراج لابی یوسف)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور مراسیل حسن مقبول ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حربیوں سے مجازاۃ کے طریقے پر ٹیکس لیں گے۔ یعنی جتنا وہ مسلمان تاجروں سے لیں گے اتنا ہی ہم ان کے تاجروں سے لیں گے۔ ہاں اگر وہ ہم سے کچھ نہ لیں تو ہم بھی ان سے کچھ نہ لیں گے۔

۴۰۷۰۔ عمرو بن شعیبؒ سے مروی ہے کہ اہل منبج نے جو دریا کے پار ایک حربی قوم ہے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ آپؓ ہمیں اپنے ملک (دارالاسلام) میں تجارت کی غرض سے داخل ہونے کی اجازت دیں اور ہم سے عشر لے لیا کریں۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس پر حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے آپؓ کو اس طرح کرنے کا مشورہ دے دیا (یعنی اہل حرب کی تجویز اور درخواست منظور کر لی جائے) تو اہل منبج وہ پہلے حربی ہیں جن سے (اسلام میں) عشر لیا گیا۔ (کتاب الخراج لابی یوسف)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اہل حرب سے عشر لینا امر تعبدی نہیں کہ جس میں کمی یا زیادتی نہ کی جا سکے۔

باب يؤخذ العشر من المراة اذا مرت على العاشر بتجارة لا من العبد ولو مكاتبا وكذلك الامة

٤٠٧١- حدثنا عمرو بن سيمون بن مهران عن ابيه عن جدته قالت: "مَرَرْتُ عَلٰى مَسْرُوْقٍ بِالسِّلْسِلَةِ(سوضعٌ عَلٰى اَشطٍ)، وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ بِتِجَارَةٍ عَظِيْمَةٍ، فَقَالَ لَهَا: مَا اَنْتِ؟ قالت: مُكَاتَبَةٌ، وَكَانَتْ اَعْجَمِيَّةً - وَكَلَّمَهَا التَّرْجَمَانُ فَقَالَتْ لَهُ بِالْفَارِسِيَّةِ: مُكَاتَبَةٌ فَاَخْبَرَهُ فقال: لَيْسَ عَلٰى مَالِ مَمْلُوْكٍ زَكَاةٌ، فَخَلّٰى سَبِيْلَهَا" اخرجه الامام ابو يوسف في "الخراج" (ص١٦٣) و عمرو بن سيمون سن رجال الجماعة ثقة، وابوه من رجال مسلم والاربعة ثقة، وجده مهران صحابي، كما في "الاصابة" (٦-١٤٧) ذكره البخاري في "الصحابة" وسهران جدته صحابية ايضاً ولا اقل من ان تكون تابعيةً ثقة فالاثر حسن الاسناد واخرجه ابوعبيد في الاموال(ص ٤٦٢)، حدثنا ابن ابي زائدة و يزيد بن هارون عن عمرو بن سيمون

باب۔ اگر آزاد عورت تجارۃ کی نیت سے عاشر کے پاس سے گذرے تو اس سے بھی ٹیکس لیا جائے گا لیکن باندی اور غلام سے (خواہ وہ مکاتب ہو) ٹیکس نہیں لیا جائے گا

۴۰۷۱۔ عمرو بن میمون اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ (خود) سلسلہ مقام پر مسروق (محصل) کے پاس سے ایک بڑی تجارت کے ساتھ گذری جبکہ وہ مکاتبہ تھی تو مسروق نے اس سے کہا کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا کہ مکاتبہ ہوں اور میری والدہ فرماتی ہیں کہ) وہ عجمی تھیں اس لئے ترجمان نے اس سے بات کی۔ میں نے اس سے فارسی میں کہا کہ مکاتبہ ہوں تو ترجمان نے خبر دی تو مسروق نے کہا کہ مملوک کے مال پر زکوٰۃ نہیں پس اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ (کتاب الخراج لابی یوسف)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں لہٰذا یہ حدیث کم از کم حسن ہے۔ اور ابوعبید نے کتاب الاموال میں اپنی سند کے ساتھ عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے کہ ان کی دادی نے فرمایا سلسلہ مقام پر ایک عورت، مسروق (جو کہ محصل تھے) کے پاس سے گذری۔ الحدیث اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: مسروق کا "ما انتِ؟" کہنا اور یہ کہنا کہ "مملوک کے مال میں زکوٰۃ نہیں" اس بات دلالت کرتا ہے کہ عورت سے ٹیکس لیا جائے گا بشرطیکہ وہ مکاتبہ یا مملوکہ نہ ہو۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر ما انتِ کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ اور مسروق کبار تابعین میں سے ہیں۔ ان جیسوں کے اقوال ہمارے نزدیک حجت ہیں بشرطیکہ اپنے مافوق (یعنی صحابی) کے قول سے معارض اور متصادم نہ ہوں۔

بن مهران عن ابیه قال: مَرَّتْ اِمْرَأَةٌ عَلٰی مَسْرُوْقٍ بِالسِّلْسِلَةِ فَذَكَرَهُ، وهذا اسناد صحیح۔

باب ارض العرب کلها عُشْریة لا خراجیة

٤٠٧٢- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اِشْتَدَّ الْوَجَعُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَوْصٰی عِنْدَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثٍ: «اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ»، الحدیث متفق علیه (التلخیص الحبیر ۱:۳۷۹)۔

٤٠٧٣- عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: «آخِرُ مَا عَهِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ لَّا يُتْرَكَ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ دِيْنَانِ»۔ اخرجه احمد من طریق ابن اسحاق حدثنی صالح بن کیسان عن الزهری عن عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبة عن عائشة و رواه مالك فی "الموطا" عن ابن شهاب مرسلا، و عن عمر بن عبدالعزیز انه قال: "بَلَغَنِیْ اَنَّهٗ كَانَ مِنْ آخِرِ مَا تَكَلَّمَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (۱:۳۷۸)، ووصله صالح بن ابی الاخضر عن الزهری عن سعید عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ اخرجه اسحاق فی "مسنده" (التلخیص الحبیر ۱:۳۷۸)۔

٤٠٧٤- وقال الامام ابو یوسف: قَدْ بَلَغَنَا : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ افْتَتَحَ فُتُوْحًا مِنَ الْاَرْضِ

فائدہ: ہمارے نزدیک حربی بچے سے اس صورت میں ٹیکس لیا جائے گا جبکہ وہ بھی ہمارے بچوں سے ٹیکس لیتے ہوں اور اگر وہ ہمارے بچوں سے کچھ نہ لیتے ہوں تو ہم بھی ان کے بچوں سے کچھ نہیں لیں گے۔ کیونکہ اہل حرب کا معاملہ ٹیکس میں مجازات کے طریق پر ہے۔

باب۔ عرب کی تمام زمین عشری ہے، خراجی نہیں

۴۰۷۲۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کو تکلیف سخت ہوئی اور آپ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت تین باتوں کی وصیت کی (جن میں سے ایک یہ تھی کہ) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔ (بخاری و مسلم)۔

۴۰۷۳۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آخری نصیحت حضور ﷺ نے یہ فرمائی کہ جزیرۂ عرب میں دو دین (اسلام و کفر) نہ چھوڑے جائیں۔ (یعنی جزیرۂ عرب میں کفر کا نام نہیں رہنا چاہیے)۔ (مسند احمد)۔ اور موطا مالک میں ابن شہاب سے مرسلاً اور عمر بن عبدالعزیز سے موقوفاً مروی ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ (مذکورہ بالا حدیث) آخری بات ہے جس کا حضور ﷺ نے تکلم فرمایا۔ اور مسند اسحاق میں ہے کہ صالح بن ابی الاخضر، زہری سے بواسطہ سعیدؒ اور ابو ہریرہؓ اس حدیث کو متصلاً بھی روایت کرتے ہیں۔

۴۰۷۴۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے عرب زمین میں فتوحات حاصل کیں تو ان تمام زمینوں

عربية فوضع عليها العشر، ولم يجعل على شيء منها خراجا (كتاب الخراج ص٦٩٨)۔

قلت: وبلاغاته حجة عندنا، كما مر في الاصول۔

باب ارض السواد وارض الشام و مصر

كلها خراجية دون ما اختطه المسلمون او اقطعه الامام احدا منهم

٤٠٧٥- عن مالك عن زيد بن اسلم عن ابيه قال: قال عمر رضی اللہ عنہ: "لولا آخر المسلمين ما فتحت قرية إلا قسمتها بين أهلها كما قسم النبي ﷺ خيبر"۔ رواه البخاري و لفظ ابن

عشر مقرر کیا اوران میں سے کسی زمین پر بھی خراج مقرر نہیں فرمایا۔ (کتاب الخراج) امام ابو یوسفؒ کے بلاغات ہمارے نزدیک حجت ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عرب کی تمام زمین عشری ہے۔ ان میں سے کچھ حصہ بھی خراجی نہیں۔ کیونکہ جب عرب کی زمین پر کفروشرک باقی نہیں رہ سکتا تو خراج بھی مقرر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خراج کے مقرر کرنے کی شرط میں سے ہے کہ اس زمین والے کفر پر باقی رکھے جائیں گے جیسا کہ سوادِ عراق میں خراج مقرر کیا گیا اور ان کے مالکوں کو کفر پر رہنے کی اجازت دی گئی۔ لیکن مشرکینِ عرب کو صرف دو باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار ہے یا تو اسلام قبول کرلیں یا جہاد کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور کفر پر باقی رہنے کی (جو کہ شرط ہے خراج کے مقرر کرنے کی) اجازت نہیں۔ اور کتاب الخراج میں امام ابو یوسفؒ نے اس مسئلہ پر تفصیل سے کلام فرمایا ہے جس میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہے۔ گویا عرب کی زمین کے عشری ہونے پر صحابہ کا اجماع ہے جو بطورِ حجت کافی ہے۔ اور یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج میں بھی اس کی صراحت ہے کہ عرب کی تمام زمین عشری ہے۔

فائدہ: یعقوب بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے مغیرہ بن عبدالرحمٰن سے جزیرۂ عرب کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حجاز، مکہ، مدینہ، نجران، طائف، یمامہ اور یمن کا نام جزیرۂ عرب ہے۔ (بخاری وکتاب الخراج لابی یوسف)۔

باب۔ سوادِ شام اور مصر کی تمام زمین خراجی ہے۔ سوائے اس حصے کے جس کی مسلمان حد بندی کرلیں یا جس حصے کو امام مسلمانوں میں سے کسی کو جاگیر کے طور پر دیدے

۴۰۷۵۔ زید بن اسلم سے مروی ہے کہ ان کے باپ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے (شام کے علاقہ میں فتح کے موقعہ پر) فرمایا کہ اگر بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو جتنے شہر بھی فتح ہوتے جاتے ہیں انہیں غازیوں میں تقسیم کرتا جاتا۔ جیسا کہ حضور

ادریس عن مالك عند الاسماعیلی: "مَا افْتَتَحَ الْمُسْلِمُوْنَ قَرْيَةً مِنْ قُرَى الْكُفَّارِ اِلَّا قَسَمْتُهَا سُهْمَانًا لٰكِنْ اَرَدْتُ اَنْ يَكُوْنَ جِزْيَةً تُجْرٰى عَلَيْهِمْ" وروی البیهقی من وجه آخر عن ابن وهب عن مالك فی هذه القصة بلفظ: لَمَّا افْتَتَحَ عُمَرُ الشَّامَ قَامَ اِلَيْهِ بِلَالٌ فَقَالَ: لَتَقْسِمَنَّهَا اَوْ لَنُضَارِبَنَّ عَلَيْهَا بِالسَّيْفِ فَقَالَ عُمَرُ: فَذَكَرَهُ (فتح الباری ١٤:٥)۔

٤٠٧٦- قال محمد بن اسحاق عن الزهری، "قال: افْتَتَحَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی الله عنه الْعِرَاقَ كُلَّهَا اِلَّا خَرَاسَانَ وَالسِّنْدَ، وَافْتَتَحَ الشَّامَ كُلَّهَا وَمِصْرَ اِلَّا اَفْرِيْقِيَّةَ فَافْتُتِحَتَا فِیْ زَمَنِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو (غازیوں میں) تقسیم فرمایا (بخاری) اور اسماعیلی کے پاس ایک سند سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ کفار کے جو شہر بھی مسلمانوں نے فتح کیے وہ میں نے ان غازیوں میں ہی تقسیم کر دیے لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ ان پر خراج جاری کیا جائے اور بیہقی نے ایک دوسری سند سے ان الفاظ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے شام کا علاقہ فتح کیا تو حضرت بلالؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یا تو آپؓ اسے غازیوں میں تقسیم فرمائیں یا پھر ہم اس پر ایک دوسرے سے تلواروں سے لڑیں گے۔ اس پر حضرت نے (مذکورہ بالا ارشاد) ارشاد فرمایا (الحدیث)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ارضِ شام خراجی ہے۔ نیز صحابہؓ کا شام کی زمین کے خراجی ہونے پر اجماع بھی ہے۔

فائدہ: زمینوں کے فتح کرنے پر صحابہؓ نے اس زمین پر جو احکام نافذ فرمائے وہ کچھ اس قسم کے ہیں۔ (۱) وہ زمین جس کے مالک لوگ خود بخود مسلمان ہو گئے تو وہ صرف عشری ہوگی۔ (۲) وہ زمین جو صلح سے فتح کی گئی تو جس مقدار پر صلح ہوگی بس وہی مقدار ہی ان سے لی جائے گی۔ (۳) جو زمین غلبہ کے ساتھ فتح کی گئی ہو تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ زمین غازیوں میں تقسیم کر دی جائے تو اس صورت میں وہ عشری ہوگی اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ زمین وہاں کے کافروں میں ہی تقسیم کر دی جائے تو اس صورت میں یہ زمین خراجی ہوگی۔ یہ تمام تفصیل انشاء اللہ احادیث سے مختلف ابواب میں ثابت ہو جائے گی۔

۴۰۷۶۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عراق تمام کا تمام فتح کیا سوائے خراسان اور سند کے۔ اور شام اور مصر تمام کا تمام فتح کیا سوائے افریقہ کے۔ اور یہ دونوں (خراسان، سند اور افریقہ) حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتح کیے گئے۔ حضرت عمرؓ نے اہواز اور سواد کا علاقہ بھی فتح کیا تو مسلمانوں نے کہا کہ سواد اور اہواز کے علاقے اور مدن کے مفتوحہ علاقے (غازیوں میں) تقسیم کر دیے جائیں تو اس پر حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے کیا ہوگا۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وافْتَتَحَ عُمَرُ السَّوَادَ وَالْاَهْوَازَ فَاَشَارَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يُّقْسَمَ السَّوَادُ وَ اَهْلُ الْاَهْوَازِ وَمَاافْتَتَحَ مِنَ الْمُدُنِ فَقَالَ لَهُمْ: فَمَا يَكُوْنُ لِمَنْ جَاءَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ؟ فَتَرَكَ الْاَرْضَ وَاَهْلَهَا وَضَرَبَ عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ وَاَخَذَ الْخَرَاجَ مِنَ الْاَرْضِ، رواه الامام ابو يوسف فی الخراج'' له (ص ۳۳)، وهو مرسل حسن وله شواهد۔

٤٠٧٧- حدثنی محمد بن اسحاق عن حارثة بن مضرب عَنْ عُمَرَ بْنِ الخطاب رضی اللہ عنہ اَرَادَ اَنْ يَقْسِمَ السَّوَادَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وفيه: فَقَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ دَعْهُمْ يَكُوْنُوْا مَادَّةً لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ اخرجه الامام ابو يوسف فی ''الخراج'' له (ص ٤٣٠)، وابو عبيد فی ''الاموال'' (ص ٥٩) عن اسماعيل بن جعفر عن اسرائيل عن ابی اسحاق عن حارثة عن عمر رضی اللہ عنہ وهذا سند صحيح موصول، واسماعيل بن جعفر هو الانصاری الزرقی من رجال الجماعة ثقة (تهذيب ١:٢٨٧)۔

٤٠٧٨- حدثنی المجالد بن سعيد عن عامر الشعبی اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ بَعَثَ عُتْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ اِلَى الْبَصْرَةِ، وَكَانَتْ تُسَمّٰى اَرْضَ الْهِنْدِ فَدَخَلَهَا وَنَزَلَهَا قَبْلَ اَنْ يَنْزِلَ سَعْدُ

تب آپؓ نے (وہاں کی) زمین وہاں کے لوگوں کے پاس ہی چھوڑ دی اور ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ اور زمین پر خراج لینے لگے۔ (کتاب الخراج لابی یوسف)۔ یہ حدیث مرسل حسن ہے اور اس کی تائید میں کئی شواہد ہیں۔

۴۰۷۷۔ حارثہ بن مضرب سے حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے سواد (عراق) کا علاقہ (فتح کرکے) مسلمانوں میں تقسیم کرنا چاہا، اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے (حضرت عمرؓ سے) فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو، یہ مسلمانوں کے لئے ذخیرہ ہے گا (یعنی اسے مسلمان غازیوں کے مابین تقسیم نہ کرو بلکہ کفار کے پاس ہی رہنے دو تاکہ ان سے خراج لے کر مسلمانوں کے کاموں میں لگایا جائے)۔ (کتاب الخراج لابی یوسف)۔ اور ابوعبید نے کتاب الاموال میں یہی روایت سند صحیح موصول کے ساتھ نقل کی ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عراق، سواد، اہواز کی زمینیں خراجی ہیں۔ اور ترک الارض واهلها (کہ زمینوں اور ان کے مالکوں (کافروں) کو چھوڑ دو) سے معلوم ہوتا ہے کہ خراجی زمینیں کفار کی ہی مملوک ہونگی۔ اور جو اس کے علاوہ کا قائل ہو تو فعليه البيان۔

۴۰۷۸۔ عامر شعبیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عتبہ بن غزوان کو بصرہ کی طرف بھیجا اور بصرہ کو ارض الھند کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ پس عتبہ بصرہ میں داخل ہوئے اور وہاں پڑاؤ کیا قبل اس کے کہ سعد بن ابی وقاصؓ کوفہ میں آتے۔ اور تحقیق زیادہ ہی وہ شخص ہیں

بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ الْکُوْفَةَ، وَاَنَّ زِیَادَ ابْنَ اَبِیْهِ هُوَ الَّذِیْ بَنٰی مَسْجِدَهَا وَقَصْرَهَا، وَهُوَ الْیَوْمُ فِیْ مَوْضِعِهٖ، وَاَنَّ اَبَا مُوْسٰی الْاَشْعَرِیَّ رضی اللہ عنہ فَتَحَ تَسْتَرَ وَاَصْبَهَانَ، ومهرجانَ قذق، وماه ذبیان، و سعدُ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ مَحَاصِرُ الْمَدَائِنِ، اخرجه الامام ابو یوسف (ص ۷۱)، وهو مرسل حسن و مجالد فیه مقال۔

٤۰۷۹- عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ: ﴿قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنَعَتِ الْعِرَاقُ دِرْهَمَهَا وَقَفِیْزَهَا وَمَنَعَتِ الشَّامُ مُدْیَهَا وَدِیْنَارَهَا، وَمَنَعَتْ مِصْرُ اَرْدُبَهَا وَ دِیْنَارَهَا، وَ عُدْتُّمْ مِنْ حَیْثُ بَدَاْتُمْ وَ عُدْتُّمْ مِنْ حَیْثُ بَدَاْتُمْ وَ عُدْتُّمْ مِنْ حَیْثُ بَدَاْتُمْ۔ شَهِدَ عَلٰی ذٰلِكَ لَحْمُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَدَمُهٗ﴾۔ رواه احمد و مسلم وابوداود (نیل الاوطار۷: ۲۱۸)۔ واخرجه یحیی بن آدم فی "الخراج" له ثم قال یرید من هذاالحدیث ان رسول اللّٰه ﷺ ذکر القفیز والدرهم قبل اَنْ یَضَعَهٗ عُمَرُ عَلَی الْاَرْضِ اه۔

جس نے بصرہ کی مسجد اور وہاں کا محل بنوایا اور وہ آج بھی اسی جگہ ہے۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ نے تستر، اصبہان، مہر جان قذق اور ماہ ذبیان کے علاقے اس حال میں فتح کیے، جب سعد بن ابی وقاصؓ مدائن کا محاصرہ کرنے والے تھے (لہٰذا یہ علاقے خراجی ہیں)۔ (کتاب الخراج لابی یوسف) یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

۴۰۷۹۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ عراق والے اپنے پیمانوں اور دولت کو روک لیں گے۔ اور اہلِ شام اپنے پیمانوں اور دیناروں کو روک لیں گے اور اہل مصر (بھی) اپنے پیمانوں اور دیناروں کو روک لیں گے (یعنی ان ملکوں کی دولت سے ان کے باشندے محروم ہونگے اور وہ سب تمہارے تصرف میں ہوگا لیکن پھر ایک وقت آئے گا کہ) تم ویسے ہی بے دخل ہو جاؤ گے جیسا کہ پہلے تھے۔ تم ویسے ہی بے دخل ہو جاؤ گے جیسا کہ پہلے تھے۔ تم ویسے ہی بے دخل ہو جاؤ گے جیسا کہ پہلے تھے۔ اس حدیث پر ابو ہریرہؓ کا گوشت اور خون گواہ ہے۔ (احمد، ابوداؤد، مسلم) یحییٰ بن آدم یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمینوں پر خراج مقرر کرنے سے قبل ہی حضور ﷺ نے اس کا تذکرہ فرما دیا تھا۔ (یعنی جزیہ بھی حضور ﷺ کی طرف سے مقرر کردہ ہے، کوئی نئی چیز نہیں)۔

فائدہ: یہ نبوت کی علامتوں میں سے ایک بڑی علامت ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے بذریعہ وحی یہ اطلاع کردی کہ یہ علاقے

٤٠٨٠- حدثني ابوالنضر عن شعبة، ولا اعلم الحجاج الا قد حدثنيه ايضاً عن شعبة قال: انبأني الحكم قال: سمعت عمرو بن ميمون يقول: شَهِدْتُ عمرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَأَتَاهُ ابْنُ حُنَيْفٍ فَجَعَلَ يُكَلِّمُهُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَهُ: وَاللّٰهِ لَئِنْ وَضَعْتَ عَلٰى كُلِّ جَرِيْبٍ مِنَ الْاَرْضِ دِرْهَمًا وَقَفِيْزًا مِنْ طَعَامٍ لَا يَشُقُّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ وَلَا يَجْهَدُهُمْ"، رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ٧١)، وسنده صحيح حسن۔

٤٠٨١- حدثنا الصلت بن عبدالرحمن الزبيدي عن محمد بن قيس الاسدي عن الشعبي "اَنَّهُ سُئِلَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ اَهْلِ السَّوَادِ اَلَهُمْ عَهْدٌ؟ فَقَالَ: لَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَهْدٌ، فَلَمَّا رَضِيَ مِنْهُمْ بِالْخَرَاجِ صَارَ لَهُمْ عَهْدٌ" وحدثنا حاتم بن اسماعيل وغيره من اصحابنا عن محمد بن قيس عن الشعبي مثله۔ رواه يحيى بن آدم في "الخراج"(ص ٤٩)۔ والاسناد الثاني صحيح الى الشعبي و مراسيله حجة كما مر في الاصول، و قال يحيى بن آدم: قال شريك : وكان عامر من اخبر الناس بتلك الامور اھ۔ ورواه ابو عبيد في الاموال (ص ١٤٠)حدثنا هشيم عن محمد بن قيس عن الشعبي: قال: لَمْ يَكُنْ لِاَهْلِ السَّوَادِ عَهْدٌ

٤٠٨٠۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ مجھے حکم نے کہا کہ میں نے عمرو بن میمون کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس موجود تھا کہ آپؓ کے پاس عثمان بن حنیفؓ آئے اور آپ سے بات چیت کرنے لگے۔ میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم اگر میں ان کے ایک جریب) پر ایک درہم اور ایک قفیز مقرر کردوں تو یہ ان پر گراں نہیں گذرے گا اور نہ ہی ان کو مشقت میں ڈالے گا۔ (کتاب الاموال)۔ اس کی سند صحیح حسن ہے۔

فائدہ: جریب ایک سو چوالیس مربع گز کی مقدار زمین کو کہا جاتا ہے۔

٤٠٨١۔ شعبیؒ سے مروی ہے کہ ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں اہل سواد کی بابت پوچھا گیا کہ کیا ان کے لئے کوئی معاہدہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کے لئے (پہلے سے) تو کوئی معاہدہ نہیں تھا لیکن جب وہ ان سے خراج لینے پر رضامند ہوگئے تو یہی ان کے لئے معاہدہ ہوگیا۔ اور ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے (یحیی بن آدم فی الخراج) دوسری سند صحیح ہے اور شعبی کے مراسیل حجت ہیں۔ اور کتاب الاموال لابی عبید میں ایک اور سند سے مروی ہے کہ عامر شعبیؒ نے فرمایا کہ اہل سواد کے لئے کوئی معاہدہ نہ تھا لیکن جب ان سے جزیہ لیا جانے لگا تو یہی ان کے لئے معاہدہ ہوگیا۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اہل سواد آزاد اور ذمی تھے۔ کیونکہ جزیہ غلاموں سے نہیں لیا جاتا۔ اس لئے ان کے

فَلَمَّا أُخِذَتْ مِنْهُمُ الْجِزْيَةُ صَارَ لَهُمْ عَهْدٌ اه- وهذا سند صحيح-

٤٠٨٢- حدثنا حسن بن صالح عن ابن ابی لیلی "قَالَ: قَدْ رَدَّ اِلَيْهِمْ عمرُبْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ اَرَاضِيَهُمْ وَصَالَحَهُمْ عَلَى الْخَرَاجِ" رواه یحیی بن آدم فی "الخراج" (٤٩)-

٤٠٨٣- حدثنا عبدالله بن صالح عن عبدالله بن لهيعة عن الحارث بن يزيد- هو ثقة من رجال المسلم، تق- الحضرمی عن علی بن رباح اَنَّ اَبَابَكْرِ الصِّدِّيْقَ بَعَثَ حَاطِبَ ابْنَ اَبِیْ بَلْتَعَةَ اِلَى الْمُقَوْقَسِ بِمِصْرَ، فَمَرَّ عَلَى نَاحِيَةِ قُرْنِ الشَّرْقِيَّةِ فَهَادَنَهُمْ، وَاَعْطَوْهُ فَلَمْ يَزَالُوْا عَلَى ذٰلِكَ حَتّٰى دَخَلَهَا عَمْرُوْ بْنُ الْعَاصِ فَقَاتَلَهُمْ، وَانْتَقَضَ ذٰلِكَ الصُّلْحُ"- رواه ابو عبيد فی "الاموال" (٤٢)، هو مرسل حسن-

٤٠٨٤- حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد عن يزيد بن ابی حبيب: "ان الْمُقَوْقَسَ الَّذِیْ كَانَ عَلَى مِصْرَ كَانَ صَالَحَ عَمْرَوبْنَ الْعَاصِ عَلَى اَنْ يَفْرِضَ عَلَى الْقِبْطِ

غلام ہونے کے قائل غلط فہمی میں ہیں۔

۴۰۸۲۔ ابن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کو ان کی زمینیں لوٹا دیں اور خراج پر ان سے صلح کر لی۔ (کتاب الخراج لیحیی)۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ ارض سواد عشری نہیں بلکہ خراجی ہے اور اپنے اہل کی مملوک ہے۔ یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ ابن مبارکؒ سے مروی ہے کہ سفیان بن سعید نے فرمایا کہ اگر بادشاہ غلبہ سے فتح کی ہوئی زمین وہاں کے باشندوں پر ہی لوٹا دیں تو وہ لوگ مسلمانوں کے ذمی ہونگے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اہل سواد سے کیا تھا اور وہ معاہد بن جائیں گے اور زمین ان کی ملک ہو جائے گی اور وہ اسے بیچنے، اس کے ذریعے قرض ادا کرنے کے حقدار ہونگے اور وہ زمین وراثت میں بھی چلے گی الخ۔

۴۰۸۳۔ علی بن رباح سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حاطب بن ابی بلتعہؓ کو مصر کے حاکم مقوقس کی طرف بھیجا تو حاطب قرن کے مشرقی علاقے پر سے گذرے اور ان سے صلح کر لی اور قرن شرقیہ والوں نے ان کو جزیہ دیا اور یہ سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ حضرت عمرو بن العاصؓ وہاں داخل ہوئے اور ان سے جنگ کی اور اس طرح یہ صلح کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔

یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

۴۰۸۴۔ یزید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ مصر کا بادشاہ (گورنر) مقوقس نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے اس شرط پر صلح کی

دينارين دينارين، فبلغ ذلك هرقل صاحب الروم فتسخطه أشد التسخط، وبعث الجيوش، فغلقوا الاسكندرية، وآذنوا عمرو بن العاص بالحرب فقاتلهم، وكتب إلى عمر بن الخطاب بعد! فإن الله تعالى فتح علينا الاسكندرية عنوة قسرا بلا عهد ولا عقد"، اخرجه ابوعبيد في "الاموال" (ص٧٤٢)، وهو مرسل حسن۔

٤٠٨٥- حدثنا ابن ابي مريم (هو سعيد بن ابي مريم المصري) عن ابن لهيعة اخبرني يزيد بن ابي حبيب عمن سمع عبدالله بن المغيرة بن ابي بردة يقول: "سمعت سفيان بن وهب الخولاني يقول: لما افتتحت مصر بغير عهد قام الزبير فقال: ياعمرو بن العاص! اقسمنها فقال عمرو: لا اقسمها فقال الزبير: لتقسمنها كما قسم رسول الله ﷺ خيبر فقال عمرو: لا اقسمها حتى اكتب إلى أمير المؤمنين، فكتب إلى عمر فكتب إليه عمر أن دعها حتى يغزو منها حبل الحبلة"، رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص٥٨) ايضا ورجاله ثقات الا انه منقطع۔

۔ وہ ہر قبطی پر دو دو دینار مقرر کردیں۔ جب یہ بات (صلح کی اطلاع) بادشاہِ روم ہرقل کو پہنچی تو وہ مقوقس پر بہت ناراض ہوا۔ اور لشکروں کو روانہ کر دیا جنہوں نے اسکندریہ کے راستے بند کر دیے اور حضرت عمرو بن العاصؓ سے اعلان جنگ کر دیا تو اس پر حضرت عمروؓ نے ان سے جنگ کی اور حضرت عمرؓ کو لکھا کہ حمد وصلوٰۃ کے بعد، اللہ نے اسکندریہ کا علاقہ غلبہ اور طاقت کے بل بوتے پر ہمیں فتح کرا دیا ہے بغیر کسی معاہدے اور ضمان کے۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ یہ حدیث مرسل حسن ہے۔ (یعنی اولاً حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ پر صلحاً فتح ہوا اور پھر حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھ پر قہراً فتح ہوا)۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ ارضِ مصر خراجی ہے۔

۴۰۸۵۔ یزید بن ابی حبیب اس شخص سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے عبد اللہ بن المغیرۃ بن ابی بردہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے سفیان بن وہب خولانیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب بغیر کسی معاہدہ کے (بزور وقوت) مصر فتح ہوا تو زبیرؓ (ابن العوام) نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے عمرو بن العاصؓ! اسے (غازیوں کے مابین) ضرور تقسیم فرمائیں۔ اس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ میں اسے تقسیم نہیں کروں گا۔ زبیرؓ نے کہا کہ تمہیں اس علاقہ کو بالضرور تقسیم کرنا ہوگا جس طرح کہ حضور ﷺ نے خیبر کا علاقہ (غانمین میں) تقسیم فرمایا تھا۔ حضرت عمروؓ نے فرمایا کہ میں جب تک امیر المؤمنین کو (اس بارے میں) نہ لکھوں میں اسے تقسیم نہ کروں گا۔ پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کو لکھا تو حضرت عمرؓ نے (جواب میں) انہیں لکھا کہ یہ زمین ایسے ہی چھوڑ دو تاکہ اس سے حاملہ عورتوں کے حمل

٤٠٨٦- حدثنا هشيم بن بشير قال: اخبرنا العوام بن حوشب عن ابراهيم التيمي قال: "لَمَّا افْتَتَحَ الْمُسْلِمُوْنَ السَّوَادَ قَالُوْا لِعُمَرَ: اَقْسِمْهُ بَيْنَنَا فَاِنَّا افْتَتَحْنَاهُ عَنْوَةً قَالَ: فَاَبٰى وَقَالَ: فَمَا لِمَنْ جَاءَ بَعْدَكُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ؟ وَاَخَافُ اِنْ قَسَمْتُهٗ اَنْ تُفَاسِدُوْا بَيْنَكُمْ فِي الْمِيَاهِ- قال: فَاَقَرَّ اَهْلَ السَّوَادِ فِيْ اَرَاضِيْهِمْ وَضَرَبَ عَلٰى رُؤُوْسِهِمُ الْجِزْيَةَ وَعَلٰى اَرَاضِيْهِمُ الطِّسْقَ وَلَمْ يَقْسِمْ بَيْنَهُمْ"، رواه ابوعبيد فی "الاموال" (ص٥٧)، وهذا مرسل صحیح قال ابو عبید: يعنی الخراج-

٤٠٨٧- حدثنا ابو الاسود (المصری) عن ابن لهيعة عن يزيد بن ابی حبیب ان عمر رضی الله عنه كَتَبَ اِلٰى سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَوْمَ افْتَتَحَ الْعِرَاقَ اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَلَغَنِيْ كِتَابُكَ، اَنَّ النَّاسَ قَدْ سَاَلُوْا اَنْ تَقْسِمَ بَيْنَهُمْ غَنَائِمَهُمْ وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ، فَانْظُرْ مَا اَجْلَبُوْا بِهٖ عَلَيْكَ فِي الْعَسْكَرِ مِنْ كُرَاعٍ اَوْ مَالٍ فَاقْسِمْهُ بَيْنَ مَنْ حَضَرَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاتْرُكِ الْاَرَضِيْنَ وَالْاَنْهَارَ

سے پیدا ہونے والے بھی جہاد کریں۔ (یعنی مسلمانوں کی نسلوں کے لئے لی بی رہے اور اس کے ٹیکس اور خراج سے مسلمان زمانوں تک فائدہ اٹھاتے رہیں اور یہ زمین مسلمانوں کے لئے باعثِ قوت بنی رہے)۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اور انقطاع مضر نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مصر کی زمین خراجی ہے۔

۴۰۸۶۔ ابراہیم تیمی فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے سواد کا علاقہ (عراق) فتح کیا تو انہوں نے (اس بارے میں) حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ یہ علاقہ ہمارے درمیان تقسیم کر دیں کیونکہ ہم نے اسے غلبۃً وقہراً (بزور وقوت) فتح کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ لیکن حضرت عمرؓ نے (تقسیم کرنے سے) انکار کر دیا اور فرمایا کہ (تقسیم کی صورت میں) تمہارے بعد آنے والے مسلمانوں کے لئے کیا ہوگا؟ اور مجھے اس بات کا بھی خطرہ ہے کہ اگر میں اسے تقسیم کر دوں تو تم آپس میں پانی پر جھگڑتے رہو گے۔ ابراہیم فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے اہل سواد کو ہی ان کی زمینوں پر بحال رکھا اور ان کے سروں پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کر دیا۔ اور غانمین کے درمیان اس زمین کو تقسیم نہ فرمایا۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سواد کی زمین اہل سواد کی ملک ہے اور خراجی ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۴۰۸۷۔ یزید بن ابی حبیب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فتح عراق کے موقع پر سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا۔ اما بعد! مجھے آپ کا

عنالها لیکُوْنَ ذٰلِكَ فِيْ اَعْطِيَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّا لَوْ قَسَمْنَاهَا بَيْنَ مَنْ حَضَرَلَمْ يَكُنْ لِمَنْ بعدهُمْ شَيْءٌ" رواه ابوعبيد ايضاً في "الاموال" (ص١٥٩)، وهو مرسل صحيح۔

٤٠٨٨- حدثنا قيس بن الربيع عن ابراهيم بن مهاجر عن شيخ من بني زهرة عن عمر رضي الله عنه: اَنَّهُ كَتَبَ اِلٰى سَعْدٍ يُقْطِعُ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ اَرْضًا فَاَقْطَعَهُ اَرْضًا لِبَنِيْ الرَّفِيْلِ فأتي ابْنُ الرَّفِيْلِ عُمَرَ، فَقَالَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! عَلٰى مَا صَالَحْتُمُوْنَا؟ قَالَ: عَلٰى اَنْ تُؤَدُّوْا اِلَيْنَا جِزْيَةَ، وَلَكُمْ اَرْضُكُمْ وَاَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ قَالَ: يَا اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ! اُقْطِعَتْ اَرْضِيْ لِسَعِيْدِ بْنِ زيد؟ قَالَ: فَكَتَبَ اِلٰى سَعْدٍ تُرَدُّ عَلَيْهِ اَرْضُهُ ثُمَّ دَعَاهُ اِلَى الْاِسْلَامِ، فَاَسْلَمَ فَفَرَضَ لَهُ عُمَرُ سبعمائة وَجَعَلَ عَطَائَهُ فِيْ خَثْعَمٍ (ص٥٩)، و قال: اِنْ اَقَمْتَ فِيْ اَرْضِكَ اَدَّيْتَ عَنْهَا مَا كنت تُؤَدِّيْ"۔ رواه يحيى بن آدم في "الخراج" له (ص٦٨)، و سنده حسن ألا ان فيه رجلا لم يسم قال يحيى: وحدثنا شريك و قيس عن جابر عن عامر قال: "اَسْلَمَ الرفيلُ فَاَعْطَاهُ عمرُ

ت موصول ہو چکا ہے اور یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ لوگوں نے (یعنی مجاہدین نے) آپ سے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ آپ ان کے مابین تر مال غنیمت کو اور جو کچھ اللہ نے انہیں اس جنگ میں بطور فیٔ دیا ہے اسے تقسیم فرمائیں۔

لہٰذا آپ یہ دیکھیں کہ لشکر میں جو کچھ انہوں نے مال و جانور جمع کئے ہیں وہ تو ان مسلمانوں میں تقسیم کردیں جو حاضر ہیں (یعنی ...) جائیداد ان مسلمانوں میں تقسیم کردیں جو اس جہاد میں شریک ہوئے) لیکن زمینیں اور نہریں وہاں کے کام کرنے ... (کاشتکاروں کافروں) کے لئے چھوڑ دیں تاکہ یہ زمینیں (بعد میں آنے والے) مسلمانوں کے لئے ذخیرہ ہی رہیں۔ کیونکہ اگر یہ زمینیں بھی ان حاضرین مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردیں تو پھر بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے کچھ نہ بچے گا۔ (کتاب الاموال ابن عبید)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عراقی زمین خراجی ہے اور وہاں کے کافروں کی ملک ہے۔

۴۰۸۸۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو خط لکھا کہ سعید بن زید کو کچھ زمین جاگیر کے طور پر دے دو۔ پس سعد نے بنو رفیل کی زمین سعید کو جاگیر کے طور پر دے دی۔ تو اس پر رفیل کا بیٹا حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا عرض کیا یا امیر المؤمنین! کس شرط پر آپ نے ہم سے صلح کی تھی؟ آپؓ نے فرمایا کہ اس شرط پر کہ تم لوگ ہمیں جزیہ دو گے اور تمہاری زمین، تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہاری ہی ہوگی۔ اس نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین! میری زمین تو سعید بن زید کو جاگیر کے طور پر دے

اَرْضَهٗ بِخَرَاجِهَا وَفَرَضَ لَهٗ اَلْفَيْنِ"۔ وهذا شاهد حسن وللاثر طرق عديدة عند يحيى و عند ابى عبيد فى "الاموال"، و عند ابى يوسف فى الخراج له۔

٤٠٨٩- عن الاحوص بن حكيم "اَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ فَتَحُوْا حِمْصَ لَمْ يَدْخُلُوْهَا بَلْ عَسْكَرُوْا عَلٰى نَهْرِ الْاَرْبَدِ فَاَحْيَوْهُ فَاَمْضَاهُ لَهُمْ عُمَرُ وَعُثْمَانُ، وَقَدْ كَانَ مِنْهُمْ نَاسٌ تَعَدَّوْ اِذْذَاكَ اِلٰى جِسْرِ الْاَرْبَدِ الَّذِىْ عَلٰى بَابِ الرستنِ فَعَسْكَرُوْا فِىْ مَرْجِهٖ مُسْلَّحَةً لِمَنْ خَلْفَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَلَمَّا بَلَغَهُمْ مَا اَمْضَاهُ عُمَرُ لِلْعَسْكَرِيْنَ عَلٰى نَهْرِ الْاَرْبَدِ سَاَلُوْا اَنْ يُشْرِكُوْهُمْ فِىْ تِلْكَ الْقَطَائِعِ، وَكَتَبُوْا اِلٰى عُمَرَ فِيْهِ، فَكَتَبَ اَنْ يُعَوِّضُوْا بِمِثْلِهٖ مِنَ الْمُرُوْجِ الَّتِىْ كَانُوْا عَسْكَرُوْا فِيْهَا عَلٰى بَابِ الرَّسْتَنِ، فَلَمْ تَزَلْ تِلْكَ الْقَطَائِعُ عَلٰى شَاطِئِ الْاَرْبَدِ، وَعَلٰى بَابِ حِمْصَ، وَعَلٰى بَابِ الرستنِ مَاضِيَةً لِاَهْلِهَا لَاخَرَاجَ عَلَيْهَا تُؤَدِّىْ الْعُشْرَ"، رواه ابن عائد فى "كتابه" باسناده قاله الموفق فى "المغنى" (ص٥٨٩)۔

دی گئی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر آپؓ نے سعد کو لکھا کہ اس کی زمین اسے لوٹا دی جائے پھر آپؓ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے اس کے لئے سات سو مقرر کر دیے۔ اور اس کے عطیہ کو ختعم میں مقرر کر دیا۔ (ص ۵۹) اور آپؓ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر آپ اپنی زمین میں رہنا چاہیں تو آپ وہی ادا کرتے رہیں گے جو آپ ادا کرتے تھے۔ اسے یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ یحییٰ ہی اپنی سند سے جابر بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شخص رفیل اسلام لے آیا تو حضرت عمرؓ نے خراج کے ساتھ ہی اس کی زمین اس کو دے دی اور اس کے لئے دو ہزار مقرر کئے۔ اس اثر کے کئی طرق اور سندیں ہیں کتاب الخراج لابی یوسف اور کتاب الاموال لابی عبید میں۔

فائدہ: حضرت عمرؓ کے فرمان کہ "تم جزیہ دو اور زمین وغیرہ تمہارے ہیں" سے معلوم ہوا کہ زمین ان کی ملکیت ہے۔ اور آپؓ کے فرمان کہ "اگر آپ اس زمین میں رہیں تو آپ وہی دیتے رہیں گے جو آپ دیتے تھے" سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کا خراج مالک کے اسلام لانے سے ساقط نہیں ہو جاتا ہے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

۴۰۸۹۔ احوص بن حکیم سے مروی ہے کہ جن مسلمانوں نے حمص کا علاقہ فتح کیا وہ حمص میں داخل نہ ہوئے بلکہ نہر اربد پر وہ جمع ہوئے اور اس (بنجر علاقے) کو آباد کیا اس لئے حضرت عمرؓ و عثمانؓ نے یہ علاقہ ان کو دے دیا۔ ان (فاتحین حمص) میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو نہر اربد سے اربد کے پُل تک تجاوز کر گئے جو باب رستن پر تھی اور وہ اپنے پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں کے لئے ایک چراگاہ میں مسلح

٤٠٩٠- حدثنا الحسین بن جنید الدامغانی ثنا عتاب بن زیاد المروزی ثنا ابو حمزة (السکری ثقة- مؤلف)، سمعت مغیرة الازدی یحدث عن محمد بن زید عن حیان الاعرج عن العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ قال: بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَی الْبَحْرَیْنِ اَوْ اِلٰی هَجَرَ فَكُنْتُ آتِیْ الْحَائِطَ یَكُوْنُ بَیْنَ الْاِخْوَةِ یُسْلِمُ اَحَدُهُمْ فَاٰخُذُ مِنَ الْمُسْلِمِ الْعُشْرَ، وَالْمُشْرِكِ الْخَرَاجَ"۔ رواہ ابن ماجة (ص١٣٣)؛ و فیه انقطاع بین حیان الاعرج و بین العلاء، فان الاعرج هذا من اتباع التابعین، کما فی "التهذیب" (٦٨:٣)، وهذا مرسل لا باس به، فانه لیس فیه من اجمع علی ترکه۔

۔۔۔جمع ہوئے۔ جب ان کو یہ بات پہنچی کہ حضرت عمرؓ نے نہر ار بد پر جمع ہو جانے والوں کے لئے وہ زمین الاٹ کردی ہے تو انہوں نے نہر ۔۔۔ وں سے درخواست کی کہ وہ انہیں بھی ان جاگیروں میں شریک کریں۔ تب انہوں نے اس بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا تو انہوں نے ۔۔۔ب میں فرمایا کہ ان لوگوں کو اس کے عوض اس جیسی اور چراگاہیں باب رستن میں دے دو جہاں یہ جمع ہوئے تھے۔ اور یہ زمین کے ٹکڑے ۔۔۔ کے کنارے باب حمص اور باب رستن پر وہاں والوں کی ملکیت کے طور باقی رہے اور ان پر کسی قسم کا خراج نہیں تھا بلکہ وہ عشر دیتے ۔۔۔ اسے ابن عائذ نے اپنی کتاب میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے باب کا آخری جزء ثابت ہوا کہ اگر قہراً فتح کی ہوئی زمین میں سے کچھ حصہ امیر کسی مسلمان کو علیحدہ ۔۔۔ جاگیر کے طور پر دے دے یا مسلمان اس کی حد بندی کر کے اسے اپنے قبضہ میں لے لیں تو اس میں عشر ہی ہوتا ہے اور خراج نہیں ہوتا۔ ۔۔۔ یہ صورت بھی مثلِ تقسیم کے ہے اور اگر قہراً حاصل کی ہوئی زمین مسلمانوں میں تقسیم کردی جائے تو وہ عشری ہوتی ہے۔ دوسرے اس لئے ۔۔۔ ابتداءً مسلمانوں پر عشر کا وظیفہ ہی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ اور ابتداءً وظیفہ مقرر کرنا ہو تو کافروں پر خراج کا وظیفہ مقرر کیا جاتا ہے۔

۴۰۹۰۔ علاء بن حضرمی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے بحرین یا ہجر مقام کی طرف (عشر و خراج کی وصولی کے لئے) بھیجا ۔۔۔ب میں کسی ایسے باغ پر پہنچتا جو ایسے بھائیوں کے درمیان مشترک ہوتا جن میں بعض مسلمان (اور بعض مشرک) ہوتے تو میں ۔۔۔ن (بھائی) سے عشر اور مشرک سے خراج وصول کرتا (ابن ماجہ) یہ حدیث اگرچہ منقطع ہے لیکن انقطاع خیر القرون میں مضر نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو آدمی بطیب نفس مسلمان ہو جائے بغیر کسی قہر کے تو اس کی زمین عشری ہوتی ہے، جبکہ ۔۔۔ ابتداءً مقرر کیا جا رہا ہو، اور خراجی نہیں ہوتی۔ البتہ کافر کی زمین خراجی رہے گی۔ ہدایہ میں ہے کہ ہر وہ زمین جس کے مالک مسلمان ۔۔۔ یں یا جو قہراً فتح کی گئی ہو اور پھر اسے مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا ہو تو وہ عشری ہوگی کیونکہ مسلمان پر ابتداءً وظیفہ مقرر کرتے وقت عشر اس

باب من احيا ارضا مواتا بماء الخراج فخراجية والا فعشرية

٤٠٩١- حدثنا ابو معاوية عن الشيباني، عن محمد بن عبيدالله الثقفي، قال: خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ مِنْ ثَقِيْفٍ يُقَالُ لَهٗ: نَافِعٌ اَبُو عُبَيْدِاللّٰهِ، وَكَانَ اَوَّلَ مَنِ افْتَلَا الْفَلَا، فَقَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: "اِنَّ قِبَلَنَا اَرْضًا بِالْبَصْرَةِ، لَيْسَتْ مِنْ اَرْضِ الْخَرَاجِ، وَلَا تَضُرُّ بِاَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَاِنْ رَاَيْتَ اَنْ تُقْطِعَنِيْهَا اَتَّخِذُ فِيْهَا قَضْبًا لِخَيْلِيْ فَافْعَلْ- قال: فَكَتَبَ عُمَرُ الى ابى موسى الاشعرى: اِنْ كَانَتْ كَمَا يَقُوْلُ فَاَقْطِعْهَا اِيَّاهُ"- قال: و حدثنا عباد بن العوام عن عوف بن ابى جميلة، قَالَ: قَرَاْتُ كِتَابَ عُمَرَ اِلٰى اَبِيْ مُوْسٰى "اَنَّ اَبَاعَبْدِاللّٰهِ سَاَلَنِيْ اَرْضًا عَلٰى شَاطِئِ دِجْلَةَ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ اَرْضَ جزْيَةٍ وَلَا اَرْضًا يَجْرِيْ اِلَيْهَا مَاءُ جِزْيَةٍ فَاَعْطِهَا اِيَّاهُ"- رواه ابوعبيد فى "الاموال" (ص٢٧٧)- ورجاله ثقات-

---

کے مناسب ہے اور اگر زمین قہراً فتح کر کے وہاں کے کافر لوگوں کو دے دی گئی ہو تو وہ خراجی ہے یا کافروں سے صلح کی گئی ہو تو بھی خراجی ہے کیونکہ کافر پر ابتداءً وظیفہ مقرر کرتے وقت خراج اس کے لائق ہے۔

الغرض چار قسم کی زمینیں عشری ہیں (١) ہر وہ زمین جس کا مالک خود بطیب نفس مسلمان ہو جائے اور وہ اپنی گردن کا مالک ہو، جیسے مدینہ، طائف وغیرہ۔ (٢) ہر وہ زمین اور علاقہ جو غلبۃً فتح کیا گیا ہو اور پھر وہ علاقہ مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا ہو جیسے خیبر میں حضور ﷺ نے کیا۔ (٣) ہر وہ پرانی بنجر زمین جس کا نہ کوئی مالک ہو اور نہ ہی آباد کرنے والا۔ اور امام وہ زمین کسی کو جاگیر کے طور پر دے دے۔ جیسے حضور ﷺ نے اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے بلاد یمن اور یمامہ میں ایسے کیا۔ (٤) ہر وہ بے آباد زمین جسے کوئی مسلمان امام کی اجازت سے پانی اور پیداوار کے ساتھ آباد کرے۔ ان تمام زمینوں کا عشری ہونا احادیث سے ثابت ہے۔

باب۔ جو کسی بے آباد زمین کو خراجی پانی سے آباد کرے تو وہ خراجی ہے ورنہ عشری

٤٠٩١۔ محمد بن عبید اللہ الثقفیؒ فرماتے ہیں کہ اہل بصرہ میں سے ایک ثقفی نافع ابو عبداللہ نامی شخص نکلا اور وہ پہلا شخص تھا جو جنگل میں داخل ہوا (اسے آباد کرنے کیلئے)۔ اس نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ بصرہ میں ہمارے قریب میں ایک زمین ہے جو خراجی بھی نہیں اور نہ ہی (اس کا آباد کرنا) کسی مسلمان کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہ ٹکڑا مجھے جاگیر کے طور پر دیدیں تاکہ میں اس میں اپنے گھوڑوں کے لئے گھاس وغیرہ لگاؤں۔ آپؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ اگر حالات ایسے ہی ہیں جیسا کہ یہ کہتا ہے تو وہ ٹکڑا اسے الگ کر کے دے دو۔ اور ایک اور روایت میں ہے، عوف بن ابی جمیلہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کا وہ خط جو انہوں نے ابوموسیٰ اشعریؓ

باب الخراج الذی و ضعه عمر رضی اللہ عنہ علی ارض السواد

٤٠٩٢- حدثنی السری بن اسماعیل عن عامر الشعبی "اَنَّ عُمَرَ بنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ

...تھا پڑھا (جس میں یہ لکھا تھا کہ) ابوعبداللہ (نافع) نے دجلہ کے کنارے مجھ سے زمین کا مطالبہ کیا ہے۔ پس اگر وہ خراجی زمین نہ ہو ...نہ ہی اس کی طرف خراجی پانی جاری ہوتا ہو تو وہ زمین اسے دے دو۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے آباد جنگل کی زمین کو آباد کرنے کی صورت میں پانی کا اعتبار ہے کہ اگر وہ پانی خراجی ہے تو زمین خراجی ہوگی اور اگر پانی خراجی نہیں تو عشری ہوگی۔ لیکن یاد رکھیں کہ بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ حنفیہ کے ہاں خراجی زمین صرف وہ ...س کو خراجی پانی سے آباد کیا گیا ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ پانی کا تعلق صرف جنگل کی غیر مزروعہ زمین کے خراجی یا عشری ہونے سے ہے مطلق خراجی زمین سے نہیں کیونکہ اس کے علاوہ اور زمین جسے خراجی پانی نہ بھی پہنچے وہ بھی خراجی ہو سکتی ہے مثلاً ہر وہ زمین جسے قہراً فتح ...ے وہاں کے باشندوں کافروں کو دیدی گئی تو وہ بھی خراجی ہے وغیر ذلک۔

فائدہ: نیز مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی بے آباد زمین کو آباد کرے تو محض آباد کرنے سے ہی وہ ...مین کا مالک نہیں بن جائے گا بلکہ امام کے حکم اور اجازت سے ہی وہ اس بے آباد زمین کا مالک بنے گا۔ کیونکہ اگر وہ محض آباد کرنے سے ...ک بن جاتا تو حضرت عمرؓ خلیفہ کو حکم نہ دیتے کہ اسے یہ زمین کاٹ کر دے دو۔ بلکہ یوں فرماتے کہ بھائی آپ اس مسئلہ میں میرے ...ت کر دینے کے محتاج نہیں بلکہ اگر آپ چاہیں تو میری اجازت کے بغیر بھی اس کو آباد کر کے مالک بن سکتے ہیں۔ الغرض اگر امام یا اس ...ے خلیفہ کی اجازت ضروری نہ ہو تو اقطعها اياه يا اعطها اياه بے معنی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کا یہ فرمان "لنا رقاب ...ض" (طحاوی ج ۲ ص ۱۵۸) بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسی بے آباد زمینیں آئمۃ المسلمین کی ملکیت میں ہوتی ہیں اور ان کے ...نے سے ہی کوئی دوسرا اس کا مالک بن سکتا ہے۔ باقی دوسرے فریق کا یہ مستدل کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "من احيى ارضاً مواتا فهي ...ہ۔ جو کسی غیر مزروعہ زمین کو آباد کرے گا تو وہ اس کی ملک ہے چاہے امام کی اجازت ہو یا نہ ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ...ے بطور حکم شرعی کے نہیں فرمایا بلکہ بطور تحریض فرمایا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا "من اغلق بابه ...آمن و من دخل المسجد الحرام فهو آمن و من القى السلاح فهو آمن" تو جس طرح یہ کلمے بالاتفاق حکم شرعی مستقلہ ...یں بلکہ تحریض کے لئے ہیں اور اسی وقت کے ساتھ خاص ہیں اسی طرح مذکورہ بالا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ بھی بطور تحریض کے ہے اور کسی جگہ اور ...ی وقت کے ساتھ خاص ہے۔

باب اس خراج کے بیان میں جو حضرت عمرؓ نے اہل سواد پر مقرر فرمایا

۴۰۹۲۔ عامر شعبیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے سواد کے علاقے کی پیمائش کی تو وہ چھ کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ہوا (ایک

مَسَحَ السَّوَادَ فَبَلَغَ سِتَّةً وَثَلَاثِيْنَ اَلْفَ اَلْفِ جَرِيْبٍ وَاَنَّهُ وَضَعَ عَلَى جَرِيْبِ الزَّرْعِ دِرْهَمًا وَقَفِيْزًا وَعَلَى الْكَرْمِ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ، وَعَلَى الرَّطْبَةِ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ وَعَلَى الرَّجُلِ اثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَمًا ، وَاَرْبَعَةً وَّعِشْرِيْنَ دِرْهَمًا، وَثَمَانِيَةً وَاَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا"۔اخرجه الامام ابو يوسف في "الخراج" له (ص٤٢)ثم اخرجه ثانيا(ص٤٤) بهذا السند بعينه بلفظ: وَعَلَى كُلِّ اَرْضٍ يَبْلُغُهَا الْمَاءُ عُمِلَتْ، اَوْلَمْ تُعْمَلْ دِرْهَمًا، وَمَخْتُوْمًا قَالَ عَامِرٌ(هو الشعبي) هو الحجاجي وهو الصاع اهـ۔ قلت: "السري" ضعيف عند المحدثين، ولكن ابا يوسف احتج به، واحتجاج مثله بحديث تصحيح له، ومراسيل الشعبي صحاح، كما مر غير مرة وله شاهد۔

٤٠٩٣- عن وكيع عن ابن ابي ليلى عن الحكم عن عمر رضی اللہ عنہ "اَنَّهُ بَعَثَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَيْفٍ عَلَى السَّوَادِ فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ جَرِيْبٍ عَامِرٍ اَوْ غَامِرٍ يَنَالُهُ الْمَاءُ دِرْهَمًا وَقَفِيْزًا يَعْنِي الْحِنْطَةَ وَالشَّعِيْرَ، وَعَلَى كُلِّ جَرِيْبِ الْكَرْمِ عَشَرَةً وَعَلَى كُلِّ جَرِيْبِ الرَّطْبَةِ خَمْسَةً"۔ اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه" (ص ٦٢)، وهو مرسل حسن۔

جریب ایک سو چوالیس مربع گز کے علاقے کو کہتے ہیں) اور آپ نے غلہ (گندم وغیرہ) کے ایک جریب پر ایک درہم اور ایک قفیز اور انگور کی ایک جریب پر دس درہم اور ترکاری (پھل وغیرہ) کی ایک جریب پر پانچ درہم خراج مقرر فرمایا۔ اور ہر ذمی (غریب) پر بارہ درہم اور متوسط ذمی پر چوبیس درہم اور امیر ذمی پر اڑتالیس درہم (سالانہ) جزیہ مقرر فرمایا۔ (کتاب الخراج لابی یوسف)۔ اور پھر ایک دوسری سند سے یہ بھی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ہر وہ زمین جس تک (نہری) پانی پہنچے اس میں ایک درہم اور ایک قفیز ہے خواہ اس میں کھیتی باڑی کی جائے یا نہ کی جائے۔ امام ابو یوسف مجتہد کا اس حدیث سے استدلال کرنا اس کی صحت کی دلیل ہے اور مراسیل شعبی صحیح ہیں اور اس کا شاہد بھی ہے پس یہ حدیث حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

۴۰۹۳۔ حکم سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو سواد پر (محصل بنا کر) بھیجا اور ہر جریب پر خواہ وہ آباد ہو یا غیر آباد بشرطیکہ اس تک پانی (نہری) پہنچتا ہو ایک درہم اور ایک قفیز (بطور خراج) مقرر فرمایا۔ یعنی گندم اور جو کی پیداوار میں اور انگور کے ہر جریب پر دس درہم اور پھلوں کے ہر جریب پر پانچ درہم مقرر فرمائے۔ (مصنف ابن ابی الشیبہ) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی اگر مالک کے پاس اس کو آباد کرنے کی طاقت اور قدرت اور اسباب مہیا ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اسے آباد نہیں کرتا تو اس پر خراج ہوگا۔ ہاں اگر پانی نہری وہاں تک نہ پہنچے تو پھر اس پر خراج نہیں۔

٤٠٩٤- حدثنا المجالد بن سعيد عن عامر الشعبي "قال: لَمَّا أَرَادَ عمرُ بنُ الْخَطَّابِ يَمْسَحَ السَّوَادَ فَذَكَرَ حَدِيْثًا طَوِيْلًا -وفيه- وَوَضَعَ عَلَى كُلِّ جَرِيْبٍ عَامِرٍ أَوْ غَامِرٍ يَنَالُهُ الْمَاءُ قَفِيْزًا مِنْ حِنْطَةٍ أَوْ قَفِيْزًا مِنْ شَعِيْرٍ وَدِرْهَمًا" رواه الامام ابو يوسف في "الخراج" (ص ٤٠) ايضا ومجالد ضعيف ولكن الامام احتج به ولما رواه شواهد واحتج به ابو عبيد في "الاموال" (ص٦٩) ايضا-

٤٠٩٥- حدثنا ابو معاوية عن الشيباني عن محمد بن عبيدالله الثقفي "قال: وَضَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى أَهْلِ السَّوَادِ عَلٰى كُلِّ جَرِيْبٍ عَامِرٍ أَوْغَامِرٍ دِرْهَمًا وَ قَفِيْزًا وَعَلٰى جَرِيْبِ الرَّطْبَةِ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ وَخَمْسَةَ أَقْفِزَةٍ، وَعَلٰى جَرِيْبِ الشَّجَرَةِ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ وَعَشَرَةَ أَقْفِزَةٍ، وَعَلٰى جَرِيْبِ الْكَرْمِ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ وَعَشَرَةَ أَقْفِزَةٍ- قَالَ: وَلَمْ يَذْكُرِ النَّخْلَ، وَعَلٰى رُؤُوْسِ الرِّجَالِ ثَمَانِيَةً وَأَرْبَعِيْنَ وَأَرْبَعَةً وَعِشْرِيْنَ وَاثْنَىْ عَشَرَ- رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص٦٩)، وهو مرسل صحيح-

۴۰۹۴۔ عامر شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے سواد علاقے کی پیمائش کرنے کا ارادہ فرمایا......راوی نے پھر ایک طویل حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے (زمین کے) ہر جریب پر خواہ وہ آباد ہو یا غیر آباد بشرطیکہ اس تک (نہری) پانی پہنچتا ہو گندم یا جو کا ایک قفیز اور ایک درھم مقرر فرمایا۔ (کتاب الخراج لابی یوسف)۔ امام ابو یوسفؒ کا اس سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔ جبکہ اس کے شواہد بھی ہیں اور ابو عبید نے بھی کتاب الاموال میں اس سے دلیل پکڑی ہے۔

فائدہ: کتاب الخراج میں مذکور اس طویل حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ بطریق اجارہ نہیں بلکہ بطریق جزیہ کے خراج مقرر کیا تھا۔

۴۰۹۵۔ محمد بن عبیداللہ ثقفیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے سواد والوں پر (غلہ وغیرہ کے) ہر جریب میں خواہ وہ آباد ہو یا نہ ہو بشرطیکہ اس تک نہری پانی پہنچتا ہو) ایک درہم اور ایک قفیز اور پھلوں کے ہر جریب میں پانچ درہم اور پانچ قفیز جبکہ انگور کے ہر قفیز میں دس درہم اور دس قفیز مقرر فرمائے۔ راوی فرماتے ہیں کہ انہوں نے کھجور کا ذکر نہیں فرمایا۔ اور ہر امیر ذمی پر اڑتالیس اور متوسط ذمی پر چوبیس اور غریب ذمی پر بارہ درہم بطور جزیہ مقرر فرمائے۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں انگور اور ترکاری وغیرہ میں درہموں کے ساتھ قفیزوں کا ذکر بھی ہے جو کہ شاذ ہے کیونکہ اس حدیث

٤٠٩٦- حدثنا ابو النضر عن شعبة ولا اعلم الحجاج الا قد حدثنيه ايضا عن شعبة قال: انبانى الحكم قال: سمعت عمرو بن ميمون يقول: "شَهِدْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطابِ وَأَتَاهُ ابْنُ حُنَيْفٍ فَجَعَلَ يُكَلِّمُهُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَهُ: وَاللهِ لَئِنْ وَضَعْتَ عَلٰى كُلِّ جَرِيْبٍ مِنَ الْاَرْضِ دِرْهَمًا وَقفيزًا مِنْ طَعَامٍ لَا يَشُقُّ عَلَيْهِمْ وَلَا يَجْهَدُهُمْ"۔ رواه ابو عبيد فى "الاموال" (ص ٧١) ايضا وسنده صحيح موصول۔

باب هل يجوز النقصان عما وضع الامام على ارض الخراج والزيادة عليه؟

٤٠٩٧- عن عمرو بن ميمون "قال: رَاَيْتُ عمرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَبْلَ اَنْ يُصَابَ بِاَيَّامٍ

کے علاوہ اور کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا اس لئے متروک ہے۔

٤٠٩٦۔ حکم فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن میمون کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس حاضر تھا کہ اس دوران (عثمان) بن حنیف آپ کے پاس آئے اور آپ سے باتیں کرنے لگے۔ (اس دوران) میں نے آپؓ کو اس سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم بخدا! اگر آپ زمین کے ہر جریب پر ایک درہم اور غلہ کا ایک قفیز مقرر فرمادیں تو یہ ان پر گراں نہ ہوگا اور نہ ہی انہیں مشقت میں ڈالے گا۔ (کتاب الاموال لابی عبید) اس کی سند موصول صحیح ہے۔

فائدہ: اس مقدار کی تائید ایک مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "منعتِ العراق درهمها وقفيزها" اور یہ حدیث پچھلے باب میں گذر چکی ہے۔

فائدہ: حضرت عمرؓ سے خراج کی مقدار کے سلسلے میں روایات مختلف ہیں جو کہ سب صحیح ہیں اور جگہ جگہ کی پیداواری طاقت کے فرق کی بنا پر ان میں تفاوت ہے۔ یعنی جہاں پیداوار زیادہ ہوتی وہاں آپ خراج زیادہ مقرر فرماتے اور جہاں پیداوار کم ہوتی وہاں خراج بھی کم ہوتا۔ اور احناف نے جو مقدار اختیار کی ہے یہ زیادہ مشہور اور رعیت کے لئے اس میں مہربانی کا برتاؤ زیادہ ہے۔ اور باقی وہ اجناس جن میں حضرت عمرؓ کی طرف سے خراج کی مقدار کا مقرر کرنا ثابت نہیں۔ مثلاً زعفران وغیرہ تو ان میں بقدر طاقتِ ارض مقرر کی جائے گی جو کہ پیداوار کے نصف سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے اور نصف پیداوار سے کم ہو سکتی ہے۔ طاقت کا اعتبار خود حضرت عمرؓ کے قول سے ثابت ہے۔ آپؓ نے عثمان بن حنیف اور حذیفہ سے فرمایا کہ دیکھنا کہیں زمین کی طاقت سے زیادہ خراج کا بوجھ ان پر نہ ڈال دینا۔ اور پچھلی حدیث میں بھی طاقت کے معتبر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

باب۔ جو مقدار خراج کی امام نے مقرر کی ہو تو کیا اس میں کمی بیشی کرنا جائز ہے؟

٤٠٩٧۔ عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو شہادت سے چند روز قبل مدینہ میں دیکھا کہ آپؓ حضرت حذیفہ

مدینۃ، وَوَقفَ علی حذیفۃ بنِ الیَمانِ وَعُثمانَ بنِ حُنَیفٍ قالَ: کَیفَ فَعَلتُمَا؟ اَتَخَافَانِ اَنْ تَکُوْنَا قَدْ حَمَّلتُمَا الاَرْضَ مَا لَا تُطِیْقُ؟ قَالَا: حَمَّلْنَاهَا اَمْرًا هِیَ لَهُ مُطِیْقَةٌ مَافِیْهَا کَبِیْرُ فَضْلٍ۔ قَالَ: انظُرَا اَنْ تَکُوْنَا حَمَّلْتُمَا الاَرْضَ مَالَا تُطِیْقُ قَالَ: قَالَا : لَا "۔ فذکر الحدیث بطوله رواه البخاری۔ و فی روایة ابن ابی شیبة عن محمد بن فضیل عن حصین بهذاالاسناد"فقال حذیفة: لَوْشِئْتُ لَاَضْعَفْتُ اَرْضِیْ اَیْ جَعَلْتُ خَرَاجَهَا ضِعْفَیْنِ، وَلَهٗ من طریق الحکم عن عمرو بن میمون اَنَّ عُمَرَ قَالَ لِعُثْمَانَ بْنِ حُنَیْفٍ: لَئِنْ زِدْتُّ عَلٰی کُلِّ رَاسٍ دِرْهَمَیْنِ وَعَلٰی کُلِّ جَرِیْبٍ دِرْهَمًا وَقَفِیْزًا مِنْ طَعَامٍ لَاَطَاقُوْا ذٰلِکَ؟ قَالَ: نَعَمْ (فتح الباری ٧:٤٩)۔

٤٠٩٨- حدثنا ابن المبارک عن معمر عن علی بن الحکم عن محمد بن زید"قال: سمعت ابراهیم النخعی قال: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عمرَ بْنِ الْخطابِ، فَقَالَ: اِنَّ اَرْضَ کَذَا وَکَذَا

عثمان بن حنیف کے ساتھ کھڑے تھے اور ان سے فرمارہے تھے کہ (عراق کی اراضی کے لئے جس کا انتظام خلافت کی جانب سے ان حضرات کے سپرد تھا) آپ نے کیا کیا؟ کیا آپ لوگوں کو اس بات کا خوف ہے کہ اس زمین والوں پر اتنا بوجھ پڑ گیا ہے جسے برداشت کرنے کی ان میں طاقت نہیں؟ ان حضرات نے (جواب میں) فرمایا کہ ہم نے اس پر (جزیہ وخراج کا) اتنا ہی بوجھ ڈالا ہے کہ جسے ادا کرنے کی اس میں ہمت وطاقت ہے۔ اس میں بہت زیادہ پیداوار اور آمدنی ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ بہر حال ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا کہ اس زمین پر خراج کا اتنا بار نہ پڑے جو زمین والوں کی طاقت سے باہر ہو۔ راوی فرماتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ الحدیث (بخاری) اور مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو زمین کا خراج دوگنا کردوں۔ اور مصنف ہی کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان بن حنیف سے فرمایا کہ اگر آپ ہر ذمی پر دو دو درہم اور ہر جریب پر ایک درہم اور ایک قفیز زیادہ کردیں تو بھی وہ اس کے ادا کرنے کی کیا طاقت رکھتے ہیں؟ عثمان نے فرمایا ہاں۔ (فتح الباری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام اور اس کے نائب نے جو خراج مقرر کردیا ہے اس میں زیادتی جائز نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیداوار کم ہونے کی صورت میں خراج کم کرنا بھی جائز ہے اور ہدایہ میں ہے کہ پیداوار کم ہونے کی صورت میں خراج کم کرنا بالاجماع جائز ہے۔ البتہ پیداوار زیادہ ہونے کی صورت میں راجح قول یہ ہے کہ خراج میں زیادتی جائز نہیں کیونکہ یہ خراج ایک صورت میں متعین ہے جیسا کہ اگلی روایات سے معلوم ہوگا اور صلح میں متعین مقدار پر زیادتی بالاتفاق جائز نہیں۔

٤٠٩٨۔ محمد بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر

يُطِيْقُوْنَ مِنَ الْخَرَاجِ اَكْثَرَ مِمَّا عَلَيْهِمْ- فَقَالَ: لَا سَبِيْلَ عَلَيْهِمْ اِنَّا قَدْ صَالَحْنَاهُمْ صُلْحًا- مختصر رواه يحيى بن آدم فى "الخراج" (ص٥٤ رقم ١٤٩)- و عبدالرزاق فى "المصنف" فرواه عن معمر به (زيلعى٢:١٤٩)- وابوعبيد فى "الاموال" (ص١٤٣رقم٣٩٠)- عن يحيى بن سعيد عن سفيان عن معمر عن على بن الحكم عن رجل عن ابراهيم ولم يسم الرجل وهو ابن زيد وهذا مرسل حسن صحيح فان على بن الحكم البنانى ثقة من رجال البخارى والاربعة ضعفه الازدى بلا حجة (تقريب ص١٤٩) و محمد بن زيد بن على الكندى قال ابو حاتم: صالح لا باس به، وذكره ابن حبان فى "الثقات" (تهذيب التهذيب٩:١٧٣)-

٤٠٩٩- حدثنا الحسن بن صالح عن ابن ابى ليلى "اَنَّهُ كَانَ قَدْرَدَّ اِلَيْهِمْ عمرُ بن الخطاب رضى الله عنه اَرَاضِيَهُمْ وَتَرَكَهَا لَهُمْ وَصَالَحَهُمْ عَلَى الْخَرَاجِ قَالَ: فَكَانَ لَا يَرَى بِشِرَاءِ هَا بَأْسًا"، اخرجه يحيى بن آدم فى "الخراج" (ص٢٣)-

٤١٠٠- قال يحيى: قال حسن: "وَاَمَّا اَرَاضِيهِمْ فَعَلَيْهَا الْخَرَاجُ الَّذِىْ وَضَعَهُ عمرُ بن الْخطاب، فَاِنِ احْتَمَلُوْااَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَلَا يُزَادُ عَلَيْهِمْ، وَاِنْ عَجَزُوْا عَنْ ذٰلِكَ خُفِّفَ عَنْهُمْ-

ہو کر کہنے لگا کہ فلاں فلاں زمین اس متعینہ خراج سے زیادہ کی طاقت رکھتی ہے جو کہ ان زمین والوں پر مقرر ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خراج کو ان پر زیادہ کرنے کا کوئی جواز نہیں کیونکہ ہم نے ایک طرح سے (اس مقررہ خراج پر) ان سے صلح کی ہے۔ (اور صلح میں متعین مقدار سے زیادتی جائز نہیں)۔ (کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم ومصنف عبدالرزاق)۔ اور کتاب الاموال لابی عبید میں ہے کہ علی بن حکم ایک آدمی کے واسطے سے ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اور نامعلوم آدمی ابن زید ہے۔ لہٰذا یہ حدیث مرسل حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ خراج میں زیادتی کرنا جائز نہیں۔

۴۰۹۹۔ ابن ابی لیلی سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کافروں کو ان کی زمین لوٹادی اور ان زمینوں کو ان کی ملکیت میں چھوڑ دیا اور ان سے خراج پر صلح کرلی۔ ابن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایسی خراجی زمین کی خرید میں کوئی خرابی نہیں سمجھتے تھے۔ اسے یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے۔

۴۱۰۰۔ حسن فرماتے ہیں کہ ان کی زمینوں پر اتنا ہی خراج ہے جتنا کہ حضرت عمرؓ نے مقرر فرمایا ہے اور اگر وہ اس مقدار سے زیادہ ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہوں تب بھی ان پر خراج کو زیادہ نہیں کیا جائے گا۔ ہاں البتہ وہ اس مقدار کے ادا کرنے سے بھی عاجز

ولا يُكَلَّفُونَ فَوقَ طَاقَتِهِمْ كَمَا قَالَ عُمَرُ-قال يحيى قال حسن: "وَلَا نَعْلَمُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَالَفَ عمرَ ولا غَيَّرَ شَيْئًا مِمَّا صَنَعَ حِيْنَ قَدِمَ الْكُوفَةَ"- رواه يحيى ايضا (ص۳۳ رقم ۲۸)-

٤١٠١- حدثنا عبدالرحمن بن مهدى عن طلحة عن داود بن سليمان الجعفى، قال: كتب عُمَرُ بْنُ عبدِالعزيزِ اِلٰى عَبْدِالْحَمِيْدِ بْنِ عبدِالرحمنِ: "سَلَامٌ عَلَيْكَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ اَهْلَ الْكُوفَةِ قَدْ اَصَابَهُمْ بَلَاءٌ وشِدَّةٌ وَجَورٌ فِي اَحكَامِ وَسُنَنٌ خَبِيْثَةٌ، سَنَّتْهَا عَلَيْهِمْ عُمَّالُ السُّوْءِ- وَاِنَّ اَقْوَمَ الدِّيْنِ الْعَدْلُ وَالْاِحْسَانُ، فَلَا يَكُوْنَنَّ شَيْءٌ اَهَمَّ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ اَنْ تُوَطِّنَهَا لِطَاعَةِ اللّٰهِ، فَاِنَّهُ لَا قَلِيْلَ مِنَ الْاِثْمِ وَاَمَرْتُكَ اَنْ تَطْرُزَ عَلَيْهِمْ (اَيْ تُمَيِّزَهَا عَلَيْهِمْ) اَرْضَهُم وَاَنْ لَا تَحْمِلَ خَرَابًا عَلٰى عَامِرٍ وَلَا عَامِرًا عَلٰى خَرَابٍ، وَلَا تَاْخُذَ مِنَ الْخَرَابِ اِلَّا مَا يُطِيْقُ وَلَا مِنَ الْعَامِرِ اِلَّا وَظِيْفَةَ الْخَرَاجِ فِيْ رِفْقٍ وَّتَسْكِيْنٍ لِاَهْلِ الْاَرْضِ، وَاَمَرْتُكَ اَنْ لَا تَاْخُذَ فِي الْخَرَاجِ اِلَّا وَزْنَ سَبْعَةٍ لَيْسَ لَهَا آسٌ وَلَا اُجُوْرُ الْفَرَابِيْنِ وَلَا اِذَابَةُ الْفِضَّةِ وَلَا هَدِيَّةُ النيروزِ والمهرجانِ، ولا ثَمَنُ الْمُصْحَفِ وَلَا اُجُوْرُ الْبُيُوْتِ وَلَا دَرَاهِمُ النِّكَاحِ"- الحديث، رواه ابو عبيد فى "الاموال" (ص٤٦ رقم ۱۲۰)، و فيه داود بن سليمان الجعفى لم اعرف من ترجمه، واخرجه الامام ابو

جو میں تو ان سے تخفیف کردی جائے گی۔ اوران کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔ حضرت حسنؒ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے علم میں تو یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اس مسئلہ میں حضرت عمرؓ کی مخالفت نہیں کی اور جب حضرت علیؓ کوفہ تشریف لائے تو اس مقدار میں کسی قسم کی بھی تبدیلی نہیں کی جو حضرت عمرؓ نے مقرر کی تھی۔ (کتاب الخراج لیحیٰی بن آدم)

فائدہ: اس حدیث میں صراحت ہے کہ حضرت عمرؓ کے بعد آنے والے ائمہ نے ارض سواد وغیرہ میں مقررہ خراج میں کسی قسم کی زیادتی نہیں کی۔ البتہ وہ زمینیں جو حضرت عمرؓ کے بعد فتح ہوئی ہیں ان میں پچھلے باب میں مذکورہ خراج کی مقدار سے زیادتی کرنا جائز ہے یہی امام محمد اور جمہور کا مذہب ہے اور امام ابو یوسف کا بھی غالباً آخری قول یہی ہے۔

۴۱۰۱۔ سلیمان جعفی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کے نام ایک خط لکھا جس کا متن درج ذیل ہے۔ السلام علیکم! امابعد مجھے معلوم ہے کہ اہل کوفہ کو نااہل و بدکار عاملین کی بدنظمی نیز غلط اور گندے قوانین کی تنفیذ کے باعث ظلم و جور اور تشدد سے گذرنا پڑا ہے حالانکہ دین کا سب سے پہلا اور بنیادی اصول عدل و احسان ہے۔ تمہیں سب سے زیادہ فکر یہ ہونی چاہیے کہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کرتے رہو اور جان لو کہ گناہ میں سے کچھ بھی تھوڑا نہیں ہوتا اور میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ ان کی زمین کی

یوسف فی "الخراج" (ص ۱۰۲) عن عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان عن ابیه، و سنده حسن۔

باب من اسلم من اهل الخراج اخذ منه الخراج علی حاله

٤۱۰۲- حدثنا ابن المبارک عن معمر عن علی بن الحکم عن محمد بن زید، "قال: سمعت ابراهیم النخعی یقول: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عمرَ بنِ الخطابِ رضی اللہ عنہ فقال: اِنِّیْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَضَعْ عَنْ اَرْضِی الْخَرَاجَ قَالَ: لَا اِنَّ اَرْضَكَ اُخِذَتْ عَنْوَةً"۔ الحدیث، وهو مرسل حسن صحیح، فان مراسیل النخعی صحاح عند القوم۔

٤۱۰۳- حدثنا قیس بن الربیع عن قیس بن مسلم عن طارق بن شهاب "قال:

پیائش اوران کی پیداوار کا اندازہ لگالو اور (میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ) بنجر زمین کا بار آباد پر اور آباد کا بنجر پر نہ ڈالو اور یہ کہ غیر آباد زمین سے اتنا ہی لو جتنے کی وہ متحمل ہو سکے اور اسی طرح آباد زمین سے صرف مقررہ خراج لو اور یہ سب کچھ نرمی سے اور زمین کے مالکوں کی آبادکاری ملحوظ رکھتے ہوئے ہونا چاہیے۔ اور میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ خراج میں وہی دراہم لو جن (کے دس درہموں) کا وزن سات (مثقال) ہو، ان میں کوئی خرابی نہ ہو، اس (خراج) میں نہ ٹھپہ لگانے والوں کی اجرتیں شامل ہوں نہ چاندی کے پگھلانے کا معاوضہ اور نہ نیروز ومہرجان کا ہدیہ، نہ مصحف (قرآن) کی قیمت، نہ مکانات کے کرائے، نہ دراہم نکاح (دراہم نکاح سے مراد طوائفوں کی کمائی ہے ان طوائفوں سے خراج لیا جاتا تھا) الحدیث۔ (کتاب الاموال)۔ اس کی سند میں داؤد جعفی ہیں جس کے حالات مجھے نہیں ملے لیکن یہی حدیث امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں روایت کی ہے۔ جس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حالات کی تنگی اور قلت پیداوار کے وقت خراج میں کمی کرنا جائز ہے۔

باب۔ اھل خراج میں سے جو مسلمان ہو جائے اس سے بدستور خراج لیا جائے گا

۴۱۰۲۔ محمد بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں لہٰذا میری زمین پر سے خراج ختم کر دیں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کی زمین غلبہ اور قہر سے فتح کی گئی ہے (اور پھر خراج مقرر کر کے تم پر اس زمین کو لوٹا دیا گیا تا کہ مسلمانوں کے لئے ذخیرہ رہے) الحدیث۔ یہ حدیث مرسل حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کافر کی زمین پر خراج مقرر ہو جائے اور پھر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کی زمین خراجی ہی رہتی ہے۔ خراج اس سے ساقط نہیں ہوتا۔ باقی آیتِ قرآنی ﴿حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَدٍ وَّ هُمْ صَاغِرُوْنَ﴾ میں جزیہ سے جزیہ علی الرؤس مراد ہے جو مسلمان پر کسی صورت مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس میں ذلت ہے اور مسلمان ذلت سے محفوظ ہے۔ اور اس سے جزیہ علی الارض مراد نہیں۔ وہ اپنے حال پر باقی رہے گا چاہے مالک مسلمان ہو جائے یا مسلمان کسی کافر سے خراجی زمین خرید لے۔

۴۱۰۳۔ طارق بن شہاب فرماتے ہیں کہ شہر ملک والوں میں سے ایک زمین کی مالکہ مسلمان ہوئی تو عمرؓ نے سعد یا وہاں کے

سلمت دهقانة من اهل نهر الملك فكتب عمر الى سعد او الى عامله ان ادفع اليها ارضها تؤدي عنها" واخرجه بطريق الحسن بن صالح عن قيس بن مسلم عن طارق بلفظ: "ان حتارت ارضها وادت ما على ارضها فخلوا بينها وبين ارضها والا فخلوا بين المسلمين وارضهم"۔ رواه يحيى بن آدم في "الخراج" له (ص٥٩ و ٦٠ رقم ١٨١ و ١٨٢)، وهذا سند صحيح۔ واخرجه عبدالرزاق وابن ابي شيبة ايضا (دراية)۔

٤١٠٤- حدثنا شريك و قيس عن جابر عن عامر "قال: اسلم الرفيل فاعطاه عمر رضه بخراجها، وفرض له الفين"۔ حدثنا قيس بن الربيع عن ابراهيم بن مهاجر عن شيخ من بني زهرة عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فذكر قصة اسلام ابن الرفيل، وان عمر قال له: ان قمت في ارضك اديت عنها ما كنت تؤدي"۔

٤١٠٥- حدثنا عبدالسلام بن حرب عن اشعث بن سوار عن رجل عن ربيع بن

مقرر کردہ عامل کولکھا کہ اس کی زمین اس کولوٹا دو اس حال میں کہ یہ اس زمین کا خراج ادا کرتی رہے گی۔ اور ایک دوسری سند کے ساتھ طارق بن شہاب) سے مروی ہے کہ اگر وہ اپنی زمین کو پسند کرے اور جو اس زمین پر خراج مقرر ہے وہ بھی ادا کرتی رہے تو اس کی زمین اس کے حوالے کردو ورنہ مسلمانوں اور ان کی زمینوں کے درمیان رکاوٹ نہ بنو۔ (کتاب الخراج لیحیی)۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ وہ حسب سابق خراج ادا کرتی رہے گی اور فخلوا بین المسلمین وارضھم کا یہ مطلب نہیں کہ یہ زمین مسلمانوں کی ملک ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اگر خراجی زمین کا مالک خراج ادا کرنے سے یا کھیتی باڑی کرنے سے عاجز آجائے تو امام وہ زمین کسی اور کے حوالے کردے اور مالک کے حصے سے خراج نکال کر باقی اس کے لئے محفوظ کرلے یا اس کے علاوہ کوئی اور صورت اختیار کرے جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

۴۱۰۴۔ عامر شعبیؒ فرماتے ہیں کہ رفیل مسلمان ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس کو اس کی زمین خراج کے ساتھ حوالہ کی (یعنی خراج کی ادائیگی اس پر برقرار رکھی) اور دو ہزار اس کے لئے مقرر فرمائے۔ اور ایک دوسری سند کے ساتھ بنو زہرۃ سے ابن الرفیل کے اسلام لانے کے قصہ میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ اگر تو اپنی زمین میں رہے گا تو تجھے وہ خراج ادا کرنا پڑے گا جو کہ تو اسلام سے قبل) ادا کرتا تھا۔

۴۱۰۵۔ ربیع بن عمیلۃ الفزاری فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں رفیل مسلمان ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس کے لئے

عميلة الفزارى "قَالَ: اَسْلَمَ الرَّفِيْلُ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ رضي الله عنه فَرَضَ لَهٗ عمرُ فِيْ الْفَيْنِ. فَقَالَ لِعُمَرَ: دَعْ اَرْضِيْ فِيْ يَدِيْ اُعَمِّرُهَا وَاُعَالِجُهَا وَاُؤَدِّيْ عَنْهَا مَا كَانَتْ تُؤَدِّيْ فَفَعَلَ"۔ روى الآثار كلها يحيى بن آدم فى "الخراج" له (ص ٦٠ و ٦١)، وهذه اسانيد يشد بعضها بعضا، و ربيع ابن عميلة من رجال مسلم والاربعة وثقة ابن معين وابن حبان وابن سعد والعجلى (تهذيب ٣: ٢٥٠)۔

٤١٠٦- حدثنا حفص بن غياث عن محمد بن قيس الاسدى عن ابى عون الثقفى "قال: كان عمرُ و عليٌّ (رضى الله عنهما) اذا اَسْلَمَ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ السَّوَادِ تَرَكَاهُ يَقُوْمُ بِخَرَاجِهٖ فِيْ اَرْضِهٖ"۔ رواه ابن آدم فى "الخراج" (ص١٨٧ رقم ٧٦١) ايضا، وهو مرسل صحيح و اخرجه ابن ابى شيبة و عبدالرزاق بلفظ قالا: "اِذَا اَسْلَمَ وَلَهٗ اَرْضٌ وَضَعْنَا عَنْهُ الْجِزْيَةَ وَاَخَذْنَا خَرَاجَهَا" (دراية ص٢٦٨)۔

٤١٠٧- حدثنا هشيم عن سيار ابى الحكم عن الزبير بن عدى "قال: اَسْلَمَ دِهْقَانٌ مِنْ اَهْلِ السَّوَادِ فِيْ عَهْدِ عَلِيٍّ رضي الله عنه فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ: اِنْ اَقَمْتَ فِيْ اَرْضِكَ رَفَعْتُ الْجِزْيَةَ عَنْ

دو ہزار مقرر فرمائے۔ اس نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ میری زمین میرے حوالے کردو میں اسے آباد کروں گا اور اس کی دیکھ بھال کرتا رہوں گا۔ اور جو خراج میں (اسلام لانے سے قبل) ادا کرتا تھا وہ بھی ادا کرتا رہوں گا۔ تو حضرت عمرؓ نے اس طرح کردیا۔ یہ تمام آثار یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں ذکر کئے ہیں۔ جن کی سندیں ایک دوسرے کے لئے مضبوطی کا باعث ہیں۔

۴۱۰۶۔ ابوعون ثقفی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کا یہ معمول تھا کہ جب اہل سواد میں سے کوئی مسلمان ہوجاتا تو زمین اس کے حوالے کئے رکھتے جو زمین میں کھیتی باڑی کرتا رہتا اور اس کا خراج ادا کرتا رہتا۔ یحییٰ بن آدم نے اسے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے اور یہ مرسل صحیح ہے۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق میں یہ الفاظ ہیں کہ جب کوئی کافر مسلمان ہوجاتا اور اس کے پاس (خراجی) زمین ہوتی تو ہم اس سے جزیہ کو تو ختم کردیتے لیکن زمین کا خراج لیتے رہتے۔ (درایہ)

۴۱۰۷۔ زبیر بن عدی فرماتے ہیں کہ اہل سواد کا ایک کاشتکار حضرت علیؓ کے زمانہ میں مسلمان ہوا تو حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا کہ اگر تو اپنی زمین میں قیام کرے گا تو میں تیرے سر پر سے جزیہ ختم کردوں گا (لیکن) تیری زمین سے (خراج) لیتا رہوں گا۔ اور اگر تو اس سے اعراض کرے گا تو ہم اس زمین کے زیادہ حقدار ہیں۔ (کتاب الخراج لیحییٰ) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ اور مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی یہ روایت ہے۔

رأسِكَ، وَأَخَذْنَا مِنْ أَرْضِكَ وَإِنْ تَحَوَّلْتَ عَنْهَا فَنَحْنُ أَحَقُّ بِهَا"۔ اخرجه ابن آدم فی "الخراج" (ص٦١ رقم ١٨٨) ایضا، وهو مرسل صحیح، واخرجه عبد الرزاق وابن شیبة ایضا(درایة ص٢٦٨)۔

٤١٠٨- حدثنا الاشجعی عن سفیان عمن حدثه عن ابن سیرین "أَنَّهُ وَرِثَ مِنْ أَبِيهِ أَرْضًا فَكَانَ يُؤَدِّيْ عَنْهَا الْخَرَاجَ"۔ رواه ابن آدم (ص٥٩ رقم ١٧٩) ایضا ، وفیه رجل لم یسم وظنی انه عبدالعزیز بن قدیر، وهو ثقة۔ فان ابا عبید(ص ٨٤ رقم ٢٢٢)اخرج معناه عن قبیصة عن سفیان عنه عن ابن سیرین۔ وذکرناه اعتضاداً، والاشجعی هو عبیدالرحمن مصغرا، کلاهما ثقة مامون اثبت الناس کتابا فی الثوری من کبار التاسعة(تقریب ص١٣٦)۔

٤١٠٩- حدثنا مجالد بن سعید عن عامر (هو الشعبی) عن عتبة بن فرقد "انه قال: اشْتَرَيْتُ أَرْضًا مِنْ أَرْضِ السَّوَادِ فَقَالَ عُمَرُ: أَنْتَ فِيهَا مِثْلُ صَاحِبِهَا"۔ اخرجه ابو یوسف فی "الخراج" (درایة ص ٢٦٨)۔ قلت: ومجالد فیه مقال و سنده حسن علی اصلنا، وعزاه

٤١٠٨۔ ابن سیرین کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اپنے باپ کی ایک زمین کے وارث بنے پھر بھی وہ اس زمین کا خراج ادا کرتے تھے۔ (کتاب الخراج)اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اگر مسلمان کی زمین سے خراج ساقط ہو جایا کرتا اور اس کی زمین پر عشر مقرر کر دیا جاتا تو ابن سیرین اس کے زیادہ حقدار تھے۔ لیکن ائمہ نے اس پر سے خراج کو ساقط نہ کیا۔ الغرض ابن سیرینؒ سے خراج ساقط نہ کیا گیا اور نہ ہی حضرت عمرؓ نے دھقانہ سے اور نہ رفیل اور اس کے بیٹے سے خراج ساقط کیا اور نہ ہی حضرت علیؓ نے دہقان سے خراج ساقط کیا اور یہ بطور اقتداء کے کافی ہے۔ باقی یہ بات یاد رہے کہ خراج اس تقسیم کے مطالبے کے عوض مقرر کیا گیا ہے جس کا مسلمان مجاہدین نے حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا تھا تو حضرت عمرؓ نے بعد میں آنے والے مسلمانوں کی طرف نظر کرتے ہوئے زمینیں کفار میں لوٹا کر ان پر خراج مقرر کر دیا۔ اگر یہی سبب ہے خراج کا اور یقیناً یہی ہے تو پھر کسی زمین کے مالک کے مسلمان ہونے سے یا خرید و فروخت اور وراثت کی وجہ سے کسی مسلمان کی ملک میں آنے سے خراج کسی حال میں ساقط نہیں ہونا چاہیے۔

٤١٠٩۔ عامر شعبی سے مروی ہے کہ عتبہ بن فرقد فرماتے ہیں کہ میں نے سواد والوں سے (جو خراجی زمین کے مالک تھے) زمین خریدی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس زمین کے بارے میں تیری وہی حیثیت ہے جو اس کے سابقہ (کافر) مالک کی تھی (یعنی خراج برقرار رہے گا)(کتاب الخراج لابی یوسف)۔ ہمارے اصول پر یہ حدیث مسند حسن ہے۔ اور زیلعی نے اس کی نسبت نصب الرایہ میں بیہقی کی طرف کی ہے۔ اور یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عتبہ سے جب انہوں نے خراجی زمین خریدی، فرمایا کہ تو

الزيلعي في "نصب الراية" (٤٩:٢) الى البيهقي في "كتاب المعرفة"، وقال يحيى بن آدم في "الخراج" له (ص٣٤ رقم ٣٥): قَالَ عُمَرُ لِعُتْبَةَ بْنِ فَرْقَد حِيْنَ اشْتَرٰى اَرْضَ خَرَاجٍ فَقَالَ عُمَرُ: اَدِّ عَنْهَا مَا كُنْتَ تُؤَدِّيْ، ذكره معلقا وجزم مثله بشيء حجة، كما مر في الاصول۔

٤١١٠- حدثنا اسرائيل عن منصور عن ابراهيم في الرجل مِنْ اَهْلِ السَّوَادِ يُسْلِمُ قَالَ: اِنْ اَسْلَمَ وَاَقَامَ بِاَرْضِهِ اُخِذَ مِنْهُ الْخَرَاجُ۔ قال يحيى: حدثنا قيس عن منصور عن ابراهيم مثله واخرجه بطريق حسن بن صالح عن منصور ايضا (كتاب الخراج لابن آدم ص٦٢ رقم ١٩١)، قلت: وهذه اسانيد حسان صحاح۔

باب يجوز للمسلم ان يشترى ارض الخراج من الذمي ويؤخذ منه الخراج

٤١١١- حدثنا ابو معاوية و يزيد بن عبدالعزيز عن الاعمش عن شقيق بن سلمة عن مسروق قال: و قال عبدُ اللهِ: بَيْنَمَا رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَائِمٌ فِيْ اَرْضِهِ يَسْقِيْهَا اِذَا ارْتَفَعَتْ غَنَانَةٌ تَرْهَبَاء (تَهَيَّأَتْ لِلْمَطَرِ) فَقَالَ: هٰذِهِ تَسْقِيْ اَرْضِيْ قَالَ: فَسَمِعَ فِيْهَا صَوْتًا اَنِ اسْقِيْ اَرْضَ فُلَانٍ"۔ فذكر حديثا طويلا قال مسروق: فَكَانَ عَبْدُاللهِ يَبْعَثُنِيْ اِلٰى اَرْضِهِ بِزِبَارَا وَقَالَ الْاٰخَرُ بِالسَّالِحِيْنَ فَاَصْنَعُ مِثْلَ ذٰلِكَ كُلَّ عَامٍ رواه ابن آدم في "الخراج" (ص٨٩ رقم ٢٥٢)، وسنده صحيح۔

بھی اس زمین سے وہی ادا کرتا رہ جو کہ پہلے ادا کرتا تھا۔ یحییٰ نے اسے معلقاً روایت کیا ہے اور اس کا اس پر جزم کرنا حجت ہے۔

۴۱۱۰۔ ابراہیم نے اہل سواد میں سے ایک آدمی کے مسلمان ہونے پر فرمایا کہ اگر وہ اسلام لے آئے اور اپنی زمین پر ٹھہرا رہے تو اس سے خراج لیا جائے گا۔ یحییٰ بن آدم نے یہ حدیث کئی سندوں سے روایت کی ہے جو کہ سب صحیح اور حسن ہیں۔

فائدہ: ابراہیم نخعی کا قول کافی حجت ہے۔

باب۔ مسلمان کیلئے ذمی سے خراجی زمین خریدنا جائز ہے اور اس (مسلمان) سے خراج ہی وصول کیا جائے گا۔

۴۱۱۱۔ مسروق فرماتے ہیں کہ عبداللہ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی اپنی زمین میں کھڑا اسے سیراب کررہا تھا کہ اچانک ایک بادل برسنے کیلئے تیار ہوکر اٹھا۔ تو اس نے کہا کہ یہ میری زمین کو سیراب کرے گا۔ عبداللہ (بن مسعودؓ) نے فرمایا کہ پھر اس آدمی نے اس میں یہ آواز سنی کہ فلاں کی زمین کو سیراب کر۔ لمبی حدیث بیان کرتے ہوئے مسروق فرماتے ہیں کہ عبداللہ مجھے اپنی اس زمین کی طرف بھیجا کرتے تھے جو زبارا میں تھی اور دوسرے کہتے ہیں کہ مجھے اپنی اس زمین کی طرف بھیجا کرتے تھے جو سالحین میں تھی اور میں ہر سال اسی طرح کرتا تھا۔ (کتاب الخراج لیحییٰ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

٤١١٢- حدثنا عبدالسلام بن حرب عن حجاج عن القاسم بن عبدالرحمن قَالَ: جَاءَ دِهْقَانٌ اِلَى عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه فَقَالَ: اِشْتَرِ اَرْضِىْ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: عَلٰى اَنْ تَكْفِيَنِىْ خَرَاجَهَا قَالَ: نَعَمْ فَاشْتَرَاهَا مِنْهُ- اخرجه يحيى بن آدم و سنده حسن، ثم اخرجه بطريق حفص بن غياث عن مجالد عن الشعبى وهو شاهد له (كتاب الخراج ص٥٦ رقم ١٦٦)-

٤١١٣- حدثنا حسن بن صالح عن ابن ابى ليلى "قال: اِشْتَرَى الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مِلْحَةً وَ مَلْحًا وَاشْتَرَى الحسينُ سُوَيْدَيْنِ مِنْ اَرْضِ الْخَرَاجِ، وقال: فَرَدَّ اِلَيْهِمْ عمرُ اَرَاضِيَهُمْ وَصَالَحَهُمْ عَلَى الْخَرَاجِ الَّذِىْ وَضَعَهُ عَلَيْهِمْ- قَالَ: وَكَانَ ابْنُ اَبِىْ لَيْلٰى لا يرى بِشِرَاءِ هَا بَاْسًا"-

٤١١٤- حدثنا عبدالرحيم عن اشعث عن الحكم عن شريح اَنَّهُ اشْتَرَى اَرْضًا مِنْ اَرْضِ الْحَيْرَةِ يُقَالُ لَهُ "زَبَا" اخرج الاثرين يحيى بن آدم فى "الخراج" (ص٥٧ و ٥٨)- والاول مرسل والثانى سنده حسن-

٤١١٥- حدثنا عبدالرحمن بن مهدى عن حماد بن سلمة عن رجاء ابى المقدام (ثقة تقريب) عن نعيم بن عبدالله "اَنَّ عمرَ بْنَ عبدِ العزيزِ اَعْطَاهُ اَرْضَهُ بِجِزْيَتِهَا، قال عبدالرحمن: يعنى من ارض السواد"-

---

۴۱۱۲۔ قاسم بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ایک زمیندار عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری زمین خرید لو۔ اس پر عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر خریدتا ہوں کہ اس کا خراج میری طرف سے تو ادا کرے گا۔ اس نے کہا ہاں۔ تب آپ نے وہ زمین اس سے خرید لی۔ اسے یحییٰ بن آدم نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ پھر ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے جو کہ اس کے لئے شاہد ہے۔ (کتاب الخراج)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کیلئے خراجی زمین کا مالک بننا جائز ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کی طرف زمین کے منتقل ہونے سے زمین کا خراج ساقط نہیں ہوتا۔

۴۱۱۳۔ ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علیؓ نے خراجی زمین میں سے شور یلی زمین خریدی اور حسینؓ نے کالے سنگریزوں والی زمین خریدی۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کفار کو ان کی زمین لوٹا کر ان سے اس خراج پر صلح کر لی تھی، جو خراج آپؓ نے ان پر مقرر فرمایا تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ خراجی زمین کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

۴۱۱۴۔ حکم سے مروی ہے کہ شریحؒ نے حیرہ کی زمین میں سے کچھ حصہ زمین کا خریدا جسے زبا کہتے تھے۔ ان دونوں اثروں کو یحییٰ نے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے۔ اول مرسل ہے اور ثانی کی سند حسن ہے۔

۴۱۱۵۔ نعیم بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے اس کی زمین اس کے خراج کی ادائیگی کی شرط کے ساتھ عطا فرمائی۔ عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ وہ زمین ارض سواد (خراجی) سے تھی۔

٤١١٦- حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد عن عمر بن عبدالعزيز قال: إِنَّمَا الْجِزْيَةُ عَلَى الرُّؤُوسِ، وَلَيْسَ عَلَى الْاَرْضِ جِزْيَةٌ" رواه ابوعبيد الله فى الْاَمْوَالِ" (ص٨٤ رقم ٢٢٣) ايضا، وهو مرسل حسن-

٤١١٧- حدثنا قيس بن الربيع عن شمر بن عطية عن المغيرة بن سعد بن الاخرم عن ابيه، قال: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ ﷺ (قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا تَتَّخِذُوْا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِيْ الدُّنْيَا قَالَ: ثُمَّ يَقُوْلُ عبدالله: وَبِالْمَدِيْنَةِ مَابِالْمَدِيْنَةِ، وَبِرَاذَانَ مَابِرَاذَانَ﴾- اخرجه ابن آدم فى "الخراج" (ص٨٠ رقم ٢٥٤)، وابو عبيد فى "الاموال" (ص٨٤ رقم ٢٢١) عن حجاج عن شعبة عن ابى التياح عن رجل من طئ حسبته قال: عن ابيه عن عبدالله بن مسعود ﷺ (قال: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ التَّبَقُّرِ فِيْ الْاَهْلِ وَالْمَالِ، ثم قال عبدُاللهِ: فَكَيْفَ بِمَالٍ براذانَ وبِكَذَا وَبِكَذَا؟ ﴾ و روى الترمذى (٢:٥٦) المرفوع منه بلفظ ابن آدم و سنده- و قال: هذا حديث حسن-

۴۱۱۶۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ جزیہ انسانوں پر (فی کس) ہوتا ہے اور زمین پر جزیہ نہیں۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

فائدہ: یعنی قرآن میں ﴿ان یعطوا الجزیة عن یدوھم صاغرون﴾ میں جزیہ سے مراد جزیہ علی الرؤس ہے جو کہ ذلت پر مبنی ہے لہٰذا کافر کے مسلمان ہونے سے وہ جزیہ بھی ختم ہو جائے گا۔ لیکن زمین کا خراج اس قرآنی جزیہ میں داخل نہیں یعنی زمین کا خراج ذلت کے مدار پر نہیں بلکہ وہ مسلمان مجاہدین کی طرف سے تقسیم کے عوض ہے جسکا انہوں نے مطالبہ کیا تھا۔ لہٰذا مالک کے اسلام لانے سے یا زمین کے مسلمان کی ملک میں جانے سے خراج ساقط نہ ہوگا۔

۴۱۱۷۔ مغیرہ بن سعد بن اخرم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ (بن مسعودؓ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سامان اور کھیتی وغیرہ کو انہماک کے ساتھ اختیار نہ کرو ورنہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگ جاؤ گے۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ مدینہ میں ہے جو کچھ مدینہ میں ہے اور رازان میں ہے جو کچھ رازان میں ہے (یعنی میری اتنی اتنی زمین تو مدینہ اور رازان میں ہے تو پھر اس کا کیا ہوگا۔ حالانکہ حضور ﷺ نے زیادہ مال اور زمینیں وغیرہ بنانے سے منع فرمایا ہے)۔ (کتاب الخراج لابن آدم) اور ابوعبید نے کتاب الاموال میں اپنی سند کے ساتھ بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے گھربار اور مال و دولت میں وسیع پیمانہ پر انہماک سے منع فرمایا ہے۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا ہوگا جو رازان میں اور فلاں فلاں جگہ میں جائیداد بناتے رہتے ہیں۔ اور امام ترمذی، کتاب الخراج لابن آدم میں مذکور حدیث کو مرفوعاً ذکر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: ابوعبید فرماتے ہیں کہ شاید ابن مسعودؓ یہ فرما رہے ہیں کہ رازان میں خود ان کی جائیداد ہے۔

٤١١٨- حدثنی الاعمش عن ابراهیم بن المهاجر عن موسی بن طلحة "قال: أَقْطَعَ عُثْمَانُ بْنُ عفانَ رضی الله عنه لِعَبْدِ اللّٰهِ بنِ مسعودٍ رضی الله عنه فِی النهرینِ ولعمارِ بْنِ یاسِرٍ رضی الله عنه اِسْتِیْنِیَا وَاَقْطَعَ خبَّابًا صَنْعَاءَ وَأَقْطَعَ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه قَرْیَةَ هَرْمزَانَ قَالَ: فَکُلٌّ جَارٍ قَالَ: فَکَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَسَعْدٌ یُعْطِیَانِ اَرْضَهُمَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ"۔ رواه الامام ابو یوسف فی "الخراج" له (ص ٧٤)، وابو عبید فی "الاموال" (ص ٢٧٨ رقم ٢٨٩) نحوه وابن آدم فی "الخراج" (ص ٧٨ رقم ٢٤٨) بطریق قیس بن الربیع عن ابراهیم عنه "قال: أَقْطَعَ عُمَرَ رضی الله عنه وَذَکَرَ الزُّبَیْرَ مَکَانَ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ، وزاد أُسَامَةَ و فی لفظ ابن آدم: فَاَمَّا أُسَامَةُ فَبَاعَ أَرْضَهُ، وتفرد قیس بذکر عمر، وانما أَقْطَعَهُمْ عثمانُ"۔ کما قاله الاعمش، و تابعه سفیان عند ابی عبید، و سند ابی یوسف وابی عبید سند صحیح۔

فائدہ: رازان خراجی زمین میں سے ہے اور ابن مسعودؓ اس کے مالک ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خراجی زمین کا مالک بننا مسلمان کے لئے جائز ہے۔

۴۱۱۸۔ موسیٰ بن طلحہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو نہرین کے علاقے میں اور عمار بن یاسر کو استینیا میں اور خباب کو صنعاء میں زمین (بطور جاگیر کے الاٹ کردی) اور سعد بن مالک کو ہرمزان کی بستی میں زمین (بطور جاگیر) الاٹ کی۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ تمام احکام نافذ ہوئے۔ اور راوی (یہ بھی) کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود اور سعد اپنی زمین میں سے ایک تہائی اور ایک چوتھائی خراج کے طور پر) ادا کرتے تھے۔ (کتاب الخراج لابی یوسف و کتاب الاموال لابی عبید)۔

اور ابن آدم نے قیس کے واسطے سے یوں روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بھی زمین جاگیر کے طور پر دی۔ اور انہوں نے عمار بن یاسرؓ کی جگہ زبیرؓ کا نام لیا ہے اور اسامہؓ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اور ابن آدم کی ایک اور روایت میں ہے کہ اسامہؓ نے اپنی زمین فروخت کردی۔ قیس اس مسئلہ میں متفرد ہیں اور صحیح یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ان کو زمین بطور جاگیر کے دی تھی۔ اسی طرح اعمش نے کہا ہے۔ اور کتاب الاموال لابی عبید میں سفیان اس کا متابع بھی ہے اور نیز ابو یوسف اور ابو عبید کی سند بھی صحیح ہے۔

فائدہ: یہ تمام زمینیں جو حضرت عثمان نے صحابہؓ کو عنایت فرمائیں خراجی تھیں۔

فائدہ: ہر عادی زمین اور موات کے بارے میں امام کو اختیار ہے کہ وہ یہ زمین کسی کو الاٹ کردے۔ یعنی وہ زمین جس کا کوئی مسلم یا معاہد مالک نہ ہو اور وہ زمانہ قدیم سے آباد چلی آرہی ہو۔

٤١١٩- حدثنا قیس عن برد ابی العلاء عن مکحول، "قال: قال رسول اللهﷺ جُعِلَ رِزْقُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فِيْ سَنَابِكِ خَيْلِهَا وَأَزِجَّةِ رِمَاحِهَا مَالَمْ يَزْرَعُوْا فَإِذَا زَرَعُوْا كَانُوْا مِنَ النَّاسِ". رواہ ابن آدم فی "الخراج" (ص ٨٠ رقم ٢٥٥)، وھو مرسل حسن وبرد ابو العلاء صدوق من الخامسة (تقریب ص ٢٢)۔

٤١٢٠- حدثنا ابوحنیفة رحمه الله عمن حدثه قال: "كَانَ لِعَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَرْضُ خَرَاجٍ، وَكَانَ لِخَبَّابٍ أَرْضُ خَرَاجٍ، وَكَانَ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رضي الله عنهما أَرْضُ خَرَاجٍ وَلِغَيْرِهِمْ مِنَ الصَّحَابَةِ رضي الله عنهم وَكَانَ لِشُرَيْحٍ أَرْضُ خَرَاجٍ، فَكَانُوْا يُؤَدُّوْنَ عَنْهَا الْخَرَاجَ"۔ رواہ الامام ابو یوسف فی "الخراج" (ص ٧٤)، وھذا مرسل، فان شیوخ الامام ثقات عندنا لا یحدث الا عن ثقة عنده۔

٤١١٩۔ مکحول فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس امت کا رزق اس کے گھوڑوں کے کھروں میں اور اس کے نیزوں کے نچلے حصوں میں رکھا گیا ہے (یعنی جہاد میں رکھا گیا ہے) جب تک کہ وہ کھیتی باڑی نہ کریں۔ اور جب وہ کھیتی باڑی کریں گے تو وہ بھی عام لوگوں میں سے ہو جائیں گے (کتاب الخراج لابن آدم) اور یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

فائدہ: بعض احادیث میں خراجی زمین میں داخل ہونے اور اس کے خریدنے سے جو ممانعت وارد ہے اس کا یہی محمل ہے کہ جب مسلمان بھی زمینیں خرید کر کھیتی باڑی شروع کر دیں گے تو جہاد سے رک جائیں گے اور اس طرح اسلام کا پھیلاؤ بند ہو جائے گا حالانکہ اسلام کے پھیلنے میں ہی ان کی دنیاوی، واخروی اور معاشی ترقی ہے۔ خصوصاً خراجی زمین کے خریدنے سے کیونکہ اس صورت میں ہم علم و ہنر اور صنعت سے محروم ہو جائیں گے اور کفار لوگ زمینیں چھوڑ کر علم و ہنر میں لگ کر ترقی کر جائیں گے (فتح الباری)۔ نیز مسلمانوں پر عشر واجب ہے تو وہ کیونکر خواہ مخواہ اپنے اوپر خراج کو واجب کر کے زیادہ بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی وجوہات ہیں اس کے مکروہ ہونے کی لیکن مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ فی نفسہ خراجی زمین خریدنا یا کسی اور صورت سے اس کا مالک ہونا جائز ہے البتہ دوسری خرابیوں کی بناء پر اس میں کسی حد تک کراہت ضرور ہے۔

٤١٢٠۔ امام ابوحنیفہؒ کسی سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ، جناب حسین بن علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کی اور شریحؒ کی خراجی زمین تھی۔ اور یہ سب اپنی زمین کا خراج ادا کرتے تھے۔ (کتاب الخراج لابی یوسف)۔ یہ حدیث مرسل ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے تمام شیوخ ثقہ ہیں اور وہ صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

باب لا عشر فی الخارج من ارض الخراج ولا زكاة

٤١٢١- حدثنا يحيى بن بكير عن الليث بن سعد عن عبيدالله بن ابی جعفر، قَالَ: قال ابنُ عَبَّاسٍ رضی اللّٰه عنهما: مَا أُحِبُّ اَنْ يُجْمَعَ اَوْ قَالَ يَجْتَمِعَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةُ الْمُسْلِمِ وجِزْيَةُ الْكَافِرِ"۔ رواه ابوعبيد، وهو مرسل صحيح، وعبيدالله بن ابی جعفر من رجال الجماعة ثقة فقيه وهو مثل يزيد بن حبيب من الخامسة (تقريب ص ١٣٥)۔

٤١٢٢- حدثنی حسن بن ثابت عن ابی طلق عن ابيه عن علی رضی اللّٰه عنه "اَنَّهٗ كَانَ يأخُذُ مِنْ اَرْضِ الْخَرَاجِ اِلَّا الْخَرَاجَ"۔ هذا معنى ما اخرجه يحيى بن آدم فی "الخراج" له۔ وحسن بن ثابت شيخ يحيى من رجال "التهذيب" ثقة۔

٤١٢٣- حدثنا ابراهيم بن المغيرة، ختن لعبد الله بن المبارك عن ابی حمزة السكری، عن الشعبی "قال: لَا يَجْتَمِعُ خَرَاجٌ وَعُشْرٌ فِیْ اَرْضٍ"۔ اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنف" (ص٥٣) و صححه الحافظ فی "الدراية" (ص٢٦٨)۔

باب۔ خراجی زمین کی پیداوار میں نہ عشر ہے اور نہ ہی زکوٰۃ

۴۱۲۱۔ عبیداللہ بن ابی جعفر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مسلمان پر مسلمان کا صدقہ (یعنی عشر) اور کافر کا جزیہ جمع کیا جائے۔ (کتاب الاموال) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: احناف کے نزدیک اگر خراجی زمین کسی مسلمان کے پاس ہو تو اس سے صرف خراج ہی وصول کیا جائے گا اور خراج و عشر یہ دو جمع نہیں کیا جائے گا کیونکہ خراج جبراً لیا ہے اور عشر طوعاً۔ لہٰذا یہ ایک دوسرے کے منافی ہیں جو کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ اور اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ متفرد نہیں بلکہ اجلہ صحابہؓ و تابعینؒ کی بھی یہی رائے ہے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوگا لہٰذا اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ پر طعن کرنا جہالت ہے۔ نیز ائمہ جور و عدل میں سے کسی نے بھی دونوں کو جمع نہیں کیا تو گویا کہ اس پر اجماع ہے کہ خراجی زمین سے صرف خراج ہی لیا جائے گا اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا اختلاف اختلاف لاحق ہے جس سے اجماع سابق پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۴۱۲۲۔ حضرت علیؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ خراجی زمین سے صرف خراج ہی لیتے تھے۔ (کتاب الخراج لیحیٰی)۔

۴۱۲۳۔ شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک زمین میں عشر و خراج جمع نہیں ہو سکتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اسے حافظ نے درایہ میں صحیح کہا ہے۔

٤١٢٤- حدثنا ابو تميلة يحيى بن واضح عن ابى المنيب عن عكرمة، قال: "لَا يَجْتَمِعُ خَرَاجٌ وَعُشْرٌ فِيْ مَالٍ"، اخرجه ابوبكر بن ابى شيبة فى "المصنف" (ص٥٣)، و صححه الحافظ في "الدراية" (ص٢٦٨)۔

٤١٢٥- وكيع قال: كان ابوحنيفةرحمه الله يقول: "لَا يَجْتَمِعُ خَرَاجٌ وَزَكَاةٌ عَلٰى رَجُل" اخرجه ابن ابى شيبة فى "المصنف" (ص٥٣)۔

٤١٢٦- قال يحيى بن آدم: وَ سَأَلْتُ أَبَابَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ عَنْ مُسْلِمٍ اسْتَأْجَرَ أَرْضًا بَيْضَاءَ مِنْ أَرْضِ الْخَرَاجِ فَقَالَ الْخَرَاجُ عَلٰى رَبِّ الْأَرْضِ وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ الْمُسْتَأْجِرِ شَيْءٌ فِيْ زَرْعِهٖ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ الْحَسَنُ: إِنَّمَا الْمُسْتَأْجِرُ تَاجِرٌ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ عُشْرٌ۔ قلت لابى بكر: مَنْ ذَكَرَهٗ عَنِ الْحَسَنِ؟ قَالَ: بَعْضُ أَصْحَابِنَا مِنَ الْبَصْرِيِّيْنَ (الخراج لابن آدم ص ١٦٧)۔

٤١٢٧- ابو اسامة عن الشعث عن الحسن، "قال: كَانَ يَقُوْلُ : لَيْسَ فِي التَّمْرِ زَكَاةٌ إِذَا كَانَ يُؤْخَذُ مِنْهُ الْعُشْرُ، وَإِنْ كَانَ بِمِائَةِ أَلْفٍ"، اخرجه ابن ابى شيبة فى "المصنف"

۴۱۲۴۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ ایک ہی مال میں خراج وعشر جمع نہیں ہو سکتے (مصنف ابن ابی شیبہ) اسے بھی حافظ نے درایہ میں صحیح کہا ہے۔

۴۱۲۵۔ وکیع فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ ایک ہی آدمی پر (ایک ہی سال میں) خراج وعشر جمع نہیں ہو سکتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۴۱۲۶۔ یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عیاش سے اس مسلمان کی بابت پوچھا جو خراجی زمین میں سے ایک خالی زمین اجرت پر لے (تو کیا حکم ہے؟) انہوں نے فرمایا خراج تو زمین کے مالک پر ہے اور مستاجر مسلمان پر اس کی کاشتکاری میں کچھ واجب نہیں۔ پھر فرمایا کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مستاجر تو تاجر ہے۔ لہٰذا اس پر عشر نہیں۔ یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر سے کہ حسن کا یہ قول آپ سے کس نے بیان کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے کسی بصری استاد نے۔ (کتاب الخراج)۔

فائدہ: امام حسن بصریؒ فقہ وحدیث میں اپنے وقت کے امام ہیں۔ اور شعبی وعکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور یہ تینوں مرتبہ میں زہری اور عمرؒ بن عبدالعزیز سے بڑے ہیں۔

۴۱۲۷۔ شعث سے مروی ہے کہ حسن بصری نے فرمایا کہ کھجور میں زکوٰۃ نہیں جبکہ اس میں سے عشر لے لیا جاتا ہے۔ اگر چہ

ص ٥٢)، و سنده صحيح-

باب لا يؤخذ الخراج في السنة الا مرة و ان تكرر الخارج

٤١٢٨- حدثنا سعن بن عيسى عن ابن ابى ذئب عن الزهرى "قال: لَمْ يَبْلُغْنَا اَنَّ احدًا مِنْ وُلَاةِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِالْمَدِيْنَةِ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَثْنُوْنَ العشور، ولٰكِنْ يَبْعثُوْنَ عَلَيْهَا كُلَّ عَامٍ فِيْ الْخِصْبِ وَالْجَدْبِ- لأَنَّ اَخْذَهَا سُنَّةٌ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ"- رواه ابن ابى شيبة فى "المصنف" (ص٦٢)- وهو مرسل صحيح، و سقط اسم الزهرى عن نسخة المصنف الموجودة عندنا، وهو ثابت في سند الزيلعي فى "نصب الراية" (٢٥٠:٠)، واخرج ابوعبيد معناه عن عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد عن يونس عن ابن شهاب مختصراً (كتاب الاموال ص٣٧٥ رقم ٩٨٢)-

باب يسقط الخراج بالتداخل دون العشر

ہے لاکھ کی ہی کیوں نہ ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی شخص تجارت کی غرض سے عشری یا خراجی زمین خرید ے تو اس پر عشر یا خراج ہی ہوگا اور پیداوار میں زکوٰۃ نہیں ہوگی۔ اور حسن بصریؒ کا قول احناف کے موافق ہے و کفی به قدوة.

باب۔ خراج سال میں صرف ایک مرتبہ ہی لیا جائے گا اگرچہ پیداوار کئی مرتبہ ہوتی ہو

۴۱۲۸۔ زہری فرماتے ہیں کہ اس امت کے جتنے بھی والی مدینہ میں ہوگذرے ہیں جیسے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ وغیرہ ان میں سے کسی کے بارے میں بھی ہمیں یہ اطلاع نہیں ملی کہ وہ خراج (سال میں) دو مرتبہ لیتے ہوں (کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور نقل کیا جاتا) لیکن وہ سب والی ہر سال میں عامل بھیجا کرتے تھے خواہ خشک سالی ہوتی یا سرسبز و شادابی و ہریالی۔ کیونکہ خراج لینا حضور ﷺ کی سنت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ اور ابوعبید نے بھی کتاب الاموال میں اپنی سند کے ساتھ اس کا معنی مختصراً روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خراج سال میں ایک ہی مرتبہ لیا جائے گا چاہے پیداوار کئی مرتبہ کیوں نہ ہو۔

باب خراج تداخل سے ساقط ہو جاتا ہے اور عشر نہیں

٤١٢٩- ثنا محمد بن بكر عن ابن جريج، اخبرني سليمان الاحول عن طاوس أَنَّهُ قَالَ: إِذَا تَدَارَكَتِ الصَّدَقَتَانِ، فَلَا تُوْخَذُ الْأُوْلٰى كَالْجِزْيَةِ۔ رواه ابن ابی شیبة فی "المصنف" (ص ٦٢) ورجاله ثقات۔

٤١٣٠- حدثنا عباد بن العوام عن محمد بن اسحاق عن يزيد بن ابی حبيب، او يعقوب بن عتبة (قال ابو عبيد: والمحفوظ عندی انه يعقوب بن عتبة)عن يزيد بن هرمز عن ابن ابی ذباب "أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخَّرَ الصَّدَقَةَ عَامَ الرَّمَادَةِ قَالَ: فَلَمَّا أَحْيَا النَّاسُ بَعَثَنِیْ، فَقَالَ: اِعْقِلْ عَلَيْهِمْ عِقَالَيْنِ فَاقْسِمْ فِيْهِمْ عِقَالًا وَائْتِنِیْ بِالْآخَرِ"۔ رواه ابو عبيد فی "الاموال" (ص ٣٧٤ رقم ٩٨٠)، ورجاله ثقات و فی ابن اسحاق مقال، ولكنه حسن الحديث۔

باب وقت اخذ العشر والخراج الذی لا یؤخر عنه

٤١٣١- حدثنا ابومسهر حدثنا سعيد بن عبدالعزيز قال: قَدِمَ سَعِيْدُ بْنُ عَامِرِ بْنِ

۴۱۲۹۔ طاؤس فرماتے ہیں کہ جب دو خراج متداخل ہو جائیں تو پہلا خراج نہیں لیا جائے گا، جزیہ کی طرح۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: اس حدیث میں صدقہ سے مراد خراج ہے کیونکہ اس کو جزیہ سے تشبیہ دی گئی ہے اور معنی یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے ایک سال کا خراج لینا رہ جائے اور دوسرے سال عامل جائے تو پہلے سال کا خراج نہیں لے گا اور دوسرے سال کا خراج لے گا۔

۴۱۳۰۔ ابن ابی ذباب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے رمادۃ کے سال (جو اٹھارہ ہجری ہے اس سال حجاز میں قحط پڑا تھا اور طاعون عمواس بھی شام میں پھیلا تھا) عشر لینا مؤخر کر دیا۔ ابن ابی ذباب فرماتے ہیں کہ (جب پھر بارشیں ہوئیں) اور لوگوں نے کاشتکاری کی (اور فصلیں ہوئیں) تو حضرت عمرؓ نے مجھے بھیجا اور فرمایا کہ ان سے دو سال کا عشر لینا اور ایک سال کا عشر ان میں ہی تقسیم کر دینا اور دوسرے سال کا عشر میرے پاس لے آنا۔ (کتاب الاموال)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عشر تداخل سے ساقط نہیں ہوتا۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

باب۔ خراج اور عشر لینے کا آخری وقت کیا ہے کہ جس سے مؤخر نہ ہو

۴۱۳۱۔ سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ سعید بن عامر، حضرت عمرؓ کے پاس آئے، پس جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو حضرت عمرؓ نے [illegible] الرا[illegible]، اس پر سعید بن عامر نے کہا کہ بارش آنے سے پہلے ہی سیلاب آ گیا (یعنی آپ سزا دینے میں جلدی کر رہے

حذيم علی عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ رضي الله عنه فَلَمَّا آتَاهُ عَلَاهُ بِالدُّرَّةِ، فَقَالَ سَعِيْدٌ: سَبَقَ سَيْلُكَ مَطَرَكَ- اِنْ تعاقب نَصْبِرْ، وَاِنْ تَعْفُ نَشْكُرْ، وَاِنْ تَسْتَعْتِبْ نَعْتِبْ- فَقَالَ: مَا عَلَى الْمُسْلِمِ اِلَّا هٰذَا، مَالَكَ تبطیء بِالْخَرَاجِ؟ قَالَ: اَمَرْتَنَا اَنْ لَا نَزِيْدَ الْفَلَّاحِيْنَ عَلٰى اَرْبَعَةِ دِيْنَارٍ، اَرْبَعَةِ دِيْنَارٍ، فَلَسْنَا نزیدهم عَلٰى ذٰلِكَ وَلٰكِنَّا نُؤَخِّرُهُمْ اِلٰى غَلَّاتِهِمْ، فَقَالَ عُمَرُ: لَاَاَعْزِلَنَّكَ مَا حَيِيْتُ أخرجه ابو عبيد في الاموال (ص٤٤ رقم ١١٥)، وقال: و قال ابو مسهر:"ليس لاهل الشام حديث الخراج غير هذا"- وهذا مرسل صحيح فان ابا مسهر عبدالاعلى بن مسهر الغساني الدمشقي، ثقة فاضل من كبار العاشرة روى له الجماعة- (تقريب ص٧١)، و سعيد بن عامر بن خذيم صحابي قرشي شهد خيبر، و مات سنة عشرين في خلافة عمر و كان واليًا على حمص، و كان مشهورا بالزهد والخير (الاصابة٣:٩٩)-

ابواب الجزية

باب الجزية التي توضع لتراضي و الصلح تتقدر بما يقع عليه الاتفاق

تیں پہلے حالات سنیں) بہرحال اگر آپ سزا دینگے تو ہم صبر کریں گے اور اگر آپ معاف کردیں گے تو ہم شکر گذار ہوں گے اور اگر آپ کو ہم سے کوئی شکایت ہو جائے تو ہم سب شکایت دور کردیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مسلمان کے ذمے صرف یہی طریقہ ہے۔ (پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ) تم خراج دیر سے کیوں لائے۔ انہوں نے (جواب میں) کہا کہ آپ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم کاشتکاروں سے چار چار دینار سے زیادہ وصول نہ کریں۔ لہٰذا ہم نے ان پر اس مقدار سے زیادہ نہ کیا لیکن فصلوں کے کٹنے تک ہم نے ان کو مہلت دی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب تک میں زندہ ہوں تجھے (اس عہدہ سے) معزول نہیں کرونگا (کتاب الاموال لابی عبید)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلہ کے وقت تک تاخیر صرف ذمیوں پر نرمی کی وجہ سے کی تھی۔ کیونکہ اگر اس وقت تک عشر واجب ہوتی تو حضرت عمرؓ ان پر درہ نہ لہراتے مارنے کیلئے۔ البتہ عشر میں کٹائی اور گہائی کا وقت تحصیل عشر کا وقت ہے۔

ابواب الجزیۃ

باب۔ جزیہ اگر باہمی رضامندی اور صلح سے مقرر کیا جائے تو وہی مقدار واجب ہوگی جس پر اتفاق ہوا ہے

فائدہ: یعنی جس مقدار پر باہمی رضامندی اور صلح ہوئی ہے اس مقدار سے زائد جزیہ لینا جائز نہیں۔

٤١٣٢- حدثنا محمد بن كثير عن زائدة بن قدامة عن منصور بن المعتمر عن هلال بن يساف عن رجل من ثقيف عن رجل من جهينة من اصحاب النبي ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: ﴿إِنَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا فَيَتَّقُوْنَكُمْ بِأَمْوَالِهِمْ دُوْنَ أَنْفُسِهِمْ وَأَبْنَائِهِمْ وَيُصَالِحُوْنَكُمْ عَلٰى صُلْحٍ فَلَا تَأْخُذُوْا مِنْهُمْ فَوْقَ ذٰلِكَ، فَإِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لَكُمْ﴾- قال: وحدثنا يزيد عن شعبة عن منصور عن هلال عن رجل من ثقيف عن رجل من جهينة عن النبي ﷺ رواه ابوعبيد في "الاموال" (ص١٤٥ رقم ٣٢٨)- وفيه من لم يسم وجهالة الصحابي لا تضر وكذا المجهول في القرون الفاضلة، لا سيما و شعبة لا يحمل عن مشايخه الا ما صح من حديثهم كما مر في "المقدمة"- والحديث اخرجه ابوداود (١٣٦:٣ مع "العون") في "سننه"، و سكت عنه، فهو صالح عنده-

٤١٣٣- حدثني سعيد بن عفير حدثني يحيى بن ايوب عن يونس بن يزيد الايلي عن ابن شهاب ان عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاب رضي الله عنه كَانَ يَأْخُذُ مِمَّنْ صَالَحَهٗ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ مَا صَالَحَهُمْ عَلَيْهِ، لَا يَضَعُ عَنْهُمْ شَيْئًا وَلَا يَزِيْدُ عَلَيْهِمْ، وَمَنْ نَزَلَ مِنْهُمْ عَلَى الْجِزْيَةِ وَلَمْ يُسَمِّ شَيْئًا نَظَرَ

۴۱۳۲۔ قبیلہ جہینہ کے شخص سے (جو صحابی ہیں) مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ شاید تم ایک ایسی قوم سے لڑو گے پس وہ تم سے اپنی جانوں اور اولادوں کو اپنے مالوں کے بدلے بچائیں گے پس وہ تم سے مال کے بدلے صلح کریں گے تو تم ان سے اس مال سے زیادہ نہ لینا کیونکہ یہ زائد لینا تمہارے لئے حلال نہیں۔ (کتاب الاموال لابی عبید)۔ اس میں صحابی کا غیر معلوم ہونا کچھ مضر نہیں۔ نیز ابوداؤد نے بھی اسے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔ پس یہ حدیث ابوداؤد کے نزدیک بھی حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

۴۱۳۳۔ ابن شہاب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جن سے صلح کی تھی یعنی اہل ذمہ سے، ان سے صرف وہی مقدار لیتے تھے جس پر ان سے صلح کی تھی، نہ ان سے کچھ کم لیتے تھے اور نہ ہی ان سے کچھ زیادہ۔ اور جو لوگ جزیہ دینے پر رضامند ہو جاتے اور (ان پر) کسی مقدار کو مقرر نہ کیا جاتا (یعنی ان سے پہلے معاہدہ نہ ہوا ہوتا) تو حضرت عمرؓ ان کے حالات پر غور کرتے۔ اگر وہ محتاج ہوتے تو ان سے تخفیف کر دیتے اور اگر وہ مالدار ہوتے تو ان پر ان کے مالداری کے بقدر اضافہ فرما دیتے (کتاب الاموال) اس کے راوی ثقہ اور صحیح کے راوی ہیں۔ البتہ اس میں انقطاع ہے۔ (اور انقطاع خیر القرون میں مضر نہیں)۔

فائدہ اس حدیث میں صراحت ہے کہ جس مقدار پر معاہدہ ہو جائے اس پر زیادتی کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کسی سے کوئی نیا

عمرُ فِیْ اُمُوْرِهِمْ فَاِنِ احْتَاجُوْا خَفَّفَ عَنْهُمْ، وَاِنِ اسْتَغْنَوْا زَادَ عَلَيْهِمْ بِقَدْرِ اِسْتِغْنَاءِ هِمْ"۔ رواه ۔ عبید فی "الاموال" (ص٤٤ رقم ٣٩)۔ ورجاله ثقات من رجال الصحیح، الا انه منقطع، و سعید هو ابن کثیر بن عفیر قد ینسب الی جده قال الحاکم: یقال: ان مصر لم تخرج اجمع معلوم منه (تقریب ص٧٢)۔ ویحیی بن ایوب: هو الغافقی المصری من رجال الجماعة، صدوق۔ والباقون لا یسال عنهم۔

٤١٣٤- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: صَالَحَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَهْلَ نَجْرَانَ عَلٰى اَلْفَيْ حُلَّةٍ، النصف فِيْ صَفَرٍ وَالْبَقِيَّةُ فِيْ رَجَبٍ يُؤَدُّوْنَهَا اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَعَارِيَةٌ ثَلَاثِيْنَ دِرْعًا، وَثَلَاثِيْنَ فرسا، وَثَلَاثِيْنَ بَعِيْرًا، وَثَلَاثِيْنَ مِنْ كُلِّ صِنْفٍ مِنْ اَصْنَافِ السِّلَاحِ يَغْزُوْنَ بِهَا، وَالْمُسْلِمُوْنَ ضامنون لَهَا حَتّٰى يَرُدُّوْهَا عَلَيْهِمْ، اِنْ كَانَ بِالْيَمَنِ كَيْدٌ ذَاتُ غَدْرٍ، عَلٰى اَنْ لَا يُهْدَمَ لَهُمْ بِيْعَةٌ ولا يُخْرَجَ لَهُمْ قَسٌّ وَلَا يُفْتَنُوْا عَنْ دِيْنِهِمْ، مَالَمْ يُحْدِثُوْا حَدَثًا اَوْ يَاْكُلُوا الرِّبَا۔ اخرجه ابوداود و سکت عنه وهو من روایة السدی عن ابن عباس رضی الله عنهما۔ قال المنذری: فی سماعه منه نظر، وانما قیل: انه رآه ورای ابن عمر وسمع من انس بن مالک رضی اللہ عنہ ولکن له شواهد، ذکرها فی "النیل" (٧:٢٨٦)۔

حصہ وطے پا رہا ہو تو اس میں امام کو اختیار ہے کہ جو مقدار چاہے مقرر کرلے۔

۴۱۳۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اہل نجران سے دو ہزار جوڑوں پر صلح کی، بایں صورت کہ آدھے وہ صفر میں مسلمانوں کو دیں گے اور باقی رجب کے مہینے میں اور تیس زرہیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور ہر قسم کے اسلحہ میں سے جس سے وہ جنگ کرتے ہیں تیس تیس ہتھیار وہ مسلمانوں کو عاریۃً دیں گے۔ اور مسلمان ان چیزوں کے ضامن ہونگے اور انہیں (استعمال کے بعد) واپس کریں گے۔ اور یہ عاریۃً دینا اس وقت ہوگا جبکہ یمن میں کوئی بغاوت ہوگی اور یہ اس شرط پر ہوگا کہ ان کا کوئی گرجا گھر نہ گرایا جائے گا اور نہ کوئی پادری نکالا جائے گا اور نہ ہی ان کو ان کے دین سے پھیرا جائے گا (یعنی ان کے دین میں مداخلت نہ کی جائے گی) اور یہ اس وقت تک ہوگا جب تک کہ وہ کوئی نئی بات پیدا نہ کردیں یا جب تک کہ سودخوری نہ کریں۔ ابوداؤد نے اسے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے کئی شواہد بھی ہیں۔ جو نیل الاوطار میں مذکور ہیں۔

باب مقدار الجزية التي يضعها الامام على الكفار ابتداء انها تؤخذ منهم على الطبقات

۴۱۳۵- حدثنا علي بن مسهر عن الشيباني عن ابي عون محمد بن عبيدالله الثقفي، قال:" وَضَعَ عُمَرُ بنُ الخطاب رضي الله عنه الجزية عَلٰى رُؤُوسِ الرِّجَالِ عَلَى الْغَنِيِّ ثَمَانِيَةً وَارْبَعِيْنَ دِرْهَمًا، وعلى الْمُتَوَسِّطِ اربعة وعشرين درهمًا، وَعَلَى الْفَقِيْرِ اثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَمًا"- رواه ابن شيبة في "المصنف "، وهو مرسل، ورواه ابن زنجويه في "كتاب الاموال": حدثنا ابو نعيم ثنا مندل عن الشيباني عن ابي عون عن المغيرة بن شعبة ان عمر وضع الى آخره (زيلعي ۲:۱۵۲)-

قلت: ومندل فيه مقال، وثقه ابن معين وابو حاتم والمرسل اذا اسند ولو من طريق ضعيفة كان حجة عند الكل كما ذكرناه في المقدمة-

---

باب- جزیہ کی وہ مقدار جو امام ابتداءً کفار پر مقرر کرے گا وہ جزیہ کفار سے مختلف شرح سے لیا جائے گا

۴۱۳۵- محمد بن عبید اللہ ثقفی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے (کافر) مردوں پر اس شرح سے جزیہ مقرر فرمایا کہ مالداروں پر اڑتالیس درہم (سالانہ) اور متوسط درجہ کے آدمی پر چوبیس درہم (سالانہ) اور غریب پر بارہ درہم (سالانہ) (مصنف ابن ابی شیبہ) یہ مرسل ہے۔ لیکن کتاب الاموال میں یہ حدیث متصل بھی مروی ہے۔ اور قانونِ مسلم ہے کہ اگر مرسل حدیث کی تائید کسی ضعیف مسند سے ہو جائے تو وہ سب کے نزدیک حجت ہو جاتی ہے۔

فائدہ: جزیہ وہ وظیفہ ہے جو کافر سے دارالاسلام میں رہنے کے عوض لیا جاتا ہے اور اس کا ثبوت قرآن و حدیث اور اجماع میں ہے۔ قرآن میں ہے کہ ﴿حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون﴾ اور بخاری میں حضرت مغیرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تم کافروں سے قتال کریں حتی کہ یا تم مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ ادا کرو۔ اور اسی طرح مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جزیہ جائز ہے۔

باقی ملحدین کا یہ اعتراض کرنا کہ کیسے کسی کافر کو جزیہ کے عوض کفر پر برقرار رکھنا درست ہے تو گویا یہ جزیہ اسلام کا بدل اور عوض ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جزیہ اسلام کا عوض نہیں، بلکہ ان کی حفاظت کا عوض ہے کہ مسلمان ان کی حفاظت کریں گے اور ان کا کافر ہوتے ہوئے بلادِ اسلام میں رہنا اس لئے روا رکھا گیا ہے کہ شاید وہ محاسن اسلام دیکھ کر مسلمان ہو جائیں۔

٤١٣٦- حدثنا اسماعيل بن جعفر عن اسرائيل عن ابى اسحاق عن حارثة بن مضرب عن عمر رضي الله عنه "أَنَّهُ بَعَثَ عثمانَ بنَ حُنَيْفٍ فَوَضَعَ عَلَيْهِمْ ثَمَانِيَةً وَّأَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا وَأَرْبَعَةً وعِشْرِيْنَ وَاثْنَيْ عَشَرَ". رواه ابوعبيد في "الاموال" (زيلعى ١٥٢:٢)۔ قلت: سند صحيح موصول واخرجه يحيى بن آدم في الخراج (ص٤٢)فرواة عن اسرائيل بسنده۔

٤١٣٧- اخبرنا عارم بن الفضل ثنا حماد بن سلمة عن سعيد الجريرى عن ابى نضرة: "أَنَّ عُمَرَ وَضَعَ الْجِزْيَةَ عَلى أَهْلِ الذِّمَّةِ فِيْمَا فُتِحَ مِنَ الْبِلَادِ فَوَضَعَ عَلَى الْغَنِيِّ ثَمَانِيَةً وَأَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا، وَعَلَى الْوَسَطِ أَرْبَعَةً وَعِشْرِيْنَ دِرْهَمًا، وَعَلَى الْفَقِيْرِ اثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَمًا، مختصر من حديث طويل رواه ابن سعد في "الطبقات" (زيلعى ١٥٢:٢٠)۔ وهو مرسل صحيح، وابو نضرة هو المنذر بن مالك بن قطعة راى عدة من الصحابة، ادرك طلحة وروى عن على بن ابى طالب وابى موسى الاشعرى وابى ذرالغفارى وابى هريرة وابى سعيد وغيرهم رضي الله عنهم (تهذيب ٣٠٢:١٠) وارسال مثله حجة عندنا وعندالاكثرين۔

٤١٣٨- حدثنى السرى بن اسماعيل عن عامر الشعبى "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مَسَحَ السَّوَادَ وَأَنَّهُ وَضَعَ عَلَى الرَّجُلِ اِثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَمًا، وَأَرْبَعَةً وَعِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَثَمَانِيَةً

٤١٣٦۔ حارثہ بن مضرب سے حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے عثمان بن حنیف کو بھیجا (عامل بنا کر) تو انہوں نے (امیر ذمیوں پر) اڑتالیس درہم اور (متوسط ذمیوں پر) چوبیس درہم اور (غریب ذمیوں پر) بارہ درہم مقرر فرمائے۔ (کتاب الاموال)۔

اس کی سند صحیح موصول ہے اور یحیی بن آدم نے بھی اپنی سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔

٤١٣٧۔ ابونضرۃ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مفتوحہ علاقوں میں ذمیوں پر جزیہ مقرر فرمایا اور آپؓ نے امیر (کافر) پر اڑتالیس درہم اور متوسط پر چوبیس درہم اور غریب پر بارہ درہم (کی شرح سے) مقرر فرمایا۔ (طبقات ابن سعد)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ ابونضرۃ نے کئی صحابیوں کا دیدار کیا ہے اور ان جیسوں کا ارسال جمہور کے ہاں حجت ہے۔

٤١٣٨۔ عامر شعبیؒ سے مروی ہے کہ عمرؓ نے سواد کے علاقے کی پیمائش کرائی اور انہوں نے ذمیوں پر بارہ، چوبیس اور اڑتالیس درہم کے حساب سے جزیہ مقرر فرمایا۔ (کتاب الخراج)۔

وَاَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا" مختصر رواه الامام ابو يوسف في "الخراج" له (ص٤٢)، والسرى ضعيف كما مر۔

٤١٣٩-حدثني سعيد بن ابي عروبة عن قتادة عن ابي مجلز "قال: بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الخطابِ رضی اللہ عنہ عثمانَ بنَ حُنَيْفٍ فَمَسَحَ الْاَرْضِيْنَ وَجعَلَ عَلَى الرَّاْسِ اِثْنَىْ عَشَرَ دِرْهَمًا وَاَرْبَعَةً وَّعِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَثَمَانِيَةً وَاَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا، وَعَطَّلَ مِنْ ذٰلِكَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ" مختصرا، رواه الامام ابو يوسف في "الخراج" (ص٤٣) ايضا، وهو مرسل صحيح۔

٤١٤٠- حدثني الحجاج بن ارطاة عن ابن عون "اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخطابِ رضی اللہ عنہ مَسَحَ السَّوَادَ مَادُوْنَ جَبَلِ حُلْوانَ، وَفِيْهِ: وَاَخَذَ مِنْ كُلِّ رَاْسٍ مُوْسِرٍ ثَمَانِيَةً وَاَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا، وَمِنَ الْوَسَطِ اَرْبَعَةً وَعِشْرِيْنَ دِرْهَمًا، وَمِنَ الْفَقِيْرِ اِثْنَىْ عَشَرَ دِرْهَمًا" مختصرا، رواه الامام ابو يوسف في "الخراج" (ص٤٥)، ايضا، وهو مرسل۔

٤١٤١- عن عمر رضی اللہ عنہ ضَرَبَ الْجِزْيَةَ عَلَى الْغَنِيِّ ثَمَانِيَةً وَاَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا، وَعَلَى الْمُتَوَسِّطِ اَرْبَعَةً وَعِشْرِيْنَ وَعَلَى الْفَقِيْرِ الْمُكْتَسِبِ اثْنَىْ عَشَرَ"، رواه البيهقي بطرق مرسلة(التلخيص الحبير٢: ٣٨٠)، وسكوت الحافظ عنه يدل على ان لاعلة له سوى الارسال۔

٤١٣٩۔ ابومجلز سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو عامل بنا کر بھیجا اور انہوں نے مختلف (علاقوں کی) زمینوں کی پیمائش کی۔اور ہر ذمی مرد پر بارہ، چوبیس اور اڑتالیس درہم (سالانہ) کی شرح سے جزیہ مقرر فرمایا۔اور عورتوں اور بچوں پر جزیہ لاگو نہیں کیا۔مختصراً۔(کتاب الخراج)۔یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

٤١٤٠۔ ابن عون سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حلوان پہاڑ کے ورے سواد علاقے کی پیمائش کرائی اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے ہر غنی ذمی سے اڑتالیس درہم اور متوسط سے چوبیس درہم اور غریب سے بارہ درہم (بطور جزیہ) لئے۔مختصراً (کتاب الخراج)۔یہ حدیث بھی مرسل ہے۔

٤١٤١۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے مالدار پر اڑتالیس درہم اور متوسط پر چوبیس اور کمائی کرنے والے غریب پر بارہ درہم جزیہ مقرر فرمایا۔اسے بیہقی نے ارسال کے ساتھ روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر کا اس پر سکوت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مرسل صحیح ہمارے ہاں حجت ہے۔اور جب مرسل کے کئی طرق ہوں (جیسا کہ یہاں ہیں) تو سب سے

وهو حجة عندنا، واذا تعددت الطرق فهو حجة عند الكل، كما مر في "المقدمة"۔

٤١٤٢- حدثنا كامل بن العلاء عن حبيب بن ابي ثابت أنّ عمرَ بنَ الخطابِ رضي الله عنه بعثَ عُثمانَ بنَ حُنَيفٍ على مَسَاحَةِ ارضِ السّوادِ، فذكر الحديث، وفيه: ﴿فَخَتَمَ خَمسَ مِائَةِ اَلفِ عِلجٍ عَلَى الطَّبَقَاتِ ثَمَانِيَةً وَاَربَعِينَ وَاَربَعَةً وَعِشرِينَ وَاثنَى عَشَرَ﴾ الحديث، رواه الامام ابو يوسف في "الخراج" (ص١٩٣)، هو مرسل صحيح۔

٤١٤٣- حدثني عفان عن مسلمة بن علقمة عن داود بن ابي هند عن الشعبي "ان عمر بن الخطابِ رضي الله عنه بعثَ عثمانَ بن حُنَيفٍ الى السوادِ فَطَرَزَ الخراجَ -فذكر الحديث وفيه-وَوَضَعَ عَلَى الرَّجُلِ الدِّرهَمَ فِي الشَّهرِ وَالدِّرهَمَينِ فِي الشَّهرِ"، رواه ابوعبيد في "الاموال" (ص٦٩)، وهو مرسل صحيح، و مراسيل الشعبي لا يكاد يسقط منها شيء۔

نزدیک حجت ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسے فقیر پر جو کمانہ سکتا ہو جزیہ لاگو نہیں ہوگا۔اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ نیز حضرت عمرؓ نے صحابہ کی موجودگی میں نہ کما سکنے والے فقیر پر جزیہ لاگو نہیں فرمایا۔اور معاذؓ کی وہ حدیث جس سے امام شافعی استدلال کرتے ہیں اس میں فقیر سے مراد کما سکنے والا فقیر ہے۔

۴۱۴۲۔ حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو سواد کی زمین کی پیائش کے لئے بھیجا پھر وہ طویل حدیث بیان کرتے ہیں جس میں یہ بھی ہے کہ انہوں پانچ لاکھ طاقتور کافروں کو رجسٹرڈ کیا مختلف طبقات میں یعنی اڑتالیس، چوبیس اور بارہ درہم کی شرح سے رجسٹرڈ فرمایا۔(کتاب الخراج) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

۴۱۴۳۔ شعبیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو (عامل بنا کر) سواد کی طرف بھیجا اور انہوں نے (وہاں کی زمینوں پر) خراج مقرر فرمایا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے (فقیر) ذمی پر ایک ماہ میں ایک درہم اور (متوسط بالغ مرد) ذمی پر ایک ماہ میں دو درہم جزیہ مقرر فرمایا۔(کتاب الاموال)۔یہ مرسل صحیح ہے اور شعبی کے مراسیل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے جزیہ وصول کرنے کا وقت معلوم ہوا کہ ہر ماہ ایک شرح سے لیا جائے گا۔لیکن غلہ کے وقت تک تاخیر کرنا رفق کی وجہ سے اچھا ہے۔الغرض وجوبِ جزیہ اول سال میں ہی ہو جاتا ہے کیونکہ اگر آخر سال میں وجوب ہو تو سال کے اختتام سے قبل جزیہ لینا درست نہ ہوگا۔حالانکہ سال کے اختتام سے قبل بھی جزیہ لینا [illegible] سے ثابت ہے۔

٤١٤٤- واخرج يحيى بن آدم في "الخراج" له (ص٧٧ رقم ١٤١) حدثنا مندل العنزي عن الاعمش عن ابراهيم بن مهاجر عن عمرو بن ميمون، "قال: بَعَثَ عمرُ بْنُ الخطاب حُذَيْفَة بنَ الْيَمَانِ، وعثمانَ بْنَ حُنَيفٍ فَأَتَيَاهُ فَسَأَلَهُمَا كَيْفَ وَضَعْتُمَا عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ؟ فَقَالَا: وَضَعْنَا عَلَى كُلِّ رَجُلٍ أَرْبَعَةَ دِرْهَمٍ كُلَّ شَهْرٍ" الحديث- مختصر و مندل ضعيف من قبل حفظه و مش... بعضهم، فالحديث حسن الاسناد على الاصل الذي اصلناه في "المقدمة"-

باب توضع الجزية على اهل الكتاب والمجوس مطلقا وعلى عبدة الاوثان من العجم

٤١٤٥- عن بجالة وهو ابن عبدة قال: "اَتَانَا كِتَابُ عمرَ بنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ

۴۱۴۴۔ یحییٰ بن آدم کتاب الخراج میں روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن میمون نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے حذیفہ بن یمان اور عثمان بن حنیف کو (عامل بنا کر) بھیجا پھر جب وہ (کام کر کے) حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے زمینداروں پر کس شرح سے جزیہ مقرر کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہر (غنی) ذمی پر ہر ماہ میں چار درہم۔ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ غنی ذمی پر سالانہ اڑتالیس درہم اور متوسط ذمی پر چوبیس اور غریب پر بارہ درہم ہیں اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ ہماری واضح دلیل حضرت عمرؓ کی مذکورہ بالا حدیث ہے جس کی صحت و شہرت میں کوئی شک نہیں۔ اور صحابہؓ کے درمیان مشہور حدیث ہے اور کسی نے بھی اس پر انکار نہیں کیا اور بعد کے آنے والے خلفاء رضی اللہ عنہم نے بھی باوجود اس حدیث کے علم کے انکار نہیں کیا تو گویا کہ اس حدیث پر اجماع ہے۔ اور امام شافعی نے بھی اس حدیث پر عمل کرنے کو مستحب کہا ہے۔ باقی امام شافعیؒ کی وہ حدیث جس میں مطلقاً ایک دینار کا ذکر ہے خواہ امیر ہو یا غریب تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صلحاً مقرر کیا گیا تھا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں عورتوں سے بھی دینار لینے کا ذکر ہے۔ حالانکہ جب صلح کے بغیر امام ابتداءً جزیہ مقرر کرے تو ان کے نزدیک بھی عورت پر جزیہ نہیں۔ یا یہ حدیث صرف فقراء ذمیوں کے بارے میں ہے اور ہم بھی ان کے بارے میں ایک دینار (بارہ درہم) کے قائل ہیں۔ اور امام مالک کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ چالیس درہم اور تین دن کی ضیافت اڑتالیس درہموں کے برابر ہو جاتی ہے۔

باب۔ اہل کتاب اور مجوسیوں پر مطلقاً (خواہ عرب ہوں یا عجم) جزیہ لاگو کیا جائے گا اور بت پرستوں میں سے صرف عجمیوں پر

۴۱۴۵۔ بجالہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمرؓ کا خط ان کی وفات سے ایک سال قبل ملا (جس میں آپؓ نے فرمایا کہ

فَرِّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِيْ مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوْسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ، حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عوفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنْ مَجُوْسِ هَجَرَ''، رواه البخاری (فتح الباری ٦:١٨٥)۔

٤١٤٦- عن جبير بن حية قال المغيرة بن شعبة لجند كسرى يوم نهاوند: ﴿اَمَرَنَا نَبِيُّنَا رَسُوْلُ رَبِّنَا اَنْ نُقَاتِلَكُمْ حَتّٰى تَعْبُدُوْااللّٰهَ وَحْدَهٗ اَوْتُؤَدُّوْا الْجِزْيَةَ﴾۔ اخرجه الامام البخاری فی صحیحه فی حدیث طویل (فتح الباری)۔

٤١٤٧- عن جعفر بن محمد عن ابيه ان عمر بن الخطاب ''قَالَ: لَا اَدْرِيْ مَا اَصْنَعُ بِالْمَجُوْسِ؟ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:سُنُّوْابِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْكِتَابِ''۔ رواه مالك فى الموطاو هذا منقطع مع ثقة رجاله۔ ورواه ابن المنذر والدارقطنى فى ''الغرائب'' من طريق ابى على الحنفى عن مالك فزاد فيه عن جده و فى آخره قال مالك فى الجزية وهو منقطع ايضا۔ الا ان يكون الضمير فى عن جده على محمد بن على فيكون متصلا لان جده الحسين بن على سمع من عمر بن الخطاب ومن

مجوسیوں کے ہرذی محرم میں (اگرچہ انہوں نے اس کے باوجود آپس میں شادی کرلی ہو) جدائی کرادو۔ اور حضرت عمرؓ مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے لیکن جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اس بات کی گواہی دی کہ حضور ﷺ نے ہجر کے علاقہ کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا (تو حضرت عمرؓ بھی لینے لگے) (بخاری) (باب الجزیۃ والموادعۃ)۔

۴۱۴۶۔ جبیر بن حیہ سے مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے نہاوند کی جنگ کے روز کسریٰ کے لشکر سے کہا کہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تم سے جنگ کریں یہاں تک کہ یا تو تم اللہ وحدہ کی عبادت کرو یا اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں تم جزیہ دو۔ (بخاری)۔

۴۱۴۷۔ جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں مجوسیوں کے ساتھ (جزیہ کی بابت) کیا معاملہ کروں۔ (اس پر) حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجوسیوں سے (جزیہ کے معاملہ میں) اہل کتاب کا سا معاملہ کرو (یعنی جس طرح اہل کتاب سے جزیہ لینا جائز ہے اسی طرح مجوسیوں سے بھی)۔ (مؤطا مالکؒ)۔ یہ حدیث منقطع ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔ اور ابن منذر اور دارقطنی نے غرائب میں

عبدالرحمن بن عوف وله شاهد من حديث مسلم بن العلاء بن الحضرمي اخرجه الطبراني في آخر حديث بلفظ سنوا بالمجوس سنة اهل الكتاب (فتح الباري)۔

قلت: وابو علي الحنفي وثقه الدارقطني وابن عبدالبر، و قال: هذا حديث منقطع ولكن معناه يتصل من وجود حسان اه(زيلعي)، واخرجه ابو عبيد في "الاموال" عن يحيى بن سعيد عن جعفر بن محمد عن ابيه قَالَ: قَالَ عُمَرَ:"مَا اَدْرِیْ مَا اَصْنَعُ بِالْمَجُوْسِ؟ وَلَيْسُوْا اَهْلَ كِتَابٍ" فذكر نحوه ورجاله ثقات۔

٤١٤٨- عن عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ ﴿ان رسول اللهﷺ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا وَكَان رَسُوْلُ اللّٰهِﷺ صَالَحَ اَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنِ الْحَضْرَمِيّ﴾ متفق عليه۔

٤١٤٩- وعن الزهري قال: ﴿قَبِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِﷺ الْجِزْيَةَ مِنْ اَهْلِ الْبَحْرَيْنِ وَكَانُوْا مَجُوْسًا﴾ رواه ابو عبيد في "الاموال" (نيل الاوطار)، ولم يعل حديث الزهري الا بالارسال

اس کی سند میں عن جدہ کے الفاظ ذکر کئے ہیں اور ممکن ہے کہ جدہ کی ضمیر محمد کی طرف لوٹے تو اس صورت میں یہ حدیث متصل ہوگی اور مسلم بن حدیث سے ابن علاء حضرمی اس کا شاہد بھی ہے۔اور طبرانی میں بھی یہ الفاظ ہیں کہ (جزیہ میں) مجوس سے اہل کتاب کا سا معاملہ کرو اور یہ حدیث اگر منقطع بھی ہو تب بھی دوسرے حسن طرق کی وجہ سے اس کا معنی متصل ہو جاتا ہے۔اور ابو عبید نے کتاب الاموال میں اپنی سند کے ساتھ یوں حدیث نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں مجوس سے (جزیہ کی بابت) کیا معاملہ کروں کیونکہ یہ اہل کتاب نہیں۔اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

<u>فائدہ</u>: (۱) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مجوسِ عرب سے بھی جزیہ لیا جائے گا۔(۲) اور حضرت عمرؓ کے قول" کیونکہ وہ اہل کتاب نہیں" سے معلوم ہوا کہ مجوس اہل کتاب نہیں۔لہٰذا "سنوا بھم سنة اھل الکتاب" کا مطلب یہ ہے کہ محض جزیہ کی بابت ان سے اہل کتاب والا معاملہ کرو کہ خواہ عرب ہوں یا عجم ان سے جزیہ لیا جائے گا۔

۴۱۴۸۔ عمرو بن عوفؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ابوعبیدۃ بن الجراحؓ کو بحرین کی طرف جزیہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔حضور ﷺ نے اہل بحرین سے صلح کی اور ان پر علاء حضرمی کو امیر بنایا تھا۔(بخاری و مسلم)۔

۴۱۴۹۔ زہری فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بحرین والوں سے جزیہ وصول کیا اور وہ مجوسی تھے (کتاب الاموال لابی عبید)

قلت: وقد تقدم له شاهد اول الباب۔

٤١٥٠- حدثنا الاشجعی و عبدالرحمن بن مهدی عن سفیان عن قیس بن مسلم عن الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال: ﴿كَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰی مَجُوْسِ هَجَرَ يَدْعُوْهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَمَنْ اَسْلَمَ قُبِلَ مِنْهُ وَمَنْ لَا ضُرِبَتْ عَلَيْهِ الْجِزْيَةُ فِيْ اَنْ لَا تُؤْكَلَ لَهُ ذَبِيْحَةٌ وَلَا تُنْكَحَ لَهُ امْرَاَةٌ﴾۔ رواه ابو عبید فی "الاموال"، وهو مرسل صحیح، واخرجه ابو یوسف فی "الخراج" بلفظ ﴿صَالَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَجُوْسَ اَهْلِ هَجَرَ عَلٰى اَنْ يَّاْخُذَ مِنْهُمْ الْجِزْيَةَ غَيْرَ مُسْتَحِلٍّ مُنَاكَحَةَ نِسَائِهِمْ وَلَا اَكْلَ ذَبَائِحِهِمْ﴾۔ رواه عن قیس بن الربیع الاسدی عن قیس بن مسلم الجدلی عنه، وهذا حسن مع ارساله۔

٤١٥١- مالك عن ابن شهاب ﴿قال: بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنْ مَجُوْسِ

یہ حدیث مرسل ہے (اور مراسیل زہری حجت ہیں)۔ نیز اول باب میں اس کا ایک شاہد بھی ہے۔

۴۱۵۰۔ حسن بن محمد بن علیؓ بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے لکھا کہ تم میں سے جو مسلمان ہو جائے گا تو اس کا اسلام لانا قبول کر لیا جائے گا اور جو اسلام قبول نہیں کرے گا اس پر جزیہ لاگو کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا ذبیحہ بھی نہیں کھایا جائے گا اور نہ اس کی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا۔ (کتاب الاموال)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور کتاب خراج میں ابو یوسفؒ نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے اس شرط پر صلح کی کہ ان سے جزیہ وصول کیا جائے گا لیکن ان کی عورتوں سے نکاح کرنا اور ان کے ذبیحوں کو کھانا حلال نہیں۔ یہ حدیث بھی مرسل حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجوسیوں کی عورتوں سے نکاح کرنا اور ان کے ذبیحوں کا کھانا حلال نہیں۔ اور موفق مغنی میں فرماتے ہیں کہ مجوس کے لئے کوئی آسمانی کتاب نہیں اور امام احمد نے ان کے لئے کتاب ماننے کو باطل کہا ہے اور یہی عام علماء کی رائے ہے۔ لہٰذا مجوس مشرکین کے حکم میں ہیں لہٰذا ﴿ولا تنکحوا المشرکات﴾ کے تحت بھی ان سے نکاح جائز نہیں۔ لیکن جزیہ کے معاملہ میں انکا معاملہ اہل کتاب کا سا ہے لہٰذا ان سے جزیہ لیا جائے گا خواہ عرب کے ہوں جیسا کہ گذشتہ احادیث اس پر دال ہیں۔ باقی یہ کہنا کہ حضرت حذیفہؓ نے مجوسیہ سے شادی کی ہے غلط ہے بلکہ وہ یہودیہ تھی اور اسے بھی احتیاط کی بنا پر حضرت عمرؓ نے طلاق دینے کا فرمایا۔

۴۱۵۱۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے بحرین کے مجوسیوں سے اور حضرت عمرؓ نے فارس کے مجوسیوں سے جزیہ لیا اور حضرت عثمانؓ نے بربر سے جزیہ لیا۔ (مؤطا مالک)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور معجم طبرانی اور غرائب دارقطنی

الْبَحْرَيْنِ وَاَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ فَارِسٍ وَاَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عفان اَخَذَهَا من الْبَرْبَرِ، رواه مالك في "الموطا"، وهو مرسل صحيح، ووصله الحسين بن ابى كبشة، عن عبدالرحمن بن مهدى عن مالك عن الزهرى عن السائب بن يزيد ان النبي ﷺ فذكره، رواه الدارقطنى فى "غرائب مالك"، والطبرانى فى "معجمه" (زيلعى)، وابن ابى كبشة هو الحسين بن سلمة بن اسماعيل بن يزيد بن ابى كبشة، روى عنه الترمذى وابن سعد وابن خزيمة وابن صاعد وغيرهم، قال ابو حاتم: صدوق، و قال الدارقطنى: ثقة، وذكره ابن حبان فى "الثقات" (تهذيب)- والحكم للرافع والواصل، كما مر فى "المقدمة"-

٤١٥٢- حدثنا قبيصة عن سفيان عن منصور عن ابى رزين عن ابى موسى الاشعرى قال: "لَوْلَا اَنِّيْ رَاَيْتُ اَصْحَابِيْ يَاْخُذُوْنَ مِنْهُمُ الْجِزْيَةَ مَا اَخَذْتُهَا يَعْنِيْ الْمَجُوْسَ"- رواه ابو عبيد فى الاموال، و سنده صحيح، وابورزين هو مسعود بن مالك الاسدى الكوفى ثقة من الثانية، روى له الخمسة (تقريب)-

٤١٥٣- حدثنا يحيى بن زكريا بن ابى زائدة عن مجالد بن سعيد عن الشعبى، ان

میں یہ حدیث موصولاً بھی مروی ہے اوراس کے راوی بھی ثقہ ہیں۔اور حکم مرفوع اور متصل بیان کرنے والے کا ہوتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عجم کے تمام کافروں سے جزیہ لینا جائز ہے خواہ اہل کتاب ہوں یا بت پرست یا مجوس۔ اور بربر نہ اہل کتاب ہیں اور نہ اس سے ملحق بلکہ محض بت پرست ہیں اور حضرت عثمانؓ کا ان سے جزیہ لینا اور کسی کا ان پر انکار نہ کرنا اجماع کی دلیل ہے۔

۴۱۵۲۔ ابورزین سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ اگر میں اپنے ساتھیوں (صحابہؓ) کو مجوس سے جزیہ لیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں ان سے جزیہ نہ لیتا۔(کتاب الاموال) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجوس سے جزیہ لیا جائے گا اور وہ اہل کتاب بھی نہیں۔کیونکہ ابوموسیٰ اشعریؓ نے ان سے جزیہ اپنے ساتھیوں کی اتباع میں لیا ہے اور اگر وہ اہل کتاب ہوتے تو پھر تو نصِ قرآنی کی اتباع میں جزیہ لیتے نہ کہ ساتھیوں کی اتباع میں۔

۴۱۵۳۔ شعبیؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو (کسی مہم پر لشکر کے ساتھ) بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ:

۔ بَكرٍ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّسِيْرَ حَتّٰى يَنْزِلَ الْحَيْرَةَ، ثُمَّ يَمْضِىَ اِلَى الشَّامِ فَسَارَ

حىٰدٌ حَتّٰى نَزَلَ الْحَيْرَةَ قال الشعبى: فَاَخْرَجَ اِلَىَّ ابْنُ بقيلة كتابَ خالدِ بنِ الوليد: "بسم الله

رحمن الرحيم من خالد بن الوليد الى مَرَازِبَةِ فارسٍ!السلام على مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى، فَاِنِّىْ

حمَدُ اللهَ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَمَّا بَعْدُ، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ فَضَّ خِدْمَتَكُمْ وَفَرَّقَ كَلِمَتَكُمْ وَوَهَّنَ

۔سكُمْ وَسَلَبَ مُلْكَكُمْ، فَاِذَا اَتَاكُمْ كِتَابِىْ هٰذَا فَاعْتَقِدُوْا مِنِّىَ الذِّمَّةَ، وَاجِبُوْا اِلَىَّ الْجِزْيَةَ،

۔ بعَثُوْا اِلَىَّ بِالرَّهْنِ ، وَاِلَّا فَوَاللهِ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَاَلْقِيَنَّكُمْ بِقَوْمٍ يُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّوْنَ

حَيَاةَ، وَالسَّلَامُ"۔ رواه ابو عبيد فى "الاموال"۔ وسنده حسن فان مجالدا قدوثقه بعضهم۔

۔ خرجه ابو يوسف فى "الخراج" له عن محمد بن اسحاق وغيره من اهل العلم بالفتوح

۔ طبرى فى "التاريخ" عن السرى عن شعيب عن سيف عن محمد بن عبدالله عن ابى

عثمان عن ابن مكنف، وطلحة عن المغيرة وسفيان عن ماهان، وعن شعيب عن سيف عن

مجالد بمثله، و تعدد الطرق يفيد قوة۔

جاتے ہوئے (راستہ میں) حیرہ مقام پر پڑاؤ کریں اور پھر شام کی طرف روانہ ہوں۔ پس خالد بن ولیدؓ چلے یہاں تک کہ وہ حیرہ مقام پر

۔ ے۔ شعبیؒ کہتے ہیں کہ ابن بقیلہ نے مجھے خالد بن ولیدؓ کا (وہ) خط نکال کر دکھایا (جو انہوں نے فارس کے سرداروں کو لکھا تھا جس

میں یہ لکھا تھا کہ) "اللہ کے نام سے لکھتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ خط خالد بن ولید کی طرف سے ہے فارس کے

سرداروں کے نام۔ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت (اسلام) کی اتباع کرے۔ میں اس ذات خداوندی کی حمد وثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی

معبود نہیں۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد تمام تعریفیں اس ذاتِ خداوندی کے لئے خاص ہیں جس نے تمہاری جمعیت کو پاش پاش کر دیا۔ جس نے

تمہاری بات اور حکم کو ٹکڑے کر دیا۔ اور تمہاری قوت کو کمزور کر دیا اور تمہارا ملک تم سے چھین لیا۔ پس جب یہ میرا خط تمہارے پاس پہنچے تو

تم مجھ سے عقد ذمہ کرلو۔ اور تم مجھے جزیہ بھیجتے رہو اور یرغمال بھیج دو۔ ورنہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں ضرور تم

سے ایک ایسی قوم کے ساتھ جنگ کروں گا جو ایسے ہی موت کو محبوب رکھتی ہے جیسے کہ تم زندگی کو محبوب رکھتے ہو۔ (کتاب الاموال)

اس کی سند حسن ہے اور اسے کتاب الخراج میں ابو یوسف اور تاریخ میں طبری نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے اور تعدد طرق حدیث

میں قوت پیدا کرتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی مجوس سے جزیہ لینے کا ثبوت ہوا اور یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔

٤١٥٤- عن انس رضی اللہ عنہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ إِلَى أُكَيْدِرِ دُوْمَةَ فَأَخَذُوْهُ فَأَتَوْا بِهِ فَحَقَنَ لَهُ دَمَهُ وَصَالَحَهُ عَلَى الْجِزْيَةِ﴾۔ رواه ابوداود، و سكت عنه هو والمنذرى ورجال اسناده ثقات، وفيه عنعنة محمد بن اسحاق (نيل)۔

٤١٥٥- حدثني سعيد بن ابى مريم حدثنا السرى بن يحيى عن حميد بن هلال " خالدَ بنَ الْوَلِيْدِ غَزَا أَهْلَ الْحِيرَةِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَالَحَ أَهْلُ الحيرةِ، وَلَمْ يُقَاتِلُوْا "۔ رواه ابوعبيد فى "الاموال"، وسنده مرسل صحيح۔

٤١٥٦- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: "كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَكُوْنُ مِقْلَاةً فَتَجْعَلُ عَلَى نَفْسِهَا إِنْ عَاشَ لَهَا وَلَدٌ أَنْ تُهَوِّدَهُ، فَلَمَّا أُجْلِيَتْ بَنُوا النَّضِيرِ كَانَ فِيهِمْ مِنْ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ، فَقَالُوْا: لَا نَدَعُ أَبْنَائَنَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾۔ رواه ابو داود من ثلاث طرق، والنسائى من طريقين، وجميع رجاله لا مطعن فيهم (نيل الاوطار)۔

٤١٥٤۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو (لشکر کے ساتھ) دومہ شہر کے حاکم اکیدر کی طرف بھیجا تو لشکر والوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لائے، آپ ﷺ نے اس کا خون معاف کر دیا اور جزیہ پر اس سے صلح کر لی۔ (ابوداؤد) ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

٤١٥٥۔ حمید بن ہلال سے مروی ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حیرۃ والوں سے جنگ کے لئے گئے، حیرہ والوں نے صلح کر لی اور جنگ نہ کی (کتاب الاموال) اس کی سند مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب خواہ عرب ہوں یا عجم ان سے جزیہ لینا جائز ہے اور یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔

٤١٥٦۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (زمانہ جاہلیت میں اوس وخزرج کی عورتوں میں یہ (دستور تھا کہ) جس عورت کا بچہ زندہ نہ رہتا تو وہ یہ نذر مان لیتی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اس کو یہودی بنائے گی۔ جب بنونضیر کے یہودیوں کو جلاوطن کیا گیا تو ان میں انصار کے وہ بچے بھی تھے (جو نذر کے طور پر یہودی بنائے گئے تھے) انصار کہنے لگے کہ ہم اپنے لڑکوں کو نہیں جانے دیں گے۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿لا اکراہ فی الدین﴾ الآیہ کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں (یعنی اگر تمہارے یہ بچے بخوشی اسلام قبول کرتے تو تمہارے ساتھ رہ سکتے ہیں ورنہ ان کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو یہودیوں کے ساتھ ہوگا) (ابوداؤد، نسائی) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

٤١٥٧- حدثنا سعد بن عفير حدثنا ابن ايوب عن يونس بن يزيد الايلى، قال: سالتُ ـن شهاب هَلُ قَبِلَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ مِنُ اَحَدٍ مِنُ اَهُلِ الْاَوْثَانِ مِنَ الْعَرَبِ الْجِزْيَةَ؟ فقال: مَضَتِ ـسُنَّةُ اَنُ يُقْبَلَ مِمَّنُ كَانَ مِنُ اَهُلِ الْكِتَابِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى مِنَ الْعَرَبِ الْجِزْيَةُ، وَذٰلِكَ ـنَّهُمْ مِنْهُمْ وَاِلَيْهِمْ﴾- رواه ابو عبيد فى "الاموال" (ص٢٦ رقم ٢٣)-

باب لا توضع الجزية على عبدة الاوثان من العرب ولا على اهل الردة ولا يسترقون الا الذرارى والنساء ولا يقبل منهم الا الاسلام او السيف

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی بت پرست کسی وقت بھی خواہ قرآن کے نازل ہونے کے بعد یہودی یا نصرانی ـن جائے تو اس پر اہل کتاب کے احکام لاگو ہونگے اور اسے جزیہ دینا پڑے گا۔ اور اس کا ذبیحہ بھی حلال ہوگا۔

۴۱۵۷۔ یونس بن یزیدؒ ایلی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب زہری سے دریافت کیا کہ کیا حضور ﷺ نے عرب کے کسی ـت پرست سے جزیہ قبول کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ طریقہ یہ چلا آ رہا ہے کہ عرب میں سے اہل کتاب یہودیوں اور نصاریٰ سے جزیہ قبول ـیہ جاتا ہے اور یہ اس لئے کہ یہ عرب کے یہود و نصاریٰ بہر حال انہی یہود و نصاریٰ میں سے ہیں اور اپنے معاملات میں انہیں کی طرف ـجوع کرتے ہیں۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرب کے اہل کتاب سے جزیہ قبول کیا جائے گا لیکن عرب کے بت پرستوں سے نہیں۔ ـغرض عرب کے بت پرستوں اور ہر قسم کے مرتدین سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان دونوں کے لئے یا اسلام ہے یا تلوار۔ اور چونکہ عجم ـے مشرک بت پرست کو بالاتفاق غلام بنانا جائز ہے لہٰذا اس سے جزیہ لینا بھی جائز ہونا چاہیے۔ اس لئے ﴿فاقتلوا المشركين حيث ـوجدتموهم﴾ مشرکینِ عرب کیساتھ خاص ہے اور امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله سے جس طرح اہل کتاب اور مجوس مستثنیٰ ہیں اسی طرح بت پرستِ عجم بھی مستثنیٰ ہے۔

نیز اذ لقیت عدوك من المشركين فان ابوا فادعهم الى اعطاء الجزية میں مشرکین ہر مشرک کو شامل ہے لیکن ـگلے باب کے دلائل کی روشنی میں مشرکین عرب اس سے مستثنیٰ ہیں کہ ان سے جزیہ لینا درست نہیں۔

<u>باب۔ عرب کے بت پرستوں اور ہر مرتد پر جزیہ لاگو نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں غلام بنایا جائے گا بلکہ ان کے لئے اسلام ہے یا تلوار مگر ان کی اولاد اور عورتوں کو غلام بنانا درست ہے</u>

قال اللہ تعالی:

﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (سورة براءة)۔

٤١٥٨- عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ عن رسول الله ﷺ قال: ﴿أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَيُؤْمِنُوا بِي وَبِمَا جِئْتُ بِهِ فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ﴾، رواه مسلم فی "صحيحه" (١:١٣٧)۔

٤١٥٩- حدثنا هشيم حدثنا يونس بن عبيد عن الحسن، قال: ﴿أُمِرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ

اللہ تعالیٰ (قرآن حکیم میں) فرماتے ہیں: سو جب اشہر حرم گذر جائیں تو (اس وقت) ان مشرکین کو جاہو مارو۔ پکڑو، باندھو، داؤ کھانے کے موقع پر ان کی تاک میں بیٹھو۔ پھر اگر (کفر سے) توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوۃ دینے لگیں تو تم انکا راستہ چھوڑ دو۔ واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں۔ (توبہ۔۵)

فائدہ: اس آیت سے مراد عربی بت پرست ہیں کیونکہ اس آیت میں مشرکین کے قتل کا حکم ہے، جو وجوب پر دلالت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں اور عجمی بت پرست اس میں شامل نہیں کیونکہ اس کو غلام بنانا بالا جماع جائز ہے۔ اور اگر اس آیت کو عام رکھیں اور عجمی بت پرست کو غلام بنانا بھی ناجائز سمجھیں تو لامحالہ اس آیت کا ابطال لازم آئے گا جو کہ غلط ہے یا کم از کم نسخ لازم آئے گا جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

۴۱۵۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم ہوا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائیں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو بچانے والے ہونگے مگر حق کے بدلے (یعنی متزوج ہونے کے باوجود زنا کرنے کی صورت میں یا کسی کو ناحق قتل کرنے کی صورت میں یا مرتد ہونے کی صورت میں اس کی جان محفوظ نہ ہوگی بلکہ اسے بھی قتل کیا جائے گا)۔ اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ (مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض مشرکین ایسے ہیں جن کو صرف اسلام ہی بچاتا ہے اور وہ صرف عربی بت پرست ہی ہیں کیونکہ عجمی بت پرستوں کو تو بالاجماع غلام بنانا جائز ہے۔ لہٰذا عجمی بت پرستوں سے جزیہ لینا جائز ہے۔

۴۱۵۹۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ وہ اہل عرب سے قتال کریں یہاں تک کہ وہ

يُقَاتِلَ الْعَرَبَ عَلَى الْاِسْلَامِ وَلَا يَقْبَلَ مِنْهُمْ غَيْرَهٗ وَاُمِرَ اَنْ يُقَاتِلَ اَهْلَ الْكِتَابِ حَتّٰى يُعْطُوْاالْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾، رواه ابو عبيد فی "الاموال" (ص٢٦ رقم ٦٢)، وهو مرسل صحيح۔

٤١٦٠- حدثنا عمروالناقد اخبرنا عن عبدالله بن وهب المصری عن يونس بن يزيد عن ابن شهاب الزهری قال: اُنْزِلَتْ فِیْ كُفَّارِ قُرَيْشٍ وَالْعَرَبِ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ﴾ وَاُنْزِلَتْ فِیْ اَهْلِ الْكِتَابِ ﴿قَاتِلُوْاالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾- الى قوله: -﴿صَاغِرُوْنَ﴾ الحديث، رواه البلاذری فی "فتوح البلدان" (ص٧٥)، وهذا مرسل صحيح۔

٤١٦١- حدثنا حجاج عن ابن جريج، فی قوله تعالی: ﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مسلمان ہو جائیں اور (اس بات کا کہ) اسلام کے علاوہ اور کوئی چیز ان سے قبول نہ کرو (یا اسلام کے سوا کوئی اور شرط قبول نہ کریں) اور آپ ﷺ کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ اہل کتاب سے جنگ کرو یہاں تک کہ (کم از کم) وہ ماتحت بن کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں (کتاب الاموال) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

۴۱۶۰۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ قریش اور عرب کے کفار کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة﴾ (الآیۃ) (الانفال۔۳۹) (یعنی تم ان کفارِ عرب سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فسادِ عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے۔ اور دین خالص اللہ کا ہو جائے) اور اہل کتاب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ﴿قاتلوا الذين لايومنون بالله﴾ الآیہ (توبہ۔۲۹) کہ اہل کتاب جو کہ نہ اللہ پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام بتلایا ہے۔ اور نہ سچے دین (اسلام) کو قبول کرتے ہیں۔ ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا قبول کر لیں۔ (الحدیث) اسے بلاذری نے فتوح البلدان میں روایت کیا ہے اور یہ مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: یہ دونوں حدیثیں پچھلی حدیث کی تفسیر ہیں کہ جن مشرکین سے حضور ﷺ کو قتال کا حکم تھا یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں وہ مشرکین عرب ہیں۔ اور عرب کی تخصیص سے عجمی بت پرست خارج ہو گئے لہٰذا ان کا حکم بھی اہلِ کتاب کا سا ہوگا کہ ان سے اسلام لانے یا جزیہ دینے تک قتال کیا جائے گا۔ اور اہل کتاب خواہ عرب ہوں یا عجم ان سے قتال کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ماتحت ہو کر جزیہ دینا قبول کر لیں۔

۴۱۶۱۔ ابن جریج اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فاذا لقيتم الذين كفروا فضرب الرقاب﴾ (کہ جب کفار سے تمہارا ٹکراؤ

فَضَرْبَ الرِّقَابِ﴾، قَالَ: مُشْرِكِي الْعَرَبِ، يَقُوْلُ: فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ- فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ اَحْرَزُوْا دِمَائَهُمْ، وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا ، قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَاتِلُ مُشْرِكِي الْاَعَاجِمِ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَاِنْ اَبَوْا فَحَتّٰى يُعْطُوْاالْجِزْيَةَ فَيُحْرِزُوْا دِمَائَهُمْ، وَاَمْوَالَهُمْ قَالَ ابْنُ جريج: وَقَالَ آخَرُوْنَ: اِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ مُشْرِكِي الْعَرَبِ، خَاصَّةً دُوْنَ الْمِلَلِ ثُمَّ نَسَخَتْ ﴿فَاقْتُلُوْاالْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾، رواه ابو عبيد ايضا (ص٣١ رقم ٧٧)، وسنده حسن مع ارساله-

٤١٦٢- عن سلمة بن الاكوع ﷺقال: خَرَجْنَا مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ اَمَّرَهٗ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَغَزَوْنَا فَزَارَةَ، وذكر الحديث بطوله-وفيه- ثم نَظَرْتُ اِلٰى عُنُقٍ مِنَ النَّاسِ فِيْهِمُ الذَّرَارِيُّ-

ہوتو ان کی گردنیں مارو (محمد ۴) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کفار سے مراد مشرکینِ عرب ہیں (کیونکہ مشرکینِ عرب سے جزیہ لینا درست نہیں) پس تم ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں (یعنی اسلام لے آئیں) پس جب وہ ایسا کرلیں (یعنی مسلمان ہوجائیں) تو وہ اپنے خونوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے مگر اس کے حق کے ساتھ (یعنی کسی کو ناحق قتل کیا یا مرتد ہوگیا یا شادی شدہ ہوتے ہوئے زنا کیا تو اس گناہ کی پاداش میں اسے قتل کیا جائے گا یا کسی کا مال ضائع کیا تو اس کے عوض اس کا مال لیا جائے گا) (مزید ابن جریج) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ عجم کے مشرکین سے قتال کرتے تھے یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں یا جزیہ دینے پر راضی ہوجائیں۔ اگر وہ ان دو کاموں میں سے کوئی کام کرلیں تو وہ اپنے جانوں کو اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے (مگر کسی دوسرے حق کے بدلے میں) ابن جریج یہ بھی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ یہ (مذکورہ بالا) آیت خاص عرب کے مشرکین کے بارہ میں نازل ہوئی ہے دوسری ملتوں کے بارے میں نہیں۔ لیکن پھر اس کو آیت ﴿فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم﴾ نے منسوخ کردیا ہے۔ (یعنی پہلے مشرکین عرب کے بارے میں یہ حکم تھا کہ ان کو فدیہ لے کر یا دیسے احساناً چھوڑ دو لیکن پھر آیت ﴿فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم﴾ نے اس کو منسوخ کردیا ہے کہ اب صرف جنگ ہے یا اسلام ہے۔ کوئی تیسری صورت فدیہ وغیرہ لے کر چھوڑنے یا جزیہ لینے کی جائز نہیں۔ (کتاب الاموال) اس کی سند حسن مرسل ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکینِ عجم سے جزیہ لیا جانا درست ہے اور آیت ﴿فاقتلوا المشرکین﴾ صرف مشرکینِ عرب کے بارے میں ہے کہ ان سے صرف اسلام ہی قبول کیا جائے گا اور یہی مذہب حنفیہ کا ہے۔

۴۱۶۲۔ سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابوبکرؓ کی معیت میں فزارہ قبیلے سے جہاد کیا۔ ابوبکرؓ کو حضور ﷺ نے ہمارا امیر مقرر کیا تھا۔ پھر انہوں نے ایک طویل حدیث بیان کی جس میں یہ بھی تھا کہ پھر میں نے کچھ لوگوں کی طرف دیکھا کہ جن میں بچے تھے۔

رَمَيْتُ بِسَهْمٍ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْجَبَلِ فَوَقَفُوْا فَجِئْتُ بِهِمْ اَسُوْقُهُمْ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ، وَفِيْهِمْ اِمْرَاَةٌ مِنْ بَنِىْ فَزَارَةَ مَعَهَا ابْنَةٌ لَّهَا مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَنَفَّلَنِىْ ابْنَتَهَا اخرجه مسلم (زيلعی۲:۱۲۸)۔

٤١٦٣- عن الواقدی بسنده من حديث خالد بن الوليد رضی اللہ عنہ قَسَمَ سَهْمَ بَنِىْ حنِيْفَةَ خَمْسَةَ اَجْزَاءٍ وَقَسَمَ عَلَى النَّاسِ اَرْبَعَةً، وَعَزَلَ الْخُمُسَ حَتّٰى قَدِمَ بِهٖ عَلٰى اَبِىْ بَكْرٍ، ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ عِدَةِ طرقٍ اَنَّ الْحَنَفِيَّةَ (اُمَّ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ) كَانَتْ مِنْ ذٰلِكَ السَّبْىِ۔ ذكره الحافظ فی "التلخیص الحبیر" (۲:۳۵۰)وسکت عنه والواقدی مقبول فی المغازی کماصرح به الحافظ فی التلخیص (۱:۲۳۱) ایضا و ساق الزیلعی (۲:۱۵۳)، اسانیده بابسط وجه۔

٤١٦٤- حدثنا فضيل بن عياض عن ليث عن مجاهد "قال: يُقَاتَلُ اَهْلُ الْاَوْثَانِ عَلَى الْاِسْلَامِ وَيُقَاتَلُ اَهْلُ الْكِتَابِ عَلَى الْجِزْيَةِ"۔ رواه يحيى بن آدم فی "الخراج" (ص٢٦ رقم ٠:) ورجاله ثقات وليث حسن الحديث، كما مر غير مرة۔

میں نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان میں ایک تیر مارا (تیر کو دیکھ کر) وہ ٹھہر گئے پس میں ان کو ہانکتا ہوا حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں لایا۔ اور ان (قیدیوں) میں بنوفزارہ کی ایک عورت بھی تھی، اس کے ساتھ اس کی ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکی بھی تھی۔ پس ابوبکرؓ نے اس کی بیٹی انعام کے طور پر مجھے دے دی۔ (مسلم)

۴۱۶۳۔ واقدی اپنی سند کے ساتھ خالد بن ولیدؓ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بنوحنیفہ سے جنگ میں حاصل ہونے والے مالِ غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا (ان میں سے) چار حصے مجاہدین میں تقسیم کردیے اور پانچواں حصہ الگ کر کے حضرت ابوبکرؓ کے پاس لائے۔ پھر واقدی نے متعدد طرق سے یہ بات روایت کی ہے کہ حنفیہ (ام محمد بن الحنفیہ) بھی انہی قیدیوں میں سے تھیں۔ حافظ نے تلخیص میں اسے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث قابل استدلال ہے) اور واقدی مغازی میں مقبول ہیں۔ زیلعی نے بھی اس کی سندیں تفصیل سے بیان کی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرب کے بت پرستوں کی اولاد اور ان کی عورتوں کو غلام بنانا جائز ہے، اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۴۱۶۴۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ (عرب کے) بت پرستوں سے (ان کے) اسلام لانے تک جہاد کیا جائے گا اور اہل کتاب سے ان کے جزیہ دینے پر رضامندی تک جہاد کیا جائے گا۔ (کتاب الخراج)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں اور لیث بھی حسن الحدیث ہے۔

٤١٦٥ - عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال: مَرِضَ اَبُوْطَالِبٍ فَجَاءَتْهُ قُرَيْشٌ، وجاء النَّبِيُّ ﷺ وَشَكَوْهُ اِلَى اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ: يَاابْنَ اَخِيْ! مَا تُرِيْدُ مِنْ قَوْمِكَ؟ قَالَ: اُرِيْدُ مِنْهُمْ كلمة تَدِيْنُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَتُؤَدِّيْ اِلَيْهِمْ بِهَا الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ۔ قَالَ: كَلِمَةً وَاحِدَةً، قُوْلُوْا: لا اله اِلَّا اللّٰه، قَالُوْا: اِلٰهًا وَاحِدًا؟ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِى الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔ قَالَ: فَنَزَلَ فيهم الْقُرْاٰنُ ﴿ص وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ﴾ - الى قوله - ﴿اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ﴾۔ رواه احمد والترمذی وقال: حديث حسن (المنتقی) و فی نيل الاوطار (٧:٢٦٦) اخرجه النسائی ايضا، وصححه الترمذی والحاكم اھ۔

فائدہ: گذشتہ اور آئندہ آثار کی روشنی میں عبدۃ الاوثان سے مراد عرب بت پرست ہیں اور اہل کتاب سے مراد عام ہے۔ خواہ عرب ہوں یا عجم۔ امام ابوعبید کتاب الخراج میں فرماتے ہیں کہ یہ بات حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے متواتر ہوتی آئی ہے کہ عرب مشرکین (جو اہل کتاب نہ ہوں) کے لئے اسلام ہے یا قتل (جزیہ کی صورت جائز نہیں) البتہ عجمیوں کے لئے اسلام و جزیہ میں سے ایک کی گنجائش ہے۔ خواہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب۔

۴۱۶۵۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابو طالب بیمار ہوئے تو حضور ﷺ اور قریش ان کے پاس (عیادت کے لئے) آئے۔ اس وقت قریش نے ابوطالب سے آپ ﷺ کی شکایت کی (کہ وہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے) اس پر ابوطالب نے کہا کہ اے بھتیجے تو اپنی قوم سے کس چیز کی خواہش رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ وہ صرف ایک کلمہ کہہ دیں تو سارا عرب اس کلمہ کی برکت سے ان کا فرمانبردار اور ماتحت ہو جائے گا اور سارا عرب اس کلمہ کی برکت سے ان کو جزیہ ادا کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی کلمہ۔ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) کہو لا الہ الا اللہ۔ اس پر قریش نے کہا کہ کیا صرف ایک خدا! (یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ سارے خدا صرف ایک خدا چلائے)۔ ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں نہیں سنی۔ ہو نہ ہو یہ تو اس شخص کی من گھڑت بات ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (اس موقعہ پر) انہی قریش کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ ﴿ص. والقران ذی الذکر......الی قوله تعالی ..ان هذا الا اختلاق﴾ (ترجمہ: ص، قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پُر ہے۔ بلکہ (خود) یہ کفار (ہی) تعصب اور (حق کی) مخالفت میں ہیں۔ ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہم (عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں۔ سو انہوں نے (ہلاکت کے وقت) بڑی ہائے پکار کی اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا اور ان کفار (قریش) نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان (ہی) میں سے ایک (پیغمبر) ڈرانے والا آ گیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ شخص (خوارق میں) ساحر اور (دعوائے نبوت میں) جھوٹا ہے۔ (اور) کیا (یہ شخص سچا ہو سکتا ہے کہ) اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔ اور (توحید کا مضمون سن کر) ان کفار کے رئیس یہ کہتے ہوئے چلے

٤١٦٦- عن معاذ رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قَالَ يَوْمَ حُنَيْنٍ: ﴿لَوْ كَانَ الْاِسْتِرْقَاقُ جَائِزًا عَلَى الْعَرَبِ لَكَانَ الْيَوْمَ اِنَّمَا هُوَ اَسْرٌ اَوْ فَدَا﴾۔ وذكره الشافعی فی القديم عن الواقدی عن موسی بن محمد بن ابراهيم التيمی عن ابيه عن السلولی عن معاذ واخرجه البيهقی من طريق الواقدی ايضا۔ رواه الطبرانی فی الكبير من طريق اخری فيها يزيد بن عياض وهو اشد ضعفا من الواقدی، كذا فی "التلخيص الحبير"(٢:٣٧٣)۔ قلت: الواقدی عندنا كابن اسحاق سواء كما ذكرنا فی المقدمة فالحديث حسن وله شواهد۔

٤١٦٧- اخبرنا معمر عن الزهری : ﴿ان النبی ﷺ صَالَحَ عَبَدَةَ الْاَوْثَانِ عَلَى الْجِزْيَةِ اِلَّا مَنْ كَانَ مِنْهُمُ الْعَرَبُ﴾۔ اخرجه عبدالرزاق (الجوهر النقی ٢:٢٠٩)، وهو مرسل صحيح۔

کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں (کی عبادت) پر قائم رہو۔ یہ کوئی مطلب کی بات ہے۔ ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں نہیں سنی۔ ہو نہ ہو یہ (اس شخص کی) من گھڑت بات ہے۔ (مسند احمد، ترمذی)۔ ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ اور نیل الاوطار میں ہے کہ اسے نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور ترمذی اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مطلقاً عجم سے جزیہ لیا جا سکتا ہے۔ خواہ اہل کتاب ہو یا بت پرست کیونکہ لفظِ عجم کو لفظِ عرب کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے لہٰذا ابن حزم کا یہ کہنا کہ اس سے بعض عجم مراد ہیں غلط ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عرب پر جزیہ نہیں۔ لیکن عرب سے مراد اصل عرب ہیں اور وہ بت پرست ہی ہیں باقی یہود و نصاریٰ اور مجوس، عرب نہیں بلکہ متنصرہ ہیں۔ لہٰذا ان سے جزیہ لینا جائز ہوگا۔

٤١٦٦۔ حضرت معاذؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حنین کی جنگ کے روز فرمایا کہ اگر عرب کو غلام بنانا جائز ہوتا تو آج عرب یا قیدی ہوتا یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جاتا اور اسے شافعی نے قدیم میں واقدی کے طریق سے اور بیہقی نے بھی واقدی کے طریق سے روایت کیا ہے۔ اور واقدی ہمارے نزدیک حسن الحدیث ہے۔ پس یہ حدیث حسن ہے اور جبکہ اس کے کئی شواہد بھی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرب اصل کو غلام بنانا جائز نہیں اور جب غلام بنانا جائز نہیں تو اس سے جزیہ لینا بھی جائز نہ ہوا۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

٤١٦٧۔ زہری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بت پرستوں سے جزیہ پر صلح کی مگر وہ بت پرست جو عربی ہو (تو اس سے جزیہ لینا جائز نہیں بلکہ اس کے لئے اسلام ہے یا تلوار) (مصنف عبدالرزاق)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

٤١٦٨- حدثنا ابوبكر بن عياش حدثنا ابو حصين عن الشعبی، قال: لَمَّا قَامَ عُمَرُ قَالَ: لَيْسَ عَلٰى عَرَبِيٍّ مِلْكٌ، وَلَسْنَا بِنَازِعِيْ مِنْ يَدِرَجُلٍ شَيْئًا اَسْلَمَ عَلَيْهِ، وَلٰكِنَّا نُقَوِّمُهُمُ الْمِلَّةَ خَمْسًا مِنَ الْاِبِلِ- رواه ابو عبيد فی "الاموال" (ص١٣٣ رقم ٢٥٨)-

٤١٦٩- حدثنا معاذ عن ابن عون قال: اَنْبَانَا غاضرةُ العنبری، "قال: اَتَيْنَا عُمَرَ فِيْ نِسَاءٍ اَوْ اِمَاءٍ مُبَاعِيْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَاَمَرَ بِاَوْلَادِهِنَّ اَنْ يُقَوَّمُوْا عَلٰى آبَائِهِمْ، وَاَنْ لَّا يُسْتَرَقُّوْا"- رواه ابو عبيد (ص١٢٤ رقم ٣٦٠)، وسنده صحيح موصول وغاضرة العنبری ثقة، كما فی "تعجيل المنفعة" (ص٣٢٩)-

٤١٧٠- حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد عن عقيل عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب "اَنَّ عُمَرَ فَرَضَ عَلٰى كُلِّ اِنْسَانٍ فُوْدِيَ مِنَ الْعَرَبِ بِسِتِّ قَلَائِصَ وَ كَانَ يَقْضِيْ بِذٰلِكَ فِيْ مَنْ تَزَوَّجَ الْوَلِيْدَةَ مِنَ الْعَرَبِ اَنْ يُفَادٰى كُلُّ اِنْسَانٍ بِسِتِّ قَلَائِصَ قَالَ

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عرب کے بت پرستوں سے جزیہ لینا جائز نہیں یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جزیہ کے احکام نازل ہونے کے بعد بھی عرب میں بت پرست موجود تھے۔

۴۱۶۸۔ شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ کسی عربی پر مالکانہ حقوق (غلام یا مملوک بنا کر) حاصل نہ ہونگے۔ اور ہم کسی شخص سے جو اسلام قبول کر چکا ہو اس کی ملکیت سے کوئی چیز نہیں چھینیں گے۔ لیکن ہم (عرب غلاموں کی آزادی کے عوض) پانچ اونٹ بطور دیت مقرر کر دیتے تھے (کتاب الاموال لابی عبید)۔

فائدہ: نھایۃ میں ہے "لسنا بنازعین الخ" اور نھایۃ ہی میں ہے ملة کا معنی دیۃ ہے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عرب مشرکین کو غلام نہیں بنایا جا سکتا لہٰذا ان سے جزیہ لینا بھی جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ جزیہ استرقاق کے تابع ہے۔

۴۱۶۹۔ غاضرہ عنبری فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس ان عورتوں اور لونڈیوں کا مسئلہ لے کر آئے جنہیں زمانہ جاہلیت میں فروخت کر دیا گیا تھا۔ تو انہوں نے ان عورتوں کی اولاد کی بابت یہ حکم فرمایا کہ ان کے باپوں کے لئے ان کی قیمت مقرر کر دی جائے اور یہ (حکم فرمایا) کہ انہیں غلام نہ بنایا جائے (ایضاً) اس کی سند صحیح موصول ہے اور غاضرہ ثقہ ہیں۔

۴۱۷۰۔ سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہر اس انسان پر جس کا اہل عرب سے چھ اونٹنیاں فدیہ دیا جاتا یہ مقرر کیا کہ ہر انسان چھ اونٹنیاں فدیہ دے یعنی سابقہ دستور کو باقی رکھا، فردِ عربی کا فدیہ چھ جوان اونٹنیاں مقرر فرمایا۔ اور آپؓ کا ان لوگوں

اَبُوْعُبَيْدٍ: يَعْنِيْ اَوْلَادَهُمْ مِنَ الْاِمَاءِ" (كتاب الاموال ص ١٢٤ رقم ٣٦٢)، وهذا مرسل صحيح۔

٤١٧١- حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد عن عمروبن الحارث قال: كَتَبْتُ اِلٰى رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَسْاَلُهٗ عَنِ الْمَجُوْسِ كَيْفَ ثَبَتَتْ عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةُ؟ وَكَيْفَ تَرَكُوْا مُشْرِكِيْ الْعَرَبِ؟ فَكَتَبَ اِلَيَّ رَبِيْعَةُ: قَدْ كَانَ لَكَ فِيْ اَمْرِ مَنْ قَدْ مَضٰى مَا يُغْنِيْكَ عَنِ الْمَسْاَلَةِ عَنْ مِثْلِ هٰذَا" رواه ابو عبيد فى الاموال (ص٣٦ رقم ٩٢) ايضا، و سنده حسن و عمرو بن الحارث هو ابن ايوب المصرى ثقة فقيه من السابعة (تقريب ص ١٥٧)۔

٤١٧٢- عن سعيد بن عمرو بن سعيد بن العاص عن ابيه عن جده انه سمع عمر رضي الله عنه يقول: لَوْلَااَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:" اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى سَيَمْنَعُ الدِّيْنَ بنصارىٰ من ربيعةَ عَلٰى شَاطِئِ الْفُرَاتِ مَا تَرَكْتُ عَرَبِيًّا اِلَّا قَتَلْتُهٗ اَوْ يُسْلِمَ" رواه ابو عبيد فى "الاموال"

کے لئے بھی یہی فیصلہ تھا جو عرب کی لونڈی سے شادی کرلے (یعنی ہر ایسے انسان کا فدیہ چھ جوان اونٹنیاں دیا جائے)۔ابوعبید فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ان کی وہ اولادیں ہیں جو باندیوں سے ہے۔(ایضا)۔یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

۴۱۷۱۔ عمرو بن الحارث فرماتے ہیں کہ میں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کو مجوسیوں کی بابت دریافت کرتے ہوئے لکھا کہ (آخر) ان پر جزیہ کیسے واجب ہوگیا؟ اور عرب کے مشرکین کو کیوں چھوڑ دیا؟ (یعنی ان سے جزیہ کیوں نہیں لیا گیا؟) تو ربیعہ نے مجھے (جواب میں) لکھا کہ سلف کے عمل اور ان کے فیصلوں کی موجودگی میں تمہارے اس قسم کے سوالات کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔(ایضا) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ عرب کے مشرکین کو غلام بنانا جائز نہیں پس ان سے جزیہ لینا بھی درست نہ ہوگا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ اور ان کے بعد کے خلفاء مجوس سے جزیہ لیتے تھے اور مشرکینِ عرب سے نہیں لیتے تھے۔و كفى به قدوةً اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۴۱۷۲۔ سعید بن العاص کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو یہ کہتے سنا "اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس دین کی حفاظت ساحل فرات پر (خاندان) ربیعہ کے نصاریٰ سے کرائے گا تو میں کسی عرب کو اسلام قبول کئے یا پھر قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا (کتاب الاموال) ابوعبید نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے، یقیناً یہ حدیث ان کے نزدیک ہر قسم کی علت سے پاک ہوگی، نیز ان کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے اور مذکورہ سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(٢ ٥٤ رقم ١٦٩٨) هكذا معلقا واحتج به، والمحدث لا يحذف من اول الاسناد الا ما كان سالما من العلة، ولا يحتج الا بما هو صحيح صالح عنده، والمذكور من السند صحيح على شرط مسلم۔

٤١٧٣- عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما انه عليه الصلاة والسلام قال: ﴿لَا يُقْبَلُ من مُشْرِكِي الْعَرَبِ اِلَّا الاسْلَامُ اَوِ السَّيْفُ﴾۔ وذكره محمد بن الحسن عن يعقوب عن الحسن عن مقسم عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما و قال: او القتل مكان او السيف- ذكره المحقق في "فتح القدير" (٥:٢٩٣)۔ و يعقوب هو الامام ابو يوسف القاضي والحسن هو ابن عمارة وهو يروى عن مقسم بواسطة الحكم عنه فلعل في الاسناد سقطا من الناسخين، او رواه الحسن عن مقسم مرسلا، وانما ذكرناه اعتضادا لا احتجاجاً به وان كان احتجاج المجتهد تصحيحا له، كما ذكرناه في "المقدمة"۔

۴۱۷۳۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عرب کے مشرکین سے صرف اسلام یا تلوار (جنگ) قبول ہے اور ایک روایت میں تلوار کی جگہ قتل کا لفظ ہے (فتح القدیر) اس حدیث کی سند میں حسن بن عمارہ ہیں جو مقسم سے حکم کے واسطے سے روایت کرتے ہیں، شاید یہاں سند میں حکم کا واسطہ کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے اور ممکن ہے یہ حدیث مرسل ہی ہو اور ہم نے اسے محض تائید کے لئے ذکر کیا ہے، نیز ایک مجتہد کا اس سے حجت پکڑنا بھی اس کی تصحیح ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عرب کے مشرکین سے جزیہ لینا ٹھیک نہیں ان کے لئے اسلام ہے یا جنگ البتہ عرب کے نصاریٰ یعنی بنو تنوخ سے جزیہ حضرت عمرؓ نے صرف حضور ﷺ کے فرمان کی اتباع میں لیا اور اگر حضور ﷺ کا یہ فرمان نہ ہوتا تو ان کی حالت بھی مشرکین عرب کی سی ہوتی۔ یعنی جزیہ لینا جائز نہ ہوتا اور یہی احناف کا قول ہے۔

فائدہ: بالغ مرتدین سے بھی جزیہ لینا اور ان کو غلام بنانا جائز نہیں کیونکہ ان کے لئے بھی یا اسلام کی طرف مراجعت ہے یا قتل البتہ ان کی ذریت میں ان کی عورتوں کو غلام بنایا جائے گا جیسا کہ ابوبکرؓ نے بنو حنیفہ کی عورتوں اور ان کے بچوں کو غانمین میں تقسیم فرمادیا۔

باب لا جزية على صبي ولا امراة ولا على زمن واعمى وشيخ كبير ولا على فقير غير معتمل

٤١٧٤- حدثنا اسماعيل بن ابراهيم حدثنا ايوب السختياني، عن نافع عن اسلم مولى عمر ان عمر رضی اللہ عنہ كتب إلى أمراء الاجناد ان يقاتلو في سبيل الله، ولا يقاتلوا الا من قاتلهم ولا يقتلوا النساء ولا الصبيان، ولا يقتلوا الا من جرت عليه المواسى ، وكتب الى امراء الاجناد أن يضربوا الجزية، ولا يضربوها على النساء والصبيان ولا يضربوها الا على من جرت عليه المواسي»، رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص٣٦ رقم ٩٣)- واسماعيل بن ابراهيم هو ابن علية ثقة من رجال الصحيح، والجماعة والباقون لا يسال عنهم، فالسند صحيح موصول-

٤١٧٥- حدثنا الهيثم بن عدى عن عمر بن نافع حدثني ابوبكر العبسي صلة بن زفر قال: أبصر عمر رضی اللہ عنہ شيخا كبيرا من أهل الذمة يسأل فقال له: مالك؟ قال: ليس لي مال، وان الجزية تؤخذ مني، فقال له عمر: ما انصفناك، أكلنا شبيبتك ثم نأخذ منك الجزية، ثم كتب إلى عماله- أن لا يأخذوا الجزية من شيخ كبير-" رواه ابن زنجويه في "الاموال" له

باب۔ بچے، عورت، لنجا، اندھے، بہت بوڑھے اور نہ کما سکنے والے فقیر پر جزیہ نہیں

۴۱۷۴۔ حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے لشکروں کے کمانڈروں کے نام یہ (ہدایات) بھیجیں کہ وہ فی سبیل اللہ جنگ کریں اور صرف انہیں سے جنگ کریں جوان سے جنگ کریں اور عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کریں اور صرف انہیں قتل کریں جو بالغ ہو اور انہوں نے لشکروں کے کمانڈروں کو یہ ہدایات بھی لکھیں کہ (ذمیوں) پر جزیہ عائد کرو لیکن عورتوں اور بچوں پر جزیہ نہ لگاؤ اور صرف انہیں پر جزیہ عائد کرو جو صرف بالغ ہوں (کتاب الاموال) اس کی سند صحیح موصول ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں اور بچوں پر جزیہ نہیں۔ باقی جس حدیث میں عورتوں سے جزیہ لینے کا ذکر ہے تو وہ جزیہ صلح پر محمول ہے، مزید تفصیل کے لئے احکام القرآن للجصاص ج۳ صفحہ ۹۰ ملاحظہ فرمائیں۔

۴۱۷۵۔ ابوبکر عبسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک نہایت بوڑھے ذمی شخص کو سوال کرتے ہوئے (گداگری کرتے ہوئے) دیکھا تو فرمایا تجھے کیا ہوا؟ (کیوں مانگتا ہے؟) اس نے عرض کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے اور لیکن جزیہ مجھ سے لیا جاتا ہے (اس

(فتح القدير٥:٢٩٤ و الزيلعي٢:١٥٥)- واخرجه ابو يوسف الامام فى "الخراج" (ص١٥٠) قال: حدثنى عمر بن نافع عن ابى بكر فذكره اطول منه وَفِيْهِ شَيْخٌ كَبِيْرٌ ضَرِيرُ الْبَصرِ، وَزَادَ: وَوَضَعَ الْجِزْيَةَ عَنْهُ وَعَنْ ضُرَبَائِهِ قَالَ : وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ: اَنَا شَهِدْتُ ذٰلِكَ مِنْ عُمَرَ وَرَاَيْتُ ذٰلِكَ الشَّيْخَ اه" وعمر بن نافع هذا ذكره ابن حبان فى الثقات والساجى و ابن الجارود فى "الضعفاء"(تهذيب ٧: ٥٠٠)، فالاثر حسن الاسناد، وله شاهد۔

٤١٧٦- حدثنا محمد بن كثير عن ابى رجاء الخراسانى عن جسر ابى جعفر "قال: شَهِدْتُ كِتَابَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلٰى عَدِيِّ بن ارطاة قُرِئَ عَلَيْنَا بِالْبَصْرَةِ اَمَّا بَعْدُ: فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ اِنَّمَا اَمَرَ اَنْ تُؤْخَذَ الْجِزْيَةُ مِمَّنْ رَّغِبَ عَنِ الْاِسْلَامِ، وَاخْتَارَ الْكُفْرَ عُتِيًّا وَخُسْرَانًا مُبِيْنًا فَضَعِ الْجِزْيَةَ عَلٰى مَنْ اَطَاقَ حَمْلَهَا وَخَلِّ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عِمَارَةِ الْاَرْضِ،فَاِنَّ فِيْ ذٰلِكَ صَلَاحًا لِمَعَاشِ الْمُسْلِمِيْنَ وَقُوَّةً عَلٰى عَدُوِّهِمْ وَانْظُرْ مَنْ قِبَلَكَ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ قَدْ كَبِرَتْ سِنُّهُ

لئے مانگتا ہوں) اس پر حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ ہم نے آپ سے انصاف نہیں کیا۔ آپ کی جوانی کو تو ہم کھا گئے (یعنی آپ سے جزیہ جوانی میں لیتے رہے) اور اب (بڑھاپے میں) بھی آپ سے جزیہ لے رہے ہیں۔ پھر آپؓ نے اپنے محصلین کو لکھا کہ نہایت بوڑھے شخص سے جزیہ نہ لو۔ (الاموال لابن زنجویہ)۔ اور ابو یوسف نے کتاب الخراج میں اپنی سند کے ساتھ اس حدیث سے زیادہ طویل حدیث روایت کی ہے اور اس میں "نہایت بوڑھا، اندھا یا کمزور نظر والا" کے الفاظ ہیں اور درج ذیل الفاظ کا اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس سے اور اس جیسے دوسروں سے جزیہ ختم کردیا۔ ابو بکر (راوی) فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت عمرؓ کو جزیہ ختم کرتے دیکھا اور اس بوڑھے کو دیکھا۔ یہ اثر حسن الاسناد ہے اور اس کا شاہد بھی ہے۔

<u>فائدہ:</u> جب شیخ کبیر سے جزیہ معاف ہے تو اندھے اور لنجے سے بطریق اولی معاف ہوگا کیونکہ وہ بوڑھے سے زیادہ معذور ہوتے ہیں۔

۴۱۷۶۔ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کا وہ خط دیکھا جو انہوں نے عدی بن ارطاۃ کو بھیجا تھا یہ خط بصرہ میں ہمیں پڑھ کر سنایا گیا۔ (اسکی یہ عبارت تھی) اما بعد! اللہ تعالیٰ نے جزیہ لینے کا جو حکم فرمایا ہے وہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اسلام قبول کرنے سے گریز کر کے سرکشی اور کھلے خسارہ کو منظور کرتے ہوئے کفر اختیار کریں۔ لہٰذا تم ان میں سے اس پر جزیہ عائد کرو جو جزیہ کا بوجھ اٹھانے کی استطاعت رکھتا ہے۔ انہیں زمین آباد کرنے میں آزاد چھوڑ دو۔ کیونکہ اس میں (ایک طرف تو) مسلمانوں کا معاشی فائدہ ہے

ضَعُفَتْ قُوَّتُهٗ وَوَلَّتْ عَنْهُ الْمَكَاسِبُ، فَاَجْرِ عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا يُصْلِحُهٗ، فَلَوْاَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ لَهٗ مَمْلُوْكٌ كَبُرَتْ سِنُّهٗ وَضَعُفَتْ قُوَّتُهٗ وَوَلَّتْ عَنْهُ الْمَكَاسِبُ كَانَ مِنَ الْحَقِّ لَهٗ عَلَيْهِ اَنْ يُقَوِّتَهٗ حَتّٰى يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا مَوْتٌ اَوْ عِتْقٌ، وَذٰلِكَ اَنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ مَرَّ بِشَيْخٍ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ يَسْاَلُ عَلٰى اَبْوَابِ النَّاسِ۔ فَقَالَ: مَا اَنْصَفْنَاكَ اَنْ كُنَّا اَخَذْنَا مِنْكَ الْجِزْيَةَ فِيْ شَبِيْبَتِكَ ثُمَّ ضَيَّعْنَاكَ فِيْ كِبَرِكَ۔ قال: ثُمَّ اَجْرٰى عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ مَا يُصْلِحُهٗ"۔ رواه ابوعبيد فی "الاموال" (ص٤٥ رقم ١١٩)۔ وسنده حسن، و ذکرنا ترجمة رجاله فی الحاشية۔

٤١٧٧- عن عمر رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ ضَرَبَ الْجِزْيَةَ عَلَى الْغَنِيِّ ثَمَانِيَةً وَاَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا وَعَلَى الْمُتَوَسِّطِ اَرْبَعَةً وَّ عِشْرِيْنَ وَعَلَى الْفَقِيْرِ الْمُكْتَسِبِ اثنی عشرَ"۔ رواه البيهقی بطرق مرسلة و سکت الحافظ عنه فی "التلخيص الحبير" (٢: ٣٨٠)، فهو مرسل حسن، او صحيح، و قد

اور (دوسری طرف) انہیں اپنے دشمنوں کے مقابلے میں قوت حاصل ہوگی اور دیکھو تمہارے علاقے میں جو عمر رسیدہ کمزور اور کمائی سے لاچار ذمی ہوں ان کا بیت المال سے مناسب وظیفہ مقرر کردو۔ اور اگر کسی مسلمان کا غلام بوڑھا ہوگیا ہو اور اس کی ہمتیں جواب دے چکی ہوں اور کمائی سے لاچار ہو تو اس کے مسلمان آقا کا فرض ہے کہ وہ اس کی گذر بسر کا بندوبست کردے۔ حتیٰ کہ موت یا آزادی ان دونوں کے مابین جدائی ڈالدے۔ (اور میں نے یہ فیصلہ اس واسطے کیا ہے کہ) مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمرؓ کا کسی عمر رسیدہ ذمی پر سے گذر ہوا جو در بدر لوگوں سے بھیک مانگ رہا تھا تو آپؓ نے (اس سے) فرمایا کہ ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ تیری جوانی میں تو ہم تجھ سے جزیہ وصول کرتے رہے پھر بڑھاپے میں تجھے اس طرح (دردر کا بھکاری بنا کر) ضائع کردیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے بیت المال سے اس کے لئے اس کی ضرورت کے مطابق وظیفہ جاری کردیا۔ (کتاب الاموال)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خراجِ زمین صرف اسی زمین پر عائد ہوگا جو اس کی طاقت رکھے اور اسی طرح خراج راس (جزیہ) بھی صرف اسی ذمی مرد پر ہوگا جو اس کا بار اٹھانے کی استطاعت رکھے۔ (ہدایہ مع الفتح) اور وانظر من قبلك الخ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ عمر رسیدہ پر جزیہ نہیں۔

٤١٧٧۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے مالدار ذمی پر اڑتالیس درہم اور متوسط درجہ کے ذمی پر چوبیس درہم اور کما سکنے والے فقیر پر بارہ درہم جزیہ مقرر فرمایا۔ (بیہقی نے مرسل طرق سے روایت کیا ہے) اور تلخیص میں حافظ نے اس پر سکوت

تقدم في باب مقدار الجزية۔

باب لا توضع الجزية على الرهبان الذين لا يخالطون الناس

٤١٧٨- حدثنا ابو اليمان عن صفوان بن عمرو عن عمر بن عبدالعزيز رضي الله عنه فرض على رُهْبَانِ الدِّيَارَاتِ عَلٰى كُلِّ رَاهِبٍ دِينَارَيْنِ"۔ اخرجه ابو عبيد في "الاموال" (ص ٢٠ رقم ١٠٩) قلت: وهذا سند صحيح على شرط مسلم، فان ابا اليمان هو الحكم بن نافع من رجال الجماعة، وصفوان بن عمر وابو عمرو الحمصي من رجال مسلم، والاربعة ثقة من الخامسة (تقريب ص ٤٥ و ٨٩)۔

٤١٧٩- عن خالد بن الوليد رضي الله عنه "اَنَّهُ صَالَحَ اَهْلَ الْحَيْرَةِ عَلٰى تِسْعِيْنَ وَمِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ تُقْبَلُ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ جَزَاءً عَنْ اَيْدِيهِمْ فِي الدُّنْيَا رُهْبَانُهُمْ وَقِسِّيْسُهُمْ اِلَّا مَنْ كَانَ غَيْرِ ذِيْ يَدٍ حَبِيْسًا عَنِ الدُّنْيَا تَارِكًا لَهَا وَسَائِحًا تَارِكًا لِلدُّنْيَا"۔ مختصر رواه الطبري في

کر کے اس کے حسن بلکہ صحیح ہونے کا عندیہ دیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کے مفہوم سے معلوم ہوا کہ کمائی سے لاچار فقیر پر جزیہ نہیں۔

باب۔ ان راہبوں پر جزیہ نہیں جو لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے

۴۱۷۸۔ صفوان بن عمرو سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے الدیارات (شہروں) کے راہبوں پر فی راہب دو دینار جزیہ مقرر فرمایا۔ (کتاب الاموال)۔

فائدہ: چونکہ شہروں کے راہب لوگوں سے اختلاط کرتے ہیں اس لئے ان پر جزیہ عائد کیا اور اس کے مفہوم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دیہاتوں اور پہاڑی علاقوں کے راہب پر جزیہ نہ ہوگا کیونکہ وہ مختلط بالناس نہیں ہوتا۔

۴۱۷۹۔ خالد بن ولیدؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے اہل حیرہ سے ان کے راہبوں اور عالموں سے ایک لاکھ نوے ہزار درہموں پر صلح کی۔ جو ہر سال ان سے وصول کیا جاتا ان کی وسعت وغناء کے بدلہ میں۔ مگر جو راہب غنی نہ ہوتا اور دنیا سے بالکل الگ تھلگ زاہد ہوتا اور دنیا سے بے نیاز جنگلوں میں بسیرا کئے پھرتا اس سے جزیہ نہ لیا جاتا۔ (طبری)۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ جو راہب یا اہل کتاب عالم وسعت رکھتا ہو اور مالدار ہو اس سے جزیہ لیا جائے گا اور جو دنیا سے بالکل الگ تھلگ ہو اور جنگلوں میں بسیرا کرنے والا ہو اس پر جزیہ نہیں۔

زیلعی"(۴:۱۰۴)۔

باب من اسلم و عليه جزية سقطت عنه

۴۱۸۰- عن جرير عن قابوس بن ابی ظبیان عن ابیه عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما، قال قال رسول الله ﷺ : ﴿لَيْسَ عَلَى مُسْلِمٍ جِزْيَةٌ﴾ اخرجه ابوداود والترمذی (زیلعی۲:۱۵۵) قلت: وسکت عنه ابوداود۔

۴۱۸۱- وقال: حدثنا محمد بن کثیر قال: سُئِلَ سُفْيَانَ يَعْنِي الثَّوْرِيَّ عَنْ هٰذَا فَقَالَ: يعني اَسْلَمَ فَلَا جِزْيَةَ عَلَيْهِ اھ۔ واعله المنذری بقابوس فقال: لا يحتج بحديثه (عون المعبود۳:۱۳۶)۔ قلت: الرجل مختلف فيه، وثقه ابن معين و يعقوب بن سفيان، و قال العجلی: کوفی لا باس به، وهو قول ابن عدی، وتكلم فيه آخرون (تهذيب۷:۳۰۶)۔

۴۱۸۲- حدثنا محمد بن يعقوب الخطيب ثنا عيسى بن ابی حرب الصفار ثنا يحيى بن ابی بكير ثنا عمرو بن يزيد عن محارب بن دثار عن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال: ﴿مَنْ اَسْلَمَ فَلَا جِزْيَةَ عَلَيْهِ﴾۔ رواه الطبرانی فی "الاوسط"(زیلعی۲:۱۵۵ ، وسکت عنه الحافظ فی "الدراية"، و فيه عمرو بن يزيد التميمی ضعفه ابن معين وغيره، وذكره ابن حبان فی "الثقات"، وقال ابن عدی: هو ممن يكتب حديثه من الضعفاء(تهذيب۸:۱۱۹-۱۲۰)۔

باب۔ جو شخص اسلام قبول کرے درانحالیکہ اس پر جزیہ باقی ہو تو وہ اس کے ذمہ نہ رہے گا

۴۱۸۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان پر جزیہ نہیں۔(ابوداؤد۔ترمذی)۔

۴۱۸۱۔ محمد بن کثیر فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ سے اس مسئلہ کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو مسلمان ہو جائے اس پر جزیہ نہیں۔ قابوس راوی مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہے۔

۴۱۸۲۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مسلمان ہو جائے تو اس پر جزیہ نہیں۔(طبرانی فی الاوسط)۔حافظ نے درایہ میں اس پر سکوت فرمایا ہے(لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی ذمی سال پورا ہونے کے بعد جبکہ اس پر جزیہ گذشتہ سال کا لازم ہو چکا ہے، مسلمان ہو جائے تو اس سے جزیہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ الاسلام يهدم ما كان قبله۔

٤١٨٣- حدثنا عبدالرحمن عن حماد بن سلمة عن عبيدالله بن رواحة قال: كُنت مَعَ مَسْرُوقٍ بِالسِّلْسِلَةِ فَحَدَّثَنِي أَنَّ رَجُلًا مِنَ الشُّعُوبِ أَسْلَمَ فَكَانَتْ تُؤْخَذُ مِنْهُ الْجِزْيَةُ فَ... عمرَ بنَ الخطابِ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنِّي أَسْلَمْتُ وَالْجِزْيَةُ تُؤْخَذُ مِنِّي- قَالَ: لَعَـ... أَسْلَمْتَ مُتَعَوِّذًا؟ فَقَالَ: أَمَّا فِي الْإِسْلَامِ مَا يُعِيذُنِي؟ قَالَ: بَلَى ، قَالَ: فَكَتَبَ عُمَرُ أَنْ لَا تُؤخـ... مِنْهُ الْجِزْيَةُ" اخرجه ابو عبيد فی "الاموال" (ص٤٨ رقم ١٢٢)- و قال: الشعوب الاعـ... قلت: عبدالرحمن هوابن مهدی و عبيدالله بن رواحة بصری ثقة له ترجمة فی" تعجـ... المنفعة" (ص٢٧٠)، فالحديث حسن صحيح-

٤١٨٤- حدثنا حجاج عن حماد بن سلمة عن حميد قال: كَتَبَ عمرَ ... عبدِالعزيز"مَنْ شَهِدَ شَهَادَتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاخْتَتَنَ فَلَا تَاخُذُوا مِنْهُ الْجِزْيَةَ"- رواه ابو... (ص٤٨ رقم ١٢٥) ايضاً- قلت: حميد-هو الطويل- وحماد بن سلمة ابن اخته كلاهما ... رجال الجماعة وحجاج هو ابن ارطاة حسن الحديث كما مر غير مرة، فالاثر حسن الاسناد-

---

۴۱۸۳- عبیداللہ بن رواحہؒ کہتے ہیں کہ میں سلسلہ مقام پر مسروق (تابعی) کے ساتھ تھا۔انہوں نے مجھے بتایا کہ عجمیوں ... سے ایک شخص نے اسلام قبول کیا اوراس سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا پس وہ شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا اورعرض کیا"اے امیرالمؤ... میں مسلمان ہو چکا ہوں پھر بھی مجھ سے جزیہ لیا جارہا ہے"۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے تونے جزیہ سے بچنے کے لئے اسلام قبو... ہو؟اس نے عرض کیا تو کیا اسلام مجھے اس سے نجات نہیں دلاسکتا؟ آپؓ نے فرمایا کیوں نہیں۔راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے پروانہ لکھ دیا کہ اس سے جزیہ وصول نہ کیا جائے۔(کتاب الاموال)۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: صاحب مغنی فرماتے ہیں کہ اگر ذمی دورانِ سال مسلمان ہو تو اس پر جزیہ واجب ہی نہیں اوراگر سال کے مکمل ہو... پر مسلمان ہو تو جزیہ ساقط ہوجاتا ہے۔قرآن میں ارشادِ ربانی ہے ﴿قل للذين كفروا ان ينتهوا يغفرلهم ما قد سلف﴾(یعنی ... سے کہو کہ اگر وہ کفر سے توبہ کرلیں اور مسلمان ہوجائیں تو جو کچھ ہو چکا انہیں معاف ہوجائے گا)۔

اوراسی طرح حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ جزیہ دینے کے لئے رقم ہاتھ میں لے کر کھڑا ہو اوراسی وقت وہ مسلمان ہوجائے تو بھی جزیہ ... ہوجائے گا۔نیز جزیہ ذلت ہے لہٰذا سال پورا ہونے پر بھی نہیں لیا جائے گا۔

۴۱۸۴- حمید کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تحریر فرمایا کہ جو ہماری طرح کلمہ شہادت کی گواہی دے۔ہمارے قبلہ ... طرف رخ کرے اور ختنہ کرالے تو اس سے جزیہ وصول نہ کرو۔(کتاب الاموال)۔یہ حدیث حسن الاسناد ہے۔

٤١٨٥- حدثنی شیخ من علماء الکوفة قَالَ: جَاءَ كِتَابٌ مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ رَحِمَهُ اللهُ اِلٰى عَبْدِالْحَمِيْدِ بْنِ عبدِالرحمنِ : كَتَبْتَ اِلَيَّ تَسْأَلُنِيْ عَنْ أُنَاسٍ مِّنْ اَهْلِ الْحَيْرَةِ يُسْلِمُوْنَ وعليهم جِزْيَةٌ عَظِيْمَةٌ وَتَسْتَأْذِنُنِيْ فِيْ أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنْهُمْ، وَاِنَّ اللهَ جَلَّ ثَنَاءُهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ داعيًا اِلَى الْاِسْلَامِ وَلَمْ يَبْعَثْهُ جَابِيًا، فَمَنْ اَسْلَمَ مِنْ اَهْلِ تِلْكَ الْمِلَلِ فَعَلَيْهِ فِيْ مَالِهِ الصَّدَقَةُ ولا جِزْيَةَ عليهِ- رواه الامام ابو يوسف فی "الخراج" له (ص١٥٧)، وفيه راو لم يسم، ولكن احتجاج المجتهد بحديث تصحيح له، وايضا فقوله: "شيخ" من الفاظ التعديل-

باب اذا اجتمعت على الذمي الحولان تداخلت الجزيتان

٤١٨٦- ثنا محمد بن بكر عن ابن جريج اخبرنی سليمان الاحول عن طاوس انه قال:

فائدہ: "من شهد شهادتنا" سال کی ابتداء، وسط اور انتہاء سب کو عام ہے۔لہٰذا ختم سال پر مسلمان ہونے کی صورت میں بھی جزیہ ساقط ہو جائے گا۔ختنہ اسلام کے شعائر میں سے ہے۔اس سے اسلام مضبوط ہوتا ہے اور اسلام کی صحت کا دوسروں کو یقین ہو جاتا ہے۔

۴۱۸۵۔ علماء کوفہ میں سے ایک شیخ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا خط عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کے پاس آیا (جس میں لکھا تھا کہ) تو نے مجھ سے اہلِ حیرہ کے ایسے لوگوں کی بابت سوال کیا ہے جن کے ذمے ایک بڑا جزیہ واجب ہے۔اور تو مجھ سے ان سے جزیہ لینے کی اجازت لینا چاہتا ہے۔(سن لو!) اللہ جل جلالہ نے حضور ﷺ کو اسلام کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا ہے نہ کہ جزیہ جمع کرنے والا۔پس ان قوموں میں جو بھی مسلمان ہو جائے تو اس کے مال میں زکوٰۃ ہے، اور اس پر جزیہ نہیں۔(کتاب الخراج)۔اس حدیث سے مجتہد کا حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔نیز شیخ کا لفظ بھی الفاظِ تعدیل میں سے ہے۔

فائدہ: "وعليهم جزية عظيمة" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سال مکمل ہونے کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور اس کے باوجود حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان سے جزیہ لینے سے منع کر دیا اور یہی ہمارا مذہب ہے۔

فائدہ: اسی طرح سال کے بعد ذمی کے مرنے سے بھی جزیہ ساقط ہو جائے گا۔کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ جو مسلمان ہو جائے اس پر جزیہ نہیں۔نیز جزیہ ہمارے نزدیک جنگ کی نصرۃ کا بدل اور دفعِ شر کی وجہ سے مشروع ہے اور اس پر ذلت ٹھونسنے کے لئے ہے اور اب اس کی موت کے بعد نہ محل ذلت ہے اور نہ ہی شر کا خوف اور نہ ہی اس کے لئے نصرۃ مقاتلہ لہٰذا جزیہ بھی ساقط ہو جانا چاہیے۔

باب۔جب ذمی پر دو سال کے جزیہ جمع ہو جائیں تو وہ متداخل ہو جائیں گے

فائدہ: یعنی اگر کسی وجہ سے پہلے سال کا جزیہ لینا رہ جائے اور دوسرا سال مکمل ہو جائے تو ایک سال کا جزیہ ساقط ہو جائے

"إِذَا تَدَارَكَتِ الصَّدَقَتَانِ فَلَا تُؤْخَذُ الْأُوْلٰى كَالْجِزْيَةِ"- رواه ابن ابی شیبة فی "المصنف" (ص٦٢)، ورجاله ثقات كلهم، وقد تقدم فی باب يسقط الخراج بالتداخل-

باب كيف تجتبى الجزية وما يؤمر به من الرفق باهلها

٤١٨٧- حدثنا علی بن معبد عن عبیداللہ بن عمرو الرقی عن عبدالكريم الجزری عن سعيد بن المسيب أَنَّهُ كَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُتْعَبَ الْاَنْبَاطُ فِیْ الْجِزْيَةِ اِذَا أُخِذَتْ مِنْهُمْ- رواه ابوعبید فی "الاموال" (ص٥٣رقم ١٤٠)- قلت: سند حسن صحيح-

٤١٨٨- حدثنی عبدالرحمن بن بشر النيسابوری ثنا سفيان عن ابن سعد عن عكرمة ﴿حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾ قَالَ: اَیْ تَأْخُذُهَا وَاَنْتَ جَالِسٌ وَهُوَ قَائِمٌ- رواه الطبری فی "التفسير" (١٠:٧٨)- وعبدالرحمن من رجال الشيخين، ثقة

گا- اور ایک سال کا جزیہ ہی لینا ہوگا۔

۴۱۸۶۔ طاؤس فرماتے ہیں کہ جب دو خراج جمع ہو جائیں تو جزیہ کی طرح پہلے سال کا خراج نہیں لیا جائے گا (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ "جزیوں کا تداخل لوگوں اور عمال کے ہاں مشہور و معروف تھا۔

باب۔ جزیہ (ذمیوں سے) کیسے لیا جائے اور ان کے ساتھ کس طرح کی نرمی کرنے کا حکم کیا گیا ہے

۴۱۸۷۔ عبدالکریم جزری فرماتے ہیں کہ سعید بن المسیبؒ اس بات کو اچھا سمجھتے تھے کہ جب نبطیوں سے جزیہ لیا جائے انہیں کچھ تھکایا جائے۔ (کتاب الاموال)۔ اس کی سند حسن صحیح ہے۔

فائدہ: تھکانے سے سعید کا مطلب یہ ہے کہ جزیہ کی وصولی کے وقت ان کا احترام نہ کیا جائے اور ان کو کسی قدر بٹھا کر وہ خود آ کر جزیہ دیں۔ اگر وہ کسی نوکر یا نائب کو بھیجیں تو وصول نہ کیا جائے۔ لیکن ان کو تکلیف شدید دینا مراد نہیں جیسا کہ اگلی روایت سے معلوم ہوگا۔

۴۱۸۸۔ عکرمہ آیت ﴿حتی یعطوا الجزیة عن ید وھم صاغرون﴾ (یعنی یہاں تک کہ وہ ماتحت قبول کرتے ہوئے خود آ کر جزیہ دیں) کے متعلق فرماتے ہیں کہ (اے عامل!) تو جزیہ اس حالت میں وصول کرے کہ تو بیٹھا ہوا اور وہ (ذمی) کھڑا ہو۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند حسن ہے۔

سفيان هو ابن عيينة، وابن سعد هو عثمان الكاتب مختلف فيه وثقه ابونعيم وابو جعفر مسي. و قال ابن عدى: هو حسن الحديث، و مع ضعفه يكتب حديثه- و قال الحاكم: خرى ثقة عزيز الحديث ولينه ابو زرعة و قال ابو حاتم: شيخ- وتكلم فيه يحيى بن سعيد من قبل حفظه اهـ- ملخصا من التهذيب(٧: ١١٧ و ١١٨)- فالاسناد حسن-

٤١٨٩- حدثنا ابو معاوية عن هشام بن عروة عن ابيه عن هشام بن حكيم بن حزام انه مرّ علی قومٍ يُعذّبُون فی الْجِزيَةِ بِفلسطِيْنَ فقَالَ هشامٌ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنَّ الله يُعذِّبُ يَوْمَ القِيامة الَّذِيْنَ يُعذِّبُوْن النَّاسَ فِيْ الدُّنْيا- رواه ابوعبيد (ص٤٢ رقم ١١٠)، وسنده صحيح والحديث اخرجه مسلم فی "صحيحه" (٢: ٣٢٧)- بطرق عديدة، واحمد فی "مسنده" (٣: ٤٠٣ و ٤٦٨)-

٤١٩٠- حدثنا نعيم حدثنا بقية بن الوليد عن صفوان بن عمرو عن عبدالرحمن بن جبير بن نفير عن ابيه "انَّ عُمَرَ بْنَ الْخطَّاب، اُتِيَ بِمَالٍ كَثِيْرٍ قَالَ اَبُوْعَبيد: اَحْسبُهُ قَالَ مِنَ الجزيَةِ- فقَالَ: اِنِّيْ لَاَظُنُّكُمْ قَدْ اَهْلَكْتُمُ النَّاسَ، قَالُوْا: لَا وَاللّٰهِ مَا اَخَذْنَا اِلَّا عَفْوًاصَفْوًا قَالَ: بِلَا سَوْطٍ وَنَوْطٍ ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ يَجْعَلْ ذٰلِكَ عَلٰی يَدَیَّ، وَلَا فِیْ سُلْطَانِیْ"- اخرجه ابو عبيد ايضا (ص٤٣ رقم ١١٤)، ورجاله كلهم ثقات من رجال مسلم غير نعيم فانه

۴۱۸۹- ہشام بن حکیم کے بارے میں مروی ہے کہ وہ فلسطین میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گذرے جن سے جزیہ وصول کرنے میں سختی کی جارہی تھی۔ تو اس پر ہشام نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو تکلیف دہ سزا دے گا جو دنیا میں لوگوں کو سخت سزائیں دیتے ہیں۔ (کتاب الاموال)۔ اس کی سند صحیح ہے اور مسلم نے صحیح میں متعدد طرق سے اور احمد نے مسند میں اسے روایت کیا ہے۔

۴۱۹۰- جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس کثیر مال لایا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ (اتنا کثیر مال وصول کرنے میں) تم نے لوگوں پر بے جا دباؤ ڈال کر انہیں تباہ کر دیا ہوگا۔ اس پر وہ (مال لانے والے) بولے نہیں: قسم بخدا ہم نے ان کی رضامندی اور خوش دلی کے ساتھ ان سے یہ وصول کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ بغیر کوڑے مارے اور بغیر لٹکائے! انہوں نے کہا جی ہاں، اس پر آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ جس نے مجھے اور میرے دور حکومت کو رعایا پر ظلم سے محفوظ رکھا۔ (کتاب الاموال) یہ اثر حسن ہے۔

من رجال البخاری- وفیه عنعنة بقیة بن الولید فالاثر حسن-

٤١٩١- حدثنی اسماعیل بن المهاجر البجلی عن عبدالملك بن عمیر قال حدثنی رَجُلٌ مِنْ ثَقِیْفٍ قَالَ اِسْتَعْمَلَنِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَلٰی عُکْبریٰ، فَقَالَ لِیْ وَاَهْلُ الْاَرْضِ مَعِیَ یَسْمَعُوْنَ: اُنْظُرْ اَنْ تَسْتَوْفِیَ مَاعَلَیْهِمْ مِنَ الْخَرَاجِ وَ اِیَّاكَ اَنْ تُرَخِّصَ لَهُمْ فِیْ شَیْئٍ وَاِیَّاكَ اَنْ یَرَوْا مِنْكَ ضَعْفًا ثُمَّ قَالَ اِلَیَّ عِنْدَالظُّهْرِ، فَرُحْتُ اِلَیْهِ عِنْدَ الظُّهْرِ فَقَالَ لِیْ اِنَّمَا اَوْصَیْتُكَ بِالَّذِیْ اَوْصَیْتُكَ بِهٖ قُدَّامَ اَهْلِ عَمَلِكَ، لِاَنَّهُمْ قَوْمٌ خُدَعٌ، اُنْظُرْ اِذَا قَدِمْتَ عَلَیْهِمْ ، فَلَا تَبِیْعَنَّ لَهُمْ کِسْوَةً شِتَاءً وَلَا صَیْفًا، وَلَا رِزْقًا یَاْکُلُوْنَهٗ، وَلَا دَابَّةً یَعْمَلُوْنَ عَلَیْهَا، وَلَا تَضْرِبَنَّ اَحَدًا مِنْهُمْ سَوْطًا وَاحِدًا فِیْ دِرْهَمٍ، وَلَا تُقِمْهُ عَلٰی رِجْلِهٖ فِیْ طَلَبِ دِرْهَمٍ وَلَا تَبِعْ لِاَحَدٍ مِنْهُمْ عَرَضًا فِیْ شَیْءٍ مِنَ الْخَرَاجِ- فَاِنَّا اِنَّمَا اُمِرْنَا اَنْ نَاْخُذَ مِنْهُمُ الْعَفْوَ، فَاِنْ اَنْتَ خَالَفْتَ مَا اَمَرْتُكَ بِهٖ یَاْخُذُكَ بِهٖ دُوْنِیْ، وَاِنْ بَلَغَنِیْ عَنْكَ خِلَافُ ذٰلِكَ عَزَلْتُكَ- قَالَ: قُلْتُ: اِذَنْ اَرْجِعَ اِلَیْكَ کَمَا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِكَ قَالَ: وَاِنْ رَجَعْتَ کَمَا خَرَجْتَ، قَالَ فَانْطَلَقْتُ بِالَّذِیْ اَمَرَنِیْ

۴۱۹۱۔ بنوثقیف کے ایک شخص فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے مجھے عکبراء (بغداد کے مضافات میں ہے) کا عامل بنایا انہوں نے برسرِ مجمع مجھے ہدایت کی کہ دیکھ ان سے پورا پورا اخراج وصول کرنا اور ان سے کسی قسم کی نرمی نہ کرنا اور ہر اس چیز سے بھی احتراز کرنا جس کی وجہ سے وہ تیرے اندر کمزوری دیکھیں۔ پھر فرمایا کہ مجھے ظہر کے وقت ملنا۔ (وہ ثقفی فرماتے ہیں کہ) میں ظہر کے وقت ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے تجھے تیرے کام والے لوگوں کے سامنے اس لئے وصیت کی ہے کہ وہ دھوکہ باز قوم ہے (اور یہ ہدایات بھی دیں کہ) دیکھو جب تم ان کے پاس پہنچو تو ان کی سردی کی پوشاک بیچنا نہ گرمی کی اور نہ وہ رزق بیچنا جو وہ کھاتے ہیں اور نہ جانور بیچنا جس پر وہ کام کرتے ہیں اور ان میں سے کسی کو ایک درہم کی وجہ سے ایک کوڑا بھی نہ مارنا اور ایک درہم کے طلب میں ذمی کو پاؤں پر کھڑا بھی نہ کرنا۔ اور خراج کے عوض ان میں سے کسی کا سامان نہ بیچنا اس لیے کہ ہمیں تو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے (ضروریات زندگی سے) زائد مال وصول کرسکیں (یعنی ضروریات زندگی میں سے کوئی چیز خراج میں نہ لینا۔ بلکہ اگر ان کے پاس ضروریات زندگی سے کچھ زائد ہو تو خراج میں وہ لینا)۔ اور اگر تو نے میرے احکام کی خلاف ورزی کی تو تجھے میرے علاوہ کوئی اور اس کی پاداش میں لے گا اور اگر مجھے تیری طرف سے نافرمانی کرنے کی اطلاع ملی تو میں تجھے معزول کردونگا۔ ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ تب تو میں آپ کے پاس اسی حالت میں لوٹوں گا جس طرح کہ آپ کے پاس سے جا رہا ہوں (یعنی مجھے کوئی کچھ نہ دے گا) آپؓ نے فرمایا کہ اگرچہ

به فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَنْتَقِصْ مِنَ الْخَرَاجِ شَيْئًا"- رواه الامام ابو يوسف في "الخراج" (ص١٨)، وسنده لا باس به، ورواه ابو عبيد في "الاموال" (ص٤٤) بسند آخر سواه، فتقوى احدهما بالآخر-

٤١٩٢- عن صفوان بن سليم عن عدة من ابناء اصحاب رسول الله ﷺ عن آبائهم دنية عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قال: ﴿أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْأَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ فَأَنَاحَجِيْجُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾- رواه ابو داود و سكت عنه و قال المنذري: فيه مجهولون (عون المعبود٣:١٣٦)- و قال العراقي: "سند جيد ولا يضر الجهل بحال الابناء فانهم يبلغون حد التواتر الذى لا يشترط فيه العدالة، فقد اخرج البيهقي في سننه، في رواية: عن ثلاثين من ابناء اصحاب رسول الله ﷺ، (التعقبات للسيوطي ص٤١)-

٤١٩٣- عن عمرو بن ميمون ان عمر بن الخطاب ﷺ قَالَ حِيْنَ أُصِيْبَ: أُوْصِيْ الْخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِيْ بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ وَبِالْأَنْصَارِ وَبِأَهْلِ الْأَمْصَارِ، وَبِالْأَعْرَابِ خَيْراً- إِلٰى أَنْ

اس طرح (بے مال) لوٹے جس طرح کہ تو جارہا ہے (یعنی حتی الامکان نرمی برتیں) ثقفی فرماتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کی طرف سے دیئے گئے احکامات کے ساتھ گیا اور لوٹا (لیکن) میں نے خراج سے کوئی شئ کم نہیں کی۔ (یعنی پورا پورا خراج بھی وصول ہوگیا)۔ (کتاب الخراج ابو یوسف۔ کتاب الاموال)۔

۴۱۹۲۔ چند اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بیٹوں سے روایت ہے وہ اپنے باپوں سے روایت کرتے ہیں جو کہ ایک دوسرے کے عزیز تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار! جو شخص کسی معاہد (ذمی) پر ظلم کرے گا اور اس کا حق کم کرے گا یا اس کی طاقت سے زیادہ سے تکلیف دے گا یا اس کی رضامندی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے گا تو قیامت کے روز میں اس کی طرف سے حجت کرونگا۔ ابوداؤد نے سے روایت کرکے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔ بیہقی نے سنن میں ایک روایت میں کہا ہے کہ یہ تیس اصحاب کے بیٹوں سے مروی ہے (یعنی حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ لہٰذا اس میں عدالت شرط نہیں)۔

۴۱۹۳۔ عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے شہادت کے وقت فرمایا کہ میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ مہاجرین اولین، انصار اور شہر والوں اور دیہاتیوں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھے............ پھر فرمایا کہ میں اسے اس بات کی (بھی) وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ اور رسول اللہ کی ذمہ داری کو پورا کرے (یعنی ان غیر مسلموں کی جو اسلامی حکومت کے تحت زندگی

قَالَ- وَاُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهٖ ان يُوْفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَاَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَاءِ هِمْ، وَلَا يُكَلَّفُوْااِلَّا طَاقَتَهُمْ"- مختصر رواه البخارى فى باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفان مطولا (فتح البارى ٧:٤٩)-

باب لا يؤخذ الخمر والخنزير والميتة فى الجزية بل يولى اربابها بيعها ثم يؤخذ من اثمانها

٤١٩٤- حدثنا اسرائيل بن يونس عن ابراهيم بن عبدالاعلىٰ قال: سمعت سويد بن غفلة رضی اللہ عنہ يقول: حَضَرْتُ عمرَ بنَ الخطاب رضی اللہ عنہ وَقَدِاجْتَمَعَ اِلَيْهِ عُمَّالُهٗ فَقَالَ: يَاهٰؤُلَاءِ! اِنَّهٗ بَلَغَنِىْ اَنَّكُمْ تَاْخُذُوْنَ فِى الْجِزْيَةِ الْمَيْتَةَ وَالْخِنْزِيْرَ وَالْخَمْرَ فَقَالَ بِلَالٌ- اَجَلْ اِنَّهُمْ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ، فَقَالَ عُمَرُ: فَلَا تَفْعَلُوْا، وَلٰكِنْ وَلُّوْااَرْبَابَهَا بَيْعَهَا، ثُمَّ خُذُوْاالثَّمَنَ مِنْهُمْ"، رواه الامام ابو يوسف فى "الخراج" (ص ١٥١)، وسنده صحيح موصول-

---

گزارتے ہیں) ان سے کئے گئے وعدے پورے کرے۔ان سے بچا کر لڑا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بار نہ ڈالا جائے۔ مختصراً (بخاری)۔

فائدہ: آثار میں ذمیوں سے نرمی کرنے اور ان سے کئے گئے وعدے پورے کرنے کا حکم ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمیں ان کی تعظیم نہ کرنے اور ان پر ظلم شدید نہ کرنے اور برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے۔یہی عدلِ اسلامی ہے جس کی دوسری شرائع میں مثال نہیں ملتی۔

باب۔جزیہ میں شراب،خنزیر اور مردار نہ لیا جائے بلکہ ان کی بیع ان کے مالکوں کے سپرد کی جائے اور پھر ان کی قیمتوں سے جزیہ نکالا جائے

۴۱۹۴۔ ابراہیم بن عبدالاعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سوید بن غفلہ کو یہ فرماتے سنا کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس حاضر تھا اور آپ کے عمال بھی آپؓ کے پاس جمع تھے۔آپؓ نے فرمایا اے لوگو! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم جزیہ میں مردار،سور اور شراب لیتے ہو۔اس پر حضرت بلالؓ نے فرمایا ہاں! یہ ایسا کرتے ہیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو بلکہ ان کی فروخت ان کے مالکوں کے سپرد کرو پھر (جزیہ میں) ان سے قیمت لو۔(کتاب الخراج)۔

باب شروط اهل الذمة وما يجوز لهم فعله في دارنا وما لايجوز

٤١٩٥- حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد حدثني توبة بن النمر حضرمي قاضي مصر عمن اخبره قال: قال رسول اللهﷺ: ﴿لَا خِصَاءَ فِيْ الْإِسْلَامِ وَلَا كَنِيْسَةَ﴾- رواه ابوعبيد في "الاموال" (ص٩٤ رقم٢٥٩) و توبة بن النمر قال الدارقطني كان فاضلا عابدا" (تعجيل المنفعة ص٤١)، فالحديث حسن الاسناد مرسل وجهالة صحابي لا تضر- واخرجه البيهقي في "سننه" عن ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعًا و ضعفه واخرجه ابن عدي في الكامل عن عمر رضي الله عنه مرفوعاباسناد ضعيف (زيلعي ٢:١٥٦)، وتعدد الطرق يفيد الحديث قوة-

٤١٩٦- حدثني ابو الاسود عن ابن لهيعة عن يزيد بن ابي حبيب عن ابي الخير، قال: قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه "لَا كَنِيْسَةَ فِيْ الْإِسْلَامِ وَلَا خِصَاءَ"- رواه ابو عبيد ايضا (ص١٩٤) و سنده حسن وابوالخير- هو مرثد بن عبدالله اليزني المصري - ثقة فقيه من

باب۔ ذمیوں کے لئے شرائط کا بیان اور دارالاسلام میں ذمیوں کے لئے کیا کرنا جائز اور کیا کرنا ناجائز ہے

۴۱۹۵۔ توبہ بن نمر (قاضی مصر) اپنی سند سے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں خصی کرنے کی اور کنیسہ کی (تعمیر کی) اجازت نہیں۔ (کتاب الاموال)۔ یہ حدیث حسن الاسناد ہے اور صحابی کی عدم معرفت مضر نہیں۔ اور بیہقی میں یہ حدیث ابن عباسؓ سے مرفوعاً اور کامل ابن عدی میں عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔ اور تعدد طرق سے حدیث کم از کم حسن ہوگئی ہے۔

فائدہ: یعنی نیا عبادت خانہ تعمیر کرنے کی اجازت نہیں اور جو منہدم ہو چکے ان کی تعمیر بھی نہ کی جائے اور خصی کرنے سے مراد خصیتین کا نکلوانا ہے یا عورتوں کے پاس نہ جانا مراد ہے۔

۴۱۹۶۔ ابوالخیر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسلام میں نہ (تعمیر) کنیسہ کی اجازت ہے اور نہ خصی کرنے کی۔ (ایضاً) اس کی سند حسن ہے۔ اور ابن عدی نے عمرؓ سے مرفوعاً بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ اسلام میں کنیسہ نہ بنایا جائے اور نہ منہدم ہو جانے والے کنیسہ کی مرمت کی جائے۔ (تلخیص الحبیر) حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

الثالثة (تقریب ص ٢٠٤) و رواه ابن عدی عن عمر مرفوعاً بلفظ: لَا يُبْنٰى كَنِيْسَةٌ فِيْ الْإِسْلَامِ، وَلَا يُجَدَّدُ مَا خَرَبَ مِنْهَا (التلخیص الحبیر ٢: ٣٨٠)، وسکت الحافظ عنه۔

٤١٩٧- حدثنا سلیمان حدثنا حنش عن ابن عباس رضی الله عنهما "أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْعَجَمِ اَلَهُمْ اَنْ يُحْدِثُوْا بِيْعَةً اَوْ كَنِيْسَةً فِيْ اَمْصَارِ الْمُسْلِمِيْنَ؟ فَقَالَ: اَمَّا بِمِصْرٍ مَصَّرَتْهُ الْعَرَبُ فَلَيْسَ لَهُمْ اَنْ يُحْدِثُوْا فِيْهِ بِنَآءَ بِيْعَةٍ، وَلَا كَنِيْسَةٍ وَلَا يَضْرِبُوْا فِيْهِ بِنَاقُوْسٍ وَلَا يُظْهِرُوْا فِيْهِ خَمْرًا وَلَا يَتَّخِذُوْا فِيْهِ خِنْزِيْرًا، وَكُلُّ مِصْرٍ كَانَتِ الْعَجَمُ مَصَّرَتْهُ فَفَتَحَهُ اللهُ عَلَى الْعَرَبِ فَنَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِهِمْ، فَلِلْعَجَمِ مَا فِيْ عَهْدِهِمْ وَعَلَى الْعَرَبِ اَنْ يُوَفُّوْا لَهُمْ بِذٰلِكَ"۔ رواه الامام ابو یوسف فی الخراج (ص ١٧٧-١٧٨) وابو عبید فی "الاموال" (ص ٩٧ رقم ٢٦٩)، والبیهقی فی السنن، وفیه حنش، وهو ضعیف (التلخیص الخبیر ٢: ٣٨٠)۔ قلت: قال الحاکم فی "المستدرك" (١: ٢٧٥): ثقة، وقال ابومحصن: انه شیخ صدوق، و قال البزار: لین الحدیث (التهذیب ٢: ٣٦٥) فالحدیث صالح للاحتجاج به رواه الامام احمد، واحتج به (المغنی ١٠: ٦١)۔

۴۱۹۷۔ حنش فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے عجمیوں (یعنی ذمیوں) کی بابت پوچھا گیا کہ کیا انہیں مسلمانوں کے شہروں میں گرجا اور یہودیوں کا عبادت خانہ تعمیر کرنے کی اجازت ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ شہر جنہیں عرب نے آباد کیا ہے (جیسے کوفہ، بصرہ، بغداد، واسط وغیرہ) ان میں انہیں کسی قسم کے گرجا و عبادت خانہ تعمیر کرنے کی اجازت نہیں۔ نہ انہیں ان میں ناقوس بجانے کی اجازت ہے۔ نہ شراب کھلے عام استعمال کرنے (مثلاً بیچنے یا پینے) کی اجازت ہے۔ اور نہ ہی سؤر پالنے کی اور ہر وہ شہر جنہیں عجمیوں (ذمیوں) نے آباد کیا ہو پھر اللہ نے مسلمانوں کو اس پر فتح عطا فرمائی ہو اور وہ عجم مسلمانوں کے حکم کی فرمانبرداری پر راضی ہو گئے ہوں تو عجم کو ہر وہ کام کرنے کی اجازت ہوگی جس کا معاہدہ میں ذکر ہے اور عرب (مسلمانوں) پر یہ لازم ہے کہ وہ ان سے کئے گئے وعدہ کو پورا کریں۔ (کتاب الاخراج، کتاب الاموال، بیہقی فی السنن) یہ حدیث حجت پکڑنے کے قابل ہے۔ اور امام احمد نے اسے روایت کر کے اس سے حجت پکڑی ہے (اور مجتہد کا کسی حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے)۔

فائدہ: ان کے قول "جو شہر آباد کریں" میں وہ شہر بھی شامل ہیں جہاں کے لوگ مسلمان ہو گئے جیسے مدینہ، طائف اور وہ شہر بھی شامل ہیں جن کو مسلمانوں نے فتح کر کے مجاہدین میں تقسیم کر دیا جیسے خیبر یعنی ان شہروں میں بھی عبادت خانے تعمیر کرنے اور دوسرے مذکورہ بالا امور کی ان کو اجازت نہ ہوگی۔ (کتاب الاموال)۔

٤١٩٨- انَّ "امير الْمُؤمِنِيْنَ عمرَ فِيُ الصَّحَابَةِ ﷺ،ثم عَامَّةَ الْاَئِمَةِ بَعْدَهٗ، وَسَائِرَ الْفُقَهَاءِ جَعَلُوْا فِيُ الشُّرُوْطِ الْمَشْرُوْطَةِ عَلٰى اَهْلِ الذِّمَّةِ مِنَ النَّصَارٰى وَغَيْرِهِمْ فِيْمَا شَرَطُوْهُ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ، اَنْ نُوَقِّرَ الْمُسْلِمِيْنَ وَنَقُوْمَ لَهُمْ مِنْ مَجَالِسِنَا، اِنْ اَرَادُوْاالْجُلُوْسَ، وَلَا نَتَشَبَّهَ بِهِمْ فِيْ شَيْءٍ مِنْ مَلَابِسِهِمْ قَلَنْسُوَةً اوعَمَامَةً، اَوْ نَعْلَيْنِ اَوْ فَرْقِ شَعْرٍ وَلَا نَتَكَلَّمَ بِكَلَامِهِمْ- وَلَا نَتَكَنّٰى بِكُنَاهُمْ وَلَا نَرْكَبَ السُّروجَ وَلَا نَتَقَلَّدَ السُّيوفَ، وَلَا نَتَّخِذَ شَيْئًا مِنَ السِّلَاحِ وَلَا نَحْمِلَهٗ وَلَا نَنْقُشَ خَوَاتِيْمَنَا بِالْعَرَبِيَّةِ- وَلَا نَبِيْعُ الْخُمُوْرَ وَاَنْ نَجُزَّ مَقَادِمَ رُؤُوْسِنَا، وَاَنْ نَلْزِمَ زَيَّنَا حَيْثُمَا كُنَّا، وَاَنْ نَشُدَّ الزَّنَانِيْرَ عَلٰى اَوْ سَاطِنَا وَاَنْ لَّا نُظْهِرَ الصَّلِيْبَ عَلٰى كَنَائِسِنَا وَلَا نُظْهِرَ صَلِيْبًا، وَلَا كُتُبًا فِيْ شَيْءٍ مِنْ طُرُقِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا اَسْوَاقِهِمْ، وَلَا نَضْرِبَ بِنَوَاقِيْسِنَا فِيْ كَنَائِسِنَا اِلَّا ضَرْبًا خَفِيْفًا وَلَا نَرْفَعَ اَصْوَاتَنَا مَعَ مَوْتَانَا وَلَا نُظْهِرَ النيران مَعَهُمْ فِيْ شَيْءٍ مِنْ طُرُقِ الْمُسْلِمِيْنَ"- رواه حرب باسناد جيد، كذا فى "اقتضاء الصراط المستقيم" للعلامة ابن تيمية(ص ٤٨)-

۴۱۹۸۔ صحابہ میں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اور آپؓ کے بعد تمام ائمہ اور تمام فقہاء نے ان شرائط میں جو اہلِ نصاریٰ اور دیگر ذمیوں نے اپنے اوپر عائد کیں، ان شرائط کو بھی عائد کیا'' کہ ہم یعنی ذمی لوگ مسلمانوں کی عزت کریں گے اور اگر وہ بیٹھنے کا ارادہ کریں گے تو ہم اپنی بیٹھنے کی جگہوں سے اٹھ جائیں گے، ہم لباس میں ان (مسلمانوں) کے ساتھ کسی قسم کی مشابہت اختیار نہیں کریں گے، نہ ٹوپی میں نہ پگڑی میں نہ جوتوں میں اور نہ ہی سر کے بالوں کی مانگ نکالنے میں۔ ہم ان جیسا کلام نہیں بولیں گے، نہ ان کی کنیتیں اپنے لئے استعمال کریں گے، ہم زینوں پر سواری نہیں کریں گے، نہ ہم تلواروں کا پرتلہ لٹکائیں گے، ہم کسی قسم کا اسلحہ نہیں بنائیں گے، اور نہ ہی اسے اٹھائیں گے، اپنی انگوٹھیوں کو عربی میں منقش نہیں کریں گے۔ نہ شراب بیچیں گے، ہم اپنی پیشانی کے بالوں کو کٹوائیں گے۔ ہم جہاں بھی ہونگے کلغی والی ٹوپی کا التزام کریں گے، ہم اپنی کمروں پر زنار (پٹیاں) باندھیں گے، ہم اپنے عبادت خانوں پر صلیب ظاہر نہیں کریں گے اور نہ مسلمانوں کے کسی راستے اور بازار میں صلیب اور کتابیں ظاہر کریں گے (یعنی ان چیزوں کی نمائش نہیں کریں گے)۔ ہم اپنے عبادت خانوں میں ناقوس نہیں بجائیں گے مگر آہستہ آواز میں، ہم اپنے مردوں کے ساتھ اپنی آواز بلند نہیں کریں گے اور نہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے کسی راستے میں آگ جلائیں گے۔ اسے حرب نے جید اور عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور ابن تیمیہ کی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم میں بھی ایسے ہی ہے۔

٤١٩٩ - عن اسماعیل بن عیاش قال: حدثنا غیر واحد من اهل العلم" قالوا: كَتَبَ اَهْلُ الْجَزِيْرَةِ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بن غَنَم: إِنَّا حِيْنَ قَدِمْنَا مِنْ بِلَادِنَا طَلَبْنَا اِلَيْكَ الْاَمَانَ لِاَنْفُسِنَا وَاَهْلِ مِلَّتِنَا، عَلٰى اَنَّا شَرَطْنَا لَكَ عَلٰى اَنْفُسِنَا اَنْ لَا نُحْدِثَ فِيْ مَدِيْنَتِنَا كَنِيْسَةً، وَلَا فِيْمَا حَوْلَهَا دَيْرًا وَلَا صَوْمَعَةَ رَاهِبٍ، وَلَا نُجَدِّدَ مَا خَرِبَ مِنْ كَنَائِسِنَا وَلَا مَا كَانَ مِنْهَا فِيْ خِطَطِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَلَا نَمْنَعَ كَنَائِسَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ يَنْزِلُوْهَا فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَاَنْ نُوَسِّعَ اَبْوَابَهَا لِلْمَارَّةِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، وَلَا نُؤْوِيَ فِيْهَا وَلَا فِيْ مَنَازِلِنَا جَاسُوْسًا وَاَلَّا نَكْتُمَ اَمْرَ مَنْ غَشَّ الْمُسْلِمِيْنَ، وَاَلَّا نَضْرِبَ نَوَاقِيْسَنَا اِلَّا ضَرْبًا خَفِيًّا فِيْ جَوْفِ كَنَائِسِنَا وَلَا نُظْهِرَ عَلَيْهَا صَلِيْبًا وَلَا نَرْفَعَ اَصْوَاتَنَا فِي الصَّلَاةِ وَلَا الْقِرَاءَةِ فِيْ كَنَائِسِنَا فِيْمَا يَحْضُرُهُ الْمُسْلِمُوْنَ۔ وَلَا نُخْرِجَ صَلِيْبَنَا وَلَا كِتَابَنَا فِيْ سُوْقِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَاَلَّا نُخْرِجَ باعوثًا وَلَا شَعَانِيْنَ، وَلَا نَرْفَعَ اَصْوَاتَنَا مَعَ اَمْوَاتِنَا وَلَا نُظْهِرَ النِّيْرَانَ مَعَهُمْ فِيْ اَسْوَاقِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَاَلَّا نُجَاوِرَهُمْ بِالْخَنَازِيْرِ وَلَا نَبِيْعَ الْخُمُوْرَ، وَلَا نُظْهِرَ شِرْكًا وَلَا نُرَغِّبَ فِيْ دِيْنِنَا وَلَا نَدْعُوَ اِلَيْهِ اَحَدًا وَلَا نَتَّخِذَ شَيْئًا مِنَ الرَّقِيْقِ

٤١٩٩۔ اسماعیل بن عیاش فرماتے ہیں کہ ہم سے بہت سے اہل علم حضرات نے بیان کیا، وہ فرماتے تھے کہ اہل جزیرہ نے عبدالرحمن بن غنم کو لکھا کہ جب ہم اپنے شہروں سے آئے تو ہم نے آپ سے اپنے لئے اور اپنے مذہب والوں کے لئے امان طلب کیا اس بنا پر کہ ہم نے آپ کے لئے اپنے اوپر یہ شرط لگائی کہ ہم اپنے شہر میں کوئی نیا عبادت خانہ نہیں بنائیں گے، اور نہ اس کے اردگرد کسی راہب خاص عبادت خانہ بنائیں گے اور نہ ہی اپنے خراب ہو جانے والے کسی عبادت خانہ کی نئی تعمیر کریں گے اور نہ ہی کسی ایسے خراب ہو جانے والے عبادت خانوں کی مرمت کریں گے جو مسلمانوں کے علاقوں میں ہونگے۔ اور نہ ہی ہم مسلمانوں کو اپنے عبادت خانوں میں رات اور دن میں اترنے سے روکیں گے۔ اور (اس شرط پر کہ) ہم عبادت خانوں کے دروازے راہ رؤں اور مسافروں کے لئے کشادہ رکھیں گے۔ ہم عبادت خانوں میں اور اپنے گھروں میں کسی جاسوس کو پناہ نہیں دیں گے۔ اور یہ کہ ہم مسلمانوں سے دھوکہ کرنے والے کسی شخص کا معاملہ نہیں چھپائیں گے۔ اور یہ کہ ہم اپنے ناقوس نہیں بجائیں گے مگر اپنے عبادت خانوں کے بالکل اندر ہلکی آواز میں اور یہ کہ ہم عبادت خانوں پر صلیب ظاہر نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی ہم اپنے ان عبادت خانوں میں نماز اور قراءۃ میں اپنی آواز بلند کریں گے جن میں مسلمان حاضر ہوتے ہیں اور ہم مسلمانوں کے بازار میں اپنی صلیب اور اپنی کتاب نہیں نکالیں گے اور نہ ہی ہم نماز استسقاء، اور اپنا شعانین تہوار اعلانیہ کریں گے۔ ہم اپنے مردوں کے ساتھ اپنی آواز بلند نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی مسلمانوں کے بازاروں میں ان مردوں کے ساتھ آگ

الَّذِيْنَ جَرَتْ عَلَيْهِمْ سِهَامُ الْمُسْلِمِيْنَ، وَاَلَّا نَمْنَعَ اَحَدًا مِنْ اَقْرِبَائِنَا اِذَا اَرَادَ الدُّخُوْلَ فِي الْاِسْلَامِ، وَاَنْ نَلْزَمَ زِيَّنَا حَيْثُمَا كُنَّا، وَاَنْ لَّا نَتَشَبَّهَ بِالْمُسْلِمِيْنَ فِيْ لُبْسِ قَلَنْسُوَةٍ وَلَا عِمَامَةٍ، وَلَا نَعْلَيْنِ وَلَا فَرْقِ شَعْرٍ، وَلَا فِيْ مَرَاكِبِهِمْ وَلَا نَتَكَلَّمَ بِكَلَامِهِمْ- وَاَنْ لَّا نَتَكَنّٰى بِكُنَاهُمْ، وَاَنْ نَّجُزَّ مَقَادِمَ رُؤُوْسِنَا وَلَا نَفْرُقَ نَوَاصِيَنَا- وَنَشُدَّ الزَّنَانِيْرَ عَلٰى اَوْسَاطِنَا وَلَا نَنْقُشَ خَوَاتِيْمَنَا بِالْعَرَبِيَّةِ، وَلَا نَرْكَبَ السُّرُوْجَ وَلَا نَتَّخِذَ شَيْئًا مِنَ السِّلَاحِ وَلَا نَحْمِلَهُ وَلَا نُقَلِّدَ السُّيُوْفَ وَاَنْ نُّوَقِّرَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ مَجَالِسِهِمْ، وَنُرْشِدَ الطَّرِيْقَ وَنَقُوْمَ لَهُمْ عَنِ الْمَجَالِسِ اِذَا اَرَادُوْا الْمَجَالِسَ وَلَا نَطَّلِعَ عَلَيْهِمْ فِيْ مَنَازِلِهِمْ، وَلَا نُعَلِّمَ اَوْلَادَنَا الْقُرْاٰنَ وَلَا يُشَارِكُ اَحَدٌ مِنَّا مُسْلِمًا فِيْ تِجَارَةٍ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ اِلَى الْمُسْلِمِ اَمْرُ التِّجَارَةِ، وَاَنْ نُضِيْفَ كُلَّ مُسْلِمٍ عَابِرِ سَبِيْلٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ، وَنُطْعِمَهُ مِنْ اَوْسَطِ مَا نَجِدُ، ضَمِنَّا ذٰلِكَ عَلٰى اَنْفُسِنَا وَذَرَارِيْنَا وَاَزْوَاجِنَا وَمَسَاكِيْنِنَا، وَاِنْ نَحْنُ غَيَّرْنَا اَوْخَالَفْنَا عَمَّا شَرَطْنَا عَلٰى اَنْفُسِنَا وَقَبِلْنَا الْاَمَانَ عَلَيْهِ فَلَا ذِمَّةَ لَنَا، وَقَدْ حَلَّ لَكَ مِنَّا مَا يَحِلُّ لِاَهْلِ الْمُعَانَدَةِ وَالشِّقَاقِ، فَكَتَبَ بِذٰلِكَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ غَنْمٍ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

ظاہر کریں گے۔اور ہم مسلمانوں کے پڑوس میں خنزیر نہیں رکھیں گے۔اور نہ ہی ہم شراب بیچیں گے،اور نہ ہی ہم شرک ظاہر کریں گے۔اور نہ ہی ہم اپنے دین کی کسی کو ترغیب دیں گے اور نہ ہی اس کی طرف کسی کو دعوت دیں گے۔اور نہ ہی ایسے غلاموں کو ہم غلام بنائیں گے جن پر مسلمانوں کے حصے جاری ہو چکے ہونگے۔اور ہم اپنے رشتہ داروں میں کسی کو نہیں روکیں گے جب وہ اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کرے۔اور ہم جہاں بھی ہونگے کلغی والی ٹوپی پہننے کا التزام کریں گے۔اور یہ کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ ٹوپی، پگڑی، جوتے پہننے اور مانگ نکالنے میں اور نہ ان کی سواریوں میں مشابہت اختیار کریں گے۔ہم ان جیسی کلام نہیں کریں گے،اور نہ ان کی کنیت کو اپنی کنیت بنائیں گے اور یہ کہ ہم اپنے سروں کے اگلے حصہ کے بال کٹوائیں گے اور اپنی پیشانی کے بالوں کی مانگ نہیں نکالیں گے اور اپنی کمروں پر زنار (جنجو) باندھیں گے۔اور اپنی انگوٹھیوں کو عربی میں منقش نہیں کریں گے۔اور نہ ہی ہم زین پر سوار ہونگے اور نہ ہی کوئی اسلحہ بنائیں گے اور نہ ہی اسے اٹھائیں گے اور نہ ہم تلواروں کو لٹکائیں گے۔اور یہ کہ ہم مسلمانوں کی عزت کریں گے،ان کی بیٹھنے کی جگہوں میں اور ہم راستہ کی راہنمائی کریں گے،اور ان کے لئے ہم مجالس سے اٹھ کھڑے ہونگے جبکہ مسلمان بیٹھنے کا ارادہ کریں گے۔اور ہم ان پر ان کے گھروں میں نہیں جھانکیں گے۔اور ہم اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم نہیں دیں گے۔اور ہم میں سے کوئی کسی مسلمان کے ساتھ تجارت میں شریک نہیں ہوگا الا یہ کہ تجارت کا معاملہ مسلمان کے ہاتھ میں ہو (یعنی تجارت میں مسلمان بڑا ہو) اور ہم ہر راہ گذر مسلمان کی تین دن مہمانی کریں گے اور

ﷺفَكَتَبَ لَهُمْ عُمَرُ أَنْ اَمْضِ لَهُمْ مَا سَاَلُوْهُ، وَاَلْحِقْ فِيْهِ حَرْفَيْنِ۔ اشْتَرِطْ عَلَيْهِمْ مَعَ شَرَطُوْاعَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَنْ لَا يَشْتَرُوْا مِنْ سَبَايَانَا شَيْئًا، وَمَنْ ضَرَبَ مُسْلِمًا عَمَدًا فَقَدْ خَلَعَ عَهْدَهٗ۔ فَاَنْفَذَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ غَنْمٍ ذٰلِكَ، وَاَقَرَّ مَنْ اَقَامَ مِنَ الرُّوْمِ فِيْ مَدَائِنِ الشَّامِ على هٰذَاالشرطِ"۔ رواه الخلال باسناده، كذا فى "المغنى" لابن قدامة(١٠:٦٠٦)۔

وذكر ابن تيمية رواية الخلال هذه مختصرة فى "اقتضاء الصراط المستقيم" (ص ٥١)، و قال: هذه الشروط اشهر شيء فى كتب العلم والفقه، وهى مجمع عليها فى الجملة بين العلماء من الائمة المتبوعين واصحابهم وسائر الامة اه۔ ورواه ابن مندة فى "غرائب شعبة" وابن زبر فى شروط النصارى (كنز العمال٢:٣٠٢ و ٣٠٣)۔ واخرجه ابن حزم فى "المحلى" (٧:٣٤٦) من طريق سفيان الثورى عن طلحة بن مصرف عن مسروق عن عبدالرحمن بن غنم ولم يعله بشيء و قال: و عن عمر ايضا ان لا يجاورونا بخنزير اه۔

٤٢٠٠- حدثنى بعض اهل العلم عن مكحول الشامى، "اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِؓ

اپنی وسعت کے مطابق درمیانہ کھانا اسے کھلائیں گے۔ہم ان شرائط میں اپنے، اپنی اولاد کے، اپنی بیویوں کے اور اپنی رہائش گاہوں کے ضامن ہیں۔ اگر ہم تبدیل کر دیں یا ان شرائط کی مخالفت کریں جو ہم نے اپنے اوپر عائد کی ہیں اور جن پر ہم نے امان قبول کیا ہے تو ہمارا کوئی ذمہ اور معاہدہ نہ ہوگا۔ اور ہماری طرف سے آپ کے لئے وہ (سب کچھ) حلال ہوگا جو معاندین اور مخالفین کے لئے حلال ہوتا ہے (یعنی ہم مباح الدم ہونگے) حضرت عبدالرحمٰن بن غنم نے یہ شرائط نامہ حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا تو حضرت عمرؓ نے (جواب میں) لکھا کہ جس کا انہوں نے آپ سے سوال کیا ہے (یعنی جو معاہدہ میں حقوق مانگتے ہیں) اسے نافذ کردو، اور اس میں دو باتیں اور شامل کردو۔ جو انہوں نے اپنے اوپر شرائط عائد کی ہیں ان کے ساتھ ان پر یہ شرط بھی لگاؤ کہ وہ ہمارے قیدیوں سے کوئی چیز نہیں خریدیں گے۔ اور (یہ کہ) جس کسی نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر مارا تو گویا اس نے معاہدہ ختم کردیا۔ پس عبدالرحمٰن بن غنم نے یہ شرائط نامہ اور معاہدہ نامہ نافذ کردیا۔ اور روم میں سے جو شخص ان شرائط پر رہنا چاہا اس کو مدائن شام میں آپ نے برقرار رکھا اور ٹھہرائے رکھا۔ اسے خلال نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور مغنی ابن قدامہ میں اسی طرح ہے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ شروط کتب علم و کتب فقہ میں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ اور ان شرائط پر علماء اور ائمہ متبوعین اور ان کے اصحاب اور تمام ائمہ کا اجماع ہے۔

۴۲۰۰۔ مکحول شامی سے مروی ہے کہ ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے شام میں ذمیوں سے صلح کی اور جب وہ شام میں داخل

صالَحَهُمْ بِالشَّامِ وَاشْتَرَطَ عَلَيْهِمْ حِيْنَ دَخَلَهَا أَنْ تُتْرَكَ كَنَائِسُهُمْ وَبِيَعُهُمْ عَلَى أَنْ لَا يُحْدِثُوا بِنَاءَ بِيعَةٍ وَلَا كَنِيْسَةٍ، وَعَلَى أَنَّ عَلَيْهِمْ إِرْشَادَ الضَّالِّ وَبِنَاءَ الْقَنَاطِرِ عَلَى الْأَنْهَارِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَأَنْ يُضِيفُوا مَنْ مَرَّ بِهِمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَعَلَى أَنْ لَا يَشْتِمُوا مُسْلِمًا وَلَا يَضْرِبُوهُ، وَلَا يَرْفَعُوا فِيْ نَادِي أَهْلِ الْإِسْلَامِ صَلِيْبًا، وَلَا يُخْرِجُوا خِنْزِيْرًا مِنْ مَنَازِلِهِمْ إِلَى أَفْنِيَةِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَأَنْ يُوْقِدُوا النِّيْرَانَ لِلْغُزَاةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَلَا يَدُلُّوا الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى عَوْرَةٍ، وَلَا يَضْرِبُوا نَوَاقِيْسَهُمْ قَبْلَ أَذَانِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا فِيْ أَوْقَاتِ أَذَانِهِمْ، وَلَا يُخْرِجُوا الرَّايَاتِ فِيْ أَيَّامِ عِيْدِهِمْ، وَلَا يَلْبَسُوا السِّلَاحَ يَوْمَ عِيْدِهِمْ، وَلَا يَتَّخِذُوْهُ فِيْ بُيُوْتِهِمْ۔ فَإِنْ فَعَلُوا ذٰلِكَ عُوْقِبُوا، وَأُخِذَ مِنْهُ، فَقَالُوْا لِأَبِيْ عُبَيْدَةَ: اجْعَلْ لَنَا يَوْمًا فِيَ السَّنَةِ نُخْرِجُ فِيْهِ صِلْبَانَنَا بِلَا رَايَاتٍ، وَهُوَ يَوْمُ عِيْدِنَا الْأَكْبَرِ فَكَتَبَ أَبُوْعُبَيْدَةَ إِلَى عُمَرَ رضی اللہ عنہ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ رضی اللہ عنہ وَفِّ لَهُمْ بِشَرْطِهِمُ الَّذِيْ شَرَطْتَ لَهُمْ، فِيْ جَمِيْعِ مَا أَعْطَيْتَهُمْ۔ وَأَمَّا إِخْرَاجُ الصِّلْبَانِ فِيْ أَيَّامِ عِيْدِهِمْ فَلَا تَمْنَعْهُمْ مِنْ ذٰلِكَ خَارِجَ الْمَدِيْنَةِ بِلَا رَايَاتٍ وَلَا بُنُوْدٍ عَلَى مَا طَلَبُوْا مِنْكَ يَوْمًا فِيَ السَّنَةِ فَأَمَّا دَاخِلُ

ہوئے تو ان پر یہ شرائط عائد کیں کہ ان کے عبادت خانوں کو اس شرط پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ عبادت خانہ کی نئی تعمیر نہیں کریں گے اور بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا اور نہروں پر اپنے مالوں سے پل تعمیر کرانا ان کے ذمہ ہوگا۔ وہ (ذمی) گزرنے والے مسلمان کی تین دن مہمانداری کریں گے۔ اور اس شرط پر کہ نہ وہ کسی مسلمان کو گالی دیں گے اور نہ اسے ماریں گے اور نہ ہی مسلمانوں کی مجالس میں صلیب بلند اور ظاہر کریں گے۔ اور اپنے گھروں سے مسلمانوں کے میدانوں اور صحنوں کی طرف خنزیر بھی نہیں نکالیں گے۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے آگ روشن کریں گے۔ اور مسلمانوں کے کسی عیب کو بیان نہیں کریں گے۔ مسلمانوں کی اذان سے قبل اور اذان کے اوقات میں ناقوس نہیں بجائیں گے اور اپنے عید کے دنوں میں جھنڈے نہیں نکالیں گے اور نہ ہی اپنے عید کے دن اسلحہ پہنیں گے اور نہ اسلحہ اپنے گھروں میں رکھیں گے۔ اگر انہوں نے ان (ممنوعات) میں سے کچھ بھی کیا (یعنی اسلحہ گھروں میں رکھا یا نمائش کی) تو انہیں سزا دی جائے گی۔ اور اسلحہ ان سے لے لیا جائے گا، اس پر انہوں نے ابوعبیدہؓ سے کہا کہ سال میں ایک دن ہمارے لئے مقرر کر دیجئے کہ جس میں ہم بغیر جھنڈوں کے اپنے صلیب نکال سکیں اور وہ دن ہماری بڑی عید کا دن ہو۔ ابوعبیدہؓ نے (اس بارے) حضرت عمرؓ کو لکھا تو حضرت عمرؓ نے (جواب میں) ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ جو شرط آپؓ ان سے طے کریں وہ آپ ان کے لئے پوری کریں ان تمام حقوق میں جو آپ نے انہیں دیے ہیں۔ باقی رہا ان کا عید کے دن صلیبوں کو باہر نکالنا تو شہر کے باہر آپ اس سے ان کو نہ روکیں بشرطیکہ وہ چھوٹے اور بڑے جھنڈے کے بغیر ہو۔ اس شرط

الْبَلَدِبَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَمَسَاجِدِهِمْ فَلَا تُظْهَرُ الصِّلْبَانُ، فَاذِنَ لَهُمْ اَبُوْ عُبَيْدَةَ فِيْ يَوْمٍ مِنَ السَّنَةِ- وَهُوَ يَوْمُ عِيْدِهِمُ الَّذِيْ فِيْ صَوْمِهِمْ- فَاَمَّا فِيْ غَيْرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ فَلَمْ يَكُوْنُوْا يُخْرِجُوْنَ صِلْبَانَهُمْ"- اخرجه الامام ابو يوسف فى "الخراج" (ص١٦٥ و ١٦٩) مطولا، وهذا مختصر منه وفيه من لم يسم مع ارساله، ولكن احتجاج المجتهد، واشتهار هذه الشروط يغنى عن الاسناد-

٤٢٠١- وحدثنى محمد بن اسحاق وغيره من اهل العلم بالفتوح والسير بَعْضُهُمْ يَزِيْدُ عَلٰى بَعْضٍ قالوا: "لَمَّا قَدِمَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ ﷺ مِنَ الْيَمَامَةِ دَخَلَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ ﷺ، فَاَقَامَ اَيَامًا ثُمَّ قَالَ لَهُ اَبُوْبَكْرٍ: تَهَيَّأْ حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَى الْعِرَاقِ- فذكر حديثا طويلا فِيْ فَتْحِهٖ حُصُوْنًا وَبِلَادًا مِنَ الْعِرَاقِ- وفيه: ثُمَّ مَضٰى اِلَى الْحِيْرَةِ فَتَحَصَّنَ مِنْهُ اَهْلُهَا فِيْ قُصُوْرِهَا الثَّلَاثَةِ، ثُمَّ نَزَلَ اِلَيْهِ عَبْدُ الْمَسِيْحِ بْنُ حَيانِ بنِ بقيلةَ وَاَياسُ بنُ قبيصةَ الطائى- وكان وَالِي الْحِيْرَةِ مِنْ قِبَلِ كِسْرٰى- فَقَالَ لَهُمْ: اَدْعُوْكُمْ اِلَى اللهِ وَاِلَى الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَنْتُمْ فَعَلْتُمْ

پر جوانہوں نے آپؓ سے سال میں ایک دن طلب کیا ہے۔ اور لیکن شہر کے اندر مسلمانوں اور ان کی مسجدوں کے سامنے تو صلیبیں مت نکالی جائیں۔ تو حضرت ابوعبیدہؓ نے سال میں ایک دن کیلئے انہیں اجازت دیدی اور وہ دن روزوں کے بعد والی ان کی عید کا دن تھا۔ لیکن اس دن کے علاوہ میں وہ اپنے صلیبوں کو نہیں نکالتے تھے۔ (کتاب الخراج ابو یوسف)۔ اس حدیث سے ایک مجتہد کا اجتہاد کرنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔ نیز یہ شرائط درجہ شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں جو سند سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔

۴۲۰۱۔ محمد بن اسحاق وغیرہ، فتوح وسیر کے عالموں سے روایت کرتے ہیں اور بعض بعض پر کچھ الفاظ کا اضافہ کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ جب خالد بن ولیدؓ یمامہ سے تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خالدؓ سے فرمایا جنگ کی تیاری کیجئے تا کہ آپ عراق کی طرف نکلیں۔ پھر راوی نے عراق کے بہت قلعوں اور شہروں کو خالد کے فتح کرنے کے بارے میں ایک طویل حدیث بیان کی۔ جس میں یہ بھی تھا کہ پھر حضرت خالدؓ حیرہ مقام کی طرف گئے تو وہاں والے آپ سے ڈر کر اپنے تین قلعوں میں قلعہ بند ہو گئے پھر عبدالمسیح بن حیان بن بقیلة اور ایاس بن قبیصہ طائی آپ کے پاس آئے۔ یہ دونوں کسریٰ کی طرف سے حیرہ کا والی تھا۔ آپؓ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ اور اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم نے یہ کیا اور اسلام لے آئے تو تمہیں وہ حقوق حاصل ہونگے جو دوسرے مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ اور تمہاری وہی ذمہ داریاں ہونگی جو دوسرے مسلمانوں

فَلَكُمْ مَا لِلْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَيْكُمْ مَا عَلَيْهِمْ، وَاِنْ اَبَيْتُمْ فَاَعْطُوْاالْجِزْيَةَ فَاِنْ اَبَيْتُمْ فَقَدْ اَتَيْتُكُمْ بِقَوْمٍ هُمْ اَحْرَصُ عَلَى الْمَوْتِ مِنْكُمْ عَلَى الْحَيَاةِ، فَقَالَ لَهُ اِياس بن قبيصة: مَالَنَا فِيْ حَرْبِكَ مِنْ حَاجَةٍ، وَمَا نُرِيْدُ اَنْ نَدْخُلَ مَعَكَ فِيْ دِيْنِكَ، نُقِيْمُ عَلٰى دِيْنِنَا وَنُعْطِيْكَ الْجِزْيَةَ فَصَالَحَهُ عَلٰى سِتِّيْنَ اَلْفاورحل، عَلٰى اَنْ لَّا يَهْدِمَ لَهُمْ بِيْعَةً وَلَا كَنِيْسَةً وَلَا قَصْرًا مِنْ قُصُوْرِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا يَتَحَصَّنُوْنَ فِيْهَا اِذَا نَزَلَ بِهِمْ عَدُوُّهُمْ وَلَا يُمْنَعُوْنَ مِنْ ضَرْبِ النَّوَاقِيْسِ، وَلَا مِنْ اِخْرَاجِ الصُّلْبَانِ فِيْ يَوْمِ عِيْدِهِمْ، وَعَلٰى اَنْ لَّا يَشْتَمِلُوْا عَلٰى تَغْبِيَةٍ، وَعَلٰى اَنْ يُّضِيْفُوْا مَنْ مَرَّبِهِمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بِمَا يَحِلُّ لَهُمْ مِنْ طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ وَكَتَبَ بَيْنَهُمْ هٰذَاالْكِتَابَ: "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، هٰذَا كِتَابٌ مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ لِاَهْلِ الْحِيْرَةِ، اِنَّ خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَبَابَكْرِ الصِّدِّيْقَ رضی اللہ عنہ اَمَرَنِيْ اَنْ اَسِيْرَ بَعْدَ مُنْصَرَفِيْ مِنْ اَهْلِ الْيَمَامَةِ اِلٰى اَهْلِ الْعِرَاقِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ بِاَنْ اَدْعُوَهُمْ اِلَى اللّٰهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ وَاِلٰى رَسُوْلِهِ ﷺ وَاُبَشِّرَهُمْ بِالْجَنَّةِ وَاُنْذِرَهُمْ مِنَ النَّارِ، فَاِنْ اَجَابُوْا فَلَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، وَاِنِّيْ انْتَهَيْتُ اِلَى الْحِيْرَةِ فَخَرَجَ اِلَيَّ اياسُ بْنُ قبيصة الطائيُّ فِيْ اُنَاسٍ مِنْ اَهْلِ الْحِيْرَةِ مِنْ رُؤَسَائِهِمْ، وَاِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ اِلَى اللّٰهِ

ہیں۔ اور اگر تم اسلام قبول کرنے سے انکار کرو گے تو پھر تم جزیہ دو۔ اور اگر تم جزیہ دینے سے بھی انکار کرو گے تو (جان رکھو کہ) میں تمہارے پاس ایسی قوم لایا ہوں جو موت پر زیادہ حریص ہے بنسبت تمہارے زندگی پر حریص ہونے کے۔ اس پر ایاس بن قبیصہ نے آپ سے عرض کیا کہ ہمیں آپ سے جنگ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ہم آپ کے ساتھ آپ کے دین میں داخل ہونا (بھی) نہیں چاہتے۔ ہم اپنے دین پر قائم رہیں گے اور آپ کو جزیہ دیں گے۔ پس حضرت خالدؓ نے اس سے ساٹھ ہزار اور کجاووں پر صلح کر لی۔ اس شرط پر کہ ان کے عبادت خانوں کو نہیں گرایا جائے گا اور نہ ہی ان کے ان محلوں میں سے کسی محل کو گرایا جائے گا جن میں وہ دشمن کے حملہ کرنے کے وقت قلعہ بند ہوتے تھے۔ اور نہ ہی ان کو ناقوس کے بجانے سے روکا جائے گا اور نہ ہی ان کے عید کے دن میں صلیبوں کے نکالنے سے روکا جائے گا اور اس شرط پر کہ وہ فساد کا ارتکاب نہیں کریں گے اور اس شرط پر کہ وہ اپنے پاس سے گزرنے والے کسی مسلمان کی ضیافت کریں گے ایسی اشیاء کے ساتھ جن کا مسلمانوں کے لئے کھانا پینا حلال ہے۔ اور خالد بن ولیدؓ نے ان کے درمیان یہ خط لکھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خالد بن ولید کی طرف سے حیرہ والوں کے لئے خط ہے، تحقیق رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اہل یمامہ سے لوٹنے کے بعد عراق کے عرب وعجم کی طرف جاؤں اور ان کو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی طرف دعوت دوں اور ان کو

وَإِلٰى رَسُوْلِهٖ فَاَبَوْا اَنْ يُجِيْبُوْا، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ اَوِ الْحَرْبَ فَقَالُوْا: لَا حَاجَةَ لَنَا بِحَرْبِكَ
وَلٰكِنْ صَالِحْنَا عَلٰى مَاصَالَحْتَ عَلَيْهِ غَيْرَنَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ، وَاِنِّيْ نَظَرْتُ فِيْ عِدَّتِهِمْ
فَوَجَدْتُ عِدَّتَهُمْ سَبْعَةَ آلَافِ رَجُلٍ، ثُمَّ مَيَّزْتُهُمْ فَوَجَدْتُ مَنْ كَانَتْ بِهٖ زَمَانَةٌ اَلْفَ رَجُلٍ
فَاَخْرَجْتُهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ، فَصَارَ مَنْ وَقَعَتْ عَلَيْهِ الْجِزْيَةُ سِتَّةَ آلَافٍ فَصَالَحُوْنِيْ عَلٰى سِتِّيْنَ اَلْفٍ
وَشَرَطْتُ عَلَيْهِمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ عَهْدَاللّٰهِ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ اَخَذَ عَلٰى اَهْلِ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ اَنْ لَا
يُخَالِفُوْا وَلَا يُعِيْنُوْا كَافِرًا عَلٰى مُسْلِمٍ مِنَ الْعَرَبِ، وَلَا مِنَ الْعَجَمِ وَلَا يَدُلُّوْهُمْ عَلٰى عَوْرَاتِ
الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنْ هُمْ خَالَفُوْا، فَلَا ذِمَّةَ لَهُمْ وَلَا اَمَانَ، وَاِنْ هُمْ حَفِظُوْا ذٰلِكَ وَرَعَوْهُ وَاَدَّوْهُ اِلَى
الْمُسْلِمِيْنَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُعَاهِدِ وَعَلَيْنَا الْمَنْعُ لَهُمْ۔ فَاِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَهُمْ عَلٰى ذِمَّتِهِمْ، لَهُمْ
بِذٰلِكَ عَهْدُ اللّٰهِ وَ مِيْثَاقُهُ اَشَدُّ مَا اَخَذَ عَلٰى نَبِيٍّ مِنْ عَهْدٍ اَوْمِيْثَاقٍ، وَعَلَيْهِمْ مِثْلُ ذٰلِكَ لَا
يُخَالِفُوْا، فَاِنْ غُلِبُوْا فَهُمْ فِيْ سِعَةٍ يَسَعُهُمْ مَا وَسَعَ اَهْلَ الذِّمَّةِ وَلَا يَحِلُّ فِيْمَا اُمِرُوْا بِهٖ اَنْ لَا
يُخَالِفُوْا، وَجُعِلَتْ لَهُمْ اَيُّمَا شَيْخٍ ضَعُفَ عَنِ الْعَمَلِ اَوْ اَصَابَتْهُ آفَةٌ مِنَ الْاٰفَاتِ اَوْ كَانَ غَنِيًّا

جنت کی بشارت دوں اور ان کو آگ سے ڈراؤں۔ پس اگر وہ میری دعوت کو قبول کرلیں تو ان کو وہی حقوق حاصل ہونگے جو دوسرے مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ اور ان پر وہی ذمہ داریاں عائد ہونگی جو دوسرے مسلمانوں پر عائد ہوتی ہیں۔ پس میں (جب) حیرہ مقام پر پہنچا تو ایاس بن قبیصہ اہل حیرہ کے بڑے رؤساء اور سرداروں کی معیت میں میری طرف آیا۔ پس میں نے ان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا، لیکن انہوں نے میری دعوت کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ پھر میں نے ان پر جزیہ یا جنگ کو پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے جنگ کی ضرورت نہیں۔ لیکن آپ ہم سے ان شرائط پر صلح کریں جن پر ہمارے علاوہ دوسرے اہل کتاب سے آپ نے صلح کی ہے۔ اور (پھر) میں نے ان کی تعداد کی طرف نظر کی تو میں نے ان کی تعداد کو سات ہزار مرد پایا۔ پھر میں نے ان کو جدا جدا کیا تو میں نے ایک ہزار آدمی ایسے پائے جن میں کوئی اپاہج پن تھا۔ تو میں نے ان کو گنتی سے نکال دیا تو جن پر جزیہ واقع ہوا وہ چھ ہزار تھے۔ پس انہوں نے ہم سے ساٹھ ہزار پر صلح کی اور میں نے ان پر یہ شرط لگائی کہ ان پر اللہ کا عہد و پیمان ہے جو اہل تورات و اہل انجیل سے لیا گیا وہ یہ کہ کسی عربی اور عجمی مسلمان کی مخالفت کریں گے نہ ان کے خلاف کسی کافر کی مدد کریں گے، اور نہ ہی کافروں کی راہنمائی کریں گے مسلمانوں کے عیوب و کمزوریوں پر۔ پس اگر انہوں نے مخالفت کی تو ان کے لئے نہ کوئی معاہدہ ہوگا اور نہ امن، اور اگر انہوں نے اس شرط کی رعایت اور پابندی کی اور مسلمانوں کو جزیہ دیتے رہے تو ان کو وہی حقوق حاصل ہونگے جو کسی دوسرے معاہد کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور ہمارے ذمہ ہوگا ان

فتقر وصار اَهلُ دِيْنِهٖ يَتَصدَّقُونَ عَلَيْهِ طُرِحَتْ جزيَتُهٗ، وَعِيْلَ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ،
وعِيَالِهٖ مااَقَامَ بِدَارِ الْهِجْرَةِ وَدَارِ الْاِسْلَامِ، فَاِنْ خَرَجُوْا اِلٰى غَيْرِ دَارِ الْهِجْرَةِ وَدَارِ الْاِسْلَامِ فَلَيْسَ
على الْمُسْلِمِيْنَ النَّفَقَةُ عَلٰى عَيَالِهِمْ، وَاَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عَبِيْدِهِمْ اَسْلَمَ اُقِيْمَ فِيْ اَسْوَاقِ
المُسْلِمِيْنَ، فَبِيْعَ بِاَغْلٰى مَا يُقْدَرُ عَلَيْهِمْ فِيْ غَيْرِ الْوكسِ وَلَا تَعْجِيْلٍ۔ وَدُفِعَ ثمنُهٗ اِلٰى صَاحِبِهٖ
ولهم كُلُّ مَالَبِسُوْا مِنَ الزِّيِّ اِلَّا زِيَّ الْحَرْبِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَتَشَبَّهُوْا بِالْمُسْلِمِيْنَ فِيْ لِبَاسِهِمْ۔
فأيُّ رَجُلٍ وُجِدَ عَلَيْهِمْ شَيْءٌ مِنْ زِيِّ الْحَرْبِ سُئِلَ عَنْ لُبْسِهٖ ذٰلِكَ فَاِنْ جَاءَ مِنْهُ بِمَخْرَجٍ
والا عُوْقِبَ بِقَدْرِ مَا عَلَيْهِ مِنْ زِيِّ الْحَرْبِ، وَشَرَطْتُ عَلَيْهِمْ جِبَايَةُ مَا صَالَحْتُهُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى
يؤدُّوْهُ اِلٰى بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ عَمَّالَهُمْ مِنْهُمْ، فَاِنْ طَلَبُوْا عَوْنًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اُعِيْنُوْا بِهٖ،
ومؤنَةُ الْعَوْنِ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ"۔ اخرجه الامام ابو يوسف ايضا (ص١٦٩ و ١٧٣)۔
وهذا مختصر، وفيه ارسال، ولكن احتجاج المجتهد به اغنانا عن الاسناد۔

نہ کرنا۔ پھر اگر اللہ نے ہمیں فتح دی تو وہ اپنے عہد پر رہیں گے۔ ان شرائط پر پابندی کی وجہ سے ان کے لئے اللہ کا عہد و پیمان ہوگا جوان
معہدوں سے زیادہ سخت ہے جو کسی نبی کے ذریعے کیا گیا۔ اور ان پر اسی طرح ہوگا کہ وہ مخالفت نہ کریں۔ پھر اگر وہ مغلوب ہو جائیں تو
ان کی گنجائش و وسعت میں ہوں گے جو وسعت اہل ذمہ کو ہوتی ہے اور جن چیزوں کا ان کو حکم دیا گیا ہے تو ان کے لئے ان امور میں مخالفت
حلال نہیں۔ اور ہر اس شخص سے جزیہ ختم کر دیا گیا ہے جو اتنا بوڑھا ہو کہ کام نہ کر سکتا ہو یا جسے آفتوں میں سے کوئی آفت آ پہنچی ہو یا جو
مالدار ہو اور پھر غریب ہو گیا ہو اور اس کے دین والے اس پر صدقہ کرتے ہوں۔ اور ایسے شخص کی کفالت مسلمانوں کے بیت المال سے
کی جائے گی اور یہ کفالت اس وقت ہوگی جب تک وہ دار الہجرت یا دار الاسلام میں رہے گا، اور اگر وہ دار الہجرت یا دار الاسلام کے علاوہ کسی
جگہ چلے گئے تو ان کی عیالداری پر خرچ کرنا مسلمانوں کے ذمہ نہ ہوگا۔ اور ان (ذمیوں/معاہدوں) کے غلاموں میں سے کوئی غلام بھی
مسلمان ہو جائے تو اسے مسلمانوں کے بازاروں میں کھڑا کیا جائے گا اور اس کو اعلیٰ قیمت کے ساتھ جو وہ اندازہ لگاتے ہیں، بیچا جائے گا
جبکہ قیمت میں کمی کئے اور بغیر جلدی کئے۔ اور اس کی قیمت اس کے مالک کو دی جائے گی اور انہیں لباس میں ہر قسم کے لباس کی اجازت ہوگی
سوائے جنگ کے لباس کے، بغیر اس کے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ان کے لباس میں مشابہت اختیار کریں۔ اور جس شخص پر جنگ کا لباس
پایا گیا تو اس سے اس کے پہننے کی وجہ پوچھی جائے گی اگر اس کی طرف سے کوئی وجہ سامنے آئی تو فبہا ورنہ اسے اسی قدر سزا دی جائے گی جس
قدر اس پر جنگ کا لباس ہے اور میں نے ان پر اس ٹیکس کی بھی شرط لگائی ہے جس میں میں نے ان سے صلح کی ہے یہ کہ وہ ٹیکس مسلمانوں کے

٤٢٠٢- حدثنا كثير بن هشام عن جعفر بن برقان عن ميمون بن مهران ان عمر بن الخطاب ﷺ بَعَثَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ وَ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ (قال ابوعبيد: هكذا قال كثير وانما هو عثمانُ بنُ حُنَيْفٍ) "قَالَ: فَفَلَجَا الْاَرْضَ بِالْجِزْيَةِ عَلٰى اَهْلِ السَّوَادِ۔ وَقَالَا: "مَنْ لَمْ يَاتِنَا فَنَخْتِمْ فِيْ رَقَبَتِهٖ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ۔ قَالَ: فَحُشِدُوْا فَخَتَمَا اَعْنَاقَهُمْ ثُمَّ فَلَجَا الْجِزْيَةَ عَلٰى كُلِّ اِنْسَانٍ اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ ثُمَّ حَسَبَا اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَمَا عَلَيْهِمْ، وَ قَالَا لِدِهْقَانِ كُلِّ قَرْيَةٍ عَلٰى قَرْيَتِكَ كَذَا وَ كَذَا فَاذْهَبُوْا فَتَوَزَّعُوْهَا بَيْنَكُمْ۔ قَالَ: فَكَانُوْا يَاخُذُوْنَ الدِّهْقَانَ بِجَمِيْعِ مَا عَلٰى اَهْلِ قَرْيَةٍ"۔ رواه ابو عبيد فی " الاموال" (ص٥٢ رقم ١٢٤)۔ وسنده صحيح على شرط مسلم ورجاله كلهم رقيون۔

٤٢٠٣- حدثنى عبيدالله عن نافع عن اسلم مولى عمر عن عمر رضى الله عنه، "انَّهٗ

بیت المال میں ادا کریں ان حقوق کے عوض جو انہیں مسلمانوں سے حاصل ہیں۔ اگر وہ کسی طرح کی مسلمانوں سے مدد مانگیں گے تو ان کی مدد کی جائے گی اور اس مدد وتعاون کا خرچہ مسلمانوں کے بیت المال سے ہوگا۔ (کتاب الخراج لابی یوسف) اس میں ارسال ہے۔ لیکن مجتہد کا اس سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے اور ہمیں سند سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

۴۲۰۲۔ میمون بن مہران سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حذیفہؓ بن یمان اور سہل بن حنیف کو (ابوعبید کہتے ہیں کہ صحیح عثمان بن حنیف ہے) سواد عراق بھیجا تو ان دونوں نے جزیہ متعین کرتے ہوئے باشندگان سواد میں زمینیں تقسیم کر دیں۔ پھر انہوں نے اعلان کیا کہ جو ذمی ہمارے پاس آ کر اپنی گردن پر مہر نہیں لگوائے گا تو ہم اس سے بری الذمہ ہیں (یعنی اس کے لئے کوئی امان نہیں) راوی کہتے ہیں کہ پس (یہ سن کر) ذمی جمع ہو گئے چنانچہ انہوں نے ان کی گردنوں پر مہریں لگائیں۔ پھر انہوں نے ماہانہ فی کس چار درہم جزیہ متعین کیا۔ پھر انہوں نے بستی والوں اور ان کی جزیہ کی رقم کا حساب لگایا اور ہر بستی کے زمیندار کو اس کی بستی کے ذمہ جزیہ کی واجب الادا رقم بتادی۔ (پھر ان سے کہا کہ) جاؤ اور اس رقم کو اپنی اپنی آبادی پر تقسیم کرلو۔ راوی کہتے ہیں کہ ان (عاملین) کا دستور یہ تھا کہ وہ تمام گاؤں والوں کے ذمہ واجب الادا جزیہ کی رقم اس گاؤں کے زمیندار سے وصول کرتے (کتاب الاموال)۔ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۴۲۰۳۔ حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلم سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عاملین کو لکھا کہ ذمیوں کی گردنوں پر مہر لگاؤ۔ (کتاب الخراج) اس کی سند کے تمام راوی جماعت کے راوی ہیں بجز امام ابو یوسف کے اور وہ بھی امام مجتہد ہیں۔ اور ابوعبید نے بھی

كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اَنْ يَخْتِمُوْا رِقَابَ اَهْلِ الذِّمَّةِ"- اخرجه الامام ابويوسف فى "الخراج" له ص١٥٣)- وسنده صحيح كلهم من رجال الجماعة غير ابى يوسف وهو امام، واخرجه ابوعبيد ص٥٣) ايضا عن ابى المنذر و مصعب بن المقدام كلاهما عن سفيان عن عبيدالله به-

٤٢٠٤- حدثنا عبدالرحمن عن عبدالله بن عمر عن نافع عن اسلم "اَنَّ عُمَرَ ﷺ اَمَرَ فِيْ اَهْلِ الذِّمَّةِ اَنْ تُجَزَّ نَوَاصِيْهِمْ وَاَنْ يَرْكَبُوْا عَلَى الْاُكُفِ وَاَنْ يَرْكَبُوْا عَرْضًا، وَاَنْ لَا يَرْكَبُوْا كَمَا يَرْكَبُ الْمُسْلِمُوْنَ، وَاَنْ يُوَثِّقُوْا الْمَنَاطِقَ"، قال ابو عبيد: يعنى الزنانير، اخرجه فى "الاموال" (ص٥٣)، وسنده حسن، وذكره الحافظ فى "التلخيص" (٣٨:٢)، وسكت عنه-

٤٢٠٥- حدثنا النضر بن اسماعيل عن عبدالرحمن بن اسحاق عن خليفة بن قيس، قال: قال عمر ﷺ لِيَرْفَاَ: "اُكْتُبْ اِلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ فِيْ اَهْلِ الْكِتَابِ اَنْ تُجَزَّ نَوَاصِيْهِمْ، وَاَنْ يَرْبِطُوْا الْكِسْتِيْجَان فِيْ اَوْسَاطِهِمْ لِيُعْرَفَ زِيُّهُمْ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ"- رواه ابو عبيد ايضا ص٥٣)- والنضر مختلف فيه وثقه العجلى، و قال الدارقطنى: صالح وابن عدى: ارجوانه لا بأس به- وضعفه آخرون (تهذيب١: ٤٣٥) وعبدالرحمٰن ابن اسحاق من رجال مسلم مختلف فيه وثقه كثيرون وضعفه آخرون و خليفة هوابن حصين بن قيس احسبه وثقه النسائى وابن حبان (تهذيب ٣: ١٥٩) فالاسناد حسن، ان شاء الله تعالىٰ-

---

کتاب الاموال میں دو سندوں سے اسے روایت کیا ہے۔

۴۲۰۴۔ اسلم (ہی) سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ذمیوں کے متعلق حکم دیا کہ ان کی پیشانیوں کے بال کاٹ دیے جائیں اور یہ کہ جب وہ سوار ہوں تو نمدوں پر بیٹھیں اور سواری پر عرضاً سوار ہوں اور مسلمانوں کی طرح سواری پر نہ بیٹھیں۔ اور یہ کہ وہ اپنی پیٹیاں کس لیا کریں۔ ابوعبید فرماتے ہیں کہ پیٹیوں سے مراد زنار ہیں (کتاب الاموال)۔ اس کی سند حسن ہے حافظ نے تلخیص میں اسے ذکر کر کے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا ان کے ہاں بھی یہ حسن یا صحیح ہیں)۔

۴۲۰۵۔ خلیفہ بن قیس کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یرفأ سے فرمایا کہ ملک کے تمام بڑے شہروں کے اہل کتاب باشندوں کے متعلق یہ ہدایت نامہ جاری کردو کہ ان کی پیشانیوں کے بال کاٹ دیے جائیں اور یہ کہ وہ اپنی کمر میں پیٹیاں باندھیں تاکہ مسلمانوں کے طرز لباس سے ان کا طرز لباس (جداگانہ حیثیت رکھے اور) پہچانا جاسکے۔ (کتاب الاموال) اس کی سند حسن ہے۔

٤٢٠٦- حدثني عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان عن ابيه "ان عمر بن عبدالعزيز كَتَبَ إِلَى عَامِلٍ لَهُ: اما بعد! فَلَا تَدَعَنَّ صَلِيْبًا ظَاهِرًا إِلَّا كُسِرَ وَمُحِقَ وَلَا يَرْكَبَنَّ يَهُوْدِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ عَلَى سَرْجٍ وَلْيَرْكَبْ عَلَى إِكَافٍ، وَتَقَدَّمْ فِيْ ذٰلِكَ تَقَدُّمًا بَلِيْغًا، وَامْنَعْ مَنْ قَبْلَكَ فَلَا يَلْبَسْ نَصْرَانِيٌّ قَبَاءً وَلَا ثَوْبَ خَزٍّ وَلَا عَصَبٍ، وَقَدْ ذُكِرَ لِيْ أَنَّ كَثِيْرًا مِمَّنْ قِبَلَكَ مِنَ النَّصَارٰى قَدْ رَاجَعُوْا لُبْسَ الْعَمَائِمِ وَتَرَكُوا الْمَنَاطِقَ عَلَى أَوْسَاطِهِمْ، وَاتَّخَذُوا الْجِمَامَ وَالْوَفْرَ وَتَرَكُوا التَّقْصِيْصَ، وَلَعَمْرِيْ لَئِنْ كَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِيْمَا قِبَلَكَ، إِنَّ ذٰلِكَ بِكَ لَضُعْفٌ وَعِجْزٌ، وَمُصَالَغَةٌ وَأَنَّهُمْ حِيْنَ يُرَاجِعُوْنَ ذٰلِكَ لَيَعْلَمُوْا مَا أَنْتَ، فَانْظُرْ كُلَّ شَيْءٍ نُهِيْتَ عَنْهُ فَاحْسِمْ عَنْهُ مَنْ فَعَلَهُ وَالسَّلَامُ" - رواه الامام ابو يوسف في "الخراج" (ص١٥٢)، وسنده حسن-

٤٢٠٧- حدثني كامل بن العلاء عن حبيب بن ابي ثابت "أَنَّ عمرَبْنَ الْخَطَّابِ ﷺ بَعَثَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَيْفٍ عَلَى مَسَاحَةِ أَرْضِ السَّوَادِ فَفَرَضَ عَلَى كُلِّ جَرِيْبِ أَرْضٍ عَامِرٍ أَوْ غَامِرٍ دِرْهَمًا وَقَفِيْزًا، وَخَتَمَ عَلَى عُلُوْجِ السَّوَادِ فَخَتَمَ خَمْسَمِائَةِ أَلْفِ عِلْجٍ عَلَى الطَّبَقَاتِ

۴۲۰۶۔ ثابت بن ثوبان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے (کسی) عامل کو خط لکھا کہ "حمد وصلوٰۃ کے بعد، تجھے جو بھی صلیب ظاہر نظر آئے تو اسے توڑ دے اور تہس نہس کر دے۔ اور کوئی یہودی یا نصرانی زین پر سوار نہ ہو، بلکہ پالان پر سوار ہو، اور اس کام میں خوب آگے بڑھو (یعنی خوب ان سے پابندی کراؤ) اور اپنے سے پہلے لوگوں کو روک پس کوئی نصرانی نہ قباء پہنے نہ ریشم کا کپڑا نہ عمامہ (پگڑی) اور مجھ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ سے قبل کے نصاریٰ نے دوبارہ پگڑی پہننی شروع کر دی ہے اور انہوں نے اپنی کمروں پر کمر بند (پٹی) باندھنی چھوڑ دی ہے اور انہوں نے جمہ اور دفرہ بال رکھنے شروع کر دیے ہیں اور انہوں نے بال لبڑا لنے چھوڑ دیے ہیں۔ اور میری عمر کی قسم اگر یہ تمہارے سامنے کیا جاتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ میں کمزوری اور عجز ہے اور مداہنت ہے اور تحقیق جب وہ یہ کام دوبارہ کریں گے تو وہ یہ جان لیں گے کہ آپ کون ہیں اور کیا ہیں۔ پس خیال رکھو ہر اس چیز کا جس سے آپ کو روکا گیا ہے اور کاٹ دو اور روک دو اس سے ہر اس شخص کو جو یہ کرے۔ (کتاب الخراج ابو یوسف) اس کی سند حسن ہے۔

۴۲۰۷۔ حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے عثمان بن حنیف کو سواد (عراق) کی پیمائش کے لئے بھیجا۔ پس انہوں نے ہر آباد اور بے آباد زمین کے ایک ایکڑ پر ایک درہم اور ایک قفیز (جزیہ) مقرر فرمایا۔ آپ نے سواد کے موٹے صحت مند لوگوں پر نشانات لگوائے۔ اس طرح پانچ لاکھ صحتمند کافروں پر مختلف طبقات (اڑتالیس، چوبیس اور بارہ) کے حساب سے نشان لگائے

ثَمَانِيَةً وَأَرْبَعِيْنَ وَأَرْبَعَةً وَعِشْرِيْنَ وَاثْنَىْ عَشَرَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ عَرْضِهِمْ دَفَعَهُمْ اِلَى الدَّهَاقِيْنِ وَكَسَرَ الْخَوَاتِيْمَ''، رواه الامام ابو يوسف ايضا (ص ١٥٣)، وهو مرسل صحيح۔

٤٢٠٨- حدثنا ابو اليمان حدثنا ابوبكر بن عبدالله ابن ابی مريم عن حكيم بن عمير ''اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ﷺ تَبَرَّأَ اِلَى اَهْلِ الذِّمَّةِ مِنْ مَعَرَّةِ الْجَيْشِ''۔ رواه ابو عبيد فی ''الاموال''(ص ١٥١ رقم ٤٢٤)، وابوبكر ابن ابی مريم ضعيف ولكن له شاهدا۔

٤٢٠٩- حدثنی عبدالله بن سعيد بن ابی سعيد (المقبری) عن جده''اَنَّ عمر بن الخطاب ﷺ كَانَ اِذَا صَالَحَ قَوْمًا اشْتَرَطَ عَلَيْهِمْ اَنْ يُؤَدُّوا الْخَرَاجَ كَذَا وَكَذَا، وَاَنْ يَقْرُوْا ثَلَاثَةَ اَيَامٍ، وَاَنْ يَهْدُوا الطَّرِيْقَ وَلَا يُمَالِئُوْا عَلَيْنَا عَدُوَّنَا، وَلَا يُؤْوُوا اِلَيْنَا مُحْدِثًا، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَهُمْ

اور جب ان کی پیشی اور جائزہ سے فارغ ہوئے تو ان کو علاقہ کے زمینداروں کے سپرد کیا اور نشانات کو توڑ دیا۔ (کتاب الخراج)۔ یہ مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: الغرض ان آثار واحادیث سے معلوم ہوا کہ ذمی لوگ لباس، سواری، ٹوپیوں، زینوں اور ہیئت میں مسلمانوں سے امتیاز اختیار کریں گے اور وہ گھوڑے پر سوار ہونگے نہ اعلیٰ زینوں پر اور یہ سب کچھ اس لئے ہوتا کہ ان کا حقیر ہونا ظاہر ہو اور کمزور عقیدے کے مسلمان محفوظ رہیں اور اس لئے کہ مسلمانوں کا اکرام کیا جاتا ہے اور ذمیوں کی اہانت کی جاتی ہے۔ ان کی عورتیں بھی ہماری عورتوں سے راستوں میں امتیاز اختیار کریں گی اور ان کے گھروں پر کوئی نشانی لگائی جائے گی تاکہ کوئی سائل ان کے گھر پر جاکر مغفرت کی دعاء ان کے لئے نہ کرے۔ لیکن یہ تمام شرائط اس وقت ہیں کہ جب ان پر فتح پائی جائے۔ اور اگر ان سے صلح کی جائے تو پھر جن شرائط پر معاہدہ ہوجائے وہی ٹھیک ہیں یعنی ان شرائط میں سے کچھ کو چھوڑا بھی جاسکتا ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ صلح کرتے وقت حضرت عمرؓ کے عمل ومعاہدوں کو مدنظر رکھا جائے کیونکہ وہ اس باب میں مقتدیٰ ہیں اور امام کوئی ایسی مداہنت نہ کرے جس سے شروط عمر کا خلاف لازم آئے۔ واللہ اعلم۔

۴۲۰۸۔ حکیم بن عمیر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ذمیوں سے، لشکر سے پہنچنے والے نقصان کی ذمہ داری لینے سے براءت کا اظہار کیا تھا۔ (کتاب الاموال) اس میں ایک راوی ضعیف ہے لیکن اس کا شاہد موجود ہے۔

۴۲۰۹۔ عبداللہ بن سعید مقبری اپنے دادا کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب کسی قوم سے صلح کرتے تو ان پر یہ شرط لگاتے کہ وہ اتنا اتنا خراج (جزیہ) دیں گے۔ اور یہ کہ وہ (ان کے پاس سے گذرنے والے کسی بھی مسلمان کی) تین دن مہمانی کریں گے۔ اور راہ گم کردہ مسلمانوں کی راہنمائی کیا کریں گے۔ اور ہمارے دشمن کی ہمارے خلاف مدد نہیں کریں گے۔ اور یہ کہ وہ نئی بات کے

آمِنُوْنَ عَلٰى دِمَائِهِمْ، وَنِسَائِهِمْ وَأَبْنَاءِ هِمْ وَأَمْوَالِهِمْ، وَلَهُمْ بِذٰلِكَ ذِمَّةُ اللّٰهِ، وَذِمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ بُرَآءٌ مِنْ مَعَرَّةِ الْجَيْشِ"۔ رواه الامام ابو يوسف فى "الخراج"(ص٤٦)، وعبدالله بن سعيد المقبرى ضعيف، و قال البزار: فيه لين (تهذيب٥:٢٣٨)، وقد تايد بما قبله۔

٤٢١٠- حدثنى هشام بن عمار عن الوليد بن مسلم عن خالد بن يزيد بن ابى مالك عن ابيه قال: "كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ بِالْجَابِيَةِ وَفِيْهِمْ عمرُ بنُ الخطاب رضی اللہ عنہ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ يُخْبِرُهُ أَنَّ النَّاسَ قَدْ أَسْرَعُوْا فِيْ عِنَبِهِ فَخَرَجَ عمرُ حَتّٰى لَقِيَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ يَحْمِلُ تُرْسًا عَلَيْهِ عِنَبٌ فَقَالَ لَهُ عمرُ: وَأَنْتَ أَيْضًا؟ فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَدْ أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ فَانْصَرَفَ عُمَرُ فَأَمَرَ لِصَاحِبِ الْكَرْمِ بِقِيْمَةِ عِنَبِهِ"۔ رواه ابو عبيد ايضا (ص٥١)، و خالد بن يزيد بن عبدالرحمان بن ابى مالك ضعيف(تقريب٣-١٢٧) وثقه ابوزرعة واحمد بن صالح والعجلى (تهذيب ص ١٤٣)، ولو لا عنعنة الوليد لحكمت بحسن الاسناد مع ارساله، فان

ہمارے لئے ذمہ دار نہ ہونگے۔ اگر وہ اس طرح (ان شرائط پر) عمل کریں گے تو ان کے خون، ان کی عورتوں اور ان کے بچوں کے بارے میں امن حاصل ہوگا اور اس کے عوض ان کے لئے اللہ اور رسول اللہ کی ذمہ داری ہوگی (اور ہم اس عہد و ذمہ داری کو پورا کریں گے) اور ہم (اسلامی) لشکر سے پہنچنے والے نقصان سے بری الذمہ ہیں (کتاب الخراج) عبداللہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

فائدہ: لشکر سے پہنچنے والے نقصان سے مراد فوجی نقل و حرکت کے باعث فصلوں اور باغات کا نقصان ہے، نیز امیر کی اجازت کے بغیر لشکر کا کسی بستی والوں سے لڑنا وغیرہ شامل ہے۔

۴۲۱۰۔ یزید بن ابی مالک فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے جابیہ (مقام) میں تھی۔ اس دوران ایک ذمی شخص نے حضرت عمرؓ کے پاس آ کر بتایا کہ (مسلمان) لوگ اس کے انگور تیزی سے لے جا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اس طرف نکل گئے جہاں انہوں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو دیکھا کہ وہ اپنی ڈھال میں انگور بھرے اٹھائے لے جا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا "ارے تو بھی یہ حرکت کر رہا ہے؟ اس نے جواب دیا اے امیر المؤمنین! ہم فاقہ میں مبتلا ہو گئے تھے۔ پس حضرت عمرؓ واپس ہوئے اور انگور والے کو اس کے انگوروں کی قیمت دینے کا حکم دیا۔ (کتاب الاموال)۔ خالد بن یزید مختلف فیہ ہیں۔ اگر ولید کا عنعنہ نہ ہوتا تو یہ حدیث مرسل حسن ہوتی (اور ارسال ہمارے ہاں مضر نہیں)۔

يزيد بن عبدالرحمن لم يدرك عمر رضي الله عنه۔

٤٢١١- حدثني عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان عن ابيه"قال: كَتَبَ عَدِيُّ بْنُ ارطاةَ-عاملُ عُمرَ بْنِ عبدِالعزيزِ- اِلَيْهِ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ اُنَاسًا قَبْلَنَا لَا يُؤَدُّوْنَ الْخَرَاجَ حَتّٰى يَمَسَّهُمْ شَيْءٌ مِنَ الْعَذَابِ فَكَتَبَ اِلَيْهِ عمرُ، اَمَّا بَعْدُ! فَالْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ مِنْ اِسْتِئْذَانِكَ اِيَّايَ فِيْ عَذَابِ الْبَشَرِ كَاَنِّيْ جُنَّةٌ لَكَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ وَكَاَنَّ رَضَايَ يُنْجِيْكَ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ، اِذَا اَتَاكَ كِتَابِيْ هٰذَا فَمَنْ اَعْطَاكَ مَا قِبَلَهٗ عَفْوًا وَاِلَّا فَاَحْلِفْهُ، فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَلْقَوُا اللّٰهَ بِجِنَايَاتِهِمْ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَلْقَاهُ بِعَذَابِهِمْ وَالسَّلَامُ"۔ "قَالَ: وَاَتٰى عُمَرَ رجلٌ فَقَالَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اَزْرَعْتُ زَرْعًا فَمَرَّ بِهٖ جَيْشٌ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ فَاَفْسَدُوْهُ، قَالَ: فَعَوَّضَهٗ عَشَرَةَ آلَافٍ۔ رواه الامام ابو يوسف في "الخراج" (ص١٤٣)، و سنده حسن۔

٤٢١٢- حدثنا هشيم و مروان بن معاوية عن اسماعيل بن ابی خالد عن الحارث

۴۲۱۱۔ ثابت بن ثوبان فرماتے ہیں کہ عدی بن ارطاۃ نے جو کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے عامل تھے، عمر بن عبدالعزیزؒ کو خط لکھا "امابعد! ہمارے یہاں لوگ خراج نہیں دیتے جب تک کہ ان کو کوئی تکلیف، سزا نہ دی جائے" (جواب میں) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو لکھا "امابعد! انتہائی تعجب ہے کہ آپ مجھ سے اس طرح انسانی عذاب وسزا کی بابت اجازت لینا چاہتے ہیں گویا کہ میں اللہ کے عذاب سے تیرے لئے ڈھال ہوں گا اور گویا کہ میری رضا تجھے اللہ کی ناراضگی سے بچالے گی؟ (ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا) جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے پس جو شخص تجھے وہ کچھ دے جس کا وہ ضامن ہوا اس حال میں کہ وہ مال (اس کی ضروریات زندگی سے) زائد ہو (تو ٹھیک ہے) ورنہ (اطمینانِ قلب کے لئے) اس سے قسم لے لے۔ اللہ کی قسم لوگو! ذمیوں کا اپنے جرموں کے ساتھ اللہ کے پاس جانا مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں اللہ سے ان کی سزا کے ساتھ ملوں۔ والسلام۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمرؒ (بن عبدالعزیز) کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے ایک کھیت سے فصل کاٹی اور شامیوں کا ایک لشکر وہاں سے گزرا اور اسے تباہ و برباد کر ڈالا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے دس ہزار (درہم) معاوضہ دلایا۔ (کتاب الخراج) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یہ ہے عدل اسلامی جسکی نظیر کوئی قوم پیش نہیں کرسکتی کہ باوجود براءت کے اعلان کے پھر بھی اس نقصان کی تلافی کی جارہی ہے۔

۴۲۱۲۔ ابوعمر وشیبانی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو یہ اطلاع ملی کہ عراق کے باشندوں میں سے ایک شخص شراب کی تجارت

بن شبیل عن ابی عمروالشیبانی ''قال: بَلَغَ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ السَّوَادِ قَدْ اَثْرٰی فِیْ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فَكَتَبَ: اَنْ اَكْسِرُوْا كُلَّ شَیْءٍ قَدَرْتُمْ لَهٗ عَلَیْهِ، وَسَیِّرُوْا كُلَّ مَا شِیَةٍ لَهٗ، ولا یُؤْوِیَنَّ اَحَدٌ لَهٗ شَیْئًا''۔ اخرجه ابو عبید فی ''الاموال'' (ص٩٦)، و سنده صحیح۔

٤٢١٣- حدثنا عبدالرحمن بن مهدی عن المثنی بن سعید (هوالضبعی) قال:''كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عبدِالعزیز اِلٰی عبدِالحمیدِ بْنِ عبدِالرحمن -وَهُوَ عَامِلُهٗ عَلَی الْكوفة- اَنْ لَّا تُحْمَلَ الْخَمْرُ مِنْ رُسْتَاقٍ اِلٰی رُسْتَاقٍ وَمَا وَجَدْتَّ مِنْهَا فِی السُّفُنِ فَصَیِّرْهُ خَلًّا، فَكَتَبَ عَبْدُ الْحَمِیْدِ اِلٰی عَامِلِهٖ بواسطٍ محمدِ بنِ المنتشرِ بِذٰلِكَ فَاَتَی السُّفُنَ فَصَبَّ فِیْ كُلِّ رَاقُودٍ مَاءً وَمِلْحًا فَصَیَّرَهٗ خَلًّا''۔ رواه ابو عبید ایضا (ص١٠٢)، و سنده صحیح۔

٤٢١٤- حدثنی ابو نعیم عن شبل بن عباد عن قیس بن سعد ''قال: سَمِعْتُ طَاوُسًا یَقُوْلُ: لَا یَنْبَغِیْ لِبَیْتِ رَحْمَةٍ اَنْ یَّكُوْنَ عِنْدَ بَیْتِ عَذَابٍ''۔ اخرجه ابو عبید ایضا (ص١٩٥) وسنده صحیح۔

میں بڑا نفع کما کر امیر بن گیا ہے تو انہوں نے (عامل کو) لکھا''اس کی ہر چیز جس تک تمہاری رسائی ہو توڑ ڈالو۔ اس کے تمام چوپایوں ہانک کر لے آؤ اور (دیکھو) اس کی کسی چیز کو کوئی پناہ نہ دے۔ (کتاب الاموال) اس کی سند صحیح ہے۔

۴۲۱۳۔ مثنیٰ بن سعید ضبعی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے کوفہ میں اپنے عامل عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو (ہدایت نامہ) تحریر کیا کہ شراب ایک بستی سے دوسری بستی میں منتقل نہ کی جائے۔ اور جو شراب تمہیں کشتیوں میں ملے اسے سرکہ میں تبدیل کردو۔ چنانچہ عبدالحمید نے واسط میں اپنے عامل محمد بن المنتشر کو یہی حکم لکھ بھیجا، پس انہوں نے خود کشتیوں کا جائزہ لیا اور ہر شراب کے ڈرم میں پانی نمک ڈال کر اسے سرکہ میں تبدیل کردیا۔ (کتاب الاموال) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: چونکہ ان کو پینے کی اجازت تھی لیکن بیچنے کی یا نقل کرنے کی اجازت نہ تھی اس لئے اسے سرکہ میں تبدیل کردیا گیا۔ دوسرے چونکہ یہ ذمی کا مال تھا اس لئے سرکہ میں تبدیل کردیا گیا۔ اور اگر مسلمان کا مال ہوتا تو اسے ضائع کردیتے۔ یہی حکم حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ سے مروی ہے۔ (کما فی البخاری) البتہ اس بستی میں شراب کی بیع کی اجازت ہوسکتی ہے جس میں اکثریت ذمیوں کی ہو۔ ہدایہ اور کتاب الخراج ابو یوسف سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

۴۲۱۴۔ قیس بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے طاؤس کو یہ فرماتے سنا کہ کسی خانۂ رحمت کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی خانہ

٤٢١٥- حدثنا عبدالوهاب بن عطاء عن هشام الدستوائی عن قتادة عن الحسن عن الاحنف بن قيس: "أَنَّ عمرَ ﷺ اشْتَرَطَ الضِّيَافَةَ عَلٰى أَهْلِ الذِّمَّةِ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَأَنْ يُصْلِحُوا الْقَنَاطِرَ، وَإِنْ قُتِلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بِأَرْضِهِمْ فَعَلَيْهِمْ دِيَتُهٗ"۔ رواه ابو عبيد (ص ١٤٥) ايضا و سنده صحيح على شرط مسلم۔ ورواه احمد ايضا (المغنى ١٠:٦٠٧)۔

٤٢١٦- حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد عن سهيل بن عقيل عن عبدالله بن هبيرة السبائى "قَالَ: صَالَحَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ أَهْلَ انْطَابُلُسَ وَهِيَ مِنْ بِلَادِ بَرْقَةَ بَيْنَ افريقية و مصر عَلَى الْجِزْيَةِ عَلٰى اَنْ يَّبِيْعُوْ مِنْ اَبْنَائِهِمْ مَا اَحَبُّوْا فِيْ جِزْيَتِهِمْ"۔ رواه ابو عبيد فى "الاموال" (ص١٤٦)۔ ورجاله ثقات ولم اعرف سهيل بن عقيل هذا، ولكن الليث اجل من ان يروى عمن لا يحتج به عنده، وهو امام مجتهد، وله شاهد۔

٤٢١٧- حدثنى محمد بن سعد عن الواقدى عن شرحبيل بن ابى عون عن عبد الله بن هبيرة "قَالَ: لَمَّا فَتَحَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ الْاِسْكَنْدَرِيَّةَ سَارَ فِيْ جُنْدِهٖ يُرِيْدُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى قَدِمَ

قریب کے نزدیک ہو۔ (کتاب الاموال) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اسلامی مملکت میں مساجد کے نزدیک غیر مسلموں کے عبادت خانے نہیں ہونے چاہئیں۔ یہ شرط شروط عمرؓ میں بھی مذکور ہے اور اسی پر عمل اور اجماع ہے۔

۴۲۱۵۔ احنف بن قیس سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے (صلح کی شرائط میں) ذمیوں پر ایک دن رات کی ضیافت کی شرط بھی نیز یہ (شرط لگائی) کہ وہ پلوں کی مرمت کریں گے اور یہ کہ اگر ان کے علاقے میں کوئی مسلمان قتل ہو جائے تو اس کی دیت ان پر ہوگی۔ (کتاب الاموال) اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور احمد نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

۴۲۱۶۔ عبداللہ بن ھبیرہ السبائی فرماتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ نے انطابلس (جو افریقہ اور مصر کے درمیان برقہ کا علاقہ ہے) سے جزیہ دینے پر جو صلح کا معاہدہ کیا تھا اس میں یہ شرط بھی تھی کہ وہ اپنے جزیہ کی رقم کے عوض اپنے بیٹوں میں سے جسے چاہیں فروخت کر سکتے ہیں۔ (کتاب الاموال) اس کے راوی ثقہ ہیں اور سہیل بن عقیل کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ لیکن لیث قابل احتجاج شخص سے روایت کرتے ہیں اور وہ خود امام مجتہد ہیں اور اس کا شاہد بھی ہے۔

۴۲۱۷۔ عبداللہ بن ہبیرہ کہتے ہیں کہ جب عمرو بن العاصؓ اسکندریہ کا علاقہ فتح کر کے اپنے لشکر کے ہمراہ مغرب کے ارادہ

بَرْقَةَ- وهي مدينة اَنْطَابُلُسَ - فَصَالَحَ اَهْلَهَا عَلَى الْجِزْيَةِ، وَهِيَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ اَلْفَ دِيْنَارٍ يَبِيْعُوْنَ فِيْهَا مِنْ اَبْنَائِهِمْ مَنْ اَحَبُّوْا بَيْعَهُ"- رواه البلاذری فی "الفتوح" (ص۲۳)، وشرحبيل بن ابی عون هو مولى ام بكر بنت المسور بن مخرمة، ذكره ابن يونس فی المصريين (تعجيل المنفعة ص۱۷۷)، ولم يذكره بجرح ولا تعديل۔

٤٢١٨- حدثنا ابو عبيد القاسم بن سلام حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد عن يزيد بن ابی حبيب: "اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ كَتَبَ فِيْ شَرْطِهِ عَلٰى اَهْلِ لَوَاتَةَ مِنَ الْبَرْبَرِ مِنْ اَهْلِ بَرْقَةَ اِنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تَبِيْعُوْا اَبْنَائَكُمْ وَنِسَائَكُمْ فِيْمَا عَلَيْكُمْ مِنَ الْجِزْيَةِ"- رواه البلاذری فی "الفتوح" (ص۳۳۳)- وهذا مرسل صحيح رجاله كلهم ثقات، واخرجه ابو عبيد فی "الاموال" (ص١٨٤) عن الليث بن سعد، ولم يذكر يزيد۔

٤٢١٩- حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث بن سعد "قال: اِنَّمَا الصُّلْحُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ النُّوْبَةِ عَلٰى اَنْ لَّا نُقَاتِلَهُمْ وَلَا يُقَاتِلُوْنَا وَاَنَّهُمْ يُعْطُوْنَنَا دَقِيْقًا وَنُعْطِيْهِمْ طَعَامًا- قَالَ: وَاِنْ بَاعُوْا اَبْنَائَهُمْ وَنِسَائَهُمْ لَمْ اَرْبَاْسًا عَلَى النَّاسِ اَنْ يَشْتَرُوْا مِنْهُمْ- قال الليث: وَكَانَ يحيى بْنُ سعيد الانصاريُّ لا يَرٰى بِذٰلِكَ بَاْسًا" اهـ- رواه ابو عبيد ايضا (ص١٤٦)، وفيه دليل على ان الليث

سے نکلے اور برقہ کے علاقے میں پہنچے (جو انطابلس کا شہر ہے) تو برقہ والوں سے جزیہ پر صلح کی جو تیرہ ہزار دینار بنتا تھا۔ (جس میں اس بات کی گنجائش تھی کہ) وہ جزیہ کے عوض اپنے بیٹوں میں سے جس بیٹے کو چاہیں بیچ سکتے ہیں۔ (فتوح بلاذری)۔

۴۲۱۸۔ یزید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے اہل برقہ میں سے لواتہ علاقہ کے بربروں پر (صلح کرتے ہوئے) یہ شرط لگائی تھی کہ تم (ذمی لوگ) اپنے اوپر واجب ہونے والے جزیہ کے عوض اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو بیچ سکتے ہو۔ (فتوح بلاذری) اور ابو عبید نے بھی لیث سے اسے روایت کیا ہے اور حبیب کا ذکر نہیں کیا۔

۴۲۱۹۔ لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ ہمارے اور نوبہ کے درمیان باہم جنگ نہ کرنے پر صلح تھی اور یہ کہ وہ ہمیں آٹا دیتے رہیں اور ہم انہیں غلہ اور کھانے کی چیزیں دیتے رہیں۔ لیث کہتے ہیں کہ اگر وہ (جزیہ کے عوض) اپنی عورتیں اور بچے فروخت کریں تو میرے خیال میں لوگوں پر اس کا سودا کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیث کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید انصاری اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (کتاب الاموال)۔

و يحيى بن سعيد قد احتجابما رواه سهيل عن عبدالله بن هبيرة عن عمرو بن العاص ﷺ۔

٤٢٢٠- عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: ﴿صَالَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَهْلَ نَجْرَانَ عَلٰى لْفَىْ حُلَّةٍ فذكر الحديث وفيه: عَلٰى اَنْ لَّا تُهْدَمَ لَهُمْ بِيْعَةٌ وَلَا يُخْرَجَ لَهُمْ قَسٌّ وَلَا يُفْتَنُوْا عَنْ دِيْنِهِمْ مَا لَمْ يُحْدِثُوْا حَدَثًا اَوْ يَاْكُلُوْا الرِّبَا﴾۔ اخرجه ابوداود وسكت عنه وهو من رواية السدى عن ابن عباس قال المنذرى: فى سماعه منه نظر۔ ولكن له شواهد (نيل الاوطار٦٨:٧)۔ وقد تقدم الحديث فى اول ابواب الجزية، وذكرنا هناك ان لا نظر فى سماعه منه۔

٤٢٢١- واخرج ابو عبيد فى "الاموال" (ص١٨٨) بسند حسن عن عروة بن الزبير مرسلا ﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ لِاَهْلِ نَجْرَانَ -وفيه- فَمَنْ اَكَلَ الرِّبَا مِنْ ذِىْ قَبْلٍ فَذِمَّتِىْ مِنْهُ بَرِيْئَةٌ﴾۔

٤٢٢٢- عن ابى هريرة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ: ﴿لَا تَبْدَأُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى بِالسَّلَامِ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فِىْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُمْ اِلٰى اَضْيَقِهَا﴾۔ متفق عليه (نيل الاوطار٢٧٧:٧)۔

۴۲۲۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نجران والوں سے دوہزار کپڑوں کے جوڑوں (یمنی چادروں کے جوڑوں) پر صلح کی۔ پھر وہ طویل حدیث میں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ (یہ صلح) اس شرط پر تھی کہ ان کا کوئی عبادت خانہ (جو پہلے سے بنا ہوا ہے) نہیں گرایا جائے گا۔ نہ ان کے کسی عالم کو نکالا جائے گا۔ اور نہ ہی ان (ذمیوں) کو ان کے دین سے زبردستی پھیرا جائے گا۔ (یعنی ان کے دین میں مداخلت نہ ہوگی) جب تک کہ وہ کوئی نئی بات نہ نکالیں (یعنی کوئی سازش یا بغاوت نہ کریں) یا سودخوری نہ کریں۔ ابوداؤد نے سے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہٰذا ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)۔

۴۲۲۱۔ ابوعبید نے کتاب الاموال میں عروہ بن الزبیر سے سند حسن کے ساتھ مرسلاً روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اہل نجران کے لئے صلح نامہ لکھا تو اس میں یہ شرط بھی تھی کہ جو شخص بھی اسلام قبول کرنے والے سے سود کھائے گا یعنی لے گا تو وہ میری ذمہ داری اور امان سے خارج ہو جائے گا۔ (کتاب الاموال)۔ اس کی سند حسن ہے۔

۴۲۲۲۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہود ونصاریٰ سے سلام میں پہل مت کیا کرو۔ جب تم ان سے رستہ میں ملو تو انہیں تنگ راستے کی طرف دبا دو (یعنی انہیں راستے کے ایک جانب میں چلنے پر مجبور کیا جائے) (بخاری ومسلم)۔

٤٢٢٣- عن انس ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: ﴿إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا وَ عَلَيْكُمْ﴾ متفق عليه، وفي رواية لاحمد: فَقُوْلُوْا:﴿عَلَيْكُمْ﴾ بغير واو (نيل الاوطار٧: ٢٧٧)۔

٤٢٢٤- عن انس ﷺ ايضا "قَالَ: كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدِمُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُهٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهٖ، فَقَالَ لَهٗ: أَسْلِمْ، فَنَظَرَ إِلٰى أَبِيْهِ- وَهُوَ عِنْدَهٗ- فَقَالَ لَهٗ: أَطِعْ أَبَاالْقَاسِمِ! فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ ،وَهُوَ يَقُوْلُ: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْقَذَهٗ بِيْ مِنَ النَّارِ﴾"۔ رواه احمد والبخاري وابوداود (نيل الاوطار٧: ٢٧٩)۔

٤٢٢٥- عن عياض الاشعري عن ابي موسى ﷺ "أَنَّهُ اسْتَكْتَبَ نَصْرَانِيًّا فَانْتَهَرَهٗ عُمَرُ وَقَرَأَ: ﴿يَاأَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْاالْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى أَوْلِيَاءَ﴾ الآيَةَ فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى: وَاللهِ مَا تَوَلَّيْتُهٗ، وَإِنَّمَا كَانَ يَكْتُبُ فَقَالَ: أَمَا وَجَدْتَّ فِيْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ مَنْ يَكْتُبُ؟ لَا تُدْنِهِمْ إِذْ أَقْصَاهُمُ اللهُ، وَلَا تَأْتَمِنْهُمْ إِذْ خَوَّنَهُمُ اللهُ وَلَا تُعِزَّهُمْ بَعْدَ أَنْ أَذَلَّهُمُ اللهُ"۔ رواه البيهقي وسكت عنه الحافظ في "الفتح" (١٣: ١٦٠) فهو صحيح او حسن۔

٤٢٢٣۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہیں اہل کتاب سلام کہیں تو تم (جواب میں) وعلیکم کہو (بخاری ومسلم) اوراحمد کی ایک روایت میں ہے کہ تم انہیں (جواب میں) علیکم کہو۔

٤٢٢٤۔ انسؓ ہی فرماتے ہیں کہ ایک یہودی غلام حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس دوران وہ بیمار ہوا تو حضور ﷺ عیادت کے لئے اس کے پاس تشریف لائے اوراس کے سرہانے بیٹھ کر فرمایا "مسلمان ہوجا"۔ اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے اپنے باپ کو دیکھا تو اس نے اس سے کہا کہ ابوالقاسم (حضور ﷺ کی کنیت ہے) کی اطاعت کر پس وہ مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ یہ فرماتے ہوئے (وہاں سے) نکلے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری وجہ سے اس کو آگ سے بچالیا ہے۔ (احمد، بخاری۔ ابوداؤد)۔

٤٢٢٥۔ عیاض اشعری سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کسی نصرانی سے کچھ لکھوارہے تھے تو حضرت عمرؓ نے انہیں جھڑکا اور یہ آیت پڑھی ﴿یاایھاالذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء﴾ (کہ اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ) حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا کہ قسم بخدا! میں نے اس سے دوستی تو نہیں کی۔ وہ تو صرف لکھ رہا تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تجھے مسلمانوں میں کوئی لکھنے والا شخص نہ ملا۔ (یادرکھو) جب اللہ نے انہیں دور کردیا ہے تو آپ ان کے نزدیک مت ہوؤ۔ اور جب اللہ نے ان کو خائن کہہ دیا تو تم انہیں امین مت بناؤ۔ اور جب اللہ نے ان کو ذلیل ورسوا کردیا تو تم انہیں عزت دار مت بناؤ۔ (بیہقی) حافظ نے فتح الباری میں اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

٤٢٢٦- حدثنا عبدالرحمن بن مهدی عن شریك عن ابی هلال الطائی عن وسق الروسی قَالَ: کُنْتُ مَمْلُوْکًا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ وَکَانَ یَقُوْلُ لِیْ : اَسْلِمْ فَاِنَّكَ اِنْ اَسْلَمْتَ اسْتَعَنْتُ بِكَ عَلٰی اَمَانَةِ الْمُسْلِمِیْنَ، فَاِنَّهُ لَا یَنْبَغِیْ لِیْ اَنْ اَسْتَعِیْنَ عَلٰی اَمَانَتِهِمْ مَنْ لَیْسَ مِنْهُمْ۔ قَالَ: فَاَبَیْتُ فَقَالَ: لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ۔ قَالَ: فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ اَعْتَقَنِیْ وَقَالَ: اِذْهَبْ حَیْثُ شِئْتَ"۔ رواه ابو عبید فی "الاموال" (١:٣٢٥)۔

٤٢٢٧- عن حذیفة رضی اللہ عنہ ضَرَبَ لَنَا النَّبِیُّ ﷺ مَثَلًا قَالَ: "اِنَّ قَوْمًا کَانُوْا اَهْلَ ضُعْفٍ وَمَسْکَنَةٍ قَاتَلَهُمْ اَهْلُ تَجَبُّرٍ وَعَدَاءٍ فَاَظْهَرَ اللّٰهُ اَهْلَ الضُّعْفِ عَلَیْهِمْ فَعَمِدُوْا اِلٰی عَدُوِّهِمْ فَاسْتَعْمَلُوْهُمْ وَسَلَّطُوْهُمْ فَاَسْخَطُوا اللّٰهَ عَلَیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهُ"۔ لاحمد بلین (جمع الفوائد ١:٣٥)۔

باب الذمی اذا استکره المسلمة علی نفسها فعلیه من الحد ما علی المسلم

٤٢٢٦۔ وسق رومی کہتا ہے کہ میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کا غلام تھا۔ اور آپؓ مجھ سے فرمایا کرتے کہ مسلمان ہو جا۔ اس لئے کہ اگر تو مسلمان ہو گیا تو میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے مدد لوں گا یعنی تجھے معاون مقرر کردوں گا۔ اس لئے کہ میرے لئے مناسب نہیں کہ میں مسلمانوں کی امانت پر کسی ایسے شخص کو اپنا معاون بناؤں جو ان میں سے نہ ہو۔ وسق کہتا ہے کہ میں نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا کہ دین (اسلام) میں داخل کرنے کے لئے جبر جائز نہیں۔ وسق کہتا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت آ گیا تو آپ نے مجھے آزاد کر دیا اور فرمایا کہ تو جہاں چاہے چلا جا۔ (یعنی آزاد ہے)۔ (کتاب الاموال)

٤٢٢٧۔ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہمارے لئے ایک مثال بیان کی کہ ایک قوم کمزور و عاجز تھی، ان سے ظالم و سرکش اور عداوت رکھنے والے لوگوں نے جنگ کی تو اللہ نے کمزور لوگوں کو ان پر غالب کر دیا۔ (لیکن) پھر انہوں نے اپنے دشمنوں کا قصد کیا تو (ان ظالم لوگوں پر اعتماد کرتے ہوئے) انہیں عامل مقرر کر دیا۔ اور ان کو (اپنے اوپر) مسلط کر کے اللہ کو اپنے اوپر قیامت کے دن تک کے لئے ناراض کر لیا۔ (مسند احمد)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کافروں ذمیوں کو عامل مقرر نہیں کرنا چاہیے اور نہ مسلمانوں کے کسی کام میں انہیں امین بنایا جائے۔ آج کل کے حکمرانوں کو چاہیے کہ کلیدی عہدوں پر کسی آدمی کو مقرر کرتے وقت اس اصول کو سامنے رکھیں۔

باب۔ اگر ذمی کسی مسلمان عورت سے زنا بالجبر کرے تو اس پر بھی وہی حد ہوگی جو مسلمان پر ہوتی ہے

٤٢٢٨- عن الشعبی عن سوید بن غفلة قال: كُنَّا عِنْدَ عمرَ- وَهُوَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ- بِالشَّامِ فَأَتَاهُ نَبَطِيٌّ مَضْرُوْبٌ مَشْجُوْجٌ يَسْتَعْدِىْ فَغَضِبَ وَقَالَ لِصُهَيْبِ: أُنْظُرْ مَنْ صَاحِبُ هذَا؟ فَذَكَرَ الْقِصَّةَ فَجَاءَ بِهِ- وَهُوَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ- فَقَالَ: رَأَيْتُهُ يَسُوْقُ بِامْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ، فَنَخَسَ الْحِمَارَ لِيَصْرَعَهَا، فَلَمْ تَصْرَعْ ثُمَّ دَفَعَهَا فَخَرَّتْ عَنِ الْحِمَارِ فَغَشِيَهَا فَفَعَلْتُ بِهِ مَا تَرٰى قَالَ: فَقَالَ عمرُ: وَاللّٰهِ مَا عَلٰى هذَا عَاهَدْنَاكُمْ فَأَمَرَ بِهِ فَصُلِبَ. ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَاالنَّاسُ فُوْابِذِمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَمَنْ فَعَلَ مِنْهُمْ هذَا فَلَا ذِمَّةَ لَهُ". رواه البیہقی "التلخیص الحبیر" (۳۸:۲)- ورواه ابو یوسف الامام فی "الخراج" (ص۲۱۲) من طریق مجالد عن الشعبی عنه -وزاد- فَانْكَشَفَتْ عَنْهَا ثِيَابُهَا فَجَامَعَهَا، وَابو عبید فی "الاموال" (ص ۱۸۱) من طریق مجالد ایضاً وزاد قال: قال سوید : فَذٰلِكَ الْيَهُوْدِيُّ أَوَّلُ مَصْلُوْبٍ رَأَيْتُهُ فِيْ الْإِسْلَامِ- ومجالد فیه مقال، ووثقه بعضهم، وهو من رجال مسلم والاربعة-

۴۲۲۸- سوید بن غفلہؒ فرماتے ہیں کہ شام کے علاقہ میں ہم حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر تھے (جبکہ وہ امیرالمؤمنین تھے) اس دوران ایک شدید زخمی پٹا ہوا نبطی آپ کے پاس آیا اور فریاد چاہنے لگا، آپؓ غضبناک ہوئے اور صہیبؓ سے فرمایا دیکھو اس کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ پس اس نے قصہ بیان کیا تو صہیب اس (مارنے والے) کو لائے تو وہ عوف بن مالک (اشجعی) تھے۔ عوف نے کہا کہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان عورت کو ہانک رہا ہے۔ اس نے گدھے کو کچوکا دیا تاکہ عورت کو گرادے۔ پھر جب وہ نہ گری تو عورت کو ہی دھکا دے دیا پس وہ (بیچاری) گدھے سے گرگئی اور یہ اس پر چڑھ گیا پس اس نے اس کے ساتھ وہ کیا جو آپ سمجھتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قسم بخدا اس (کرتوت کرنے) پر تو ہم نے تم سے صلح اور معاہدہ نہیں کیا تھا۔ لہٰذا آپؓ نے اسے سولی چڑھانے کا حکم دیا پس اسے سولی چڑھا دیا گیا۔ پھر آپؓ نے فرمایا اے لوگو! حضرت محمد ﷺ کی ذمہ داری اور عہد کو پورا کرو (یعنی ان کا خیال رکھو) لیکن ان میں سے جو شخص اس قسم کے فحش کام کا مرتکب ہوگا بس اس کے لئے کوئی ذمہ داری ہم پر نہیں۔ (بیہقی)۔ کتاب الخراج میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ عورت کے کپڑے کھل گئے پس اس مرد نے اس سے بدفعلی کی اور کتاب الاموال میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ سوید کہتے ہیں کہ یہ پہلا یہودی تھا جسے میں نے اسلام میں سولی پر چڑھتے دیکھا۔ اس میں مجالد راوی کو کئی ناقدین نے ثقہ کہا ہے اور وہ مسلم اور سنن اربعہ کے راویوں میں سے ہے۔

٤٢٢٩- عن ابن جريج اخبرت ان ابا عبيدة بن الجراح وابا هريرة رضى الله عنهما قتَلا كِتَابِيَّيْنِ اَرَادَا اِمْرَاَةً عَلٰى نَفْسِهَا مُسْلِمَةً- رواه عبدالرزاق (التلخيص الحبير ٢:٣٨٠)، وهو مرسل صحيح و قال الامام ابو يوسف فى "الخراج" (ص ٢١٢): حدثنا داود بن ابى هند عن زياد بن عثمان: "اَنَّ رَجُلًا مِنَ النَّصَارٰى اسْتَكْرَهَ اِمْرَاَةً مُسْلِمَةً عَلٰى نَفْسِهَا فَرُفِعَ ذٰلِكَ اِلٰى اَبِىْ عبيدة- فَقَالَ: مَا عَلٰى هٰذَا صَالَحْنَاكُمْ، فَضَرَبَ عُنُقَهٗ"- وهذا شاهد جيد لمرسل ابن جريج-

باب يُقتل الذمى رجلا كان او امراة اذا أعلن بسب الله والرسول بما لا يدينه وكذا اذا طعن فى دين الاسلام بنحوه

٤٢٣٠- عن عكرمة نا ابن عباس رضى الله عنهما "اَنَّ اَعْمٰى كَانَتْ لَهٗ اُمُّ وَلَدٍ، تَشْتِمُ النَّبِىَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيْهِ، فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِىْ، وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ- فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِى النَّبِىِّ ﷺ وَتَشْتِمُهٗ فَاَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهٗ فِىْ بَطْنِهَا، وَاتَّكَاَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا- وَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِىِّ ﷺ فَقَالَ: ﴿اَلَا اِشْهَدُوْا اِنَّ دَمَهَا هَدَرٌ﴾- رواه ابوداود و سكت عنه والمنذرى وقال:

۴۲۲۹- ابن جریج فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی کہ ابوعبیدۃ بن الجراحؓ اور ابوہریرہؓ نے دو اہل کتاب (ذمیوں) کو قتل کر دیا جنہوں نے ایک مسلمان عورت کے ساتھ غلط کام کرنے کا ارادہ کیا تھا (مصنف عبدالرزاق) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ اور کتاب خراج میں زیاد بن عثمان سے مروی ہے کہ ایک عیسائی (ذمی) شخص نے کسی مسلمان عورت سے زنا بالجبر کیا۔ پھر یہ مقدمہ ابوعبیدہؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا اس کرتوت پر تو ہم نے تم سے صلح نہیں کی تھی۔ پس اس کی گردن اڑا دی۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی ذمی کسی مسلمان عورت سے جبراً زنا کرے تو اس کو بطور تعزیر کے قتل کیا جائے گا نہ کہ بطور نقضِ عہد کے۔

باب۔ ذمی (خواہ مرد ہو یا عورت) جب اللہ یا حضور ﷺ کو علانیہ برا بھلا کہے یا دینِ اسلام میں کسی بات کے ساتھ طعن کرے تو اسے قتل کیا جائے گا

۴۲۳۰- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک اندھے کی ام ولد (ام ولد وہ باندی ہے جس نے مالک سے بچہ جنا ہو) تھی جو حضور ﷺ کو برا بھلا کہتی اور (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کی برائی میں مشغول رہتی۔ وہ اندھا اسے اس سے منع کرتا لیکن وہ باز نہ آتی اور وہ اسے ڈانٹتا لیکن وہ اس کی ڈانٹ نہ سنتی۔ پس ایک رات جب وہ حضور ﷺ کی برائی میں مشغول تھی اور آپ ﷺ کو برا بھلا کہہ رہی تھی تو اس

واخرجه النسائی (عون المعبود ٤:٢٢٦)۔

٤٢٣١- عن الشعبی عن علی رضی اللہ عنہ "اَنَّ يَهُوْدِيَّةً كَانَتْ تَشْتِمُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيْهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتّٰى مَاتَتْ فَاَبْطَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَمَهَا۔ رواه ابوداود و سکت عنه، و قال المُنذری: ذکر بعضهم ان الشعبی سمع من علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال غیره انه رآه" (عون المعبود ١:٢٢٦ و ٢٢٧)۔

٤٢٣٢- عن ابی بردة رضی اللہ عنہ قال: "اَغْلَظَ رَجُلٌ لِاَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قُلْتُ : اَلَا اَقْتُلُهٗ؟ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ لَيْسَ هٰذَا اِلَّا لِمَنْ شَتَمَ النَّبِیَّ ﷺ اخرجه ابن حزم فی "المحلی" (١١:٤١٠)۔

واحتج به والحدیث اخرجه ابو داود والنسائی بلفظ "قال: لَا ، وَاللّٰهِ مَا كَانَتْ لِبَشَرٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ"، (عون المعبود ٤:٢٢٧)۔

کے اندھے مالک نے خنجر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ کر اس پر تکیہ لگا لیا اور اس طرح اسے قتل کر ڈالا۔ یہ قصہ حضور ﷺ سے ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا خبردار! گواہ رہو کہ اس کا خون معاف ہے (یعنی قصاص نہیں لیا جائے گا) (ابوداؤد و نسائی)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۴۲۳۱۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت حضور ﷺ کو برا بھلا کہتی اور آپ ﷺ کی برائی بیان کرنے میں مشغول رہتی تھی۔ ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹا حتیٰ کہ وہ مرگئی تو حضور ﷺ نے اس کا خون ضائع قرار دے دیا۔ ابوداؤد نے اسے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۴۲۳۲۔ ابو بردہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ سے درشت کلامی کی اور انہیں سختی سے جھڑکا تو (ابو بردہ کہتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ (اے ابوبکرؓ خلیفہ رسول اللہ!) کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟ تو (جواب میں) ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ سزا تو صرف نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنے والے کی ہے۔ (محلی ابن حزم) اور یہ حدیث ابوداؤد، اور نسائی میں ان الفاظ سے مروی ہے کہ نہیں! قسم بخدا! حضور ﷺ کے بعد کسی فرد کو برا بھلا کہنے کی وجہ سے برا بھلا کہنے والے کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔ (یعنی صرف حضور ﷺ کی توہین کرنے والا ہی واجب القتل ہے اور غیر نبی کی توہین کرنے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا)

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کی توہین کرنے والا واجب القتل ہے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ لیکن تعجب ہے ابن حزم ظاہری اور اس کی روحانی اولاد پر جو احناف کی طرف رسول ﷺ کی توہین کرنے والے کے عدم قتل کے قول کو

۴۲۳۳- عن عرفة بن الحارث "اَنَّهٗ دَعَا اِلَی الْاِسْلَامِ نَصْرَانِیًّا فَذَکَرَ النَّصْرَانِیُّ النَّبِیَّ ﷺ فَتَنَاوَلَهٗ فَرُفِعَ ذٰلِكَ اِلٰی عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ فَقَالَ: قَدْ اَعْطَیْنَاهُمُ الْعَهْدَ"- فَقَالَ عَرَفَةُ: مَعَاذَاللّٰهِ! اَنْ نَّکُوْنَ اَعْطَیْنَاهُمُ الْعُهُوْدَ وَالْمَوَاثِیْقَ عَلٰی اَنْ یُّؤْذُوْنَا فِیْ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، اِنَّمَا اَعْطَیْنَاهُمْ عَلٰی اَنْ نُّخَلِّیَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ کَنَائِسِهِمْ یَقُوْلُوْنَ فِیْهَا مَا بَدَالَهُمْ - فَقَالَ عَمْرٌو: "صَدَقْتَ" مختصرا، رواه الطبرانی فی الکبیر بلین (جمع الفوائد۲:۱۴)، وفی "مجمع الزوائد" (۲:۲۶): رواه الطبرانی فی "الاوسط"، وفیه عبداللہ بن صالح کاتب اللیث، وقد وثق وفیه ضعف وبقیة رجاله ثقات اھ- قلت: فالاسناد حسن-

منسوب کرتے ہیں اور احناف پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی اپنی کج فہمی کا نتیجہ ہے اور یہی ظاہریت کا لازمی نتیجہ ہے کیونکہ احناف نے تو یہ کہا کہ اس سے نقض عہد نہیں ہوتا لیکن نقضِ عہد نہ ہونے سے عدمِ قتل تو لازم نہیں آتا اور تعزیر کا لفظ قتل کو بھی شامل ہے اس لئے اس کا لایقتل کہنا اور اس کو احناف کی طرف منسوب کرنا صریح جھوٹ ہے۔

ہاں! اگر سمجھانے کے باوجود بھی برا بھلا کہنے والا باز نہ آئے تو اسے قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ پہلی حدیث میں اندھے نے اپنی ام ولد کو بار بار توہین کرنے کے بعد مارا۔

باقی رہا توہینِ رسول سے عدمِ نقضِ عہد تو اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان مقتولین کے سامان کو مسلمانوں کے لئے فئی نہیں بنایا۔

۴۲۳۳۔ عرفہ بن حارث سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک نصرانی کو اسلام کی دعوت دی تو وہ نصرانی حضور نبی کریم ﷺ کا برائی کے ساتھ ذکر کرنے لگا تو عرفہ یہ مقدمہ عمرو بن العاصؓ کے پاس لے گئے تو عمرو بن العاصؓ فرمانے لگے کہ (میں اسے کیسے قتل کروں جبکہ) ہم نے انہیں امان کی ضمانت اور عہد دیا ہوا ہے۔ اس پر عرفہ نے فرمایا کہ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ہم انہیں اس بات پر عہد و پیمان دیتے رہیں کہ وہ اللہ و رسول کی بابت ہمیں تکلیف دیتے رہیں (یعنی اللہ و رسول کو برا بھلا کہتے رہیں) ہم نے تو صرف اس بات کی انہیں ضمانت دی ہے کہ ہم ان کے اور ان کے عبادت خانوں کے درمیان رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ وہ جو وہاں چاہیں بکیں۔ اس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا ہے۔ (طبرانی کبیر) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو برا بھلا کہنے سے عہد کا نقض صحابہؓ میں معروف نہ تھا۔ جب تک کہ برا بھلا نہ کہنے کی شرط نہ لگائی گئی ہو۔ جیسا کہ عمرو بن العاصؓ نے باوجود یکہ آپ کو اطلاع دے دی گئی ہے کہ اس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے عہد کے باقی رہنے کا ذکر کیا۔ گویا کہ ان کے ہاں نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنا کفر تھا لیکن نقضِ عہد نہیں کیونکہ جب کفرِ مقارن عہد سے مانع نہیں تو کفر طاری بھی رافع و ناقضِ عہد نہیں ہونا چاہیے اور یہی بعینہ احناف کا مسلک ہے۔

باب لا ینتقض العهد بدلالة الذمی اهل الحرب علی عوراتنا الااذا شرطنا علیهم ترکها، وینتقض بمحاربة الامام او باللحوق بدار الحرب مطلقاً

٤٢٣٤- حدثنا یزید بن هارون عن هشام بن حسان عن ابن سیرین "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ﷺ اَسْتَعْمَلَ عُمَیْرَ بْنَ سَعِیْدٍ اَوْ سَعْدٍ عَلٰی طَائِفَةٍ مِنَ الشَّامِ، فَقَدِمَ عَلَیْهِ قَدْمَةً فَقَالَ: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! اِنَّ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الرُّوْمِ مَدِیْنَةً یُقَالُ لَهَا: "عَرَبُ السُّوْسِ"، وَاَنَّهُمْ لَا یُخْفُوْنَ عَلٰی عَدُوِّنَا مِنْ عَوْرَاتِنَا شَیْئًا وَلَا یُظْهِرُوْنَنَا عَلٰی عَوْرَاتِهِمْ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: فَاِذَا قَدِمْتَ فَخَیِّرْهُمْ بَیْنَ اَنْ تُعْطِیَهُمْ مَکَانَ کُلِّ شَاةٍ شَاتَیْنِ، وَمَکَانَ کُلِّ بَعِیْرٍ بَعِیْرَیْنِ، وَمَکَانَ کُلِّ شَیْءٍ شَیْئَیْنِ فَاِنْ رَضُوْا بِذٰلِكَ، فَاَعْطِهِمْ وَخَرِّبْهَا فَاِنْ اَبَوْا فَانْبِذْ اِلَیْهِمْ وَاَجِّلْهُمْ سَنَةً، ثُمَّ خَرِّبْهَا فَقَالَ: اُکْتُبْ لِیْ عَهْدًا بِذٰلِكَ فَکَتَبَ لَهٗ عَهْدًا، فَلَمَّا قَدِمَ عمیرٌ عَلَیْهِمْ عَرَضَ عَلَیْهِمْ ذٰلِكَ فَاَبَوْا فَاَجَّلَهُمْ سَنَةً ثُمَّ اَخْرَبَهَا"- رواه ابوعبید فی "الاموال" (ص ١٦٩)-وهو مرسل صحیح-

باب-محض ذمی کے حربیوں کو مسلمانوں کے رازوں سے آگاہ کرنے سے عہدِ ذمہ نہیں ٹوٹے گا الا یہ کہ ایسا نہ کرنے کی عہد میں شرط لگائی گئی ہو (البتہ) امام سے جنگ کرنے یا مطلقاً دارالحرب میں چلے جانے سے عہدِ ذمہ ٹوٹ جائے گا

۴۲۳۴- ابن سیرینؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عمیر بن سعید (یا سعد) کو شام کے ایک علاقہ کا عامل (والی) مقرر کیا۔ وہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امیر المؤمنین! ہمارے علاقہ اور رومیوں کے علاقہ کے درمیان ایک شہر عرب السوس (عرب سوس) نامی ہے۔ یہاں کے باشندے ہمارے کسی راز کو ہمارے دشمنوں سے پوشیدہ نہیں رکھتے اور ہمیں ان کے کسی راز سے باخبر اور مطلع نہیں کرتے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ جب تم وہاں پہنچو تو انہیں اس بات کا اختیار دے دو کہ ہم تمہیں ہر بکری کی جگہ دو بکریاں اور ایک اونٹ کے عوض دو اونٹ (الغرض) ہر چیز کے عوض دو چیزیں دیں گے (بشرطیکہ وہ یہ شہر خالی کر دیں گے) اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو انہیں (حسب معاہدہ وہ چیزیں) دے دو اور اس شہر کو اجاڑ دو۔ اور اگر وہ اس صورت کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تو معاہدہ (سابقہ) ان کی طرف پھینک دو (یعنی یہ کہہ دو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں) پھر انہیں ایک سال کی مہلت دے دو پھر اس شہر کو تہس نہس کر دو۔ عمیرؓ نے فرمایا کہ اس مضمون کا عہد نامہ مجھے لکھ دیجئے۔ پس آپؓ نے ان کے لئے یہ عہد نامہ لکھ دیا۔ پھر جب حضرت عمیرؓ ان لوگوں کے پاس پہنچے تو ان پر یہ عہد نامہ پیش کیا لیکن انہوں نے یہ پیش کش مسترد کر دی۔ اس پر عمیرؓ نے انہیں ایک سال کی

٤٢٣٥- عن الزهری اخبرنی عبدالله بن عبدالرحمن بن کعب بن مالك عن رجل من اصحاب النبي ﷺ قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ بَدْرٍ كَتَبَتْ كُفَّارُ قريشٍ اِلَى الْيَهُوْدِ اِنَّكُمْ اَهْلُ الْحَلْقَةِ وَالْحُصُوْنِ يَتَهَدَّدُوْنَهُمْ فَاَجْمَعَ بَنُوالنَّضِيْرِ عَلَى الْغَدْرِ، فَاَرْسَلُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: اُخْرُجْ اِلَيْنَا فِيْ ثَلَاثَةٍ مِنْ اَصْحَابِكَ وَيَلْقَاكَ ثَلَاثَةٌ مِنْ علمائِنَا، فَاِنْ اٰمَنُوْا بِكَ اِتَّبَعْنَاكَ، فَفَعَلَ فَاشْتَمَلَ الْيَهُوْدُ الثَّلَاثَةُ عَلَى الْخَنَاجِرِ فَاَرْسَلَتْ اِمْرَأَةٌ مِنْ بَنِيْ النَّضِيْرِ اِلٰى اَخٍ لَّهَا مِنَ الْاَنْصَارِ مُسْلِمٍ تُخْبِرُهُ بِاَمْرِ بَنِيْ النَّضِيْرِ، فَاَخْبَرَ اَخُوْهَا النَّبِيَّ ﷺ قبلَ اَنْ يَصِلَ اِلَيْهِمْ، فَرَجَعَ وَصَبَّحَهُمْ بِالْكَتَائِبِ فَحَصَرَهُمْ يَوْمَهُ، ثُمَّ غَدَا عَلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ، فَحَاصَرَهُمْ فَعَاهَدُوْهُ، فَانْصَرَفَ عَنْهُمْ اِلٰى بَنِي النَّضِيْرِ، فَقَاتَلَهُمْ حَتّٰى نَزَلُوْا عَلَى الْجَلَاءِ"۔ الحديث رواه ابن مردويه باسناد صحيح الى معمر عن الزهری اطول منه، وكذا اخرجه عبد بن حميد فی تفسيره عن عبدالرزاق (فتح الباری ٧:٢٥٥)۔

مہلت دیدی پھر (سال بعد) اس علاقہ کو تاخت وتاراج کردیا۔ (کتاب الاموال)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے یہی متبادر معلوم ہوتا ہے کہ اگر ذمی مسلمانوں کے راز حربیوں کو دے بشرطیکہ راز کے فاش نہ کرنے کی شرط نہ لگائی گئی ہو تو عہد نہیں ٹوٹتا۔

٤٢٣٥۔ زہری سے مروی ہے کہ مجھے عبداللہ بن عبدالرحمن نے خبر دی جن کو ایک صحابیٔ رسول نے فرمایا کہ جب بدر کی جنگ ہوئی تو کفارِ قریش نے یہود (مدینہ) کو لکھا کہ تم قلعوں اور زرہوں والے ہو (اس کے باوجود) تم مسلمانوں سے ڈرتے ہو پس (اس بہکانے کی وجہ سے) بنونضیر عہد شکنی، بغاوت پر مجتمع اور (کمربستہ) ہوگئے۔ اور انہوں نے حضور ﷺ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ ہمارے پاس اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ آجائیں اور ہمارے بھی تین عالم آپ سے ملیں گے تاکہ مذاکرات ہوں۔ پس اگر وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی آپ ﷺ کی اتباع کرلیں گے۔ پس آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا (لیکن) وہ تینوں یہودی خنجروں سے مسلح تھے۔ تو بنونضیر کی ایک عورت نے انصاری مسلمان بھائی کو بنونضیر کی اس سازش سے باخبر کرنے کیلئے پیغام بھجوایا۔ پس اس کے بھائی نے حضور ﷺ کو آپ کے ان تک پہنچنے سے قبل اس سے باخبر کردیا۔ پس آپ ﷺ لوٹ آئے اور صبح کے وقت آپ ﷺ سوار دستوں اور لشکروں کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوئے اور اس دن ان کا محاصرہ کیا۔ پھر اگلے دن بنوقریظہ پر پہنچے اور ان کا محاصرہ کیا (آخرکار) انہوں نے آپ ﷺ سے معاہدہ کرلیا پھر آپ واپس بنونضیر کی طرف لوٹے اور ان سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ جلاوطنی پر تیار ہوگئے۔ اسے ابن مردویہ نے سند صحیح کے ساتھ اور عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)۔

۴۲۳۶- عن ابن عمررضی اللہعنهما "أَنَّ يَهُوْدَ النضيرِ وَقُرَيْظَةَ حَارَبُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَاَجْلٰى رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَنِيْ النَّضيرِ، وَاَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ حَتّٰى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَائَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَوْلَادَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوْا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاٰمَنَهُمْ وَاَسْلَمُوْا وَاَجْلٰى رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ يَهُوْدَ الْمَدِيْنَةِ كُلَّهُمْ - بنى قَيْنُقَاعَ وَهُمْ قَوْمُ عَبْدِاللّٰہِ بنِ سَلَامٍ، وَيَهُوْدَ بَنِيْ حَارِثَةَ، وَكُلَّ يَهُوْدِيٍّ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ"۔ رواه ابوداود و سكت عنه قال المنذری: واخرجه البخاری و مسلم (عون المعبود۳:۱۱۷)۔

۴۲۳۷- حدثنى الزهرى عن عروة عن المسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ "اَنَّهٗ كَانَ فِيْ الشَّرْطِ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَدْخُلَ فِيْ عَقْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَعَهْدِهٖ فَلْيَدْخُلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَدْخُلَ فِيْ عَقْدِ

۴۲۳۶۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ بنونضیر اور بنوقریظہ کے یہودیوں نے (معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے) حضور ﷺ سے لڑائی مول لی تو حضور ﷺ نے بنونضیر کو (مدینہ سے) نکال دیا اور بنوقریظہ پر احسان کرتے ہوئے وہیں ٹھہرا دیا۔ پھر بنوقریظہ نے اس کے بعد (معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے) لڑائی مول لی تو آپ ﷺ نے ان کے مردوں کو قتل کروا دیا اور ان کی عورتوں، ان کے بچوں اور ان کے مالوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ سوائے بعض لوگوں کے جو حضور ﷺ کی پناہ میں آ گئے تھے تو آپ ﷺ نے انہیں پناہ دے دی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (غرض) حضور ﷺ نے مدینہ کے تمام یہودیوں کو جلاوطن کر دیا بقیہ بنوقینقاع کو بھی جو عبداللہ بن سلامؓ (صحابی) کی قوم تھی اور بنوحارثہ کے یہودیوں کو بھی اور (الغرض) ہر اس یہودی کو (آپ ﷺ نے جلاوطن کر دیا) جو مدینہ میں رہتا تھا۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا۔ اور منذری کہتے ہیں کہ اسے بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

فائدہ: بنونضیر نے غزوۂ بدر کے موقعہ پر بغاوت کی جیسا کہ پچھلی حدیث میں گذرا اور بنوقریظہ نے غزوۂ خندق کے موقعہ پر غداری کی۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جنگ کے حالات پیدا کرنے اور جنگ مول لینے سے عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ جب ذمی یا معاہد نقضِ عہد کرے اور دشمن کی مسلمانوں کے خلاف حمایت کرے اور تعاون کرے تو وہ حربی بن جاتا ہے۔ اس صورت میں پر اہلِ حرب کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ اور امام کو اختیار ہوتا ہے کہ جس کو چاہے قید کرے اور جس کو چاہے قتل کروا دے۔

۴۲۳۷۔ مسور بن مخرمہ سے مروی ہے کہ شرط میں یہ تھا کہ جو (قبیلہ) حضور ﷺ کے عقد و عہد میں شامل ہونا چاہیے تو داخل ہو جائے۔ اور جو قریش کے عقد و ذمہ داری میں داخل ہونا چاہے وہ ان کے عہد میں داخل ہو جائے تو بنوبکر قریش کی ذمہ داری اور عہد

قُرَيْشٍ وَعَهْدِهِمْ فَلْيَدْخُلْ۔ فَدَخَلَتْ بَنُوْبَكْرٍ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ وَدَخَلَتْ خُزَاعَةُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَكَانَ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ فَامَدَّتْهُمْ قُرَيْشٌ بِسِلَاحٍ وَطَعَامٍ فَظَهَرُوْا عَلٰى خُزَاعَةَ وَقَتَلُوْا مِنْهُمْ قَالَ: وَجَاءَ وَفْدُ خُزَاعَةَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَدَعَاهُ اِلَى النَّصْرِ وَذَكَرَ الشِّعْرَ قَالَ ابْنُ اسحاق: فقال لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿نُصِرْتَ يَا عَمْرُوْ بْنُ سَالِمٍ فَكَانَ ذٰلِكَ مَا هَاجَ فَتْحَ مَكَّةَ اه﴾ ملخصا، رواه ابن اسحاق، ذكره الحافظ فى "الفتح" (۳۹۹:۷)، وهو اسناد حسن موصول۔

باب اذا كان العهد مشروطا بشرط انتقض بتركه

۴۲۳۸- عن ابن عمر رضى الله عنهما ﴿اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَاتَلَ اَهْلَ خَيْبَرَ فَغَلَبَ عَلٰى الْاَرْضِ وَالنَّخْلِ وَاَلْجَاَهُمْ اِلٰى قَصْرِهِمْ فَصَالَحُوْهُ عَلٰى اَنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الصَّفْرَاءَ وَالْبَيْضَاءَ وَالْحَلْقَةَ وَلَهُمْ مَا حَمَلَتْ رِكَابُهُمْ عَلٰى اَنْ لَّا يَكْتُمُوْا وَلَا يُغَيِّبُوْا شَيْئًا، فَاِنْ فَعَلُوْا فَلَا ذِمَّةَ لَهُمْ

میں داخل ہوئے جبکہ بنوخزاعہ حضور ﷺ کے عہد و ذمہ داری میں داخل ہوئے (یعنی بنوبکر قریش کے حلیف بنے اور بنوخزاعہ مسلمانوں کے) پھر ان (بنوبکر اور بنوخزاعہ) کے درمیان جنگ ہوگئی اور قریش نے بنوبکر کی اسلحہ اور اناج (وغیرہ) کے ذریعے مدد کی پس اس طرح بنوبکر خزاعہ پر غلبہ پاگئے اور انہوں نے خزاعہ کے لوگوں کو قتل کیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ خزاعہ کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو مدد کے لئے کہا اور شعر پڑھے (مدد کیلئے) ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس (وفد) سے کہا اے عمرو بن سالم! آپ کی مدد کردی گئی پس یہ تھا وہ واقعہ جو فتح مکہ کا سبب بنا۔ اسے ابن اسحاق نے روایت کیا ہے۔ حافظ نے اسے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔ یہ سند حسن اور موصول ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب معاہد، محارب دشمن کے ساتھ مل جائے تو عہد ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ بنوبکر نے حضور ﷺ کے حلیف بنوخزاعہ سے جنگ مول لی تو اس طرح وہ مسلمانوں کے خلاف بھی حربی بن گئے۔ اور پھر قریش نے اسلحہ اور طعام کے ساتھ ان کی مدد کی تو وہ بھی بنوبکر کی طرح محارب بن گئے۔

باب۔ جب معاہدہ کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو اس شرط کے ترک کرنے پر وہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا

۴۲۳۸۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے خیبر والوں سے جنگ کی تو آپ ﷺ ان کی زمین اور کھجور کے باغوں پر غالب آگئے (اور ان پر قبضہ کرلیا) اور آپ نے ان کو ان کے قلعہ میں محصور کردیا۔ پھر انہوں نے آپ سے اس شرط پر صلح کی کہ سونا، چاندی اور تمام اسلحہ حضور ﷺ کا حق ہیں۔ اور ان (خیبر والوں) کا وہی مال ہے جو ان کے اونٹ اٹھا سکیں مگر اس شرط پر کہ وہ (سونا یا چاندی کی)

وَلَا عَهْدَ، فَغَيَّبُوْا مَسْكًا لِحُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَ، وَقَدْ كَانَ قُتِلَ قَبْلَ خَيْبَرَ كَانَ احْتَمَلَهُ مَعَهُ اِلٰى خَيْبَرَ حِيْنَ اُجْلِيَتِ النَّضِيْرُفِيْهِ حُلِيُّهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَمِّ حُيَيٍّ وَاسْمُهُ سَعْيَةُ: مَا فَعَلَ مَسْكُ حُيَيٍّ؟ قَالَ: اَذْهَبَتْهُ الْحُرُوْبُ وَالنَّفَقَاتُ ـ فَقَالَ: اَلْعَهْدُ قَرِيْبٌ وَالْمَالُ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ فَوَجَدُوْاالْمَسْكَ فِيْ خِرْبَةٍ فَقَتَلَ النَّبِيُّ ﷺ ابْنَيْ اَبِي الْحَقِيْقِ وَاَحَدُهُمَا زَوْجُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَ، وَسَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نِسَائَهُمْ وَذَرَارِيَّهِمْ وَقَسَمَ اَمْوَالَهُمْ لِلنَّكْثِ الَّذِيْ نَكَثُوْا﴾۔ الحديث رواه ابوداود وسكت عنه هو والمنذرى (عون المعبود ۳:۱۱۷)۔ وعزاه فی "المنتقی" الی البخاری وقدوهم فی نسبة جميع ما ذكره من الفاظ الحديث بطوله الی البخاری وانما هو فی "مستخرج" البرقانی من طريق حماد بن سلمة و قد نبه الاسماعيلی علی ان حمادا كان يطوله تارة ويختصره اخری (نيل الاوطار ۱۷:۲٦۱ و ۲٦۲)۔

٤۲۳۹- حدثنا عبدالله بن صالح عن عبدالله بن لهيعة عن الحسن بن ثوبان عن هشام بن ابی رقية- وَكَانَ مِمَّنْ افْتَتَحَ مصرَ- "قَالَ افْتَتَحَهَا عمرُو بنُ الْعَاصِ ﷛ فَقَالَ: مَنْ كَانَ

کوئی چیز نہ چھپائیں گے اور نہ ہی غائب کریں گے۔ اور انہوں نے ایسا کیا تو ان کے لئے کوئی ذمہ اور عہد (مسلمانوں پر) نہ ہوگا۔ پس انہوں نے حیی بن اخطب کی ایک چمڑے کی تھیلی غائب کردی۔ اور وہ خیبر کے واقعہ سے قبل قتل کیا جاچکا تھا۔ اس نے اس (تھیلی) کو اس وقت اٹھالیا تھا جب بنونضیر نکالے جارہے تھے اور اس (تھیلی) میں ان کے (سونے چاندی کے) زیورات تھے، پس حضور ﷺ نے حیی کے چچا جس کا نام سعیہ تھا سے کہا کہ حیی کی تھیلی کا کیا بنا۔ اس نے کہا کہ جنگوں اور دوسری ضروریات نے اسے ختم کردیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ تو تھوڑا گذرا ہے اور مال تو اس سے بہت زیادہ تھا (یعنی اتنے عرصہ میں اس تھیلی کا مال ختم نہیں ہوسکتا) پس (اچانک) صحابہ کو وہ تھیلی ایک ویرانہ میں ملی تب آپ ﷺ نے ابوالحقیق کے دونوں بیٹوں کو قتل کروادیا۔ اور ان دونوں میں سے ایک صفیہ بنت حیی بن اخطب کا خاوند تھا۔ حضور ﷺ نے ان کی عورتوں اور ان کی اولاد کو قید کردیا اور ان کے مالوں کو (مسلمانوں میں) تقسیم فرمادیا (اور یہ سب کچھ آپ نے) ان کے نقضِ عہد کی وجہ سے کیا۔ (ابوداؤد) منذری اور ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ اور منتقی میں اسے بخاری کی طرف منسوب کیا ہے۔ (شاید) یہ طویل مکمل حدیث بخاری کی طرف منسوب کرنا ان کا وہم ہے۔ ورنہ درحقیقت یہ مکمل اور مختصر حدیث مستخرج برقانی میں ہے۔

۴۲۳۹۔ ہشام بن ابی رقیہ سے جو فاتحین مصر میں سے ہیں، مروی ہے کہ مصر حضرت عمرو بن العاص ؓ کی زیر قیادت فتح ہوا، اس وقت انہوں نے (وہاں) اعلان فرمایا کہ جس کے پاس مال ہو وہ اسے ہمارے سامنے لے آئے۔ راوی کہتے ہیں کہ پس وہاں بہت مال

عِنْدَهٗ مَالٌ فَلْيَأْتِنَا بِهٖ قَالَ: فَأُتِيَ بِمَالٍ كَثِيْرٍ، وَبَعَثَ اِلٰى عَظِيْمِ اَهْلِ الصَّعِيْدِ، فَقَالَ: مَا عِنْدِيْ مَالٌ، فَسَجَنَهٗ قَالَ: وَكَانَ عمرٌو يَسْاَلُ مَنْ يَدْخُلُ عَلَيْهِ هَلْ تَسْمَعُوْنَهٗ يَذْكُرُ اَحَدًا؟ قَالُوْا: نَعَمْ! فَاُخْبِرَ بِاَنَّ الْمَالَ تَحْتَ الْفِسْقِيْنَةِ فَبَعَثَ عَمْرٌو الْاُمَنَاءَ اِلَيْهَا فَحَضَرُوْا فَاسْتَخْرَجُوْا خَمْسِيْنَ اِرْدَبًا دَنَانِيْرَ- قَالَ: فَضَرَبَ عُنُقَ النَّبَطِيِّ وَصَلَبَهٗ"- رواہ ابو عبید فی "الاموال" (ص١٦٨) مطولا- قلت: سند حسن والحسن بن ثوبان صدوق فاضل (تقریب ص٣٨)- قال ابو حاتم: لا باس به، وذكره ابن حبان فی "الثقات" (تہذیب ٢:٢٥١)- وهشام بن ابی رقیة وثقه ابن حبان (حسن المحاضرة ١:١٠٧)-

باب اهل الذمة يمنعون من ان يتخذوا ارض العرب مسكنا ووطناً ويجوز ان يؤذن لهم بدخولها لحاجة ولا يطيلون فيها المكث

٤٢٤٠- اخبرنا النضر بن شميل حدثنا صالح بن ابی الاخضر حدثنا الزہری عن

گیا۔انہوں نے صعید کے والی سے بھی کہلا بھیجا (کہ اپنی دولت حاضر کرو) اس نے (جواب میں) کہا کہ میرے پاس کچھ مال نہیں۔ چنانچہ آپؓ نے اس والی کو قید کرلیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمروؓ ہر اس شخص سے جو ان کے پاس آتا یہ پوچھتے "کیا تم اس (والی) سے کسی کا تذکرہ سنتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں...... پھر آپ کو خبر اور اطلاع دی گئی کہ مال پانی والی ٹینکی کے نیچے ہے۔ پس حضرت عمروؓ نے چند امانتدار (معتمد) آدمیوں کو اس طرف بھیجا۔ پس انہوں نے (وہ مقام) کھودا اور پچاس اردب (یہ مصر میں ایک بڑا پیمانہ ہے جو چوبیس صاع کے برابر ہوتا ہے) دینار نکال لائے۔ راوی کہتے ہیں کہ (اس پر) حضرت عمروؓ نے اس نبطی (والی) کی گردن اڑادی اور اسے سولی پر لٹکا دیا۔ اسے ابوعبید نے کتاب الاموال میں روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: چونکہ معاہدہ میں یہ شرط تھی کہ وہ اپنا مال نہیں چھپائیں گے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اپنا مال ظاہر نہ کر کے شرطِ عہد کو پورا نہ کیا اس لئے صلح کا معاہدہ ٹوٹ گیا اور وہ حربی قرار پائے اس لئے ان کو قتل کرنا جائز ہوا۔ الحمد للہ احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔

باب۔ ذمی لوگوں کو عرب کی زمین کو مسکن اور وطن بنانے سے روکا جائے گا (البتہ) انہیں کسی ضرورت کے تحت عرب کی زمین میں داخل ہونے کی اجازت دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ اس میں طویل قیام نہ کریں

۴۲۴۰۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی مرض الوفات میں فرمایا کہ جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہیں

سعيد بن المسيب عن ابی هريرة ﷺ ﴿اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ: لَا يَجْتَمِعُ دِيْنَانِ فِیْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ﴾، رواه اسحاق بن راهويه فی "مسنده" (زيلعی ٢:١٥٦) وابن ابی الاخضر ضعيف يعتبر به، ورواه عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن سعيد بن المسيب مرسلا ﴿لَا تَجْتَمِعُ بِاَرْضِ الْعَرَبِ اَوْ قَالَ بِاَرْضِ الْحِجَازِ دِيْنَانِ﴾۔

٤٢٤١- ورواه ابن هشام فی "السيرة" عن ابن اسحاق حدثنی صالح بن كيسان عن الزهری عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبة عن عائشة رضی اللهعنها قالت: "كَانَ آخِرُ مَا عَهِدَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ لَّا يُتْرَكَ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ دِيْنَانِ"۔ قال الدار قطنی فی "علله": وهو حديث صحيح (زيلعی ١٧:١٥٦)۔

٤٢٤٢- عن ابن عباس رضی اللهعنهما قال: ﴿اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجْعُهُ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَاَوْصٰى عِنْدَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثٍ اَخْرِجُوْا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ﴾، الحديث متفق عليه (نيل الاوطار)۔

٤٢٤٣- عن عمر ﷺ "اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:" لَاُخْرِجَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى من جزيْرةِ العرب حَتّٰی لَا اَدَعَ فِيْهَا اِلَّا مُسْلِمًا"۔ رواه احمد ومسلم والترمذی و صححه، (نيل)۔

ہو سکتے۔ (مسند اسحاق) اور مصنف عبدالرزاق میں سعید بن میتب سے مرسلاً مروی ہے کہ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) "عرب کی زمین میں یا فرمایا کہ حجاز کی زمین میں (دو دین جمع نہیں ہو سکتے)۔

۴۲۴۱۔ سیرت ابن ہشام میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے آخری جس بات کی تاکید سے وصیت فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ جزیرۂ عرب میں دو دین باقی نہ رہنے دیے جائیں (یعنی صرف اسلام ہی جزیرۂ عرب میں دین ہونا چاہیئے) دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۴۲۴۲۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جمعرات کے دن آپ ﷺ کے درد نے شدت اختیار کی تو آپ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ (جن میں سے ایک یہ تھی کہ) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے باہر کردو۔ الحدیث (بخاری ومسلم)۔

۴۲۴۳۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ضرور یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا یہاں تک اس جزیرہ میں سوائے مسلمان کے کسی اور کو نہیں چھوڑونگا (اور نہیں رہنے دوں گا) (احمد، مسلم، ترمذی)۔ ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

٤٢٤٤- عن ابی عبیدة بن الجراح قال: آخِرُ مَا تَكَلَّمَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَخْرِجُوْا يَهُوْدَ أَهْلِ الْحِجَازِ وَأَهْلِ نَجْرَانَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ﴾۔ رواه احمد والبیهقی ومسدد والحمیدی فی "مسندیهما"، وسکت عنه الحافظ فی "التلخیص"۔

۴۲۴۴۔ ابوعبیدہ بن الجراحؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جو آخری بات (وصیت کے طور پر) فرمائی (وہ یہ تھی کہ) جزیرۂ عرب سے نجران اور حجاز کے یہودیوں کو نکال دو۔ (احمد، بیہقی، مسدد، حمیدی)۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کافروں اور مشرکوں کے لئے جزیرۂ عرب میں رہائش اختیار کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ بلکہ خلیفہء وقت پر لازم ہے کہ وہ ان کو جزیرۂ عرب سے باہر نکال دے۔ اسی لئے تو حضرت عمرؓ نے خیبر، نجران اور فدک کے یہودیوں کو نکال دیا تھا۔ احادیث وواقعات اس بات پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عمرؓ کے زمانے میں متواتر تھی۔ اور اس کے بعد اس حدیث کا تواتر اور اس پر مسلمانوں کا اجماع کسی سے مخفی نہیں۔

امام محمدؒ سیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ ارضِ عرب میں کوئی گرجا گھر یہودیوں یا مشرکوں کا کوئی عبادت خانہ باقی رہنے دینا مناسب نہیں۔ اور نہ ہی شراب وخنزیر کی خرید وفروخت ہو۔ کیونکہ یہ سب کچھ اہل ذمہ کے سکنی پر مبنی ہے حالانکہ ان کو زیادہ دیر رہنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کے فرمان کہ اگر میں زندہ رہا تو نجران کے یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا سے یہی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو نکال دیا حالانکہ ان کا حضور ﷺ کے ساتھ معاہدہ تھا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے خیبر، وادی القریٰ اور دوسرے علاقوں کے یہودیوں کو نکال دیا۔ البتہ ان کو تھوڑی دیر کے لئے تجارت وغیرہ کی غرض سے جزیرۂ عرب میں آنے کی اجازت ہے۔ لیکن اس میں زیادہ دیر ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ الغرض اخراجِ کفار کا تعلق سکنی یعنی رہائش سے ہے کہ ان کو ارض عرب میں رہائش کرنے کی اجازت نہیں البتہ وہ تجارت وغیرہ کی غرض سے کچھ دیر کے لئے آ سکتے ہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی ذمی ارضِ عرب میں آتے رہے۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ مذکورہ بالا احادیث میں ارض عرب سے مراد عذیب سے لے کر مکہ تک طولاً اور عدنِ ابین سے لے کر یمن کے آخر تک عرضاً ہے۔ (ملخص من السیر الکبیر)۔ اور باقی جس روایت میں حجاز کا لفظ آتا ہے تو وہ اطلاق اسم الکل علی البعض کے قبیل سے ہے یعنی وہاں بھی جزیرۂ عرب ہی مراد ہے نہ کہ فقط حجاز۔ نیز جس حدیث میں حجاز سے نکالنے کے الفاظ ہیں اسی حدیث میں نجران والوں کو بھی نکالنے کا حکم ہے حالانکہ نجران حجاز میں نہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ مراد پورا جزیرۂ عرب ہی ہے۔ نیز اگر جزیرۂ عرب سے مراد حجاز ہو یا حجاز جزیرۂ عرب کے لئے مخصص ہو تو اس صورت میں بعض حدیث پر تو عمل ہوگا اور بعض حدیث پر عمل نہ ہو سکے گا اور یہ صورت باطل ہے۔ نیز

٤٢٤٥- اخبرنا مالك اخبرنا نافع عن ابن عمررضی اللہ عنہما "أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ ضَرَبَ لِلنَّصَارٰى وَالْيَهُوْدِ وَالْمَجُوْسِ بِالْمَدِيْنَةِ إِقَامَةَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَتَسَوَّقُوْنَ ، وَيَقْضُوْنَ حَوَائِجَهُمْ، وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنْهُمْ يُقِيْمُ بَعْدَ ذٰلِكَ"۔ اخرجه محمد فی "الموطا"۔ وقال: إِنَّ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ وَمَا حَوْلَهُمَا مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَقَدْ بَلَغَنَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ﴿أَنَّهُ لَا يَبْقٰى دِيْنَانِ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ﴾ - قَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ،فَأَخْرَجَ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ اھ۔

جزیرۂ عرب سے نہ نکالنا حجاز والی حدیث سے مفہوم محض ہے جبکہ ابن عباسؓ کی حدیث میں جزیرۂ عرب سے نکالنا منطوق ہے اور مفہوم منطوق کا معارض نہیں بن سکتی۔ لہٰذا جزیرۂ عرب سے نکالنا ہی اصل ہوگا۔

۴۲۴۵۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے نصاریٰ، یہودیوں اور آتش پرستوں (مجوسیوں) کو (مدینہ میں) تین دن ٹھہرنے کی اجازت دی کہ وہ خرید وفروخت کرلیں اور (دیگر) اپنی ضروریات پوری کرلیں۔ اور اس کے بعد کوئی بھی ان میں سے ٹھہرا ہو نہیں تھا۔ (مؤطا محمدؒ)۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مکہ، مدینہ اور اس کے اطراف جزیرۂ عرب میں سے ہیں۔ اور حضور ﷺ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ جزیرۂ عرب میں دو دین (اسلام اور غیر اسلام) نہیں رہیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کو تکمیل تک پہنچایا اور یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کفار کو مدینہ میں تجارت کے لئے تین دن سے زیادہ رہنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں نصاریٰ تجارت کے لئے مدینہ آیا کرتے تھے (مغنی) اسی طرح باب العشر (احیاء السنن) میں بھی یہ گذر چکا ہے کہ مدینہ یا مکہ میں حضرت عمرؓ کے پاس ایک بوڑھا نصرانی آیا اور اس نے شکایت کی کہ آپ کے عمال نے مجھ سے دو مرتبہ ٹیکس لیا ہے۔ تو آپ نے لکھا کہ سال میں صرف ایک مرتبہ ٹیکس لو اور تین دن سے زیادہ ارض عرب میں رہنے کی اجازت نہ دو۔

فائدہ: ذمیوں کو ارض عرب میں معدنیات نکالنے کے لئے ٹھیکہ دینا۔ اصولی طور پر اگرچہ غیر مسلموں کو ارضِ عرب میں تجارت کے لیے آنے کی اجازت ہے لیکن آج کل کے حالات اس بات کے مقتضی ہیں کہ سیاسۃً ان کو داخل نہ ہونے دیا جائے۔ کیونکہ کفار کا مقصد محض تجارت نہیں بلکہ مسلمانوں کی قوت کو کمزور کرنا ہے۔ اور معدنیات نکالنے کا کفار کو ٹھیکہ دینا تو انتہائی نقصان دہ ہے کیونکہ عرب کے پاس یہی ایک دولت ہے اور وہ بھی کفار کے حوالے کردی گئی ہے اور ان کی بدنیتی عراق کے حالات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

باب لا باس بدخول الذمی ارض الحجاز وارض الحرم لحاجة اذا لم یطل المکث فیها

٤٢٤٦- حدثنا عبدالرحمن بن عبدالله المسعودی عن جامع بن شداد عن زیاد بن حدیر "اَنَّهٗ مَرَّ عَلَيْهِ رَجُلٌ نَصْرَانِیٌّ فَاَخَذَ مِنْهُ (العشرَ اَوْ نصفَهٗ)، ثُمَّ انْطَلَقَ فَبَاعَ سِلْعَتَهٗ فَلَمَّا رَجَعَ مَرَّ عَلَيْهِ فَاَرَادَ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْهُ فَقَالَ: كُلَّمَا مَرَرْتُ عَلَيْكَ تَاْخُذُ مِنِّیْ ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَرَحَلَ الرَّجُلُ اِلٰی عمرَ بنِ الْخَطَّابِ فَوَجَدَهٗ بِمَكَّةَ يَخْطُبُ النَّاسَ وَهُوَ يَقُوْلُ: اَلَا اِنَّ اللهَ جَعَلَ الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ قَالَ: فَقُلْتُ لَهٗ: يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنِّیْ رَجُلٌ نَصْرَانِیٌّ مَرَرْتُ عَلٰی زِيَادِ بنِ حدیرٍ فَاَخَذَ مِنِّیْ ثُمَّ انْطَلَقْتُ فَبِعْتُ سِلْعَتِیْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يَّاْخُذَ مِنِّیْ قَالَ: لَيْسَ لَهٗ عَلَيْكَ فِیْ مَالِكَ فِی السَّنَةِ اِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً" الحدیث، اخرجه الامام ابو یوسف فی "الخراج" له (ص١٦٢)، وقد تقدم فی ابواب العشر، و سنده حسن۔

باب۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ذمی کسی ضرورت کے لئے ارض حجاز یا ارضِ حرم میں داخل ہو بشرطیکہ وہ یہاں زیادہ دیر قیام نہ کرے

٤٢٤٦۔ زیاد بن حدیر سے مروی ہے کہ اس کے پاس سے ایک نصرانی مرد گذرا تو اس نے اس نصرانی سے (مقررہ ٹیکس عشر یا نصف عشر) لیا پھر وہ نصرانی چلا گیا اور اس نے اپنا سامان بیچا پھر جب وہ لوٹنے لگا تو پھر اس کے پاس سے گذرا تو اس نے (دوبارہ) اس سے ٹیکس لینے کا ارادہ کیا تو اس نصرانی نے کہا کہ کیا جب بھی میں تیرے پاس سے گذروں گا تو مجھ سے (ٹیکس) لیتا رہے گا؟ اس (زیاد) نے کہا کہ ہاں، پھر وہ (نصرانی) آدمی حضرت عمرؓ کے پاس گیا اور آپ کو مکہ مکرمہ میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے پایا۔ آپؓ فرمارہے تھے کہ آگاہ رہو کہ اللہ نے بیت اللہ کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور مرجع بنایا ہے۔ نصرانی کہتا ہے کہ پس میں نے آپؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میں ایک نصرانی مرد ہوں۔ میں جب (تجارت کیلئے) زیاد بن حدیر کے پاس سے گذرا تو اس نے مجھ سے (ٹیکس) لیا۔ پھر میں چلا گیا اور اپنا سامان بیچا پھر اس (زیاد) نے مجھ سے (دوبارہ ٹیکس) لینے کا ارادہ کیا۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ اس کے لئے تیرے مال میں تجھ پر صرف ایک مرتبہ ہی ٹیکس واجب ہے۔ (الحدیث) (کتاب الخراج لابی یوسف)۔

اس کی سند حسن ہے۔

٤٢٤٧- اخبرنا ابراهيم بن محمد عن ابى الحويرث ﴿أَنَّ النَّبِىَّ ﷺ ضَرَبَ عَلٰى نَصْرَانِيٍّ بِمَكَّةَ يُقَالُ لَهٗ مَوْهِبٌ دِيْنَارًا كُلَّ سَنَةٍ﴾ الحديث، اخرجه الامام الشافعى فى "مسنده" (ص١٦٢)، وهذا مرسل و شيخ الامام فيه مقال، ولكنه يحتج به كثيرا۔

٤٢٤٨- عن شريك عن اشعث عن الحسن عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ عن النبى ﷺ ﴿قال: لَا يَقْرَبُ الْمُشْرِكُوْنَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ عَبْدًا اَوْ اَمَةً يَدْخُلُهٗ

۴۲۴۷۔ ابوالحویرث سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے مکہ میں موہب نامی نصرانی پر ہر سال ایک دینار جزیہ مقرر فرمایا۔(الحدیث)(مسند شافعی)امام شافعی اس جیسی سند سے کثرت سے حجت پکڑتے ہیں۔لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اہل ذمہ مسجد حرام میں بھی داخل ہوسکتے ہیں۔لہٰذا حرم اور ارض حجاز میں داخلہ کا جواز بطریق اولیٰ ثابت ہوا۔آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ جزیہ کا حکم سورۂ براءۃ میں نازل ہوا لہٰذا ﴿انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا﴾(التوبہ) یعنی اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ آئیں، سے ارض حرم میں کفار کے داخلہ کے حرام ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ ارضِ حرم میں ان کا داخلہ حرام ہوتا تو حضور ﷺ مکہ میں نصرانی پر جزیہ مقرر نہ فرماتے بلکہ اسے وہاں سے نکال دیتے اور اسی طرح حضرت عمرؓ کے سامنے نصرانی داخل نہ ہوتا بلکہ آپؓ بھی اسے نکال دیتے۔اس لئے احناف کہتے ہیں کہ کفر کی نجاست کافر کو مسجد وحرم میں داخلے سے نہیں روک سکتی۔اور اس کی تائید جصاص کی احکام القرآن (۳۔۸۰) میں مذکور حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت رسول اقدس ﷺ نے وفد ثقیف کو مسجد میں رہائش دی اور وفد ثقیف نزولِ سورۂ براءۃ کے بعد غزوۂ تبوک کے بعد آیا۔جیسا کہ اس واقعہ میں صحابہ نے انما المشرکون نجس سے تمسک کرتے ہوئے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ "یارسول اللہ! قومٌ انجاس" تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کافروں کی نجاست ان کے دلوں پر ہے۔الغرض جب کفر کی نجاست مسجد میں دخول سے نہیں روک سکتی تو ارض حجاز وارض حرم میں دخول سے بطریق اولیٰ نہیں روک سکتی۔

باقی آیت انما المشرکون نجس الآیہ میں مشرکین سے مراد مشرکین عرب ہیں۔جن کے لئے اسلام ہے یا تلوار۔یا اس آیت سے مراد یہ ہے کہ کفار کے لئے مکہ میں حج کی نیت سے داخلہ ممنوع ہے جیسا کہ جس سال حضرت ابوبکرؓ نے حج کی قیادت کی تو آپؓ نے منیٰ میں حضور پاک ﷺ کے حکم سے یہ اعلان فرمایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے گا۔یا اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ آئندہ مشرکین غالب ہوکر داخل نہیں ہونگے۔جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ ﴿اولئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین﴾ یعنی اب وہ خوف زدہ ہی داخل ہونگے۔لیکن آج کل کفار کا عرب میں داخلہ خوف زدہ ہوکر نہیں بلکہ مسلط اور غالب ہوکر ہے اس لیے یہ داخلہ ممنوع ہے۔

۴۲۴۸۔ جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب

لِحَاجَةٍ﴾، ذکرہ الجصاص فی "احکام القرآن" له (١٨٩:٣)، والمذکور من السند حسن، والمحدّث لا یسقط من اول الاسناد الا ما کان سالما۔

٤٢٤٩- حدثنا الحسن بن یحیی اخبرنا عبدالرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنا ابو الزبیر اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ فِیْ قَوْلِهٖ: ﴿اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوْا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ عَبْدًا اَوْ وَاحِدًا مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ۔

٤٢٥٠- قال: اخبرنا عبدالرزاق اخبرنا معمر عن قتادة فی قوله: ﴿فَلَا یَقْرَبُوْا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ قَالَ: اِلَّا صَاحِبَ جِزْیَةٍ، اَوْ عَبْدَ الرَّجُلِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ رواه الطبری فی "تفسیره" (٧٦:١٠)، و سنده صحیح، والحسن بن یحیی هو ابن ابی الربیع الجرجانی قال ابن ابی حاتم: سمعت منه مع ابی وهو صدوق ذکره ابن حبان فی "الثقات" (تهذیب٢: ٣٢٤)۔ واحتج بحدیثه الجصاص فی "احکام القرآن" له۔ وهو من رجال ابن ماجة۔

٤٢٥١- حدثنا بشر بن معاذ ثنا یزید ثنا سعید عن قتادة قال: "لَمَّا نَفَی اللّٰهُ

نہ آئیں الا یہ کہ وہ غلام ہو یا باندی ہو تو کسی ضرورت کے تحت اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ (احکام القرآن جصاص) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد ذمی مرد بھی مسجد حرام میں داخل ہو سکتا ہے اس لئے کہ غلام اور آزاد میں کوئی فرق نہیں کفر کے اعتبار سے۔ اور حاجت کے لفظ سے معلوم ہوا کہ یہاں وہ طویل قیام نہیں کر سکتے۔ کیونکہ دخول لحاجت عادةً طویل نہیں ہوتا۔ اور حضرت عطاء تابعی فرماتے ہیں کہ مسجد حرام سے مراد تمام حرم ہے۔

۴۲۴۹۔ ابوالزبیر فرماتے ہیں کہ انہوں نے جابر بن عبداللہؓ کو اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ کی تفسیر میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ الا یہ کہ وہ غلام ہو یا کوئی اور ذمی ہو۔

۴۲۵۰۔ قتادہؒ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ الا یہ کہ وہ جزیہ دینے والا ذمی ہو یا کسی مسلمان مرد کا غلام (کافر) ہو۔ (تفسیر طبرانی) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے ارضِ حرم وارضِ حجاز میں ذمی کے دخول کا جواز بطریق اولیٰ معلوم ہوا۔ لیکن یاد رکھیں کہ جواز دخول کے لیے ذمی یا مسلمان کا غلام ہونا ضروری ہے لیکن آج کل کے کفار جو داخل ہوتے ہیں وہ ذمی ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے غلام۔

۴۲۵۱۔ قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ﴿انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ میں مشرکین کو مسجد حرام (آنے) سے روک دیا تو یہ چیز مسلمانوں پر شاق گذری (کیونکہ) وہ (مشرکین) سامانِ فروختنی

الْمُشْرِكِيْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، كَانُوْا يَأْتُوْنَ بِبِيَاعَاتٍ يَنْتَفِعُ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُوْنَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ فَاَغْنَاهُمْ بِهٰذَا الْخَرَاجِ الْجِزْيَةِ الْجَارِيَةِ عَلَيْهِمْ يَأْخُذُوْنَهَا شَهْرًا شَهْرًا عَامًا عَامًا، فَلَيْسَ لِاَحَدٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَقْرَبَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ بِحَالٍ اِلَّا صَاحِبَ الْجِزْيَةِ، اَوْ عَبْدَ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، رواه الطبری فی التفسیر ایضا (١٠:٨٦)، وھذا سند صحیح فان بشر بن معاذ العقدی قال ابو حاتم: صالح صدوق، و قال مسلمة: بصری صالح، و کذا قال النسائی (تہذیب ١:٤٥٨)- ویزید ھو ابن زریع من رجال الجماعة ثقة ثبت، والباقون لا یسال عنہم-

باب لا یجوز قتل من لجأ الی الحرم مسلما کان او ذمیا او حربیا و من احدث فیه حدثًا اقیم علیه الحد فی الحرم

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ﴾ -وقال- ﴿وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ﴾-وقال-﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾-وقال-﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا﴾ الآیات-

---

لاتے تھے جس سے مسلمان منتفع ہوتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿وان خفتم عیلة فسوف یغنیکم اللہ من فضله﴾ نازل فرمائی (جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو (گھبرانے کی بات نہیں) اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہیں محتاج نہیں رکھے گا) پس اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو اس خراج سے غنی بنا دیا جو ان ذمیوں پر لاگو ہے۔ جو مسلمان ماہانہ اور سالانہ لیتے ہیں۔ پس اب کسی مشرک کو بھی مسجد حرام کے قریب آنے کی اجازت نہیں الا یہ کہ وہ جزیہ دینے والا ذمی ہو یا کسی مسلمان کا کافر غلام ہو (تفسیر طبری)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: بہر حال مذکورہ بالا دلائل سے اہل ذمہ کا ارضِ حرم وارضِ حجاز میں داخل ہونے کا جواز معلوم ہوتا ہے لیکن یاد رکھیں کہ یہ جواز امام کی اجازت کے ساتھ مشروط ہے اور اس حال میں کہ وہ خوف زدہ ہوں اور مرعوب ہوں اور اس شرط کے ساتھ کہ وہ طویل قیام نہیں کریں گے اور نہ ہی وطن بنائیں گے۔

باب۔حرم میں پناہ لینے والے کسی مسلمان، ذمی یا حربی کو قتل کرنا جائز نہیں، البتہ جو حرم میں ہی غلطی کرے تو اس پر حرم میں ہی حد قائم کر دی جائے۔

آیت (١) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت حرام کو لوگوں کے قائم رہنے کا سبب بنایا ہے۔

آیت (٢) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کا معبد اور امن کی جگہ بنایا۔

٤٢٥٢- عن ابی شریح العدوی ﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ فَسَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ أَنَّهُ حَمِدَاللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِأٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُوْلُوْا: اِنَّ اللّٰهَ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ ﷺ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَاِنَّمَا اَذِنَ لِيْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَاالْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ﴾ الحدیث، رواه البخاری و مسلم والترمذی والنسائی(جمع الفوائد)۔

٤٢٥٣- و فی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ عند البخاری و مسلم: ﴿فَاِنَّ هٰذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ الحدیث (فتح الباری)۔

٤٢٥٤- عن السدی عن مرة عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: "مَا مِنْ رَجُلٍ يَهُمُّ بِسَيِّئَةٍ

آیت (۳) اور اللہ تعالیٰ کا راشاد ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے۔

آیت (۴) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے امن والا حرم بنایا ہے۔

۴۲۵۲۔ ابو شریح عدویؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے دوسرے روز کھڑے ہوئے اور (وہ بات) میرے دونوں کانوں نے سنی اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا اور میری دونوں آنکھیں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھیں جب آپ ﷺ نے بات فرمائی۔ آپ ﷺ نے (اول) اللہ کی حمد وثناء کی۔ پھر فرمایا کہ تحقیق اللہ نے مکہ کو حرام اور محترم کیا ہے اور لوگوں نے اسے حرام ومحترم نہیں کیا۔ پس (سن لو) کسی ایسے کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، یہ حلال و جائز نہیں کہ مکہ میں خونریزی کرے یا اس کا کوئی پیڑ اور درخت کاٹے۔ پھر اگر کوئی شخص اللہ کے رسول ﷺ (کے لڑنے) کی وجہ سے اس کا جواز چاہے تو (اسے) کہہ دو کہ تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو (لڑنے کی) اجازت دی تھی، اور تمہیں اجازت نہیں دی اور مجھے بھی دن کے کچھ لمحوں کے لئے اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ آج اس کی حرمت ویسی لوٹ آئی جیسی کل تھی، اور حاضر شخص غائب شخص کو (یہ بات) پہنچادے۔ (الحدیث) (بخاری ومسلم)۔

۴۲۵۳۔ بخاری ومسلم میں ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ "بے شک یہ وہ شہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے دن حرام کر دیا تھا، اور وہ اللہ کی قائم کی ہوئی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام اور محترم ہے (الحدیث)۔

۴۲۵۴۔ مرہ سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو کسی برائی کا ارادہ کرے تو وہ برائی اس پر (فوراً) لکھ لی جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص عدن ابین میں اس بات کا ارادہ کرے کہ وہ بیت الحرام میں کسی شخص کو قتل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس ارادہ کی

فَتُكْتَبُ عَلَيْهِ إِلَّا أَنَّ رَجُلًا لَوْ هَمَّ بِعَدْنِ أَبْيَنٍ أَنْ يَقْتُلَ رَجُلًا بِالْبَيْتِ الْحَرَامِ إِلَّا أَذَاقَهُ اللهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ" رواه الامام (سفيان) الثورى فى "تفسيره"، قال الحافظ فى "الفتح" (١٢: ١٨٥): وهذا سند صحيح اه۔

٤٢٥٥- عن عمرو بن دينار عن الزهرى عن عطاء بن يزيد قال: قَتَلَ رَجُلٌ بِالْمُزْدَلِفَةِ يَعْنِى فِى غَزْوَةٍ فذكر الْقِصَّةَ وَفِيهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿وَمَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَعْتَى عَلَى اللهِ مِنْ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٌ قَتَلَ فِى الْحَرَمِ، أَوْ قَتَلَ غَيْرَ قَاتِلِه، أَوْ قَتَلَ بِذَحْلٍ فِى الْجَاهِلِيَّةِ، وَمِنْ طريق مسعر عن عمرو بن مرة عن الزهرى ولفظه: أَنَّ أَجْرَأَ النَّاسِ عَلَى اللهِ، اخرجه عمر بن شيبة فى "كتاب مكة"، و سكت عنه الحافظ فى "الفتح" (١٢: ١٨٦)، والمذكور من السندين صحيح۔

٤٢٥٦- عن طاوس عن ابن عباس رضى الله عنهما مَنْ أَصَابَ حَدًّا ثُمَّ دَخَلَ الْحَرَمَ لَمْ يُجَالَسْ وَلَمْ يُبَايَعْ رواه ابن ابى شيبة، ذكره الحافظ فى "الفتح" (٤: ٤١)، وسكت عنه، فهو حسن او صحيح۔

وجہ سے ہی اسے دردناک عذاب دیں گے۔(تفسیر سفیان ثوری) حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۴۲۵۵۔ زہریؒ سے مروی ہے کہ عطاء بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی غزوہ میں مزدلفہ مقام پر قتل کیا (پھر وہ قصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ) تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کسی شخص کو نہیں جانتا کہ جو اللہ پر ان تین شخصوں سے زیادہ سرکش ہو، ایک وہ شخص جس نے حرم میں (کسی کو) قتل کیا، یا جس نے اپنے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل کیا، یا جس نے جاہلیت میں کینہ کی وجہ سے (کسی کو) قتل کیا۔ اور ایک دوسرے طریق سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ یہ شخص اللہ کے مقابلہ میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ سرکش و نافرمان اور جری ہے۔ یہ حدیث عمر بن شیبہ نے اپنی کتاب (کتاب مکہ) میں روایت کی ہے۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے۔ اور یہ دونوں سندیں صحیح ہیں۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص حرم میں جنایت نہ کرے تو اسے حرم میں قتل کرنا حرام ہے۔

۴۲۵۶۔ ابن طاؤس سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جو شخص موجب حد گناہ مثلاً قتل کا ارتکاب کر کے حرم میں داخل ہو تو اس کے ساتھ ہم نشینی نہ کی جائے اور نہ ہی اس سے خرید و فروخت کی جائے (بلکہ اس کا بائیکاٹ کیا جائے تاکہ وہ حرم سے نکلے تو پھر اس پر حد جاری کی جائے) (مصنف ابن ابی شیبہ) حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

٤٢٥٧- حدثني محمد بن عبدالملك ابن ابی الشوارب ثنا عبدالواحد بن زياد ثنا خصيف ثنا مجاهد قال : قال ابن عباس رضي الله عنه إِذَا أَصَابَ الرَّجُلُ الْحَدَّ، قَتَلَ أَوْ سَرَقَ، فَدَخَلَ الْحَرَمَ لَمْ يُبَايَعْ، وَلَمْ يُؤْوَ حَتّٰى يَتَبَرَّمَ، فَيَخْرُجَ مِنَ الْحَرَمِ، فَيُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ، رواه الطبری فی "تفسيره" (٣:٤)- و سنده حسن-

٤٢٥٨- حدثنا يعقوب بن ابراهيم ثنا هشيم اخبرنا حجاج عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنه قال: مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا فِيْ غَيْرِ الْحَرَمِ، ثُمَّ لَجَأَ إِلَى الْحَرَمِ لَمْ يُعْرَضْ لَهُ، وَلَمْ يُبَايَعْ وَلَمْ يُكَلَّمْ وَلَمْ يُؤْوَ، حَتّٰى يَخْرُجَ مِنَ الْحَرَمِ، فَإِذَا خَرَجَ مِنَ الْحَرَمِ أُخِذَ، فَأُقِيْمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ قَالَ: وَمَنْ أَحْدَثَ فِيْ الْحَرَمِ حَدَثًا أُقِيْمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ رواه الطبری- رحمه الله- ايضا (٤: ٩ و ١٠)، وسنده حسن و روى نحوه من طريق حماد عن عمرو بن دينار عن ابن عباس رضي الله عنه و من طريق عبدالسلام بن حرب وابی جعفر وحماد كلهم عن عطاء بن السائب عن سعيد بن جبير عنه مثله-

٤٢٥٩- حدثنی يعقوب ثنا هشيم ثنا حجاج عن عطاء عن ابن عمر رضي الله عنه قال: لَوْ وَجَدْتُ قَاتِلَ عُمَرَ فِيْ الْحَرَمِ مَا هَجْتُهُ، رواه الطبری ايضا (٤: ٩ و ١٠)، و سنده حسن، وعطاء

۴۲۵۷۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی موجب حد گناہ کا ارتکاب کرے یعنی قتل کرے یا چوری کرے پھر وہ حرم میں داخل ہو تو نہ اس کے ساتھ خرید وفروخت کی جائے اور نہ ہی اسے پناہ دی جائے۔ یہاں تک کہ وہ زچ ہو کر حرم سے نکل جائے پھر اس پر حد قائم کی جائے۔ (تفسیر طبری) اس کی سند حسن ہے۔

۴۲۵۸۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس نے غیر حرم میں (یعنی حرم کے باہر) کسی برائی کا ارتکاب کیا (مثلاً قتل کیا یا چوری کی وغیرہ) پھر اس نے حرم میں پناہ لی تو اس سے تعرض نہ کیا جائے (یعنی اسے زبردستی حرم سے نہ نکالا جائے بلکہ) اس سے خرید وفروخت نہ کی جائے نہ اس سے بات چیت کی جائے اور نہ ہی اسے پناہ دی جائے یہاں تک کہ وہ حرم سے نکل جائے پس جب وہ حرم سے نکل جائے تو اسے گرفتار کر کے اس پر حد قائم کی جائے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر وہ حرم میں ہی غلطی کا ارتکاب کرے تو اس پر (حرم میں ہی) حد قائم کی جائے۔ (تفسیر طبری) اس کی سند حسن ہے اور دوسرے طرق سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور تعدد طرق سے حدیث صحیح کے درجہ میں پہنچ جائے گی۔

۴۲۵۹۔ عطاء سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں عمرؓ کے قاتل کو حرم میں پالوں تو میں اس پر غضبناک

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ موصول عندنا، کما ذکرناه فی "الاستدراك"۔

٤٢٦٠- حدثنا ابو كريب وابو السائب قالا: ثنا ابن ادريس ثنا ليث عن عطاء أنّ الْوَلِيْدَ بْنَ عَتَبَةَ أَرَادَ أَنْ يُقِيْمَ الْحَدَّ فِيْ الْحَرَمِ، فَقَالَ لَهُ عُبَيْدُ بْنُ عمير: لَا تُقِمْ عَلَيْهِ الْحَدَّ فِي الْحَرَمِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ أَصَابَهُ فِيْهِ، رواه الطبرى ايضا (٤:١٠)، و سنده حسن۔

٤٢٦١- حدثنا ابو كريب وابو السائب قالا: ثنا ابن ادريس اخبرنا مطرف عن عامر (هو الشعبى) قال: إِذَا أَصَابَ الْحَدَّ ثُمَّ هَرَبَ إِلَى الْحَرَمِ، فَقَدْ أَمِنَ فَإِذَا أَصَابَ فِيْ الْحَرَمِ أُقِيْمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ فِيْ الْحَرَمِ، اخرجه الطبرى ايضا (٤:١٩)، وهذا سند صحيح۔

(بھی) نہیں ہوں گا (تفسیر طبری) اس کی سند حسن ہے۔ یہ سند موصول ہے۔

۴۲۶۰۔ عطاء سے مروی ہے کہ ولید بن عتبہ نے حرم میں حد قائم کرنے کا ارادہ کیا تو عبید بن عمیر نے اس سے کہا کہ اس پر حرم میں قائم نہ کر الا یہ کہ وہ حرم میں ہی موجب حد گناہ کا ارتکاب کرے (تفسیر طبری) اس کی سند حسن ہے۔

۴۲۶۱۔ عامر شعبی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص (غیر حرم میں) حد کا ارتکاب کر کے حرم کی طرف بھاگ جائے تو وہ تحقیق امن والا ہو گیا اور جو شخص حرم میں ہی گناہ کا ارتکاب کرے تو حرم میں ہی اس پر حد قائم کی جائے۔ (تفسیر طبری) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان آیات واحادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ جو شخص حرم سے باہر قتل کر کے یا قتل کی سزا کا مرتکب ہو کر حرم میں پناہ لے تو اس پر حرم میں حد قائم نہیں کی جائے گی۔ ہاں البتہ اگر حرم میں ہی وہ قتل کرے تو پھر اس پر حرم میں ہی حد قائم کی جائے گی یہی احناف کا مسلک ہے۔

فائدہ: امام جصاص فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیات صرف قتل سے ممانعت پر مقصور ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿ولا تقتلوهم عند المسجد الحرام﴾۔ البقرہ۔۱۹۱) کہ مسجد حرام کے پاس ان کو قتل نہ کرو، لیکن قتل سے کم کی سزا حرم میں دی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مکہ میں جیل خانہ خریدا۔ اگر حرم ہر قسم کی سزا سے مانع ہوتا تو حضرت عمرؓ جیل خانہ نہ خریدتے۔ (فافہم)۔ لہٰذا ابن حزم ظاہری کا یہ کہنا کہ "ابو حنیفہؒ کی یہ تقسیم کہ حرم میں صرف قتل کی حد جاری نہ کی جائے غلط ہے" خود ان کا قول ہی غلط ہے۔

حصین بن نمیر اور حجاج کے علاوہ کوئی بھی حرم میں قتل کو مباح نہیں کہتا، اور اسی طرح جو شخص قتل سے کم کی حد کو حرم میں جاری کرنے سے روکتے ہیں ان کے پاس بھی کوئی دلیل نہیں۔ واللہ اعلم۔

باب نسخ حرمة القتال فی الاشهر الحرم

٤٢٦٢- عن سلیمان بن یسار أَنَّهُ سُئِلَ هَلْ يَصْلَحُ لِلْمُسْلِمِ اَنْ يُقَاتِلَ الْكُفَّارَ فِيْ الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ قَالَ: نَعَمْ، ذکره محمد فی "السیر الکبیر" (٦٨:١)،واحتجاج المجتهد بحدیث تصحیح له، کما مر فی الاصول۔

٤٢٦٣- حدثنا القاسم ثنا الحسین ثنی حجاج عن ابن جریج قال: قال عطاء بن میسرة: أُحِلَّ الْقِتَالُ فِيْ الشَّهْرِ الْحَرَامِ فِيْ بَرَاءَةٍ قَوْلِهٖ: ﴿فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوْا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً﴾ يَقُوْلُ: فِيْهِنَّ وَفِيْ غَيْرِهِنَّ، اخرجه الامام الطبری فی "تفسیره" (٢٠٦:٢)۔ وسنده حسن والقاسم هو ابن زکریا بن دینار القرشی من رجال مسلم والنسائی وغیرهما ثقة من الحادیة عشر، والحسین هو ابن علی الولید الجعفی ثقة من رجال الجماعة(تق ص ٤١)۔

٤٢٦٤- حدثنا الحسن بن یحیی اخبرنا عبدالرزاق اخبرنا معمر عن الزهری قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْمَا بَلَغَنَا يُحَرِّمُ الْقِتَالَ فِيْ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ثُمَّ اَحَلَّ بَعْدُ رواه الطبری (ص١٧١) ایضا و سنده صحیح والحسن بن یحیی هو ابن ابی الربیع الجرجانی قد مر توثیقه فی "الکتاب"۔

باب۔اشہرحرم میں قتال کی حرمت منسوخ ہے

۴۲۶۲۔ سلیمان بن یسار سے پوچھا گیا کہ کیا مسلمان کے لئے اشہرحرم میں کفار سے جنگ کرنا درست ہے؟ تو آپ نے فرمایاہاں۔(سیرکبیر)۔ایک امام مجتہد کااس سے حجت پکڑنااس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

۴۲۶۳۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ عطاء بن میسرہ (خراسانی) نے کہا کہ سورت براءۃ میں یعنی اللہ کے ارشاد ﴿فلا تظلموا فیهن انفسکم و قاتلوا المشرکین کافة﴾ (یعنی اشہرحرم میں کفار سے جنگ نہ کرکے اپنے آپ پرظلم نہ کرواور تمام کفار سے قتال وجنگ کرو) میں محترم مہینوں میں (کفار سے) جنگ کرنا حلال کردیا گیا ہے۔عطاء کہتے ہیں کہ ﴿قاتلوا المشرکین کافة﴾ کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین سے محترم مہینوں اور غیرمحترم مہینوں میں قتال کرو(تفسیرطبری)۔اس کی سند حسن ہے۔

۴۲۶۴۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے محترم مہینوں میں قتال کوحرام کیا تھااور پھراس کے بعد (اشہرحرم میں اسے) حلال کردیا (تفسیرطبری) اس کی سند صحیح ہے۔

باب لا تخمس الجزية ولا الفیء وانما الخمس فی الغنيمة

٤٢٦٥- عن ابن عدی بن عدی الكندی ان عمر بنَ عبد العزيزِ كَتَبَ أَنَّ مَنْ سَالَ عَنْ مَوَاضِعِ الْفَيْءِ، فَهُوَ مَاحَكَمَ فِيْهِ عمرُ بنُ الخطابِ، فَرَآهُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَدْلًا مُوَافِقًا لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ فَرَضَ الْاَعْطِيَةَ، وَعَقَدَ لِاَهْلِ الْاَدْيَانِ ذِمَّةً بِمَا فُرِضَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْجِزْيَةِ لَمْ يَضْرِبْ فِيْهَا بِخُمُسٍ وَلَا مَغْنَمٍ﴾، رواه ابوداود، و سكت عنه، و قال المنذری: فيه رجل مجهول، وعمر بن عبدالعزيز لم يدرك عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (عون المعبود ٣:٩٩ و ١٠٠)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اشہر حرم میں کفار سے جنگ و جہاد کرنا اب درست ہے۔اور آیت ﴿قل قتال فيه كبير﴾ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فلا تظلموا فيهن انفسكم﴾ سے منسوخ ہے۔نیز حضور ﷺ کا ہوازن سے حنین میں اور ثقیف سے طائف میں اشہرحرم میں جہاد کرنا اور ابو عامر کو شوال و ذیقعدہ میں اوطاس جنگ کے لئے بھیجنا، اشہرحرم میں حرمت قتال کے منسوخ ہونے کی واضح دلیل ہے۔اگر اشہرحرم میں حرمت قتال منسوخ نہ ہوتا تو حضور ﷺ قطعاً یہ کام نہ کرتے۔اسی طرح بیعتِ رضوان جو قریش سے قتال پر ہوئی تھی وہ بھی ذیقعدہ میں ہی ہوئی۔

اور ﴿فاذاانسلخ الاشهر الحرم﴾ بھی اللہ کے فرمان ﴿فاقتلواالمشركين حيث وجدتموهم﴾ (یعنی مشرکین کو جہاں پاؤ اور جس وقت پاؤ قتل کرو) سے منسوخ ہے۔نیز ﴿فاذاانسلخ الاشهر الحرم﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جب ان کی مدتِ معاہدہ ختم ہو جائے تو پھر جس وقت ان پر قابو پاؤ ان کو قتل کرو۔

الغرض علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ محترم مہینوں میں حرمتِ قتال منسوخ ہے۔

باب۔جزیہ اور فیٔ میں سے خمس نہیں لیا جائے گا اور خمس صرف مالِ غنیمت میں سے لیا جائے گا

۴۲۶۵۔ ابن عدی بن عدی کندی سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے لکھا کہ جو شخص مالِ فیٔ کا مصرف دریافت کرے (تو اس کو بتا دیا جائے کہ) اس کا مصرف وہی ہے جہاں حضرت عمرؓ نے اس کو صرف کرنے کا حکم فرمایا ہے اور تمام مسلمانوں نے آپ کے اس فیصلہ کو حضور ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں کہ ''اللہ نے حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر حق جاری فرما دیا ہے'' عینِ عدل تصور کیا۔ حضرت عمرؓ نے عطایا مقرر کئے اور ان پر مقرر کئے گئے جزیہ کے عوض سب مذہب والوں کا ذمہ لیا ہے۔اس (جزیہ) میں نہ آپؓ نے خمس (پانچواں حصہ) مقرر فرمایا اور نہ ہی اس کو مالِ غنیمت کے مثل سمجھا۔(ابوداؤد)۔امام ابوداؤد نے اس پر سکوت فرمایا ہے۔لہٰذا یہ حدیث ان

٤٢٦٦- حدثنا محمد بن عبدالله الانصاری عن النهاس بن قهم حدثنی القاسم بن عوف عن ابیه عن السائب بن الاقرع، او عن عمرو بن السائب بن الاقرع عن ابیه شَكَّ الْاَنْصَارِیُّ- قال: زَحفَ لِلْمُسْلِمِینَ زَحْفٌ، فَذَكَرَ مَعَهٗ نَهَاوَنْدَ بِطُوْلِهَا قال: وَجَمَعْتُ تِلْكَ الْغَنَائِمَ فَقَسَمْتُهَا بَیْنَهُمْ ثُمَّ اَتَانِیْ ذُوالْعُیَیْنَتَیْنِ فَقَالَ: اِنَّ كَنْزَ النَّخْیرَجَانِ فِیْ الْقَلْعَةِ- قَالَ: فَصَعِدْتُ فَاِذَا اَنَا بِسَفْطَیْنِ مِنْ جَوْهَرٍ لَمْ اَرمِثْلَهُمَا قَطُّ-فَلَمْ اَرهُمَا مِنَ الْغَنِیْمَةِ فَاَقْسِمُهُمَابَیْنَهُمْ وَلَمْ اُحْرِزْهُمَابِجِزْیَةٍ اَوْ قَالَ أحرزهما شك ابوعبید-، ثُمَّ اَقْبَلْتُ اِلٰی عُمَرَ وَذَكَرْتُ لَهٗ شَاْنَ السَّفْطَیْنِ فَقَالَ: اِذْهَبْ بِهِمَا، فَبِعْهُمَا اِنْ جَاءَا بِدِرْهَمٍ، اَوْ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ، اَوْ اَكْثَرَ، ثُمَّ اَقْسِمْهُ بَیْنَهُمْ قَالَ: فَاَقْبَلْتُ بِهِمَا اِلَی الْكُوْفَةِ، فَاَتَانِیْ شَابٌّ مِنْ قُرَیْشٍ یُقَالُ لَهٗ: عَمْرُوْ بْنُ حریث فَاشْتَرَاهُمَا بِاَعْطِیَةِ الذُّرِّیَةِ وَالْمُقَاتِلَةِ الْحَدِیْث، رواه ابو عبید فی "الاموال"(رقم٦٢٢)، و فیه النهاس بن قهم ضعیف، كما فی "التقریب"، ولكن القصة لها طرق عدیدة، كما سنذكرها فی الحاشیة، فصح الاحتجاج بها، و قد احتج بها ابو عبید، وهو مجتهد فقیه۔

کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اس قابل ہے کہ اس سے حجت پکڑی جائے کیونکہ ابوداؤد صالح للاحتجاج حدیث پر ہی سکوت فرماتے ہیں۔ نیز حضور ﷺ کا نصاریٰ نجران اور مجوسِ ہجر سے جزیہ لینا اور اہل یمن پر جزیہ مقرر فرمانا اور پھر اس میں خمس لینے کا ذکر نہ ہونا بھی اس اثر مذکور کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ اگر آپ ﷺ نے جزیہ سے پانچواں حصہ لیا ہوتا تو یقیناً اس کو نقل کیا جاتا جیسا کہ عادت مبارکہ راویوں کی یہی ہے۔ نیز امام شافعیؒ سے قبل اور بعد میں اور نہ ہی ان کے زمانہ میں کسی نے بھی جزیہ میں سے پانچواں حصہ نکالنے کا قول نہیں فرمایا۔ گویا کہ جزیہ میں سے خمس نہ لینے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

۴۲۶۶۔ سائب بن اقرع فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے خلاف زبردست یورش ہوئی اور ایک لشکر نے خوب لشکر کشی کی۔ پھر انہوں نے معرکہ نہاوند کو مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور کہا کہ میں نے مالِ غنیمت کو جمع کیا اور اس (مالِ غنیمت) کو لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر میرے پاس ذوالعیینتین آیا اور اس نے کہا کہ نخیر جان کا خزانہ قلعہ میں ہے۔ چنانچہ میں وہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہیرے جواہرات سے بھرے ہوئے دو تھیلے ہیں میں نے ان جیسے دو تھیلے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ پھر میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ یہ تھیلے نہ تو مال غنیمت ہیں کہ میں انہیں تقسیم کروں اور نہ ہی میں نے انہیں جزیہ میں جمع کیا ہے (ابوعبید راوی کو شک ہے کہ لم احرز هما فرمایا

باب تضعيف الصدقة على نصارى بنى تغلب واحكامها

٤٢٦٧- حدثنا ابو معاوية عن ابى اسحاق الشيبانى عن داود بن كردوس عن عمر رضي الله عنه أَنَّهُ صَالَحَ بَنِيْ تَغْلِبَ عَلٰى اَنْ لَّا يَصْبُغُوْا فِيْ دِيْنِهِمْ صَبِيًّا، وَعَلٰى اَنَّ عَلَيْهِمُ الصَّدَقَةَ مُضَاعَفَةً، وَعَلٰى اَنْ لَّا يَكُوْنُوْا عَلٰى دِيْنٍ غَيْرِ دِيْنِهِمْ، فَكَانَ دَاوٗدُ يَقُوْلُ: مَالِبَنِيْ تَغْلِبَ ذِمَّةٌ، قَدْ صَبَغُوْا- رواه يحيى بن آدم فى "الخراج" له (ص٦٧)، والسفاح هو ابن مطر الشيبانى مقبول من السادسة (تقريب ص ٧٤)- ذكره ابن حبان فى "الثقات" (تهذيب ٤:١٠٦)، وداود بن كردوس، ذكره ابن حبان فى "الثقات"، وقال: يروى عن عمر بن الخطاب (كشف الاستار ص٣٦)- ومثله فى "اللسان" (٢:٤٢٥)، فالسند صحيح-

یا احرزھما فرمایا) پھر میں حضرت عمرؓ کے پاس آنے کے لئے روانہ ہوا اور ان سے دونوں تھیلوں کا قصہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ انہیں لے جا اور ان دونوں کو بیچ۔ اگر اس کے عوض ایک درہم یا کم و بیش حاصل ہوں تو اس کو ان (غازیوں، لشکریوں) کے درمیان تقسیم کردو۔ پس میں ان دونوں کو کوفہ لے کر آیا جہاں عمرو بن حریث (نامی) ایک قریشی جوان میرے پاس آیا اور اس نے وہ دونوں تھیلے (مسلمانوں کے بال بچوں اور فوجیوں کے مقررہ وظائف بھر رقم کے عوض خرید لئے (کتاب الاموال)۔ اس حدیث کے کئی طرق ہیں لہٰذا اس سے حجت پکڑنا صحیح ہے اور ابو عبید مجتہد فقیہ نے بھی اس سے حجت پکڑی ہے۔ لہٰذا یہ اس کی صحت کی دلیل ہے۔

فائدہ: ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

باب۔ بنو تغلب کے عیسائیوں پر دوگنا صدقہ اور اس کے احکام کا بیان

٤٢٦٧۔ داؤد بن کردوس سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے بنو تغلب سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ اپنے دین میں (رکھنے کے لئے) کسی بچے کو رنگ نہیں دیں گے (کیونکہ نصرانیوں کا یہ دستور تھا کہ وہ پیدا ہونے والے بچے کو یا عیسائی بننے والے کسی کو بھی زرد رنگ میں رنگتے اور پھر کہتے کہ اب یہ پاکیزہ عیسائی بن گیا ہے)۔ اور اس شرط پر کہ ان پر دوگنا صدقہ ہوگا اور اس شرط پر کہ وہ عیسائیت کے علاوہ کوئی اور مذہب اختیار نہیں کریں گے۔ داؤد فرمایا کرتے تھے کہ بنو تغلب کے لئے کوئی ذمہ داری نہیں کیونکہ انہوں نے (اپنے بچوں کو) رنگا۔ (کتاب الخراج لیحیی بن آدم) سند صحیح ہے۔

فائدہ: حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں یہ معاملہ طے کیا ہے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے بھی صحابہ کی موجودگی میں ان سے دوگنا صدقہ وصول کیا۔ لہٰذا یہ اجماع ہے اور وہ بالاتفاق حجت ہے۔

٤٢٦٨- حدثنا عبدالسلام بن حرب عن ابی اسحاق الشیبانی عن السفاح عن داود بن کردوس عن عبادة بن النعمان أَنَّهُ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ؓ: يَاأَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنَّ بَنِيْ تَغْلِبَ مَنْ قَدْ عَلِمْتَ شَوْكَتَهُمْ وَإِنَّهُمْ بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ، فَإِنْ ظَاهَرُوْا عَلَيْكَ الْعَدُوَّ اشْتَدَّتْ مَؤُنَتُهُمْ، فَإِنْ رَأَيْتَ أَنْ تُعْطِيَهُمْ شَيْئًا فَافْعَلْ، قَالَ: فَصَالَحَهُمْ عَلَى أَنْ لَّا يَغْمِسُوْا أَحَدًا مِنْ أَوْلَادِهِمْ فِي النَّصْرَانِيَّةِ، وَيُضَاعَفُ عَلَيْهِمُ الصَّدَقَةُ قَالَ: وَكَانَ عُبَادَةُ يَقُوْلُ: قَدْ فَعَلُوْا وَلَا عَهْدَ لَهُمْ- رواه یحیی بن آدم ایضا (ص٦٦)، وھذا سند صحیح، و عبادة ھو عباد بن زرعة بن النعمان التغلبی له ادراك، کما فی "الاصابة" (٥:٨٨)، قد صحف الرواة اسمه فقال بعضهم: عبادة بن النعمان و قیل:زرعة بن النعمان، و قیل: نعمان بن زرعة، ولا یقدح ذلك فی صحة الاثر-

ورواه البیهقی رحمه الله، وفیه: لَمَّا صَالَحَهُمْ عُمَرُ يَعْنِيْ نَصَارٰى بَنِيْ تَغْلِبَ عَلٰى تَضْعِيْفِ الصَّدَقَةِ قَالُوْا: نَحْنُ عَرَبٌ لَا نُؤَدِّيْ مَا يُؤَدِّي الْعَجَمُ، وَلٰكِنْ خُذْ مِنَّا، كَمَا تَأْخُذُ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ يَعْنُوْنَ الصَّدَقَةَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا، هٰذِهِ فَرْضُ الْمُسْلِمِيْنَ- قَالُوْا: فَزِدْ مَا شِئْتَ

٤٢٦٨- داؤد بن کردوس سے مروی ہے کہ عبادۃ بن نعمان نے حضرت عمرؓ سے کہا "اے امیر المؤمنین! بنوتغلب کی طاقت آپ جانتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ دشمن کے مقابل ہیں۔ پس اگر وہ آپ کے خلاف دشمن کی حمایت کریں تو ان کی سختی بڑھ جائے گی پس اگر آپ کے خیال میں یہ مناسب ہو کہ آپ ان کو کچھ دیدیں تو ایسا کردیجئے۔ پس آپؓ نے بنوتغلب سے اس بات پر صلح کرلی کہ وہ نصرانیت میں (رکھنے کے لئے) اپنی اولاد کو رنگ میں نہیں ڈبوئیں گے اور ان پر دوگنا صدقہ ہوگا۔ داؤد فرماتے ہیں کہ عبادۃ فرمایا کرتے تھے کہ بنو تغلب نے بچوں کو رنگا لہٰذا ان کے لئے کوئی عہد و پیمان نہ رہا۔ (کتاب الخراج لیحیی بن آدم) اس اثر کی صحت میں اعتراض نہیں ہوسکتا۔

اس حدیث کو بیہقی نے بھی روایت کیا ہے جس میں ہے کہ "جب حضرت عمرؓ نے بنوتغلب کے نصاریٰ سے دوگنی زکوٰۃ پر صلح کی تو بنوتغلب نے کہا کہ ہم عرب ہیں ہم وہ چیز نہیں دیں گے جو عجم دیتے ہیں۔ لیکن آپ ہم سے اسی طرح لیں جس طرح تم میں سے بعض بعض سے لیتے ہیں یعنی زکوٰۃ (لو) اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں یہ تو مسلمانوں کا فریضہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس نام سے آپ جو چاہیں زیادہ کرلیں لیکن جزیہ کے نام سے نہیں۔ پس حضرت عمرؓ نے (ایسا) کیا اور آپؓ اور بنوتغلب دوگنا صدقہ کی فرضیت پر باہم راضی ہوگئے۔ اور بعض طریق میں ہے کہ (آپؓ نے فرمایا کہ) تم اسے جو چاہو نام دے لو۔ (زیلعی)۔ حافظ صاحب تلخیص الحبیر میں فرماتے ہیں کہ بیہقی نے ابواسحاق کے طریق سے اسی طرح روایت کیا ہے جس طرح امام شافعی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس سے زیادہ مکمل

بِهٰذَاالْاِسْمِ، لَا بِاسْمِ الْجِزْيَةِ، فَفَعَلَ فَتَرَاضٰى هُوَ وَهُمْ عَلٰى تَضْعِيْفِ الصَّدَقَةِ عَلَيْهِمْ، وَفِىْ بَعْضِ طُرُقِهٖ: سَمُّوْهَا مَا شِئْتُمْ (زيلعى ١:٣٩٥)۔ وقال الحافظ فى "التلخيص الحبير" (٢:٣٨٠): رواه البيهقى من طريق ابى اسحاق الشيبانى نحوه اى نحو ما رواه الامام الشافعى وابن ابى شيبة، واتم منه اھ۔ سكت الحافظ عنه، فهو صحيح، او حسن عنده، وللقصة طرق عديدة نذكرها فى الحاشية۔

٤٢٦٩- حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث عن يونس عن ابن شهاب قال: لَا نَعْلَمُ فِىْ مَوَاشِىْ اَهْلِ الْكِتَابِ صَدَقَةً اِلَّا الْجِزْيَةَ الَّتِىْ تُؤْخَذُ مِنْهُمْ، غَيْرَ اَنَّ نَصَارٰى بَنِىْ تَغْلِبَ الَّذِيْنَ جَلُّ اَمْوَالِهِمُ الْمَوَاشِىْ يُؤْخَذُ مِنْ اَمْوَالِهِمُ الْخَرَاجُ، فَيُضَعَّفُ عَلَيْهِمْ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَىِ الصَّدَقَةِ اَوْ اَكْثَرَ"۔ رواه ابو عبيد فى "الاموال" و رواه يحيى بن آدم فى "الخراج" له، حدثنا ابن مبارك عن يونس عن الزهرى قال: لَيْسَ فِىْ مَوَاشِىْ اَهْلِ الْكِتَابِ صَدَقَةٌ اِلَّا نَصَارٰى بنى تغلب فذكره مختصرا وهذا سند صحيح۔

روایت کیا ہے، پھر حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا کم از کم حسن ہے۔ اور اس قصہ کے متعدد طرق ہیں۔

فائدہ: بنوتغلب کی عورتوں سے بھی دوگنا صدقہ لیا جائے گا کیونکہ صدقہ عورتوں پر واجب ہوتا ہے تو دوگنا صدقہ بھی واجب ہوگا۔ اور بچوں پر واجب نہ ہوگا۔

۴۲۶۹۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کے مویشیوں پر زکوٰۃ (وصول کرنا) ہم نہیں جانتے البتہ جزیہ جانتے ہیں جو ان سے لیا جاتا ہے۔ لیکن وہ بنوتغلب کے عیسائی جن کا تمام مال مویشی تھا تو ان کے اموال سے خراج لیا جاتا تھا۔ پس وہ اتنا بڑھا چڑھا کر لیا جاتا کہ زکوٰۃ سے دوگنا یا اس سے کچھ زیادہ ہی ہو جاتا۔ (کتاب الاموال)۔ یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں بھی اسے ذکر کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جزیہ کی جگہ دوگنا صدقہ صرف بنوتغلب کے نصاریٰ کے ساتھ خاص ہے۔ ان کے علاوہ تنوخ وغیرہ کے نصرانیوں اور یہودیوں سے نہیں لیا جائے گا۔ اور یہ اختصاص کئی وجوہ کی بنا پر ہے مثلاً (۱) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی حفاظت فرات کے ساحل پر خاندانِ ربیعہ کے نصاریٰ (یعنی بنوتغلب) سے کرائے گا تو میں کسی عرب کو اسلام قبول کیے یا پھر قتل کیے بغیر نہ چھوڑتا۔ (کتاب الاموال)۔ (۲) بنوتغلب کے پاس ایک طاقت تھی اور روم

٤٢٧٠- حدثنا ابو حنيفة عمن حدثه عن عمر بن الخطاب ﷺ: "أَنَّهُ أَضْعَفَ الصَّدَقَةَ عَلٰى نَصَارٰى بَنِيْ تَغْلِبَ عِوَضًا بِنَ الْخَرَاجِ"۔ ذكره الامام ابويوسف في " الخراج" له۔ واحتجاج المجتهد بحديث حجة

باب العطاء يموت صاحبه بعد ما يستوجبه

٤٢٧١- حدثنا ابن لابى زائدة عن معقل بن عبيدالله عن عمر بن عبدالعزيز "أَنَّهُ كَانَ إِذَا اسْتَوْجَبَ الرَّجُلُ عَطَائَهُ ثُمَّ مَاتَ أَعْطَاهُ وَرَثَتَهُ"۔ اخرجه ابو عبيد في "الاموال" و سنده صحيح على شرط مسلم، و معقل بن عبيدالله الجزرى وثقه غير واحد، وهو من رجال مسلم و ابى داود والنسائى (تهذيب)۔

٤٢٧٢- حدثنا يزيد عن اسماعيل بن ابى خالد عن قيس بن ابى حازم قال: قال الزبيرُ لِعُثْمَانَ بَعْدَ مَا مَاتَ عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ ﷺ: "اَعْطِنِيْ عَطَاءَ عَبْدِاللهِ فَعِيَالُ عَبْدِاللهِ اَحَقُّ بِهٖ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ، فَاَعْطَاهُ خَمْسَةَ عَشَرَ اَلْفًا"۔ رواه ابو عبيد ايضا(ص ٢٦٠)، و سنده صحيح، و قيس من اجلة التابعين ثقة مخضرم (تهذيب ٨:٣٨٧)۔

کے ساتھ مل گئے تھے اوران سے نقصان کا خطرہ تھا، جب کہ یہ چیز کسی اور میں نہ تھی۔ وغیرہ۔

۴۲۷۰۔ امام ابوحنیفہؒ کسی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بنوتغلب کے عیسائیوں پر خراج کے عوض صدقہ کو دوگنا کردیا۔ (کتاب الخراج ابو یوسف) ایک مجتہد کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔

باب۔ وظیفہ وعطیہ کا مستحق ہوجانے کے بعد مرجانے والے کے بیان میں

۴۲۷۱۔ معقل بن عبیداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا طرز یہ تھا کہ جب آدمی عطیہ کا مستحق ہوکر مرجاتا تو آپ اس کا وظیفہ اس کے ورثاء کو دیدیتے۔ (کتاب الاموال ابوعبید) اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۴۲۷۲۔ قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات کے بعد حضرت زبیرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ مجھے عبداللہ ﷺ (بن مسعود) کا وظیفہ اور عطیہ دے دو کیونکہ عبداللہ ﷺ کے بال بچے بیت المال کے مقابلے میں اس رقم کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس حضرت عثمان ﷺ نے انہیں پندرہ ہزار (درہم) دیدیئے۔ (کتاب الاموال ابوعبید)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

٤٢٧٣- حدثنا خالد بن عمرو عن علی بن جی (الصحیح حی)عن سماك بن حرب قال: حدثنی الحی "أَنَّ رَجُلًا مَاتَ بَعْدَ ثَمَانِيَةِ أَشْهُرٍ مِنَ السَّنَةِ فَأَعْطَاهُ عمرُ بْنُ الخطابِ ثُلُثَيْ عَطَائِهِ"- رواه ابو عبید ایضا (ص ٢٦١)- رواه البلاذری فی "الفتوح" (ص٤٦٦) عن ابن ابی شیبة : ثنا عبیدالله بن موسی عن علی بن صالح بن حی عن سماك بن حرب نحوه قلت سند ابن ابی شیبة رجاله ثقات- وهذا مرسل فان سماك بن حرب لم یدرك عمرؓ، وانه رواه عن رجال الحی-

٤٢٧٤- حدثنا عبدالله بن صالح عن الهقل بن زیاد عن الاوزاعی ان عمر بن عبدالعزیز كَتَبَ اَنِ انظُرْ فِيْ اَهْلِ الدَّوَاوِيْنِ، فَمَنْ كَانَ عَمِلَ عَلٰى عَطَائِهِ سَنَةً كَامِلَةً، وَعَزَمَا نَابَهُ مِنَ الْحَمَائِلِ، اَوْ قَالَ الْجَعَائِلِ-شك ابو عبید- وَأَجْزَأَ بُعُوْثَهُ، ثُمَّ يُقْبَضُ بَعْدَ مَا يُؤْمَرُ

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مرنے والے شخص کا وظیفہ ورثاء کو دیا جائے گا۔

۴۲۷۳۔ سماک بن حرب سے روایت ہے کہ حی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص سال کے آٹھ ماہ گذار کر مر گیا تو حضرت عمرؓ نے اس (کے ورثاء) کو سال بھر کے عطیہ کا دو تہائی دے دیا۔ (کتاب الاموال ابوعبید)۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ بلاذری نے فتوح میں ابن ابی شیبہ کی سند سے اسے روایت کیا ہے۔ ابن ابی شیبہ کی سند کے راوی سب ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نصف سال کے بعد فوت ہو تو اس کے وظیفہ کا بقدر عمل حصہ اس کے ورثاء کو دیا جائے گا۔

۴۲۷۴۔ اوزاعی سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے لکھا کہ وظائف و عطیات کے مستحقین کی فہرست میں نظر ڈالو۔ پس جس شخص کو دیکھو وہ اپنا وظیفہ پالینے کے بعد پورے سال کا کام کرتا رہا، اپنے بار اٹھاتا اور اپنے فوجی واجبات پورے کرتا رہا اور پھر اس وقت مر گیا جب لوگوں کو ان کے وظائف جاری کئے جانے کا حکم دے دیا گیا تو ایسے شخص کا وظیفہ اس کے گھر والوں کو دئے جانے کا حکم دے دو جو اس کا واجبی حق ہوگا۔ اور اسی طرح اس شخص کو بھی دیکھو جو کسی فوج میں بھرتی ہو گیا ہو اور اسے اس کا وظیفہ مل چکا ہو جسے

لِلنَّاسِ بِاُعْطِيَاتِهِمْ، فَمُرْ لِاَهْلِهِ لِعَطَائِهِ حَقًّا وَاجِبًا، وَانْظُرْ مَنْ كَانَ اُكْتُتِبَ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْبُعُوْثِ، فَخُرِجَ لَهُ عَطَائُهُ، فَتَجَهَّزَ بِهِ ثُمَّ اَدْرَكَهُ اَجَلُهُ، فَلَا تَغْرِمُوْا اَهْلَهُ شَيْئًا اِنَّمَا اَخَذَ حَقَّهُ﴾۔

رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ٢٦٠)، و سنده حسن مرسل، وهقل بن زياد السكسكي كاتب الاوزاعي ثقة من التاسعة (تقريب ص ٣٢)۔ والاوزاعي لم يدرك عمر بن عبدالعزيز، وارسال مثله حجة۔

نے (مہم کی) تیاری پر صرف کر دیا ہو اور پھر وہ مر گیا ہو تو ایسے شخص کے گھر والوں سے کچھ تاوان وصول نہ کرنا۔ اس مرنے والے نے تو اپنا حق لیا ہے۔ (کتاب الاموال ابو عبید) اس کی سند حسن مرسل ہے، اور اوزاعی جیسے راوی کا ارسال حجت ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں لفظ حقاً واجباً سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عطیہ وظیفہ ورثاء کو دینا واجب ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنا وظیفہ لے کر مر جائے یا مدت سے قبل معزول کر دیا جائے تو باقی مدت کا وظیفہ واپس کرنا ضروری نہیں اور اس کا تاوان ورثاء کے ذمہ نہ ہوگا۔ اور یہ ایسے ہی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو سال کا پیشگی نفقہ دے دے اور وہ عورت مر جائے سال کے ختم ہونے سے قبل یا جدائی ہو جائے تو باقی مدت کا نفقہ واپس کرنا ضروری نہیں۔ اور یہ من وجہ صلہ ہوتا ہے۔ لہٰذا واپس لینے کا حق ختم ہو جاتا ہے جیسے ہبہ میں رجوع کرنے کا حق ختم ہو جاتا ہے۔

فائدہ فوجیوں کے لئے رجسٹر میں جو وظیفہ مقرر کیا جاتا ہے اسے عطاء کہتے ہیں۔ اس طرح ہر وہ شخص جو دین کا کام سرانجام دے (مثلاً مفتی، قاضی، مدرس) اس کیلئے جو وظیفہ حکومت کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے اسے عطاء کہتے ہیں (کفایہ) فتح الباری میں ہے کہ عطاء تنخواہ کو کہتے ہیں لیکن تنخواہ ماہانہ ہوتی ہے اور عطاء سالانہ۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام اور بادشاہِ وقت کو جو خراج۔ بنو تغلب سے دوگنا صدقہ، جزیہ اور جو ہدایا اسے ملتے ہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ انہیں مسلمانوں کے مصالح مثلاً پلوں، سڑکوں پر اور عمال وعلماء پر خرچ کرے اور آگے چل کر فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں وظیفہ کے حقدار قاضی، مدرس اور مفتی ہیں۔ اور فتح الباری میں ہے کہ طلبہ کو بھی وظیفہ دیا جائے۔

ابواب احكام المرتدين

باب يجوز قتل المرتد بلا امهال اذا استمهل فيمهل والمستحب ان يؤجل ثلاثة ايام مطلقا

٤٢٧٥- عن عكرمة "اَنَّ عَلِيًّا رضي الله عنه اَتٰى بِزَنَادِقَةٍ فَاَحْرَقَهُمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ اَنَا لَمْ اُحْرِقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ﴿لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ﴾، وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ﴾ رواه البخارى، ووهم الحاكم فى استدراكه عليه، ورواه ابن ابى شيبة و عبدالرزاق فى "مصنفيهما" بدون القصة (زيلعى ٢: ١٥٧)۔

٤٢٧٦- عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده معاوية بن حيدة قال: قال رسولُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ تَوْبَةَ عَبْدٍ كَفَرَ بَعْدَ اِسْلَامِهِ﴾ اخرجه الطبرانى فى

ابواب۔ مرتدین کے احکام کے بیان میں

باب۔ بلا مہلت دیے مرتد کو قتل کرنا جائز ہے، جب مہلت مانگے تو مہلت دے دی جائے اور مطلقاً تین دن تک مہلت دینا مستحب ہے

۴۲۷۵۔ عکرمہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس کچھ زندیق (مرتدین) لائے گئے تو آپؓ نے ان کو جلوا دیا پھر یہ بات حضرت ابن عباسؓ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں علیؓ کی جگہ ہوتا تو ان کو نہ جلاتا کیونکہ حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے (اور فرمایا ہے) کہ (کسی کو) اللہ کے عذاب (آگ) سے عذاب نہ دو (بلکہ) میں انہیں قتل کر دیتا کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کرلے (یعنی دین اسلام سے مرتد ہو جائے) تو اسے قتل کر دو۔ (بخاری، مستدرک حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق)۔

۴۲۷۶۔ معاویہ بن حیدہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنا دین بدلے (یعنی اسلام سے مرتد ہو جائے) تو اسے قتل کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسلام لے آنے کے بعد کافر ہونے والے شخص کی توبہ قبول نہیں فرماتے (معجم کبیر طبرانی) حافظ نے تلخیص الحبیر میں اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کا فرمانِ ذی شان ہے: ﴿فاقتلوا المشرکین﴾۔ اس میں کسی قسم کی مہلت کا ذکر نہیں۔ اسی طرح مذکورہ بالا دونوں مرفوع احادیث اور عملِ حضرت علیؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کو مہلت دینا واجب نہیں۔ نیز یہ حربی کافر ہے جس تک دعوتِ دین

"معجمه الكبير" (زيلعی ٢:١٥٧)۔ و ذكره الحافظ فی "التلخيص الحبير" (٢:٣٤٩)، و سكت عنه، فهو حسن او صحيح۔

٤٢٧٧- عن عبدالرحمن بن محمد بن عبدالقاری عن ابيه عن عمرؓ أَنَّهُ قَالَ لِوَفْدٍ قَدِمُوْا عَلَيْهِ مِنْ بَنِيْ ثَوْرٍ: هَلْ مِنْ مُغْرِبَةِ خَبَرٍ؟ قَالُوْا: نَعَمْ أَخَذْنَا رَجُلًا مِنَ الْعَرَبِ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ فَقَدِمْنَاهُ فَضَرَبْنَا عُنُقَهُ، فَقَالَ: هَلَّا أَدْخَلْتُمُوْهُ جَوْفَ بَيْتٍ، فَأَلْقَيْتُمْ إِلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ رَغِيْفًا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَاسْتَتَبْتُمُوْهُ لَعَلَّهُ يَتُوْبُ، أَوْ يُرَاجِعَ أَمْرَاللّٰهِ؟ اَللّٰهُمَّ لَمْ أَشْهَدْ وَلَمْ آمُرْ وَلَمْ أَرْضَ إِذْ بَلَغَنِيْ۔ رواه مالك فی "الموطا" (زيلعی ٢:١٥٩)، وابو يوسف الامام فی "الخراج" (ص

اسلام پہنچ چکی ہے۔ اس لئے اسے فی الحال قتل کرنا درست ہے۔ باقی امام شافعیؒ کا یہ کہنا کہ شاید وہ مسلمان ہو جائے امرِ موہوم ہے اور امرِ موہوم کی وجہ سے قرآن وحدیث کے الفاظ فاقتلوہ سے مستفاد واجب کی تاخیر مناسب نہیں۔ لیکن چونکہ افعالِ صحابہ سے مہلت دینا معلوم ہوتا ہے اس لئے قرآن وحدیث اور افعالِ صحابہ سب کو سامنے رکھتے ہوئے احناف نے یہ کہا ہے کہ فی الحال فوری طور پر قتل کرنا درست ہے اور مہلت دینا واجب نہیں البتہ مہلت دینا مستحب ہے۔ اور محقق ابن ہمام کی تحقیق میں امام شافعیؒ کا صحیح قول یہ ہے کہ اگر فی الحال توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ حدیثِ معاذ من بدل دينه فاقتلوه کی بناء پر۔

فائدہ: یاد رکھیں یہ قتل کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ مسلمان کوئی اور مذہب اختیار کرے۔ اور اگر یہودی عیسائی بن جائے یا عیسائی یہودی بن جائے یا کافر ایک کفر سے دوسرے کفر میں چلا جائے تو یہ حکمِ قتل اس سے متعلق نہیں۔ کیونکہ الكفر ملة واحدة۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کفر سے اسلام میں داخل ہو تو یہ حکم اس سے بھی متعلق نہیں۔ الغرض اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص دینِ اسلام سے روگردانی کر کے دوسرے دینِ کفر میں چلا جائے تو اسے قتل کر دو۔ کیونکہ ان الدين عند الله الاسلام حقیقی دین تو اسلام ہی ہے۔ اور اس کی تائید طبرانی کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ من خالف دينه دين الاسلام فاضربوا عنقه کہ دین سے مراد دینِ اسلام ہے اور حکمِ قتل صرف اس صورت میں ہے کہ کوئی مسلمان دینِ اسلام چھوڑ کر کوئی اور جھوٹا دین اختیار کرے۔ موفق مغنی میں فرماتے ہیں کہ اہلِ علم کا مرتد کے قتل پر اجماع ہے اور یہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاذ، ابوموسیٰ، ابن عباس اور خالد ؓ سے مروی ہے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ لہٰذا یہ قتلِ مرتد والا مسئلہ اجماعی ہے۔

۴۲۷۷۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن القاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بنو ثور سے آنے والے وفد سے فرمایا کہ کیا کوئی نادر وعجیب خبر ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! ہم نے عرب سے ایک ایسے آدمی کو پکڑا ہے جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا۔ پس ہم اس کو لائے اور اس کی گردن اڑا دی۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ تم نے اسے ایک کمرے میں کیوں بند نہ کر دیا اور پھر تم اس پر روزانہ تین دن

٣٤)، وهو مرسل ، و رواه عبدالرزاق عن معمر وابن ابی شیبة عن ابن عیینة کلاهما عن محمد بن عبدالقاری عن ابیه، فعلی هذا هو متصل لان عبدالرحمن بن عبد سمع عمر (الجوهر النقی ٢:١٧٣)۔

٤٢٧٨- ورواه البیهقی عن انس ﷺ قال: لَمَّا نَزَلْنَا عَلٰی تَسْتَر، وفیه: فَقَدِمْنَا عَلٰی عُمَرَ فَقَالَ: یَااَنَسُ! مَا فَعَلَ السِّتَّةُ الرَّهْطُ مِنْ بَکْرِ بْنِ وَائِلِ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ، فَلَحِقُوْا بِالْمُشْرِکِیْنَ؟ قَالَ: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! قُتِلُوْا فِی الْمَعْرَکَةِ، فَاسْتَرْجَعَ قُلْتُ: وَهَلْ کَانَ سَبِیْلُهُمْ اِلَّا الْقَتْلُ؟ قَالَ: نَعَمْ، کُنْتُ اَعْرِضُ عَلَیْهِمُ الْاِسْلَامَ فَاِنْ اَبَوْا اَوْدَعْتُهُمُ السِّجْنَ، ذکره الحافظ فی "التلخیص" (٢:٣٥)، وسکت عنه، فهو حسن او صحیح، واسنده ابن حزم فی "المحلی" (١١:١٩١) نا عبدالله بن ربیع نا عبدالله بن محمد بن عثمان نا علی بن عبد العزیز نا الحجاج بن المنهال نا حماد بن سلمة انا داود، وهو ابن ابی هند عن الشعبی عن انس بن مالک ﷺ الحدیث، وصححه۔

تک ایک روٹی ڈالتے رہتے اور اسے توبہ کی ترغیب دیتے شاید کہ وہ کفر سے توبہ کرتا یا اللہ کے امر کی طرف لوٹتا۔ اے اللہ! میں اس واقعہ میں نہ حاضر تھا نہ میں نے حکم دیا اور جب یہ بات مجھ تک پہنچی تو میں اس پر راضی نہ ہوا۔ (مؤطا مالک وکتاب الخراج ابو یوسفؒ)۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ لیکن مصنف عبدالرزاق میں جو سند مذکور ہے اس اعتبار سے یہ حدیث متصل ہے۔ (الجوہر النقی)۔

فائدہ: بعض احادیث میں ثلاثة ایام کا لفظ نہیں لیکن اس روایت میں ثلاثة ایام کا لفظ اس مطلق حدیث کے لئے مفسر ہے اور مطلق حدیث کو مقید حدیث پر محمول کیا جائے گا۔ اس طرح اگلی حدیثِ انسؓ میں بھی مطلق ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اسے قید خانہ میں ڈالتا تو یہ بھی مذکورہ بالا مقید حدیث پر محمول ہوگی۔ اس لئے تین دن تک مہلت دی جائے گی۔ اس لئے بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ ہمیشہ کے لئے قید کر دیا جائے، غلط ہے ورنہ اس سے فاقتلوہ والی حدیث لایعنی ہو جائے گی۔ اور یہ مہلت دیا جانا بھی دیگر مذکورہ آیت واحادیث مرفوعہ صحیحہ کی وجہ سے مستحب ہے۔ واجب نہیں۔

٤٢٧٨۔ بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ جب ہم مقام تستر پر اترے اور اس میں یہ ہے کہ ہم حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؓ نے فرمایا کہ اے انس! بکر بن وائل کے ان چھ آدمیوں کا کیا ہوا جو اسلام سے مرتد ہو گئے اور مشرکین کے ساتھ مل گئے؟ حضرت انسؓ نے فرمایا اے امیر المؤمنین! وہ ایک معرکہ میں قتل کر دئے گئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انا للہ وانا الیہ راجعون

٤٢٧٩- عن معمر عن الزهری عن عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبۃ بن مسعود عن ابیہ قال: اَخَذَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ قَوْمًا نِ ارْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ، فَكَتَبَ فِيْهِمْ اِلٰى عُثْمَانَ، فَرَدَّ اِلَيْهِ عُثْمَانُ اَنْ اَعْرِضْ عَلَيْهِمْ دِيْنَ الْحَقِّ، وَشَهَادَةَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَاِنْ قَبِلُوْهَا ، فَخَلِّ عَنْهُمْ، وَاِنْ لَمْ يَقْبَلُوْهَا، فَاقْتُلْهُمْ ، فَقَبِلَهَا بَعْضُهُمْ فَتَرَكَهُ، وَلَمْ يَقْبَلْهَا بَعْضُهُمْ فَقَتَلَهُ۔ رواہ عبدالرزاق، کما فی "المحلی" (١١:١٩٠)، و سندہ صحیح۔

٤٢٨٠- عن ابن جریج اخبرنی سلیمان بن موسی انہ بلغہ عن عثمان بن عفان اَنَّهُ كَفَرَ اِنْسَانٌ بَعْدَ اِيْمَانِهِ فَدَعَاهُ اِلَى الْاِسْلَامِ ثَلَاثًا فَاَبٰى فَقَتَلَهُ۔ رواہ عبدالرزاق، کما فی "المحلی" (١١:١٩٠)، وھو مرسل صحیح، و رواہ الامام ابو یوسف فی "الخراج"

پڑھا۔ میں نے (انس نے) عرض کیا، کیا قتل کے علاوہ کوئی اور صورت ان کے لئے تھی؟ آپؓ نے فرمایا ہاں۔ میں ان کو اسلام پیش کرتا۔ پس اگر وہ انکار کرتے تو میں ان کو قید خانہ میں ڈال دیتا۔ (تلخیص الحبیر)۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔ ابن حزم نے محلی میں اسے مسند بیان کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے۔

فائدہ: اس سے مراد بھی تین دن تک قید کرنا ہے کیونکہ بالکل قتل نہ کرنے کا قول سنت و اجماع کے خلاف ہے (المغنی للموفق) نیز یہ استتابہ (توبہ کی ترغیب کے لئے مہلت دینا) بھی حضرت عمرؓ کے ہاں مستحب ہے جیسا کہ طحاوی میں ہے کہ واجب عمر ان یستتاب۔ نیز حضرت عمرؓ کی نکیر خفیف اس لئے بھی تھی کہ انہیں دارالحرب میں قتل کر دیا گیا تھا تو اس پر آپؓ نے فرمایا کہ اگر تم میرے پاس انہیں لے آتے تو مجھے پسند تھا۔ (طحاوی ج ٢: ص ١٢٠)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

٤٢٧٩۔ عتبہ بن مسعودؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے عراق کی ایک قوم کو گرفتار کیا جو مرتد ہوگئی تھی۔ پھر ان کے بارے میں حضرت عثمانؓ کو لکھا تو حضرت عثمانؓ نے ان کو جواب میں فرمایا کہ ان پر دین حق (اسلام) اور لا الہ الا اللہ کی گواہی پیش کرو۔ پس اگر وہ اسے قبول کرلیں تو انہیں چھوڑ دو۔ اور اگر وہ اسے قبول نہ کریں تو ان کو قتل کر دو۔ (پس جب آپؓ نے ان پر اسلام کو پیش کیا تو) ان میں سے جس نے اسے قبول کرلیا تو آپ نے اسے چھوڑ دیا اور جس نے اسے قبول نہ کیا تو آپؓ نے اسے قتل کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق) اس کی سند صحیح ہے۔

٤٢٨٠۔ سلیمان بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت عثمان غنیؓ سے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک انسان ایمان لے آنے کے بعد کافر ہوگیا تو آپؓ نے اسے اسلام لانے کی دعوت دی تین مرتبہ (تین دن) لیکن اس نے انکار کیا تو آپ نے اسے قتل کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ کتاب الخراج میں امام ابو یوسفؒ نے اسی سند کے ساتھ یوں روایت کیا ہے کہ مرتد کو تین دن تک

(ص ٢١٤)- وبهذا السند عن عثمان ﷺ قال: يُسْتَتَابُ الْمُرْتَدُ ثَلَاثًا-

٤٢٨١- حدثنا اشعث عن الشعبى قال: قال ﷺ :﴿يُسْتَتَابُ الْمُرْتَدُ ثَلَاثًا فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ﴾، رواه الامام ابو يوسف فى "الخراج" (ص ٢١٤)- وهو مرسل حسن، واشعث بن سوار من رجال مسلم والاربعة الا ابا داود، وثقه ابن معين فى رواية، و قال البزار: لا نعلم احدا ترك حديثه الا من هو قليل المعرفة، كذا فى "التهذيب"، وضعفه آخرون، و مشاه بعضهم-

٤٢٨٢- نا عثمان عن سعيد بن ابى عروبة عن ابى العلاء عن ابى عثمان النهدى اَنَّ عَلِيًّا ﷺ اسْتَتَابَ رَجُلًا كَفَرَ بَعْدَ اِسْلَامِهِ شَهْرًا فَاَبٰى فَقَتَلَهُ- رواه عبدالرزاق، كما فى "المحلى" (١١:١٩١)، ولم يعله بشىء-

٤٢٨٣- عن معمر عن ايوب عن حميد بن هلال عن ابى بردة ﷺ قال: قَدِمَ عَلٰى اَبِىْ

توبہ کرنے کی ترغیب دی جائے۔

فائدہ: یہ آثار صحابہ ہیں جو مرفوع متصل "من بدل دينه فاقتلوه" کا معارض نہیں بن سکتے۔اس لئے ہم یوں تطبیق دیں گے کہ تین دن تک مہلت دینا مندوب ہے،ضروری نہیں۔

۴۲۸۱۔ شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مرتد کو تین دن تک توبہ کی ترغیب دی جائے۔پس اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔(کتاب الخراج ابو یوسف) یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

فائدہ: بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن تک توبہ کی ترغیب دینا واجب ہے۔لیکن یہ مرسل حدیث اس مرفوع متصل صحیح حدیث کے معارض نہیں بن سکتی۔جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ" جو دین اسلام کو چھوڑ دے تو اسے قتل کردو"۔جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ توبہ کی ترغیب دیے بغیر قتل کرنا بھی جائز ہے۔لہٰذا دونوں قسم کی احادیث کو سامنے رکھ کر ہم یوں تطبیق دیں گے کہ مرفوع متصل صحیح حدیث کی وجہ سے بغیر توبہ کی ترغیب دیے قتل کرنا جائز ہے اور آثار صحابہ اور اس مرفوع مرسل حسن حدیث کی وجہ سے تین دن تک توبہ کی ترغیب دینا مستحب ہے۔اور یہی احناف کا مسلک ہے۔(کذا فی الھدایہ)۔

الحمدللہ احناف کے ہاں دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہو رہا ہے۔لیکن پھر بھی اہل الرائے ہونے کے ساتھ مطعون ہیں۔

۴۲۸۲۔ ابو عثمان نہدی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک ایسے شخص کو ایک ماہ تک توبہ کی ترغیب دی جو اسلام لانے کے بعد کافر ہوگیا تھا۔(مصنف عبدالرزاق)۔

۴۲۸۳۔ ابو بردۃ فرماتے ہیں کہ معاذ بن جبلؓ یمن سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان

مُوسٰى الْاَشْعَرِيَّ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ مِنَ الْيَمَنِ وَإِذَا بِرَجُلٍ عِنْدَهُ فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: رَجُلٌ كَانَ يَهُوْدِيًا فَاَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ وَنَحْنُ نَرُدُّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ مُنْذُ اَحْسِبُهُ قَالَ: شَهْرَيْنِ قَالَ: مَعَاذَاللّٰهِ لَا اَقْعُدُ حَتّٰى تَضْرِبُوْا عُنُقَهُ فَضُرِبَتْ عُنُقُهُ ثُمَّ قَالَ مَعَاذٌ: قَضَاءُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ۔ رواه عبدالرزاق (المحلى لابن حزم ١١:١٩١)۔ ورجاله كلهم ثقات، واصله عند البخاری و مسلم من دون ذكر الاستتابة منذ شهرين، ورواه ابو داود من طرق فی بعضها: فَقُتِلَ وَ كَانَ قَدِ اسْتُتِيْبَ قَبْلَ ذٰلِكَ، و فی بعضها: فَدَعَاهُ اَبُوْ مُوْسٰى، فَاَبٰى عِشْرِيْنَ لَيْلَةً، اَوْ قَرِيْبًا مِنْهَا، وَجَاءَ مَعَاذٌ فَدَعَاهُ فَاَبٰى، فَضُرِبَتْ عُنُقُهُ، قال ابو داود: رواه عبدالملك بن عمير عن ابی بردة، فلم يذكر الاستتابة، وكذا ابن فضيل عن الشيبانی، و قال المسعودی عن القاسم يعنی ابن عبدالرحمن فی هذه القصة: فلم ينزل (ای معاذ) حتى ضرب عنقه، وما استتابه، كذا فی "فتح الباری" (١١:٢٤٣)، ورجح الحافظ الروايات المثبتة للاستتابة على الروايات الساكتة عنه، وعلى رواية المسعودی النافية لها۔

کے پاس ایک آدمی ہے تو معاذؓ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ یہ یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اب پھر یہودی بن گیا ہے۔ہم اسے اسلام پر لانا چاہتے ہیں۔معاذؓ نے فرمایا کہ کب سے؟ انہوں نے فرمایا دو ماہ سے۔معاذؓ نے فرمایا معاذ اللہ، میں نہیں بیٹھوں گا یہاں تک کہ تم اس کی گردن نہ مارو۔ پس اس کی گردن زنی کردی گئی۔ پھر حضرت معاذؓ نے فرمایا: یہی اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے (مصنف عبدالرزاق) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔اور اس کی اصلِ حدیث بخاری اور مسلم میں ہے۔لیکن اس میں دو ماہ سے استتابۃ (توبہ کی ترغیب دینے) کا ذکر نہیں۔اور ابوداؤد نے اسے کئی طرق سے روایت کیا ہے۔بعض میں ہے کہ اسے قتل کردیا گیا جبکہ اس سے قبل اسے توبہ کی ترغیب دی گئی۔اور بعض میں ہے کہ ابوموسیٰؓ نے اسے اسلام کی دعوت دی اور وہ بیس رات تک یا اس کے قریب قریب انکار کرتا رہا۔اور حضرت معاذؓ تشریف لائے تو انہوں نے اسے اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے انکار کردیا پس پھر اس کی گردن اڑادی گئی۔

فائدہ: مہلت دینا خلافِ اصل ہے۔اور اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ کتنے دن مہلت دی گئی۔لہٰذا متیقن مدت یعنی تین دن کو اختیار کیا جائے گا کیونکہ اعذار کے دفعیہ کے لئے تین دن کی مہلت مقرر کی گئی ہے جیسا کہ حبان بن منقذ کی حدیث میں ہے کہ دفع غبن کے لئے سوچ بچار کی مدتِ اختیار تین دن ہے۔اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں بھی تین دفعہ تک عذر قبول ہے۔اس کے بعد گنجائش نہیں۔اور یہی حضرت عمر، حضرت عثمانؓ بلکہ خود حضور ﷺ سے بھی مروی ہے لہٰذا تین دن سے زیادہ

باب لا يستتاب الزنديق وهو الذى يظهر الاسلام ويخفى الكفر

٤٢٨٤- روى الثورى عن ابى اسحاق عن حارثة بن مضرب اَنَّهُ اَتٰى عَبْدَ اللّٰهِ فَقَالَ: مَا بَيْنِىْ وَبَيْنَ اَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ اِحْنَةٌ (حِقْدٌ)، وَاِنِّىْ مَرَرْتُ بِمَسْجِدِ بَنِىْ حنيفة، فَاِذَا هُمْ يُؤْمِنُوْنَ بِمُسَيْلَمَةَ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمْ عَبْدُاللّٰهِ، فَجَاءَ بِهِمْ وَاسْتَتَابَهُمْ غَيْرَ ابْنِ النَّوَاحَةِ قَالَ لَهٗ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَوْلَا اَنَّكَ رَسُوْلٌ لَضَرَبْتُ عُنُقَكَ، فَاَنْتَ الْيَوْمَ لَسْتَ بِرَسُوْلٍ اَيْنَ مَا كُنْتَ تُظْهِرُ مِنَ الْاِسْلَامِ؟ قَالَ: كُنْتُ اَتَّقِيْكُمْ بِهٖ، فَاَمَرَ بِهٖ قرظةَ بْنَ كعبٍ فَضَرَبَ عُنُقَهٗ بِالسُّوْقِ ثُمَّ قَالَ: مَنْ اَرَادَ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى ابْنِ النواحةِ قَتِيْلًا بِالسُّوْقِ؟ اخرجه الجصاص فى "احكام القرآن" له (٢٨٧:٢)، والمذكور من السند صحيح، والمحدث لا يسقط من اهل الاسناد الا ما كان سالما، واصله عند ابى داود فى "سننه" (٣٩:٣) الا قوله: اَيْنَ مَا كُنْتَ تُظْهِرُ مِنَ الْاِسْلَامِ؟ قَالَ: كُنْتُ اَتَّقِيْكُمْ بِهٖ- ورواه الاثرم باسناده عن ظبيان بن عمارة ان رجلا من بنى سعد مر على مسجد بنى حنيفة فذكر الحديث، وفيه: فَاُتِىَ بِهِمْ فَتَابُوْا، فَخَلّٰى

کی مہلت دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس وہ روایات جن میں تین دن سے زیادہ کی مہلت کا ذکر ہے تو وہ احناف کے ہاں جواز پر محمول ہیں جبکہ اتنی تاخیر مسلمانوں کے لئے بہتر ہو اور اس کے مسلمان ہو جانے کی امید ہو۔ واللہ اعلم۔

باب۔ زندیق سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے (یعنی زندیق کو توبہ کا مطالبہ کئے بغیر قتل کر دیا جائے)

اور زندیق وہ ہے جو اسلام کو ظاہر کرے اور کفر کو چھپائے

۴۲۸۴۔ حارثہ بن مضرب سے مروی ہے کہ وہ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ پھر فرماتے ہیں کہ میرے اور کسی عرب کے درمیان کوئی کینہ نہیں۔ میں مسجد بنی حنیفہ کے پاس سے گذرا تو وہ مسیلمہ (کذاب مدعی نبوت) پر ایمان رکھنے والے تھے۔ پس (اطلاع ہونے پر) عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کی طرف قاصد بھیجا جو ان کو لے آیا۔ آپؓ نے انہیں توبہ کی ترغیب دی سوائے ابن نواحہ کے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اس سے فرمایا کہ میں نے (تیرے بارے میں) حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ "اگر تو (اے ابن نواحہ) قاصد نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا" پس آج تو قاصد نہیں ہے۔ کہاں ہے وہ اسلام جو تو ظاہر کیا کرتا تھا؟ اس نے کہا کہ میں اس کے ساتھ تقیہ کیا کرتا تھا۔ پس آپؓ نے اس کے بارے میں قرظہ بن کعب کو حکم دیا پس اس نے اس کی گردن بازار میں اڑا دی۔ پھر فرمایا کون ہے جو ابن نواحہ کو قتل کیا ہوا بازار میں دیکھنا چاہتا ہے؟ (احکام القرآن جصاص)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اس کی اصل سنن ابی داؤد میں

سَبِيْلَهُمْ اِلَّا رَجُلًا مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ: ابْنُ النَّوَاحَةِ قَالَ: قَدْ اَتَيْتُ بِكَ مَرَّةً فَزَعَمْتُ اَنَّكَ قَدْ تُبْتَ وَارَاكَ قَدْ عُدْتَ فَقَتَلَهُ۔ كذا فی "المغنی" لابن قدامة(١:٧٩)، ورواه الطحاوی (٢:١٢١) والدارمی عن ابن معیر السعد ابسط منه، کما فی "جمع الفوائد" و فی مجمع الزوائد عزاه الی احمد و قال: ابن معیر لم اعرفه والباقون ثقات۔

٤٢٨٥- عن علی ﷺأَنَّهُ أُتِيَ بِرَجُلٍ عَرَبِيٍّ قَدْ تَنَصَّرَ فَاسْتَتَابَهُ، فَاَبَى اَنْ يَتُوْبَ، فَقَتَلَهُ وَاُتِيَ بِرَهْطٍ يُصَلُّوْنَ، وَهُمْ زَنَادِقَةٌ، وَقَدْ قَامَتْ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ الشُّهُوْدُ الْعُدُوْلُ فَجَحَدُوْا، وَقَالُوْا: لَيْسَ لَنَا دِيْنٌ اِلَّا الْاِسْلَامُ فَقَتَلَهُمْ وَلَمْ يَسْتَتِبْهُمْ، ثُمَّ قَالَ: اَتَدْرُوْنَ لِمَ اسْتَتَبْتُ النَّصْرَانِيَّ؟ اِسْتَتَبْتُهُ لِاَنَّهُ اَظْهَرَ دِيْنَهُ فَاَمَّا الزَّنَادِقَةُ الَّذِيْنَ قَامَتْ عَلَيْهِمُ الْبَيِّنَةُ، فَاِنَّمَا قَتَلْتُهُمْ لِاَنَّهُمْ جَحَدُوْا، وَقَدْ قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، رواه الاثرم باسناده، واحتج به الموفق فی "المغنی"۔

ہے سوائے اس قول کے کہ وہ اسلام کہاں ہے جو تو ظاہر کیا کرتا تھا تو اس نے کہا کہ میں اس کے ساتھ تقیہ کیا کرتا تھا۔اور اثرم نے بھی اپنی سناد کے ساتھ ظبیان بن عمارہ سے روایت کیا ہے کہ بنو سعد کا ایک آدمی بنو حنیفہ کی مسجد پر گذرا پھر وہ طویل حدیث بیان کرتے ہیں۔جس میں یہ ہے کہ ان کو عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے توبہ کر لی۔پس آپؓ نے ان کو چھوڑ دیا سوائے ایک شخص کے جس کو ابن نواحہ کہا جاتا تھا۔آپؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ تجھے میرے پاس لایا گیا تو میں نے خیال کیا کہ تحقیق تو توبہ کر چکا ہے لیکن میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو پھر اسی طرح (زندیق) ہو چکا ہے۔پس آپ نے اسے قتل کر دیا۔(مغنی ابن قدامہ)۔اسے طحاوی اور دارمی نے ابن معیر السعد سے ں سے زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔(جمع الفوائد) اور مجمع الزوائد میں اسے مسند احمد کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔اور کہا ہے کہ بن معیر کو میں نہیں پہچانتا اور باقی راوی ثقہ ہیں۔

٤٢٨٥۔ حضرت علیؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپؓ کے پاس ایک ایسا عربی شخص لایا گیا جو نصرانی بن چکا تھا پس آپؓ نے اسے توبہ کی ترغیب دی۔لیکن اس نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے اسے قتل کر دیا۔اور آپؓ کے پاس ایک ایسی جماعت لائی گئی جو نماز پڑھتی تھی،لیکن وہ زندیق تھے۔اور اس زندیقیت کے بارے میں ان پر عادل گواہی قائم ہو چکی تھی۔لیکن انہوں نے (اسے تسلیم کرنے سے) انکار کر دیا۔اور کہا (بطور تقیہ کے) کہ ہمارا دین تو اسلام ہی ہے۔پس آپ نے انہیں توبہ کرنے کی ترغیب نہ دی۔پھر آپؓ نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے نصرانی کو توبہ کرنے کی ترغیب کیوں دی؟ میں نے اسے توبہ کرنے کی ترغیب اس لئے دی کہ اس نے اپنا دین ظاہر کر دیا۔لیکن وہ زنادقہ جن پر گواہی قائم ہو چکی تھی میں نے انہیں اس لئے قتل کیا کہ انہوں نے اس (کفر) کا انکار کیا حالانکہ ان پر گواہی قائم ہو چکی تھی۔اسے اثرم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور موفق نے مغنی میں اس سے استدلال کیا ہے (جو کہ صحت کی دلیل ہے)۔

باب اسلام المرتد و توبته ان يتبرأ عن الاديان او عما انتقل اليه ولا يكتفى منه باتيان الشهادتين

٤٢٨٦- روى الزهرى عن عبيدالله بن عبدالله قال: أُخِذَ بِالْكُوفَةِ رِجَالٌ يُؤْمِنُوْنَ بِمُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ فَكُتِبَ فِيْهِمْ اِلٰى عُثْمَانَ فَكَتَبَ عُثْمَانُ "اَعْرِضْ عَلَيْهِمْ دِيْنَ الْحَقِ وَشَهَادَةَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَمَنْ قَالَهَا وَتَبَرَّأَ مِنْ دِيْنِ مُسَيْلَمَةَ، فَلَا تَقْتُلُوْهُ، وَمَنْ لَزِمَ دِيْنَ مُسَيْلَمَةَ فَاقْتُلْهُ، فَقَبِلَهَا رِجَالٌ مِنْهُمْ، وَلَزِمَ دِيْنَ مُسَيْلَمَةَ رِجَالٌ فَقُتِلُوْا"، ذكره الجصاص فى "احكام القرآن"، والمذكور من السند مرسل صحيح، وقد وصله عبدالرزاق عن معمر عن الزهرى عن عبيدالله بن عبدالله عن ابيه عن ابن مسعود ؓ، كما مر فى الباب السابق۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ زندیق کو توبہ کرنے کی ترغیب بھی نہ دی جائے۔ بلکہ اسے بغیر توبہ کی ترغیب دیے قتل کر دیا جائے۔ اور یہی کچھ آج کل کے زندیقوں اور تقیہ بازوں کے متعلق ہے۔

باب۔ مرتد کا اسلام اور توبہ یہ ہے کہ وہ تمام دوسرے ادیان سے یا (کم از کم) اس دین سے براءت کا اعلان کرے جس طرف وہ منتقل ہوا تھا، محض شہادتین کہہ دینا کافی نہیں

۴۲۸۶۔ عبید اللہ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں کچھ ایسے لوگ پکڑے گئے جو مسیلمہ کذاب پر ایمان رکھتے تھے۔ پس ابن مسعودؓ نے ان کی بابت حضرت عثمانؓ کو خط لکھا تو (جواباً) حضرت عثمانؓ نے لکھا "ان پر دین حق اور لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت پیش کرو، پس جو اسے قبول کر لے اور مسیلمہ کذاب کے دین (جس میں وہ داخل ہوئے تھے) سے براءت کا اعلان کر دے تو پس اسے قتل نہ کرو۔ اور جو مسیلمہ کذاب کے دین پر جما رہے پس اسے قتل کر ڈالو۔ پس ان میں سے کچھ لوگوں نے اسے قبول کر لیا۔ اور ان میں سے کچھ لوگ مسیلمہ کے دین سے چمٹے رہے پس وہ قتل کر دیے گئے۔ (احکام القرآن جصاص)۔ اس کی سند مرسل صحیح ہے اور عبدالرزاق نے اسے موصولاً بھی بیان کیا ہے جیسا کہ سابق باب میں گذرا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتد کے اسلام لانے کے لئے شہادتین کے ساتھ غلط دین سے براءت کا اعلان بھی ضروری ہے۔

۴۲۸۷- حدثنا ابوبكر بن ابى شيبة ثنا ابو اسامة عن بهزبن حكيم عن ابيه عن جده قال: قال رسول اللهﷺ: لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْ مُشْرِكٍ اَشْرَكَ بَعْدَ مَا اَسْلَمَ عَمَلًا حَتّٰى يُفَارِقَ الْمُشْرِكِيْنَ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ، رواه ابن ماجة (۱۸۵)، و سنده صحيح، فقد صحح بعض الائمة حديث بهز عن ابيه عن جده، كما مر فى "المقدمة"، ورواه الطحاوى (۲:۱۲۳) حدثنا ابن مرزوق ثنا عبدالله بن بكر ثنا بهز بن حكيم عن ابيه عن جده قال: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا آيَةُ الْاِسْلَامِ؟ قَالَ: ﴿اَنْ تَقُوْلَ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَتَخَلَّيْتُ وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتُفَارِقَ الْمُشْرِكِيْنَ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ﴾ اه- وسنده صحيح ايضا-

۴۲۸۷- بہزبن حکیم کے دادا (معاویہ بن حیدہ) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں کرتے جو اسلام لاچکنے کے بعد شرک کرے۔ یہاں تک کہ وہ مشرکین کے عقیدہ کو چھوڑ کر مسلمانوں کے عقیدہ میں آ جائے (ابن ماجہ)۔اس کی سند صحیح ہے۔بعض ائمہ نے بہزبن حکیم کی روایت عن ابیہ عن جدہ کو صحیح کہا ہے۔اور طحاوی نے یہ حدیث یوں روایت کی ہے کہ بہز کے دادا فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسلام کی علامت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو یوں کہہ میں اللہ کے لئے اسلام لایا اور (شرک وغیرہ تمام ادیان سے) علیحدہ ہوگیا۔اور تو نماز قائم کرلے اور زکوۃ دے اور مشرکوں کے عقیدے کو چھوڑ کر مسلمانوں کے عقیدہ میں آ ملے الخ۔اس کی سند بھی صحیح ہے۔

فائدہ: تخلی سے مراد تمام ادیان کو ماسوا اسلام کے چھوڑنا ہے۔یعنی جب تک وہ اسلام کے سوا تمام ادیان کو چھوڑنے کا اعلان نہ کرے گا اس کا اسلام میں داخل ہونا معلوم نہ ہوگا۔یہی اصحاب ثلثہ کا قول ہے (طحاوی) اور ہدایہ میں ہے کہ توبہ کی کیفیتِ اصلی تو یہی ہے کہ وہ اسلام کے سوا تمام ادیان سے براءت کا اظہار کرے اور اگر کم از کم اس دین سے براءت کا اظہار کرے جس میں وہ داخل ہوا تھا تو بھی کافی ہے کیونکہ اس سے بھی مقصود حاصل ہو رہا ہے۔اور یہ براءت بھی شہادت کے بعد ہے اور یہ طریقہ بھی احکام دنیا کے اجراء کے لئے ہے ورنہ احکام آخرت کے لئے تو قول شہادتین ہی کافی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔

فائدہ: لیکن یاد رکھیں کہ مذکورہ بالا طریقہ مرتد کے اسلام لانے کا ہے۔اور کافر اصلی (یعنی جو اب پہلی دفعہ مسلمان ہو رہا ہے) کے اسلام لانے کے لئے ''لا الہ الا اللہ'' یا ''محمد رسول اللہ'' یا ''انا مسلم'' یا ''میں محمد ﷺ کے دین میں داخل ہوا'' کہہ دینا کافی ہے۔(فتح القدیر، ردالمحتار، البحرالرائق)۔

باب لا تقتل المرأة المرتدة بل تحبس وتجبر علی الاسلام الا اذا کانت ذات رای وتبع فتقتل

٤٢٨٨- حدثنا الحسین بن اسحاق التستری ثنا ھرمز بن المعلی ثنا محمد بن سلمة عن الفزاری عن مکحول عن ابی طلحة الیعمری عن ابی ثعلبة الخشنی عن معاذ بن جبلؓ ان رسولَ اللهِﷺ قَالَ لَهٗ حِیْنَ بَعَثَهٗ اِلَی الْیَمَنِ: اَیُّمَا رَجُلٍ ارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ فَادْعُهٗ فَاِنْ تَابَ فَاقْبَلْ مِنْهُ، وَاِنْ لَمْ یَتُبْ فَاضْرِبْ عُنُقَهٗ- وَاَیُّمَا اِمْرَاَةٍ ارْتَدَّتْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَادْعُهَا فَاِنْ تَابَتْ فَاقْبَلْ مِنْهَا وَاِنْ اَبَتْ فَاسْتَتِبْهَا، رواه الطبرانی فی "معجمه" (زیلعی٢:٧٥)- قال الحافظ فی "الدرایة" (٢٧:٢): اسناده ضعیف- ثم ذکره فی "الفتح" بلفظ- "فَاِنْ عَادَتْ وَاِلَّا فَاضْرِبْ عُنُقَهَا"، و قال: وسنده حسن، والحق ان الحدیث واحد، و قد وھم الحافظ فی لفظه، والراجح من اللفظ ما ذکره الزیلعی، والحافظ نفسه فی الدرایة،والمحقق فی "فتح القدیر" (٣١٢:٥)، والحافظ الھیثمی فی "مجمع الزوائد" (٢٦٣:٦)، وسنده حسن، کما قاله الحافظ فی "الفتح"، ونفصله فی الحاشیة-

باب۔ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اسے قید کر کے اسلام لانے پر مجبور کیا جائے الا یہ کہ وہ صاحبِ رائے اور متبع ہو تو پھر قتل کر دیا جائے

۴۲۸۸۔ معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اسے یمن بھیجتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص بھی اسلام سے مرتد ہو جائے تو اسے (اسلام کی) دعوت دو پس اگر وہ توبہ کر لے تو (اس کی توبہ) اس سے قبول کرلو۔ اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی گردن مار دو (قتل کر دو) اور جو عورت بھی مرتد ہو جائے تو اسے (اسلام کی) دعوت دو پس اگر وہ توبہ کر لے تو (اس کی توبہ) اس سے قبول کرلو۔ اور اگر (توبہ سے) انکار کر دے تو اسے توبہ کی ترغیب دو۔ (معجم طبرانی)۔ حافظ صاحب درایہ میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے اور فتح الباری میں ان الفاظ سے روایت نقل کی ہے کہ پس اگر وہ (اسلام کی طرف) لوٹ آئے تو ٹھیک ورنہ اس کی گردن اڑا دے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث ایک ہی ہے لہٰذا معجم طبرانی کی حدیث میں مذکور الفاظ راجح ہیں اور اس کی سند بھی حسن ہے۔ اور فتح الباری میں مذکور الفاظ وہم راوی ہیں۔

٤٢٨٩- عن حفص بن سليمان ابى عمر الاسدى عن موسى بن ابى كثير عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرةؓ أَنَّ امْرَأَةً عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ارْتَدَّتْ فَلَمْ يَقْتُلْهَا، رواه ابن عدى فى "الكامل"، و قال: لا يرويه عن موسى بن ابى كثير غير حفص و ضعف حفص بن سليمان اه (زيلعى ٢:١٥٧)- قلت: قال فيه احمد: صالح، وسرة: ما به باس و قال محمد بن سعيد العوفى عن ابيه: حدثنا حفص لو رايته لقرت عيناك فهما و علما و قال ابو عمر الدانى: قال وكيع: كان ثقة اه- من "التهذيب" (٢:٤٠٠ و ٤٠١)، وهو شاهد حسن لحديث معاذ المتقدم-

٤٢٩٠- عن خلاس بن عمرو عن علىؓ قال: اَلْمُرْتَدَّةُ تُسْتَتَابُ وَلَا تُقْتَلُ- اخرجه الدارقطنى فى سننه ثم قال: وخلاس ضعيف (زيلعى٢:١٥٨)- قلت: يا سبحان الله!-

توثيق خلاس بن عمرو

خلاس بن عمرو من رجال الجماعة اخرج له الشيخان وغيرهم ، وقال عبدالله بن احمد عن ابيه: ثقة ثقة- وقال الآجرى عن ابى داود: ثقة ثقة- وقال ابن معين: ثقة- وقال العجلى: بصرى تابعى ثقة- و قال الحاكم: كان ابوه صحابيا- وقال الجوزجانى والعقيلى: كان على شرطة على- و قال الحافظ: قد ثبت انه قال: سالت عمار بن ياسرؓ، ذكره محمد بن نصر فى كتاب الوتر من "التهذيب" (٣:١٧٧) ملخصا: قلت: فلا ينكر سماعه من علىؓ، **فالاثر صحيح، ولا اقل من ان يكون حسنا- قال الزيلعى:** واخرج عبدالرزاق نحوه عن الحسن وعطاء وابراهيم النخعى اه-

٤٢٨٩- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک عورت مرتد ہوئی تو حضور ﷺ نے اسے قتل نہیں فرمایا۔ (کامل لابن عدی) یہ حدیث پچھلی حدیثِ معاذ بن جبلؓ کے لئے شاہد حسن ہے۔

٤٢٩٠- خلاس بن عمرو سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مرتد عورت کو توبہ کی ترغیب دی جائے اور اسے قتل نہ کیا جائے (سنن دارقطنی) یہ اثر صحیح ہے یا کم از کم حسن ہے۔اور عبدالرزاق نے اس جیسا اثر عطاء، حسن اور ابراہیم نخعی سے بھی روایت کیا ہے۔

٤٢٩١- ابورزین سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر عورتیں اسلام سے مرتد ہو جائیں تو انہیں قتل نہ

٤٢٩١- اخبرنا ابو حنيفة عن عاصم بن ابی النجود عن ابی رزین عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: "لَا يُقْتَلُ النِّسَاءُ إِذَا ارْتَدَدْنَ عَنِ الْإِسْلَامِ وَيُجْبَرْنَ عَلَيْهِ"، اخرجه الامام محمد بن الحسن فی الآثار (ص ٨٧)- والامام ابو یوسف فی الخراج (ص ٢١٥) بلفظ "لَا يُقْتَلُ النِّسَاءُ إِذَا هُنَّ ارْتَدَدْنَ عَنِ الْإِسْلَامِ، وَلٰكِنْ يُحْبَسْنَ وَيُدْعَيْنَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَيُجْبَرْنَ عَلَيْهِ" اهـ ورواه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" عن عبدالرحمن بن سلیمان ووکیع عن ابی حنیفة به بلفظ ابی یوسف، ورواه عبدالرزاق فی "مصنفه" اواخر القصاص: اخبرنا سفیان الثوری عن عاصم عن ابی رزین به، واخرجه الدارقطنی من طریق ابی مالک النخعی احد الضعفاء عن عاصم به (زیلعی ١٥٨:٢، درایة ص ٢٧٢)- فلم ینفرد ابو حنیفةرحمه الله به، بل تابعه عن عاصم سفیان وابو مالک، وکفی بابی حنیفة اماما و بسفیان متابعًا، وعاصم من رجال الجماعة، وثقه الائمة الاعلام- وقال ابن معین: ثقة، لا باس به، من نظراء الاعمش اهـ من "التهذیب" (٥:٣٩ و ٤٠)- وابو رزین مسعود بن مالک الاسدی الکوفی ثقة فاضل من الثانیة، ومن رجال الخمسة (تق ص ٢٠٦)-

٤٢٩٢- عن ابن عمرﷺ قال: وَجَدْتُ امْرَأَةً مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ ﷺ فَنَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ- رواه الجماعة الا النسائی-

---

کیا جائے البتہ انہیں اسلام لانے پر مجبور کیا جائے (کتاب الآثار محمد) اور کتاب الخراج ابو یوسف میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے کہ اگر عورتیں اسلام سے مرتد ہو جائیں تو ان کو قتل نہ کیا جائے بلکہ ان کو قید کر دیا جائے اور انہیں اسلام کی دعوت دی جائے اور انہیں اس پر مجبور کیا جائے۔ اور ابن ابی شیبہ نے ابو یوسف کے الفاظ میں ابو حنیفہؒ سے اور عبدالرزاق نے بھی عثمان عن عاصم عن ابی رزین سے اور دارقطنی نے بھی ابو مالک نخعی کے طریق سے عاصم سے یہ مضمون روایت کیا ہے۔ غرض اس روایت میں ابو حنیفہؒ منفرد نہیں بلکہ عاصم سے روایت کرنے میں سفیانؒ اور ابو مالکؒ ابو حنیفہؒ کے متابع ہیں۔ اور ابو حنیفہؒ بطور امام اور سفیان بطور متابع کافی ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۴۲۹۲۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے کسی غزوہ میں ایک قتل کی ہوئی عورت پائی گئی تو آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرما دیا۔ (اسے نسائی کے علاوہ جماعت نے روایت کیا ہے)۔

فائدہ: عورتوں کے قتل سے منع فرمانا عام ہے جو اصلی کافرہ اور عارضی کافرہ (مرتدہ) سب کو شامل ہے اور اس کی تعلیل بھی

٤٢٩٣ - ورواه احمد وابوداود وابن حبان والحاكم عن رباح بن ربيع، وفيه: فقال ﷺ: ما كَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلَ، كذا في "النيل" (١٤٧:٧) وسنده صحيح، كما تقدم في اول الكتاب۔

٤٢٩٤ - حدثنا ابن سرزوق ثنا ابو داود الطيالسي ثنا سليمان بن معاذ الضبي عن عمار بن ابي معاوية الدهني عن ابي الطفيل اَنَّ قَوْمًا ارْتَدُّوْا، وَكَانُوْا نَصَارٰى، فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ مَعْقَلَ بْنَ قَيْسٍ التَّيْمِيَّ، فَقَالَ لَهُمْ: اذا حَكَكْتُ رَأْسِيْ فَاقْتُلُوْا الْمُقَاتِلَةَ، وَاسْبُوْاالذُّرِّيَّةَ، فَاَتٰى عَلٰى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ، فَقَالَ: مَا اَنْتُمْ؟ فَقَالُوْا: كُنَّا قَوْمًا نَصَارٰى، فَخُيِّرْنَا بَيْنَ

حدیث میں منصوص ہے کہ یہ جنگ نہیں کرتی۔ جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث مخصص ہے دوسری حدیث من بدل دینه فاقتلوه کے لئے۔ نیز اصل یہ ہے کہ جزاء کو دار آخرۃ تک مؤخر کیا جائے لیکن بعض اوقات دفعِ شر کے لئے اس مقدم کو کر دیا جاتا ہے جیسے قصاص، حد قذف، حدِ شراب، حد سرقہ، حد زنا جو جانوں، سامانوں، عقلوں، نسبوں اور عزتوں کے تحفظ کے لئے مشروع ہیں۔ اور ردۃ پر قتل بھی دفعِ شرِ حرب کے لئے مشروع ہونا چاہیے۔ فعلِ کفر کی جزاء کے طور پر نہیں۔ لہٰذا قتلِ ردۃ اس کے ساتھ خاص ہوگا جس سے حرب کا شر متوقع ہے اور وہ مرد ہے نہ کہ عورت۔ اس لئے حضور ﷺ نے عورتوں کے قتل سے منع فرمایا اور اس کی علت یہ بیان کی کہ وہ لڑنے کے لئے نہیں۔ اس لئے احناف یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ مرتد عورت ذی رائے اور متبع ہو تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ لیکن ردۃ کی بنا پر نہیں بلکہ سعی فساد کی بنا پر، اسی طرح جادوگر عورت اور حضور ﷺ کو گالی دینے والی عورت بھی مفسد ہے۔ اور مثل مقاتلہ کے ہے لہٰذا اس کو بھی قتل کیا جائے گا، لہٰذا جن روایات میں قتل مرتدہ کا ذکر ہے وہ ذی رائے اور متبع (جس کی اتباع کی جائے) پر محمول ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں کیونکہ ایسی عورت مفسد ہوتی ہے۔ الغرض احناف دونوں قسم کی احادیث پر عامل ہیں کہ اگر مرتد ہونے والی عورت ذو رائے ہو تو قتل کیا جائے ورنہ نہیں۔ لیکن اس کے باوجود ایک فرقہ شاذہ احناف پر طعن کرنے اور اہل الرائے کہنے پر مصر ہے۔ لیکن ہمارا ان سے سوال یہ ہو سکتا ہے کہ تم ان دونوں قسم کی (بظاہر متعارض) احادیث پر عمل کیسے کرو گے۔ یقیناً اگر ایک قسم کی حدیث پر عمل کرو گے تو دوسری قسم کی حدیث کا ترک لازم آئے گا اور تارکِ حدیث ہو جاؤ گے اس لئے لامحالہ ایسی صورتِ حال میں اجتہاد و فقہ کی ضرورت پڑے گی لیکن وہ بیچارے اس فقہ و اجتہاد کے دشمن ہیں۔

۴۲۹۳۔ رباح بن ربیع کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عورت لڑنے والی تو نہ تھی (یہ عورت ذات اس لئے نہیں کہ لڑے) (احمد، ابوداؤد، ابن حبان، حاکم)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: جب اس کی طرف سے لڑائی کا خطرہ نہیں لہٰذا اسے قتل نہ کیا جائے گا۔

۴۲۹۴۔ ابوالطفیل سے مروی ہے کہ ایک قوم مرتد ہوگئی جو عیسائی تھے۔ تو حضرت علیؓ نے ان کی طرف معقل بن قیس التیمی کو (لشکر سمیت) بھیجا۔ معقل نے اپنے لشکر سے کہا کہ جب میں اپنا سر کھجلاؤں تو تم جنگ کرنے والوں کو قتل کر دینا اور بچوں کو قید کر لینا پس

الْإِسْلَامِ، وَبَيْنَ دِيْنِنَا، فَاخْتَرْنَا الْإِسْلَامَ، ثُمَّ رَأَيْنَا اَنْ لَا دِيْنَ اَفْضَلُ مِنْ دِيْنِنَاالَّذِیْ كُنَّا عَلَيْهِ، فَنَحْنُ نَصَارٰى، فَحَكَّ رَأْسَهٗ فَقُتِلَتِ الْمُقَاتِلَةُ وَسُبِيَتُ الذُّرِّيَّةُ۔ قَالَ عَمَّارٌ: فَاَخْبَرَنِیْ ابو شعبة اَنَّ عَلِيًّا أُتِيَ بِذَرَارِيِّهِمْ، فَقَامَ مُسْقَلَةُ بْنُ هبيرة الشَّيْبَانِي فَاشْتَرَاهُمْ مِنْ عَلِيٍّ بِمِائَةِ اَلْفٍ فَاَتَاهُ بِخَمْسِيْنَ اَلْفًا، فَقَالَ عَلِيٌّ: اِنِّیْ لَا اَقْبَلُ الْمَالَ اِلَّا كَامِلًا، فَدَفَنَ الْمَالَ فِیْ دَارِهٖ وَاَعْتَقَهُمْ، وَلَحِقَ بِمُعَاوِيَةَ، فَنَفَّذَ عَلِيٌّ عِتْقَهُمْ، رواه الطحاوی فی "معانی الآثار"، و سنده حسن و سليمان بن معاذ هذا من رجال مسلم والاربعة الا ابن ماجة قال احمد: لا باس به، واستشهد به البخاری (حاشية التقريب ص ٧٨)۔

٤٢٩٥-حدثنی ابو الزناد عن هشام بن عروة عن فاطمة بنت المنذر عن اسماء بنت ابی بکر الصديق رضی اللّٰه عنها قالت: قَدْ رَاَيْتُ اُمَّ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ، وَكَانَتْ مِنْ سَبْيِ بَنِیْ حَنِيْفَةَ فَلِذٰلِكَ سُمِّيَتِ الْحَنَفِيَّةَ وَسُمِّيَ ابْنُهَا مُحَمَّدَ بْنَ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ: وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ عن ابيه قال: كَانَتْ اُمُّ زَيْدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بن عمر مِنْ ذٰلِكَ السَّبْيِ، رواه

معقل ان کے ایک گروہ کے پاس آئے اور کہا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کا کہ ہم عیسائی تھے۔ پھر ہمیں اس بات کا اختیار دیا گیا کہ اسلام قبول کریں یا اپنا دین۔ پس ہم نے اسلام قبول کرلیا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ کوئی دین ہمارے اس دین سے افضل نہیں جس پر ہم پہلے تھے۔ سو اب ہم عیسائی ہیں۔ پس حضرت معقل نے اپنا سر کھجلایا تو لڑنے والوں کو قتل کردیا گیا اور بچوں کو قید کرلیا گیا۔ عمار راوی کہتے ہیں کہ ابوشعبہ نے مجھے بتایا کہ حضرت علیؓ کے پاس ان کے بچے لائے گئے تو (آپؓ نے فرمایا کہ ان کو کون خریدتا ہے پس) مسقلہ بن ہبیرۃ شیبانی کھڑے ہوئے اور انہوں نے ان بچوں کو ایک لاکھ کے عوض خرید لیا۔ اور آپ کے پاس پچاس ہزار درہم لائے۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں مکمل مال ہی قبول کروں گا۔ اس نے مال اپنے گھر میں دفن کردیا اور ان کو آزاد کر کے امیر معاویہؓ سے جاملا۔ اور حضرت علیؓ نے ان کے آزاد ہونے کو نافذ کردیا۔ (طحاوی) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ''ذریۃ'' کا لفظ عورتوں اور بچوں دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے گا۔ پس جب محارب مرتد عورت کو قتل نہیں کیا گیا تو غیر محارب مرتد عورت کو بطریق اولیٰ قتل نہ کیا جائے گا۔

۴۲۹۵۔ اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ فرماتی ہیں کہ میں نے محمد بن علی بن ابی طالب کی والدہ کو دیکھا ہے، وہ بنوحنیفہ کے قیدیوں میں سے تھیں۔ اس لئے ان کا نام حنفیہ رکھا گیا۔ اور ان کے بیٹے کا نام محمد بن حنفیہ رکھا گیا۔

الواقدی فی "کتاب الردة" (زیلعی ۲: ۱۵۳)، ورجاله کلهم ثقات، والواقدی مقبول فی المغازی، صرح به الحافظ فی "التلخیص"، کما مر فی باب "لا توضع الجزیة علی اهل الاوثان" الخ- قال ابن الترکمانی: وهو المشهور فی "کتب السیر" اَنَّ اَبَابَکرٍ ﷺ قَتَلَ اَهْلَ الرِّدَّةِ، وَسَبٰی نِسَائَهُمْ وَلَمْ یُقْتَلْنَ اه (الجوهرالنقی ۲: ۱۷۳)-

۴۲۹۶- حدثنی "ابو مسهر عن سعید بن عبدالعزیز التنوخی اَنَّ اُمَّ قرفةَ الفزاریَةَ کَانَتْ فِیْمَنِ ارْتَدَّ فَاُتِیَ بِهَا اَبُوْبَکْرٍ فَقَتَلَهَا وَمَثَّلَ بِهَا، قال ابو مسهر: وَاَبٰی سَعِیْدٌ اَنْ یُخْبِرَنَا کَیْفَ مَثَّلَ بِهَا، رواه ابو عبید فی "الاموال" (ص ۱۸۰)- و سنده صحیح منقطع قال: (الزیلعی ۲: ۱۸۵)- اخرج الدارقطنی عن سعید بن عبدالعزیز ان ابابکر قَتَلَ اُمَّ قَرْفَةَ الفِزَارِیَةَ فِیْ رِدَّتِهَا قَتْلَةً مُثْلَةً شَدَّ رِجْلَیْهَا بِفَرَسَیْنِ ثُمَّ صَاحَ بِهِمَا فَشَقَّاهَا لکِنْ قِیْلَ: اِنَّ سَعِیْدًا هذا لَمْ یُدْرِکْ اَبَا بَکْرٍ فَیَکُوْنَ مُنْقَطِعًا اه-وقال الحافظ فی الفتح (۱۲: ۲۴۰) اخرج الدارقطنی اثر ابی بکرسن وجه حسن اه (ای مرسلا)- و قال فی "التلخیص" (۲: ۳۵۰): فی "السیر": اَنَّ النَّبِیَّ

حضرت عبداللہ بن نافع اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن عبداللہ بن عمر کی ماں انہیں قیدیوں میں سے تھی۔ (کتاب الردة للواقدی) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ابن ترکمانی فرماتے ہیں کہ یہ بات کتاب السیر میں مشہور ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مرتدوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں کو قید کیا اور ان کو قتل نہ کیا گیا۔ الخ (الجوہر النقی)

فائدہ: جب ابوبکرؓ نے مرتد عورتوں کو باوجود محارب ہونے کے قتل نہ کیا تو غیر محارب مرتد عورتوں کو کیسے قتل کیا جائے گا۔

۴۲۹۶۔ ابو مسہر، سعید بن عبدالعزیز التنوخی سے روایت کرتے ہیں کہ ام قرفہ فزاریہ مرتد ہونے والوں میں شامل تھی تو اسے حضرت ابوبکرؓ کے پاس لایا گیا تو آپؓ نے اسے قتل کر دیا اور اس کا مثلہ بنایا۔ ابو مسہر فرماتے ہیں کہ سعید (بن عبدالعزیز) نے یہ ہمیں بتانے سے انکار کر دیا کہ آپؓ نے اس کا مثلہ کیسے کیا۔ (کتاب الاموال ابوعبید)۔ اس کی سند صحیح منقطع ہے۔ زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دارقطنی نے سعید بن عبدالعزیز سے (اس طرح) روایت کی ہے کہ ابوبکرؓ نے ام قرفہ فزاریہ کو اس کے مرتد ہونے کی بنا پر مثلہ کی صورت میں قتل کیا۔ آپؓ نے اس کے دونوں پاؤں دو گھوڑوں کے ساتھ باندھے پھر ان کو دوڑایا اس طرح ان دونوں گھوڑوں نے اس کو پھاڑ دیا۔ لیکن کہا گیا ہے کہ اس سعید نے ابوبکرؓ کو نہیں پایا لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔ تلخیص الحبیر میں ہے کہ سیر میں ہے کہ حضور ﷺ نے ام قرفہ کو قریظہ کی جنگ میں قتل کیا اور یہ اس ام قرفہ کے علاوہ ہے۔

ﷺ قَتَلَ أُمَّ قِرْفَةَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ وَهِيَ غَيْرُ تِلْكَ اه۔

٤٢٩٧- اخبرنا الثوری عن یحیی بن سعید ان عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ أَمَرَ فِي أُمِّ وَلَدٍ تَنَصَّرَتْ أَنْ تُبَاعَ فِي أَرْضٍ ذَاتِ مُؤْنَةٍ عَلَيْهَا، وَلَا تُبَاعُ فِي أَهْلِ دِينِهَا، فَبِيعَتْ بدومة الجندل مِنْ غَيْرِ أَهْلِ دِينِهَا۔ رواہ عبدالرزاق فی "مصنفه" (زیلعی ۲:۱۵۸)۔ وهو مرسل صحیح ویحیی بن سعید عده ابن عیینة فی محدثی الحجاز الذین یجیئون بالحدیث علی وجهه، وابن المدینی فی اصحاب صحة الحدیث وثقاته، وابن عمار فی موازین اصحاب الحدیث. کما فی "التهذیب" (۱۱:۲۲۳)، فارساله کارسال ابن سیرین والحسن والنخعی۔

فائدہ: چونکہ یہ عورت صاحب رائے اور صاحب تبع تھی۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے اسے قتل کر دیا اور احناف کا بھی یہی مسلک ہے کہ اگر وہ عورت مرتدہ صاحب رائے ہو تو اسے قتل کیا جائے۔ کیونکہ اس عورت کے تیس بیٹے تھے اور وہ ان کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر ابھارتی تھی۔ دوسرا اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے سیاسۃً قتل کیا ہو۔ جیسا کہ آپؓ نے حضور ﷺ کی وفات پر ڈھول بجا کر خوشی کا اظہار کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم سیاسۃً دیا تھا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے مثلہ کر کے قتل کیا حالانکہ مثلہ بالاجماع ممنوع ہے۔ بہرحال آپ نے مابعد والوں کی عبرت کے لئے سیاسۃً اسے قتل کیا۔

الغرض مرتد عورت کے مطلقاً قتل کے جواز کے قائلین کے لئے اس حدیث سے استدلال کرنا ہی درست نہیں کیونکہ اس میں مثلہ کا ذکر ہے جس کے وہ خود قائل نہیں ہیں یعنی اگر اس حدیث سے وہ جواز قتل پر استدلال کریں تو انہیں جوازِ مثلہ کا بھی فتوی دینا چاہیے) البتہ اس تاویل پر استدلال ہو سکتا ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ یہ قتل سیاسۃً ہے۔ نیز یہ حدیث منقطع ہے اور امام شافعیؒ کے ہاں منقطع حدیث حجت نہیں۔ باقی رہا ابن عباسؓ کا یہ کہنا کہ تقتل المرتدہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرتے ہیں، جن احادیث میں قتل نہ کرنا مذکور ہے وہ عام مرتد عورت کے بارے میں ہے اور جس حدیث میں مرتد عورت کے قتل کرنے کا ذکر ہے وہ اس عورت پر محمول ہے جو صاحب رائے و تبع ہو جیسے ام قرفہ فزاریہ۔

۴۲۹۷۔ یحییٰ بن سعیدؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک ایسی ام ولد کے بارے میں جو عیسائی ہو گئی تھی (یعنی مرتد ہو گئی تھی) فرمایا کہ اسے ایسی جگہ بیچ دیا جائے جو اس کے لئے تکلیف دہ ہو اور اسے اس کے دین والوں میں نہ بیچا جائے پس اس ام ولد کو دومۃ الجندل یعنی اس کے غیر مذہب والوں میں بیچ دیا گیا (مصنف عبدالرزاق) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ اور یحییٰ بن سعید کا ارسال، ابن سیرین، حسن اور نخعی کے ارسال کی طرح معتبر ہے۔

باب لا يقتل الذمي اذا تحول من دين كفر الى دين كفر

قال الله تعالی: ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللهِ الْاِسْلَامُ﴾، فَالدِّيْنُ فِي الْحَقِيْقَةِ هُوَ الْإِسْلَامُ، وَمَا عَدَاهُ، فَهُوَ بِزَعْمِ الْمُدَّعِي (فتح الباری ١٢:٣٤)۔

٤٢٩٨- عن زيد بن اسلم ارسله: مَنْ غَيَّرَ دِيْنَهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ، "لمالك"، و قال فی "تفسيره": ومعنی قولِ رسولِ اللهِ ﷺ: مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ، مَنْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ اِلٰى غَيْرِهٖ لَا مَنْ خَرَجَ مِنْ دِيْنٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ اِلٰى غَيْرِهٖ كَمَنْ يَخْرُجُ مِنْ يَهُوْدِيَّةٍ اِلٰى نَصْرَانِيَّةٍ، اَوْ مَجُوْسِيَّةٍ، وَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يُسْتَتَبْ وَلَمْ يُقْتَلْ (جمع الفوائد ١:٢٨٣)۔ قلت: وتايد تفسيره بقوله تعالى: ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامُ﴾۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مرتد عورت کو قتل کرنا منع ہے۔اور ہدایہ میں جامع صغیر کے حوالے سے ہے کہ عورت کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی۔اور باندی کو اس کا مولا مجبور کرے جبکہ مولا اس سے خدمت لینے کا ضرورت مند ہو۔اور اگر ضرورت مند نہ ہو تو اسے بھی قید کرلیا جائے اور اسلام لانے پر مجبور کیا جائے۔اور ملک بدر کر کے ایسی جگہ بیچ دینا جہاں پر اس کے لئے تکالیف و مشقت ہو،اور پھر اس کے غیر مذہب والوں میں بیچنا بھی حبس وقید کے قائم مقام ہے۔الغرض یہ حدیث بھی ہمارے مذہب کی مؤید ہے کہ عورت کو مرتد ہونے کی وجہ سے قتل نہ کیا جائے۔

باب۔ اگر ذمی ایک کفریہ دین سے دوسرے کفریہ دین کی طرف منتقل ہو تو اسے قتل نہ کیا جائے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ کے ہاں دین تو صرف اسلام ہی ہے۔(القرآن) پس حقیقت میں دین اسلام ہی ہے اور جو اسلام کے ماسوا ہے (نصرانیت، یہودیت وغیرہ) وہ مدعی کے زعم میں دین ہے (حقیقت میں دین نہیں) (فتح الباری)

۴۲۹۸۔ زید بن اسلم مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ جو اپنے دین (اسلام) کو تبدیل کرے (اور کوئی اور دین اختیار کرے) تو اس کی گردن اڑادو۔امام مالکؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے فرمان من بدل دينه فاقتلوه (کہ جو شخص دین تبدیل کرے تو اس کو قتل کردو) کا مطلب یہ ہے کہ جو اسلام سے نکل کر کسی دوسرے دین میں چلا جائے۔اور وہ شخص مراد نہیں جو غیرِ اسلام سے نکل کر غیر اسلام میں داخل ہو جائے،مثلاً کوئی شخص یہودیت سے نکل کر عیسائیت میں چلا جائے یا مجوسیت اختیار کرلے۔(الغرض) جو ذمی بھی اس طرح کی حرکت کرے تو نہ تو اسے توبہ کی ترغیب دی جائے اور نہ ہی اسے قتل کیا جائے۔(جمع الفوائد) میں کہتا ہوں کہ ان کی تفسیر کی تائید اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ان الدين عندالله الاسلام﴾ سے بھی ہوتی ہے۔

٤٢٩٩- نا ابن جريج قال: حديث رفع الى على ﷺ فِيْ يَهُوْدِيٍّ تَزَنْدَقَ وَنَصْرَانِيٍّ تَزَنْدَقَ قَالَ: دَعُوْهُ يَحُوْلُ مِنْ دِيْنٍ اِلٰى دِيْنٍ- رواه عبدالرزاق (المحلى ١١:١٩٧ لابن حزم)- واعله بالانقطاع، وهو ليس بعلة عندنا اذا كان المرسل ثقة، ولا يظن بابن جريج انه حمله عن كذاب، ولا عن غير ثقة عنده، ولم يبين حاله قاله ابن القيم فى ''زاد المعاد'' (٢:٢٣٤)-

٤٣٠٠- وروى ابو يوسف فى ''الآثار'' له (١:١٧١) عن ابى حنيفة عن حماد عن سعيد بن جبير عن عمر بن الخطاب ﷺ انه قال: اَلْكُفْرُ كُلُّهُمْ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ لَا نَرِثُهُمْ وَلَا يَرِثُوْنَنَا- وهذا مرسل صحيح، فان مراسيل سعيد بن جبير رضيها يحيى بن سعيد كما مر

فائدہ: امام مالکؒ ابن حزمؒ جیسے ہزاروں علماء سے زیادہ احادیث کا معنی جانتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ **من بدل دینه فاقتلوه** کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اسلام چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرلے۔نہ یہ کہ کوئی یہودی (غیر مسلم) نصرانی وغیرہ بن جائے۔

۴۲۹۹۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ ایک حدیث حضرت علیؓ کی طرف مرفوع ہے کہ انہوں نے زندیق بن جانے والے یہودی اور نصرانی کے بارے میں فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کہ وہ ایک دین سے دوسرے دین کی طرف پھرتا رہے دو چھوڑ دو۔اسے عبدالرزاق نے روایت کیا ہے (محلّی ابن حزم)۔جب ارسال کرنے والا ثقہ ہوتو ہمارے ہاں انقطاع کوئی علت نہیں ہوا کرتی۔اور ابن جریج نے یقیناً ثقہ سے ہی اسے سنا ہوگا۔(نیز قرون فاضلہ میں انقطاع ہمارے ہاں علت ہی نہیں)۔

فائدہ: یہ حدیث محلِ نزاع میں قولِ فیصل ہے کہ اگر کوئی شخص یہودیت سے یا کسی اور غیر اسلام دین سے نکل کر کسی دوسرے کفریہ دین میں چلا جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔باقی ابن حزمؒ کا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کا قول حجت نہیں (جیسا کہ آج کل غیر مقلدین کا طرزِ عمل ہے) **كلمة حق اريد بها الباطل** کا مصداق ہے۔کیونکہ یہ اس وقت ہے کہ جب قولِ صحابیؓ قولِ رسول ﷺ کے مخالف ہو۔جبکہ ابن حزم کے پاس کوئی واضح نص حضور ﷺ سے نہیں جس میں اس بات کی صراحت ہو کہ اگر ذمی کسی دینِ کفر سے نکل کر دوسرے کفریہ دین میں چلا جائے تو اس کا قتل واجب ہے۔ **كلا لن يجد الى ذلك سبيلا**۔نیز **من بدل دينه فاقتلوه** بالاجماع اپنے عموم پر باقی نہیں بلکہ مخصوص منہ البعض ہے کیونکہ جو شخص دینِ کفر سے دینِ اسلام میں داخل ہو یا جو بالاکراہ دین اسلام سے دین کفر میں چلا جائے (باوجودیکہ تبدیل دین متحقق ہے) اس سے مستثنیٰ ہیں۔اور ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ آیتِ قرآنی سے صراحۃً یہ بات ثابت ہے کہ دین سے مراد اسلام ہی ہے تو اس سب کے باوجود قولِ علیؓ، قولِ نبی ﷺ کے لئے مفسر ہے نہ کہ مخالف۔**فيا اسفىٰ على راى ابن حزم**۔

۴۳۰۰۔ کتاب الآثار میں امام ابو یوسفؒ روایت فرماتے ہیں کہ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کفر تمام کا تمام ایک ہی ملت ہے نہ ہم ان کے وارث ہونگے اور نہ وہ ہمارے وارث ہونگے۔یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فی "المقدمة" عن "التدریب"۔

۴۳۰۱- عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ قال: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اِذَا خَلَفَ ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ اِذَا كَتِيْبَةٌ قَالَ: مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالُوْا: بَنُوْ قَيْنُقَاعَ وَهُوَ رَهْطُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: وَاَسْلَمُوْا؟ قَالُوْا: لَا ، بَلْ هُمْ عَلٰى دِيْنِهِمْ قَالَ: قُلْ لَّهُمْ ، فَلْيَرْجِعُوْا فَاِنَّا لَا نَسْتَعِيْنُ بِالْمُشْرِكِيْنَ، اخرجه الحاكم فی "المستدرك" (۱۲۲:۲)۔ وسكت عنه هو والذهبی ، وصححه البيهقی (نيل ۱۲۷:۷)۔

باب يقسم مال المرتد اذا قتل او مات او لحق بدار الحرب بين ورثته المسلمين اذا كان مما اكتسبه قبل الردة

۴۳۰۲- عن سماك بن حرب عن دثار بن يزيد عن عبيد بن الابرص اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: مِيْرَاثُ الْمُرْتَدِّ لِوَلَدِهٖ، رواه سفيان (المحلی ۱۹۷:۱۱ لابن حزم)، ولم يعله بشیء، ولو كان له علة لصاح بها، فهو حسن او صحيح، و قد تكلم فی هذا الاسناد فی

فائدہ: یہ حدیث مسئلہ متنازع فیہ میں نص صریح ہے لہٰذا ایک کفر سے نکل کر دوسرے کفر میں داخل ہونے والا من بدل دينه الخ کا مصداق نہیں۔

۴۳۰۱۔ ابوحمید الساعدیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نکلے یہاں تک کہ جب ثنية الوداع سے آگے نکلے تو لشکر کے ایک دستہ کو دیکھا اور فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بنوقینقاع کے لوگ ہیں جو کہ عبداللہ بن سلامؓ کی قوم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا وہ اسلام لے آئے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں بلکہ وہ اپنے دین پر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ لوٹ جاؤ اس لئے کہ ہم مشرکین سے مدد نہیں لیا کرتے۔ (مستدرک حاکم)۔ حاکم اور ذھبی نے اس پر سکوت کیا ہے اور بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔ (نیل)۔

فائدہ: دیکھیں حضور ﷺ نے یہود کو مشرکین کہا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کفر ایک ہی ملت ہے۔

باب اگر مرتد قتل کردیا جائے یا مرجائے یا دارالحرب میں چلا جائے تو اس کا مال اس کے مسلمان ورثاء کے درمیان تقسیم کیا جائے گا بشرطیکہ وہ مال مرتد ہونے سے قبل کمایا ہو

۴۳۰۲۔ عبید بن ابرص سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مرتد کی میراث اس کے بیٹے کے لئے ہے۔ (محلی) ابن حزم نے اس میں کوئی علت نہیں نکالی۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتد کا مال مسلمانوں کے لئے فئی نہیں بلکہ ورثاء کے لئے ہے اور یہی احناف کا مسلک

بعض المواضع من المحلی لاجل سماك، وانه يقبل التلقين، ولكن حديث القدماء عنه صحيح مستقيم، وهذا منه فان سفيان من قدماء اصحابه۔

٤٣٠٣- عن "الاعمش عن الشيباني قال: أُتِيَ عَلِيٌّ رضي الله عنه بِشَيْخٍ كَانَ نَصْرَانِيًا فَأَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: لَعَلَّكَ اِنَّمَا ارْتَدَدْتَ لِاَنْ تُصِيْبَ مِيْرَاثًا ثُمَّ تَرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ؟ قَالَ: لَا! قَالَ: فَلَعَلَّكَ خَطَبْتَ اِمْرَاَةً فَاَبَوْا اَنْ يُزَوِّجُوْكَهَا،فَاَرَدْتَ اَنْ تَزَوَّجَهَا، ثُمَّ تَعُوْدَ اِلَى الْاِسْلَامِ؟ قال: لَا! قال: فَارْجِعْ اِلَى الْاِسْلَامِ قَالَ: لَا حَتّٰى اَلْقَى الْمَسِيْحَ، فَاَمَرَ بِهٖ فَضُرِبَتْ عُنُقُهُ، فَدُفِعَ مِيْرَاثُهُ اِلٰى وَلَدِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَعَنِ ابن مسعود رضي الله عنه بمثله، رواه سفيان، كما في "المحلی" (١٩٧:١)، ولم يعله بشيء۔

٤٣٠٤- عن اسحاق بن راشد ان عمر بن عبدالعزيز كَتَبَ فِيْ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اُسِرَ فَتَنَصَّرَ اِذَا عَلِمَ ذٰلِكَ تَرِثُ مِنْهُ امْرَاَتُهٗ، وَتَعْتَدُّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ وَدُفِعَ مَالُهٗ اِلٰى وَرَثَتِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَا اَعْلَمُهٗ قَالَ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ وَارِثٌ عَلٰى دِيْنِهٖ فِيْ اَرْضٍ، فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ، رواه عبد

ہے۔اور ولد سے مراد وہ بیٹا ہے جو مرتد ہونے کے وقت تھا یا موت کے وقت ہے۔

۴۳۰۳۔ شیبانی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک ایسا بوڑھا لایا گیا جو عیسائی تھا پھر وہ مسلمان ہوا اور پھر اسلام سے مرتد ہو گیا۔تو حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا کہ "شاید تو اس لئے مرتد ہوا ہے تا کہ تو (اپنے نصرانی رشتہ داروں کی) میراث پا سکے" اس نے کہا نہیں۔آپؓ نے فرمایا کہ شاید تو نے کسی (کافر) عورت کو پیغامِ نکاح بھیجا ہوگا۔لیکن انہوں نے اس کا نکاح تجھ سے کرنے سے انکار کر دیا ہوگا۔پس تو نے اس بات کا ارادہ کیا ہوگا کہ تو اس سے نکاح کر کے پھر اسلام کی طرف لوٹ آئے گا۔اس نے کہا نہیں۔تب آپؓ نے فرمایا کہ اسلام کی طرف لوٹ آ۔اس نے کہا کہ میں نہیں لوٹوں گا یہاں تک کہ میں مسیح سے مل لوں (یعنی میں مسلمان نہیں ہوں گا) پس آپؓ نے اس کے بارے میں حکم دیا پس اس کی گردن اڑا دی گئی۔پھر اس کی میراث اس کی مسلمان اولاد کو دے دی گئی اور ابن مسعودؓ سے بھی اسی قسم کی حدیث مروی ہے۔(محلی ابن حزم) ابن حزم نے اس کی کوئی علت بیان نہیں کی (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مرتد کی میراث اس کے مسلمان ورثاء کے مابین تقسیم کی جائے گی۔

۴۳۰۴۔ اسحاق بن راشد سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک ایسے مسلمان قیدی کے بارے میں جو عیسائی ہو گیا تھا، لکھا جب آپ کو اس کا علم ہوا کہ اس کی بیوی اس کی وارث ہوگی۔اور وہ تین حیض عدت گذارے گی اور اس کا مال اس کے مسلمان

الرزاق، کما فی المحلی (۱:۱۹۷)- واسحاق بن راشد ثقة من السابعة (تقریب ص ۱۳)-

۴۳۰۵- حدثنا الاعمش عن ابی عمرو (هوالشیبانی) عن علی رضی الله عنه اَنَّهُ اُتِیَ بِمُسْتَوْرِدِ الْعَجَلِیِّ وَقَدِ ارْتَدَّ فَعَرَضَ عَلَيْهِ الْاِسْلَامَ فَاَبٰى فَقَتَلَهٗ وَجَعَلَ مِيْرَاثَهٗ بَيْنَ وَرَثَتِهِ الْمُسْلِمِيْنَ رواه الامام ابو یوسف فی "الخراج" له (ص ۲۱۶)، وهذا سند صحیح، وابو عمرو الشیبانی تابعی مخضرم مجمع علی ثقته (تهذیب ۳:۴۶۸)-

ورثاء کو دیا جائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آپ نے یہ اگلا استثناء فرمایا ہو" مگر یہ کہ دارالحرب میں کوئی اس کا ہم مذہب وارث ہو تو وہ اس (دارالحرب والی کمائی) کا زیادہ حقدار ہے"۔ (مصنف عبدالرزاق کمافی المحلی) اسحاق بن راشد ثقہ ہے۔

فائدہ: آخری جملہ الا ان یکون له وارث الخ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص دارالحرب میں مرتد ہو جائے اور وہاں وہ مال کمائے تو ردت کے بعد والی کمائی اس کے ہم مذہب کافر وارث کو دی جائے گی اور اس مطلب پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دارالاسلام میں قبل الردۃ حاصل ہونے والی کمائی اس کے مسلمان ورثاء کو دینے کا حکم فرمایا۔ لیکن یاد رکھیں دارالاسلام میں مرتد ہونے کے بعد حاصل ہونے والی کمائی بیت المال میں جمع کی جائے گی۔

۴۳۰۵۔ ابوعمرو شیبانی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس مستورد عجلی کو لایا گیا جو مرتد ہو گیا تھا۔ پس آپؓ نے اس پر اسلام پیش کیا لیکن اس نے (قبول کرنے سے) انکار کر دیا۔ پس آپؓ نے اسے قتل کر دیا اور اس کی میراث اس کے مسلمان ورثاء کو دلائی۔ (کتاب الخراج) یہ سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مرتد کی میراث اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔ البتہ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ جو اس نے حالتِ اسلام میں کمایا وہ مراد ہے اور جو مرتد ہونے کے بعد کمایا وہ بیت المال میں جمع کرا دیا جائے گا۔ لیکن صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ دارالاسلام میں مکمل کمائی خواہ قبل الردۃ ہو یا بعد الردۃ وہ مسلمان ورثاء کی ہو گی۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مرتد کی دارالاسلام میں قبل الردۃ حاصل ہونے والی کمائی اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔ ان احادیث کے علاوہ قرآن پاک کی آیت ان امرء هلک لیس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترک (النساء ۱۷۶) کہ اگر کوئی شخص ہلاک ہو جائے اور اس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس ہلاک ہونے والے کی میراث میں سے آدھی میراث اس بہن کی ہو گی۔ تو مرتد بھی جرم کا ارتکاب کر کے ہالک ہے۔ لہٰذا اس کی میراث بھی اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔ اور اسی طرح جب عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین مرا تو آپ ﷺ نے اس کی میراث اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم کر دی، اور وہ مرتد تھا کیونکہ مسلمان ہونے کے بعد اس نے کفر اختیار کیا اور اللہ نے اس کے کفر کی قرآن میں گواہی دی ہے، ارشاد ربانی ہے ﴿فلا تصل علی احد

٤٣٠٦- حدثنا اشعث عن عامر وعن الحكم فی المسلمةِ يَرْتَدُّ زَوْجُهَا، وَيَلْحَقُ بِأَرْضِ الْعَدُوِّ، فَإِنْ كَانَتْ بِمَّنْ تَحِيْضُ فَثَلَاثَةُ قُرُوْءٍ، وَإِنْ كَانَتْ بِمَّنْ لَا تَحِيْضُ فَثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ، وَإِنْ كَانَتْ حَامِلًا فَحِيْنَ تَضَعُ مَا فِيْ بَطْنِهَا ثُمَّ تَتَزَوَّجُ إِنْ شَاءَ تْ، وَيُقْسَمُ الْمِيْرَاثُ بَيْنَ وَرَثَتِهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، رواه الامام ابو يوسف ايضا، و سنده حسن۔

منهم مات ابدا ولا تقم على قبره، انهم كفروا بالله وبرسوله وماتوا وهم فاسقون﴾ اسی طرح حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت معاذؓ کا مرتد کی میراث کو اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم کرنا بھی احناف کے موقف کی تائید کرتا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

باقی امام شافعیؒ کی طرف سے یہ دلیل کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان، کافر کا وارث نہیں ہوتا تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس سے مراد مرتد نہیں بلکہ کافر اصلی ہے۔ ویسے بھی مرتد تمام احکام میں کافر کی طرح نہیں ہے مثلاً (۱) کافر سے صلح ہوسکتی ہے لیکن مرتد سے نہیں، (۲) کافر سے جزیہ لیا جاسکتا ہے لیکن مرتد سے نہیں۔ (۳) کافر کا قتل کرنا واجب نہیں لیکن مرتد کا قتل کرنا واجب ہے۔ اور اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان کو مرتد کا وارث بنانا یہ توریث المسلم من الکافر نہیں بلکہ یہ مسلمان کا مسلمان وارث بننا ہے۔ کیونکہ وہ مسلمان تھا اور اپنے مال کا مالک تھا لیکن جب وہ مرتد ہوا تو گویا کہ وہ ہلاک ہوگیا اور ہلاک ہوتے ہی (یعنی مرتد ہوتے ہی) اس کی ملک زائل ہوگئی۔ تو اس وقت وہ جس مال کا مالک تھا اس کے مسلمان ورثاء اسی مال کے وارث ہونگے اور یہ توریث المسلم من المسلم ہے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ امام طحاویؒ نے فریق مخالف کی اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ حضور ﷺ نے **لا یرث المسلم الکافر** میں کون سا کافر مراد لیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ کافر ہو جو دین و مذہب والا ہو اور ممکن ہے وہ کافر مراد ہو جس کا کوئی دین و مذہب نہ ہو۔ تو جب اس میں دونوں کا احتمال ہے تو اس میں سے کسی ایک معنیٰ کو لینا اور دوسرے کو چھوڑنا بغیر دلیل کے جائز نہیں۔ تو اس بارے میں ہمیں حضرت اسامہؓ کی وہ حدیث نظر آئی جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو مختلف دینوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بنتے۔ مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا۔ پس جب یہ تصریح حضور ﷺ سے آ گئی تو معلوم ہوا کہ **لا یرث المسلم الکافر** میں کافر سے مراد وہ کافر ہے جس کا کوئی دین و مذہب ہو اور جبکہ مرتد کا کوئی دین و مذہب نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے تو مرتدین ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کی میراث کا حکم مسلمانوں کی میراث کی طرح ہے یعنی ان کی میراث ان کے مسلمان وارث لیں گے۔

۴۳۰۶۔ ایسی مسلمان عورت کے بارے میں کہ جس کا خاوند مرتد ہوجائے اور دشمنوں کی زمین (دارالحرب) میں چلا جائے حکم اور عامر شعبیؒ نے فرمایا کہ اگر اسے حیض آتا ہے تو وہ تین حیض عدت بیٹھے اور اگر اسے حیض نہیں آتا تو وہ تین مہینے عدت بیٹھے اور اگر وہ حاملہ ہے تو وہ وضع حمل تک عدت بیٹھے پھر اگر چاہے تو نکاح کرلے۔ اور اس (کے خاوند) کی میراث اس کے مسلمان ورثاء کے درمیان تقسیم کردی جائے (کتاب الخراج ابو یوسف) اس کی سند حسن ہے۔

٤٣٠٧- حدثنا فهد ثنا محمد بن سعيد (هو الاصبهانی) اخبرنا محمد بن فضيل عن الوليد بن جميع عن القاسم بن عبدالرحمن عن عبدالله بن مسعودؓ انه قال: إِذَا مَاتَ الْمُرْتَدُّ وَرِثَهُ وَلَدُهُ- حدثنا علی بن زيد ثنا عبدة بن سليمان ثنا عبدالله بن المبارك اخبرنا شعبة عن الحكم بن عتيبة ان ابن مسعودؓ قال: مِيْرَاثُهُ لِوَرَثَتِهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، رواه الطحاوی فی "معانی الآثار" (۲:۱۵٦)- والسند الاول مرسل حسن، فان القاسم لم يسمع من عبدالله ومحمد بن فضيل والوليد فيهما مقال والسند الثانی حسن صحيح، وشيخ الطحاوی وثقه مسلمة بن قاسم (ص ۷٦)، والباقون لا يسال عنهم-

٤٣٠٨- حدثنا فهد ثنا ابو نعيم ثنا سفيان و حدثنا علی بن زيد (هو الفرائضی) ثنا عبدة اخبرنا ابن المبارك اخبرنا شعبة وسفيان عن موسی بن ابی كثير قال: سَأَلْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنِ الْمُرْتَدِّيْنَ فَقَالَ: نَرِثُهُمْ وَلَا يَرِثُوْنَنَا، رواه الطحاوی (۲:۱۵٦) ايضا، و سنده صحيح-

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتد کا دارالحرب میں چلے جانا اس کی موت کی طرح ہے۔ یعنی مرتد حکماً میت ہے البتہ تمام ہلاکت یا قتل سے ہوگا یا موت سے یا ایسی چیز سے جو اس کے دم کے لئے مبیح ہو اور وہ دارالحرب میں چلے جانا ہے۔ اسی وجہ سے تو اس کے تصرفات باطل یا موقوف ہوتے ہیں اور اس کا اپنا نکاح کرنا یا کسی اور کا نکاح کرنا درست نہیں ہوتا اور اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے تو حکمؒ اور شعبیؒ جیسے جلیل القدر تابعین نے دارالحرب میں چلے جانے والے مرتد کی میراث اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم فرمادی۔

۴۳۰۷۔ قاسم بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جب مرتد مرجائے تو اس کا وارث اس کا بیٹا ہوگا۔ اور حکم بن عتیبہ سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ مرتد کی میراث اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے۔ (طحاوی) پہلی سند مرسل حسن ہے۔ اور دوسری سند حسن صحیح ہے۔ (طحاوی) اسکی سند صحیح ہے۔

۴۳۰۸۔ موسیٰ بن ابی کثیر فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے مرتدین کی بابت پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ان کے وارث ہونگے اور وہ ہمارے وارث نہ ہونگے۔

فائدہ: سوال: اگر ہم ان کو اپنا وارث نہیں بناتے تو ہونا تو یہ چاہئے کہ ہم بھی ان کے وارث نہ بنیں۔

جواب: مرتد اپنے فعل کی وجہ سے میراث سے محروم ہوا اور اس کو اس کے غلط کام کی سزا دی جارہی ہے لیکن دوسرا (مسلمان) اس کی میراث سے محروم نہ ہوگا کیونکہ اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی اسے سزا دی جائے۔ جیسے قاتل (اپنے جرم کی وجہ سے) مقتول کا

۴۳۰۹- حدثنا ابو بشر الرقی ثنا معاذ بن معاذ عن الحسن فی الْمُرْتَدِ يَلْحَقُ بِدَار الْحَرْبِ قال: مَالُهُ بَيْنَ وَلَدِهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى كِتَابِ اللهِ۔ رواه الطحاوی (۲: ۱۵۶) وسنده صحيح، قال: وحدثنا علی بن زید ثنا عبدة اخبرنا ابن المبارك اخبرنا سعيد بن ابی عروبة عن قتادة عن الحسن مثله۔

باب لا يقبل من المرتدين الا الاسلام او السيف وسبی نسائهم وذراريهم اذا حاربوا

۴۳۱۰- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعا ﴿مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ﴾ رواه البخاری، و قد تقدم۔

وارث نہیں ہوتا۔ لیکن اگر مقتول سے قبل قاتل مرجائے اور پھر وہ مقتول بھی اسی قاتل کے کئے ہوئے زخم سے مرجائے تو مقتول اس قاتل کا وارث ہوتا ہے کیونکہ اس نے کوئی قصور نہیں کیا۔

۴۳۰۹۔ معاذ بن معاذ سے مروی ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے دارالحرب چلے جانے والے مرتد کی بابت فرمایا کہ اس کا مال اس کے مسلمان بیٹوں کے درمیان کتاب اللہ کے موافق تقسیم کیا جائے گا۔ (طحاوی) اس کی سند صحیح ہے۔ ایک اور سند سے بھی حسن بصریؒ سے اسی طرح مروی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کا دارالحرب میں چلے جانا موت کے حکم میں ہے اور یہی حنفیہ کا قول ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں احناف منفرد نہیں بلکہ اجلہ تابعین کا بھی یہی مسلک تھا۔

باب۔ مرتدین سے صرف اسلام یا تلوار قبول کی جائے گی اور ان کی عورتوں اور اولادوں کو قید کرلیا جائے گا جبکہ وہ (مرتدین) جنگ کریں

فائدہ: یعنی اگر کوئی مرتد ہوجائے تو اب اس کے لئے دو ہی صورتیں ہیں یا تو پھر دوبارہ اسلام لے آئے اور یا پھر قتل کردیا جائے۔ اس پر جزیہ لاگو کرنا یا اسے غلام بنانا جائز نہیں۔

۴۳۱۰۔ حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) جو شخص اپنے دینِ اسلام کو تبدیل کردے تو اسے قتل کردو۔ (بخاری)

٤٣١١- و في حديث لابي موسى ﷺ اَنَّهٗ قَدِمَ عَلَيْهِ مُعَاذٌ، وَاِذَا رَجُلٌ عِنْدَهٗ مُوْثَقٌ قال: مَا هٰذَا؟ قَالَ: كَانَ يَهُوْدِيًا، فَاَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ، قَالَ: لَا اَجْلِسُ حَتّٰى يُقْتَلَ قَضَاءُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (متفق عليه)- و في رواية لاحمد: قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اِنَّ مَنْ رَجَعَ عَنْ دِيْنِهٖ فَاقْتُلُوْهُ (نيل الاوطار٧:٩٨)-

٤٣١٢- واسند الواقدی فی "كتاب الردة" : ان خالد بن الوليد سَبٰى نِسَاءَ بَنِيْ حَنِيْفَةَ وَ ذَرَارِيَّهُمْ وَ كَانَتْ اُمُّ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ وَاُمُّ زَيْدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِنْ ذٰلِكَ السَّبْيِ، وهو المشهور فی كتب السير اَنَّ اَبَا بَكْرٍ قَتَلَ اَهْلَ الرِّدَّةِ، وَسَبٰى نِسَاءَ هُمْ، وَلَمْ يُقْتَلْنَ (الجوهر النقی ٢:١٧٣)، و قد تقدم ذلك كله فی باب لا تقتل المرتدة-

٤٣١١- ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث میں ہے کہ ان کے پاس حضرت معاذؓ تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان (ابوموسیٰؓ) کے پاس ایک آدمی بندھا ہوا ہے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ ابوموسیٰ نے فرمایا کہ یہ شخص یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اور پھر یہودی ہوگیا ہے۔ اس پر حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ میں نہیں بیٹھوں گا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے (بخاری و مسلم) اور احمد کی روایت میں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے دینِ اسلام سے پھر جائے تو اسے قتل کردو۔ (نیل الاوطار)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔ اور اس کو قیدی بنانا یا اس پر جزیہ نافذ کرنا اس کے زندہ رکھنے کو مستلزم ہے جو کہ ناجائز ہے کیونکہ اس سے نص صریح اور امر صریح کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اسی وجہ سے امام کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مرتدین سے صلح کرے۔ الا یہ کہ مسلمانوں کے پاس ان سے لڑنے کی طاقت نہ ہو تو اس صورت میں مرتدین سے صلح کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اور صاحب مؤلف موفق سے نقل کرتے ہیں کہ مرتد کے قتل پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ نیز ﴿قل للمخلفين من الاعراب ستدعون الى قوم اولى باس شديد تقاتلونهم او يسلمون﴾ (الفتح۔١٦) سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان سے لڑیں یا وہ مسلمان ہو جائیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں کیونکہ اس آیت میں اَوْ تنویع کے لئے ہے یا حصر کے لئے اور اس کی مؤید ابی بن کعب اور زید بن علی کی قراءت بھی ہے جس میں او یسلمو "نون" کے حذف کے ساتھ ہے یعنی او بمعنی الّا کے ہے یا الیٰ اَنْ کے ہے بہر دو صورت یہ جملہ حصر کا فائدہ دے رہا ہے۔

٤٣١٢- واقدی نے کتاب الردۃ میں مسنداً روایت کیا ہے کہ خالد بن ولیدؓ نے بنو حنیفہ کی عورتوں اور ان کی اولاد کو قید کیا۔ ام محمد بن حنفیہ اور ام زید بن عبداللہ بن عمر بھی ان قیدیوں میں سے تھیں۔ اور سیر کی کتابوں میں یہی مشہور ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین سے جنگ کی اور ان کی عورتوں کو قید کیا اور ان کی عورتوں کو قتل نہیں کیا گیا۔ (جوہر نقی) یہ تمام روایات باب **لا تقتل المرتده** میں گذر چکی ہیں۔

باب ينفسخ النكاح بارتداد احد الزوجين من ساعته سواء ارتد قبل الدخول بها او بعده

قال الله تعالى: ﴿فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ﴾ اِلى قَوْلِه: ﴿وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ الآية-

٤٣١٣- قال محمد: قال ابو حنيفة: اِذَا ارْتَدَّ الرَّجُلُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَامْرَاَتُهُ مُسْلِمَةٌ انْقَطَعَتْ عِصْمَةُ مَابَيْنَهُ وَمَا بَيْنَ الْمَرْاَةِ، فَاِنِ اسْتُتِيْبَ فَتَابَ فَاِنَّهُ لَا رَجْعَةَ لَهُ عَلَيْهَا، وَاِنِ ارْتَدَّتِ الْمَرْاَةُ اِلَى الْمَجُوْسِيَّةِ وَزَوْجُهَا مُسْلِمٌ انْقَطَعَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَ كَذٰلِكَ قَالَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ فِيْ هٰذَا كُلِّهِ مِثْلَ قَوْلِ ابى حنيفة وهو قول محمد (كتاب الحجج ص ٣٥٤)-

فائدہ: اس حدیث معلوم ہوا کہ مرتدین کی عورتوں کو اوران کی اولاد کو قید کرلیا جائے اوران کو قتل نہ کیا جائے۔مزید تفصیل پیچھے ''باب مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے'' میں گذرچکی ہے۔ملاحظہ فرمالیں۔

باب۔زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہونے سے اسی وقت نکاح ٹوٹ جاتا ہے خواہ صحبت سے قبل مرتد ہو یا بعد میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے: اے مسلمانو! تم ان عورتوں کو کفار کی طرف مت واپس کرو(کیونکہ)نہ تو وہ عورتیں ان (کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔اوران کافروں نے جو کچھ خرچ کیا وہ ان کو ادا کردو۔اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کر لینے میں کچھ گناہ نہ ہوگا۔جبکہ تم ان کے مہران کو دے دو۔اور (اے مسلمانو!) تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی نہ رکھو (یعنی جو تمہاری بیویاں دارالحرب میں کفر کی حالت میں رہ گئیں ان کا نکاح تم سے زائل ہوگیا (الممتحنة)۔

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب زوجین میں سے کوئی ایک مرتد ہوجائے تو اس کا نکاح ختم ہوجاتا ہے۔

۴۳۱۳۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جب مسلمان اسلام سے مرتد ہوجائے اوراس کی بیوی مسلمان ہو تو اس مرد اوراس کی عورت کے درمیان جو عصمت ہے وہ ختم ہوجاتی ہے۔پھر اگر اسے توبہ کی ترغیب دی جائے اور وہ توبہ کرلے تب بھی اسے اپنی بیوی پر رجوع کا حق نہیں رہتا۔اوراگر عورت (اسلام سے) مجوسیت (مثلاً) کی طرف مرتد ہوجائے اوراس کا خاوند مسلمان ہو تو ان دونوں کے مابین جو عصمت ہوتی ہے وہ ختم ہوجاتی ہے۔اس تمام مسئلہ میں اہل مدینہ نے بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول کی طرح کہا ہے اور یہی امام محمد کا قول ہے (کتاب الحج)۔

باب من انكر شيئا من شرائع الاسلام فقد ارتد عن الاسلام

٤٣١٤- عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عمرُ: يَا اَبَا بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ، وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ- قال ابوبكر: وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَاِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهِمْ قَالَ عُمَرُ: فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَاَيْتُ اَنْ قَدْ شَرَحَ

باب- جوشخص شعائر اسلام میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کرے وہ اسلام سے مرتد ہو جائے گا

۴۳۱۴- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے وفات پائی اور عرب کے جولوگ کافر ہونے تھے وہ کافر ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ! تم ان لوگوں سے کیونکر لڑو گے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم ہوا ہے یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پھر جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنی جان اور مال کو بچالیا مگر کسی حق کے بدلے (یعنی کسی گناہ کے بدلے جیسے زنا کرے وغیرہ) پھر اس کا حساب اللہ پر ہے۔ تو (جواب میں) ابوبکرؓ نے فرمایا قسم بخدا میں ضرور اس سے لڑونگا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا۔ اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ قسم بخدا! اگر وہ بکری کا ایک بچہ روکیں گے جو وہ حضور ﷺ کو دیا کرتے تھے تو اس کے نہ دینے پر میں ان سے ضرور لڑوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا قسم بخدا پھر میں نے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے لڑائی کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سینہ کھول دیا ہے۔ اور میں نے جان لیا کہ یہی (ابوبکر صدیقؓ کی رائے ہی) حق ہے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ حدیث مسئلہ زیر بحث میں نص صریح اور قاعدہ کلیہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ جو شخص بھی ضروریات دین میں کسی ایک کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے اور ضروریات دین سے مراد وہ ضروری عقائد ہیں جو نبی کریم ﷺ سے اتنے عظیم الشان اجماع سے پہنچے ہوں کہ سارے مسلمان پڑھے ہوئے، ان پڑھ ان کو عقائد جانتے ہو بلکہ کہتے ہوں کہ مسلمانوں کے لئے یہ ضروری عقائد ہیں۔ ان عقائد کو ضروریات دین کہا جاتا ہے۔ ان سب کو ماننا اسلام اور ایمان ہے اور کسی ایک کا انکار کرنا کفر ہے۔

تنبیہ: کفر کے لیے تمام ضروریاتِ دین کا انکار کرنا ضروری نہیں، البتہ مسلمان ہونے کے لیے تمام ضروریات دین کا ماننا ضروری ہے۔ جیسے تندرست ہونے کے لیے تمام بیماریوں سے پاک ہونا ضروری ہے لیکن بیمار ہونے کے لیے ایک بیماری کا ہونا بھی کافی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مرتدین چار قسم کے تھے (۱) ایک وہ قسم جنہوں نے دوبارہ سے بتوں کی عبادت شروع کردی۔ (۲) دوسرے وہ جنہوں نے مسیلمہ اور اسود عنسی کو نبی مان لیا۔ (۳) تیسرے وہ جنہوں نے زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کر دیا۔ اور یہ باطل تاویل کی

اللّٰہُ صَدْرَ اَبِی بَکْرٍ لِلْقِتَالِ۔ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ، رواہ البخاری و مسلم (فتح البخاری ١٢: ٢٤٦)۔

کہ زکوٰۃ حضور ﷺ کے زمانہ تک خاص تھی ﴿خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها و صل عليهم ان صلوتك سكن لهم﴾ (التوبہ۔١٠٣) کی وجہ سے۔ (۴) چوتھی وہ قسم تھی جنہوں نے زکوٰۃ کے وجوب کا انکار تو نہ کیا اور نہ ہی تاویل باطل کی لیکن مال پر حرص کی بنا پر زکواۃ دینے سے انکار کر دیا۔ البتہ وجوب زکوٰۃ کے منکرین کی جماعت کی تکثیر کا سبب بنے اور مسلمانوں سے لڑائی کی ٹھان لی اور لڑائی کی بنیاد رکھی۔

تو حضرت عمرؓ نے جس قسم کے متعلق حضرت ابوبکرؓ سے بحث کی وہ چوتھی قسم تھے۔ جیسا کہ مستدرک حاکم کی حدیث (صحیح علی شرط الشیخین) سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ سے تین چیزوں کے متعلق پوچھ لینا میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر تھا ایک یہ کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ دوسرا اس قوم کے بارے میں جو کہتی ہے کہ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے اموال میں زکوٰۃ ہے لیکن ہم آپ کو نہیں دیں گے۔ کیا ایسی قوم سے لڑنا جائز اور حلال ہے۔ تیسرا کلالہ سے متعلق۔ یہ حدیث اس بارے میں صریح نص ہے کہ حضرت عمرؓ کو تیسری قسم سے متعلق بھی تردد ہوا۔ لیکن اس وجہ سے نہیں کہ وہ وجوب زکوٰۃ کے منکرین کو کافر نہیں سمجھتے تھے بلکہ صرف اس لئے کہ یہ منکرین لوگ ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں اس لئے ان سے نرمی برتیں۔ اور ہمارے اس نظریہ کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جو خطیب نے مالک کی روایت میں ابن عمرؓ سے نقل کی ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ "جب حضور ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو عرب کے بہت سے لوگ مرتد ہو گئے اور ان میں نفاق سرایت کر گیا اور عجم نے مسلمانوں کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں اور حملہ کی تیاری کرنے لگے تب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انصار و مہاجرین کو جمع کیا اور کہا کہ یہ عرب کے لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے اور دین اسلام سے پھر گئے ہیں اور مرتد ہو گئے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ جس مرد کی وجہ سے مسلمانوں کی مدد کی جاتی تھی وہ مر چکا۔ تو صحابہؓ کافی دیر سر جھکائے بیٹھے رہے آخر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور یوں گویا ہوئے "قسم بخدا! اے خلیفۃ الرسول! میری رائے یہ ہے کہ ان (عرب کے) لوگوں سے نماز قبول کر لیجئے اور زکوٰۃ کو چھوڑ دیجئے کیونکہ یہ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ان کا جاہلیت کا زمانہ ابھی ابھی گذرا ہے۔ اب یا تو اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے کہ یہ خیر کی طرف لوٹ آئیں یا اللہ ہمیں قوت عطا فرمائے اور ہم ان سے جنگ کریں۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر مہاجرین صحابہؓ اور انصار صحابہؓ نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا جو حضرت عمرؓ کی رائے تھی۔ تب حضرت ابوبکرؓ منبر پر چڑھے اور ایسا بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا کہ اندھے بینا ہو گئے اور کان کھل گئے اور سوار چل پڑے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اگر وہ عرب کے لوگ مجھے ایک وہ رسی بھی نہیں دیں گے جو وہ حضور ﷺ کو دیا کرتے تھے تو بھی میں ان سے جہاد کروں گا۔ تب حضرت عمرؓ نے نعرۂ تکبیر لگاتے ہوئے فرمایا کہ یہی حق ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کا سینہ کھولدیا ہے"۔ دیکھئے یہ لوگ زکوٰۃ کے علاوہ ہر اسلامی حکم کو مانتے تھے، لیکن صرف ایک زکوٰۃ کے منکر تھے تو معلوم ہوا کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کے انکار سے کفر لازم آجاتا ہے۔ اور یہی اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ مسیلمہ کذاب بھی ضروریات دین میں سے صرف ایک کا انکار کرتا تھا اور وہ مسئلہ ختم نبوت کا تھا اور وہ بالاجماع کافر ٹھہرا۔ اور اوپر کی حدیث ابن عمرؓ سے یہ بھی

٤٣١٥- حدثنا فهد ثنا محمد بن سعيد الاصبهاني اخبرنا محمد بن فضيل عن عطاء بن السائب عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علی ﷺ قال: شَرِبَ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ الْخَمْرَ وَعَلَيْهِمْ يَوْمَئِذٍ يَزِيْدُ بنُ ابی سفیان وَقَالُوْا: هِيَ حَلَالٌ وَتَاوَّلُوْا ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا﴾ الآية، فَكَتَبَ فِيْهِمْ اِلٰى عُمَرَ، فَكَتَبَ عُمَرُ اَنِ ابْعَثْ بِهِمْ قَبْلَ اَنْ يُفْسِدُوْا مِنْ قِبَلِكَ، فَلَمَّا قَدِمُوْا عَلٰى عُمَرَ اسْتَشَارَ فِيْهِمُ النَّاسَ، فَقَالُوْا: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! نَرٰى اَنَّهُمْ قَدْ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وَشَرَعُوْا فِيْ دِيْنِهِمْ مَالَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ فَاضْرِبْ اَعْنَاقَهُمْ وَعَلِيٌّ سَاكِتٌ، فَقَالَ: مَا تَقُوْلُ يَااَبَاالحسن فِيْهِمْ؟ قَالَ: اَرٰى اَنْ تَسْتَتِيْبَهُمْ، فَاِنْ تَابُوْا ضَرَبْتَهُمْ ثَمَانِيْنَ لِشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ، وَاِنْ لَمْ يَتُوْبُوْا ضَرَبْتَ اَعْنَاقَهُمْ، فَاِنَّهُمْ قَدْ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ، وَشَرَعُوْا فِيْ دِيْنِهِمْ مَالَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ فَاسْتَتَابَهُمْ فَتَابُوْا، فَضَرَبَهُمْ ثَمَانِيْنَ، رواه الطحاوی فی "معانی الآثار" (٨٩:٢)، واللفظ له، و سنده حسن صحیح۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ بھی زکوٰۃ کے وجوب کے منکرین کو مرتد ہی سمجھتے تھے لیکن مسلمانوں کی قوت کے کمزور ہونے کی وجہ سے عرب وعجم سے جنگ کرنے کو درست نہ سمجھتے تھے۔ اور اس ساری بحث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ایک جماعت کسی فریضہ کے وجوب کا انکار نہ کرے لیکن اس کی ادائیگی نہ کرنے پر جمع ہو جائیں اور مسلمانوں سے اور خلیفہ سے جنگ کے لئے تیار ہو جائیں تو ان سے جنگ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

۴۳۱۵۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اہل شام کے کچھ لوگوں نے شراب پی لی اور (اس وقت) ان پر یزید بن ابی سفیان حاکم تھا۔ وہ (شراب پینے والے) کہنے لگے کہ شراب حلال ہے۔ اور یہ آیت تاویلاً پیش کرتے تھے ﴿لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحت جناح فیما طعموا﴾ الآیۃ (کہ ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں پر اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھائیں)۔ تب یزید نے ان کے بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا تو (جواب میں) حضرت عمرؓ نے لکھا کہ اس سے قبل کہ وہ آپ کے پاس فساد مچانے لگیں آپ ان کو میرے پاس بھیج دیں۔ پس جب وہ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو آپ نے ان کے بارے میں صحابہؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔ اور اپنے دین میں وہ بات ایجاد اور شامل کی ہے جس کا خدا نے حکم نہیں دیا۔ پس آپؓ ان کو قتل کر دیں اور (اس دوران) حضرت علیؓ خاموش تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابوالحسنؓ (حضرت علیؓ کی کنیت ہے) آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے توبہ لیں۔ پس اگر وہ توبہ کرلیں تو آپ ان کو اسی کوڑے ماریں ان کے شراب پینے کی وجہ سے۔ اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو آپ انہیں قتل کر دیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا ہے اور اپنے دین میں وہ چیز ایجاد کی ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔ تب حضرت عمرؓ نے ان سے توبہ

۴۳۱۶- عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي رواه مسلم في ختم النبوة (۲:۲۳)۔

۴۳۱۷- ولفظ البخاری (۱:۵۰۹): لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ۔ وهو من حديث ابی هريرة رضی اللہ عنہ عنده۔

کرائی پس انہوں نے توبہ کرلی اور حضرت عمرؓ نے ان کو اسی کوڑے مارے۔(شرح معانی الآثار طحاوی)۔اس کی سند حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دین میں حرام کردہ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو حلال سمجھنا کفر ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اور یہی احناف کا۔اور باقی رہا قدامہ بن مظعون کا قصہ کہ انہوں نے بھی تاویل میں یہی آیت پیش کی تھی شراب پینے کے بعد تو وضاحت کے لئے عرض ہے کہ انہوں نے شراب کو حلال سمجھ کر نہیں پیا تھا۔جب کہ شام کے ان لوگوں نے حلال سمجھ کر پیا تھا۔اور مستحلِ حرام کافر ہے۔اور قدامہ کا اس آیت کو پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ میں بھی اہل ایمان واعمال صالحہ ہوں۔لہٰذا یہ صفت ایمان واعمال صالحہ والا ہونا مجھے سزا سے بچاتی ہے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ جسطرح قطاع الطریق پر قدرت پانے سے قبل ان کی توبہ حد کو ساقط کرنیوالی ہے اسی طرح شراب پینے والے پر قدرت پانے سے قبل اس کی توبہ بھی حد کو ختم کرنے والی ہے۔لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ نے تاویل میں خطا کی ہے۔اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان شراب کی حرمت سے قبل شراب پی چکے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں۔ الغرض قدامہ شراب کو حلال سمجھنے والے نہ تھے جبکہ اہل شام شراب کو حلال سمجھنے والے تھے۔

اور اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضروریات دین میں کسی قسم کی تاویل بھی قبول نہ ہوگی اور تاویل کرنے والا کافر سمجھا جائیگا جبکہ اس کی تاویل سے حلال کا حرام ہونا یا حرام کا حلال ہونا لازم آرہا ہو۔اور اس پر صحابہؓ کا اجماع ہے۔جیسا کہ گذشتہ زکوٰۃ اور شراب کے واقعات سے معلوم ہوا۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس نے شرائع اسلام میں سے کسی ایک کا انکار کیا تو اس نے لا الہ الا اللہ کو باطل کردیا یعنی مرتد ہوگیا۔پس اگر وہ توبہ نہ کرے اور دوبارہ اسلام نہ لائے تو اسے قتل کردیا جائے۔اس لئے بعض متاخرین اور آج کل کے مصلحت پسندوں کا یہ کہنا باطل ہوگیا کہ ایسا شخص صرف اسی مسئلہ میں (جس کا انکار کرتا ہے) کافر ہے اور باقی مسائل اور عقائد میں مسلمان۔

۴۳۱۶۔ حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کذاب ہونگے۔وہ سب کے سب یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہیں۔حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔(مسلم)

۴۳۱۷۔ اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ (میری امت میں) تیس کے قریب دجال کذاب کھڑے کئے جائیں گے۔وہ سب کے سب یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔اور یہ حدیث ابوہریرۃؓ سے مروی ہے۔

٤٣١٨- عن ابی هريرةؓ ان رسول اللهﷺ قال: فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنبِيَاءِ بِسِتٍّ فَذَكَرَهَا وَ قَالَ: وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ، رواه مسلم فی الفضائل (ختم النبوة ٢:٢٣)۔

٤٣١٩- عن عبدالله بن الزبيرؓ قال: قال رسولُ اللهﷺ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابًا دَجَّالًا مِنْهُمْ مُسَيْلَمَةُ وَالْعَنَسِيُّ وَالْمُخْتَارُ۔ رواه ابو يعلى باسناد حسن (فتح البارى ٦:٤٥٤)۔

۴۳۱۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دوسرے انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔اور فرمایا کہ میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔اور مجھ پر نبیوں کو (یعنی نبوت کو) ختم کیا گیا ہے (مسلم)۔

۴۳۱۹۔ عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تیس دجال کذاب نکلیں گے۔ان ہی میں سے مسیلمہ، عنسی اور مختار ہیں۔اسے ابویعلی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہ نبوت کی نشانیوں میں سے ہے اور اس کا مصداق حضور ﷺ کے آخری زمانہ میں ظاہر ہوئے پس ان میں سے مسیلمہ یمامہ میں، اسود عنسی یمن میں ظاہر ہوا اور پھر خلافتِ ابوبکرؓ میں طلیحہ بن خویلد اور سجاح تمیمہ ظاہر ہوئے۔اور ابھی کچھ عرصہ قبل قادیان (ہند) میں خنثی مدعی نبوت غلام احمد قادیانی ظاہر ہوا۔جو کبھی مرد بنتا تھا اور کبھی عورت۔اس کے علاوہ مختار ثقفی اور حارث کذاب ہیں۔تیس مدعی نبوت سے مراد وہ ہیں جن کو کچھ شوکت حاصل ہوگی ورنہ تو مدعین نبوت کی تعداد لاتعد ولاتحصی ہے۔اور ان کا آخری دجالِ اکبر ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ظاہر ہوگا۔

بہر حال یہ بات تواتر سے معلوم ہے کہ مسیلمہ حضور ﷺ کی نبوت کا بھی منکر نہ تھا اور اسلام کے کسی حکم کا بھی منکر نہ تھا، صرف وہ ختم نبوت کا منکر تھا اس پر اسے مرتد کہا گیا۔ ملاعلی قاری کی شرح فقہ اکبر میں ہے کہ ہمارے نبی محمدﷺ کے بعد دعویٰ نبوت بالاجماع کفر ہے۔اور تفسیر روح المعانی میں محمود آلوسی بغدادی مفتی بغداد فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔پس اس کے خلاف کے مدعی کو اصرار پر قتل کیا جائے۔مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں کتاب ''ختم نبوت'' مصنفہ مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ۔

تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد محض دعویٰ نبوت بھی کفر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔

باب حد الساحر ضربة بالسيف و كذا من سب الله او الرسول او واحدا من الانبياء

٤٣٢٠- عن جندب رضی اللہ عنہ قال: قال رسولُ الله ﷺ: حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ- رواه الترمذی والدارقطنی، و ضعف الترمذی اسناده لاجل اسماعيل بن مسلم المکی، وقال:الصحيح عن جندب موقوف (نيل الاوطار ١:٨٤)- قلت: ولكنه حسن الحديث بالدرجة الثانية فقد قال ابو حاتم: اسماعيل ضعيف الحديث ليس بمتروك يكتب حديثه، وقال الانصاری: كان له رای وفتوی وبصر وحفظ للحديث، فكنت اكتب عنه لنباهته، كذا فی "التهذيب" (١:٣٣٣) قال الحاكم فی "المستدرك" (٤:٣٦٠): هذا حديث صحيح الاسناد، وان كان الشيخان تركا حديث اسماعيل بن مسلم، واقره عليه الذهبی، فقال: صحيح غريب اه-

باب- جادوگر کی حد تلوار کی ضرب ہے اسی طرح اس شخص کی حد بھی جو اللہ یا رسول ﷺ یا کسی نبی کو گالی دیتا ہے

۴۳۲۰- حضرت جندبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار سے قتل کردیا جائے (ترمذی، دارقطنی)- امام ترمذی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث جندب پر موقوف ہے- میں کہتا ہوں کہ اسماعیل حسن الحدیث ہے درجہ ثانیہ میں- اور حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور ذہبی نے بھی کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح غریب ہے-

فائدہ: درمختار میں ہے کہ جادو کے اعتقاد کی وجہ سے کافر سے توبہ بھی نہیں لی جائے گی بلکہ اسے فوراً قتل کردیا جائے گا- بشرطیکہ اس کا جادوگر ہونا ثابت ہوجائے اور کافر عورت جادوگر کا بھی اصح قول میں یہی حکم ہے-

فائدہ: سحر حرام ہے- اس میں کسی کا اختلاف نہیں- اور اسے مباح اور جائز سمجھنا کفر ہے- (شامی) اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ سحر ایک حقیقت ہے اور یہ اثر رکھتا ہے اور ساحر کو قتل کیا جائے گا اور حضرت عمرؓ، عثمانؓ، ابن عمرؓ، حفصہؓ، جندبؓ بن عبداللہ، جندب بن کعبؓ، قیس بن سعدؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے بھی مروی ہے کہ جادوگر کو قتل کیا جائے اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا ہے- نیز حضرت عمرؓ کا فرمان جو لوگوں میں مشہور ہوگیا وہ یہ تھا کہ جادوگر کو قتل کردو- اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا- لہٰذا اس پر گویا اجماع ہوگیا، اسی طرح جندب بن کعب نے بھی جادوگر کو قتل کیا نیز حضرت حفصہؓ نے بھی اپنی باندی کو قتل کردیا تھا جس نے آپؓ پر جادو کیا تھا- باقی رہا

٤٣٢١- عن بجالة بن عبدة قال: كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْاَحنف بن قيسٍ فَاَتٰى كِتَابُ عُمَرَ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِشَيْءٍ: اَنِ اقْتُلُوْا كُلَّ سَاحِرٍ وَسَاحِرَةٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِيْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوْسِ وَانْهَوْهُمْ عَنِ الزَّمْزَمَةِ، فَقَتَلْنَا ثَلَاثَ سَوَاحِرَ، وَجَعَلْنَا نُفَرِّقُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَحَرِيْمِهٖ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى، رواه احمد وابوداود والبيهقى و عبدالرزاق (نيل)-

٤٣٢٢- عن الحسن ان اَمِيْرًا مِنْ اُمَرَاءِ الْكُوْفَةِ دَعَا سَاحِرًا يَلْعَبُ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ، فَبَلَغَ جُنْدُبَ فَاَقْبَلَ بَسَيْفِهٖ وَاشْتَمَلَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَآهُ ضَرَبَهٗ بِسَيْفِهٖ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ، فَقَالَ: اَيُّهَاالنَّاسُ! لَنْ تَرَاعُوْا اِنَّمَا اَرَدْتُّ السَّاحِرَ، فَاَخَذَهُ الْاَمِيْرُ فَحَبَسَهٗ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ سلمانَ، فَقَالَ: بِئْسَ مَا صَنَعَا، لَمْ يَكُنْ يَنْبَغِيْ لِهٰذَا، وَهُوَ اِمَامٌ يُؤْتَمُّ بِهٖ يَدْعُوْ سَاحِرًا يَلْعَبُ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَا يَنْبَغِيْ لِهٰذَا اَنْ يُعَاتِبَ اَمِيْرَهٗ بِالسَّيْفِ- رواه الحاكم فى "المستدرك" (٣:٣٦١)- وسكت عنه هو والذهبى، ورجاله كلهم ثقات-

حضرت عائشہؓ کا اپنی جادوگر مدبرہ کو قتل نہ کرنا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس نے خود جادو نہ کیا ہو یا اس نے توبہ کر لی ہو۔ نیز صحابہؓ کی ایک کثیر تعداد حضرت عائشہؓ کے قول و فعل کے خلاف ہے۔

۴۳۲۱۔ بجالہ بن عبید فرماتے ہیں کہ میں احنف بن قیس کے چچا جزء بن معاویہ کا منشی تھا کہ جزء کی وفات سے کچھ عرصہ قبل حضرت عمرؓ کا خط آیا (جس میں لکھا تھا کہ) ہر جادوگر کو مار ڈالو۔ اور مجوسیوں کے محارم میں جدائی کر ڈالو۔ (کیونکہ وہ محارم میں شادی کر لیتے ہیں) اور ان کو گنگنانے سے منع کرو (کیونکہ مجوسیوں کی عادت تھی کہ وہ کھانے کے بعد گنگناتے تھے) (بجالہ فرماتے ہیں کہ) ہم نے تین جادوگروں کو قتل کیا اور جس مجوسی کے نکاح میں اس کی محرم عورت تھی ان میں تفریق کر دی۔ (احمد، ابوداؤد۔ بیہقی) اور عبدالرزاق نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ:</u> اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذمی ساحر کو بھی قتل کیا جائے۔ پس جن جادوگروں کو انہوں نے قتل کیا وہ اہل ذمہ تھے، نہ کہ مسلمان۔

۴۳۲۲۔ حسن سے مروی ہے کہ کوفہ کے امراء میں سے کسی امیر نے کسی جادوگر کو بلایا جو لوگوں کے سامنے کرتب دکھائے تو یہ بات جندبؓ تک پہنچ گئی تو وہ اپنی تلوار کے ساتھ متوجہ ہوا اور جادوگر (کو قتل کرنے) کا ارادہ کیا پس جب حضرت جندب نے اسے دیکھا تو اسے اپنی تلوار سے مار دیا۔ (یہ دیکھ کر) لوگ منتشر ہونے لگے تو جندب نے فرمایا لوگو! تم مت ڈرو، میں نے تو صرف جادوگر (کو قتل کرنے)

٤٣٢٣- عن محمد بن عبدالرحمن بن سعد بن زرارة أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ حَفْصَةَ رضي الله عنها زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَتَلَتْ جَارِيَةً سَحَرَتْهَا، وَكَانَتْ قَدْ دَبَّرَتْهَا، فَأَمَرَتْ بِهَا فَقُتِلَتْ۔ رواه مالك في "الموطا" (نيل ٧: ٨٥)۔

٤٣٢٤- عن ابن عمر رضي الله عنهما أَنَّ جَارِيَةً لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ سَحَرَتْهَا فَاعْتَرَفَتْ بِهِ عَلٰى نَفْسِهَا فَأَمَرَتْ حفصةُ عبدَالرَّحْمٰنِ بْنَ يزِيْدَ فَقَتَلَهَا، فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا عُثْمَانُ فَأَتَاهُ عبدُاللهِ فَقَالَ: إِنَّهَا سَحَرَتْهَا وَاعْتَرَفَتْ بِهِ، فَكَانَ عُثْمَانُ أَنْكَرَ عَلَيْهَا مَافَعَلَتْ دُوْنَ السُّلْطَانِ۔ رواه الطبراني من رواية اسماعيل بن عياش عن المدنيين، وهي ضعيفة، وبقية

کا ارادہ کیا تھا۔ پھر امیر نے جندب کو پکڑ کر قید کر دیا۔ پس جب یہ بات سلمان کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ دونوں (امیر اور جندب) نے برا کیا۔ اس (امیر) کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ کسی جادوگر کو بلائے جو لوگوں کے ساتھ تماشہ کرے حالانکہ وہ مقتدیٰ ہے۔ اور اس (جندب) کے لئے مناسب نہ تھا کہ وہ امیر سے تلوار کے ساتھ ناراضگی کا اظہار کرے۔ (مستدرک حاکم) حاکم اور ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: (۱) اس حدیث سے ساحر کا قتل کرنا صراحۃً معلوم ہوتا ہے اور وہ ساحر ذمی تھا، مسلمان نہیں۔ کما ھو المتبادر۔

فائدہ: (۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امیر اور امام کی اجازت کے بغیر ساحر کو قتل کرنا درست نہیں کیونکہ حضرت سلمان نے جندب کے اس فعلِ قتل پر انکار کیا۔ اسی طرح مولیٰ کا اپنے غلام کو کسی حد میں قتل کرنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ جب ام المؤمنین حضرت حفصہؓ اپنی ساحرہ باندی کو قتل کیا تو حضرت عثمانؓ نے اس پر نکیر کی اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ مغنی میں موفق فرماتے ہیں کہ مرتد کو قتل کرنے کا اختیار صرف امام کو ہے۔ خواہ وہ مرتد آزاد ہو یا غلام۔ اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے اور باقی رہا بعض لوگوں کا اقیموا الحدود علی ما ملکت ایمانکم سے استدلال کرنا اور یہ کہنا کہ مالک اپنے غلام اور باندی پر حدود قائم کرسکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے۔ اقیموا الحدود کا مطلب یہ ہے کہ امام اور قاضی کے پاس غلام کا معاملہ پیش کر کے اس پر حدود قائم کرو۔

۴۳۲۳۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ام المؤمنین حفصہ زوجہ نبی کریم ﷺ نے (اپنی) ایک باندی کو قتل کر دیا جس نے ان پر جادو کر دیا تھا۔ اور حالانکہ وہ اسے مدبرہ بھی بنا چکی تھیں۔ پس آپؓ نے اس کے بارے میں حکم دیا اور اس باندی کو قتل کر دیا گیا۔ (مؤطا مالک)۔

۴۳۲۴۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کی باندی نے حضرت حفصہؓ پر جادو کر دیا۔ جب اس نے جادو کا اپنے خلاف اعتراف کیا تو حضرت حفصہؓ نے عبدالرحمٰن بن یزید کو حکم دیا اور انہوں نے اس باندی کو قتل کر دیا۔ (جب یہ بات حضرت عثمانؓ کو

رجاله ثقات(مجمع الزوائد ٦: ٢٨٠)۔ قلت: قد وثقه بعض الائمة مطلقا، فالحديث حسن، وتايد بمرسل ابن زرارة عند مالك في "الموطا"۔

٤٣٢٥- واخرج الحاكم في المستدرك (٤: ٢٢٠) عن عائشة أَنَّهَالَمْ تَقْتُلْ جَارِيَتَهَا الَّتِىْ سَحَرَتْهَا، بَلْ بَاعَتْهَا مِنْ شَرِّ الْبُيُوْتِ ملكةً۔ صححه الحاكم، وسكت عنه الذهبی۔

٤٣٢٦- عن ابى برزة الاسلمى قال: اَغْلَظَ رَجُلٌ لِاَبِىْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ ﷛، فَقُلْتُ: يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ! اَلَا اَقْتُلُهٗ؟ فَقَالَ: لَيْسَ هٰذَا اِلَّا لِمَنْ شَتَمَ النَّبِىَّ ﷺ۔ رواه الحاكم في "المستدرك" (٣: ٣٨٨)، وسكت عنه هو والذهبى۔

٤٣٢٧- عن ابن عمر قال: أُتِىَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب بِرَجُلٍ سَبَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَتَلَهٗ ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَبَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَوْاَحَدًا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوْهُ۔ رواه ابوالحسن الاصبهانى فى اماليه، و سنده صحيح (كنز العمال ٦: ٢٩٤)۔ واخرجه حرب في "مسائله" عن ليث بن ابى

معلوم ہوئی) تو حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ پر اس امر پر اعتراض کیا اور نکیر کی۔ پس حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عثمانؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اس باندی نے حضرت حفصہؓ پر جادو کیا تھا اور اس نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے بادشاہ کی اجازت کے بغیر اور اس کے ورے حفصہؓ کے اس فعل پر نکیر کی اور اعتراض کیا (طبرانی) اسماعیل کے علاوہ باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ اسماعیل کو بعض ائمہ حدیث نے ثقہ کہا ہے۔ لہٰذا حدیث حسن ہے۔ نیز ابن زرارہ کی گذشتہ حدیثِ مرسل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

۴۳۲۵۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی اس باندی کو جس نے عائشہؓ پر جادو کیا تھا قتل نہیں کیا بلکہ اسے ملکیت کے اعتبار سے شدید ترین گھر میں بیچ دیا اسے حاکم نے متدرک میں ذکر کر کے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے۔

۴۳۲۶۔ ابو برزۃ اسلمی فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضرت ابوبکرؓ سے درشت کلامی کی (یعنی آپؓ سے بیہودہ کلامی کی اور آپ کی توہین کی) تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟ تو (جواب میں) آپ نے فرمایا: یہ سزا تو اس شخص کی ہے جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے۔ (متدرک حاکم) حاکم اور ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح ہے)۔

۴۳۲۷۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے حضور ﷺ کو گالی دی تھی تو آپؓ نے اسے قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو کوئی اللہ کے رسول ﷺ کو یا کسی نبی کو بھی گالی دے تو اسے قتل کر دو۔ اسے ابوالحسن اصبہانی نے امالی میں روایت

سليم عن مجاهد قال: أُتِيَ عُمَرُ بِرَجُلٍ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ، فَذَكَرَهُ (الصارم المسلول ص ١٩٥)۔

٤٣٢٨- قال ليث: وحدثني مجاهد عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أَيُّمَا مُسْلِمٍ سَبَّ اللهَ، أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَهِيَ رِدَّةٌ يُسْتَتَابُ مِنْهَا، فَإِنْ رَجَعَ، وَإِلَّا قُتِلَ- وَأَيُّمَا مُعَاهِدٍ عَانَدَ فَسَبَّ اللهَ أَوْ أَحَدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أَوْ جَهَرَ بِهِ فَقَدْ نَقَضَ الْعَهْدَ فَاقْتُلُوهُ- رواه حرب في مسائله (الصارم المسلول ص ٤١٨)، والمذكور من السند حسن۔

کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ اور حرب نے مسائل میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی تھی پھر اس حدیث بالا کو ذکر کیا ہے (الصارم المسلول)۔

۴۳۲۸۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس مسلمان نے بھی اللہ کو یا کسی نبی کو گالی دی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی۔ اور یہ ارتداد ہے۔ ایسے شخص سے اس ارتداد سے توبہ کرائی جائے۔ اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔ اور جس معاہد (ذمی) نے عناد و دشمنی کی اور مقابلہ کیا اور اللہ یا کسی نبی کو گالی دی یا اس کا کھلم کھلا اظہار کیا تو اس نے (اپنا) عہد توڑ دیا پس اسے قتل کردو۔ اسے حرب نے اپنے مسائل میں ذکر کیا ہے (الصارم المسلول) اس کی مذکورہ سند حسن ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کو یا کسی بھی نبی کو گالی دینے سے یا کسی بھی قسم کی توہین کرنے سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے پس اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا اور کتاب الخراج لابی یوسف میں یہ بھی ہے کہ اس کی بیوی اس سے بائنہ ہو جائے گی الخ۔ اس طرح اگر کوئی ذمی حضور ﷺ یا کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے۔

حیف صد حیف کہ پاکستان میں عیسائی یا دیگر غیر مسلم لوگ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور حکومتِ وقت ان پر حد قتل جاری کرنے کی بجائے توہینِ رسالت قانون کو ظالمانہ قانون قرار دلانے کی کوشش کرتی ہے۔ اور غیر مسلم حکومتیں بھی تسلیمہ نسرین اور سلمان رشدی جیسے مرتدوں کو پناہ دیتی ہیں۔ حالانکہ اسلامی قانون تمام انبیاء کے لئے یکساں ہے۔ یعنی جس طرح سید الرسل محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی سزا قتل ہے۔ اسی طرح کسی دوسرے نبی مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کرنے کی سزا بھی قتل ہے۔ اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ غلام احمد قادیانی لعین نے حضرت عیسیٰ پر ایسی زبان درازی کی کہ الامان والحفیظ اور ان کے متبعین اب تک کر رہے ہیں۔ لیکن اسلامی حکومت میں اسلامی قانون حرکت میں نہیں آتا۔

باب مايكون الرجل به مسلما يدرأ عنه القتل والسبى

٤٣٢٩- عن ابى هريرةؓ ان رسول اللهﷺ قال: أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّىْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ رواه مسلم (٣٧:١)۔ وهو فى الامهات عن جماعة من الصحابة (نيل ١٠٣:٧)۔

٤٣٣٠- عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِﷺ :اُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَيُقِيْمُوْاالصَّلَاةَ، وَيُؤْتُواالزَّكَاةَ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَاءَ هُمْ، اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى۔ اخرجه الشيخان (نيل الاوطار ١٠٤:٧)۔ و فى لفظ عند مسلم (٣٧:١): حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيُؤْمِنُوْا بِىْ، وَبِمَا جِئْتُ بِهِ الْحَدِيْث۔

٤٣٣١- عن انسؓ ان رسولَ اللهﷺ قال: اُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا اِلٰهَ

باب۔ وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعے ایک انسان مسلمان ہو جاتا ہے اور قتل وقید اس سے ہٹا دیے جاتے ہیں

۴۳۲۹۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پس جس نے لا الہ الا اللہ کہا تو اس نے مجھ سے اپنے مال اور اپنی جان کو بچالیا۔ مگر کسی حق کے بدلے میں (مثلاً شادی شدہ ہو کر زنا کرے یا کسی کو قتل کرے یا مرتد ہو جائے تو پھر اس کی جان محفوظ نہ رہے گی بلکہ اسے حد اور قصاص میں قتل کیا جائے گا یا زنا کی صورت میں سنگسار کیا جائے گا) پھر اس کا حساب اللہ پر ہے۔ (مسلم)۔ یہ حدیث جماعت صحابہ سے مروی ہے (نیل الاوطار)۔

۴۳۳۰۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اس بات کی کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ پس جب وہ یہ کام کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خونوں کو محفوظ کرلیا۔ مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہاں تک کہ وہ مجھ پر (یعنی میری رسالت پر) ایمان لے آئیں اور ہر اس حکم پر جو میں لایا ہوں (الحدیث)۔

۴۳۳۱۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں

اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِذَاشَهِدُوْااَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا وَاَكَلُوْا ذَبِيْحَتَنَا وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاءُ هُمْ وَاَمْوَالُهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا۔ اخرجه البخاری والترمذی وابوداود والنسائی، ولفظ البخاری: مَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَصَلّٰى صَلَاتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَهُوَ الْمُسْلِمُ لَهٗ مَا لِلْمُسْلِمِ وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ۔ (نیل الاوطار ٧:٤:١٠٤)۔

الف۔٤٣٣٢– عن سعيد بن المسيب عن ابيه قَالَ: لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبِ الْوَفَاةُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا عَمِّ! قُلْ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَاللّٰهِ الْحَدِيْثِ۔ رواه مسلم (المحلی ٧:٣١٦)۔

ب۔٤٣٣٢– عن اسامة بن زيد رضی اللہ عنہ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَرِيَّةٍ، فذكر الحديث وفيه: وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشَّيْنَاهُ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ عَنْهُ

تک کہ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کہیں۔ پس جب انہوں نے اس بات کی گواہی دے دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرلیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھالیا اور ہماری طرح نماز پڑھ لی تو ان کے خون اور مال ہم پر حرام ہیں۔ مگر اسلام کے حق کے ساتھ (بخاری، ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اور بخاری میں یہ لفظ بھی ہیں کہ جس نے اس بات کی گواہی دے دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرلیا (نماز میں) اور ہماری طرح نماز پڑھ لی اور ہمارا ذبیحہ کھالیا تو وہ مسلمان ہے۔ اس کے لئے وہی مراعات ہیں جو ہر مسلمان کے لئے ہوتی ہیں اور اس پر وہی ذمہ داریاں ہیں جو ہر مسلمان پر ہوتی ہیں (نیل الاوطار)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی اسلام کا اظہار فعل سے بھی ہوتا ہے مثلاً باجماعت نماز پڑھ لی یا کسی مسجد میں اذان دے دی یا حج کرلیا۔ البتہ اکیلے نماز پڑھنے کا اعتبار نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ اس نے کس مذہب پر نماز پڑھی ہے۔

(الف)۔٤٣٣٢۔ سعید بن مسیبؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہو یعنی یہ کلمہ پڑھ لو، میں (قیامت کے دن) اللہ کے ہاں آپ کے لئے اس کلمہ کی (یعنی ایمان کی) گواہی دوں گا۔ مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔ (محلی ابن حزم)

(ب)۔٤٣٣٢۔ اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ ہمیں حضور ﷺ نے ایک مہم میں بھیجا پھر اسامہ نے حدیث بیان کی جس میں یہ بھی تھا کہ میں نے اور ایک انصاری نے مل کر ان جہینہ میں سے ایک آدمی کو پکڑا پس جب ہم نے اسے گھیرا تو اس نے لا الہ الا اللہ کہا۔

اَلْاَنصَارِیُّ وَطَعَنْتُهٗ فَقَتَلْتُهٗ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لِیْ: یَا اُسَامَةُ! اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَا قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّمَا کَانَ مُتَعَوِّذًا فَقَالَ: اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَا قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُهٗ- اَلْحَدِیْث، رواہ مسلم (المحلی ٣١٦:٧)-

٤٣٣٣- عن انس رضی اللہ عنہ اَنَّ یَهُوْدِیًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، ثُمَّ مَاتَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِکُمْ- رواہ احمد فی روایة مهنأ محتجابه- و فی "مجمع الزوائد": اخرجه ابو یعلی باسناد رجاله رجال الصحیح، (نیل الاوطار ١٠٣:٧)-

اس پر انصاری اس سے ہٹ گیا اور اسے مارنے سے رک گیا۔ لیکن میں نے اسے نیزہ مارا اور اسے قتل کر دیا (جب ہم لوٹ کر آئے) تو یہ خبر حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے اسامہ! کیا تو نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد مار ڈالا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے اپنے تئیں بچانے کے لئے یہ کہا تھا۔ آپ ﷺ نے (دوبارہ) فرمایا کہ کیا تو نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر ڈالا۔ پس آپ ﷺ بار بار یہی کہتے رہے۔ (الحدیث) (مسلم)۔

٤٣٣٣۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضور ﷺ سے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ یہودی مرگیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھو۔ اسے امام مجتہد امام احمد نے روایت کر کے اس سے حجت پکڑی ہے۔ (لہٰذا یہ اس کی صحت کی دلیل ہے)۔ اور مجمع الزوائد میں ہے کہ ابو یعلی نے اسکی ایسی سند کے ساتھ تخریج کی ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہنے سے انسان قتل سے (اور قید کئے جانے سے) محفوظ ہو جاتا ہے۔ لیکن محض یہ الفاظ کہنے سے وہ مسلمان نہیں ہوتا بلکہ اس کا امتحان لیا جائے گا۔ پھر اگر وہ دوسرے ضروریات دین مثلاً رسالت کا اقرار کرے اور دیگر احکام اسلام (مثلاً نماز روزہ وغیرہ) کا التزام کرے تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم کیا جائے گا۔ اور سیر کبیر میں ہے کہ اگر کافر اپنے اعتقاد کے خلاف کسی چیز کا اظہار کرے تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ مثلاً اگر وہ بت پرست ہے تو لا الہ الا اللہ کہنے سے ہی وہ مسلمان ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ توحید کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ﴿انهم کانوا اذا قیل لهم لا اله الا الله یستکبرون﴾ (الصافات) تو یہ کلمہ ہی ان کے ایمان کی علامت ہے۔ اور اگر یہودی لا الہ الا اللہ کہے تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ محمد رسول اللہ کی رسالت کے اقرار پر ہی ان کے مسلمان ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ جیسا کہ حضور ﷺ ایک یہودی کی عیادت کے لئے گئے تو اس نے آپ کی رسالت کا اقرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری وجہ سے ایک انسان کو جہنم سے خلاصی دی۔ الغرض اگر کوئی مسلمان کسی مشرک کو قتل کرنے لگے اور وہ لا الہ الا اللہ کہہ دے تو اسے قتل نہ کیا جائے

۴۳۳۴- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰی بَنِیْ خُذَيْمَةَ، فَدَعَاهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوْا اَنْ يَقُوْلُوْا: اَسْلَمْنَا فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ: صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ وَيَأْسِرُ حَتّٰی قَدِمْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ: فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ۔ رواہ احمد والبخاری (نیل ۱۰۳:۷)۔

۴۳۳۵- عن عقبة بن مالك الليثی ؓ قال: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سَرِيَّةً فَاَغَارُوْا عَلٰی قَوْمٍ فَشَذَّ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَاتَّبَعَهٗ رَجُلٌ مِنَ السَّرِيَّةِ، وَمَعَهُ السَّيْفُ شَاهِرَةٌ فَقَالَ الشَّاذُّ مِنَ الْقَوْمِ اِنِّیْ مُسْلِمٌ فَلَمْ يَنْظُرْ فِيْمَا قَالَ فَضَرَبَهٗ فَقَتَلَهٗ، فَنُمِیَ الْحَدِيْثُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ فِيْهِ قَوْلًا شَدِيْدًا بَلَغَ الْقَاتِلَ فَقَالَ: وَاللّٰہِ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا قَالَ الَّذِیْ قَالَ: اِلَّا تَعَوُّذًا مِنَ الْقَتْلِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِیُّ ﷺ ثَلَاثًا، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِ تَعْرِفُ الْمَسَاءَةُ فِیْ وَجْهِهٖ، وَقَالَ: اِنَّ اللّٰہَ اَبٰی عَلَیَّ فِيْمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا ثَلَاثًا۔ رواہ الطبرانی فی "الکبیر"، واحمد وابو یعلی الا انہ قال عقبة بن خالد و رجاله

کیونکہ یہ جملہ اس کے ایمان کی دلیل وعلامت ہے۔

۴۳۳۴۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خالد بن ولیدؓ کو بنی خذیمہ کی طرف بھیجا۔ خالد بن ولید نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن انہیں اَسْلَمْنَا (ہم اسلام لائے) کہنا نہیں آتا تھا اس لئے وہ (اسلمنا کی بجائے) صبانا صبانا (ہم بے دین ہوگئے ہم بے دین ہوگئے) کہنے لگے۔ پس حضرت خالد بن ولید نے انہیں قتل کرنا اور قید کرنا شروع کر دیا۔ آخر ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (تو آپ ﷺ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا گیا) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں خالد کے اس فعل سے براءت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ دو مرتبہ دہرایا۔ (احمد، بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر لفظ کنایہ بول کر اسلام کی نیت کرلے تو وہ معتبر ہے اور اس کا حکم صریح لفظ اسلام والا ہے۔ منتقی لابن تیمیہ میں لکھا ہے کہ کافر جب دوران جنگ ایسا لفظ بولے جس سے اسلام کا وہم ہو تب بھی اسے قتل نہ کرنا واجب ہے۔ اور یہی اصول فقہاء نے بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن یاد رکھیں اس طرح قتل کرنے پر قصاص نہیں کیونکہ انہوں نے کافر سمجھ کر قتل کیا ہے۔ لہٰذا یہ قتل عمد نہیں۔

۴۳۳۵۔ عقبہ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دستہ روانہ کیا پس انہوں نے ایک قوم پر لوٹ ڈالی اور حملہ کیا تو اس قوم میں سے ایک آدمی بھاگ کھڑا ہوا۔ پس دستہ میں سے ایک آدمی نے اس کا تعاقب کیا اور اس (مسلمان) کے پاس سونتی ہوئی تلوار تھی۔ قوم کے بھاگنے والے شخص نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ لیکن اس (تعاقب کرنے والے مسلمان) نے اس کی بات پر توجہ نہ دی۔ پس

ثقات کلهم- (مجمع الزوائد ١٠:١)،هو مختصر-

باب هل یقبل اسلام الصبی العاقل؟ وهل یعتبر ارتداده فیجبر علی الاسلام ولا یقتل؟

٤٣٣٦- عن عروة قال: أَسْلَمَ عَلِيٌّ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِي سِنِيْنَ- اخرجه البخاری فی "تاریخه"، واخرج ایضا عن جعفر بن محمد عن ابیه قال: قُتِلَ عَلِيٌّ ﷺ، وَهُوَ ابْنُ ثَمَانٍ وَخَمْسِيْنَ (المنتقی مع النیل ١٠٨:٧)-

اسے تلوار ماری اور اسے قتل کر ڈالا۔ پھر یہ بات حضور ﷺ تک پہنچائی گئی تو آپ ﷺ نے اس بارے میں ایسی سخت بات فرمائی جو قاتل تک پہنچ گئی تو اس قاتل نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! قسم بخدا کہ اس نے جو کچھ کہا محض قتل سے بچنے کے لئے کہا۔ پس حضور ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا اور تین مرتبہ اس نے یہ بات دہرائی آپ ﷺ نے تینوں مرتبہ اس سے منہ پھیر لیا۔ تب آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے کہ ناراضگی آپ ﷺ کے چہرے سے معلوم ہو رہی تھی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے مجھ پر ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے اس شخص کے بارے میں جو کسی مسلمان کو قتل کرے۔ یہ جملہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ اسے طبرانی نے کبیر میں اور احمد اور ابویعلی نے روایت فرمایا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

باب۔ کیا عقل مند بچے کا اسلام لانا اور اس کا مرتد ہونا معتبر ہے، پھر کیا اسے اسلام پر مجبور کیا جائے گا اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا؟

٤٣٣٦۔ عروۃ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب اسلام لائے تو وہ آٹھ سال کے تھے۔ (تاریخ بخاری) اور بخاری ہی جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد محمد نے فرمایا کہ حضرت علیؓ قتل کئے گئے تو وہ اٹھاون سال کے تھے۔ (المنتقی مع النیل)۔

فائدہ: احناف کے ہاں کسی عقلمند بچے کا اسلام قبول کرنا معتبر ہے (ہدایہ) اور مذکورہ بالا حدیث احناف کے لئے مؤید ہے کہ حضرت علیؓ بچپن میں اسلام لائے اور حضور ﷺ نے ان کے اسلام کو صحیح اور معتبر قرار دیا۔ اور یہ قطعاً ثابت نہیں کہ بالغ ہونے کے بعد حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو تجدید اسلام کا حکم فرمایا ہو (ھاتوا برھانکم) اور حضرت علیؓ کا اس بات پر فخر کرنا کہ وہ پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں مشہور ہے اور یہ فخر اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ جب ان کے بچپن کے اسلام کو معتبر مانا جائے۔ اسی طرح عروۃ فرماتے ہیں کہ زبیرؓ بھی آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے۔

٤٣٣٧- عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَفَعَ الرَّايَةَ إِلَى عَلِيٍّ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ ابْنُ عِشْرِيْنَ سَنَةً، اخرجه الحاكم في "المستدرك" (١١١:٣)، وصححه على شرطهما، واقره عليه الذهبي، وقال: هٰذَا نَصٌّ فِيْ أَنَّهُ أَسْلَمَ، وَلَهُ أَقَلُّ مِنْ عَشْرَ سِنِيْنَ، بَلْ نَصٌّ فِيْ أَنَّهُ أَسْلَمَ، وَهُوَ ابْنُ سَبْعٍ أَوْ ثَمَانٍ، وهو قول عروة۔

٤٣٣٨- عن ابن عمر رضي الله عنهما ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اِنْطَلَقَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِهِ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتّٰى وَجَدَهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، وَقَدْ قَارَبَ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِابْنِ صَيَّادٍ: أَتَشْهَدُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ الْأُمِّيِّيْنَ الْحَدِيْثَ، متفق عليه۔ ورواه ابوداود والترمذي، و مالك في "الموطا" (نيل الاوطار ١٠٨:٧)۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بچے کا اسلام لانا معتبر نہیں اور وہ دلیل دیتے ہیں کہ رفع القلم عن ثلاث عن الصبی حتی یبلغ یعنی تین شخصوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے اور ان میں سے ایک بچہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا ہے اور اسلام کوان کے خلاف نہیں بلکہ اس کے حق میں لکھا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلام لانا اس حدیث میں داخل ہی نہیں۔

۴۳۳۷۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن حضور ﷺ نے جھنڈا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دیا جبکہ وہ بیس سال کے تھے (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔ اور ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر نص ہے کہ وہ دس سال سے کم کی عمر میں اسلام لائے تھے بلکہ اس پر نص ہے کہ وہ سات یا آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔ اور یہی عروۃ کا قول ہے۔

۴۳۳۸۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ حضور ﷺ کے ساتھ کچھ صحابہ کی معیت میں ابن صیاد کی طرف گئے۔ پس آپ ﷺ نے اس کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے پایا۔ ابن صیاد قریب البلوغ تھا (یعنی وہ بالغ نہیں ہوا تھا) اور اسے آپ ﷺ کے آنے کی خبر ہوئی یہاں تک رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کی کمر پر مارا۔ پھر حضور ﷺ نے ابن صیاد سے فرمایا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پس ابن صیاد نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں (بخاری، مسلم، ترمذی، مؤطا مالک)۔

فائدہ: ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ حضور ﷺ نے ابن صیاد کو اسلام کی دعوت دی جبکہ وہ بچہ تھا۔ (منتقی)

٤٣٣٩- عن جابرؓ قال: قال رسول اللهﷺ: كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ حَتّٰى يُعْرِبَ عَنْهُ لِسَانُهُ، فَإِذَا أَعْرَبَ عَنْهُ لِسَانُهُ، فَإِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُوْرًا۔ رواه احمد، واصله فی "الصحیحین" (نیل ٧:١٠٨)۔

٤٣٤٠- عن انسؓ قال: كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدِمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيْهِ، وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ: أَطِعْ أَبَاالْقَاسِمِ فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْقَذَهُ بِيْ مِنَ النَّارِ۔ رواه البخاری (زیلعی ٢:٥٩)۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ بچے کا اسلام قبول کرنا معتبر ہے ورنہ اسلام کی دعوت دینا فضول ہے اور فضول کام حضور ﷺ کی شان کے خلاف ہے۔

٤٣٣٩۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ یہاں تک اس کی زبان اس کی طرف سے اظہار و بیان کرتی ہے۔ پس جب اس کی طرف سے اظہار کرتی ہے تو وہ یا تو شکر کرنے والا (مسلمان) ہوتا ہے یا ناشکری کرنے والا (کافر) (احمد، اس کی اصل بخاری و مسلم میں ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک بچہ غیر ممیز ہو یعنی اسے غلط صحیح کا شعور نہ ہو یعنی اسے یہ نہ معلوم ہو کہ اسلام نجات کا ذریعہ ہے اور کفر تباہی کا تو اسے احکام آخرت کی بابت مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ البتہ جب وہ تمیز کرنے لگے تو اس کی زبان جس مذہب کا اظہار کرے تو اسی کا حکم لگایا جائے گا۔

فائدہ: درمختار میں ہے کہ سات آٹھ سال کا بچہ عاقل ہوتا ہے۔

٤٣٤٠۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی بچہ حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ بیمار ہوا تو حضور ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ آپ ﷺ اس کے سرہانے بیٹھ گئے، اور اس سے فرمایا کہ تو مسلمان ہو جا۔ پس اس بچہ نے اپنے باپ (جو یہودی تھا) کی طرف دیکھا جو وہیں موجود تھا۔ اس (باپ) نے کہا کہ ابوالقاسم محمد ﷺ کی اطاعت کر۔ پس وہ بچہ مسلمان ہو گیا۔ پھر جب حضور ﷺ (اس کے پاس سے) نکلے تو آپ ﷺ فرما رہے تھے "شکر ہے اللہ (بزرگ و برتر) کا جس نے میرے ذریعے سے اس کو آگ سے بچا لیا"۔ (بخاری)۔

فائدہ: الغرض ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بچہ جب عقلمند ہو۔ غلط صحیح کی تمیز رکھتا ہو تو اس کا اسلام لانا معتبر ہے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

باب لا يعتبر ارتداد الصبي غير العاقل والمجنون والسكران والمكره

٤٣٤١- عن عائشة رضي الله عنها مرفوعًا: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ عَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَبْلُغَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيْقَ- رواه احمد وابوداود والنسائي وابن ماجة والحاكم وابن حبان- ورواه ابو داود والنسائي واحمد والدارقطني والحاكم وابن حبان وابن خزيمة من طرق عن علي ﷺ (التلخيص الحبير ١: ٦٨)-

و قال العزيزي بعد ما رواه بلفظ "وَعَنِ الْمُبْتَلٰى حَتّٰى يَبْرَأَ وَ عَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَكْبُرَ" في حديث عائشة: قال الشيخ: حديث صحيح، وبلفظ " عَنِ الْمَجْنُوْنِ الْمَغْلُوْبِ عَلٰى عَقْلِهٖ، وَ عَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ" في حديث علي و قال: بطرق عديدة يقوي بعضها بعضًا اه-

٤٣٤٢- عن ثوبان ﷺ مرفوعًا رُفِعَ عَنْ أُمَّتِيَ الْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ، وَمَااسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ- رواه الطبراني، و قال الشيخ: حديث صحيح (العزيزي ٢: ٢٢٠)-

باب- غیر عاقل بچے، مجنون، بے ہوش اور مجبور کا مرتد ہونا معتبر نہیں

۴۳۴۱- حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ تین شخصوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔ بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو۔ سونے والے سے یہاں تک کہ وہ جاگ جائے۔ اور مجنون سے یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو جائے (احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان) اور ابوداؤد، نسائی، احمد، دارقطنی، حاکم، ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اسے متعدد طرق سے حضرت علیؓ سے بھی روایت کیا ہے۔ (تلخیص حبیر)

حضرت عائشہؓ کی حدیث روایت کرنے کے بعد عزیزی نے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ قلم مبتلی سے بھی اٹھالیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو جائے اور بچے سے بھی یہاں تک کہ وہ بڑا ہو جائے اور شیخ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ حضرت علیؓ کی حدیث میں یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ قلم اس مجنون سے (بھی) اٹھالیا گیا ہے جس کی عقل زائل ہوگئی ہو اور بچے سے بھی۔ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے اور یہ حدیث انہوں نے متعدد طرق سے روایت کی ہے جن میں سے بعض بعض کی تقویت کا باعث ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے، مجنون اور سونے والے کا گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اور مرتد ہونا بھی گناہ اکبر ہے۔ لہٰذا وہ بھی معتبر نہیں۔ لیکن چونکہ عاقل بچے کا اسلام لانا بالا جماع صحیح ہے۔ لہٰذا یہ اس کے ارتداد کو بھی مستلزم ہوگا اور عاقل بچے کا مرتد ہونا بھی معتبر ہوگا۔ البتہ غیر عاقل بچے اور مجنون اور بے ہوش کا مرتد ہونا معتبر نہ ہوگا۔

۴۳۴۲- حضرت ثوبانؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ میری امت سے خطا، بھول چوک اور وہ گناہ جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو معاف

ابو اب احکام البغاة

باب محاربة اهل البغی و امتناع الخروج علی الامام ولو جابرا فاسقا مالم یات بکفر بَواحٍ

قال الله تعالی: ﴿وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوْا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ -الی قوله- ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾-

٤٣٤٣- عن عرفجة الاشجعی ﷺ قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ اَتَاكُمْ

کردی گئی ہے۔(طبرانی) شیخ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: لہٰذا خاطی، ناسی اور مجبور کا مرتد ہونا معتبر نہ ہوگا۔

ابواب۔ باغیوں کے احکام

باب۔ باغیوں سے جنگ کرنے اور امام پر خروج کے ممتنع ہونے کے بیان میں، خواہ امام ظالم اور فاسق ہو جب تک کہ وہ کھلم کھلا کفر کا ارتکاب نہ کرے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔ اور اگر ایک فریق دوسرے فریق پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کرے۔ پس جب وہ رجوع کرلے تو ان دونوں گروہوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں پس تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔

فائدہ: بغاوت کا عرفی معنی ہے ظلم کے ذریعے ایسی چیز طلب کرنا جو حلال نہ ہو۔ اور فقہاء کے عرف میں باغی اس شخص کو کہتے ہیں جو امامِ حق کی اطاعت سے انکار کرے۔ اور اس آیت سے پانچ فوائد حاصل ہوئے: (۱) باغی مؤمن ہی رہتے ہیں۔ (۲) باغیوں سے لڑنا ضروری ہے۔ (۳) باغی جب اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں تو جنگ ختم ہوجائے گی۔

۴۳۴۳۔ عرفجہ اشجعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص تمہارے پاس آئے جبکہ تم سب ایک شخص پر جمع ہو اور وہ تم میں پھوٹ ڈالنا اور تم میں جدائی ڈالنا چاہے تو تم اسے قتل کرڈالو۔ (احمد، مسلم)۔ اور مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ تم اسے

وَاَمْرُكُمُ الْجَمْعُ عَلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيْدُ اَنْ يَّشُقَّ عَصَاكُمْ اَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوْهُ، رواه احمد و مسلم (نيل ٧: ٨١) و في لفظ لمسلم (٢: ١٢٨): فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ-

٤٣٤٤- عن عبادة بن الصامت رضى الله عنه قال: بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِيْ مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَاَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَاَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ فِيْهِ مِنَ اللّٰهِ بُرْهَانٌ. متفق عليه (نيل ٧: ٨١)-

٤٣٤٥- عن عوف بن مالك الاشجعى ﷺ مرفوعا فى شرار الائمة قال: قلنا: يا رسول الله! اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلَاةَ، اَلَا مَنْ وَلِيَ عَلَيْهِ وَالٍ فَرَآهُ يَاْتِيْ

تلوار کے ساتھ مار ڈالو- خواہ جو شخص بھی ہو-

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت مسلمہ کا ایک امام پر مجتمع ہونا ضروری ہے اور اس کی مخالفت کرنے والے کا قتل واجب ہے جبکہ وہ مخالفت کرنے والا مسلمانوں کی جماعت میں پھوٹ ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہو- اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ دارالاسلام خواہ کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو، دو خلیفے نہیں ہو سکتے- سلف و خلف کا یہی طریقہ رہا ہے اور احادیث کے اطلاق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے- (نووی شرح مسلم)-

۴۳۴۴- عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ سے خوشی، ناگواری، تنگی اور کشادگی اور اپنے اوپر ترجیح دیے جانے میں (غرض ہر حالت میں) اطاعت و فرمانبرداری کرنے پر بیعت کی- اور اس بات پر (بیعت کی) کہ ہم حکمرانوں کے ساتھ حکومتی معاملات میں جھگڑا نہ کریں گے- الا یہ کہ تم (اے مسلمانو! حکمرانوں کی طرف سے) کوئی صاف کفر نہ دیکھ لو جس کے لئے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے کوئی دلیل ہو- (بخاری و مسلم) (نیل)-

فائدہ: یہاں کفر سے مراد مطلق معصیت ہے- نووی نے ایسا ہی لکھا ہے اس لئے حدیث کا مطلب یہ ہوگا حکمرانوں سے اس وقت تک نہ جھگڑو جب تک کہ ان کے اندر کھلم کھلا معصیت نہ دیکھ لو یعنی معصیت کی صورت میں منازعت بالقتال کیا جائے کیونکہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حکمرانوں پر خروج اور ان سے قتال باجماع مسلمین حرام ہے، اگرچہ وہ فسادی اور ظالم ہوں- اور ابن مسعودؓ کی حدیث جو بخاری میں کتاب الفتن میں مروی ہے کہ " حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے بعد بعض ترجیحات اور ایسے معاملات دیکھو گے جن میں تم اجنبیت محسوس کرو گے تو ایسی صورت میں تم ان کا حق ادا کر دو اور اپنا حق اللہ سے مانگو" بھی اسی کی مؤید ہے- اور اگلی حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے- البتہ کھلم کھلا کفر کی صورت میں منازعت بالقتال مراد ہوگا-

۴۳۴۵- عوف بن مالکؓ سے برے حاکموں کے بارے میں مرفوعاً مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم اس وقت ان برے حاکموں کو دفع نہ کر دیں؟ جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں جب تک وہ نماز کو تم میں قائم

شَيْئًا مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ، فَلْيَكْرَهْ مَا يَأْتِي مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَتِهِ، رواه مسلم في "صحيحه" (۲:۱۲۹)۔

٤٣٤٦- عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہ مرفوعاً في حديث طويل: وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا، فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ، فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ، وَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ، فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ، رواه مسلم ايضا (۲:۱۲٦)۔

٤٣٤٧- عن ابي سعيد رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: إِذَا بُويِعَ لِلْخَلِيفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْآخَرَ

رہیں (ان کو رفع نہ کرو)۔لیکن جب کوئی ایسا شخص کسی پر حاکم بنے اور وہ اسے کوئی گناہ کا کام کرتے دیکھے تو اس گناہ کے کام کو برا جانے اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے اور اطاعت سے باہر نہ ہو۔(صحیح مسلم)۔

۴۳۴۶۔ عبداللہ بن عمروؓ سے ایک طویل حدیث میں مرفوعاً مروی ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) جس نے کسی امام سے بیعت کی اور اس کو اپنا ہاتھ دے دیا۔اور دل سے اس کی تابعداری کی نیت کرلی تو اسے چاہیے کہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اگر طاقت رکھے اور اگر دوسرا امام اس پہلے امام سے لڑنے کے لئے آئے تو اس دوسرے امام کی گردن اڑادو (مسلم)۔

۴۳۴۷۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو خلیفوں سے بیعت کی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کردو)۔کیونکہ پہلے خلیفہ کے ہوتے ہوئے دوسرے کی خلافت باطل ہے)۔(مسلم)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ امام کی اطاعت واجب ہے اور ولایت کے مسئلہ میں اگر کوئی دوسرا خلیفہ کھڑا ہو تو اس کو قتل کردیا جائے۔

مشاجرات صحابہ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اس آیت کریمہ میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے لئے عملی نمونہ قرار دیا ہے اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہوں سے معصوم ہونا ضروری ہے اگر یہ کہا جائے کہ کبھی اللہ تعالیٰ عصمت کا پردہ اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہ کرادیتا ہے جیسا کہ مودودی صاحب نے تفہیمات جلد دوم میں لکھا ہے تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی داغدار ہو جائے گی کیونکہ ہر فعل میں یہ احتمال پیدا ہو جائے گا کہ شاید یہ فعل پردۂ عصمت اٹھنے کی حالت میں صادر ہوا ہو، تو جو کام عصمت کے منافی نہیں تھے وہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے کرادیے نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھ کر دکھادی، وضو خود کرکے دکھادیا، روزہ رکھ کر دکھادیا، حج خود کرکے دکھادیا، نمازیں بھولیں تو خود سجدہ سہو کرکے دکھادیا۔حالتِ حیض میں بیوی کے ساتھ ایک بستر پر صرف لیٹنا گناہ نہیں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کرکے دکھادیا۔روزہ کی حالت میں بوسہ اور بوسے کا ناقضِ وضو نہ ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کرکے دکھادیا تاکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے سامنے عملی نمونہ ہو مگر کچھ کام عصمت کے منافی تھے تو وہ کام اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کروا کر دکھادیے انہیں کاموں میں مشاجرات صحابہء کرام ہیں۔امام شافعیؒ نے فرمایا اگر صحابہ کرام کی آپس کی لڑائیاں نہ ہوتیں تو ہمیں باغیوں کے احکام معلوم نہ ہوتے اگر

مِنْهُمَا، رواه مسلم ایضا (١٢٨:٢)۔

٤٣٤٨- عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یقول: ﴿سَیَخْرُجُ قَوْمٌ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ اَحْدَاثُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ یَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَیْرِ الْبَرِیَّةِ لَا یُجَاوِزُ

کوئی نبی علیہ السلام سے بغاوت کرتا تو ایمان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ نمونہ دورِ صحابہ میں قائم کیا تو معلوم ہوا کہ ایسے افعال کا صدور صحابہء کرام رضی اللہ عنہم سے کروایا گیا ہے کہ عین لڑائی میں کسی نے حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے حضرت علیؓ کو برا بھلا کہا تو آپؓ نے فرمایا کوئی ہے جو حضور علیہ السلام کے چچازاد بھائی کی تعریف کر کے میرا دل خوش کرے تو تین شاعروں نے یکے بعد دیگرے حضرت علیؓ کے فضائل میں قصیدے پڑھے تیسرے کے قصیدے کو آپؓ نے پسند فرما کر ان کو انعام دیا (الناہیہ عن طعن معاویہ رضی اللہ عنہ) حضرت علیؓ سے کسی نے مالِ غنیمت جمل میں تقسیم کرنے کا کہا تو آپؓ نے فرمایا یہ تو مسلمان بھائیوں کا مال ہے اس میں غنیمت کیسی؟ تو بعض مفسدین کے اصرار پر فرمایا کہ تم میں کون ہے جو حضور علیہ السلام کی محبوب بیوی ام المؤمنین عائشہؓ کو (معاذ اللہ) لونڈی بنائے (ابن ابی شیبہ) ایسے ہی الفاظ آپؓ نے حنین کی لڑائی میں شرکت کرنے والوں کے لئے فرمائے بعض دشمنانِ صحابہ صحابہ کرام کے معیارِ حق ہونے پر بعض ان جزوی واقعات سے اعتراضات کرتے ہیں کہ ان سے زنا یا چوری وغیرہ کا صدور ہوا۔ حافظ ابن تیمیہ نے فرمایا کہ یہ افعال ان سے اللہ تعالیٰ نے اس لئے صادر کرائے کہ یہ شانِ نبوت کے خلاف تھے اور اللہ تعالیٰ نمونہ دکھانا چاہتے تھے کہ اگر ان سے کوئی ایسا فعل صادر ہو جائے تو ان کو توبہ بھی ایسی کرنی چاہیے جیسی حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے اور خثعمیہ قبیلے کی عورت نے کی تھی۔ ان کو کوئی گرفتار کرنے والا نہیں، خود بار بار دربار اقدس علیہ السلام میں حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت جان جاتی ہے تو جائے کہیں ایمان نہ چلا جائے۔ اس لئے ہمیں سنگسار کر کے گناہ سے پاک کیجئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس توبہ میں یہ قیامت تک کے لئے نمونہ ہیں۔ اگر غزوۂ احد میں کچھ کوتاہی ہوئی تو اللہ تعالیٰ بہت سے تاکیدی الفاظ سے فرماتے ہیں وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ کہ میں خدا نے ان کو معاف کر دیا ہے تم بھی معاف کر دینا اور رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ جیسے خطابات مکررہ صحابہ کرامؓ کی رضامندی کو مومنوں کے دلوں میں پیوستہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر بعض نئے اسلام میں داخل ہونے والوں کے بارہ میں وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَیْهَا فرمایا تو اصلاح نبوی کے بعد رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ نازل فرما کر مالی محبت اور بیت المال کی ناروا تقسیم کے شبہات کو بھی زائل کرنے کی کوشش فرمائی اور اگر اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ سے شاگردانِ نبی علیہ السلام کی طرف وحید الزمان جیسے کو فسق کی نسبت شبہ ہونے کا اندیشہ تھا تو ساتھ ہی فرمادیا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ کہ اللہ تعالیٰ نے تو کفر تو کیا فسق اور معصیت کی کراہت بھی صحابہ کرامؓ کے دلوں میں پیوست کر کے ایمان کو ان کے دلوں میں محبوب اور مزین فرمادیا اور اب رشد و ہدایت پر چلنے والے انہیں کے نشانات قدم پر چلیں اور اُولٰٓئِكَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی فرما کر ان کو امتحانِ تقویٰ میں پاس ہونے کی سند مرحمت فرمائی۔

٤٣٤٨۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ آخر زمانہ میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگی جو

اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ قَتْلَهُمْ اَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾- متفق عليه (نيل الاوطار ٧:٦٨)-

٤٣٤٩- عن ابى سعيدؓ قال: قال رسولُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿تَكُوْنُ اُمَّتِىْ فِرْقَتَيْنِ فَيَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ يَلِىْ قَتْلَهُمْ اَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ- و فى لفظ- تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَقْتُلُهَا اَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ﴾- رواه احمد و مسلم (نيل)-

نوعمر اور بے وقوف ہونگے اور ایسی بات (زبان سے) کہیں گے جو دنیا کی بہترین بات ہوگی۔ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور وہ اسلام سے اس طرح نکل چکے ہونگے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔پس تم انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کردو۔کیونکہ ان کا قتل قاتل کے لئے قیامت کے دن اجر کا باعث ہوگا۔(متفق علیہ) (نیل)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باغیوں کی طرف سے جنگ اور قتال شروع کرنے سے قبل ان کو قتل کرنا جائز ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔اس لئے کہ اگر امام ان کی طرف سے حقیقتِ قتال کا انتظار کرے تو ممکن ہے کہ پھر ان کے فتنہ پر قابو پانا ممکن نہ رہے۔ اس لئے پہل کرکے ان کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔لہٰذا جب ان کی طرف سے اسلحہ خریدنے۔اپنی شوکت جمع کرنے اور قتال کی تیاری کرنے کی اطلاع ملے تو مناسب ہے کہ ان کا قلع قمع کردیا جائے، ان کے شر کے دفعیہ کے لئے۔نیز بزار میں عبداللہ بن عمرو کی مرفوع حدیث بھی اس کی مؤید ہے جس میں ہے کہ جب وہ خروج کریں تو ان کو قتل کرو۔آپ نے یہ تین بار فرمایا۔اور خروج کی تفسیر باغیوں کے جمع ہونے اور عدم اطاعت سے کی گئی ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ حقیقتِ قتال سے قبل بھی باغیوں کو قتل کرنا جائز ہے۔اور اگر امام ظالم نہ ہو تو ہر اس شخص پر جو قتال کرسکتا ہو امام کی اعانت واجب ہے۔البتہ اگر امام ہی نہ ہو تو اس صورت میں گھر بیٹھے رہنا ہی بہتر ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ "جو فتنہ سے بھاگے گا اللہ ان کو آگ سے نجات دے گا"۔لیکن اگر امام ہو تو اپنی وسعت و دسترس کے مطابق امام کی اعانت واجب ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔اور اسی طرح جو بعض صحابہ سے مروی ہے کہ بعض صحابہ فتنہ میں گھر بیٹھے رہے تو یہ اس لئے ہوا کہ ان کے پاس قدرت نہ تھی یا وہ قتال کی حلت میں متردد تھے۔(ملخص من الہدایہ)۔

۴۳۴۹۔ ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے دو گروہ ہوجائیں گے پھر ان دونوں میں سے ایک (نیا) فرقہ نکلے گا اور جدا ہوجائے گا اور اس (نئے فرقہ) کو (ان دو گروہوں میں سے) وہ گروہ قتل کرے گا جو حق کے قریب ہوگا۔اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب مسلمانوں میں پھوٹ پڑے گی تو ایک گروہ (دونوں سے) جدا ہوجائے گا اور اس نئے گروہ کو (ان دونوں میں سے) وہ گروہ قتل کرے گا جو حق کے زیادہ قریب ہوگا۔(احمد، مسلم)

فائدہ: حضور ﷺ کی یہ پیش گوئی سو فیصد سچی ثابت ہوئی کیونکہ حضرت علیؓ کے خلافت راشدہ موعودہ کے دور میں مسلمان دو گروہ تھے۔ایک گروہ حضرت علیؓ کا اور دوسرا گروہ حضرت معاویہؓ کا۔پھر یہ دونوں تحکیم پر راضی تھے۔لیکن اسی دوران ان دونوں گروہوں میں

باب يستحب للامام ان يدعو البغاة الى العود الى الجماعة ويكشف عن شبهتهم

٤٣٥٠- عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: "لَمَّا خَرَجَتِ الْحَرُوْرِيَّةُ اِعْتَزَلُوْا فِيْ دَارٍ وَكَانُوْا سِتَّةَ آلَافٍ، فَقُلْتُ لِعَلِيٍّ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اَبْرِدْ بِالصَّلَاةِ لَعَلِّيْ اُكَلِّمُ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ، قَالَ اِنِّيْ اَخَافُهُمْ عَلَيْكَ. قُلْتُ: كَلَّا! فَلَبِسْتُ ثِيَابِيْ وَمَضَيْتُ اِلَيْهِمْ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِمْ دَارَهُمْ - وَهُمْ مُجْتَمِعُوْنَ فِيْهَا- فَقَالُوْا: مَرْحَبًا بِكَ يَاابْنَ عَبَّاسٍ مَا جَاءَ بِكَ؟ قُلْتُ: اَتَيْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ، مِنْ عِنْدِ ابْنِ عَمِّ النَّبِيِّ ﷺ وَصِهْرِهِ، وَعَلَيْهِمْ نَزَلَ الْقُرْآنُ وَهُمْ اَعْرَفُ بِتَأْوِيْلِهِ مِنْكُمْ، وَلَيْسَ فِيْكُمْ مِنْهُمْ اَحَدٌ، جِئْتُ لِاُبَلِّغَكُمْ مَا يَقُوْلُوْنَ وَاُبَلِّغَهُمْ مَا تَقُوْلُوْنَ، فَانْتَحٰى لِيْ نَفَرٌ مِنْهُمْ ، قُلْتُ: هَاتُوْا مَا نَقَمْتُمْ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

سے ایک تیسرا گروہ نکلا جو تحکیم کے بالکل خلاف تھا۔اس نئے گروہ کو خوارج کہا جاتا ہے پھر خوارج کو حق سے قریب تر گروہ یعنی حضرت علیؓ کے گروہ نے قتل کیا۔لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ حق پر تھے۔اور جن لوگوں نے حضرت علیؓ سے اختلاف کیا وہ باغی تھے۔لیکن یاد رکھیں کہ حضرت معاویہؓ کی مخالفت خطاء اجتہادی پر مبنی تھی لہٰذا وہ بھی ماجور ہیں۔یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔

باب۔امام کے لئے مستحب ہے کہ وہ باغیوں کو مسلمانوں کی جماعت کی طرف واپس آنے کی دعوت دے اور ان کے شبہات دور کرے

۴۳۵۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حروریہ (باغیوں کی اور خارجیوں کی جماعت) نے خروج کیا تو ایک گھر میں الگ تھلگ ہو گئے اور ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔پس میں (ابن عباسؓ) نے حضرت علیؓ سے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھئے تاکہ میں اس قوم سے بات کرلوں۔حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں ان سے آپ پر خوف کھاتا ہوں (کہ کہیں آپ کو نقصان نہ پہنچادیں) میں نے کہا ہرگز نہیں (یعنی خوف نہ کھایئے) پس میں نے اپنے کپڑے پہنے اور ان کی طرف چلا گیا۔یہاں تک کہ میں ان کے گھر پر ان کے پاس جا پہنچا جبکہ وہ اس میں جمع تھے۔پس انہوں نے کہا خوش آمدید اے ابن عباسؓ! کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا کہ میں تمہارے پاس حضور ﷺ کے صحابہ مہاجرین وانصار کے پاس سے آیا ہوں۔حضور ﷺ کے چچا زاد اور آپ ﷺ کے داماد (علیؓ) کے پاس سے آیا ہوں۔انہیں (صحابہ) پر قرآن نازل ہوا اور وہ ہی قرآن کے معنی ومطلب کو تمہاری نسبت زیادہ جانتے ہیں۔اور ان میں سے کوئی بھی تم میں موجود نہیں۔

وَابْنِ عَمِّهِ وَخَتَنِهِ وَاَوَّلِ مَنْ آمَنَ بِهِ قَالُوْا: ثَلَاثٌ قُلْتُ: مَا هِيَ؟ قَالُوْا: اِحْدَاهُنَّ اَنَّهُ حَكَّمَ الرِّجَالَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ، وَقَدْ قَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾...... قُلْتُ: هٰذِهِ وَاحِدَةٌ قَالُوْا: اَمَّا الثَّانِيَةُ فَاِنَّهُ قَاتَلَ وَلَمْ يَسْبِ وَلَمْ يَغْنَمْ فَاِنْ كَانُوْا كُفَّارًا فَقَدْ حَلَّتْ لَنَا نِسَائُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ ، وَاِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَائُهُمْ، قُلْتُ:هٰذِهِ اُخْرٰى، قَالُوْا: وَاَمَّا الثَّالِثَةُ فَاِنَّهُ مَحَا نَفْسَهُ مِنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنَّهُ يَكُوْنُ اَمِيْرَ الْكَافِرِيْنَ. قُلْتُ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ غَيْرُ هٰذَا؟ قَالُوْ: حَسْبُنَا هٰذَا۔ قُلْتُ لَهُمْ: اَرَاَيْتُمْ اِنْ قَرَاْتُ عَلَيْكُمْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَحَدَّثْتُكُمْ عَنْ سُنَّةِ نَبِيِّهِ ﷺ مَا يَرُدُّ قَوْلَكُمْ هَلْ تَرْجِعُوْنَ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُمَّ نَعَمْ، قُلْتُ: وَاَمَّا قَوْلُكُمْ: اِنَّهُ حَكَّمَ الرِّجَالَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ فَاَنَا اَقْرَأُ عَلَيْكُمْ اَنْ قَدْ صَيَّرَ اللّٰهُ حُكْمَهُ اِلَى الرِّجَالِ فِيْ اَرْنَبٍ ثَمَنُهَا رُبُعُ دِرْهَمٍ، قَالَ تَعَالٰى:﴿ لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ المائدة٩٥-اِلٰى قَوْلِهٖ- ﴿يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾المائدة٩٩)، وقال فِيْ المراة وزوجها: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا﴾، اُنْشِدُكُمُ اللّٰهَ اَحُكْمُ الرِّجَالِ فِيْ حَقْنِ دِمَائِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاِصْلَاحِ ذَاتِ

میں اس لئے تمہارے پاس آیا تا کہ تم تک وہ بات پہنچادوں جو وہ کہتے ہیں اور ان تک وہ بات پہنچادوں جو تم کہتے ہو۔ پس ان میں سے کچھ لوگ میری وجہ سے ایک طرف ہوگئے۔ میں نے کہا کہ لاؤ وہ اعتراضات جو تم رسول اللہ ﷺ کے اصحابؓ اور ان کے چچازاد بھائی اور داماد پر اور اس شخص پر جو سب سے پہلے حضور ﷺ پر ایمان لایا (یعنی حضرت علیؓ) پر کرتے ہو۔

انہوں نے کہا کہ تین اعتراضات ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ کیا ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ان میں سے پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اللہ کے دین میں آدمیوں کو حکم بنادیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ان الحکم الا للہ﴾ (یوسف۔٤٠) کہ حکم دینے کا اختیار صرف اللہ ہی کا ہے) میں نے کہا کہ یہ ایک اعتراض ہوگیا۔ انہوں نے کہا کہ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے قتال کیا (حضرت معاویہؓ سے) لیکن نہ ان کو قید کیا اور نہ ہی مالِ غنیمت اکٹھا کیا۔ پس اگر وہ کافر تھے تو ان کی عورتیں اور ان کے مال ہمارے لئے حلال تھے (پس ان کی عورتوں کو قید کرنا اور ان کے مالوں کو مالِ غنیمت بنانا چاہیے تھا) اور اگر وہ مسلمان تھے تو پھر ان کے خون ہم پر محترم تھے۔ (لہٰذا ان سے قتال ہی جائز نہ تھا) میں نے کہا کہ یہ دوسرا اعتراض ہوا۔ انہوں نے کہا کہ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ سے امیر المؤمنین کا لفظ ختم کردیا۔ پس اگر وہ امیر المؤمنین نہیں تو پھر امیر الکافرین ہونگے۔ میں نے کہا کہ کیا ان کے علاوہ بھی کوئی اعتراض

بَيْنِهِمْ اَحَقُّ اَمْ فِيْ اَرْنَبٍ ثَمَنُهَا رُبُعُ دِرْهَمٍ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُمَّ بَلْ فِيْ حَقْنِ دِمَائِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاِصْلَاحِ ذَاتِ بَيْنِهِمْ- قُلْتُ: اَخَرَجْتُ مِنْ هٰذِهٖ ؟ قَالُوْا : اَللّٰهُمَّ نَعَمْ، قُلْتُ: وَاَمَّا قَوْلُكُمْ: اِنَّهٗ قَاتَلَ وَلَمْ يَسْبِ، وَلَمْ يَغْنَمْ، اَتَسْبُوْنَ اُمَّكُمْ عَائِشَةَ فَتَسْتَحِلُّوْنَ مِنْهَامَاتَسْتَحِلُّوْنَ مِنْ غَيْرِهَا وَهِيَ اُمُّكُمْ؟ لَئِنْ فَعَلْتُمْ فَقَدْ كَفَرْتُمْ، فَاِنْ قُلْتُمْ: لَيْسَتْ اُمَّنَا فَقَدْ كَفَرْتُمْ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ، وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ﴾(الاحزاب:٦) فَاَنْتُمْ بَيْنَ ضَلَالَتَيْنِ فَاْتُوْا مِنْهَا بِمَخْرَجٍ! اَخَرَجْتُ مِنْ هٰذِهِ الْاُخْرٰى؟ قَالُوْا: اَللّٰهُمَّ نَعَمْ- قُلْتُ: وَاَمَّا قَوْلُكُمْ: اِنَّهٗ مَحَا نَفْسَهٗ مِنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قُرَيْشٍ كِتَابًا فَقَالَ اُكْتُبْ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ- فَقَالُوْا: وَاللّٰهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ، وَلٰكِنْ اُكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ: وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاِنْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ، يَا عَلِيُّ! اُكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ فَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرٌ مِنْ عَلِيٍّ وَقَدْ مَحَا نَفْسَهٗ، وَلَمْ يَكُنْ مَحْوُهٗ ذٰلِكَ مَحْوًا مِنَ النُّبُوَّةِ اَخَرَجْتُ مِنْ هٰذِهِ الْاُخْرٰى قَالُوْا: اَللّٰهُمَّ نَعَمْ

تمہارے پاس ہے؟ انہوں نے کہا کہ بس یہی ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر میں تم پر اللہ کی کتاب (قرآن) سے پڑھوں اور اللہ کے نبی ﷺ کی سنت سے تم کو وہ بیان کروں جو تمہاری باتوں اور اعتراضات کو رد کر دے تو کیا تم لوٹ آ ؤ گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں یقیناً۔ میں نے کہا کہ تمہارا یہ اعتراض کہ اس نے اللہ کے دین کے بارے میں مردوں کو حکم بنایا تو میں تم پر بیان کرتا ہوں کہ اللہ نے اپنا حکم بندوں کی طرف تفویض کیا ہے۔ اس خرگوش کے بارے میں جس کی قیمت چوتھائی درہم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿لا تقتلوا الصید و انتم حرم﴾ الآیہ (المائدہ-۹۵) (اے ایمان والو! وحشی شکار کو مت قتل کرو۔ جبکہ تم حالتِ احرام میں ہو اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے۔ جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل شخص کر دیں۔ خواہ وہ پاداش خاص چوپایوں سے ہو۔ بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ مسکین کو دے دیا جائے۔ خواہ اس کے برابر روزے رکھ لئے جائیں۔ تا کہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھے۔ اور عورت اور اس کے خاوند کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا﴾ (یعنی اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی کے درمیان کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو عورت

فَرَجَعَ مِنْہُمْ اَلْفَانِ وَبَقِیَ سَائِرُھُمْ فَقُتِلُوْا عَلٰی ضَلَالَتِہِمْ قَتَلَہُمُ الْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ"۔ اخرجه النسائی فی "سننه الکبری" فی خصائص علی (فتح القدیر٥:٣٣٥)، واحمد والبیهقی (التلخیص الحبیر ٣٤٩:٢)۔ وسکت عنه الحافظ، والحاکم فی "المستدرك" (١٥٠:٢)، وصححه علی شرط مسلم، واقره علیه الذهبی۔

واخرج ایضا من طریق عبدالله بن شداد، وفیه "فَوَاضَعُوْهُ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فَرَجَعَ مِنْہُمْ اَرْبَعَةُ آلَافٍ کُلُّھُمْ تَائِبٌ بَیْنَہُمْ ابْنُ الْکَوَّاءِ، حَتّٰی اَدْخَلَہُمْ عَلٰی عَلِیٍّ فَبَعَثَ عَلِیٌّ اِلٰی بَقِیَّتِہِمْ قَالَ: قَدْ کَانَ مِنْ اَمْرِنَا وَاَمْرِ النَّاسِ مَا قَدْ رَاَیْتُمْ فَقِفُوْا حَیْثُ شِئْتُمْ حَتّٰی یَجْتَمِعَ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَتَنْزِلُوْا حَیْثُ شِئْتُمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ نَقِیَکُمْ رِمَاحَنَا مَالَمْ تَقْطَعُوْا سَبِیْلًا، اَوْ تَطْلُبُوْا دَمًا، فَاِنَّکُمْ اِنْ فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ فَقَدْ نَبَذْنَا اِلَیْکُمُ الْحَرْبَ عَلٰی سَوَاءٍ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ

خاندان سے بھیجو"۔

میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کیا مردوں کا حکم اپنے خون، جان کی حفاظت میں اور آپس کی اصلاح میں زیادہ حقدار ہے یا ایک خرگوش کے بارے میں کہ جس کی قیمت چوتھائی درہم ہے؟ لوگوں نے کہا یقیناً ان کے اپنے خون اور جان کی حفاظت اور آپس میں اصلاح کے بارے میں (زیادہ حقدار ہے) میں نے کہا کہ کیا میں (آپ کے) اس اعتراض سے نکل گیا؟ انہوں نے کہا یقیناً ہاں۔ (آپ نکل گئے) میں نے کہا کہ باقی تمہارا یہ اعتراض کہ حضرت علیؓ نے جنگ کی اور (کسی کو) قید نہیں کیا اور نہ ہی مال غنیمت اکٹھا کیا (تو سنو اس کا جواب) کیا تم اپنی ماں عائشہؓ کو قید کرتے اور اس سے وہ تمام چیزیں حلال جانتے جو دوسری لونڈیوں سے حلال جانتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہاری ماں ہے۔ اگر تم ایسا کرتے تو تم یقیناً کفر کرتے۔ اور اگر تم یہ کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں تو یقیناً تم کفر کرتے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهاتهم﴾ یعنی نبی ﷺ مومنوں کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں (الاحزاب۔٦) پس تم دو گمراہیوں کے درمیان ہو پس کوئی خلاصی کا راستہ بتاؤ (اگر تمہارے پاس ہو)۔ کیا میں اس دوسرے اعتراض سے نکل گیا؟ انہوں نے کہا کہ یقیناً نکل گئے۔ (پھر) میں نے کہا کہ باقی تمہارا یہ اعتراض کہ اس نے اپنے نام کے ساتھ امیر المؤمنین کا لفظ مٹا دیا (تو پس سنو اس کا جواب) کہ حضور ﷺ نے حدیبیہ کے دن اپنے اور قریش کے درمیان ایک معاہدہ نامہ لکھا۔ پس آپ نے فرمایا کہ لکھو "هذا ما قاضی علیه محمد رسول الله" یعنی یہ وہ عہد نامہ ہے

اَلْخَائِنِيْنَ"- الحديث و صححه على شرطهما ، واقره الحافظ الذهبى فى "تلخيصه" (۲:۱۵۵)- ورواه الطبرانى واحمد وفيه- فَرَجَعَ مِنْهُمْ عِشْرُوْنَ اَلْفًا، وَبَقِيَ مِنْهُمْ اَرْبَعَةُ آلَافٍ فَقُتِلُوْا- ورجالهما رجال الصحيح (مجمع الزوائد٦:٢٤١)-

باب لا يجهز على جريحهم ولا يتبع موليهم ولا يسبى لهم ذرية

جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی۔ تو اس پر قریش نے کہا کہ قسم بخدا اگر ہم یہ جانتے ہوتے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ ﷺ کو بیت اللہ (جانے) سے نہ روکتے اور نہ ہم آپ سے جنگ کرتے۔ بلکہ محمد بن عبداللہ لکھیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم بخدا میں اللہ کا رسول ہوں اگر چہ تم مجھے جھٹلاؤ۔ (پھر فرمایا) اے علیؓ! محمد بن عبداللہ لکھ دو پس اللہ کا رسول ﷺ علی سے زیادہ بہتر ہے جبکہ آپ نے اپنے آپ سے (رسول اللہ) کو مٹا دیا۔ اور لیکن یہ مٹانا نبوت کا مٹانا نہ تھا (اسی طرح امیر المومنین کا لفظ مٹانا فی الحقیقۃ امارت کا مٹانا نہیں) میں نے کہا میں اس آخری اعتراض سے بھی نکل گیا؟ انہوں نے کہا یقیناً ہاں۔ پس ان میں سے دو ہزار (خارجیوں) نے رجوع کر لیا اور باقی اپنے حال پر باقی رہے پس ان کو ان کی گمراہی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔ ان کو مہاجرین اور انصار نے قتل کیا۔ (سنن کبریٰ للبیہقی، احمد)۔ حافظ اور حاکم نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور حاکم نے اسے شرطِ مسلم پر صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے بھی یہی کہا ہے۔

اور نسائی نے ہی (یہ حدیث) عبداللہ بن شداد کے طریق سے روایت کی ہے جس میں ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے تین ایام میں کتاب اللہ پر موافقت کی اور صلح کی پس ان میں سے چار ہزار آدمیوں نے رجوع کر لیا۔ سب نے توبہ کی اور ان میں ابن الکواء بھی تھا۔ یہاں تک کہ ابن عباسؓ ان کو حضرت علیؓ کے پاس لے آئے۔ حضرت علیؓ نے باقی خارجیوں کی طرف قاصد بھیجا اور فرمایا کہ ہمارا اور لوگوں کا معاملہ وہ تھا جو تم نے دیکھ لیا۔ پس تم جہاں چاہو ٹھہرو تا کہ امتِ محمد مجتمع ہو جائے۔ اور جہاں چاہو تم اترو۔ تمہارے اور ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہوگا کہ ہم تمہیں اپنے تیروں سے بچائیں گے (یعنی تمہیں قتل نہیں کریں گے اور تم سے جنگ نہیں کریں گے)۔ جب تک تم ڈاکہ نہ ڈالو گے اور جب تک تم خون طلب نہ کرو گے۔ پس اگر تم نے یہ (حرکت ڈاکہ اور قتل و غارت گری کی) کی تو (جان رکھو کہ) ہم تمہاری طرف برابری کے طور پر جنگ پھینک چکے۔ بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔ الحدیث۔ حاکم نے اسے شرطِ شیخین پر صحیح کہا ہے۔ اور ذہبی نے بھی تلخیص میں اسے برقرار رکھا ہے۔ اور طبرانی اور احمد کی روایت میں ہے کہ ان میں سے بیس ہزار نے توبہ کر لی۔ اور ان میں سے چار ہزار اپنے حال پر باقی رہے۔ پس ان کو قتل کر دیا گیا۔ ان دونوں کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی جماعت اور گروہ امیر کی اطاعت سے نکل جائے تو ان سے مذاکرات کیے جائیں اور ان کے شبہات دور کیے جائیں۔ اور جب تک وہ جنگ نہ کریں ان سے جنگ میں پہل نہ کی جائے۔ (قدوری)۔

ولا يقسم لهم مال ولا باس بان يقاتل بسلاحهم و كراعهم اذا احتاج اليه

٤٣٥١- عن ابی امامة ﷺ قال: شَهِدْتُ صِفِّيْنَ فَكَانُوْا لَا يُجْهِزُوْنَ عَلٰى جَرِيْحٍ وَلَا يَقْتُلُوْنَ مُوَلِّيًا وَلَا يَسْلُبُوْنَ قَتِيْلًا"- اخرجه الحاكم فی "المستدرك" (٢:١٥٥) وقال: حديث صحيح الاسناد فی هذاالباب، واقره عليه الذهبی-

٤٣٥٢- عن يزيد بن ضبيعة العبسی قال: "نَادٰی مُنَادِیْ عَمَّارٍ يَوْمَ الْجَمَلِ وَقَدْ وَلَّی النَّاسَ: اَلَا لَايُذَافُ عَلٰى جَرِيْحٍ وَلَا يُقْتَلُ مُوَلٍّ وَمَنْ اَلْقَی السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْنَا"- اخرجه الحاكم ايضا (٢:١٥٥)- وصححه هو والذهبی، وقد تقدم فی حديث ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما اَنَّ الْخَوَارِجَ نَقَمُوْا عَلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِیٍّ ﷺ اَنَّهٗ قَاتَلَ، وَلَمْ يَسْبِ وَلَمْ يَغْنَمْ-

باب- باغیوں کے زخمیوں کو فوراً مارا نہ جائے اور ان میں سے بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور ان کی اولاد کو قیدی نہ بنایا جائے- اور ان کا مال تقسیم نہ کیا جائے- البتہ ان کے اسلحہ اور گھوڑوں کے ساتھ جنگ کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس کی ضرورت ہو

۴۳۵۱- ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ میں جنگ صفین میں شریک ہوا تو وہ (مجاہدینِ اسلام) باغیوں میں سے کسی زخمی کو نہ فوراً مارتے تھے اور نہ بھاگنے والے کو قتل کرتے تھے- اور نہ ہی قتیل کا سامان چھینتے تھے- (مستدرک حاکم) امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے-

فائدہ: یہ حکم اس وقت ہے کہ جب ان کی کوئی اور جماعت نہ ہو اور اگر ان کی کوئی اور جماعت ہو تو پھر ان کے زخمیوں کو جلدی قتل کر دیا جائے اور ان کے بھاگنے والوں کو گرفتار کیا جائے-

۴۳۵۲- یزید بن ضبیعہ عبسی فرماتے ہیں کہ جنگ جمل کے دن جب لوگ پیٹھ پھیر چکے تھے، حضرت عمارؓ کی طرف منادی کرنے والے نے جنگ جمل کے روز یہ اعلان کیا کہ خبردار! کسی زخمی کو جلدی قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی پیٹھ پھیرنے والے اور بھاگنے والے کو قتل کیا جائے اور جو (باغی) ہتھیار ڈال دے پس وہ امان والا ہے (راوی کہتے ہیں کہ) یہ اعلان ہم پر گراں گذرا (مستدرک حاکم) حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے- اور ابن عباسؓ کی حدیث میں یہ بات گذر چکی ہے کہ خوارج نے حضرت علیؓ پر یہی عیب لگایا اور اعتراض کیا کہ آپؓ

٤٣٥٣- عن عرفجة عن ابيه قال: لَمَّا جِیْءَ عَلِیٌّ بِمَا فِیْ عَسْكَرِ اَهْلِ النَّهْرَوَانِ قَالَ: مَنْ عَرَفَ شَيْئًا فَلْيَأْخُذْهُ قَالَ: فَاَخَذُوْا اِلَّا قِدْرًا، قَالَ: "ثُمَّ رَاَيْتُهَا بَعْدُ اُخِذَتْ"- رواه ابن ابی شيبة والبيهقی، واخرجه من طرق، كذا فی "التلخيص الحبير" (٣٤٩:٢)-

٤٣٥٤- عن عبد خير عن علی ﷺ "اَنَّهٗ قَالَ يَوْمَ الْجَمَلِ: لَا تَتَّبِعُوْا مُدْبِرًا وَلَاتَجْهَزُوْا علی جَرِيْحٍ وَمَنْ اَلْقٰی السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ" - رواه ابن ابی شيبة فی آخر "المصنف": حدثنا يحيی بن آدم ثنا شريك عن السدی عن عبد خير عن علی ﷺ به (زيلعی ١٦١:٢)- وهذا اسناد حسن واخرجه من طريق عمدة بن سليمان عن جوبير عن الضحاك-وزاد- وَلَا يُفْتَحُ بَابٌ وَلَا يُسْتَحَلُّ فَرْجٌ وَلَا مَالٌ (زيلعی ١٦١:٢)- وجويبر له رواية ومعرفة بايام الناس وحاله حسن فی التفسير وهو لين فی الرواية قاله احمد بن سيار المروزی (تهذيب ١٢٤:٢)، وضعفه آخرون-

---

نے (مسلمان باغیوں سے) جنگ تو کی لیکن نہ کسی جنگجو کو قید کیا اور نہ ہی مالِ غنیمت حاصل کیا۔

۴۳۵۳۔ عرفجہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اہل نہروان کے لشکر میں جو کچھ ساز و سامان تھا جب اسے حضرت علیؓ کی خدمت میں لایا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ جو کسی شیٔ کو پہچانتا ہے تو وہ وہ چیز لے لے۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے سب کچھ لے لیا مگر ایک ہانڈی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے بعد میں اسے دیکھا تو وہ بھی لے لی گئی تھی۔ (یعنی جو اس کا مالک تھا وہ اسے بھی لے گیا) (مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی) اسے کئی طرق سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باغیوں کا مال مالِ غنیمت کے طور پر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ بعد میں اس کا جو مالک ہو وہ اسے لے سکتا ہے۔

۴۳۵۴۔ عبد خیر سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے جنگ جمل کے دن یہ فرمایا کہ بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو۔ اور نہ ہی کسی زخمی کو فوراً قتل کرو اور جو باغی ہتھیار ڈال دے پس وہ امان والا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ زیلعی میں اس کی جو سند ہے وہ حسن ہے اور ایک دوسرے طریق سے بھی یہ حدیث مروی ہے جس میں اس بات کا اضافہ ہے کہ کوئی دروازہ نہ کھولا جائے (یعنی جو گھر کے اندر ہے اسے امان حاصل ہے) اور کسی شرمگاہ کو حلال نہ سمجھا جائے اور نہ ہی کسی مال کو (یعنی کسی کو نہ باندی بنایا جائے اور نہ ہی باغیوں کا مال مالِ غنیمت بنایا جائے گا)۔ (زیلعی)۔

٤٣٥٥- حدثنا حفص بن غياث عن جعفر بن محمد عن ابيه قال: "أَمَرَ عَلِيٌّ مُنَادِيَهِ فَنَادٰى يَوْمَ الْبَصْرَةِ (أَيْ يَوْمَ الْجَمَلِ) لَا يُتَّبَعُ مُدْبِرٌ وَلَا يُذَفَّفُ عَلٰى جَرِيْحٍ وَلَا يُقْتَلُ أَسِيْرٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ وَأَلْقٰى سِلَاحَهُ فَهُوَ آمِنٌ، وَلَمْ يَأْخُذْ مِنْ مَتَاعِهِمْ شَيْئًا"- رواه ابن ابى شيبة، واخرجه عبدالرزاق اخبرنا ابن جريج عن جعفر به-وزاد- وَ كَانَ عَلِيٌّ لَا يَأْخُذُ مَالًا لِمَقْتُوْلٍ وَيَقُوْلُ مَنِ اعْتَرَفَ شَيْئًا فَلْيَأْخُذْهُ"(زيلعى٢: ١٦١)-وهذامرسل صحيح، ومحمد بن على بن الحسين ﷺ، وَإِنْ لَّمْ يُدْرِكْ عَلِيًّا، وَلٰكِنَّهُ أَعْرَفُ النَّاسِ بِأَيَّامِ آبَائِهِ الْكِرَامِ-

٤٣٥٦- اخبرنا الفضل بن دكين ثنا فطر بن خليفة عن منذر الثورى قال سمعت محمد بن الحنفية وذكر يوم الجمل "قال: لَمَّا هُزِمُوْا قَالَ عَلِيٌّ: لَا تَجْهَزُوْا عَلٰى جَرِيْحٍ، وَلَا تَتَّبِعُوْا مُدْبِرًا قَسَّمَ بَيْنَهُمْ مَا قُوْتِلَ بِهِ مِنْ سِلَاحٍ وَكُرَاعٍ وَأَخَذْنَا مَا جَلَبُوْا بِهِ عَلَيْنَا مِنْ كُرَاعٍ أَوْ سِلَاحٍ"- رواه ابن سعد فى "الطبقات" ، وابن ابى شيبة فى "المصنف" عن وكيع عن فطر به (زيلعى٢: ١٦١)- وهذا سند صحيح، و منذر هو ابن يعلى الثورى- ابو يعلى الكوفى- ثقة

٤٣٥٥۔ جعفر بن محمد اپنے باپ محمد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت علیؓ نے اپنے منادی کو حکم فرمایا پس اس (منادی) نے بصرہ کی جنگ یعنی جنگِ جمل کے موقعہ پر یہ اعلان فرمایا کہ بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور زخمی (باغی) کو فوراً قتل نہ کیا جائے اور کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔اور جو (باغی) اپنا دروازہ بند کردے اور اپنے ہتھیار ڈال دے پس وہ امان والا ہے۔آپؓ نے ان (باغیوں) کے سازوسامان سے کچھ نہ لیا۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اور عبدالرزاق نے بھی دوسری سند سے اسے روایت کیا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ حضرت علیؓ قتل کئے جانے والے باغی کا مال نہ لیتے تھے (بلکہ) فرماتے کہ جو شخص کوئی چیز پہچان لے تو وہ چیز لے لے۔(زیلعی)۔یہ مرسل صحیح ہے۔اور محمد بن علی بن حسین نے اگرچہ حضرت علیؓ کو نہیں پایا لیکن وہ لوگوں میں سے اپنے آباء کی جنگوں کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

٤٣٥٦۔ منذر ثوری فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن حنفیہ کو جنگ جمل کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب باغیوں کو شکست ہوئی تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کسی زخمی کو نہ مارو۔اور بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو۔اور (پھر) آپؓ نے اس اسلحہ اور گھوڑوں کو جن کے ساتھ لڑائی کی گئی تھی، ان کے درمیان تقسیم کردیا۔اور جو گھوڑے یا اسلحہ وہ ہانک کر لائے تھے وہ ہم نے لے لیا۔(طبقات ابن سعد) اور ابن ابی شیبہ نے بھی یہ حدیث اپنی مصنف میں عن وکیع عن فطر کی سند سے روایت کی ہے۔یہ سند صحیح ہے۔

من رجال الجماعة، (تقريب ص ٢١٤)-

٤٣٥٧- حدثنا يحيى بن آدم ثنا مسعود بن سعد الجعفی عن عطاء بن السائب عن ابی البختری قال: لَمَّا انْهَزَمَ أَهْلُ الْجَمَلِ قَالَ عَلِيٌّ: لَا تَطْلُبُوا مَنْ كَانَ خَارِجًا مِنَ الْعَسْكَرِ، وَمَا كَانَ مِنْ دَابَّةٍ أَوْ سِلَاحٍ فَهُوَ لَكُمْ، وَلَيْسَ لَكُمْ أُمُّ وَلَدٍ وَأَيُّ امْرَأَةٍ قُتِلَ زَوْجُهَا فَلْتَعْتَدَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا قَالُوْا: يَاأَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! تَحِلُّ لَنَا دِمَاءُ هُمْ وَلَا تَحِلُّ لَنَا نِسَاءُ هُمْ؟ فَخَاصَمُوْهُ فَقَالَ: هَاتُوْا سِهَامَكُمْ وَاقْرَعُوْا عَلَى عَائِشَةَ، فَهِيَ رَأْسُ الْأَمْرِ وَقَائِدُهُمْ، قَالَ: فَخَصَمَهُمْ عَلِيٌّ وَعَرَفُوْا، وَقَالُوْا نَسْتَغْفِرُاللّٰهَ- رواه ابن ابی شيبة (زيلعی ٢:١٦١)- ورجاله كلهم ثقات-

٤٣٥٨- وروى الطبری فی "تاريخه" (٥:٢٢٢) عن السری عن شعيب عن سيف عن محمد و طلحة أَنَّ عَلِيًّا جَمَعَ مَا كَانَ فِيْ الْعَسْكَرِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ بَعَثَ بِهِ إِلَى مَسْجِدِ الْبَصْرَةِ: أَنَّ مَنْ عَرَفَ شَيْئًا فَلْيَأْخُذْهُ إِلَّا سِلَاحًا كَانَ فِيْ الْخَزَائِنِ عَلَيْهِ سِمَةُ السُّلْطَانِ، فَإِنَّهُ مِمَّا بَقِيَ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ مَالَمْ يُعْرَفْ ، خُذُوْا مَا أَجْلَبُوْا بِهِ عَلَيْكُمْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِ الْمُتَوَفَّى شَيْءٌ، وَإِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ السِّلَاحُ فِيْ أَيْدِيْهِمْ مِنْ غَيْرِ تَنَفُّلِ

٤٣٥٧- ابوالبختری فرماتے ہیں کہ جب جمل والوں (یعنی باغیوں کو) شکست ہوئی تو حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ جو لشکر بغاۃ سے نکلنے والا ہو اس کو نہ پکڑا جائے۔ اور جو جانور یا اسلحہ ہے وہ تمہارا ہے۔ اور تمہارے لئے کوئی ام ولد نہیں۔ اور (بغاۃ میں سے) جس عورت کا خاوند قتل ہو چکا ہو وہ چار ماہ اور دس دن عدت گذارے۔ لوگوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! یہ کیسے کہ ان کا خون تو ہمارے لئے حلال ہو اور ان کی عورتیں ہمارے لئے حلال نہ ہوں؟ (غرض) اس بارے میں لوگوں نے آپؓ سے جھگڑا کیا تو آپ نے فرمایا کہ لاؤ اپنے قرعہ اندازی کے تیر اور حضرت عائشہؓ پر قرعہ ڈالو۔ کیونکہ وہی اس جنگ میں (دوسری طرف سے) سردار اور ان کی قائد ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ پس حضرت علیؓ ان پر حجت میں غالب آگئے اور انہوں نے کہا کہ ہم اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں (کہ ہم نے آپ سے غلط مطالبہ کیا) (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

٤٣٥٨- محمد اور طلحہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے لشکر میں جو کچھ تھا اس سب کو جمع کر کے بصرہ کی مسجد میں بھیجا اور فرمایا کہ جو شخص اپنی چیز کو پہچان لے تو وہ وہ چیز لے لے سوائے اُن ہتھیاروں کے جو بیت المال کے تھے ان کے اوپر شاہی مہر تھی اس لیے کہ وہ ان اشیاء سے ہیں جو بیت المال میں باقی رہیں گی جب تک ان کی شناخت نہ ہوگی جو مال اللہ تعالیٰ کا وہ ہانک کر لائے ہیں اس کو لے لو۔ کسی مسلمان کے لیے فوت ہونے والے مسلمان کے مال سے کوئی چیز حلال نہیں۔ یہ ہتھیار تو ان کے قبضے میں بغیر بادشاہ کی طرف سے انعام کے تھے۔

بِنَ السُّلْطَانِ" اھ۔

۴۳۵۹- حدثنی محمد بن اسحاق عن ابی جعفر "قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ إِذَا أُتِيَ بِالْأَسِيْرِ يَوْمَ صِفِّيْنَ أَخَذَ دَابَّتَهُ وَسِلَاحَهُ، وَأَخَذَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَعُوْدَ وَخَلّٰى سَبِيْلَهُ"۔ رواہ الامام ابو یوسف فی "الخراج" (ص ۲۵۵)۔ وھو مرسل صحیح۔

باب لا يضمن البغاة ما اتلفوه حال الحرب من نفس ولا مال

۴۳۶۰- انبانا معمر اخبرنی الزهری أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ هشامٍ كَتَبَ إِلَيْهِ يَسْأَلُهُ عَنْ اِمْرَأَةٍ خَرَجَتْ مِنْ عِنْدِ زَوْجِهَا وَشَهِدَتْ عَلٰى قَوْمِهَا بِالشِّرْكِ وَلَحِقَتْ بِالْحَرُوْرِيَّةِ فَتَزَوَّجَتْ ثُمَّ أَنَّهَا رَجَعَتْ إِلٰى أَهْلِهَا تَائِبَةً قَالَ: فَكَتَبَ إِلَيْهِ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ الْفِتْنَةَ الْأُوْلٰى ثَارَتْ وَأَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا كَثِيْرٌ فَاجْتَمَعَ رَأْيُهُمْ عَلٰى أَنْ لَّا يُقِيْمُوْا عَلٰى أَحَدٍ حَدًّا فِيْ فَرْجٍ اسْتَحَلُّوْهُ بِتَأْوِيْلِ الْقُرْاٰنِ وَلَا قِصَاصًا فِيْ دَمٍ اسْتَحَلُّوْهُ بِتَأْوِيْلِ الْقُرْاٰنِ إِلَّا أَنْ يُّوْجَدَ شَيْءٌ بِعَيْنِهٖ

۴۳۵۹۔ ابوجعفر فرماتے ہیں کہ صفین کے دن جو قیدی حضرت علیؓ کے پاس لایا جاتا تو آپ اس کی سواری اور اس کا اسلحہ لے لیتے اور اس سے یہ عہد لیتے کہ وہ دوبارہ ایسا نہیں کرے گا اور اسے چھوڑ دیتے۔ (کتاب الخراج لابی یوسف) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

باب باغی اس جان اور مال کے ضامن نہ ہونگے جو انہوں نے حالتِ جنگ میں ضائع اور ہلاک کئے

۴۳۶۰۔ زہری فرماتے ہیں کہ سلیمان بن ہشام نے اسے ایک ایسی عورت کے بارے میں پوچھتے ہوئے لکھا کہ جو اپنے خاوند کے ہاں سے نکلی اور اپنی قوم کے پاس شرک کی گواہی دی اور حروریہ باغیوں کے ساتھ مل گئی اور اس نے شادی کر لی پھر (آخرکار) وہ تائب ہو کر اپنے اہل کی طرف لوٹی۔ زہری فرماتے ہیں کہ پھر اس (زہری) نے اسے لکھا کہ حمد وصلوۃ کے بعد پہلا فتنہ اس وقت پھیلا کہ حضرت محمد ﷺ کے وہ صحابہؓ جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے کثرت سے موجود تھے۔ پس ان کی رائے اس بات پر مجتمع ہوئی کہ کسی شخص پر حد قائم نہ کریں، ایسی شرمگاہ کے بارے میں جس کو انہوں نے قرآن کی تاویل کے ساتھ حلال کیا اور نہ (کسی پر) قصاص قائم کریں ایسے خون میں جس کو انہوں نے قرآن کی تاویل کے ساتھ حلال کیا الا یہ کہ اگر کوئی چیز کسی کے پاس بعینہٖ پائی جائے تو وہ اس کے مالک کی طرف لوٹا دی جائے۔ اور (اس عورت مسئول عنہا کے بارے میں) میری رائے یہ ہے کہ اسے اس کے خاوند کی طرف لوٹا دیا جائے اور یہ کہ اس شخص پر حد لگائی جائے جو اس پر بہتان لگائے۔ (مصنف عبدالرزاق) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ کا اجماع اس بات پر ہے کہ حالتِ جنگ میں باغی، جو جان یا مال تلف کریں اس

فَيُرَدَّ عَلٰى صَاحِبِهٖ، وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَرَدَّ اِلٰى زَوْجِهَا وَاَنْ يُّحَدَّ مَنِ افْتَرٰى عَلَيْهَا"۔ رواه عبدالرزاق في "مصنفه" (فتح القدير ٥: ٣٤٠)، وهو مرسل صحيح۔

٤٣٦١- ان عليا رضي الله عنه قَاتَلَ اَصْحَابَ الْجَمَلِ وَاَهْلَ الشَّامِ وَالنَّهْرَوَانِ، وَلَمْ يَتَتَبَّعْ بَعْدَ الْاِسْتِيْلَاءِ مَا اَخَذُوْهُ مِنَ الْحُقُوْقِ"۔ ذكره الرافعي و قال الحافظ في "التلخيص الحبير" (٦: ٣٤٧): وهذا معروف في التواريخ الثابتة، وقد استوفاه ابو جعفر ابن جرير الطبري وغيره اهـ۔

باب ما جباه البغاة من الخراج والعشر والصدقات لم ياخذه الامام ثانيا

٤٣٦٢- حدثنا عبدالله بن صالح عن الليث عن يونس عن ابن شهاب فِيْ رَجُلٍ زَكَّتِ الْحَرُوْرِيَّةُ مَالَهٗ هَلْ عَلَيْهِ حَرَجٌ؟ فَقَالَ: "كَانَ ابْنُ عمرَ يَرٰى اَنَّ ذٰلِكَ يَقْضِيْ عَنْهُ"، وَاللهُ اَعْلَمُ۔ رواه ابو عبيد في "الاموال" (ص ٥٧٨)، وهو مرسل حسن صحيح۔ والزهري اعرف الناس بقضايا ابن عمر رضي الله عنه وآثاره۔

کے ضامن نہ ہونگے۔ البتہ اگر کوئی چیز بعینہ باغیوں کے پاس موجود ہوگی تو وہ واپس لوٹائی جائے گی۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

۴۳۶۱۔ حضرت علیؓ نے جمل والوں، شام والوں اور نہروان والوں سے جنگ کی اور (ان پر غلبہ حاصل کر لینے کے بعد جو حقوق باغیوں نے چھینے تھے ان کا مطالبہ نہ کیا۔ اسے رافعی نے ذکر کیا ہے۔ حافظ تلخیص الحبیر میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ تاریخ میں مشہور و معروف ہے۔ ابن جریر طبری نے اسے مکمل بیان کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ باغی جو چیز اور جو حق ضائع کردیں اس کا مطالبہ نہ ہوگا۔

باب جو خراج، عشر اور زکوٰۃ باغی لے لیں تو امام المسلمین اسے دوبارہ نہ لے

۴۳۶۲۔ ابن شہابؒ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کے مال کی زکوٰۃ حروریہ نے لے لی ہو کہ آیا اس پر کوئی تنگی ہوگی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عمرؓ کا خیال تھا کہ اس طرح اس کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔ (کتاب الاموال ابو عبید) یہ حدیث مرسل حسن ہے۔ اور ابن شہاب زہری ابن عمرؓ کے فیصلوں اور ان کے آثار کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

فائدہ: ابن عمرؓ فرما رہے ہیں کہ اگر زکوٰۃ باغی لے لیں تو دوبارہ امام ان سے زکوٰۃ نہ لے اور کسی صحابی نے ان کی مخالفت نہیں

٤٣٦٣- حدثنا احمد بن عثمان عن ابن المبارك عن سعيد بن ابی ایوب عن نافع اَنَّ الانصار "سَالُوا ابنَ عُمَرَ عَنِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ: اِدفَعُوهَا اِلَى العُمَّالِ فَقَالُوا: اِنَّ اَهلَ الشَّامِ يَظهَرُونَ مَرَّةً وَهؤُلَاءِ مَرَّةً فَقَالَ: اِدفَعُوهَا اِلَى مَن غَلَبَ"۔ رواه ابو عبيد ايضا ، واحتج به ورجاله ثقات كلهم غير شيخه، فلم اعرفه۔

٤٣٦٤- حدثنا معاذ عن ابن عون عن انس بن سيرين قال: كُنتُ عِندَ ابنِ عمر فَقَالَ رَجُلٌ: اَنَدفَعُ صَدَقَاتِ اَموَالِنَا اِلَى عُمَّالِنَا؟ فَقَالَ: نَعَم، فَقَالَ: اِنَّ عُمَّالَنَا كُفَّارٌ، قَال: وَكَانَ زِيَادُ-

کی لہٰذا یہ بمنزلہ اجماع کے ہے۔

فائدہ: حروریہ، خوارج کا وہ فرقہ ہے جس نے حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کی تھی کیونکہ یہ حروراء مقام پر جمع ہو گئے تھے اس لئے ان کو حروریہ کہتے ہیں۔

۴۳۶۳۔ نافع سے مروی ہے کہ انصار نے ابن عمرؓ سے زکوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ زکوٰۃ سرکاری عاملوں کو دو۔ انصار نے کہا کہ (یہاں) کبھی شامی (حضرت معاویہؓ کے لوگ) غالب آتے ہیں اور کبھی یہ لوگ (عراقی لوگ یعنی حضرت علیؓ) تو انہوں نے فرمایا کہ جو غالب آجائے اسے زکوٰۃ دے دو۔ (کتاب الاموال ابوعبید)۔ ابوعبید نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہوگی)۔ اور ابوعبید کے شیخ کے علاوہ باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور ابوعبید کے استاد کا حال مجھے معلوم نہیں ہوا۔

فائدہ: اصل وجہ یہ ہے کہ عشر وغیرہ لینے کا مدار حفاظتِ نفس و مال ہے، لہٰذا جو غالب ہوگا وہی لوگوں کے مال و جان کا محافظ ہوگا لہٰذا اسے ہی عشر، خراج اور زکوٰۃ لینے کی ولایت حاصل ہوگی۔

موفق مغنی میں فرماتے ہیں کہ "اگر باغی کسی شہر پر غالب آجائیں اور زکوٰۃ عشر و خراج لے لیں پھر عادل بادشاہ غالب آجائے تو وہ ان سے دوبارہ زکوٰۃ، عشر، جزیہ، خراج نہیں لے گا۔ ابن عمرؓ، سلمہ بن الاکوعؓ، امام شافعیؒ اور احناف کا یہی مسلک ہے خواہ وہ باغی خوارج سے ہوں یا کسی اور گروہ سے۔"

فائدہ: ابن حزم کا یہ اعتراض کہ "اس مسئلہ میں احناف کے پاس نہ کوئی نص ہے اور نہ ہی اجماع" غلط نکلا۔

۴۳۶۴۔ انس بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ کیا ہم اپنے مالوں کی زکوٰۃ اپنے عاملوں کو دیدیں۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں! اس شخص نے کہا کہ ہمارے عامل تو کافر ہیں۔ انس فرماتے ہیں کہ زیاد (جو مشہور والی ہے) کا فروں

هُوَ زِيَادُ بْنُ اَبِيْهِ الْوَالِيْ الْمَشْهُوْرُ- يَسْتَعْمِلُ الْكُفَّارَ فَقَالَ: لَا تَدْفَعُوْا صَدَقَاتِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ۔ رواه ابوعبيد ايضا (ص ٥٦٩)- وهو سند صحيح۔

باب من قتل رجلا وهما من عسكر اهل البغي ثم ظهر عليهم فليس عليهم شيء

قال الله تعالى: ﴿فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾۔

٤٣٦٥- عن معمر عن الزهري وذكر قتل عمر قال: فاخبرني سعيد بن المسيب ان عَبْدَالرحمنِ بن ابى بكر الصديق، وَلَمْ تُجَرِّبْ عَلَيْهِ كِذْبَةٌ قَطُّ، قَالَ: حِيْنَ قُتِلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ انْتَهَيْتُ اِلَى الْهُرْمُزَانِ وَجُفَيْنَةَ وَاَبِيْ لُؤْلُؤَةَ وَهُمْ نَجِيٌّ فَتَبِعْتُهُمْ فَثَارُوْا وَسَقَطَ مِنْ

کوبھی زکوۃ کی وصولی پر عامل مقرر کیا کرتا تھا۔ اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی زکوۃ کفار کو نہ دو۔ (کتاب الاموال) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اگر کفار جو عامل ہیں وہ امانت دار ہوں اور زکوۃ ہو بہو امام تک پہنچا دیں اور امام بھی زکوۃ کو مصارف میں خرچ کرے تو کفار کو دی ہوئی زکوۃ کافی ہو جائے گی ورنہ اعادہ لازم ہوگا۔ واللہ اعلم

باب باغیوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو قتل کر دے اور پھر غلبہ پا لیا جائے تو ان پر کوئی چیز (قصاص اور دیت) نہ ہوگی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ (مقتول) ایسی قوم سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں اور وہ مقتول ہو بھی مومن تو ایک مسلمان گردن کا آزاد کرنا ہے (یعنی قصاص اور دیت نہیں ہے)۔

فائدہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے مسلمان کو قتل کرنے پر (جو مسلمان ہونے کے باوجود دشمن قوم کے ساتھ ہو) دیت اور قصاص کو ساقط کر دیا اور صرف کفارہ کو واجب قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان اگر اہل حرب کے ساتھ رہنے لگے اور ہماری طرف ہجرت نہ کرے تو اس کے خون کی قیمت نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس کے قاتل پر ضمان نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر باغیوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو قتل کردے اور پھر ہم ان پر غلبہ پالیں تو اس قاتل پر دیت یا قصاص نہ ہوگا کیونکہ اس نے مباح القتل نفس کو قتل کیا ہے جیسا کہ اگر کوئی عادل مسلمان باغی مسلمان کو قتل کر دے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہوتا۔ الغرض جب وہ باغی مباح الدم ہے تو اس کے قتل پر کوئی چیز واجب نہ ہوگی۔

٤٣٦٥۔ زہری، حضرت عمرؓ کے قتل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ (جن پر ہم نے کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا) یعنی عبدالرحمٰن کو ہم نے کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں پایا) فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ

بَيْنِهِمْ خَنْجَرٌ لَهُ رَأْسَانِ نِصَابُهُ فِيْ وَسْطِهِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: فَانْظُرُوا بِمَا قُتِلَ بِهِ عُمَرُ فَوَجَدُوْهُ خَنْجَرًا عَلَى النَّعْتِ الَّذِىْ نَعَتَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَخَرَجَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عمر مُشْتَمِلًا عَلَى السَّيْفِ حَتّٰى اَتَى الْهُرْمُزَانَ فَقَتَلَهُ، ثُمَّ اَتٰى جُفَيْنَةَ، وَكَانَ نَصْرَانِيًا فَضَرَبَهُ، فَصَلَبَ مَابَيْنَ عَيْنَيْهِ ثُمَّ اَتٰى ابْنَةَ اَبِىْ لُؤْلُؤَةَ جَارِيَةً صَغِيْرَةً تَدَّعِيْ الْإِسْلَامَ فَقَتَلَهَا، فَأَظْلَمَتِ الْاَرْضُ يَوْمَئِذٍ عَلٰى اَهْلِهَا۔ فَلَمَّا وَلِيَ عُثْمَانُ (اَىْ بَعْدَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ شَهَادَةِ عُمَرَ) قَالَ: اَشِيْرُوْا عَلَيَّ فِيْ هٰذَاالرَّجُلِ الَّذِىْ فَتَقَ فِي الْإِسْلَامِ مَا فَتَقَ -يَعْنِيْ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ- فَاَشَارَ عَلَيْهِ الْمُهَاجِرُوْنَ اَنْ يَّقْتُلَهُ، وَقَالَ جَمَاعَةٌ مِنَ النَّاسِ: قُتِلَ عمرُ بِالْاَمْسِ وَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَتْبَعُوْهُ اِبْنَهُ الْيَوْمَ اَبْعَدَاللهُ الْهرمزانَ وجفينةَ، فَقَامَ عَمْرُوبْنُ الْعَاصِ فَقَالَ: يَا اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ! اِنَّ اللهَ قَدْ اَعْفَاكَ اَنْ يَكُوْنَ هٰذَاالْاَمْرُ وَلَكَ عَلَى النَّاسِ مِنْ سُلْطَانٍ۔ اِنَّمَا كَانَ هٰذَاالْاَمْرُ وَلَا سُلْطَانَ لَكَ، فَاصْفَحْ عَنْهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ : فَتَفَرَّقَ النَّاسُ عَلٰى خُطْبَةِ عَمْرٍو، وَوَدّٰى عُثْمَانُ الرَّجُلَيْنِ وَالْجَارِيَةَ"۔ رواه عبدالرزاق، كما فى "المحلى" (١١:١١٤)، والذهلى فى "الزهريات" من طريق معمر عن الزهرى عن سعيد بن

بن خطاب کو قتل کیا گیا تو میں ہرمزان، جفینہ اور ابولولو کے قریب گیا جبکہ وہ سرگوشی کرر ہے تھے پس وہ منتشر ہوئے اور (اس دوران) ان کے درمیان سے ایک خنجر گرا جس کے دو سرے (پھل) تھے اور اس کا دستہ اس کے درمیان میں تھا۔ عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ دیکھو کس چیز کے ساتھ حضرت عمرؓ کو قتل کیا گیا ہے پس لوگوں نے اسے ایک خنجر پایا اس صفت پر جو عبدالرحمٰن نے بیان کی۔ پس حضرت عبیداللہ بن عمر بن خطاب تلوار لے کر نکلے حتیٰ کہ ہرمزان کے پاس آئے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر جفینہ کے پاس آئے اور جفینہ عیسائی تھا پس اسے مارا اور اس کی آنکھوں کے درمیان والے حصے کو لٹکا دیا پھر ابولولوہ کی بیٹی کے پاس آئے جو چھوٹی بچی تھی اور اسلام کا دعویٰ کرتی تھی پس اسے بھی قتل کر دیا۔ پس اس دن زمین والوں پر تاریک کر دی گئی۔ پھر جب حضرت عثمانؓ امیر المؤمنین بنے (حضرت عمرؓ کی شہادت کے تین دن کے بعد) تو فرمایا کہ مجھے اس شخص کے بارے میں رہنمائی کرو جس نے اسلام میں وہ رخنہ ڈالا جو اس نے ڈالا یعنی عبیداللہ بن عمرؓ کے بارے میں۔ پس مہاجرین نے حضرت عثمانؓ کو اشارہ کیا کہ اسے قتل کر دیا جائے اور لوگوں کی ایک جماعت نے کہا کہ کل تو حضرت عمرؓ قتل کیے گئے ہیں اور آپ لوگ آج اس کے بیٹے کو اس کے پیچھے (قتل کر کے) بھیجنا چاہتے ہیں۔ اللہ نے ہرمزان اور جفینہ کو دور کیا۔ پس حضرت عمرو بن العاصؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے امیر المؤمنین! تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے معاف رکھا ہے کہ یہ معاملہ اس حالت میں ہوتا کہ آپ کی لوگوں پر حکومت ہوتی۔ یہ معاملہ تو اس وقت ہوا ہے جبکہ آپ کی لوگوں پر حکومت نہیں تھی۔ پس اے امیر المؤمنین اس سے درگذر فرمائیں۔ پس عمرو بن العاص کے خطبہ پر لوگ متفرق اور منتشر ہو گئے اور حضرت عثمانؓ نے دو مردوں اور ایک بچی کی دیت دی۔ (مصنف

المسیب به، کما فی "الاصابة" (٧٦:٥)- وهذا سند صحیح-

باب یکره بیع السلاح من اهل الفتنة وفی عساکرهم

٤٣٦٦- عن عمران بن حصین ﷺ ﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ السِّلَاحِ فِيْ الْفِتْنَةِ﴾- رواه ابن عدی فی الکامل والعقیلی فی کتابه عن محمد بن مصعب القرقسانی ثنا ابو الاشهب عن ابی رجاء عن عمران بن حصین ﷺ به (زیلعی ١٢٠:٢) واسناده حسن کما تقدم فی اول الکتاب و علقه البخاری، فقال: وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ اه (فتح الباری ٢٧٠:٤)-

عبدالرزاق) اور یہ سند صحیح ہے۔

فائدہ: عمرو بن العاصؓ کا یہ فرمان کہ" چونکہ یہ معاملہ آپ کی حکومت کے ہوتے ہوئے نہیں ہوا اس لئے آپؓ قصاص نہ لیں بلکہ معاف کر دیں"۔ اس بات پر دلیل ہے کہ قصاص صرف حکومت کے ہوتے ہوئے ہی لیا جا سکتا ہے۔ اور حکومت دفاع کے ساتھ ہے اور جب ایک باغی دوسرے باغی کو دارالبغی میں (جہاں عادل بادشاہ کی حکومت نہیں ہوتی) قتل کر دے تو چونکہ وہاں بھی دفاع نہ پایا گیا اور دفاع نہ ہونے کی وجہ سے گویا حکومت نہ پائی گئی پس جب حکومت نہ پائی گئی تو قصاص بھی نہیں لیا جائے گا اور دیت بھی نہ ہوگی باقی رہا حضرت عثمانؓ کا مقتولین کے ورثاء کو دیت دینا تو وہ محض ورثاء کے تطییب قلوب کے لئے تھا اور اس وجہ سے تھا کہ فتنہ دب جائے۔ اس وجہ سے نہیں تھا کہ باغی جب باغی کو دارالبغی میں قتل کرے تو دیت واجب ہوتی ہے۔

باب فتنہ والوں کو اور ان کے لشکروں میں ہتھیار بیچنا مکروہ ہے

٤٣٦٦۔ عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فتنہ کے زمانے میں ہتھیار بیچنے سے منع فرمایا۔ (کامل ابن عدی) اور عقیلی نے بھی اپنی کتاب میں محمد بن مصعب قرقسانی.......... کے واسطے سے عمران بن حصینؓ سے یہی حدیث روایت کی ہے۔ (زیلعی) اور اس کی سند حسن ہے۔ اور یہ حدیث بخاری نے بھی تعلیقاً روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ عمران بن حصینؓ نے فتنہ کے زمانہ میں ہتھیار کے بیچنے کو مکروہ جانا ہے۔ (فتح الباری)۔

فائدہ: فتنہ سے مراد وہ جنگیں ہیں جو مسلمانوں کے مابین ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں اسلحہ بیچنا خریدنے والے کی اعانت و مدد کرنا ہے اور فتنہ کو بڑھانا ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ یہ کراہت اس وقت ہے جب صورت مشتبہ ہو یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ حق پر کون ہے اور

مسائل شتی

باب یوجع الغال عقوبة ولا یحرق رحله ومتاعه

٤٣٦٧- روی عن ابی بکر و عمر رضی الله عنهما "أَنَّهُمَا كَانَا يُعَاقِبَانِ فِيْ الْغُلُوْلِ عُقُوْبَةً مُوْجِعَةً" ذکره الامام ابو یوسف هکذا فی "الخراج" له، واحتج به، واحتجاج المجتهد بحدیث تصحیح له کما تقرر فی الاصول۔

٤٣٦٨- عن عبدالله بن عمروؓ قال: كَانَ عَلٰى ثِقَلِ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ كِرْكِرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هُوَ فِيْ النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا﴾۔ رواه البخاری وَ قَالَ: وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُاللهِ بْنُ عَمْرٍو عن النبيّ ﷺ أَنَّهٗ حَرَّقَ مَتَاعَهٗ وَهٰذَا أَصَحُّ (فتح الباری ٦: ١٣٠)۔

جب صورت حال واضح ہو جائے تو پھر اہل حق گروہ کو اسلحہ بیچنا کراہت سے خالی ہے۔

متفرق مسائل

باب مال غنیمت میں سے چوری کرنے والے کو سخت سزا دی جائے اور اس کا کجاوہ اور سامان نہ جلایا جائے

۴۳۶۷۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ مال غنیمت میں سے چوری کرنے پر سخت سزا دیتے تھے (کتاب الخراج لابی یوسف) امام ابو یوسف نے اس سے حجت پکڑی اور مجتہد کا کسی حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے جیسا کہ اصول میں یہ بات متحقق ہو چکی ہے۔

فائدہ: حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ نوویؒ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ غلول (مال غنیمت میں سے چوری کرنا) کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

۴۳۶۸۔ عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سامان پر ایک آدمی (نگہبان) تھا جسے کرکرہ کہا جاتا تھا۔ پس (جب) وہ مرا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں گیا۔ پس صحابہ کرامؓ اس کو دیکھنے کے لیے گئے تو انہوں نے ایک چادر (اس کے ہاں) پائی جس کو (کرکرہ) نے مال غنیمت سے چرایا تھا۔ (بخاری) امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے حضور ﷺ سے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ ﷺ نے اس کا سامان جلا دیا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ (فتح الباری)

باب كراهة الجرس في اعناق الخيل والابل ونحوها

٤٣٦٩- عن ام حبيبة رضي الله عنها عن النبي ﷺ: ﴿لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جَرَسٌ﴾- رواه ابوداود و سكت عنه هو والمنذری و قال: واخرجه النسائی (عون المعبود ٢: ٣٣٠)-

٤٣٧٠- عن ابی هريرة ﷺ ان النبی ﷺ قال: ﴿لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ اَوْ جَرَسٌ- وفی لفظ قال فی الجَرَسِ-: مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ﴾- رواه ابوداود و سكت عنه و قال المنذری: اخرجه مسلم والترمذی والنسائی ایضا (عون المعبود ٢: ٣٣٠)-

فائدہ: ھذا اصح سے امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ زیادہ صحیح بات حضور ﷺ سے غال (مالِ غنیمت سے چوری کرنے والے) کے بارے میں یہی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس کا سامان نہیں جلایا، تو ''ھذا اصح'' کہہ کر وہ ابوداؤد کی روایت کردہ اس روایت کی تضعیف کرنا چاہتے ہیں، جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی آدمی کو پاؤ کہ اس نے مالِ غنیمت سے چوری کی ہے تو اس کے سامان کو جلا دو۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ اصح ہے۔ لیکن امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے غال کے کجاوہ اور سامان کے جلانے پر استدلال کرنا باطل ہے، اور اس کی کوئی اصل نہیں اور اس کے راوی غیر معتمد ہیں اھ۔ اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ صالح راوی منکر الحدیث ہے۔ اور امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو ممکن ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہو جب عقوبت بالمال جائز ہوتا تھا۔ اھ (فتح الباری بتغیر-٦-١٣) امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مالِ غنیمت سے چوری کرنے پر قطع ید نہیں جیسا کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ''لیس فی الغلول قطع''۔

باب گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کی گردنوں میں گھنٹی باندھنا مکروہ ہے

۴۳۶۹۔ ام حبیبہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رحمت کے فرشتے اس قافلہ کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو۔ (ابوداؤد) ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث حسن یا صحیح ہے) اور منذری کہتے ہیں کہ اسے نسائی بھی (باب الجلاجل کتاب الزینۃ میں) روایت کیا ہے۔

۴۳۷۰۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رحمت کے فرشتے اس قافلہ کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں کتا یا گھنٹی ہو۔ اور ایک روایت میں گھنٹی کے بارے میں ہے کہ یہ شیطان کا باجا ہے۔ (ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کی ہے (عون المعبود)۔

فائدہ: اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ یہ پسند فرماتے تھے کہ دشمن کے پاس اچانک پہنچا جائے کیونکہ اگر جانوروں

باب آداب القفول من الغزو
وما يستحب للناس من تلقي الغزاة

٤٣٧١- عن ابن عمر رضي الله عنهما ﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْاَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيْرَاتٍ وَيَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ﴾۔ رواه ابو داود قال المنذری: واخرجه البخاری و مسلم والنسائی (عون المعبود ٢: ٣٣١)۔

٤٣٧٢- عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه قال قال رسولُ الله ﷺ: ﴿يُكْرَهُ اَنْ يَاْتِيَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ

پر گھنٹی ہوگی تو ان کو ہماری آمد کی دور سے ہی اطلاع ہو جائے گی اور اچانک حملہ آور ہونے کا مطلوب ومقصود فوت ہو جائے گا۔ دوسرے اس کی وجہ سے انسان ذکر وفکر سے غافل ہو جاتا ہے جیسا کہ آج کل مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اگر دارالاسلام میں گھنٹی باندھنے میں منفعت ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں جیسے باؤلے کتے کے گلے میں لٹکا دی جائے تا کہ لوگ اس سے بچ سکیں۔ یا جیسے جانوروں کے گلے میں لٹکا دیا جائے تا کہ رات کے وقت درندے (بھیڑیا وغیرہ) قافلے سے دور رہیں یا جیسے گھنٹی کی آواز جانور میں نشاط پیدا کرتی ہے جس سے جانور تیز دوڑتا ہے تو اس وجہ سے گھنٹی باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: جو حکم گھنٹی کا ہے وہی حکم گھنگھرو کا ہے۔

باب غزوہ (یعنی جنگ) سے لوٹنے کے آداب اور غازیوں کے استقبال کے لئے لوگوں کو کیا کرنا چاہیے

۴۳۷۱۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب کسی غزوہ یا حج یا عمرہ سے لوٹتے تو زمین کی ہر بلند جگہ پر تین مرتبہ تکبیر کہتے اور یہ دعاء پڑھتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ (یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ ہم واپس ہو رہے ہیں توبہ کر رہے ہیں، عبادت کر رہے ہیں، اپنے رب کے حضور سجدہ کر رہے ہیں اور اس کی حمد کر رہے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور لشکروں کو تنہا شکست دے دی) اسے ابوداؤد اور منذری نے روایت کیا ہے۔ اور بخاری، مسلم اور نسائی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

۴۳۷۲۔ جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مکروہ ہے کہ آدمی (سفر سے) رات کے وقت اپنے گھر

طُرُوْقًا﴾- رواہ ابو داود و فی لفظ قال: ﴿اِنَّ اَحْسَنَ مَا دَخَلَ الرَّجُلُ عَلٰی اَھْلِہٖ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اَوَّلَ اللَّیْلِ﴾- قال المنذری: واخرجه البخاری و مسلم والنسائی (عون ٣:٤٨)- و فیه ایضا: قال ابو داود: قال الزهری: الطروق بعد العشاء- قال ابوداود: وبعد المغرب لا باس به اھ-

٤٣٧٣- عن السائب بن یزیدقال: لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ ﷺ الْمَدِیْنَةَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ تَلَقَّاہُ النَّاسُ فَلَقِیْتُهٗ مَعَ الصِّبْیَانِ عَلٰی ثَنِیَّةِ الْوَدَاعِ"- رواہ ابو داود، قال المنذری: واخرجه البخاری والترمذی، (عون المعبود ٣:٤٦)-

٤٣٧٤- عن کعب بن مالک ﷺ ﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ لَا یَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَهَارًا، قَالَ الْحَسَنُ (ابن علی الراوی) فِی الضُّحٰی فَاِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اَتَی الْمَسْجِدَ فَرَکَعَ فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِیْهِ﴾- رواہ ابو داود وسکت عنه-

٤٣٧٥- و فی لفظ له عن ابن عمر رضی اللہ عنهما- فَرَکَعَ فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰی بَیْتِهٖ -

٤٣٧٦- قَالَ نافع: فکَانَ ابْنُ عُمَرَ کَذٰلِكَ یَصْنَعُ- رواہ ابوداود و سکت عنه،

آئے۔(ابوداؤد) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفر سے (واپس) اپنے گھر آنے کا بہترین وقت رات کا ابتدائی حصہ ہے۔

منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری، مسلم اور نسائی نے بھی روایت کی ہے۔(عون المعبود) اور اسی میں ہے کہ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ زہری فرماتے ہیں کہ "طروق" عشاء کے بعد آنا ہے۔ابوداؤد فرماتے ہیں کہ مغرب کے بعد آنے میں کوئی حرج نہیں۔

۴۳۷۳۔ سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ غزوۂ تبوک سے (واپس) مدینہ تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کا استقبال کیا، میں نے بھی بچوں کے ہمراہ ثنیۃ الوداع مقام پر آپ ﷺ سے ملاقات کی (ابوداؤد)۔منذری فرماتے ہیں کہ بخاری اور ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

۴۳۷۴۔ کعب بن مالک سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو دن کے وقت ہی تشریف لاتے۔ حضرت حسن بن علی راوی فرماتے ہیں کہ چاشت کے وقت تشریف لاتے۔پس جب آپ ﷺ کسی سفر سے تشریف لاتے تو (پہلے) مسجد میں آتے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھ کر وہیں تشریف فرما ہوتے۔(ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

۴۳۷۵۔ اور ابوداؤد کی ہی ایک روایت میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس میں دو رکعتیں پڑھیں پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔

۴۳۷۶۔ نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔(ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ ان کے ہاں

٤٣٧٧- قال المنذری: فیه محمد بن اسحاق (قلت: ولکنه صرح بالتحدیث) و قد جاء ت هذه السنة فی احادیث ثابتة انتهی کلام المنذری (عون المعبود ٣:٤٦)۔

باب فضیلة غزوة الهند

٤٣٧٨- عن ابی هریرة ﷛ قال: ﴿وَعَدَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَزْوَةَ الْهِنْدِ فَاِنْ اَدْرَکْتُهَا اُنْفِقْ فِیْهَا نَفْسِیْ وَمَالِیْ وَاِنْ قُتِلْتُ کُنْتُ اَفْضَلَ الشُّهَدَاءِ وَاِنْ رَجَعْتُ فَاَنَا اَبُوْهُرَیْرَةَ الْمُحَرَّرُ﴾، (رواه النسائی ٢:٦٣)، و سنده حسن۔

٤٣٧٩- عن ثوبان﷛ مولٰی رسولِ اللّٰه ﷺ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ﴿عِصَابَتَانِ مِنْ اُمَّتِیْ اَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ، عِصَابَةٌ تَغْزُوالْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَکُوْنُ مَعَ عِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ﴾، (رواه النسائی٢:٦٣) ایضا، وعزاه العزیز الی احمد والضیاء عن ثوبان ایضا و قال: باسناد حسن۔

حسن یا صحیح ہے) منذری فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے (لیکن میں کہتا ہوں کہ اس میں اس نے تحدیث کی صراحت کی ہے) اور آپ ﷺ کا یہ طریقہ اور یہ سنت صحیح اور ثابت احادیث میں موجود ہے۔اھ (عون المعبود)

فائدہ: امام بخاری صحیح البخاری میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ سفر سے واپس مدینہ تشریف لاتے تو (ملنے کے لئے آنے والے مہمانوں کے لئے) گائے یا اونٹ ذبح کرتے۔ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس میں یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ رئیس اور امام جب سفر سے واپس آئے تو اپنے احباب کو کھانا کھلائے۔(خواہ اس کا واپس آنا جہاد سے ہو یا حج سے یا عمرہ سے) اور یہ اسلاف کے ہاں مستحب ہے اور مھلب سے منقول ہے کہ ابن عمرؓ جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو آنے والے مہمانوں کو کھانا کھلاتے اور رمضان کی قضاء بھی مہمانوں کی وجہ سے مؤخر فرمادیتے (فتح الباری ١-١٣٤)

باب غزوۂ ہند کی فضیلت

٤٣٧٨۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم سے ہند میں جہاد کرنے کا وعدہ فرمایا تھا (یعنی مسلمان ہند میں جہاد کریں گے) اگر میں نے وہ جہاد پالیا تو میں اس (جہاد) میں اپنی جان و مال خرچ کردوں گا۔اور اگر مجھے قتل کردیا گیا تو میں افضل الشہداء ہوں گا۔اور اگر میں لوٹ آیا تو میں جہنم سے آزاد کیا ہوا ابوہریرہ ہوں گا۔(نسائی) اس کی سند حسن ہے۔

٤٣٧٩۔ حضور ﷺ کے غلام ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے دو گروہ ایسے ہیں کہ اللہ

تمة كتاب السير

باب ابطال القومية المتحدة

٤٣٨٠- عن ابى هريرةﷺ فى حديث طويل مرفوعاً﴿إِنَّ اللهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ، إِنَّمَا هُوَ مُؤمِنٌ تَقِيٌّ أَوْ فَاجِرٌ شَقِيٌّ، اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْ آدَمَ وَ آدمُ مِنْ تُرَابٍ﴾- رواه الترمذى وابو داود (المشكاة ص ٤١٨)-

٤٣٨١- عن عقبة بن عامرﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: ﴿أَنْسَابُكُمْ هٰذِهٖ لَيْسَتْ بِمَسَبَّةٍ عَلٰى اَحَدٍ، كُلُّكُمْ بَنُوْ آدمَ طَفُّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلَئُوْهُ لَيْسَ لِاَحَدٍ عَلٰى اَحَدٍ فَضْلٌ اِلَّا بِدِيْنٍ

تعالیٰ ان کو جہنم سے آزاد کریں گے۔ایک وہ گروہ جو ہند میں جہاد کرے گا۔اور دوسرا وہ جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگا۔(نسائی) اور عزیز نے اسے احمد اور ضیاء مقدسی کی طرف بھی منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے ہند میں جہاد کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی خواہ وہ سب سے پہلے جہاد کرنے والے ہوں یا دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ خواہ وہ اب دوبارہ دار الحرب بننے کے بعد جہاد کرنے والے ہوں سب کی فضیلت کو یہ حدیث شامل ہے لیکن افسوس کہ چند گروہوں نے انگریز کے دور میں انگریز کا وفادار بننے کے لئے جہاد کے منسوخ ہونے کا پروپیگنڈا کیا اور انگریز سے جاگیریں وصول کیں۔

تتمہ کتاب السیر

باب قومیت متحدہ کا ابطال

۴۳۸۰۔ ابو ہریرہؓ سے ایک طویل حدیث میں مرفوعاً مروی ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم سے دورِ جاہلیت کے تکبر و نخوت اور (اپنے) آباء و اجداد پر فخر کرنے کو دور کردیا ہے۔اب انسان یا تو مؤمن متقی ہے یا فاجر بد بخت۔تمام انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔(ترمذی،ابوداؤد باب فی التفاخر بالاحساب)۔

فائدہ: اظہار فخر کرنا اگر حق کے معاملہ میں ہو،حق کی خاطر ہو،کسی دینی مصلحت کے پیش نظر ہو اور دشمنانِ اسلام پر اپنی برتری،شان و شوکت اور اپنی قوت کے اظہار کے لئے ہو تو جائز ہے چنانچہ اسی طرح کی مفاخرت صحابہؓ و سلفؒ سے منقول ہے۔اور اگر .. خرت کا تعلق ناحق معاملہ سے ہو اور نفسانیت کے تحت تکبر و غرور کے لئے ہو تو مذموم ہے اور عرف عام میں مفاخرت کا استعمال اکثر اسی معنی میں ہوتا ہے۔

۴۳۸۱۔ عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے یہ نسب کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کے سبب تم کسی پر

وَتَقْوَی الحدیث رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان (المشکاۃ ص ٤١٨)۔

٤٣٨٢- عن ابی ذرؓ ﴿أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَهٗ: اُنْظُرْ! فَاِنَّكَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِنْ اَسْوَدَ وَلَا اَحْمَرَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوَی﴾۔ رواہ احمد ورجالہ ثقات۔

٤٣٨٣- عن ابی سعیدؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ﴿اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَاَبَاكُمْ وَاحِدٌ، فَلَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی اَعْجَمِیٍّ وَلَا اَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی﴾ رواہ الطبرانی والبزار بنحوہ، ورجال البزار رجال الصحیح۔

٤٣٨٤- وعن حمید بن عبدالرحمن بن عوف قال: سَمِعَ عبدُالرحمن بنُ عوفٍ رَجُلًا یَقُوْلُ: اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: غَیْرُكَ اَوْلٰی بِهٖ مِنْكَ وَلَكَ نَسَبُهٗ﴾۔ رواہ الطبرانی۔

٤٣٨٥- وعن ابی ھریرۃؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ﴿اِذَا كَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ اَمَرَ اللّٰهُ

برا بھلا کہو۔ تم سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ جس طرح ایک صاع دوسرے صاع کے برابر ہوتا ہے کہ جس کو تم نے نہ بھرا ہو، کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں مگر دین اور تقویٰ کے ساتھ۔ (الحدیث) اسے احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

فائدہ: مظاہر حق جلد نمبر ۴ کے صفحہ 463 سے تشریح نقل کریں۔

۴۳۸۲۔ ابوذرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ دیکھو! آپ کالے یا سرخ سے بہتر نہیں الا یہ کہ آپ اس پر تقویٰ کے ساتھ فضیلت حاصل کریں۔ (احمد) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۴۳۸۳۔ ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ پس کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی سرخ کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ (طبرانی، بزار) بزار کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۴۳۸۴۔ حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک آدمی کو یہ کہتے سنا کہ میں لوگوں میں سے حضور نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا کہ تیرا غیر تیری نسبت حضور ﷺ کے زیادہ قریب ہے اور تیرے لیے تو صرف اس کا (یعنی حضور ﷺ کا) نسب ہے۔ (طبرانی)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ محض رشتہ داری سے انسان حضور ﷺ کے قریب نہیں ہوتا بلکہ ایمان وعمل سے حضور ﷺ کے قریب ہوتا ہے۔ اس لیے فضیلت کا سبب رشتہ داری نہیں بلکہ اعمالِ صالحہ ہیں۔

۴۳۸۵۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک نداء کرنے والے کو حکم کریں

مُنَادِيًا يُنَادِيْ اَلَا اِنِّيْ جَعَلْتُ نَسَبًا وَجَعَلْتُمْ نَسَبًا فَجَعَلْتُ اَكْرَمَكُمْ اَتْقَاكُمْ فَاَبَيْتُمْ اِلَّا اَنْ تَقُوْلُوْا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ خَيْرٌ بِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، فَالْيَوْمَ اَرْفَعُ نَسَبِيْ وَاَضَعُ نَسَبَكُمْ، اَيْنَ الْمُتَّقُوْنَ؟﴾- رواه الطبراني ، و فى الاول شيخه المقدام بن داود وهو ضعيف، و فى الثانى طلحة بن عمرو متروك (مجمع الزوائد ٨٤:٨)-

قلت : اما المقدام فمختلف فيه قال مسلمة: روایاته لا باس بها- و قال محمد بن یوسف الكندى: فقيها مفتيا، و قال المسعودى "فى مروج الذهب": كان من اجلة الفقهاء و من كبار اصحاب مالك اه- وانما تكلموا فى روايته عن خالد بن نزار بجرح هين كما فى "اللسان" (٨٩:٦)- واما طلحة بن عمرو فان كان هو الحضرمى المكى فروى عنه جرير بن حازم والثورى وابوداود الطيالسى وغيرهم، قال ابن عدى: روى عنه قوم ثقات و عامة ما يروى لا يتابع عليه- وذكر عبدالرزاق عن معمر انه اجتمع هو و شعبة والثورى وابن جريج فقدم علينا شيخ فاملى علينا اربعة آلاف حديث عن ظهر قلب فما اخطا الا فى موضعين و نحن ننظر فى الكتاب لم يكن الخطأ منا ولا منه انما كان من فوق فكان الرجل طلحة بن عمرو" اه- من "التهذيب"، و فى ذلك اكبر دليل على حفظه وتثبته واتقانه، وان كان هو القناد فذكره ابن ابى حاتم ولم يذكر فيه جرحا، وعلق له البخارى، و ذكره ابن حبان فى الثقات، و قال ابوداود : ليس بالقوى (التهذيب) وهذا تليين هين فالاثران صالحان للاحتجاج بهما لا سيما ولهما شواهد قد ذكرناها من قبل-

---

گے جو یہ نداء کرے گا (اے لوگو!) آگاہ رہو ایک نسب میں نے بنایا اور ایک نسب تم نے بنایا پس میں نے تم میں سے سب زیادہ معزز اس شخص کو بنایا جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہو لیکن تم نے انکار کیا اور کہا کہ فلاں بن فلاں بہتر ہے فلاں بن فلاں سے۔ پس آج میں اپنے نسب کو بلند کروں گا اور تمہارے نسب کو پست کروں گا (پس) نیکوکار اور پرہیزگار لوگ کہاں ہے۔(طبرانی)

مذکورہ بالا دونوں اثر حجت پکڑنے کے قابل ہیں خاص کر جبکہ ان کے لئے شواہد بھی ہیں جو کہ ماقبل میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔

فائدہ: یعنی نسب آخرت کے دن کام نہیں دے گا بلکہ آخرت میں فائدہ مند چیز صرف تقویٰ ہی ہوگی۔اس لیے کسی بھی انسان کو اپنے حسب ونسب پر ناز نہیں کرنا چاہیے۔

٤٣٨٦- حدثنا عثمان بن ابی شیبة حدثنا ابو النضر یعنی: هاشم بن القاسم، حدثنا عبدالرحمن بن ثابت حدثنا حسان بن عطیة عن ابی منیب الجرشی عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال: قال رسولُ اللّٰہ ﷺ: ﴿مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ﴾- رواہ ابو داود .قال ابن تیمیة: وھذا اسناد جید فان ابن ابی شیبة وابا النضر وحسان بن عطیة ثقات مشاھیر اجلاء من رجال الصحیحین، وعبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان، قال یحیی بن معین وابو زرعة واحمد بن عبداللّٰہ : لیس بہ باس- و قال عبدالرحمن بن ابراھیم دحیم: ھو ثقة- وقال ابو حاتم: ھو مستقیم الحدیث- واما ابو منیب الجرشی فقال فیہ العجلی: ھو ثقة وما علمت احدا ذکرہ بسوء، وقد سمع منہ حسان بن عطیة، وقد احتج الامام احمد وغیرہ بھذاالحدیث(اقتضاء الصراط المستقیم ص٣٩)-

وقد روی فی ھذاالحدیث عن ابن عمر رضی اللّٰہعنہما عن النبی ﷺ أَنَّهُ نَهٰى عَنِ التَّشَبُّهِ بِالْاَعَاجِمِ، وَقَالَ: ﴿مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ﴾- ذکرہ القاضی ابو یعلی، وبھذا احتج غیر واحد من العلماء علی کراھة اشیاء من زی غیر المسلمین-(اقتضاء الصراط المستقیم ایضا ص ٤٠)-

٤٣٨٧- وعن جابرؓ فی حدیث حجة الوداع و خطبتہ ﷺ یوم عرفة وذکر

۴۳۸۶۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا تو وہ ان ہی میں سے ہوگا۔(ابوداؤد) ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید اور عمدہ ہے۔اور امام احمدؒ نے بھی اس حدیث سے حجت پکڑی ہے۔(اقتضاء الصراط المستقیم) پراور اس حدیث میں ابن عمرؓ سے حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عجمیوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا تو وہ ان ہی میں سے ہوگا۔اسے قاضی ابویعلی نے ذکر کیا ہے اور بہت سے علماء نے اس حدیث سے اس بات پر استدلال پکڑا ہے کہ کفار کے لباس اور وضع قطع جیسی اشیاء استعمال کرنا مکروہ ہے۔(اقتضاء الصراط المستقیم)

فائدہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسی مشابہت اختیار کرے کہ جس کی وجہ سے یہ تمیز نہ ہوسکے کہ یہ شخص مسلمان ہے یا کافر؟ جو مسلمان کفار جیسی ہیئت اور وضع قطع اختیار کرے پھر کوئی شخص جہاد میں اس مسلمان کو کافر سمجھ کر قتل کر دے تو قاتل کی گرفت نہ ہوگی۔الغرض کفار کے شعائر اپنانا اور ان کی وضع قطع اختیار کرنا حرام ہے۔

۴۳۸۷۔ حضرت جابرؓ سے حجۃ الوداع اور عرفہ کے روز آپ ﷺ کے خطبہ کی حدیث میں مروی ہے۔وہ حدیث ذکر

الحدیث- فقال: قالﷺ: ﴿كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ﴾- رواه مسلم (اقتضاء الصراط المستقیم ص٥٣)-

٤٣٨٨- ومن طريق مالك عن الزهرى عن ابى سلمة بن عبدالرحمن قال: جاء قيسُ بنُ مُطَاطَةَ إِلَى حَلْقَةٍ فِيهَا صهيبُ الرومى، وسلمانُ الفارسى وبلالُ الحبشيُّ فَقَالَ: هٰذَا الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ قَدْ قَامُوا بِنَصْرَةِ هٰذَاالرَّجُلِ فَمَا بَالُ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَامَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ فَأَخَذَ بِتَلَابِيبِهِ، ثُمَّ أَتٰى بِهِ إِلَى النَّبِيِّﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَقَالَتِهِ فَقَامَ النَّبِيُّﷺ مُغْضَبًا يَجُرُّ رِدَائَهُ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ ثُمَّ نُودِيَ: إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَاالنَّاسُ! إِنَّ الرَّبَّ رَبٌّ وَاحِدٌ، وَالْأَبَ أَبٌ وَاحِدٌ وَالدِّينَ دِينٌ وَاحِدٌ، وَإِنَّ الْعَرَبِيَّةَ لَيْسَتْ لِأَحَدِكُمْ بِأَبٍ وَلَا أُمٍّ إِنَّمَا هِيَ لِسَانٌ فَمَنْ تَكَلَّمَ بِالْعَرَبِيَّةِ فَهُوَ عَرَبِيٌّ- الحديث رواه السلفى قال ابن تيمية هذاالحديث ضعيف، وكانه مركب على مالك لكن معناه ليس ببعيد بل هو صحيح من بعض الوجوه كما قدمناه- (اقتضاء الصراط المستقيم ص٣٩)-

---

کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے کاموں میں سے ہر چیز میرے قدموں کے نیچے پامال اور روندی گئی ہے۔ (مسلم)

۴۳۸۸۔ اورامام مالک کے طریق سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قیس بن مطاطہ ایک ایسے حلقہ کی طرف آئے جس میں صہیب رومی، سلمان فارسیؓ اور بلال حبشیؓ تشریف فرما تھے۔ پس اس (قیس) نے کہا کہ یہ اوس وخزرج اس شخص کی مدد کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس قوم کو کیا ہو گیا ہے؟ پس معاذ بن جبلؓ کھڑے ہوئے اور اسے گریبان سے پکڑ کر حضورﷺ کی خدمت میں لے آئے اور اس کی بات آپﷺ سے بیان کی پس حضورﷺ اپنی چادر کھینچتے ہوئے غصہ سے کھڑے ہوئے حتیٰ کہ مسجد میں تشریف لے آئے پھر ان الصلوٰۃ جامعۃ کی صدا لگائی گئی۔ پھر آپﷺ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا امابعد! اے لوگو! بے شک (سب کا) رب ایک ہی رب ہے اور (تمام کا) باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہی ہے اور (سب کا) دین ایک ہی دین ہے اور بے شک عربیت (یعنی عربی ہونا) تم میں سے نہ کسی کا باپ ہے اور نہ ہی کسی کی ماں، یہ تو محض ایک زبان ہے پس جو عربی زبان بولتا ہے پس وہ عربی ہے۔ (الحدیث) اسے سلفی نے روایت کیا۔ یہ حدیث بعض وجوہ سے صحیح ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عربیت، فضیلت کا معیار و مدار نہیں ہے، یہ تو محض ایک زبان اور لغت ہے اور لغت کا

۴۳۸۹- عن عمرو بن مرة "في قوله: ﴿لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾ لَا يُمَالِئُونَ أَهْلَ الشِّرْكِ عَلَى شِرْكِهِمْ وَلَا يُخَالِطُونَهُمْ"- رواه ابو الشيخ و سكت عنه ابن تيمية في "الاقتضاء"-(ص ٨١)

۴۳۹۰- عن عطاء بن يسار قال: قال عمر: اِيَّاكُمْ وَرَطَانَةَ الْاَعَاجِمِ، وَاَنْ تَدْخُلُوا عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ عِيْدِهِمْ فِيْ كَنَائِسِهِمْ - رواه ابو الشيخ ايضا(ص ٨٦)، ورواه البيهقي

تعلق تکلم ونطق کے ساتھ ہوتا ہے۔اور محض تکلم میں کوئی فضیلت کی چیز نہیں۔اسی لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خبردار! تمہارا رب ایک ہے۔لہٰذا کسی عربی کوکسی عجمی پراور کسی گورے کوکسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب (فضیلت پا سکتا ہے)۔

۴۳۸۹۔ عمرو بن مرہ سے اللہ پاک کے ارشاد "لا یشھدون الزور" کے بارے میں مروی ہے کہ وہ مشرکین کی ان کے شرک پر نہ موافقت کرتے ہیں اور نہ ہی ان سے میل جول کرتے ہیں۔اسے ابوالشیخ نے روایت کیا ہے اور ابن تیمیہ نے اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: شَهِدْتُ كذا کا معنی ہے حضور (حاضر ہونا) جیسے حدیث میں ہے شَهِدْتُ العيد مع رسول الله ﷺ کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوا۔تو لا یشھدون الزور کا مطلب یہ ہوا کہ جھوٹ اور باطل کام میں حاضری بھی مسلمان کی شان کے مناسب نہیں تو باطل کام میں ہاتھ بٹانا اور ان کی موافقت کرنا کس طرح مسلمان کی شان کے مناسب ہو سکتا ہے۔

۴۳۹۰۔ عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عجمیوں کی زبان میں گفتگو کرنے سے بچو اور مشرکین کی عید کے دن ان کے کنیسوں (اور عبادت خانوں) میں ان کے پاس جانے سے بچو۔اسے بھی ابوالشیخ نے روایت کیا ہے اور یہی حدیث بیہقی نے سند صحیح سے روایت کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باوجود عربی لغت پر قدرت کے غیر عربی زبان کی عادت بنانا مکروہ ہے کیونکہ عربی لغت اسلام کا شعار ہے اور لغتیں امتوں کے بڑے شعائر میں سے ہیں جن سے امتیں ایک دوسرے سے ممتاز ہوتی ہیں،اور ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص عربی لغت سیکھ سکتا ہے اسے چاہیے کہ وہ عربی سیکھے کیونکہ یہ سب سے اعلیٰ اور مرغوب فیہ لغت ہے۔اسی لیے تو امام شافعیؒ نے عربی سمجھنے والے کے لئے عربی کو عجمی لغت کے ساتھ ملا کر بولنے کو مکروہ جانا ہے الّا عند الضرورۃ۔

لیکن باوجود قدرت علی اللغۃ العربیۃ کے غیر عربیۃ کی (مثلاً فارسی کی) عادت بنانا اور اپنے گھر اور دفتر کی زبان بنانا اور قوم وملک کی زبان قرار دے دینا یقیناً مکروہ ہے۔کیونکہ اس میں تشبہ بالا عاجم ہے اور یہ ممنوع ہے۔

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ کسی لغت کی عادت بنانا،عقل،اخلاق اور دین میں انتہائی اثر رکھتا ہے۔اور اس لیے بھی کہ نفسِ لغت عربیہ دین سے ہے لہٰذا اس کی پہچان بھی ضروری ہے کیونکہ قرآن وسنت کا سمجھنا فرض ہے اور ان کی سمجھ وفہم بغیر عربی لغت کے سمجھے حاصل

باسناد صحیح عن سفیان الثوری عن ثور بن یزید عن عطاء بن دینار نحوہ۔

٤٣٩١- وبالاسناد عن الثوری عن عوف عن الولید او ابی الولید عن عبداللہ بن عمروؓ، قال: مَنْ بَنٰی بِبِلَادِ الْاَعَاجِمِ وَصَنَعَ نَیْرُوْزَھُمْ وَمَھْرَ جَانَھُمْ وَتَشَبَّہَ بِھِمْ حَتّٰی یَمُوْتَ وَھُوَ کَذٰلِكَ حُشِرَ مَعَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ وله طرق عدیدة صحاح وحسان ذکرھا ابن تیمیة فی "الاقتضاء"(ص ٩٥)۔

٤٣٩٢- حدثنا عیسی بن یونس عن ثور عن عمر بن یزید قال: کَتَبَ عمرُ اِلٰی اَبِی مُوْسٰی رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا "اَمَّا بَعْدُ! فَتَفَقَّھُوْا فِی السُّنَّةِ وَتَفَقَّھُوْا فِی الْعَرَبِیَّةِ، وَاَعْرِبُوْاالْقُرْاٰنَ فَاِ...

نہیں ہوسکتی اور اصول ہے کہ ایک ضروری چیز کسی دوسری چیز پر موقوف ہوتو وہ دوسری چیز موقوف علیہ ہونے کی بناپر واجب لغیرہ کا درجہ رکھتی ہے۔لہٰذا عربی لغت کا سمجھنا بھی مسلمانوں پر کم از کم علی سبیل الکفایہ ضروری ہے۔

تو جس طرح بلاد عرب میں عرب مسلمانوں کے لئے فارسی زبان کی عادت بنانا مکروہ ہے اسی طرح پاکستان میں بھی اردو لغت پر قدرت کے باوجود انگلش لغت کی عادت بنانا اور بلاضرورت بولنا مکروہ ہوگا کیونکہ ہمارے ان شہروں میں اردو لغت مسلمانوں کا شعار بن چکی ہے اور قرآن وحدیث وفقہ اور اقوال سلف کا بڑا ذخیرہ اردو میں منتقل ہو چکا ہے لہٰذا اب اردو کی بنسبت انگریزی کو ترجیح دینا ایسا ہے جیسا عربی پر فارسی کو ترجیح دینا۔ واللہ اعلم۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین کی خوشی کے دن اور عید کے دن ان کے پاس ان کے عبادت خانوں میں نہیں جانا چاہیے، اسی طرح ہر اس محفل میں بھی نہیں جانا چاہیے جو انہوں نے اپنی شان وشوکت کے اظہار کے لئے منعقد کی ہو۔

٤٣٩١۔ سند کے ساتھ عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس نے (مسلمانوں کے علاقوں سے اعراض کرتے ہوئے) عجمیوں کے علاقوں میں مکان بنایا اور ان کے عید کے دنوں مہرجان اور نیروز کو منایا اور ان سے تشبہ اختیار کیا یہاں تک کہ (بلاتوبہ) مرگیا تو اس کا قیامت کے روز اسی طرح ان کے ساتھ حشر ہوگا۔ اس حدیث کے متعدد صحیح وحسن طرق ہیں جن کو علامہ ابن تیمیہؒ نے اقتضاء میں ذکر کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کی رو سے بسنت کا تہوار (جو ہندؤں کا تہوار ہے) اور ولنٹائن ڈے (جو یہودیوں کا تہوار ہے) منانے والے اپنی عاقبت کا فکر کریں اور قبل اس کے کہ موت آئے توبہ کرلیں مبادا حشر ہندؤں اور یہودیوں کے ساتھ نہ ہوجائے۔

٤٣٩٢۔ عمر بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا اما بعد! سنت اور عربی لغت میں تفقہ حاصل کرو (یعنی سنت اور عربی لغت کی گہرائی تک جاؤ) اور قرآن کو عربی لہجہ میں پڑھو کیونکہ یہ عربی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ) میں کہتا ہوں

عَرَبِيٌّ"۔ رواه ابن ابی شیبة (اقتضاء الصراط المستقيم ص ٩٨)۔ قلت: سند صحيح۔

٤٣٩٣- حدثنا اسماعيل بن علية عن داود بن ابی هند "ان محمد بن سعد بن ابی وقاص سَمِعَ قَوْمًا يَتَكَلَّمُوْنَ بِالْفَارِسِيَّةِ فَقَالَ: مَا بَالُ الْمَجُوْسِيَّةِ بَعْدَ الْحَنِيْفِيَّةِ؟۔ رواه ابن ابی شيبة (الاقتضاء ص ٩٧)۔

٤٣٩٤- وروى السلفی من حديث سعيد بن العلاء البردعی حدثنا اسحاق بن ابراهيم البلخی حدثنا عمر بن هارون البلخی حدثنا السامة بن زيد عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ "مَنْ يُحْسِنُ اَنْ يَّتَكَلَّمَ الْعَرَبِيَّةِ فَلَا يَتَكَلَّمُ بِالْعَجْمِيَّةِ فَاِنَّهُ يُوْرِثُ النِّفَاقَ ﴾۔ رواه ايضا باسناد آخر معروف الی ابی سهيل محمود بن عمرو بن العبكری حدثنا محمد بن الحسن بن محمد المقری حدثنا احمد بن الخليل حدثنا اسحاق بن ابراهيم الحريری حدثنا عمر بن هارون عن اسامة عن نافع عن ابن عمر به قال ابن تيمية: وهذاالكلام يشبه كلام عمر بن الخطابؓ، واما رفعه فموضع تبين (الاقتضاء ص ٩٧)۔

کہ اس کی سند صحیح ہے۔

۴۳۹۳۔ داؤد بن ابی ھند سے مروی ہے کہ محمد بن سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک قوم کو فارسی لغت میں باتیں کرتے ہوئے سنا تو فرمایا حنفیت کے بعد یہ مجوسیت کیسی؟ (گویا آپ نے اسے ناپسند سمجھا) (مصنف ابن ابی شیبہ)

فائدہ: بلاضرورت انگریزی زبان کی عادت بنانے والے بھی سوچیں کہ اردو جو ہمارے یہاں مسلمانوں کی زبان ہے اسے چھوڑ کر بلاضرورت انگریزی زبان کی عادت بنانا کہیں انگریزوں سے تشبہ میں تو شامل نہیں۔

۴۳۹۴۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص عربی اچھے طریقے سے بول سکتا ہے تو پھر وہ عجمی لغت میں (بطورِ عادت و بلاضرورت) بات نہ کرے کیونکہ یہ نفاق پیدا کرتا ہے (سلفی) یہ حدیث دوسری سند سے بھی ابن عمرؓ سے مروی ہے، ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ کلام عمر بن خطاب کے کلام کے مشابہ ہے اور رہا اس کا مرفوع ہونا تو وہ

فائدہ: لیکن بلادِ غیر عرب میں باوجود قدرت علی اللغۃ العربیۃ کے غیر عربی بولنا جائز ہے اور درست ہے کیونکہ مخاطب عربی لغت نہیں سمجھتا۔ لیکن جس علاقے میں دو لغتیں ہوں ایک اہل اسلام کے ساتھ خاص ہو اور دوسری اہل شرک کے ساتھ تو وہاں پر پہلی زبان پر عبور ہوتے ہوئے دوسری بولنا ناجائز ہے کیونکہ اس میں شعارِ شرک کو شعارِ اسلام پر ترجیح دینا ہے۔ واللہ اعلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كِتَابُ اللَّقِيطِ

بَابُ أَنَّ نَفَقَةَ اللَّقِيطِ فِي بَيْتِ الْمَالِ وَهُوَ حُرٌّ

٤٣٩٥...... مالك: عن ابن شهاب الزهري عن سنين أبي جَمِيلَةَ (رَجُلٌ مِنْ بَنِي سُلَيْم) أَنَّهُ وَجَدَ مَنْبُوذاً فِي زَمَنِ عُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: فَجِئْتُ بِهِ إِلَى عُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلَى أَخْذِ هذه النَّسمة ؟ فَقَالَ: وَجَدْتُهَا ضَائِعَةً فَأَخَذْتُهَا، فَقَالَ لَهُ عَرِيفُهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّهُ رَجُلٌ صَالِحٌ، قَالَ: كَذَلِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ عُمَرُ: اذْهَبْ بِهِ فَهُوَ حُرٌّ وَعَلَيْنَا نَفَقَتُهُ- رواه مالك في "الموطأ" في كتاب الأقضية، ومن مالك رواه الشافعي في مسنده ومن طريق الشافعي رواه البيهقي في "المعرفة"، وقال: وعن الشافعي يرويه عن مالك ويقول فيه: وَعَلَيْنَا نَفَقَتُهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ- قال الدار قطني: وقد رواه عن مالك جويرية بن أسماء، وزاد فيه زيادة حسنة، وَذَكَرَ أَبُوجَمِيلَةَ أَنَّهُ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ وَحَجَّ مَعَهُ حَجَّةَ الْوَدَاعِ قَالَ: وَهِيَ زِيَادة

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿کتاب گرا پڑا بچہ ملنے کے حکم کے بیان میں﴾

باب: گرے پڑے بچے کا خرچ بیت المال سے ہوگا اور وہ بچہ آزاد ہوگا

☆......(۴۳۹۵) امام مالک ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سُنَین ابو جمیلہ صحابی رضی اللہ عنہ نے جو قبیلہ بنو سلیم کے آدمی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک پڑا ہوا بچہ پایا، وہ فرماتے ہیں کہ میں اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انہوں نے پوچھا کہ اس کو اٹھانے پر کس چیز نے آپ کو مجبور کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا میں نے ضائع ہو جانے والا معلوم کر کے لے لیا، تو ان کے (قبیلہ کے) سردار نے عرض کیا امیر المؤمنین! یہ نیک آدمی ہے، فرمایا کیا واقعی نیک ہے؟ عرض کیا جی ہاں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو لے جاؤ اور یہ آزاد ہے اور اس کا خرچ ہمارے ذمہ ہے۔ اس حدیث کو امام مالکؒ نے مؤطا کتاب الاقضیہ (ص ٦٤١) میں روایت کیا ہے اور امام شافعیؒ نے بھی مسند (ص ٢٢٥) میں امام مالکؒ سے روایت کیا اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے معرفۃ السنن میں بطریق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ روایت کیا اور فرمایا کہ امام شافعیؒ سے مروی ہے وہ امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں اور اس میں لفظ ہیں کہ اس بچہ کا خرچ ہم پر بیت المال سے ہوگا۔ امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے اس کو جویریہ بن اسماء نے روایت کیا ہے اور اس میں کچھ بہترین زیادتی بھی ذکر کی ہے اور ابو جمیلہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو پایا اور آپ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں حج کیا دار قطنیؒ فرماتے ہیں یہ زیادتی صحیح ہے۔ (زیلعی ٢/١٦٢)

صَحِيْحَةٌ، انتهى (زيلعى ٢:١٦٢)۔

بَابُ أَنَّ نَفَقَةَ اللَّقِيْطِ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ وَهُوَ حُرٌّ

٤٣٩٦ ...... حدثنا: سفيان الثورى عن زهير بن أبى ثابت عن ذهل بن أوس عن تميم أَنَّهُ وَجَدَ لَقِيْطاً، فَأَتٰى بِهِ إِلٰى عَلِيٍّ فَأَلْحَقَهُ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ عَلٰى مِائَةٍ رواه عبدالرزاق (زيلعى ٢:١٦٢)قلت: أما زهير بن أبى ثابت كما فى "اللسان" (٢:٤٩٢) وأما ذهل بن أوس فلم أجد من ترجمه۔

٤٣٩٧ ...... عن: سعيد بن المسيب قَالَ: كَانَ عُمَرُ إِذَا أُتِيَ بِاللَّقِيْطِ فَرَضَ مَا يَصْلِحُهُ رِزْقاً يَأْخُذُهُ وَلِيُّهُ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ، وَيُوْصِيْ بِهِ خَيْراً، وَيَجْعَلُ رِضَاعَهُ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ وَنَفَقَتَهُ۔ رواه ابن سعد بسند فيه الواقدى۔ (دراية ص: ٢٧٣) قلت: وهو مختلف فيه وقد وثق۔

فائدہ:۔ لقیط زمین پر سے اٹھائی ہوئی چیز کو کہتے ہیں پھر خاص اس بچہ کیلئے ہوگیا جس کو اس کے گھرانے والوں نے غربت کے خوف سے یا زنا کی تہمت لگنے کے خوف سے پھینک دیا ہو۔ اس بچہ کو پھینکنے اور ضائع کرنے والا گناہ کرنے والا ہے اور آزاد کرنے والے کو بہت اجر و ثواب ہے۔ کیونکہ وہ ہلاکت کے قریب ہوتا ہے اور زندہ کی زندگی بچانا بہت اجر ہے۔ اس لئے ایسے بچہ کو اٹھانا پڑے رہنے دینے سے افضل اور مستحب ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ تجھے کس بات نے اس کو اٹھانے پر مجبور کیا۔ ظاہر کرتا ہے کہ اٹھانا واجب نہیں صرف مستحب ہے البتہ ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اٹھانا واجب ہے۔ اور چونکہ اس بچہ کی کوئی رشتہ داری و نسب معلوم نہیں ہوتا اس لئے اس کے مرنے پر اس کی میراث بھی بیت المال کیلئے ہوتی ہے تو اس کا خرچ بھی بیت المال پر ہوتا ہے۔

☆......(۴۳۹۶) حضرت سفیان ثوری زہیر بن ابی ثابت سے وہ ذھل بن اوس سے وہ تمیم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک گرا پڑا بچہ پایا اور اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بچہ کو انہی سے سو درہم پر لاحق کر دیا۔ اس راویت کو امام عبدالرزاقؒ نے روایت کیا ہے (زیلعی ۲/۱۶۲) میں (مولانا ظفر احمد رحمہ اللہ) کہتا ہوں زہیر بن ابی ثابت ثقہ ہے جیسا کہ لسان المیز ان میں ہے اور ذھل بن اوس کا ترجمہ مجھے نہیں ملا۔

فائدہ:۔ اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ (۱) جو گرا پڑا بچہ اٹھائے اس کی پرورش اُسی کے حوالے ہوگی۔ (۲) اور بیت المال کے ذمہ خرچ ہوگا۔

☆......(۴۳۹۷) حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی گرا پڑا بچہ لایا جاتا اس کا مناسب فریضہ مقرر کرتے جو اس کا متولی ہر مہینہ لیتا اور اس کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت فرماتے اور اسکے دودھ پلانے کی اجرت اور دوسرا خرچ بیت المال میں سے مقرر کرتے۔ اس روایت کو ابن سعد نے روایت کیا۔ اور سند میں واقدی ہے (درایہ ص ۲۷۴) میں (مولانا ظفر احمد) کہتا ہوں واقدی مختلف فیہ راوی ہے اور اس کو ثقہ بھی کہا گیا ہے۔

كِتَابُ اللُّقَطَةِ

بَابُ الْتِقَاطِ اللُّقَطَةِ أَفْضَلُ بِشَرْطِ الْإِشْهَادِ عَلَيْهَا وَيَجِبُ إِذَا خَافَ الضِّيَاعَ

٤٣٩٨...... أخبرناعبدالوهاب الثقفى ثنا خالد الحذاء عن أبى العلاء يزيد ابن عبدالله بن الشخير عن مطرف بن عبدالله عن عياض بن حمار عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَنْ أَصَابَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ ثُمَّ لَا يَكْتُمْ، وَلْيُعَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَهُوَ مَالُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ" رواه اسحاق بن راهويه فى مسنده (زيلعى ٢:١٦٢) قلت رجاله رجال الصحيح الا عياض بن حمار فهو من رجال مسلم صحابى سكن البصرة (تقريب ١٢٥)۔ والحديث أخرجه أبو داوٗد من طريق الحذاء بسنده بلفظ: فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ أَو ذَوِىْ عَدْلٍ وَلَا يَكْتُمْ وَلَا يَغِيْبُ فَإِنْ وَجَدَ صَاحِبَهَا فَلْيَرُدَّهَا عَلَيْهِ الحديث۔ قال المنذرى: وأخرجه "النسائى" و "ابن ماجة" (عون المعبود ٢:٦٦)

فائدہ:۔ یہاں مصنف رحمہ اللہ نے لقیط کے کئی مسائل ذکر فرمائے ہیں جن کا ذکر ہدایہ میں بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً (۱) جہاں لقیط پایا گیا ہو اس کے مسلمان و کافر ہونے کے حکم میں اُس جگہ کا اعتبار ہوگا اگر مسلمانوں کے شہر یا بستی میں یا جہاں اکثریت مسلمانوں کی ہو پایا جائے تو مسلمان ہوگا اور اگر ذمیوں کے شہر یا بستی میں یا ان کے عبادت خانہ میں پایا جائے تو ذمی یعنی کافر ہوگا۔ لیکن اگر کافروں کے عبادت خانہ میں مسلمان نے پایا تو مسلمان ہوگا۔ (فتح القدیر)۔ (۲) لقیط پر اٹھانے والا جو کچھ خرچ کرے گا وہ اس کا احسان و تبرع ہوگا لقیط سے کچھ نہ لے سکے گا۔ ہاں اگر چاہے کہ اس کا خرچ اُس کو بیت المال سے دیا جائے تو حاکم سے رجوع کرے گا جیسا کہ حضرت ابو جمیلہ نے رجوع کیا۔ اگر بیت المال میں رقم نہ ہو یا بیت المال ہی نہ ہو۔ تو جس مسلمان کو بھی اس کا حال معلوم ہو اس کو چاہیے کہ اس کے خرچ کا انتظام کرے اور کرائے وغیرہ ذالک۔ مزید تفصیل عربی اعلاء السنن اور دوسری کتب فقہ میں دیکھ لی جائے۔

﴿کتاب: گری پڑی چیز ملنے کے احکام میں﴾

باب: اس شرط کے ساتھ کہ اس پر گواہ بھی بنالے گری پڑی چیز اٹھالینا افضل ہے اور جب ضائع ہوجانے کا خطرہ ہو تو اٹھانا واجب ہے۔

☆......(۴۳۹۸) حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس آدمی کو گری پڑی چیز ملے وہ عادل آدمی کو گواہ بنالے پھر اس کو نہ چھپائے بلکہ سال تک اس کی تشہیر کرے، پھر اگر اصل مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ وہ اللہ کا مال ہے جس کو اللہ چاہتا ہے دیتا ہے، اس حدیث کو امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے مسند میں روایت کیا ہے (زیلعی ۱۶۲/۲) میں کہتا ہوں اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی

٤٣٩٩...... عن زيد بن خالد الجهني قال: جاء رَجُلٌ فَسَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ حديث، أخرجه الأئمة الستة في كتبهم (زيلعي ٢:١٦٣)، وفي لفظ البخاري: "خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ" (فتح الباري ٥:٦١)۔

٤٤٠٠...... حدثنا على بن شيبة ثنا يزيد بن هارون أنا سفيان الثوري عن سلمة بن كهيل عن سويد بن غفلة أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْتُ حَاجًّا فَأَصَبْتُ سَوْطًا فَقَالَ لِي زَيْدُ بْنُ صُوحَانَ: دَعْهَا۔ فَقُلْتُ: لَا أَدَعُهَا لِلسِّبَاعِ لَأُخُذَنَّهَا فَلَأَسْتَنْفِعَنَّ بِهَا۔ فَلَقِيتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ فَقَالَ لِيْ: قَدْ أَحْسَنْتَ فِيْ ذٰلِكَ لَهُ الحديث۔ رواه الطحاوي (٢: ٢٧٦) ورجاله رجال الصحيح غير شيخه، وهو ثقة۔

ہیں سوائے عیاض کے اور وہ مسلم کا راوی اور صحابی ہے۔ بصرہ کا رہائشی ہے۔ اور اس حدیث کو امام ابوداؤد نے (١/ ٢٤٧) اپنی مسند سے بطریق حذاء ان لفظوں سے روایت کیا کہ عادل کو گواہ بنالے اور نہ چھپائے نہ غائب کرے پھر اگر مالک مل جائے تو اس کو واپس کردے۔ امام منذریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام نسائی اور ابن ماجہ (ص ١٨٠) نے بھی روایت کیا ہے۔ (عون المعبود ٢/ ٦٦)

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص گری پڑی چیز لے وہ گواہ بنالے اور گواہ بنانے کیلئے اتنا کافی ہے کہ کہہ دے کہ جس شخص سے سنو کہ وہ گری پڑی چیز تلاش کررہا ہے اس کو میرا ابتلانا، اور یہ بتلانا ضروری نہیں کہ مثلاً سونا ہے یا چاندی ہے وغیرہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک منقول ہے کہ گواہ بنانا واجب ہے امام شافعیؒ وغیرہ مستحب قرار دیتے ہیں۔

☆......(٤٣٩٩) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حاضر ہوا اور نبی کریم ﷺ سے لقطہ (گری پڑی چیز) کا حکم معلوم کیا (اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں کہ) پوچھا کہ بکری گم شدہ ملے تو؟ فرمایا تیری ہے یا تیرے بھائی کیلئے یا بھیڑیا کیلئے ہے۔ اس حدیث کو صحاح ستہ کے ائمہ نے روایت کیا ہے۔ (زیلعی ٢/ ١٦٣، بخاری ١/ ٣٢٨، مسلم ٢/ ٧٨، ابوداؤد ١/ ٢٣٦، ابن ماجہ ص ١٨٠، ترمذی ١/ ١٦٤) بخاری شریف کے لفظ یوں ہیں اس کو پکڑ لے کیونکہ یا وہ تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی کیلئے ہے یا بھیڑیئے کیلئے ہے۔ (فتح الباری ٥/ ٢٨٠)

فائدہ:۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے پکڑ لینے کا جو حکم فرمایا اس سے ظاہر ہوا کہ جس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو اس کو پکڑ لینا افضل ہے۔ یہی جمہور کا قول ہے۔ اور اگر ضائع ہونے کا غالب گمان ہو تو پکڑ لینا واجب ہے۔

☆......(٤٤٠٠) حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں حج کیلئے گیا تو مجھے کوڑا ملا تو حضرت زید بن صوحان نے مجھے فرمایا کہ رہنے دے۔ میں نے کہا میں درندوں کیلئے نہیں چھوڑوں گا بلکہ لوں گا اور اس سے نفع حاصل کروں گا۔ تو (لے لیا پھر) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ان کو میں نے ذکر کیا تو مجھے فرمایا آپ نے اچھا کیا۔ اس حدیث کو امام طحاوی نے (٢/ ٢٧٦) روایت کیا اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں سوائے امام طحاوی کے استاذ کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔

بَابٌ اَللُّقَطَةُ وَدِيعَةٌ عِنْدَ الْمُلْتَقِطِ يَغْرِمُهَا لِمَا لِكِهَا اِنْ تَصَرَّفَ فِيهَا

٤٤٠١ ...... عن زيد بن خالد الجهني أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ، قَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ أَعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَائَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَاِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا اِلَيْهِ- الحديث رواه البخاری- (٣٢٩:١) زَادَ فِي "فتح الباری": (٦٧:٥) وَلْتَكُنْ وَدِيعَةً عِنْدَكَ، وهو كذلك فيما أخرجه مسلم عن القعنبي والاسماعيلي من طريق يحيى بن حسان، كلاهما عن سليمان بن بلال عن يحيى (عن يزيد مولى المنبعث عن زيد بن خالد) فقال فيه: فَاِنْ لَمْ تُعْرَفْ فَاسْتَنْفِقْهَا، وَلْتَكُنْ وَدِيعَةً عِنْدَكَ، وكذلك جزم برفعها خالد بن مخلد عن سليمان بن ربيعة عند مسلم، والفهمي عن سليمان عن يحيى وربيعة جميعا عند الطحاوي: وقد اشار البخاری الٰی ترجيح رفعها اه، (فتح الباری ٥:٦١) ولفظ الطحاوی "فَاِنْ لَمْ تُعْرَفْ فَاسْتَنْفِعْ بِهَا، وَلْتَكُنْ وَدِيعَةً عِنْدَكَ، فَاِنْ جَاءَ لَهَا طَالِبٌ يَوْماً مِنَ الدَّهْرِ فَأَدِّهَا اِلَيْهِ" اه وسنده صحيح-

فائدہ:۔ اس روایت سے بھی واضح ہے کہ گری پڑی چیز جس کے ضائع ہونے کا احتمال ہو، لے لینا افضل ہے، چاہے تھوڑی ہو یا زیادہ کیونکہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے دلیل یہ پیش کی کہ مجھ کو حضور ﷺ کی موجودگی میں ایک تھیلی ملی تھی جس میں سو دینار تھے آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے میں نے اٹھالی تھی۔

باب: گری پڑی چیز اٹھانے والے کے پاس بطور امانت ہوگی تو اگر اس میں تصرف کیا تو مالک کو تاوان دینا پڑے گا

☆......(۴۴۰۱) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے لقطہ کے متعلق پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا ایک سال تک اسکا اعلان کرتے رہو پھر اس کے برتن (جس میں سوار شخص کا زادراہ کھانا وغیرہ ہو) اور اس کے بندھن (اس کا دھاگا جس سے ہمیانی وغیرہ باندھی جاتی ہے) کی پہچان ذھن میں رکھو پھر (اگر مالک نہ آئے تو اس کو اپنے خرچ میں لاؤ اگر اس کا مالک آجائے تو اس کے حوالے کردو (بخاری ۱/۳۲۹) فتح الباری (۵/۲۸۸) میں یہ لفظ زائد ہیں اور وہ تیرے پاس بطور امانت ہوگی امام مسلم نے قعنبی سے اور اسماعیلی سے بطریق یحیی بن حسان عن سلمان بن بلال عن یحیی (عن یزید مولی المنبعث عن زید بن خالد) انہی الفاظ سے روایت کی ہے اسمیں لفظ ہیں۔ اگر تو مالک نہ جان سکا تو اس کو خرچ میں لا اور تیرے پاس بطور امانت ہوگی، اسی طرح خالد بن مخلد نے عن سلیمان بن ربیعہ بہ روایت مسلم ان الفاظ کے مرفوع ہونے کو یقین سے بیان کیا، ایسے ہی بہ روایت طحاوی فہمی نے سلیمان عن یحیٰی وربیعہ

٤٤٠٢...... أبو حنيفة عن أبي اسحاق السبيعي عن عاصم بن ضمرة عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه أنه قال في اللقطة: يُعَرِّفُهَا صَاحِبُهَا الَّذِيْ أَخَذَهَا سَنَةً، إِنْ جَاءَ لَهَا طَالِبٌ وَإِلَّا تَصَدَّقَ بِهَا، ثُمَّ إِنْ جَاءَ لَهَا طَالِبٌ بَعْدَ ذٰلِكَ كَانَ صَاحِبُهَا بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمِنَهُ مِثْلَهَا وَكَانَ الْأَجْرُ لِلَّذِيْ تَصَدَّقَ بِهَا۔ وَإِنْ شَاءَ أَمْضَى الصَّدَقَةَ وَكَانَ لَهُ الْأَجْرُ۔ أخرجه ابن خسرو في مسنده للامام، وأخرجه الامام محمد بن الحسن في الآثار، فرواه عن أبي حنيفة، وقال: وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ، وأخرجه الحسن بن زياد في مسنده عن أبي حنيفة۔ (جامع مسانيد الامام ٢: ٧٦) قلت: سند حسن صحيح ، وأخر جه البيهقي في (السنن٦:١٨٨) من طريق شعبة عن أبي اسحاق عن عاصم بن ضمرة نحوه۔

یونہی روایت کیا، اور امام بخاریؒ نے اس کے مرفوع ہونے کے راجح ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے (فتح الباری ٥/ ٢٨١) اور طحاوی کے لفظ یوں ہیں، اگر تو مالک نہ جان سکا تو اس چیز سے نفع اٹھا اور تیرے پاس امانت ہوگی، پھر اگر کسی بھی دن اس کا تلاش کرنے والا آ جائے تو اس کو ادا کر دے؛ اس کی سند صحیح ہے،

فائدہ:۔ حدیث عنوان پر دلالت کرنے میں واضح ہے، حضرت یحییٰ بن کید کو امانت ہونے کے الفاظ کے مرفوع ہونے نہ ہونے میں شک ہے مگر جیسا کہ علامہ ابن حجر احمدؒ نے ذکر فرمایا کہ امام بخاریؒ نے بھی مرفوع ہونے کو راجح ٹھہرایا ہے۔

☆...... (٤٤٠٢) امام ابوحنیفہ بسند ابواسحاق سبیعی بروایت عاصم بن ضمرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول روایت کرتے ہیں کہ لقطہ سے متعلق فرمایا کہ جس نے لقطہ اٹھایا ہو وہ ایک سال تک اس کی شہرت کرائے۔ اگر تلاش کرنے والا آ جائے تو ٹھیک ورنہ اس کو صدقہ کر دے پھر اگر صدقہ کرنے کے بعد کوئی مالک آ گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے تو چیز کے بقدر اس سے ضمان لے اس صورت میں صدقہ کا ثواب اُسی کو ہوگا جس نے صدقہ کیا اور اگر چاہے تو صدقہ کو برقرار رکھے پھر ثواب اُسی مالک کو ہوگا۔ اس روایت کو ابن خسرو نے مسند امام اعظم میں اور امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے اسی طرح حسن بن زیاد نے بھی اس کو مسند ابی حنیفہ میں روایت کیا ہے (جامع مسانید الامام ٢/ ٧٦) میں کہتا ہوں اس کی سند حسن صحیح ہے اور اس کو امام بیہقی نے بھی سنن (٦/ ١٨٨) میں بطریق شعبہ ابواسحاق سے روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ جمہور اسی کے قائل ہیں کہ اگر گری پڑی چیز موجود ہو اور مالک آ جائے تو وہی چیز اس کو واپس کرنا واجب ہے اور اگر ہلاک کر دی مثلاً خرچ کر دی تو اس کا بدل دینا واجب ہے شوافع میں سے کرابیسی اور امام بخاری کے نزدیک نہ عین چیز واپس کرنا واجب ہے نہ بدل۔ داؤد ظاہری کے نزدیک اگر عین چیز موجود ہو تو واپس کرنا واجب ہے اور اگر خرچ کر دی تو بدل دینا واجب نہیں ہے ان حضرات کے پاس بطور

٤٤٠٣...... عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ وَجَدَ دِينَارًا فَسَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: هُوَ رِزْقٌ، فَأَكَلَ مِنْهُ هُوَ وَعَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ، ثُمَّ جَاءَ صَاحِبُ الدِّينَارِ يُنْشِدُ الدِّينَارَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَا عَلِيُّ! أَدِّ الدِّينَارَ، رواه أبو داوٗد من حديث عبيدالله بن مقسم عن رجل عن أبي سعيد نحوه، ورواه الشافعي عن الدراوردي عن شريك بن أبي نمر عن عطاء بن يسار عنه، وزاد: أَنَّهُ أَمَرَهُ أَنْ يُعَرِّفَهُ فَلَمْ يُعَرِّفْ، ورواه أبوداوٗد أيضاً من طريق بلال بن يحيى العبسي عن علي بمعناه، واسناده حسن، وقال المنذري: في سماعه من علي نظر، قلت: قد روى عن حذيفة ومات قبل علي اهـ- (التلخيص الحبير ۲: ۲٦۱)

دلیل کوئی خاص نص نہیں ہے صرف یہ کہ گذشتہ باب کی حدیث زید کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے۔ **لك او لاخيك او للذئب**۔ کہ وہ گری پڑی چیز تیری ہے یا تیرے بھائی کی ہے یا بھیڑیے کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بھیڑیے پر ضمان نہیں تو اٹھانے والے پر ضمان نہیں لیکن یہ دلیل درست نہیں کیونکہ "لك" میں لام تملیک کا نہیں ہے کیونکہ بھیڑیا مالک نہیں بنتا تو اٹھانے والا بھی مالک نہیں بنتا تو اصل مالک کی مِلک رہتی ہے اٹھانے والے کی مِلک محض بطور ضامن کے ہوتی ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ اگر چیز موجود ہو اور مالک آجائے تو مالک لے سکتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مالک کی مِلک باقی ہے اس لئے تو لے سکتا ہے تو خرچ ہو جانے کے بعد بھی مِلک باقی ہوگی۔ اس لئے تاوان لے سکے گا، اور امانت کے طور پر اٹھانے والے کے پاس رہنے کے صریح لفظ، اور مالک آجانے کی صورت میں اس کو واپس کرنے کے لفظ گذشتہ حدیثوں میں صریح آئے ہیں وہ بھی دلیل ہیں کہ مالک کی ملکیت باقی ہے، اگلی روایت بھی اسی کی دلیل ہے۔

☆......(۴۴۰۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کو ایک دینار ملا تو اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا یہ رزق ہے تو وہ دینار خود نبی کریم ﷺ اور حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما نے کھالیا، پھر دینار کا مالک آیا وہ دینار تلاش کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا علی! وہ دینار ادا کردو، اس روایت کو امام ابوداؤد نے (۱/۲۴۷) ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی نے بسندہ عطاء بن یسار کی عن ابی سعید روایت کیا اور یہ لفظ زائد ذکر فرمائے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی تشہیر کا حکم فرمایا تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تشہیر نہیں کی۔ اور اس کو ابوداؤد نے (۱/۲۴۷) بطریق بلال بن یحییٰ عبسی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، جس کی سند حسن ہے اور منذریؒ نے فرمایا کہ بلال کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع میں شبہ ہے، میں کہتا ہوں کہ بلال حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جبکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے فوت ہوئے (تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت حاصل کرنے میں شبہ نہیں) (تلخیص حبیر ۲/۲٦۱)

بَابٌ إِنْ كَانَتِ اللُّقْطَةُ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ عَرَّفَهَا أَيَّامًا بِحَسْبِ مَا يَرَى وَإِنْ كَانَتْ عَشَرَةً فَصَاعِداً عَرَّفَهَا حَوْلاً

٤٤٠٤...... عن سويد بن غفلة قال: لَقِيْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: أَصَبْتُ صُرَّةً فِيهَا مِائَةُ دِيْنَارٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلاً فَعَرَّفْتُهَا، فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلاً فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ ثُمَّ أَتَيْتُهُ ثَلاثاً، فَقَالَ: احْفَظْ وِعَائَهَا وَعَدَدَهَا وَوِكَائَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا، فَاسْتَمْتَعْتُ فَلَقِيْتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ، فَقَالَ: لَاأَدْرِيْ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ أَوْ حَوْلاً وَاحِدًا۔ رواه البخاری، واللفظ له، وأخرجه مسلم والترمذی والنسائی من طريق الثوری، وأحمد وأبو داوٗد من طريق حماد، كلهم عن سلمة بن كهيل عن سويد۔ (فتح الباری ٥:٥٦)۔

باب: اگر گری پڑی چیز دس درہم سے کم کی ہوتو اپنی رائے کے مطابق کچھ دن اس کی تشہیر کرے اور اگر دس درہم یا زیادہ کی ہوتو ایک سال تشہیر کرے

☆......(۴۴۰۴) حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ مجھے ایک تھیلی ملی جس میں سو دینار تھے۔ تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا ایک سال اس کی تشہیر کرو، تو میں اعلان کرتا رہا۔ لیکن مجھے کوئی آدمی نہ ملا جو تھیلی کو جانتا ہوتا (اور اپنا مالک ہونا بتاتا) پھر میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو پھر آپ نے فرمایا ایک سال اس کی تشہیر کردو تو پھر میں اعلان کرتا رہا پھر مالک نہ ملا پھر تین بار آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کے برتن کو اور گنتی کو اور اس کے بندھن کو بھی محفوظ رکھ۔ اگر مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ اس سے نفع اٹھالے۔ تو میں نے اس سے نفع اٹھایا۔ شعبہ کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت سلمہ سے اس کے بعد مکہ مکرمہ میں ملا تو انہوں نے فرمایا کہ تین سال تشہیر کا ذکر تھا یا ایک سال۔ اس حدیث کو امام بخاری نے (۱/ ۳۲۷) روایت کیا اور یہ اسی کے الفاظ ہیں اور اس کو مسلم ترمذی نسائی نے بھی بطریق ثوری اور امام احمد وابوداؤد نے بطریق حماد اور ان سب نے سلمہ بن کہیل سے سوید سے روایت کی ہے۔ (فتح الباری ۵/ ۷۵ طبع دار الفکر)

فائدہ:۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ زیادہ قیمتی چیز کی تشہیر ایک سال تک کی جائے چاروں ائمہ کا یہی قول ہے حضرت عمر و علی و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔

٤٤٠٥...... عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنِ الْتَقَطَ لُقْطَةً يَسِيرَةً ثَوْباً أَوْ شِبْهَهُ وَفِي لَفْظٍ دِرْهَمًا أَوْ حَبْلاً أَوْ شِبْهَ ذٰلِكَ، فَلْيُعَرِّفْهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَمَنِ الْتَقَطَ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، وَفِي لَفْظٍ: فَإِنْ كَانَ فَوقَ ذٰلِكَ فَلْيُعَرِّفْهُ سِتَّةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَلْيَتَصَدَّقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَلْيُخَيِّرْهُ رواه أحمد والطبراني في "الكبير"، وفيه عمر بن عبد الله بن يعلى، وهو ضعيف (مجمع الزوائد ٤: ١٦٩)، وفي " النيل" (٥: ٢٢١): وقد صرح جماعة بضعفه، ولكنه قد أخرج له ابن خزيمة متابعة، وروى عنه جماعات، قال ابن رسلان: ينبغي أن يكون هذا الحديث معمولا به لأن رجال اسناده ثقات اهـ۔

٤٤٠٦...... عن: جابر قال: رَخَّصَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْعَصَا وَالسَّوْطِ وَالْحَبْلِ وَأَشْبَاهِهِ، يَلْتَقِطُهُ الرَّجُلُ يَنْتَفِعُ بِهِ۔ رواه احمد وابو داوٗد، وفي اسناده المغيرة بن زياد، قال المنذري: تكلم فيه غير واحد، وفي "التقريب": صدوق له أوهام، وفي " الخلاصة": وثقه وكيع وابن معين وابن عدي وغيرهم (النيل ٥: ٢٢٠) ومعنى قوله: رخص لنا أي لم يأمرنا بالمبالغة في التعريف، فهو راجع الى حديث يعلى بن مرة۔

☆......(۴۴۰۵) حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا فرمان روایت کرتے ہیں کہ جس نے معمولی گری پڑی چیز اٹھائی کپڑا ہو یا ایسی قسم کی اور چیز، درہم ہو یا رسی وغیرہ تین دن تک اس کا اعلان کرے، اور اگر اس سے بڑھیا چیز ہو یا مقدار میں زیادہ ہو تو چھ دن اعلان کرے پھر اگر مالک آ جائے تو ٹھیک ورنہ اس کو صدقہ کر دے، پھر اگر مالک آ جائے تو اس کو اختیار دے دے۔ اس روایت کو امام احمد نے اور طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اس میں راوی عمر بن عبداللہ بن یعلی ہے جو ضعیف ہے (مجمع الذوائد/۴) نیل الاوطار/۵/۲۲۱ میں ہے کہ ایک جماعت نے اس روایت کے ضعیف ہونے کی صراحت کی ہے لیکن ابن خزیمہ نے بطور متابعت اس کی تخریج کی ہے اور حضرت یعلی سے کئی لوگوں نے یہ روایت کی ہے ابن ارسلان کہتے ہیں کہ یہ حدیث عمل میں لانی چاہیے کیونکہ اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔

☆......(۴۴۰۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لاٹھی اور کوڑا اور رسی اور اس جیسی چیزوں کو آدمی اٹھالے تو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اُس سے نفع اٹھانے کی اجازت دی، اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا اس کی سند میں مغیرہ بن زیاد ہے جس کے متعلق امام منذری کہتے ہیں کہ بہ۔۔۔سے محدثین نے اس میں کلام کیا ہے اور تقریب میں ہے کہ سچا راوی ہے البتہ اس کے اوہام ہیں اور خلاصہ میں ہے کہ وکیع اور ابن معین وابن عدی وغیرہم نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ (نیل الاوطار/۵/۲۲۰) اور اجازت دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تشہیر میں مبالغہ کے ساتھ حکم نہیں فرمایا تو اس حدیث کا بھی وہی مطلب ہے جو حضرت یعلی کی روایت کا ہے۔

٤٤٠٧...... وحكى ابن المنذر عن عمر رضى الله عنه أربعة أقوال: يُعَرِّفُهَا ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، عَاماً وَاحِدًا، ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ، ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وزاد ابن حزم عن عمر قَوْلاً خَامِسًا وَهُوَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ، وَيُحْمَلُ ذٰلِكَ عَلٰى عَظْمِ اللُّقْطَةِ وَحِقَارَتِهَا (فتح البارى ٥: ٥٧) وهو حسن أو صحيح على قاعدته فى الآثار المزيدة فى "الفتح" كما مر غير مرة۔

بَابٌ إِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ التَّعْرِيْفِ يَنْتَفِعُ بِهَا الْمُلْتَقِطُ إِنْ كَانَ فَقِيْرًا وَيَتَصَدَّقُ بِهَا إِنْ كَانَ غَنِيًّا إِلَّا أَنْ يَّأْذَنَ لَهُ الْإِمَامُ فِي الْإِنْتِفَاعِ بِهَا وَكَانَ الْمَالِكُ بِالْخِيَارِ بَيْنَ الْأَجْرِ وَالْغَرَامَةِ.

٤٤٠٨...... قد تقدم حديث عياض بن حمار، وفيه: وَلْيُعَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَهُوَ مَالُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَشَاءُ۔ رواه أبوداؤد و النسائى وابن ماجة واسحاق ابن راهويه، وسنده صحيح۔

☆......(٤٤٠٧) امام ابن منذر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چار قول نقل کئے ہیں (١) لقطہ کی تشہیر تین سال کرے (٢) ایک سال کرے (٣) تین مہینے (٤) تین دن۔ اور ابن حزم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پانچواں قول بھی ذکر کیا۔ یعنی چار مہینے (لیکن ابن حزم وابن جوزی نے کہا کہ یہ غلط ہے، مترجم)۔ اس اختلاف کو لقطہ کے بڑھیا اور گھٹیا ہونے پر محمول کیا جائے گا (فتح الباری ٥/٧٦) یہ روایت علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے فتح الباری میں قاعدہ کے مطابق حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ:۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ تشہیر کی مدت اٹھانے والے کی رائے پر ہے امام سرخسیؒ کے ہاں یہی مختار ہے اکثر متون بھی یہی بیان کرتے ہیں۔ باقی احناف کے نزدیک تین سال تقوی کی بناء پر ہیں واجب نہیں اور دس درہم یا زیادہ کی مقدار چیز میں ایک سال اور کم چیز میں مہینے اور ایام ہیں۔

باب: جب مدتِ تشہیر پوری ہوجائے تو اگر اٹھانے والا غریب ہے تو اس سے نفع حاصل کرسکتا ہے اور اگر غنی ہے تو صدقہ کردے البتہ حاکم اگر غنی کو بھی انتفاع کی اجازت دے تو غنی بھی نفع حاصل کرسکتا ہے لیکن بہر صورت مالک کو ثواب اور ضمان میں اختیار ہوگا

☆......(٤٤٠٨) حضرت عیاض بن حمار کی حدیث گذر چکی ہے جس میں ہے کہ ایک سال تک آدمی تشہیر کرے پھر اگر مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ وہ چیز اللہ کا مال ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اس کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور اسحاق بن راہویہ نے روایت کیا اور اس کی سند صحیح ہے۔

٤٤٠٩...... وتقدم أيضا حديث عاصم بن ضمرة عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه وفيه يُعَرِّفُهَا حَوْلاً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا تَصَدَّقَ بِهَا غَيْرَ أَنَّ صَاحِبَهَا بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ، رواه محمد في الآثار و ابن خسرو في مسند أبي حنيفة والبيهقي في سننه، وسنده حسن صحيح۔

٤٤١٠...... ثنا وكيع ثنا سفيان عن ابراهيم بن عبد الأعلى عن سويد هو ابن غفلة قال: "كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَأْمُرُ أن تعرَّفَ اللُّقْطةُ سَنَةً، فإن جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا تُصُدِّقَ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهُ خُيِّرَ۔ رواه ابن أبي شيبة، وهذا سند حليل متفق عليه الا ابراهيم فان مسلما انفرد به، ورواه عبدالرزاق عن الثوري بسنده ومعناه (الجوهر النقي ٢: ٤٣)۔

٤٤١١...... ثنا وكيع ثنا الأسود بن شيبان عن أبي نوفل بن أبي عقرب عن أبيه قال: الْتَقَطْتُ بَدْرَةً فَأَتَيْتُ بِهَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَقُلْتُ: أَغْنِهَا عَنِّيْ قَالَ: وَافِنِيْ بِهَا الْمَوْسِمَ، فَوَافَيْتُهُ بِهَا الْمَوْسِمَ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلاً فَعَرَّفْتُهَا، فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: أَغْنِهَا عَنِّيْ فَقَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِخَيْرِ سُبُلِهَا؟ تَصَدَّقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، فَاخْتَارَ الْمَالَ غَرِمْتَ لَهُ وَكَانَ الْأَجْرُ لَكَ، وَإِنِ اخْتَارَ الْأَجْرَ كَانَ الْأَجْرُ لَهُ، وَلَكَ مَا نَوَيْتَ۔ رواه ابن أبي شيبة، وهذا أيضا سند صحيح، والأسود وأبو نوفل أخرج لهما مسلم وأبوه صحابي۔ (الجوهر النقي ٢: ٤٣)۔

☆......(۴۴۰۹) حضرت عاصم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بھی گذر چکی ہے جس میں ہے کہ ایک سال تک اس کی تشہیر کرے پھر اگر مالک آ جائے تو ٹھیک ورنہ اُس کو صدقہ کر دے مگر مالک کو اختیار ہوگا چاہے ضمان لے یا صدقہ کی صورت میں رہنے دے۔ اس کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں اور ابن خسرو نے مسند ابی حنیفہ میں اور امام بیہقی نے سنن میں روایت کیا اور اس کی سند حسن صحیح ہے۔

☆......(۴۴۱۰) حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لقطہ کے بارے میں حکم فرماتے تھے کہ ایک سال تک اس کی تشہیر کی جائے پھر اگر مالک آ جائے تو ٹھیک ورنہ اس کو صدقہ کر دیا جائے۔ پھر اگر مالک آئے تو اس کو اختیار ہوگا۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے (۱۹۰/۵) روایت کیا اور یہ بہترین سند ہے جو بخاری مسلم کی ہے صرف ابراہیم راوی میں امام مسلم اکیلے ہیں، اس کو امام عبدالرزاق نے بھی سفیان ثوری سے اِس کے ہم معنی روایت کیا ہے (الجوہر النقی ۱۸۷/۶)۔

☆......(۴۴۱۱) ابونوفل بن ابی عقرب اپنے والد ابوعقرب سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے گری پڑی دراہم کی ایک تھیلی ملی، میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا اور عرض کیا کہ مجھے اِس سے لاتعلق کرو، فرمایا زمانہ حج میں اس کو ادا کرنے کی کوشش کرو۔ تو میں نے زمانہ حج میں اُس کو ادا کرنے کی کوشش کی (کہ مالک تلاش کرتا رہا مگر نہ ملا) تو فرمایا ایک سال تک اس کی تشہیر کرو۔ تو میں نے اس کی تشہیر کی لیکن کوئی آدمی نہ ملا جو اس کو جانتا ہو پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے اِس سے فارغ کرو۔ فرمایا کیا تجھے اس کا بہترین راستہ نہ بتاؤں؟ اس

٤٤١٢...... عن معمر عن أبي اسحاق عن أبي السفر: أَنَّ رَجُلاً أَتَى عَلِيًّا فَقَالَ: اِنِّيْ وَجَدْتُ مِائَةَ دِرْهَمٍ أو قَرِيْباً مِّنْهَا فَعَرَّفْتُهَا تَعْرِيْفاً ضَعِيْفاً، وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ لَّا تُعْرَفَ فَتَجَهَّزْتُ بِهَا، وَقَدْ أَيْسَرْتُ الْيَوْمَ قَالَ: عَرِّفْهَا فَإِنْ عَرَفَهَا صَاحِبُهَا، فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ، وَإِلَّا فَتَصَدَّقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَأَحَبَّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهُ الْأَجْرُ فَلَهُ ذٰلِكَ، وَإِلَّا غَرِمْتَهَا وَكَانَ لَكَ الْأَجْرُ، رواه عبدالرزاق (الجوهر النقي ٢: ٤٤) ورجاله ثقات، وأبو السفر سعيد بن يحمد ثقة من رجال الجماعة، روى عنه الأعمش وأبو اسحاق، كما في "التقريب" (ص: ٧٣) و " التهذيب" (٤: ٩٦)، وكتاب الكنى للدولابي (١: ٢٠١ و٢٠٢)۔

٤٤١٣...... ثنا أبوبكر بن عياش عن عبدالعزيز بن رفيع۔ ثني أبي قال: وَجَدْتُ عَشَرَةَ دَنَانِيْرَ، فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ: عَرِّفْهَا عَلَى الْحَجَرِ سَنَةً، فَإِنْ لَّمْ تُعْرَفْ فَتَصَدَّقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ

کوصدقہ کردے پھر اگر مالک آجائے اور وہ اپنا مال ہی اختیار کرے تو اس کو تاوان دے دینا اور صدقہ کا اجر تیرے لئے ہوگا۔اور اگر وہ اجر اختیار کرے تو اس کو اجر ملے گا۔اور تجھے تیری نیت کا ثواب ہوگا۔اس روایت کو امام ابن ابی شیبہؒ نے (۱۹۰/۵) روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور راوی اسود اور ابونوفل کی روایت امام مسلمؒ نے تخریج کی ہے اور ابوعقرب رضی اللہ عنہ صحابی ہے (الجوہر النقی ۱۸۷/۶)

فائدہ:۔ بَدْرَۃ ایسی تھیلی جس میں دس ہزار درہم ہوں۔

☆......(۴۴۱۲) ابوالسفر سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے سو درہم یا سو کے قریب قریب درہم پائے ہیں اور کچھ تشہیر بھی کی ہے مزید چاہتا تھا کہ تشہیر نہ کروں تو میں نے ان کو سنبھال رکھا ہے اب تو میں مالدار ہوگیا ہوں؟ فرمایا تشہیر کر۔اگر مالک نے ان کو اپنا جان لیا تو ان کے حوالے کردینا ورنہ صدقہ کرنا پھر اگر مالک آجائے اور پسند کرے کہ اجر اُسی کو ملے تو اُسی کو اجر ملے گا ورنہ تو اس کا تاوان دینا اور اجر تیرے لئے ہوگا۔اس روایت کو امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے (الجوہر النقی ۱۸۸/۶) اِس کے راوی ثقہ ہیں اور ابوالسفر سعید بن یحمد ثقہ ہے جماعت کے رُواۃ میں سے ہے اُس سے اعمش وابواسحاق روایت کرتے ہیں جیسا کہ تقریب (۳۶۷/۱) اور تہذیب اور امام دولابی کی کتاب الکنیٰ (۴۵۴/۱) طبع دارالکتب العلمیہ بیروت) میں ہے۔

☆......(۴۴۱۳) عبدالعزیز بن رفیع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس دینار پائے۔تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ان سے مسئلہ پوچھا فرمایا حجر مقام پر ایک سال اُن کی تشہیر کر اگر تجھے مالک معلوم نہ ہو تو اُن کو صدقہ کردے پھر اگر مالک آجائے تو اس کو اجر اور تاوان میں سے ایک کا اختیار دے دے۔اس کو ابن ابی شیبہ نے (۱۸۹/۵) روایت کیا ہے اور

صَاحِبُهَا فَخَيِّرْهُ الْاَجرَ وَالْغرَمَ رواه ابن ابی شیبة، وهذا السند علی شرط البخاری خلا رفیعا، وهو ثقة ذکره ابن حبان، (الجوهر النقی ٢: ٤٤) وأخرج دعلج فی مسند ابن عباس له بسند صحیح عنه قال: اُنْظُرْ هذِهِ الضَّوَالَّ، فَشُدَّ يَدَكَ بِهَا عَاماً، فَاِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ وَاِلَّا فَجَاهِدْ بِهِ وَتَصَدَّقْ، فَاِنْ جَاءَ فَخَيِّرْهُ بَيْنَ الْاَجْرِ وَالْمَالِ (فتح الباری ٩: ٣٧٩)۔

٤٤١٤...... ثنا زید بن حباب عن عبدالرحمن بن شریح حدثنی أبوقبیل عن عبد الله بن عمرو أن رجلا قال: اِلْتَقَطْتُ دِيْنَاراً فَقَالَ: لَا يَأْوِىْ الضَّالَّةَ اِلَّا ضَالٌّ، فَأَهْوٰى بِهِ رَجُلٌ لِيَرْمِيَ بِه فقال: مَا أَصْنَعُ بِهِ؟ فَقَالَ: تُعَرِّفُهُ فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهُ فَرُدَّهُ إِلَيْهِ وَإِلَّا فَتَصَدَّقْ بِهِ۔ رواه ابن أبی شیبة، وهذا السند علی شرط مسلم خلا أبا قبیل، وهو ثقة وثقه ابن معین وابن حنبل وأبو زرعة، وذکره ابن حبان فی "الثقات" (الجوهر النقی ٢: ٤٥)۔

٤٤١٥...... ثنا أبو الأحوص عن أبی إسحاق عن العالیة قالت: كُنْتُ جَالِسَةً عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ) فَأَتَتْهَا امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: وَجَدْتُ شَاةً فَكَيْفَ تَأْمُرِيْنِيْ أَنْ أَصْنَعَ ؟ فَقَالَت

رفیع کے سوا باقی سند بخاری کی شرط پر ہے اور رفیع ثقہ ہے اس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے (الجوہر النقی ٦/١٨٩) اور دعلج نے مسند ابن عباس میں اُن سے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ان گمشدہ کی حفاظت کرو ایک سال تک ان پر قبضہ مضبوط رکھو پھر اگر مالک آ جائے اس کے حوالے کر دو ورنہ ان کی مشقت اٹھا کر صدقہ کر دو۔ پھر اگر مالک آ جائے تو اس کو اجر اور مال میں اختیار دے دو (فتح الباری)۔

☆......(٤٤١٤) حضرت ابوقبیل سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے کہا کہ میں نے ایک دینار گرا پڑا اٹھایا ہے تو ابن عمر نے فرمایا گمشدہ کو بہکا ہوا شخص ہی لیتا ہے تو یہ سن کر اس آدمی نے پھینک دینے کا ارادہ کیا پھر پوچھا کہ اس دینار کا کیا کروں؟ فرمایا اس کی تشہیر کر۔ اگر مالک آ جائے تو اس کو واپس کر دے ورنہ صدقہ کر دے۔ اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے (٥/١٩٠) روایت کیا ہے اور اس کی سند ابوقبیل کے سوا مسلم کی شرط پر ہے اور ابوقبیل ثقہ ہے اس کو یحیٰی بن معین اور امام احمد اور ابوزرعہ رحمہم اللہ نے ثقہ قرار دیا اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا (الجوہر النقی ٦/١٨٩)

☆......(٤٤١٥) ابواسحاق عالیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیٹھی تھی کہ ایک عورت حاضر ہوئی کہنے لگی مجھے ایک بکری ملی ہے اس کے متعلق حکم فرمائیں کہ کیا کروں؟ فرمایا اس کی تشہیر کر اور رسی سے باندھ رکھ اور چارہ کھلاتی رہ۔ وہ عورت (واپس چلے جانے کے بعد) پھر واپس آئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو یہ کہنا چاہتی ہے کہ میں تجھے یہ حکم کروں کہ اُس بکری کو ذبح

عَرِّفِي وَاحْتَلِبِي وَاعْلِفِي : ثُمَّ عَادَتْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ : تَأْمُرِينِي أَنْ آمُرَكِ أَنْ تَذْبَحِيهَا أَوْ تَبِيعَهَا ؟ فَلَيْسَ لَكِ ذٰلِكَ- رواه ابن أبي شيبة، وأخرجه عبدالرزاق عن معمر والثوري عن أبي إسحاق بمعناه، وهذا سند صحيح على شرط الجماعة خلا العالية، وهي ثقة ذكرها ابن حبان في "الثقات" (الجوهر النقي ٢: ٤٤)-

٤٤١٦...... ثنا وكيع عن طلحة بن يحيى بن عبدالله بن فروخ مولى أم سلمة قال: سَأَلَ رَجُلٌ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : الرَّجُلُ يَجِدُ سَوْطًا؟ فَقَالَتْ: لَا بَأْسَ بِهِ، تَصِلُ بِهِ الْمُسْلِمُ يَدَهُ قَالَ: وَالْحِذَاءُ ؟ قَالَتْ : وَالْحِذَاءُ- قَالَ: وَالْوِعَاءُ ؟ قَالَتْ: لَا أُحِلُّ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ، وَالْوِعَاءُ تَكُونُ فِيهِ النَّفَقَةُ- رواه ابن أبي شيبة، وهذا السند على شرط مسلم خلا ابن فروخ، وقد ذكره ابن حبان في الثقات- (الجوهر النقي ٢: ٤٥)-

٤٤١٧...... أخبرنا مالك. أخبرنا نافع أَنَّ رَجُلاً وَجَدَ لُقَطَةً، فَجَاءَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: إِنِّي وَجَدْتُ لُقَطَةً فَمَا تَأْمُرُنِي فِيهَا ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ : عَرِّفْهَا قَالَ : قَدْ فَعَلْتُ قَالَ : زِدْ، قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ، قَالَ: لَا

کرڈال یا بیچ دے۔ یہ تیرے لئے جائز نہیں ہے، اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے (۵/۱۹۳) روایت کیا ہے اور عبدالرزاق نے بھی معمر و ثوری کی روایت سے عن ابی اسحاق اسی کے ہم مفہوم روایت کیا ہے یہ سند جماعت کی شرط پر صحیح ہے سوائے عالیہ کے (کہ وہ جماعت کے رُواۃ میں سے نہیں) اور وہ ثقہ ہے اس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے (الجوہر النقی ۶/ ۱۸۷)

☆......(۴۴۱۶) عبداللہ بن فروخ مولی ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کوئی آدمی کوڑا پالے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا حرج نہیں مسلمان اپنا ہاتھ اُس تک لے جا سکتا ہے (یعنی لے سکتا ہے) آدمی نے پوچھا کہ جوتا ہو تو؟ فرمایا جوتا ہو تو بھی حرج نہیں، کہنے لگا تھیلا ہو تو (جس میں کھانا توشہ وغیرہ رکھا ہوتا ہے) فرمایا جس کو اللہ نے حرام کیا اس کو میں حلال نہیں کر سکتی تھیلے میں سفر خرچ (وغیرہ) ہوتا ہے (اس کے مالک کو تلاش کرنا اور تشہیر ضروری ہے بغیر تشہیر خود استعمال کرنا جائز نہیں) اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے (۵/۱۹۱) روایت کیا اور ابن فروخ کے سوا باقی سند مسلم کی شرط پر ہے اور ابن فروخ کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے (الجوہر النقی ۶/۱۸۹)

☆......(۴۴۱۷) حضرت نافع سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کوئی گری پڑی چیز پائی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا عرض کیا میں نے لقطہ پایا ہے مجھے اس کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کی تشہیر کر، اس نے کہا تشہیر کی ہے، فرمایا زیادہ کر، اس نے کہا کی ہے فرمایا میں تجھے نہیں کہتا کہ اُس کو کھالے۔ اگر تیری مرضی تھی تو نہ لیتا، اس روایت کو امام محمد نے مؤطا (ص ۳۶۵) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح اور عالی مرتبہ ہے (اور ابن ابی شیبہ نے بھی (۵/۱۹۱) روایت کیا ہے، مترجم)

آمُرُكَ أَنْ تَأْكُلَهَا، لَوْ شِئْتَ لَمْ تَأْخُذْهَا. أخرجه محمد في "الموطأ"، وسنده صحيح جليل. (ص: ٣٦٥).

٤٤١٨...... حدثنا فهد بن سليمان ثنا محمد بن سعيد بن الإصبهاني أنا شريك عن عامر ابن شقيق عن أبي وائل أنه قال: إِشْتَرَى عَبْدُاللّٰه خَادِماً بِسَبْعِ مِائَةِ دِرْهَمٍ، فَطَلَبَ صَاحِبَهَا فَلَمْ يَجِدْهُ، فَعَرَّفَهَا حَوْلاً فَلَمْ يَجِدْ صَاحِبَهَا، فَجَمَعَ الْمَسَاكِيْنَ وَجَعَلَ يُعْطِيْهِمْ، وَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ عَنْ صَاحِبِهَا فَإِنْ أَبِي ذٰلِكَ فَمِنِّيْ ذٰلِكَ وَعَلَيَّ الثَّمَنُ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا يُفْعَلُ بِالضَّوَالِ، أخرجه الطحاوي في "معاني الآثار" (٢: ٢٧٧)، وهذا سند حسن، وعامر بن شقيق وثقه النسائي وابن حبان، وصحح الترمذي حديثه في التخليل، وحسنه البخاري، وصححه ابن خزيمة وابن حبان، والحاكم وغيرهم (التهذيب ٥:٦٩).

﴿وفيه دليل لما قاله أصحابنا أن من عليه ديون و مظالم جهل اربابها وأيس من عليه ذلك من معرفتهم فعليه التصدق بقدرها من ماله الخاص به أو المتحصل من المظالم وإن استغرقت جميع ماله، هذا مذهب أصحابنا لا نعلم بينهم خلافا كذافي "الدر" مع الشامية (٣: ٤٩٨)﴾

☆......(۴۴۱۸) حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سات سو درہم پر ایک خادم خریدا (لیکن اس کا مالک رقم وصول کرنے سے پہلے غائب ہوگیا) تو اس کے مالک کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملا تو ایک سال تک تشہیر کی تو بھی مالک کو نہ پایا تو مساکین کو اکٹھا کیا اور ان کو عطاء و بخشش شروع کی اور کہتے جاتے یا اللہ یہ اُس رقم کے مالک کی طرف سے ہے اور اگر وہ صدقہ سے انکار کرے تو یہ میری طرف سے ہے اور قیمت میرے ذمہ ہوگی۔ پھر فرمایا گمشدہ چیزوں کے معاملہ میں یونہی کیا جائے گا۔ اس روایت کو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار (۲/۲۵۳) میں روایت کیا۔ اور اس کی سند حسن ہے راوی عامر بن شقیق کو امام نسائی اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا۔ اور تخلیل کے متعلق اس کی حدیث کو امام ترمذی نے صحیح کہا اور بخاری نے حسن کہا۔ اور ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم وغیرہم رحمہم اللہ نے بھی اس کی حدیث صحیح قرار دی (تہذیب ۵/۶۹) اور اس روایت کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں ان الفاظ سے تخریج کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے چھ سو یا سات سو درہم پر باندی خریدی پھر اس کو ایک سال تک تلاش کے باوجود نہ پایا پھر اس باندی کو شدہ مقام پر نکال لائے اور اس کے عوض ایک ایک اور دو دو درہم کر کے مالک کی طرف سے صدقہ کیا (اور کہا کہ) اگر مالک آیا تو اس کو اختیار دیں گے اگر اس نے ثواب کو اختیار کیا تو ثواب اس کیلئے ہوگا اور اگر اپنے مال کو اختیار کیا تو مال اس کا ہوگا، پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم بھی لقطہ سے متعلق ایسے ہی کیا کرو، اس روایت کی سند میں بھی عامر بن شقیق ہے (مجمع الزوائد ۴/۲۹۸ طبع دار الفکر اور ابن ابی شیبہ نے بھی ۵/۱۸۹ روایت کیا،

ورواه الطبرانی فی "الکبیر" بلفظ: اِشْتَرٰی عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ جَارِيَةً مِنْ رَجُلٍ بِسِتِّ مِائَةٍ أَوْ بِسَبْعِمِائَةِ دِرْهَمٍ، فَنَشَدَهُ سَنَةً لَایَجِدُهُ، ثُمَّ خَرَجَ بِهَا إِلَی السُّدَّةِ، فَتَصَدَّقَ بِهَا مِنْ دِرْهَمٍ وَدِرْهَمَيْنِ عَنْ رَبِّهَا، فَإِنْ جَاءَ خَيَّرَهُ فَإِنِ اخْتَارَ الْأَجْرَ كَانَ لَهُ، وَإِنِ اخْتَارَ مَالَهُ كَانَ لَهُ مَالُهُ، ثُمَّ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: هٰكَذَا فَافْعَلُوْا بِاللُّقَطَةِ، وفیه عامر بن شقیق أیضاً (مجمع الزوائد ٤: ١٦٨)، وعلقه البخاری فی "صحیحه"، ووصله سفیان بن عیینة فی جامعه، وأخرجه سعید بن منصور عنه بسند له جید (فتح الباری ٩: ٣٧٩)۔

وقد أمره ﷺ بأکلها، ثم أجاب بتضعیف الروایة، واضطربها (٥: ٣٦٠)۔

بَاب إِنْ كَانَتِ اللُّقَطَةُ شَيْئًا لَا يَطْلُبُهَا صَاحِبُهَا جَازَ الْإِنْتِفَاعُ بِهِ مِنْ غَيْرِ تَعْرِيْفٍ

٤٤١٩...... عن أنس رضی اللّٰه عنه قال: "مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ فِی الطَّرِيْقِ، فَقَالَ: لَوْلَا أَنِّيْ أَخَافُ أَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا" رواه البخاری (فتح الباری ٥: ٦٣)۔

مترجم) اور اس کو امام بخاری نے صحیح میں تعلیقاً ذکر کیا ہے اور اس کو سفیان بن عیینہ نے جامع میں موصولاً بیان کیا اور اسکو سعید بن منصور نے بھی سفیان سے عمدہ سند کے ساتھ تخریج کیا ہے (فتح الباری)

فائدہ:۔ ان سب روایات وآثار کی باب کے عنوان پر دلالت واضح ہے کسی توضیح کی محتاج نہیں۔

باب: اگر لقطہ ایسی چیز ہو جس کا مالک اس کو تلاش نہیں کرے گا (حقیری ہو) تو تشہیر کے بغیر بھی اُس سے نفع اٹھانا جائز ہے

☆......(۴۴۱۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ راستہ پر پڑی ہوئی کھجور کے پاس سے گذرے فرمایا اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ شاید صدقہ کی ہو تو (بھوک کی وجہ سے) میں اس کو کھالیتا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے (۱/ ۳۲۸) روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ اس کھجور کو صدقہ کی کھجور ہونے کے احتمال کی وجہ سے آپ ﷺ نے نہ اٹھایا نہ کھایا اگر یہ احتمال نہ ہوتا تو آپ ﷺ اٹھا کر کھا لیتے اِس سے ثابت ہوا کہ معمولی گری پڑی چیز کیلئے تشہیر کی ضرورت نہیں اُس سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ پھر یہ مسئلہ کہ ایسی معمولی چیز مالک کی مِلک سے نکل جاتی ہے یا مِلک میں باقی رہتی ہے؟ تو صاحب ہدایہ نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ باقی رہتی ہے اس لئے اگر مالک اٹھانے والے کے ہاتھ میں پالے تو لے سکتا ہے (اگرچہ اٹھانے والے کیلئے مباح ہو جاتی ہے مگر مباح ہونے سے اٹھانے والے کا مالک بننا لازم

٤٤٢٠...... عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا وَجَدَتْ تَمْرَةً فَأَكَلَتْهَا، وَقَالَتْ: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْفَسَادَ رواه ابن أبي شيبة، وسكت عنه الحافظ فی "الفتح" (٥: ٦٣)۔

٤٤٢١...... وأخرج البيهقی عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ: قَالَ لِيْ أَبُو الدَّرْدَاءِ: لَا تَسْأَلِيْ أَحَداً شَيْئاً قُلْتُ: إِنِ احْتَجْتُ ؟ قَالَ: تَتَبَّعِي الْحَصَّادِيْنَ ، فَانْظُرِيْ مَايَسْقُطُ مِنْهُمْ فَخُذِيْهِ، فَاخْبِطِيْهِ ثُمَّ اطْحِنِيْهِ ثُمَّ اعْجِنِيْهِ ثُمَّ كُلِيْهِ ، وَلَا تَسْأَلِيْ أَحَداً شَيْئًا، ولم يعله البيهقی ، ولا ابن التركمانی بشیء، ورجاله ثقات۔

بَابٌ إِذَا وُجِدَ الْحَطَبُ فِي الْمَاءِ لَا بَأْسَ بِأَخْذِهٖ مِنْ غَيْرِ تَعْرِيْفٍ

٤٤٢٢...... عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلاً مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ وساق الحديث ، فَخَرَجَ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَباً قَدْ جَاءَ بِمَالِهٖ، فَإِذَا هُوَ بِالْخَشَبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهٖ حَطَبًا۔ فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيْفَةَ، رواه البخاری (فتح الباری ٥: ٦٢)۔

نہیں ہوجاتا) ہاں شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ گری پڑی چیز متفرق ہو اور اٹھانے والا اس کو اکٹھا کرے تو اکٹھا کرنے کی محنت کی وجہ سے وہ مالک بن جائے گا صدر الشہید بھی اسی پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جس کی تائید سنن بیہقی (٦/١٩٦) میں مذکور حضرت ابوداؤد اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کے قول سے ہوتی ہے۔

☆......(٤٤٢٠) ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک کھجور پائی اور اس کو کھالیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے (یہ کھجور خراب ہوجائے گی اور میرے اٹھا کر کھالینے سے خراب ہونے سے بچ جائے گی) اس کو ابن ابی شیبہ نے (٥/١٩٢) روایت کیا اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس پر سکوت کیا تو یہ حدیث حسن یا صحیح ہے (فتح الباری ٥/٢٨٣)

☆......(٤٤٢١) امام بیہقی نے ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ مجھے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی سے کوئی چیز نہ مانگا کر میں نے پوچھا کہ اگر مجھے ضرورت ہو تو بھی نہ مانگوں؟ فرمایا لکڑیاں کاٹنے اٹھانے والوں کے پیچھے رہا کہ جو اُن سے گر جایا کرے وہ لے لیا کر اور روند اکر پھر آٹا پیس کر گوندھ کر (روٹی پکا کر) کھالیا کر اور کسی سے کچھ نہ مانگا کر۔ اس روایت پر نہ بیہقی نے کلام کیا نہ ابن الترکمانی نے اور اس کے راوی ثقہ ہیں (سنن الکبریٰ ٦/١٩٦)

فائدہ:۔ ان سب روایات سے ثابت ہوا کہ معمولی سی گری پڑی چیز کے مالک کے تلاش کی ضرورت نہیں اور اُس سے نفع اٹھانا جائز ہے۔

باب: پانی میں لکڑی ملے تو اس کو لینے میں حرج نہیں اور تشہیر کی بھی ضرورت نہیں

☆......(٤٤٢٢) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر کیا (اس نے ایک شخص سے قرض لیا تھا قرض خواہ و مقروض کے درمیان دریا پڑتا تھا ادائیگی کی مدت ہونے پر مقروض دریا کے کنارے پہنچا) قرض خواہ دیکھتا رہا کہ شاید

بَابٌ يَجُوزُ الْإِلْتِقَاطُ فِي الْبَقَرِ وَالْبَعِيرِ إِذَا خَافَ عَلَيْهَا الضِّيَاعَ

٤٤٢٣...... أخبرنا مالك أخبرنا ابن شهاب الزهري أَنَّ ضَوَالَّ الْإِبِلِ كَانَتْ فِي زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِبِلًا مُرْسَلَةً تَنَاتِجُ لَا يَمَسُّهَا أَحَدٌ، حَتَّى إِذَا كَانَ زَمَنُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَمَرَ بِمَعْرِفَتِهَا وَتَعْرِيفِهَا ثُمَّ تُبَاعُ، فَإِذَا جَاءَ صَاحِبُهَا أُعْطِيَ ثَمَنَهَا۔ أخرجه محمد في "الموطأ" (ص:٣٦٣)، وسنده صحيح مع إرساله، وهو كذلك في "موطأ يحيى بن يحيى" (ص: ٣١٧)، ومراسيل مالك صحاح عند القوم، كما ذكرناه في المقدمة۔

کوئی سواری پالے جو اُس قرض خواہ کا مال لے آئے (لیکن نہ آئی کیونکہ مقروض کو کوئی کشتی نہ ملی) تو قرض خواہ کو ایک لکڑی ملی وہ اس نے گھر کی ضرورت کیلئے بطور ایندھن لی جب اس کو توڑا تو اپنا مال اور رقعہ پایا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ (١/ ٣٢٨، ٣٠٦)

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ پانی میں لکڑی ملے تو اس کو لینا جائز ہے ہاں قیمتی اور زیادہ ہوں تو تشہیر ضروری ہے۔

باب: گمشدہ بیل اور اونٹ کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کو پکڑ لینا جائز ہے

☆......(٤٤٢٣) امام مالکؒ ابن شہاب زہریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گمشدہ اونٹ آزاد چھوڑے ہوئے اونٹ ہوتے خود ہی بچے جنتے رہتے کوئی ان کو ہاتھ نہ لگاتا تھا حتی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور ہوا تو انہوں نے ایسے اونٹوں کے متعلق اعلان و تشہیر کر کے (مالک نہ ملنے کی صورت میں) پھر بیچ ڈالنے کا حکم فرمایا اور یہ کہ پھر جب مالک آ جائے تو اونٹ کی قیمت اس کو دے دی جائے۔ اس حدیث کو امام محمد رحمہ اللہ نے موطا (ص ٣٦٥) میں تخریج کیا ہے اور مرسل ہونے کے باوجود اس کی سند صحیح ہے اور امام یحیٰی بن یحیٰی کے موطا (ص ٦٣٨) میں بھی یہ روایت اسی طرح ہی ہے اور محدثین کے نزدیک امام مالکؒ کی مراسیل صحیح ہیں۔

فائدہ:۔ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گمشدہ اونٹ کے پکڑنے سے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اس کے ساتھ اس کا کھانا پینا (پیٹ میں ذخیرہ کی صورت میں) موجود ہے وہ پانی پیتا اور چارہ کھاتا رہے گا اس کو پکڑ لینے کی ضرورت نہیں اس کو رہنے دو یہاں تک کہ خود اس کا مالک اس کو آ پکڑے۔ یہ حکم اس وقت تھا جب اہل صلاح اور نیک لوگوں کا زمانہ تھا مگر ہمارے زمانہ میں کسی خائن سے اطمینان نہیں (گھروں میں کھڑے جانور تک کھول لے جاتے ہیں تو گمشدہ کو بطریق اولیٰ مال غنیمت سمجھیں گے) اس لئے اُس کو پکڑ لینا (تاکہ مالک آئے تو وصول کر لے) اولیٰ ہے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمان سے معلوم ہوا امام مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ کے نزدیک اونٹ کے ضیاع کا خوف نہ ہونے کی وجہ سے نہ پکڑنا چاہیے۔ احناف اس کو اہل صلاح کے دور سے خاص سمجھتے ہیں۔

٤٤٢٤ ...... أخبرنا مالك أخبرنا يحيى بن سعيد أنه قال: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يُحَدِّثُ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ ضَحَّاكِ الْأَنْصَارِيَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ وَجَدَ بَعِيْراً بِالْحَرَّةِ فَعَرَّفَهُ، ثُمَّ ذُكِرَ ذٰلِكَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُعَرِّفَهُ، فَقَالَ ثَابِتٌ لِعُمَرَ: قَدْ شَغَلَنِيْ عَنْهُ ضَيْعَتِيْ فَقَالَ عُمَرُ: أَرْسِلْهُ حَيْثُ وَجَدْتَّهُ. أخرجه محمد في "الموطأ" أيضاً (ص: ٣٦٣)، وهو كذلك في "موطأ يحيى بن يحيى" (ص: ٣١٧) إلا أنه زاد: ثلاث مرات.

بَابٌ لَا يَجِبُ عَلَى الْمُلْتَقِطِ دَفْعُ اللُّقَطَةِ إِلٰى مَنْ يَّصِفُهَا حَتّٰى يُقِيْمَ الْبَيِّنَةَ، وَيَجُوْزُ إِذَا شَهِدَ قَلْبُهُ بِصِدْقِ الْوَاصِفِ

٤٤٢٥ ...... عن زيد بن خالد الجهني رضي الله عنه أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ، قَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ أَعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ أَسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ. الحديث، رواه الأئمة الستة في كتبهم (زيلعي ٢: ١٦٣)، واللفظ للبخاري.

☆......(۴۴۲۴) حضرت سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے حَرّہ مقام میں ایک اونٹ پایا اس کی تشہیر کی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا انہوں نے بھی تشہیر کا حکم فرمایا تو حضرت ثابت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میرے ساز و سامان نے مجھے اِس سے مصروف کر رکھا ہے (میں تشہیر وغیرہ کیلئے اب فارغ نہیں ہوں) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا جہاں سے ملا ہے وہیں اس کو چھوڑ دو، اس حدیث کو امام محمد رحمہ اللہ نے مؤطا (ص ۳۶۵) میں روایت کیا اور یحییٰ بن یحییٰ کے مؤطا (ص ۳۴۷، ۶۴۸) میں بھی اسی طرح ہے البتہ اس میں تین مرتبہ عرض کرنے کا ذکر ہے۔

فائدہ:۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گمشدہ اونٹ کو اگر لینے والا آدمی وہیں چھوڑ آئے جہاں سے لیا تو وہ اس کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا اور اس پر ضمان نہیں ہوگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دینے کا حکم اِسی کی تائید کرتا ہے۔

باب: لقطہ کے متعلق کوئی شخص آ کر صرف اس کی صفت بیان کر کے اٹھانے والے سے لینا چاہے تو اٹھانے والے کیلئے جائز ہے کہ وہ شخص جب تک گواہ پیش نہ کرے اس کو لقطہ حوالے نہ کرے، ہاں اگر اس کا دل دعویدار کی تصدیق کرتا ہو تو اس کیلئے دے دینا بھی جائز ہے

☆......(۴۴۲۵) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے لقطہ کے بارے میں مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا ایک سال تک اس کی تشہیر کرو پھر اس کے بندھن اور برتن کی پہچان رکھو پھر اس کو خرچ میں لاؤ، پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کے

٤٤٢٦ ...... عن ابن عباس قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعىٰ رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ وَّدِمَائَهُمْ، لٰكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنَ عَلىٰ مَنْ أَنْكَرَ" رواه البيهقی، والحديث فی الصحيحين بلفظ: لكن اليمين على المدعى عليه، وفی حديث الأشعث بن قيس فی الصحيحين: شاهداك أو يمينه۔ أخرجاه عن ابن أبی مليكة عن ابن عباس اه (زيلعی ٢: ٢١٦)، وجعله المحقق فی "الفتح" (٥: ٣٥٦) حديثا مشهورا۔

بَابٌ لُقْطَةُ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ سَوَاءٌ

حوالے کرو، اس حدیث کو صحاح ستہ والوں نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے (زیلعی ۲/۱۶۳) اور یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔
(بخاری ۱/۳۲۹ مسلم ۲/۷۸ ترمذی ۱/۱۶۵، ابن ماجہ ص ۱۸۰، ابوداؤد ۱/۲۴۶ طحاوی ۲/۲۵۱)

فائدہ:۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے مالک کو دے دینے کا حکم فرمایا اور کوئی دعویدار بھی محض دعویٰ کرنے سے مالک نہیں کہلا سکتا اور چونکہ اکثر قضایا میں وصف بیان کرنے سے دعویٰ صحیح بنتا ہے اس لئے لقطہ کے باب میں بھی وصف بیان کرنے سے دعویٰ صحیح ہوگا لیکن محض وصف کا بیان مِلک ثابت کرنے کا سبب نہیں بنتا اس لئے دعویٰ کی صحت کا پہلو لیکر اٹھانے والے کیلئے دے دینے کی گنجائش ہے۔ لیکن وصف کا بیان ثبوتِ ملک کیلئے ناکافی ہونے کا پہلو لیں تو اس لحاظ سے اٹھانے والے کیلئے درست ہے کہ جب تک گواہ نہ پیش ہوں حوالے نہ کرے، امام ابوحنیفہ وشافعی رحمہما اللہ کا مسلک یہ ہے کہ وصف کے بیان سے اگر اٹھانے والے کا دل سچا مانے تو دے سکتا ہے مگر جب تک گواہ نہ پیش ہوں اٹھانے والے کو حوالے کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

☆......(۴۴۲۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو محض ان کے دعویٰ پر چیزیں مل جایا کریں تو لوگ دوسرے لوگوں کے مالوں اور خونوں تک کے دعوے کردیں گے لیکن (اصول ہے کہ) دعویدار پر گواہ ہیں اور منکر پر قسم ہے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے (۱۰/۲۵۲) روایت کیا ہے اور بخاری ومسلم کے لفظ ہیں کہ قسم مدعیٰ علیہ کے ذمہ ہے اور صحیحین میں اشعث بن قیس کی حدیث میں لفظ ہیں یا دو گواہ ہوں یا قسم ہو اس کو بخاری مسلم نے ابن ابی ملیکہ کی روایت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تخریج کیا ہے (زیلعی ۲/۲۱۶) اور محقق ابن الہمام نے فتح القدیر (۵/۳۵۶) میں اس کو حدیث مشہور قرار دیا ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث کے درج کرنے سے بھی مولف کا مقصود یہ ہے کہ بغیر گواہوں کے لقطہ اٹھانے والے پر جبر نہیں کیا جاسکتا کہ محض وصف بیان کرنے سے دعویدار کو دے دیں ہاں گواہوں کے پیش ہونے کے بعد اس پر لازم ہوگا کہ لقطہ چیز دعویدار کے حوالے کرے کیونکہ گواہ حجۃ ملزمہ ہے اور محض وصف کا بیان حجت مُلزِمہ نہیں۔

باب: حرم اور غیر حرم کا لقطہ حکم میں برابر ہے

٤٤٢٧ ...... حدثنا إبراهيم بن مرزوق أنا وهب بن جرير ثنا شعبة عن يزيد الرشك عن معاذة العدوية أن امرأة سألت عائشة فقالت: إِنِّيْ أَصَبْتُ ضَالَّةً فِي الْحَرَمِ، وَإِنِّيْ عَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ أَحَدْ يَعْرِفُهَا، فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ : اسْتَنْفِعِيْ بِهَا۔ أخرجه الطحاوى (٢: ٢٧٧)، ورجاله رجال الجماعة غير شيخ الطحاوى، فمن رجال النسائى ثقة، وقد مر توثيقه فى الكتاب غير مرة۔

﴿كِتَابُ الْإِبَاقِ﴾

بَابٌ مَنْ رَدَّ الْابِقَ إِلٰى مَوْلَاهُ مِنْ مَّسِيْرَةِ السَّفَرِ فَصَاعِداً فَلَهُ عَلَيْهِ جُعْلُهُ أَرْبَعُوْنَ دِرْهَماً وَإِنْ رَدَّهُ لِأَقَلَّ مِنْهَا فَبِحِسَابِهِ

☆......(۴۴۲۷) امام طحاویؒ اپنی سند سے معاذہ عدویہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ مجھے حرم میں گمشدہ چیز ملی ہے اور میں نے اس کی تشہیر کی لیکن اس کو جاننے والا مالک کوئی نہیں ملا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اُس سے نفع اٹھاؤ۔ (طحاوی ۲/ ۲۷۷) امام طحاویؒ کے استاذ کے سوا باقی راوی صحاح ستہ کے ہیں اور امام طحاوی کے شیخ نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ (جس طرح حرم کے علاوہ کسی جگہ گری پڑی چیز ملے تو اس کی تشہیر کی مدت گذرنے کے بعد اٹھانے والے شخص کیلئے اُس سے نفع اُٹھانا جائز ہے اسی طرح) حرم کی حدود میں ملنے والے لقطہ سے بھی مدتِ تشہیر گذرنے کے بعد نفع اٹھانا جائز ہے امام موفق مغنی میں فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ کا ظاہر کلام بھی یہی بتاتا ہے کہ دونوں قسم کے لقطوں میں ایک حکم ہے امام مالک وابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے امام احمدؒ کی دوسری روایت یہ بھی ہے کہ حرم کے لقطہ کی ہر حال میں حفاظت ضروری ہے جب تک مالک نہ ملے تشہیر ہی کرتا رہے، امام شافعیؒ سے دونوں روایتیں ہیں امام احمدؒ کی دوسری روایت کی دلیل بخاری مسلم کی یہ حدیث ہے کہ ارشاد نبوی ہے کہ مکہ مکرمہ میں گری ہوئی چیز حلال نہیں مگر مُنشِد ہی کیلئے لیکن یہ استدلال قوی نہیں کیونکہ مُنشِد سے مراد اس کی تشہیر کرنے والا یعنی اٹھانے والا بھی ہوسکتا ہے کہ امام ابوعبید فرماتے ہیں کہ مُنشِد مُعرِّف یعنی تشہیر کرنے والے کو اور ناشد تلاش کرنے والے یعنی مالک کو کہتے ہیں۔ ہمارے مسلک کی تائید بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور صحابہ کے دور میں اُس کے خلاف منقول نہیں تو یہ اجماعی مسئلہ کی طرح ہوا۔

﴿کتاب: غلام کے بھاگنے کے احکام﴾

باب: جو شخص بھگوڑے غلام کو اس کے مالک کے پاس سفر شرعی کی یا اس سے زیادہ کی مسافت سے واپس لائے تو مالک کے ذمہ چالیس درہم اس کی اجرت ہے اور اگر سفر شرعی کی مسافت سے کم مسافت سے لائے تو اس مسافت کے حساب سے اجرت لازم ہے

٤٤٢٨ ...... أخبرنا سفيان الثوری عن أبی رباح عبدالله بن رباح عن أبی عمر و الشيبانی قال: أَصَبْتُ غِلْمَاناً إِبَاقاً بِالْعَيْنِ. فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ: اَلْاَجْرُ وَالْغَنِيْمَةُ، قُلْتُ: هٰذَا الْأَجْرُ، فَمَا الْغَنِيْمَةُ؟ قَالَ : أَرْبَعُوْنَ دِرْهَماً مِنْ كُلِّ رَأْسٍ، رواه عبد الرزاق فی "مصنفه" ، ومن طريق عبدالرزاق، رواه الطبرانی فی معجمه" ورواه البيهقی فی "سننه" وقال: هو أمثل ما فی الباب (زيلعی ٢: ١٦٥)۔

﴿وفی" البيهقی" بالعين وفی مصنف ابن أبی شيبة: بعين التمر كما فی "الجوهر النقی" (٦: ٢٠٠) وعين التمر موضع معروف۔﴾

وقال الهيثمی فی "مجمع الزوائد" : فيه أبو رباح لم أعرفه، وبقية رجاله رجال الصحيح اه

قلت: قد روی عنه سفيان الثوری وأبو حنيفة الإمام الأعظم۔ كما فی "الآثار" (ص: ١٢٢) لمحمد و "جامع مسانيد الإمام" (٢:٧٥)۔ ومثله لا يكون غير معروف، وقال الخلال: حديث ابن مسعود اصح إسناداً، كذا فی "المغنی" لابن قدامة، (٦:٣٥٦)، ومن صحح الإسناد فقد عرف، وهو مقدم

☆......(٤٤٢٨) حضرت ابوعمرو شیبانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مجھے مقام عین میں بھگوڑے غلام ملے (میں مالک کے پاس واپس لایا) تو میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا انہوں نے فرمایا ثواب بھی ہے اور مال غنیمت بھی ہے۔ میں نے عرض کیا ثواب تو ٹھیک ہوا، مال غنیمت کیا ہے؟ فرمایا ہر (غلام کے) سر کے عوض چالیس درہم (تجھے دیئے جائیں) اس روایت کو امام عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے اور عبدالرزاق کی سند سے طبرانی نے معجم میں روایت کیا اور بیہقی رحمہ اللہ نے بھی سنن (٦/٢٠٠) میں روایت کر کے فرمایا یہ اس بارے میں سب سے عمدہ روایت ہے (زیلعی ٢/ ١٦٥) اور امام ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد (٤/٢٠٤) میں فرمایا کہ اس میں راوی ابورباح کو میں نہیں جانتا۔ باقی راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ میں (مولانا ظفر احمد) کہتا ہوں کہ ابورباح سے حضرت سفیان ثوری وامام ابوحنیفہ رحمہما اللہ روایت لیتے ہیں جیسا کہ کتاب الآثار (١٢٢) اور جامع مسانید الامام (٢/٧٥) میں ہے اور ایسا راوی (جس سے دو آدمی اور وہ بھی بڑے امام روایت کریں) مجہول نہیں ہوتا اور امام خلال کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سند کے اعتبار سے اصح ہے جیسا کہ مغنی لابن قدامہ میں ہے (٦/٣٥٦) جو سند کو صحیح قرار دے رہے ہیں وہ راوی کو جانتے ہیں اور جاننے والا نہ جاننے والے پر مقدم ہے۔

فائدہ:۔ حدیث کی اس پر دلالت واضح ہے کہ لانے والے کیلئے چالیس درہم ہیں صاحب ہدایہ نے فرمایا یہ استحساناً ہے، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مالک نے خود لانے والے کیلئے اجرت کی شرط لگائی ہو تو لانے والے کو اجرت ملے یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کیونکہ لانے والے کا احسان ہے۔ لیکن استحسان کیلئے ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ لانے والے کو اجرت دی جائے البتہ کتنی دی جائے؟ اس میں

على من لم يعرف۔

٤٤٢٩...... أخبرنا أبو حنيفة عن سعيد بن المرزبان عن أبى عمرو أو ابن عمر شك محمد عن عبدالله بن مسعود أَنَّهُ جَعَلَ جُعْلَ اَلْآبِقِ إِذَا أَصَابَهُ خَارِجاً مِنَ الْمِصْرِ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَماً، رواه محمد فی "الآثار" (ص ١٢٦)، وسنده حسن۔

(ولعل الصحيح أبوعمرو فإن سفيان رواه عن أبى رباح عن أبى عمرو الشيبانى كما تقدم فتابع سعيد بن المرزبان أبا رباح، وهو متابع جيد)

٤٤٣٠...... حدثنا محمد بن يزيد عن أيوب أبى العلاء عن قتادة وأبى هاشم أَنَّ عُمَرَ قَضٰى فِيْ جُعْلِ الْآبِقِ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَماً، رواه ابن أبى شيبة (زيلعى ٢:١٦٥)۔ قلت: مرسل صحيح رجاله ثقات، أما محمد بن يزيد فهو أبو سعيد الواسطى الكلاعى، وثقه أحمد وابن معين وابوداؤد والنسائى، وايوب ابو العلاء هو القصاب الواسطى وثقه احمد والنسائى وابن سعد، وأبو هاشم هو الرمانى الواسطى من رجال الجماعة، وثقه أحمد وابن معين وأبو زرعة والنسائى، كذا فى "التهذيب" (٩: ٥٢٨ و ١: ٤١١ و ١٢: ٢٦١)۔

اختلاف ہے بعض سے چالیس درہم اور بعض سے اس سے کم مروی ہے۔ اس لئے دونوں طرح کے قول سامنے رکھ کر مسافت شرعی کے بقدر میں ہم نے چالیس درہم ٹھہرائے اور اُس سے کم مسافت میں چالیس درہم سے کم دیئے جائیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اقویٰ روایت اسی کی مؤید ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی چالیس درہم کا قول مروی ہے جس کی سند حسن ہے (فتح القدیر)

☆......(۴۴۲۹) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سعید بن مرزبان سے وہ ابوعمرو (اور یہی صحیح ہے، مترجم) یا ابن عمر سے (امام محمد کو شک ہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بھگوڑا غلام شہر سے باہر چلا گیا ہو۔ اس کو لانے والے کیلئے چالیس درہم مقرر کئے۔ اس کو امام محمد نے کتاب الآ ثار میں (ص ۱۲۶) روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ:۔ ہمارے علماء احناف کے نزدیک شہر سے باہر سے مراد مسافت شرعی ہے امام محمد اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا قول یہی ہے۔

☆......(۴۴۳۰) قتادہ وابو ہاشم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھگوڑے غلام کے لانے کی اجرت چالیس درہم ٹھہرائی۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ (۲۲۶/۵) یہ روایت مرسل صحیح ہے راوی ثقہ ہیں۔ محمد بن یزید ابوسعید واسطی کلاعی کو امام احمد وابن معین وابوداؤد ونسائی نے ثقہ کہا ہے اور ایوب ابوالولاء قصاب واسطی کو امام احمد ونسائی وابن سعد نے ثقہ کہا ہے اور ابو ہاشم رمانی واسطی جماعت کے راویوں میں سے ہے۔ امام احمد وابن معین وابوزرعہ ونسائی نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (تہذیب ۹/ ۱،۵۲۸/ ۱۲،۴۱۱/ ۲۶۱)

٤٤٣١...... حدثنا وكيع ثنا سفيان عن أبي إسحاق قال: أُعطِيْتُ الْجُعْلَ فِيْ زَمَنِ مُعَاوِيَةَ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَماً- رواه ابن أبي شيبة أيضا (زيلعي ٢: ١٦٥)، وسنده صحيح-

٤٤٣٢...... حدثنا يزيد بن هارون عن حجاج (هو ابن أرطاة) عن عمرو بن شعيب عن سعيد بن المسيب أَنَّ عُمَرَ جَعَلَ فِيْ جُعْلِ الْاٰبِقِ دِيْنَاراً، أَوْ اِثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَماً، رواه ابن أبي شيبة (زيلعي ٢: ١٦٥)، وسنده حسن-

٤٤٣٣...... حدثنا يزيد بن هارون عن حجاج عن حصين عن الشعبي عن الحارث عن عَلِيٍّ أَنَّهُ جَعَلَ فِيْ جُعْلِ الآبِقِ دِيْنَارًا أَوْ اِثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَمًا- رواه ابن أبي شيبة أيضا (زيلعي ٢:١٦٥)، وسنده حسن-

٤٤٣٤...... عن عمرو بن دينار أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰى فِي الْعَبْدِ الْآبِقِ يُوْخَذُ خَارِجَ الْحَرَمِ بِدِيْنَارٍ، أَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ، أخرجه عبدالرزاق وابن أبي شيبة في "مصنفيهما"، وهو مرسل مرفوع (زيلعي ٢: ١٦٥)-

☆......(۴۴۳۱) امام وکیع بروایت سفیان ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مجھے (بھگوڑے غلام واپس لانے پر) چالیس درہم اجرت ملی تھی اس کو بھی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے (زیلعی ۲/۱۶۵) اور اس کی سند صحیح ہے۔

☆......(۴۴۳۲) عمرو بن شعیب حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھگوڑے غلام کی اجرت ایک دینار یا بارہ درہم مقرر کئے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ:۔ پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چالیس درہم مقرر کرنے کی روایت گذری اور یہ روایت بارہ درہم یا دینار کی ہے دونوں روایتوں میں تعارض کا حل اوپر ذکر ہو چکا کہ مسافت شرعی سے کم مسافت سے غلام لایا جائے تو اجرت چالیس درہم سے کم ہوگی اور مسافت شرعی کی مقدار سے لایا جائے تو چالیس درہم اجرت ہوگی تو پہلی روایت مسافت شرعی پر محمول ہے اور یہ روایت مسافت شرعی سے کم پر محمول ہے درج ذیل روایات کے بارے میں بھی یہی سمجھیں۔

☆......(۴۴۳۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حارث روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بھگوڑے غلام کے لانے کی اجرت ایک دینار یا بارہ درہم مقرر کی۔ اس کو بھی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

☆......(۴۴۳۴) عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُس بھگوڑے غلام کے لانے میں جو حرم کے باہر سے لایا جائے ایک دینار یا دس درہم کا حکم کیا۔ اس روایت کو امام عبدالرزاق نے اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں تخریج کیا ہے اور یہ مرفوع مرسل ہے

٤٤٣٥...... محمد قال: أخبرنا قيس بن الربيع عن ابن جريج عن ابن مليكة قال: جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جُعْلَ الآبِقِ إِذَا وُجِدَ خارِجاً مِنَ الْحَرَمِ دِيْنَاراً (كتاب الحجج)، وسنده مرسل۔

﴿كِتَابُ الْمَفْقُوْدِ﴾

بَابُ اِمْرَأَةُ الْمَفْقُوْدِ امْرَأَتُهُ حَتّٰى يَأتِيَهَا الْبَيَانُ

٤٤٣٦...... عن سوار بن مصعب نا محمد بن شرحبيل الهمداني عن المغيرة بن شعبة قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِمْرَأَةُ الْمَفْقُوْدِ امْرَأَتُهُ حَتّٰى يَأْتِيَهَا الْخَبَرُ۔ رواه الدار قطني (٢: ٤٢١) وسكت

(زیلعی ۲/ ۱٦٥)۔

☆......(۴۴۳۵) امام محمد رحمہ اللہ بسند قیس بن ربیع عن ابن جریج ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بھگوڑے غلام میں جو حرم سے باہر پکڑا جائے ایک دینار اجرت مقرر کی (کتاب الحجج) اس کی سند مرسل ہے۔

فائدہ:۔ جو شخص بھگوڑے غلام کو پائے اس کیلئے جائز ہے کہ اس کو پکڑ لے امام مالک و امام شافعی اور احناف (کثر اللہ سوادھم) کا یہی مذہب ہے اور اس بارے میں اختلاف منقول نہیں لیکن پکڑنے والے کے پاس وہ غلام بطور امانت ہوگا اگر اس کی کوتاہی کے بغیر تلف ہو گیا تو اس پر ضمان نہ ہوگی کیونکہ امام بیہقی سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص بھگوڑے غلام کو پائے پھر وہ غلام اس سے بھاگ جائے تو ضامن نہیں ہوگا اور جب مالک مل جائے اور گواہ قائم کر دے اور غلام اقرار کرے کہ یہ میرا آقا ہے۔ تو مالک کے حوالے کر دے، اور اگر مالک بالکل نہ ملے تو حاکم یا اس کے نائب کے حوالے کرے وہ مالک کیلئے اس کی حفاظت کریں گے یا مصلحت ہو تو بیچ دیں گے۔ پکڑنے والا نہ بیچ سکتا ہے نہ مالک بن سکتا ہے اگر بیچا تو بیع فاسد ہوگی۔

﴿کتاب: مفقود یعنی غائب خاوند کے احکام میں﴾

باب: مفقود کی بیوی اس کی زوجہ ہی ہے جب تک صاف بیان نہ آ جائے

☆......(۴۴۳٦) سوار بن مصعب محمد بن شرحبیل ہمدانی سے وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مفقود کی بیوی اسی کی زوجہ ہے یہاں تک کہ عورت کے پاس خاوند کی خبر آ جائے۔ اس حدیث کو امام دارقطنی نے روایت کیا اور اس پر سکوت کیا (۳/ ۳۷۱)۔ اور ابن ابی حاتم کتاب العلل میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں اپنے والد سے پوچھا انہوں نے فرمایا کہ منکر ہے اور محمد بن شرحبیل متروک الحدیث ہے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منکر اور باطل قسم کی روایات نقل کرتا ہے۔ عبدالحق نے بھی محمد بن شرحبیل کی وجہ سے اس کو معلول ٹھہرایا اور فرمایا کہ محمد متروک ہے اور ابن القطان نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ راوی سوار بن مصعب متروک روایت میں محمد بن شرحبیل سے بھی زیادہ مشہور ہے۔ اور سوار سے کم درجہ صالح بن مالک ہے جو غیر معروف ہے اور اس سے

عنه، وقال ابن أبي حاتم في كتاب العلل: سألت أبي عن هذا الحديث فقال: منكر، و محمد بن شرحبيل متروك الحديث، يروي عن المغيرة بن شعبة مناكير وأباطيل انتهى، وأعله أيضا عبدالحق بمحمد بن شرحبيل، وقال: إنه متروك، وقال ابن القطان في كتابه: وسوار ابن مصعب أشهر في المتروكين منه ودونه صالح بن مالك ولا يعرف دونه محمد بن الفضل ولا يعرف حاله انتهى (التعليق المغني ٢: ٤٢١) قلت : فالحديث ضعيف، كما قاله الزيلعي في "نصب الراية" (٢: ١٦٦)، وله شاهد من قول علي وابن مسعود، كما سيأتي۔

کم درجہ محمد بن فضل ہے جس کا حال معلوم نہیں (التعلیق المغنی ۳/۱۷۱ طبع نشر السنہ ملتان) تو یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ زیلعی نے نصب الرایہ (۲/۱۶۶) میں فرمایا ہے لیکن حضرت علی وابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول اس کا شاہد ہے جیسا کہ آ رہا ہے۔

فائدہ:۔ مفقود اس غائب شخص کو کہتے ہیں جس کی موت وزندگی کا کچھ علم نہ ہو ایسے شخص کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس کی بیوی چار سال تک اس کا انتظار کرے پھر چار ماہ دس دن عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ صحیح ثابت ہے کہ وہ عورت تب تک دوسرے شخص سے شادی نہ کرے جب تک مفقود کی موت کا یقین نہ ہو جائے اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشہور طریقے سے ثابت ہے تو اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہوا اور معاملہ راجح مرجوح کا ہے اور ضعیف حدیث سے ایک جانب کو ترجیح دی جا سکتی ہے اگرچہ اس سے ثبوت اصل کا کام نہیں لیا جا سکتا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ضعیف حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان راجح ہے۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بھی فرمانِ علی رضی اللہ عنہ کے موافق ہے وہ دوسرا مرجح ٹھہرے گا۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ کتاب الحج میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع بھی منقول ہے اور قرآن وسنت سے بھی یہ زیادہ مناسبت رکھتا ہے کیونکہ قرآن وسنت سے یہ اصل ثابت ہے کہ کسی شخص کے غائب ہونے سے نہ اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور نہ طلاق یا موت کے ثبوت کے بغیر عدت واجب ہو سکتی ہے اور نہ ایک شخص دوسرے شخص کی طرف سے (بغیر امر کے) طلاق دے سکتا ہے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص صف قتال میں غائب ہو جائے تو اس کی زوجہ ایک سال تک ٹھہرے گی اور صف قتال کے علاوہ جگہ غائب ہو جائے تو چار سال انتظار کرے گی امام مالک رحمہ اللہ نے اسی کو لیا وہ فرماتے ہیں کہ دورانِ جنگ غائب ہو تو اگر جنگ دارالاسلام میں ہو تو ایک سال اور دارالکفر میں ہو تو چار سال انتظار کرے اور جنگ کے علاوہ غائب ہو تو جب تک اس کی موت کا یقین نہ ہو انتظار کرے۔ اور امام زہری اور حضرت عمر وعثمان اور ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنہم اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے ان سب حضرات رضی اللہ عنہم سے چار سال منقول ہیں امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول یہی ہے احناف اور امام شافعی رحمہ اللہ کا جدید قول یہ ہے کہ اتنی مدت انتظار کرے گی جتنی اس شخص کی زندگی ظن غالب میں ہو سکتی ہے ہدایہ میں اس شخص کے ہم عمروں

٤٤٣٧...... عن المنهال بن عمرو عن عباد بن عبدالله عن عليؓ أَنَّهُ قَالَ فِي امْرَأَةِ الْمَفْقُوْدِ أَنَّهَا لَا تَتَزَوَّجُ۔ رواه الشافعي من طريقه، وذكره في مكان آخر تعليقا، فقال: وقَالَ عَلِيٌّ فِي امْرَأَةِ الْمَفْقُوْدِ: امْرَأَةٌ ابْتُلِيَتْ فَلْتَصْبِرْ، لَا تَنْكِحُ حَتّٰى يَأْتِيَهَا يَقِيْنُ مَوْتِهِ، وقال البيهقي: هو عن علي مشهور، وروی عنه من وجه ضعيف ما يخالفه، وهو منقطع (التلخيص الحبير ٢: ٣٢٩)۔

٤٤٣٨...... أخبرنا محمد بن عبدالله العزرمي عن الحكم بن عتيبة أن عَلِيًّا قَالَ فِي امْرَأَةِ الْمَفْقُوْدِ: هِيَ امْرَأَةٌ ابْتُلِيَتْ فَلْتَصْبِرْ حَتّٰى يَأْتِيَهَا مَوْتٌ أَوْ طَلَاقٌ رواه عبدالرزاق في مصنفه (زيلعي ٢: ١٦٦) والعزرمي ضعيف۔ وتابعه ابن أبي ليلى ومنصور بن المعتمر، كما سيأتي۔

٤٤٣٩...... أخبرنا معمر عن ابن أبي ليلى عن الحكم أن عليا قال فذكره سواء، رواه عبدالرزاق أيضا (زيلعي ٢: ١٦٦)، وسنده حسن مرسل۔

کی موت تک کو ظاہر مذہب فرمایا ہے جو بعض کے نزدیک نوے سال ہے لیکن محقق ابن الہمام رحمہ اللہ نے حدیث نبوی کے مطابق ستر سال تک ہے۔ بعض نے کہا کہ قاضی کی رائے کے سپرد ہے، امام احمدؒ کا مذہب احناف کے مسلک سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ امام احمد سے مروی ہے: جو شخص گھر سے غائب ہو اور اس کی خبر معلوم نہ ہو اس کی انتظار کی کوئی مدت مقرر نہیں ہاں جو دوران جنگ یا دریا وغیرہ میں غائب ہو جائے اس میں انتظار کی مدت چار سال مقرر ہوگی۔ (التعلیق المغنی ٣/٢٧٢، مترجم)

☆......(٤٤٣٧) عباد بن عبداللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مفقود کی بیوی سے متعلق فرمایا کہ وہ کسی شخص سے شادی نہ کرے۔ اس کو امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے روایت کیا۔ ایک اور جگہ تعلیقاً ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مفقود کی بیوی سے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ ایسی عورت ہے جو آزمائش میں پڑ گئی۔ لہٰذا صبر کرے اور نکاح نہ کرے یہاں تک کہ اس کو خاوند کی موت کا یقین آ جائے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں یہی قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے، ہاں ضعیف سند سے اس کے خلاف بھی مروی ہے اور وہ سند منقطع ہے۔ (التلخیص الحبیر ٢/٣٢٩)

☆......(٤٤٣٨) حکم بن عتیبہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مفقود کی بیوی سے متعلق فرمایا وہ آزمائش میں ڈالی ہوئی عورت ہے پس صبر کرے یہاں تک کہ موت کی خبر آ جائے یا طلاق ہو۔ اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا۔ (زیلعی ٢/١٦٦) اس کا راوی محمد بن عبیداللہ عزرمی ضعیف ہے اور ابن ابی لیلیٰ ومنصور بن معتمر اس کے متابع ہیں۔

☆......(٤٤٣٩) معمر نے ابن ابی لیلیٰ سے انہوں نے حکم سے روایت بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا، اس کو عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ (زیلعی ٢/١٦٦) اس کی سند حسن مرسل ہے۔

٤٤٤٠ ...... أخبرنا سفيان الثوري عن منصور بن المعتمر عن الحكم بن عتيبة عن علي قال: تَتَرَبَّصُ حَتّٰى تَعْلَمَ أَحَيٌّ هُوَ أَمْ مَيِّتٌ- رواه عبدالرزاق أيضاً (زيلعي ٢: ١٦٦)، قلت: مرسل صحيح-

٤٤٤١ ...... أخبرنا ابن جريج قال: بَلَغَنِيْ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَافَقَ عَلِيًّا عَلٰى أَنَّهَا تَنْتَظِرُهٗ أَبَداً، رواه عبدالرزاق أيضاً (زيلعي ٢:١٦٦)، وبلاغات مثل ابن جريج حجة-

٤٤٤٢ ...... أخرج ابن أبي شيبة في مصنفه عن أبي قلابة و جابر بن زيد والشعبي والنخعي كلهم قالوا: لَيْسَ لَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ مَوْتُهٗ (زيلعي ٢: ١٦٦)-

٤٤٤٣ ...... عَنْ عَلِيٍّ إِذَا فَقَدَتِ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا لَمْ تَزَوَّجْ حَتّٰى يَقْدَمَ أَوْ يَمُوْتَ، أخرجه أبوعبيد في كتاب النكاح، ذكره الحافظ في "الفتح" (٩: ٣٨)، وهو حسن أو صحيح على أصله، وذكر ابن حزم في "المحلى" (١٠: ١٣٨) سنده : نا جرير عن منصور بن المعتمر عن الحكم بن عتيبة عن علي، وهو مرسل صحيح-

☆......(٤٤٤٠) سفیان ثوری نے منصور بن معتمر سے انہوں نے حکم سے ہمیں روایت بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مفقود کی زوجہ انتظار کرے حتی کہ اس کو علم ہو جائے کہ خاوند زندہ ہے یا مردہ، اس کو بھی عبدالرزاق نے روایت کیا (زیلعی ۲/۱۶۶) میں (مولانا ظفر احمد) کہتا ہوں یہ مرسل صحیح ہے۔

☆......(٤٤٤١) ابن جریج نے ہمیں بتایا کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس پر اتفاق کیا کہ وہ عورت ہمیشہ اُس کا انتظار کرے گی۔ اس کو بھی عبدالرزاق نے روایت کیا (زیلعی ۲/۱۶۶) ابن جریج جیسے کی بلاغات حجت ہیں۔

☆......(٤٤٤٢) ابن ابی شیبہ نے مصنف (۳/۳۵۲) ابو قلابہ و جابر بن زید و نخعی و شعبی سے روایت کیا کہ اِن حضرات نے فرمایا کہ وہ عورت نکاح نہیں کر سکتی یہاں تک کہ خاوند کی موت واضح ہو جائے (زیلعی ۲/۱۶۶)۔

☆......(٤٤٤٣) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب عورت اپنے خاوند کو غائب پائے تو نکاح نہ کرے۔ یہاں تک کہ خاوند واپس آ جائے یا مر جائے۔ اس کو امام ابوعبید نے کتاب النکاح میں تخریج کیا ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۴۲۳) اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے اصول کے مطابق حسن یا صحیح ہے اور اس کو ابن حزم نے محلی (۱۰/۱۳۸) میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند یوں ہے جریر، منصور بن المعتمر سے وہ حکم بن عتیبہ سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ مرسل صحیح ہے۔

٤٤٤٤...... وعن علی: لَوْ تَزَوَّجَتْ فَهِیَ امْرَأَةُ الْأَوَّلِ، دَخَلَ بِهَا الثَّانِیُ أَوْ لَمْ یَدْخُلْ، اخرجه ابو عبید أیضا وسنده حسن (فتح الباری ٩:٣٨)، وفی "المحلی" (١٠:١٣٨) من طریق أبی عبید نا علی بن معبد عن عبداللّٰه بن عمرو عن عبدالکریم الجزری عن سعید بن جبیر قال: قال علی فذکره، وهذا سند حسن۔

٤٤٤٥...... أخبرنا الحسن بن عمارة عن الحکم بن عتیبة عن مجاهد أنه قال: قَدْ رَجَعَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِی الَّتِیْ تَنْکِحُ فِیْ عِدَّتِهَا وَالْمَفْقُوْدُ زَوْجُهَا، وَفِی امْرَأَةِ أَبِیْ کَنَفٍ رَجَعَ إِلٰی قَوْلِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، رواه محمد فی الحجج له (ص: ٢٩٧)وهو مرسل حسن، ومراسیل مجاهد مقبولة، کما ذکرناه فی المقدمة، والحسن بن عمارة وإن تکلم فیه بعضهم ولکن جریر ابن عبدالحمید فضله علی محمد بن إسحاق، وقال عیسی بن یونس: شیخ صالح کما فی "التهذیب" (٢: ٢٠٦)، واحتج به محمد بن الحسن الإمام، وهو توثیق له منه، وله شاهد، ذکره محمد فی "المبسوط"، وسیأتی۔ (٢:٢٠٦)۔

٤٤٤٦...... عن عبدالرحمٰن بن أبی لیلی رحمه اللّٰه أَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ رَجَعَ عَنْ ثَلَاثٍ

☆......(٤٤٤٤) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر مفقود کی بیوی نے شادی کی تو بھی (اس کے واپس آنے پر) وہ پہلے کی ہی بیوی ہوگی چاہے دوسرے نے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اس کو بھی ابوعبید نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے (فتح الباری ١٠/٤٢٣) اور محلی (١٠/١٣٨) میں ابو عبید کی سند سے علی بن معبد عن عبداللہ بن عمرو عن عبدالکریم الجزری عن سعید بن جبیر حضرت علی سے نقل ہے اور یہ سند حسن ہے۔

☆......(٤٤٤٥) ہمیں حسن بن عمارہ نے حکم بن عتیبہ سے مجاہد کا قول بیان کیا کہ جس عورت کا خاوند مفقود ہو اور جو عدت میں دوسرے سے نکاح کرے اس عورت کے بارے میں اور ابوکنف کی عورت کے حکم کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔ اس روایت کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الحج (ص ٢٩٧) میں روایت کیا ہے اور یہ مرسل حسن ہے اور مجاہد کے مراسیل مقبول ہیں۔ اور حسن بن عمارہ میں اگرچہ بعض نے کلام کیا ہے لیکن جریر بن عبدالحمید نے اس کو محمد بن اسحاق سے افضل بتایا ہے اور عیسیٰ بن یونس نے اس کو شیخ صالح کہا ہے (تہذیب ٢/٢٠٦) اور امام محمد بن حسن نے اس روایت سے حجت لی ہے اور ان کا حجت بنانا اس راوی کی توثیق ہے اور اس کا ایک شاہد بھی ہے جس کو امام محمد نے مبسوط میں ذکر کیا ہے اور عنقریب آ رہا ہے۔

☆......(٤٤٤٦) عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین معاملوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کیا ہے ایک ابوکنف کی بیوی سے متعلق دوسرا جس کا خاوند مفقود ہو تیسرا جس عورت نے اپنی عدت میں دوسرے سے نکاح کر لیا ہو۔

قَضِيَّاتٍ إِلَى قَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ امْرَأَةِ أَبِي كَنَفٍ، وَالْمَفْقُوْدُ زَوْجُهَا، وَالْمَرْأَةِ الَّتِي تَزَوَّجَتْ فِي عِدَّتِهَا ذكره محمد في الأصل كما في المبسوط للسرخسي (١١:٣٧) قلت: أما رجوعه في المرأة التي تزوجت في عدتها فقد قال البيهقي: روى الثوري عن أشعث عن الشعبي عن مسروق عن عمر أَنَّهُ رَجَعَ، فَقَالَ: لَهَا مَهْرُهَا وَيَجْتَمِعَانِ إِنْ شَاءَا، كما في "التلخيص الحبير" (٢: ٣٢٨)۔

٤٤٤٧ ...... أخبرنا محمد بن أبان عن حماد عن إبراهيم فِي الْمَرْأَةِ تَفْقِدُ زَوْجَهَا، قَالَ: قَدْ بَلَغَنِي الَّذِيْ ذَكَرَ النَّاسُ مِنْ أَرْبَعِ سِنِيْنَ، وَالتَّرَبُّصُ أَحَبُّ إِلَيَّ۔ رواه محمد في "الحجج" له (ص : ٣٦١)، وسنده حسن۔

٤٤٤٨ ...... وأخرج البيهقي من طريق أبي أسامة عن زائدة بن قدامة ثنا سماك عن حنش قال علي رضي الله عنه: لَيْسَ الَّذِيْ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِشَيْءٍ۔ يَعْنِيْ فِي امْرَأَةِ الْمَفْقُوْدِ هِيَ امْرَأَةُ الْغَائِبِ حَتّٰى يَأْتِيَهَا يَقِيْنُ مَوْتِهِ أَوْ طَلَاقُهَا، وَلَهَا الصَّدَاقُ مِنْ هٰذَا بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، وَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ (٧:٤٤٤) قلت: سند صحيح، وحنش هو الصنعاني ثقة من الثالثة۔

اس روایت کو امام محمد نے اصل (یعنی مبسوط) میں ذکر کیا ہے (مبسوط سرخسی ١١/ ٣٧) میں (مؤلف رحمہ اللہ) کہتا ہوں جس عورت نے عدت میں کرلیا اس کے بارے میں ان کے رجوع کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ثوری نے اشعث سے انہوں نے شعبی سے انہوں نے مسروق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت کیا کہ انہوں نے رجوع کرلیا اور فرمایا اس کیلئے اس کا مہر ہوگا اور اگر چاہیں تو دونوں اکٹھے رہیں جب کہ تلخیص خبیر (٢/ ٣٢٨) میں ہے۔

☆...... (٤٤٤٧) محمد بن ابان حماد سے وہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مفقود خاوند والی عورت کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ فرمایا جو لوگ ذکر کرتے ہیں وہ مجھ تک پہنچا ہے کہ چار سال انتظار کرے لیکن (مزید بھی عرصہ دراز تک) انتظار کرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ اس کو امام محمد نے کتاب الحج (ص ٣٦١) میں روایت کیا اور سند حسن ہے۔

☆...... (٤٤٤٨) امام بیہقی نے بطریق ابو اسامہ زائدہ بن قدامہ سے سماک عن حنش کی روایت بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مفقود کی بیوی سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ درست نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ وہ عورت اسی غائب کی بیوی ہے یہاں تک کہ اس کے پاس اس کی موت کی یقینی خبر یا طلاق پہنچے۔ اور دوسرے خاوند نے جو اس سے خواہش کو حلال بنایا اس پر اس عورت کا مہر ہے اور دوسرے خاوند کا نکاح باطل ہے (سنن بیہقی ٧/ ٤٤٤) اس کی سند صحیح ہے اور حنش صنعانی ہے جو ثقہ اور تیسرے طبقہ کا راوی ہے۔

٤٤٤٩...... ومن طريق يحيى بن معين ثنا عبدالرحمٰن بن مهدى عن منصور بن سعد عن ابن شبرمة قال: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي امْرَأَةِ الْمَفْقُوْدِ: تَلُوْمُ وَتَصْبِرُ۔ (٧: ٤٤٤)۔

٤٤٥٠...... وعن يزيد مولى المنبعث أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ فَقَالَ: خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ، وَسُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ فَغَضِبَ وَاحْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، وَقَالَ مَالَكَ؟ وَلَهَا مَعَهَا الْحِذَاءُ وَالسِّقَاءُ، تَشْرَبُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا الحديث، رواه البخارى هكذا مرسلا ثم وصله (فتح البارى ٩: ٠ ٣٨)۔

☆......(۴۴۴۹) اور بیہقی نے بطریق یحییٰ بن معین عبدالرحمٰن بن مہدی عن منصور بن سعد عن ابن شبرمہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مفقود کی بیوی سے متعلق لکھا کہ انتظار اور صبر کرے۔ (سنن بیہقی ۷/۴۴۴)

☆......(۴۴۵۰) یزید مولی المنبعث سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے گمشدہ بکری کے لے لینے سے متعلق سوال ہوا تو فرمایا لے لو کیونکہ وہ تیری ہے یا تیرے مسلمان بھائی کی ہے یا بھیڑیئے کی ہے اور گمشدہ اونٹ سے متعلق سوال ہوا تو آپ غصہ ہو گئے اور آنکھیں سرخ ہو گئیں اور فرمایا آپ کو اس سے کیا تعلق؟ اس کے ساتھ اس کے کھر اور مشکیزہ ہے پانی خود پئے گا اور درختوں سے چرے گا یہاں تک کہ اس کا مالک اس سے آملے۔ اس کو بخاری (۲/۷۹۷) نے اسی طرح مرسل بھی روایت کیا پھر موصول بھی بیان کیا (فتح الباری ۱۰/۴۲۲)

فائدہ:۔ اس روایت کے درج کرنے سے مقصود یہ اصول واضح کرنا ہے کہ جس چیز کے ضائع ہو جانے کا یقین یا ظن غالب ہو اس کو پکڑنے اور سنبھالنے کا حکم ہے اور جس چیز کے ضائع ہو جانے کا نہ یقین ہو نہ ظن غالب اس کو پکڑنے کی ضرورت نہیں جس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اونٹ کی طرح عورت سے تعرض اور سنبھالنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں تک کہ خاوند کی وفات کی خبر آجائے۔ کیونکہ اس کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں۔ ہاں لیکن امام مالک رحمہ اللہ یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ عورت کا زنا میں مبتلا ہو جانا اس کا ضائع ہونا ہے تو اگر اس کے حرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا حکم بھی گمشدہ بکری جیسا ہوگا۔

نوٹ:۔ اگرچہ مذہب احناف روایۃً ودرایۃً قوی ہے لیکن زمانہ کی خرابت کی وجہ سے متأخرین احناف نے ضرورت کی صورت میں امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک پر فتویٰ دینے کی اجازت دے دی ہے تفصیل حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب الحیلۃ الناجزۃ میں دیکھ لی جائے۔

بَابٌ إِذَا جَاءَ الْمَفْقُوْدُ وَقَدْ تَزَوَّجَتِ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ فُرِّقَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الثَّانِيْ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ، وَلَهَا الصَّدَاقُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْهَا

٤٤٥١...... حدثنا هشيم أنا سيار عن الشعبي قال قال: علي بن أبي طالب: إِذْ جَاءَ زَوْجُهَا الْأَوَّلُ فَلاَ خَيَارَ لَهُ وَهِيَ امْرَأَتُهُ۔ رواه أبو عبيد، كما في المحلى(١٠: ١٣٨) وسيار هو أبو الحكم العنزي من رجال الجماعة ثقة ثبت (التهذيب ٤: ٢٩١) فالسند صحيح۔

٤٤٥٢...... حدثنا علي بن معبد عن عبيدالله بن عمرو عن عبدالكريم الجزري عن سعيد بن جبير قال: قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ فِي امْرَأَةِ الْمَفْقُوْدِ تَزَوَّجَ: هِيَ امْرَأَةُ الْأَوَّلِ دَخَلَ بِهَا الْآخَرُ أَوْ لَمْ يَدْخُلْ، رواه أبو عبيد (المحلى ١٠: ١٣٨) قلت: رجاله رجال الصحيح خلا علي بن معبد فمن رجال أبي داوٗد والنسائي ثقة فقيه (تقريب ص:١٥١) وعبيد الله بن عمرو هو الرقي من رجال الجماعة ثقة فقيه ربما وهم (تقريب ص: ١٣٦)۔

باب: جب مفقود واپس آئے اور اس کی بیوی نے دوسری جگہ شادی کر لی ہو تو بھی وہ اُسی مفقود کی بیوی ہوگی اور اس کے اور دوسرے خاوند کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور عورت پر عدت لازم ہوگی اور دوسرے خاوند نے اس عورت سے جو نفع اٹھایا اس کی وجہ سے عورت کیلئے مہر ہوگا

☆......(۴۴۵۱) امام شعبی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب عورت کا مفقود خاوند واپس آ جائے تو اس کو اختیار نہ ہوگا اور یہ اُسی کی بیوی ہوگی۔ اس کو ابو عبید نے روایت کیا (محلی ۱۰/ ۱۳۸) راوی سیار ابو الحکم عنزی جماعت کے رواۃ میں سے ثقہ وثبت ہے (تہذیب ۴/ ۲۹۱) تو یہ سند صحیح ہے۔

☆......(۴۴۵۲) حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مفقود کی بیوی سے متعلق جو نکاح کر چکی ہو فرمایا وہ پہلے کی ہی بیوی ہے چاہے دوسرے نے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اس کو بھی ابو عبید نے روایت کیا (محلی ۱۰/ ۱۳۸) اس کے راوی سوائے علی بن معبد کے صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ اور علی ابوداوٗد و نسائی کا ثقہ وفقیہ راوی ہے (تقریب ۱/ ۷۰۳) اور عبید اللہ بن عمرو رقی جماعت کے رواۃ میں سے اور ثقہ وفقیہ ہے کبھی وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (تقریب ۱/ ۶۳۷)

فائدہ:۔ ان روایتوں سے اور اگلی روایات سے یہ واضح ہے کہ مفقود کے واپس ہونے پر اس کی بیوی اُسی کی زوجہ ہوگی اور یہ کہ خاوند مفقود کو واپس آنے پر اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ چاہے تو زوج ثانی سے اپنا دیا ہوا مہر لے لے اور عورت اس دوسرے کی بیوی رہنے دے اور چاہے تو عورت کو اختیار کرے بلکہ اختیار کے بغیر ہی اسی کی بیوی ہے اور یہ کہ مفقود کے واپس آنے پر زوج ثانی اور عورت کے درمیان قاضی تفریق

٤٤٥٣...... حدثنا هشيم أخبرنا سيار عن الشعبي أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ فِي امْرَأَةِ الْمَفْقُوْدِ: إِنْ جَ[اءَ] الْأَوَّلُ فَهِيَ امْرَأَتُهُ وَلَا خَيَارَ لَهُ۔ قال هشيم: وهو القول، رواه سعيد بن منصور (المحلى ١٠:١٣٨) وسنده صحيح۔

٤٤٥٤...... قال هشيم وأخبرنا إسماعيل بن أبي خالد عن الشعبي أَنَّهُ قَالَ فِي امْرَأَةِ الْمَفْقُوْدِ إِذَا تَزَوَّجَتْ فَبَلَغَهَا أَنَّ زَوْجَهَا الْأَوَّلَ حَيٌّ يُفَرَّقُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الثَّانِيْ وَاعْتَدَّتْ مِنْهُ فَإِنْ مَاتَ الْأَوَّلُ اعْتَدَّتْ مِنْهُ أَيْضاً وَوَرِثَتْهُ۔ رواه سعيد أيضا (المحلى ١٠: ١٣٨ مختصر) وسنده صحيح۔

٤٤٥٥...... عن شعبة أنه سمع حماد بن أبي سليمان يقول: قَالَ عُمَرُ فِي امْرَأَةِ الْمَفْقُوْدِ: تُخَيَّرُ، وَقَالَ عَلِيٌّ: هِيَ امْرَأَتُهُ، قَالَ حَمَّادٌ: وَعُمَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ عَلِيٍّ ، وَقَوْلُ عَلِيٍّ أَعْجَبُ إِلَيَّ مِنْ قَوْلِ عُمَرَ، رواه سعيد بن منصور۔ "المحلى" (١٠: ١٣٩) وسنده صحيح۔

کردے گا، وغیرہ

☆......(۴۴۵۳) ہشیم سیار سے روایت کرتے ہیں کہ مفقود کی بیوی سے متعلق امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر پہلا خاوند آجائے تو وہ اس کی بیوی ہوگی اور پہلے خاوند کو اختیار نہیں ہوگا۔ ہشیم خود بھی اسی قول کو لیتے ہیں اس کو سعید بن منصور نے روایت کیا (محلی ۱۰/ ۱۳۸) اس کی سند صحیح ہے۔

☆......(۴۴۵۴) ہشیم اسماعیل بن ابی خالد سے امام شعبی رحمہ اللہ کا قول روایت کرتے ہیں کہ مفقود کی بیوی سے متعلق فرمایا کہ جب دوسری جگہ شادی کرلے پھر اس کو علم ہوجائے کہ پہلا خاوند زندہ ہے تو اُس کے اور دوسرے خاوند کے درمیان تفریق کردی جائے گی اور دوسرے خاوند کی عدت گزارے گی پھر اگر پہلا خاوند بھی مرجائے تو اس کی بھی عدت گزارے گی اور اس کی وارثہ بنے گی، (محلی ۱۰/ ۱۳۸) اس کی سند صحیح ہے۔

☆......(۴۴۵۵) شعبہ حماد بن ابی سلیمان سے روایت کرتے ہیں کہ حماد فرماتے ہیں کہ مفقود کی بیوی سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بیوی کو اختیار دیا جائے گا (جس خاوند کے ساتھ رہنا چاہے) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ یہ پہلے ہی کی بیوی ہوگی (سنن سعید قسم اول مجلد ثابت ۱/ ۴۰۲ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت) امام حماد فرماتے ہیں مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے زیادہ پسند ہے، اس کو سعید بن منصور نے روایت کیا (محلی ۱۰/ ۱۳۹) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:۔ امام حماد مجتہد ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو راجح ٹھہرا رہے ہیں اور یہی کتاب وسنت و قیاس کے موافق ہے۔

٤٤٥٦...... عن داوٗد عن الشعبی عن مسروق قال: لَوْلَا أَنَّ عُمَرَ خَيَّرَ الْمَفْقُوْدَ بَيْنَ امْرَأَتِهِ أَوِ الصُّدَاقِ لَرَأَيْتُ أَنَّهُ أَحَقُّ بِهَا، رواه البیهقی (التخلیص الحبیر ۲: ۳۲۹) وسکت الحافظ عنه، والمذکور من السند صحیح۔ رواه البیهقی فی سننه (۷: ٤٤٦) من طریق الشافعی أنا الثقفی عن داوٗد بن أبی هند عن الشعبی عن مسروق به إلخ، وهذا سند صحیح۔

٤٤٥٧...... محمد قال: أخبرنا إسرائیل بن موسی حدثنا سماك بن حرب عن أشیاخ من أهل المدینة أَنَّ امْرَأَةً فَقَدَتْ زَوْجَهَا، فَتَزَوَّجَتْ فَجَاءَ زَوْجُهَا، فَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: هِیَ امْرَأَتُهُ وَقَالَ عُمَرُ: إِن أَخَذَ امْرَأَتَهُ رَدَّ الصُّدَاقَ، کتاب الحجج (ص ١٣٦) وسنده صحیح غیر ما فیه من جهالة أشیاخ من أهل المدینة، ولا تضر لا سیما وقد عدلوا بلفظ الأشیاخ۔

٤٤٥٨...... عن زاذان عن علی أَنَّهُ قَضٰی فِی الَّتِیْ تَزَوَّجَ فِیْ عِدَّتِهَا أَنَّها یُفَرَّقُ بَیْنَهُمَا، وَلَهَا

☆......(۴۴۵۶) داوٗد شعبی سے مسروق رحمہ اللہ کا قول روایت کرتے ہیں فرمایا اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفقود کو (واپسی پر) بیوی اور مہر کے مابین اختیار دینے کی بات نہ کی ہوتی تو میری رائے یہی ہوتی کہ مفقود ہی بیوی کا زیادہ حقدار ہے (مگر اب کچھ شک آ گیا) اس کو بیہقی نے (۷/۴۴۶) روایت کیا (التلخیص الحبیر ۲/ ۳۲۹) ابن حجر رحمہ اللہ نے اس پر سکوت کیا ہے اور جو سند ذکر ہوئی وہ صحیح ہے کہ امام بیہقی نے بطریق شافعی ثقفی سے عن داوٗد بن ابی ھند عن الشعبی روایت کی ہے اور یہ صحیح سند ہے۔

☆......(۴۴۵۷) امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمیں اسرائیل بن موسیٰ نے وہ کہتے ہیں ہمیں سماک بن حرب نے اہل مدینہ کے بوڑھوں سے روایت بیان کی کہ جس عورت کا خاوند مفقود ہو جائے اور وہ دوسری شادی کر لے پھر پہلا خاوند آ جائے تو اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ اسی کی بیوی ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر اپنی بیوی لینا چاہے تو مہر واپس کرے (کتاب الحجج ۱۳۶) اس کی سند صحیح ہے البتہ اہل مدینہ کے بوڑھے مجہول ہیں لیکن یہ مضر نہیں بالخصوص جب ان کو لفظ اشیاخ سے عادل ظاہر کیا گیا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اِس بارے میں روایات مختلف ہو گئیں اکثر روایات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اگر زوجِ اول عورت کو اختیار کرے تو وہ اُسی کے حوالے ہوگی اور اس پر کچھ تاوان نہ ہوگا اور یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ عورت کو اختیار کرنے کی صورت میں زوج ثانی کے دیئے ہوئے مہر کی واپسی زوج اوّل پر لازم ہوگی یہ اختلاف تقاضا کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول سب روایات چھوڑ دی جائیں (کہ ان میں اضطراب آ گیا) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول راجح ٹھہرایا جائے۔

☆......(۴۴۵۸) زاذان حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس عورت نے عدت میں نکاح کر لیا ہو اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا کہ اُس عورت اور دوسرے خاوند کے مابین تفریق کر دی جائے اور جو اس سے خواہش پوری کرنا حلال بنایا اس سے زوج

الصَّدَاقُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، رواه الشافعي وروى الثوری عن أشعث عن الشعبی عن مسروق عن عمر أَنَّهُ رَجَعَ فَقَالَ: لَهَا مَهْرُهَا، وَيَجْتَمِعَانِ إِنْ شَاءَا، رواه البيهقی (التلخيص الحبير ٢: ٣٢٨)- وسكت الحافظ عنه، فهو صحيح أو حسن، والمذكور من السند رجاله رجال الصحيح-

٤٤٥٩ ...... أخبرنا أبو حنيفة حدثنا حماد بن أبي سليمان عن إبراهيم النخعی عن علی ابن أبی طالب رضی الله عنه قال: إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً أَوْ تَطْلِيقَتَيْنِ ثُمَّ أَشْهَدَ عَلٰى رَجْعَتِهٖ قَبْلَ أَنْ تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا وَلَمْ يَبْلُغْهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَزَوَّجَ فَإِنَّهُ يُفَرَّقُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ زَوْجِهَا الْآخِرِ، وَلَهَا الصَّدَاقُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، وَهِيَ امْرَأَةُ الْأَوَّلِ تُرَدُّ إِلَيْهِ، رواه محمد فی الحجج له (ص:٣٧٦)- وهو مرسل صحيح، ومراسيل النخعي في حكم المسانيد كما مر غير مرة-

ثانی پر مہر ہوگا۔اس کو امام شافعی اور سعید بن منصور (سنن مجلد ثالث ۱/ ۱۸۹) نے روایت کیا، اور امام ثوری نے اشعث عن الشعبی عن مسروق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت کیا ہے کہ انہوں نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف) رجوع کرلیا اور فرمایا اس عورت کیلئے (زوج ثانی کے ذمہ) مہر ہوگا اور پہلا خاوند اور یہ عورت اگر چاہیں تو اکٹھے رہیں گے، اس کو امام بیہقی نے روایت کیا (التلخیص الحبیر ۳/ ۲۳۶، سنن سعید ۱/ ۱۸۹) اس پر ابن حجر رحمہ اللہ نے سکوت کیا ہے تو یہ صحیح یا حسن روایت ہے اور سند کے جو راوی مذکور ہیں وہ صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ:۔ جب دوسرے کی معتدہ عدت میں نکاح سے (تفریق کے بعد باوجودیکہ زوج اول کا نکاح ختم ہوگیا) زوج ثانی سے مہر کی حقدار ہے تو مفقود کی بیوی (جبکہ زوج اوّل ہی کی بیوی ہے یا زوج اوّل ہی اس کا زیادہ حقدار ہے) بطریق اولی زوجِ ثانی سے مہر کی حقدار ہوگی۔

☆......(۴۴۵۹) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بسند حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا جب آدمی اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دے دے پھر عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع پر گواہ بنالے اور عورت تک رجوع کی خبر نہ پہنچی ہوحتی کہ عورت نکاح کرلے تو اس کے اور زوج ثانی کے درمیان تفریق کردی جائے گی اور جو خواہش پوری کرنا زوج ثانی نے حلال بنایا اس سے عورت کا مہر ہوگا اور یہ پہلے کی ہی بیوی ہوگی اور اس کو واپس کی جائے گی۔اس کو امام محمد نے **کتاب الحجج** (ص ۳۷۶) میں روایت کیا ہے اور حضرت ابراہیم نخعی کی مراسیل مسانید کے حکم میں ہیں۔

فائدہ:۔ یہ بھی مفقود کی بیوی کی بعینہٖ نظیر ہے تو جب اس کیلئے مہر زوج ثانی پر لازم ہے مفقود کی بیوی کیلئے بھی زوج ثانی پر مہر لازم ہوگا۔

بَابٌ إِذَا قَدِمَ الْمَفْقُوْدُ وَقَدْ تَزَوَّجَتِ امْرَأَتُهُ وَوَلَدَتْ فَهِيَ لَهُ وَالْاَوْلَادُ لِلثَّانِيْ

٤٤٦٠...... روى سعيد في سننه عن عمران بن كثير أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحُرِّ تَزَوَّجَ جَارِيَةً مِنْ قَوْمِهِ يُقَالُ لَهَا: الدَّرْدَاءُ، فَانْطَلَقَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَلَحِقَ بِمُعَاوِيَةَ، وَمَاتَ أَبُو الْجَارِيَةِ، فَزَوَّجَهَا أَهْلُهَا رَجُلاً يُقَالُ لَهُ: عِكْرِمَةُ؛ فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُبَيْدَ اللّٰهِ فَقَدِمَ، فَخَاصَمَهُمْ إِلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَصُّوا عَلَيْهِ قِصَّتَهُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ الْمَرْأَةَ، وَكَانَتْ حَامِلاً مِنْ عِكْرِمَةَ فَوُضِعَتْ عَلَى يَدَيْ عَدْلٍ، فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَا أَحَقُّ بِمَالِيْ أَوْ عُبَيْدُ اللّٰهِ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتِ أَحَقُّ بِمَالِكِ، قَالَتْ: فَاشْهَدُوْا أَنَّ مَا كَانَ لِيْ عَلَى عِكْرِمَةَ مِنْ صُدَاقٍ لَهُ فَهُوَ لَهُ، فَلَمَّا وَضَعَتْ مَا فِيْ بَطْنِهَا رَدَّهَا عَلَى عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ الْحُرِّ، وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِأَبِيْهِ، ذكره الموفق في "المغني" (١٠١:٨) واحتج به، رواه البيهقي في السنن (٤١٣:٧)من طريق سعيد بن منصور عن هشيم عن الشيباني أخبرني عمران بن كثير أن عبيدالله بن الحر فذكره۔

باب: جب مفقود زوج واپس آئے اور اس کی بیوی شادی کر چکی ہو اور زوج ثانی سے اولاد ہو چکی ہو تو بیوی تو مفقود ہی کی ہوگی اور وہ اولاد زوج ثانی کی ہوگی

☆......(۴۴۶۰) امام سعید بن منصور نے سنن میں عمران بن کثیر سے روایت کی ہے کہ عبیداللہ بن حُر نے اپنی قوم کی ایک لڑکی سے جس کو درداء کہا جاتا تھا شادی کی پھر عبیداللہ چل دیئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور لڑکی کا والد فوت ہو گیا تو لڑکی والوں نے اس کی شادی کسی اور آدمی سے کر دی جس کو عکرمہ کہتے تھے، یہ خبر عبیداللہ تک پہنچی وہ واپس آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا مقدمہ لے گئے انہوں نے اپنا قصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیان کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی عورت واپس کر دی، وہ عکرمہ سے حاملہ تھی تو وہ عورت دو عادلوں کی نگرانی میں دی گئی۔ پھر عورت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کیا اپنے مال کی میں خود زیادہ حقدار ہوں یا عبیداللہ زیادہ حقدار ہے؟ فرمایا تو اپنے مال کی زیادہ حقدار ہے، کہنے لگی گواہ ہو جاؤ کہ میرا مہر جو عکرمہ کے ذمہ تھا وہ اُسی کا ہے، پھر جب پیٹ کا بچہ جنا تو وہ عبیداللہ بن حُر کو عورت نے واپس کر دیا۔ اور بچہ باپ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ اس روایت کو موفق نے مغنی (۱۰۱/۸) میں ذکر کر کے اس سے حجت لی ہے اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں (۴۱۳/۷) بطریق سعید بن منصور عن ہشیم عن عمران بن کثیر روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ لڑکی والوں نے یقیناً خاوند کو مفقود اور میت سمجھ کر اس کا عکرمہ سے نکاح کیا ہے ورنہ تو وہ سخت سزا کے مستحق تھے اس لئے اس کی بیوی سے مفقود والا معاملہ کیا۔ اور اس روایت میں جو ہے کہ بچہ اس کے باپ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا اس کی باب پر دلالت واضح ہے امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب اوّل یہ تھا کہ بچہ اوّل زوج کا ہوگا لیکن پھر رجوع فرما کر زوج ثانی کیلئے ہونے کی رائے دی اور اسی پر فتویٰ ہے، ہاں

بَابٌ يُنْفَقُ عَلٰى زَوْجَةِ الْمَفْقُوْدِ وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ مِنْ مَالِهٖ

٤٤٦١ ...... نا أبو عوانة عن أبي بشر عن عمرو بن هرم عن جابر بن زيد عن ابن عباس وابن عمر قَالَا جَمِيْعاً فِي امْرَأَةِ الْمَفْقُوْدِ: تَنْتَظِرُ أَرْبَعَ سِنِيْنَ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: يُنْفَقُ عَلَيْهَا فِيْهَا مِن مَالِ زَوْجِهٖ لِأَنَّهَا حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلَيْهِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِذًا يَجْحِفُ ذٰلِكَ بِالْوَرَثَةِ وَلٰكِنْ تَسْتَدِيْنُ، فَإِنْ جَاءَ زَوْجُهَا أَخَذَتْ مِنْ مَالِهٖ، فَإِنْ مَاتَ قَضَتْ مِنْ نَصِيْبِهَا مِنَ الْمِيْرَاثِ، ثُمَّ قَالَا جَمِيْعاً: يُنْفَقُ عَلَيْهَا بَعْدَ الْأَرْبَعِ سِنِيْنَ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا مِّنْ جَمِيْعِ الْمَالِ رواه سعيد بن منصور، قال ابن حزم: هذا صحيح عن ابن عباس وابن عمر (المحلى ١٠: ١٣٥)۔

زوج اول کیلئے بچہ تب ہوسکتا ہے جب عورت نکاح ثانی کے بعد چھ ماہ سے کم میں جن دے، اور اگر چھ ماہ یا اس سے زیادہ مدت میں جنے تو وہ زوج ثانی کا ہی ہوگا۔

باب: مفقود کا مال موجود ہو تو اُسی میں سے اس کی بیوی اور اولاد پر خرچ کیا جائیگا

☆......(۴۴۶۱) جابر بن زید سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں مفقود کی بیوی سے متعلق فرماتے ہیں کہ چار سال انتظار کرے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس مدت میں اس کے خاوند کے مال میں سے اُس پر خرچ کیا جائیگا۔ کیونکہ اُسی کی وجہ سے اس نے اپنے آپ کو بند کر رکھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ مال خرچ کرنا ورثاء کیلئے ضرر ہے اس لئے عورت قرض لیتی رہے، پھر اگر اس کا خاوند آجائے تو اس کے مال میں سے لے لے، اور اگر مر گیا تو اپنے حصہ وراثت سے قرض ادا کرے گی، پھر یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ چار سال کے بعد (متوفی عنہا الزوج کی عدت چار ماہ دس دن جو گذارے گی اس) چار ماہ دس دن میں بھی زوج کے کل مال میں سے عورت پر خرچ کیا جائیگا۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ صحیح ثابت ہے۔ (محلی ۱۰/ ۱۳۵، سنن سعید بن منصور ۱/ ۴۰۲)

فائدہ:۔ امام موفق مغنی میں فرماتے ہیں کہ فقہاء کا اتفاق ہے کہ جس دن مفقود کا مال تقسیم ہوگا اُس دن جو ورثاء زندہ ہوں گے وہی تو وارث ٹھہریں گے۔ اگر کوئی صرف ایک دن پہلے بھی مرا ہے وہ وارث نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص فوت ہوا اور اس کے ورثاء میں کوئی مفقود ہے تو جو ورثاء موجود ہیں ان کو ان کا حصہ دے دیا جائے گا اور باقی مال موقوف رکھیں گے تا کہ مفقود کا معاملہ واضح ہو یا انتظار کی مدت ختم ہو تو اصول میراث جاری کر کے وراثت تقسیم کی جائے گی۔

﴿كِتَابُ الشَّرِكَةِ﴾

بَابُ جَوَازِ الشِّرْكَةِ وَثُبُوتِهَا شَرْعاً

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ......﴿فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ﴾ وَقَالَ حَاكِيًا عَنْ دَاوٗدَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿وَإِنَّ مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾۔

٤٤٦٢ ...... عن أبي هريرة رفعه قال: إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيْكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا۔ رواه أبوداؤد، وسكت عنه هو والمنذرى، وصححه الحاكم (نيل الأوطار ٥: ١٣٥)۔

﴿شراکت کا بیان﴾

باب: شرعاً شراکت جائز اور ثابت ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (اگر کوئی شخص لاولد فوت ہو اور اس کے ورثاء کئی بھائی بہنیں ہوں) تو وہ وراثت کے مال میں سے ایک تہائی میں مشترک حصہ دار ہوں گے (سورۃ نساء/۱۲) اور حضرت داود علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور بہت سے اکٹھے شریک ایسے ہوتے ہیں جو ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر ایمان اور اعمال صالحہ والے زیادتی کرنے سے بچتے ہیں (سورۂ ص/۲۴)

فائدہ:۔ ان دونوں آیات سے شراکت کا جائز اور واقع ہونا صاف واضح ہے مثلاً میت کی وراثت کی ایک تہائی میں تقسیم سے پہلے سب بھائی بہنیں شریک ہیں پھر تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ الگ کر لیں تو ان کی مرضی ہے ورنہ ابتداءً اللہ تعالیٰ نے خود بخود ان میں شراکت پیدا کر دی، اگر شراکت جائز نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ پہلے ہی سے ہر ایک کیلئے الگ الگ حصہ ٹھہراتے، دوسری آیت سے بھی شراکت جائز ہونا ظاہر ہے ہاں شراکت کی صورت میں شرکاء کا ایک دوسرے پر زیادتی کرنا جرم ہے۔

☆......(۴۴۶۲) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دو شریکوں کے مابین میں تیسرا (اور مددگار) ہوتا ہوں جب تک ایک دوسرے کی خیانت نہ کرے اور جب خیانت کرے تو میں درمیان میں سے نکل جاتا ہوں (میری مدد اس کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے) اس حدیث کو ابوداود نے (۱۲۴/۲) روایت کیا اور ابوداود و منذری دونوں نے سکوت کیا اور امام حاکم نے صحیح قرار دیا (نیل الاوطار ۵/۱۳۵، مستدرک ۲/۱۸۳، رقم ۲۳،۶۹)

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی شرکت کا جائز ہونا ثابت ہے باقی رہا یہ اشکال کہ اس حدیث کی صحت پر ابن القطان نے کلام کیا ہے (شیخ البانی نے بھی ضعیف قرار دیا ہے) کہا ہے کہ اس کا راوی سعید بن حیان مجہول ہے نیز مرسل ہے راجح یہ ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا روایت میں ذکر نہیں ہے سوائے محمد بن الزبرقان کے کسی نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مسنداً ہونا ذکر نہیں کیا۔

٤٤٦٣ ...... عن السائب بن أبي السائب أنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: كُنتَ شَرِيْكِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكُنتَ خَيرَ شَرِيْكٍ لَا تُدَارِيْنِيْ وَلَا تُمَارِيْنِيْ- رواه أبوداوٗد وابن ماجة، ولفظه: كُنتَ شَرِيْكِي وَنِعْمَ الشَّرِيْكُ كُنتَ لَا تُدَارِيْ وَلَا تُمَارِيْ- وأخرجه النسائي والحاكم، وصححه (النيل ٥: ١٣٦)-

٤٤٦٤ ...... عن أبي المنهال أَنَّ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ وَالْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ كَانَا شَرِيْكَيْنِ، فَاشْتَرَيَا فِضَّةً بِنَقْدٍ وَنَسِيْئَةٍ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَ هُمَا أَنَّ مَا كَانَ بِنَقْدٍ فَأَجِيْزُوْهُ، وَمَا كَانَ بِنَسِيْئَةٍ فَرُدُّوْهُ- رواه أحمد والبخاري، ولفظه: "مَا كَانَ يَداً بِيَدٍ فَخُذُوْهُ وَمَا كَانَ نَسِيْئَةً فَرُدُّوْهُ" (نيل الأوطار ٥: ١٣٧)-

---

تو اس کا جواب یہ ہے کہ سعید بن حیان کو امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے لہٰذا مجہول نہیں ہے اور سوائے محمد بن الزبرقان کے کسی راوی کے اس کو مسند ذکر نہ کرنے سے ضعف لازم نہیں آتا کیونکہ ابن زبرقان ترمذی کے سوا جماعت کا راوی اور سچا اور آٹھویں طبقہ کا ہے (تقریب) علی بن المدینی ابوزرعہ ابوحاتم نسائی اور ابن شاہین و دارقطنی وغیرہم محدثین ؒ نے اس کو ثقہ صالح وغیرہ قرار دیا ہے (بذل المجہود ۴/۲۵۲، ۲۵۳) تو جب راوی ثقہ ہے اور اصول ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے تو اس کا مسند بیان کرنا جو ثقہ کی زیادتی ہے یقیناً مقبول ہے۔

☆ ......(۴۴۶۳) حضرت سائب بن ابی السائب ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ زمانہ جاہلیت میں میرے شریک تھے اور اچھے شریک تھے نہ آپ میری مخالفت کرتے نہ مجھ سے جھگڑتے تھے اس حدیث کو ابوداؤد (۲/۳۱۷) اور ابن ماجہ (ص ۱۶۵) نے روایت کیا ہے ابن ماجہ کے الفاظ یوں ہیں۔ آپ میرے شریک تھے اور بہت اچھے شریک تھے نہ مخالفت کرتے نہ جھگڑتے تھے۔ اور اس کو نسائی و حاکم (۲/۱۹۱) نے بھی روایت کیا اور حاکم (اور ذہبی) نے صحیح کہا ہے (نیل الاوطار ۵/۱۳۶)۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی شرکت کا جائز ہونا ثابت ہے۔ اس کے سند و متن میں کچھ حضرات نے اضطراب بیان کیا ہے متن کے اضطراب کی وجہ سے شرکت کے جواز کے استدلال پر کچھ حرف نہیں آتا کیونکہ متن کا اضطراب لفظ لا تداری اور لا تماری کے قائل کے متعلق بیان کیا جاتا ہے اور جواز شرکت کا استدلال اس پر موقوف نہیں۔ اور سند میں اضطراب سے بھی حرج نہیں پڑتا راجح یہ لگتا ہے کہ ابوداؤد و ابن ماجہ و حاکم و نسائی والی سند صحیح ہے اس کے مخالف سند درست نہیں ہے۔

☆ ......(۴۴۶۴) ابوالمنہال سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ارقم اور براء بن عازب ؓ شریک تھے دونوں نے کچھ نقد اور کچھ ادھار سے چاندی خریدی نبی کریم ﷺ تک خبر پہنچی آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ جو چاندی نقدی سے خریدی ہے اس کی بیع نافذ رہنے دو اور جو ادھار پر لی ہے وہ واپس کر دو۔ اس حدیث کو امام احمد اور بخاری نے روایت کیا ہے (۱/۳۴۰) اور بخاری کے لفظ یہ ہیں کہ جو ہاتھ در ہاتھ معاملہ ہو وہ لے لو اور جو ادھار پر ہو وہ واپس کرو۔ (نیل الاوطار ۵/۱۳۷)

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی شرکت کا جائز ہونا ثابت ہے۔

بَابُ شِرْكَةِ الْمُفَاوَضَةِ

٤٤٦٥...... عن صالح بن صهيب عن أبيه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ثَلَاثٌ فِيهِنَّ الْبَرَكَةُ الْبَيْعُ إِلٰى أَجَلٍ، وَالْمُقَارَضَةُ، وَإِخْلَاطُ الْبُرِّ بِالشَّعِيْرِ لِلْبَيْتِ لَا لِلْبَيْعِ، وفي بعض نسخ ابن ماجة: اَلْمُفَاوَضَةُ بَدْلُ الْمُقَارَضَةِ، رواه ابن ماجة (فتح القدير (٥: ٣٨١) ونصب الراية ٢: ١٦٧)۔ قلت: قال ابن ماجة: حدثنا الحسن بن علي الخلال ثنا بشر بن ثابت البزار ثنا نصر بن القاسم عن عبدالرحيم بن داوٗد عن صالح بن صهيب به ونصر وعبدالرحيم وصالح مجاهيل، قال البخاري: وهذا موضوع (التهذيب، (١٠: ٤٣٢)۔

باب: شرکتِ مفاوضہ کے بیان میں

☆......(۴۴۶۵) صالح بن صہیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزوں میں برکت ہے ادھار پر مقررہ مدت تک کیلئے بیچنا اور مقارضہ (مضاربت) اور گھر میں استعمال کیلئے گندم میں جَو ملانا نہ کہ بیچنے کیلئے (گندم میں جَو ملانا) اور ابن ماجہ کے بعض نسخوں میں ''مقارضہ'' کی جگہ ''مفاوضہ'' ذکر ہے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے (ص ۱۶۵) روایت کیا ہے۔ میں (مولانا ظفر احمد رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ ابن ماجہ نے اس کو یوں بیان کیا کہ ہمیں حسن بن علی الخلال نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں بشر بن ثابت بزار نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں نصر بن قاسم نے عبدالرحیم بن داؤد عن صالح بن صہیب اس کو بیان کیا۔ اور نصر و عبدالرحیم و صالح مجہول راوی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مَن گھڑت ہے (تہذیب ۱۰/۴۳۲)۔ (مترجم عرض کرتا ہے کہ علامہ مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ کی کتاب ''ماتمس اليه الحاجة لمن يطالع'' سنن ابن ماجہ ص ۴۱ (مع ابن ماجہ) پر اس حدیث کے متعلق مذکور ہے کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ من گھڑت ہے اس میں راوی عبدالرحیم بن داؤد مجہول ہے اور زوائد ابن ماجہ میں امام بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں صالح مجہول ہے اور عبدالرحیم بن داؤد کے متعلق امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث غیر محفوظ ہوتی ہے اور نصر بن قاسم سے متعلق امام بخاری کا قول ہے کہ اس کی حدیث غیر معروف ہوتی ہے، اس بات کو سندھی رحمہ اللہ نے تعلیق میں ذکر کیا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان میں فرمایا کہ عبدالرحیم بن داؤد بعض تابعین سے روایت کرتا ہے اور مجہول ہے اور اس کی حدیث منکر سمجھی جاتی ہے۔ جو سننِ ابن ماجہ میں ہے)۔

فائدہ:۔ مفاوضہ بمعنی مساوات یعنی ہر چیز میں برابر ہونا، شریکین مال اور اختیار اور قرض میں اسی طرح ایک دوسرے کے وکیل و کفیل ہونے میں برابر ہوتے ہیں اس لئے اس کو مفاوضہ کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ شرکت مفاوضہ صاحب ہدایہ کے قول کے مطابق قیاساً جائز نہیں استحساناً جائز ہے امام شافعی و مالک و احمد رحمہم اللہ کے نزدیک درست نہیں ہے لیکن چونکہ عراق میں بغیر نکیر کے اس پر تعامل ہے اور بغیر نکیر کے تعامل کالاجماع ہے نیز شرعاً اصل شرکت جب جائز ہے تو

بَابُ جَوَازِ الشِّرْكَةِ بِالْإِشَارَةِ وَالْمَعْنٰى دُوْنَ اللَّفْظِ

٤٤٦٦ ...... يُذْكَرُ أَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَغَمَزَهُ آخَرُ، فَرَأَى عُمَرُ أَنَّ لَهُ شِرْكَةً، علقه البخاری ووصله سعيد بن منصور من طريق إياس بن معاوية أَنَّ عُمَرَ أَبْصَرَ رَجُلًا يُسَاوِمُ سِلْعَةً وَعِنْدَهُ رَجُلٌ فَغَمَزَهُ حَتّٰى اشْتَرَاهَا، فَرَأَى عُمَرُ أَنَّهَا شِرْكَةٌ (فتح الباری ٥: ٩٦)۔

بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الطَّعَامِ وَقَوْلِ الرَّجُلِ: أَشْرِكْنِيْ

٤٤٦٧ ...... عن زهرة بن معبد أَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهِ جَدُّهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ هِشَامٍ إِلَى السُّوقِ فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ، فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَيَقُوْلَانِ لَهُ: أَشْرِكْنَا فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيَشْرِكُهُمْ، فَرُبَمَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ رواه البخاری (فتح الباری ٥: ٩٧)۔

اس کی سب اقسام جن پر بلانکیر تعامل رہا وہ بھی جائز ہوں گی بغیر دلیل کے کسی خاص قسم کو جواز کے حکم سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ مذکورہ روایت حجت بنانے کے قابل نہیں ہے ہاں تعامل اور پھر اس پر بطور تائید پیش کی جاسکتی ہے۔ شرکت مفاوضہ کے جواز کی دلیل صاحب ہدایہ نے ایک اور روایت کو بھی بنایا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا شرکت مفاوضہ کیا کرو یہ بہت بابرکت ہے، مگر یہ حدیث کتب حدیث میں نہیں پائی جاتی۔ جیسا کہ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں فرمایا ہے۔

باب: بغیر تلفظ اشارے اور معنی کے ذریعہ بھی شرکت درست ہو جاتی ہے

☆ ......(۴۴۶۶) ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی نے کسی چیز کا بھاؤ لگوایا تو دوسرے شخص نے اس کو اشارہ کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس کی بھی شرکت ہے۔ اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً بیان کیا ہے (۱/۳۴۰) اور سعید بن منصور نے ایاس ابن معاویہ کی سند سے اس کو موصولاً بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ سامان کا بھاؤ کروا رہا تھا اور اس کے پاس ایک اور آدمی تھا تو اس نے اس کو اشارہ کیا حتی کہ اُس نے خرید لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی سمجھا کہ یہ شرکت کا معاملہ (اور اشارہ) تھا (فتح الباری ۵/۳۳۰)

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشارہ سے بھی شرکت کا معاملہ طے ہو سکتا ہے بشرطیکہ قرینہ ہو۔

باب: غلہ میں شرکت اور آدمی کے یہ کہنے کا کہ "مجھے شریک کر" کا حکم

☆ ......(۴۴۶۷) زہرہ بن معبد سے منقول ہے کہ اس کے دادا عبداللہ بن ہشام اس کو بازار لے جاتے اور غلہ خریدتے، پھر حضرت ابن عمر و ابن زبیر رضی اللہ عنہما ان کو ملتے اور اس کو فرماتے کہ ہمیں بھی شریک کر کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تیرے لئے برکت کی دعا کی ہے تو دادا جان ان کو

بَابُ جَوَازِ شِرْكَةِ الْأَبْدَانِ

۴۴۶۸...... عن أبي عبيدة عن عبدالله قال: اِشْتَرَكْتُ أَنَا وَعَمَّارٌ وَسَعْدٌ فِيمَا نُصِيبُ يَوْمَ بدر، قَالَ: فَجَاءَ سَعْدٌ بِأَسِيرَيْنِ وَلَمْ أَجِئْ أَنَا وَعَمَّارٌ بِشَيْءٍ- رواه "ابو داوٗد" و "النسائی" و "ابن ماجة"، وهو منقطع لأن أبا عبيدة لم يسمع من أبيه عبدالله بن مسعود (نيل الأوطار ٥: ١٣٨) قلت: ولكن الدار قطني (٢: ٣٦١) صحح روايته عن أبيه وقال: أبو عبيدة أعلم بحديث أبيه وبمذهبه وفتياه من نظراء ه اه-

شریک بنالیتے تو بہت دفعہ پورے ایک اونٹ کا بوجھ نفع کو حاصل ہوتا اور وہ اس کو گھر بھیج دیتے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے (۲۳۴۰) روایت کیا ہے (فتح الباری ۵/ ۳۳۰)

فائدہ:۔ اس حدیث کی باب کے عنوان پر دلالت واضح ہے۔

باب: شرکتِ ابدان جائز ہے

فائدہ:۔ شرکت صنائع، شرکتِ اعمال اور شرکتِ ابدان ایک ہی قسم کے نام ہیں اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو اہل حرفت وصنعت اس پر متفق ہو جائیں کہ ہر ممکن کام قبول کریں گے اور جو کمائی ہوگی وہ دونوں شریکوں میں مشترک ہوگی۔ اس صورت میں جو شریک بھی کوئی کام لے گا وہ دوسرے کے بھی ذمہ ہوگا اور ہر ایک کی آمدن دونوں میں تقسیم ہوگی۔

☆......(۴۴۶۸) ابوعبیدہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں اور عمار وسعد رضی اللہ عنہم جنگ بدر کے دن حاصل ہونے والے مال میں شریک بن گئے، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ تو دو قیدی حاصل کر لائے، اور میں اور عمار کچھ نہ لائے۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی وابن ماجہ نے روایت کیا ہے لیکن یہ منقطع ہے کیونکہ ابوعبیدہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے (نیل الاوطار ۵/ ۱۳۸) میں (مولانا ظفر احمد) کہتا ہوں۔ لیکن دار قطنی نے (۳/ ۲۰۵ طبع نشر السنہ ملتان) اس کے باپ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت کو صحیح قرار دیا اور فرمایا ابوعبیدہ اپنے والد کی حدیث اور مذہب اور فتاویٰ کو دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں۔

فائدہ:۔ جہاد اور دشمنوں کو قید کرنا اور مال غنیمت کے حصول کی کوشش بہترین صنعت وحرفت ہے اور ان تینوں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُسی کے نتیجہ میں ہونے والی آمدنی میں شراکت اختیار کی واضح ہوا کہ شرکت صنائع جائز ہے مثلاً دو درزی باہم شراکت کریں کہ ہم دونوں کپڑے سینے کیلئے لیں گے اور جو بھی آمدنی ہوگی اس میں شریک ہوں گے وغیرہ۔ امام ابوحنیفہ و مالک رحمہما اللہ کے نزدیک یہ شرکت جائز ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک باطل ہے اس بارے میں ان کی دلیل محض قیاس ہے جو نص کے مقابلہ میں قابل حجت نہیں ہے۔

بَابُ شِرْكَةِ الْوُجُوْهِ

٤٤٦٩...... أخبرنا مالك أخبرنا العلاء بن عبدالرحمن بن يعقوب أن أباه أخبره قال أخبرني أبي قال: كُنْتُ أَبِيعُ الْبَزَّ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَإِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: لَا يَبِيعُهُ فِي سُوقِنَا أعجمي فإنهم لم يقيموا في الْمِيزَانِ وَالْمِكْيَالِ، قَالَ يَعْقُوبُ: فَذَهَبْتُ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَقُلْتُ هَلْ لَكَ فِي غنيمة باردة؟ قال: ما هي: قُلْتُ: بَزٌّ قَدْ عَلِمْتُ مَكَانَهُ بِبَيْعِهِ صَاحِبُهُ يَرْخَصُ لَا يَسْتَطِيعُ بَيْعَهُ، أَشْتَرِيهِ لَكَ ثُمَّ أَبِيعُهُ لَكَ، قال: نعم، فذهبت فصفقت بِالْبَزِّ، ثُمَّ جِئْتُ بِهِ فَطَرَحْتُ فِي دار

باب: شرکت وجوہ کے بیان میں

فائدہ:۔ شرکت عقد کی چوتھی قسم شرکت وجوہ ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ شریکین کے پاس مال نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی وجاہت و اعتماد و اعتبار کے ذریعہ تاجروں سے سامان ادھار لاتے اور فروخت کر کے نفع میں شریک ہوتے ہیں۔ اس شرکت میں خریدی ہوئی چیز کے اعتبار سے نفع تقسیم ہوتا ہے یعنی اگر دونوں نے کوئی چیز نصفا نصف خریدی تو نفع بھی آدھا آدھ ہوگا اور اگر ایک نے ایک تہائی اور دوسرے نے دو تہائی خریدی تو نفع ایک تہائی والے کو ایک تہائی اور دو تہائی والے کو دو تہائی ملے گا، اگر کوئی شریک زیادہ کی شرط لگائے گا تو شرط باطل ہوگی زائد کا حقدار نہ ہوگا، امام شافعی و مالک رحمہما اللہ کے نزدیک یہ شرکت جائز نہیں۔

☆......(۴۴۶۹) امام مالک نے ہمیں بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمن بن یعقوب نے اپنے والد سے روایت بیان کی وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کپڑے بیچا کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہوا تھا کہ ہمارے بازار میں کوئی عجمی شخص بیع نہ کیا کرے کیونکہ وہ لوگ نہ دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور نہ ناپ تول صحیح کرتے ہیں۔ یعقوب کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ کیا آپ کو زائد نفع کی خواہش ہے؟ فرمایا وہ نفع کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ کپڑے ہیں جہاں ان کا مالک ان کو سستے داموں بیچنا چاہ رہا ہے وہ جگہ بھی مجھے معلوم ہے وہ بائع (عجمی ہونے کی وجہ سے) بیچ نہیں سکتا تو کیا میں آپ کیلئے خرید لوں اور پھر آپ کیلئے بیچ دوں؟ فرمایا ٹھیک ہے تو میں گیا اور کپڑوں کا بھاؤ کر کے لایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں رکھ دیئے جب حضرت عثمان گھر واپس آئے اپنے گھر میں کپڑوں کی گٹھڑی دیکھی تو پوچھا یہ کیا ہے؟ گھر والوں نے بتایا کپڑے ہیں یعقوب لایا ہے، فرمایا اس کو بلاؤ، میں حاضر ہوا پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا وہی ہیں جو میں نے آپ کو بتائے تھے، فرمایا آپ نے ان کو دیکھ بھی لیا ہے؟ میں نے کہا میں آپ کیلئے (ان کو دیکھنے میں) کافی ہو چکا ہوں۔ لیکن بائع کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقررہ نگرانوں نے شک میں ڈالا تھا (تو وہ بازار میں نہ بیچ

عُثْمَانَ، فَلَمَّا رَجَعَ عُثْمَانُ فَرَأَى الْعُكُومَ فِيْ دَارِهٖ قَالَ: مَا هٰذَا ؟ قَالُوْا: بَزٌّ جَاءَ بِهٖ يَعْقُوْبُ، قَالَ: اُدْعُوْهُ لِيْ، فَجِئْتُ فَقَالَ: مَا هٰذَا؟قُلْتُ: هٰذَا الَّذِيْ قُلْتُ لَكَ- قَالَ: أنظرته؟ قلت: كفيتك وَلٰكِنْ رَابَهٗ حَرَسُ عُمَرَ، قَالَ: نَعَمْ، فَذَهَبَ عُثْمَانُ إِلٰى حَرَسِ عُمَرَ، فَقَالَ: إِنَّ يَعْقُوْبَ يَبِيْعُ بَزِّيْ فَلَا تَمْنَعُوْهُ، قَالُوْا: نَعَمْ، فَجِئْتُ بِالْبَزِّ السُّوْقَ، فَلَمْ أَلْبَثْ حَتّٰى جَعَلْتُ ثَمَنَهٗ فِيْ مَزْوَدٍ وَذَهَبْتُ إِلٰى عُثْمَانَ وَبِالَّذِيْ اشْتَرَيْتُ الْبَزَّ مِنْهُ، فَقُلْتُ: عَدِ الَّذِيْ لَكَ فَاعْتَدَّهٗ، وَبَقِيَ مَالٌ كَثِيْرٌ، قَالَ: فَقُلْتُ: لِعُثْمَانَ هٰذَا لَكَ اَمَا اَنِّيْ لَمْ اَظْلِمْ بِهٖ اَحَدًا قَالَ: جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا وَّ فَرِحَ بِذَالِكَ قَالَ: فَقُلْتُ: أَمَّا أَنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ مَكَانَ بَيْعِهَا بِمِثْلِهَا أَوْ أَفْضَلَ، قَالَ: وَعَائِدٌ أَنْتَ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ إِنْ شِئْتَ، قَالَ: قَدْ شِئْتُ، قَالَ: فَقُلْتُ: إِنِّيْ بَاغٍ خَيْرًا فَأَشْرِكْنِيْ، قَالَ: نَعَمْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ- أخرجه محمد فى "الموطأ" (ص:٣٤٥) ويعقوب المدنى مولى الحرقة مقبول من الثانية، (تقريب ص: ٣٤٢) وبقية الإسناد صحيح على شرط مسلم-

سکا) فرمایا ٹھیک ہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نگرانوں کے پاس گئے اور فرمایا یعقوب میرے کپڑے بیچنا چاہتا ہے تم اس کو نہ روکنا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ تو میں بازار میں کپڑے لایا زیادہ دیر نہ ٹھہرا تھا کہ کپڑے کی قیمت تھیلی میں سنبھال چکا۔ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس خود گیا اور جس شخص سے کپڑے خریدے تھے اس کو بھی لے گیا اور اس کو میں نے کہا جو پیسے تیرے بنتے ہیں وہ تو شمار کر لے۔ اس نے اپنے پیسے شمار کر لئے اور بکثرت مال بچ گیا۔ تو میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا یہ آپ کا ہے۔ میں نے اس میں کچھ بھی کمی نہیں کی ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے، اور خوش ہوئے فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کہا کہ مجھے ایک اور جگہ بھی کپڑوں کی بیع کی ایسی ہی نفع والی یا اس سے بڑھیا معلوم ہے۔ فرمایا تو پھر تو دوبارہ جاتا ہے (کہ خرید لائے اور پھر نفع پر بیچ دے)؟ میں نے کہا ہاں اگر آپ کی مرضی ہو، فرمایا میری مرضی ہے، میں نے کہا کہ میں خیر تلاش کرنے والا ہوں تو آپ مجھے شریک بھی کرو، فرمایا ہاں نفع میرا اور تیرا ہوگا۔ اس روایت کو امام محمد رحمہ اللہ نے مؤطا (ص ۳۴۷، ۳۴۸) میں روایت کیا ہے، راوی یعقوب مدنی مولی الحرقہ مقبول اور دوسرے طبقہ کا راوی ہے (تقریب ۲/۳۴۰) اور باقی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے شرکت وجوہ کا جواز ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور یعقوب نے باہم یہ شرکت کی۔ اس روایت کے تحت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ دو آدمی ادھار پر خرید میں شریک ہو سکتے ہیں اگرچہ ان میں سے کسی کے پاس رأس المال نہ ہو، اور نفع ان میں مشترک ٹھہرے۔

بَابُ شِرْكَةِ الْعَنَانِ وَأَحْكَامِهَا

٤٤٧٠...... روينا من طريق وكيع عن سفيان الثورى عن أبى حصين قال: قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فِي الْمُضَارِبِ وَفِي الشَّرِيكَيْنِ: الرِّبْحُ عَلَى مَا اصْطَلَحَا عَلَيْهِ، رواه ابن حزم فى "المحلى (١٢٦:٨)"، وسنده صحيح مرسل، ورواه عبدالرزاق عن قيس بن الربيع عن أبى حصين عن الشعبى عنه (التلخيص ٢: ٢٥٥)۔

٤٤٧١...... ومن طريق وكيع عن سفيان الثورى عن هشام أبى كليب و عاصم الأحول وإسماعيل الأسدى قال إسماعيل: عن الشعبى، وقال عاصم: عن جابر بن زيد، وقال هشام: عن ابراهيم النخعى قَالُوا كُلُّهُمْ فِي شَرِيكَيْنِ أَخْرَجَ أَحَدُهُمَا مِائَةً وَّالْآخَرُ مِائَتَيْنِ إِنَّ الرِّبْحَ عَلَى مَا اصْطَلَحَا عَلَيْهِ، وَالْوَضِيْعَةُ عَلَى رَأْسِ الْمَالِ۔ رواه ابن حزم أيضا فى "المحلى" (٨: ١٢٦)، ورجاله ثقات، وهشام أبو كليب قال مغلطاى: هو ثقة، قال الحافظ فى "التلخيص" (٧: ٢٥٥) ثم وجدته فى ثقات ابن حبان اھ۔

باب: شرکت عنان اور اس کے احکام

فائدہ:۔ شرکت عنان میں دو شخص کاروبار میں اس طرح شریک ہوتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل تو ہوتا ہے کفیل اور ضامن نہیں ہوتا دونوں کا مال اور نفع برابر بھی ہوسکتا ہے کم وبیش بھی ہوسکتا ہے دونوں بھی تجارت کر سکتے ہیں صرف ایک بھی تجارت کر سکتا ہے لیکن کسی ایک کیلئے سارا نفع ٹھہرانے سے یہ شرکت صحیح نہیں ہوگی کیونکہ پھر شرکت نہیں ہوگی بلکہ بضاعت یا قرض کہلائے گا، اگر تجارت کرنے والے کیلئے پورا نفع ہو تو دوسرے شریک کا مال قرض ہوا اور پورا نفع صاحب مال کیلئے ہو تو مال تاجر کے پاس بضاعت ہوا۔

☆......(۴۴۷۰) بطریق وکیع عن سفیان الثوری ابوحصین سے روایت ہے کہ مضارب اور شریکین سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان میں نفع اس طرح تقسیم ہوگا جس طرح دونوں نے طے کیا ہے، اس کو ابن حزم نے محلی (۱۲۶/۸) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح و مرسل ہے، اور اس کو عبدالرزاق نے بھی عن قیس بن الربیع عن ابی حصین عن الشعبی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (التلخیص ۲/۲۵۵)

فائدہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان شرکت عنان سے متعلق ہی ہے جو شرکت عنان کے جواز کی دلیل ہے وجہ یہ ہے کہ شرکت مفاوضہ میں تو نفع اور پیسہ دونوں برابر ہونا ضروری ہے وہاں نفع اس طریقہ پر تقسیم نہیں ہوسکتا جس پر وہ طے کریں یہ تو صرف شرکت عنان میں ہوسکتا ہے۔ اگلی روایت بھی شرکت عنان سے متعلق ہی ہے کیونکہ وہاں دونوں کا پیسہ برابر نہیں ہے اور یہ بات صرف شرکت عنان میں ہوتی ہے۔

☆......(۴۴۷۱) امام شعبی اور جابر اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ ان شریکین کے متعلق جن میں سے ایک نے سو اور دوسرے نے دو سو دیئے (اور شرکت کی) فرماتے ہیں کہ ان دونوں شریکوں کو نفع اس مقدار پر ملے گا جس پر انہوں نے طے کیا ہے، اور خسارہ راس المال کے مطابق ہوگا۔ اس کے

بَابُ جَوَازِ عَقْدِ الشِّرْكَةِ غَيْرَ الْمُفَاوَضَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالذِّمِّيِّ

٤٤٧٢...... عن نافع عن ابن عمر أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ أخرجه الجماعة إلا النسائي (زيلعي ٢: ٢٥٩)۔

٤٤٧٣...... عن عطاء قال: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ مُشَارَكَةِ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ الشِّرَاءُ وَالْبَيْعُ بِيَدِ الْمُسْلِمِ رواه الخلال بإسناده (المغنى ٥: ١١٠)، وهو مرسل۔

ابن حزم نے محلی (۸/۱۲۶) میں روایت کیا اوراس کے راوی ثقہ ہیں اور ہشام ابوکلیب سے متعلق مغلطائی فرماتے ہیں کہ ثقہ ہے، علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تلخیص میں فرماتے ہیں کہ اس راوی کا ذکر میں نے ثقاتِ ابن حبان میں پایا ہے۔

فائدہ:۔ یہ جوفرمایا کہ خسارہ رأس المال کے مطابق ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دونوں شریکوں نے تجارت میں برابر مال دیا ہے تو خسارہ آدھا آدھا ہوگا اور اگر ایک نے ایک تہائی اور دوسرے نے دوتہائی دیا ہے تو خسارہ بھی ایک حصہ ایک تہائی والے کا اور دو حصے دوتہائی والے کا ہوگا۔

باب: شرکت مفاوضہ کے علاوہ شرکت مسلمان اور ذمی کے درمیان بھی جائز ہے

☆......(۴۴۷۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر والوں سے اس پر صلح فرمائی کہ جو پھل اور کھیتی پیدا ہوگی اسکا آدھا وہ ادا کریں گے، اس حدیث کو جماعت نے سوائے نسائی کے روایت کی ہے، (زیلعی ۲/۲۵۱، بخاری ۱/۳۴۰، ابوداؤد ۲/۶۹، ابن ماجہ ۱۷۶، ۱۷۷)

فائدہ:۔ اس روایت کے متعلق علامہ ابن حزم رحمہ اللہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ معاملہ کھیتی وغیرہ میں ان لوگوں سے شرکت کا معاملہ ہے، اور ظاہر ہے کہ صلح سے وہ ذمی ہوگئے تو ذمی اور مسلمان کے درمیان شرکت کا جواز ثابت ہوا مگر شرکت مفاوضہ جائز نہیں کیونکہ اسمیں مال اور تصرف دونوں میں برابری شرط ہے اور مسلمان و ذمی کے مابین تصرف میں برابری نہیں ہوسکتی کیونکہ کافر شراب اور خنزیر خریدے تو مسلمان اس کو اُس کا وکیل بن کر نہیں بیچ سکے گا تو تصرف میں برابری نہ رہی اس لئے شرکت مفاوضہ کے علاوہ شرکت جائز ہے اور مفاوضہ جائز نہیں ہے۔

☆......(۴۴۷۳) حضرت عطاء رحمہ اللہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی اور عیسائی کے ساتھ مسلمان کی شرکت سے منع فرمایا مگر یہ کہ خرید وفروخت کا اختیار مسلمان کے پاس ہو، اس کو امام خلال نے روایت کیا (المغنی ۵/۱۱۰) اور یہ مرسل ہے۔

فائدہ:۔ یہ ممانعت کراہت تنزیہی کے درجہ میں ہے اور شرکت نہ کرنا مستحب ہے لیکن اگر کرلی تو جائز ہوگی۔

٤٤٧٤...... عن أبي جمرة عن ابن عباس أَنَّهُ قَالَ: لَا تُشَارِكَنَّ يَهُودِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلَا مَجُوسِيًّا لِأَنَّهُمْ يُرْبُونَ رواه الأثرم (المغني ٥: ١١٠)، ورواه البيهقي في سننه (٥: ٣٣٥) من طريق سعيد بن منصور ثنا هشيم عن أبي جمرة عن ابن عباس، وهذا سند حسن صحيح۔

٤٤٧٥...... روينا عن إياس بن معاوية: لَا بَأْسَ بِمُشَارَكَةِ الْمُسْلِمِ الذِّمِّيَّ إِذَا كَانَتِ الدَّرَاهِمُ عِنْدَ الْمُسْلِمِ وَتَوَلَّى الْعَمَلَ لَهَا، رواه ابن حزم في "المحلى" (٨: ١٢٥)۔

٤٤٧٦...... حدثنا الأنصاري محمد بن عبدالله عن إسرائيل عن إبراهيم بن عبد الأعلى عن سويد بن غفلة أَنَّ بِلَالًا قَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: إِنَّ عُمَّالَكَ يَأْخُذُونَ الْخَمْرَ وَالْخَنَازِيرَ فِي الْخِرَاجِ

☆......(٤٤٧٤) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ابو جمرہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کسی یہودی اور نصرانی اور مجوسی سے مشارکت نہ کرو کیونکہ وہ سودی لین دین کرتے ہیں۔اس کو اثرم نے روایت کیا (المغنی ٥/١١٠) اور اس کو بیہقی نے بھی سنن (٥/٣٣٥) میں بطریق سعید بن منصور عن ہشیم ابو جمرہ سے روایت کیا ہے اور یہ سند حسن صحیح ہے۔

فائدہ:۔ یہ بھی استحباب پر محمول ہے اور شرکت مفاوضہ میں حرمت پر محمول ہے۔

☆......(٤٤٧٥) ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مسلمان اور ذمی کی مشارکت میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ دراہم مسلمان کے پاس ہوں اور مشارکت کی وجہ سے تصرف کا اختیار بھی خود رکھے،اس کو ابن حزم نے محلی (٨/١٢٥) میں روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ جب اختیار مسلمان کے پاس ہو اور ذمی کے پاس تصرف کا اختیار ہی نہ ہو تو مشارکت میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ اور چونکہ شرکت مفاوضہ میں تصرف میں برابر ہونا ضروری ہے اس لئے شرکت مفاوضہ جواز سے خارج ہوگئی۔

☆......(٤٤٧٦) محمد بن عبداللہ انصاری عن اسرائیل عن ابراہیم بن عبدالاعلی سوید بن غفلہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ کے عاملین ٹیکس میں شراب اور خنزیر لے لیا کرتے ہیں فرمایا ان سے نہ لیا کرو ہاں شراب وخنزیر کی بیع کا انہیں اختیار دے دیا کرو اور تم ان سے قیمت وصول کرلیا کرو۔اس روایت کو ابو عبید نے کتاب الاموال (ص ٥٠) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:۔ اس روایت سے امام صاحب رحمہ اللہ کے اس مسئلہ کی تائید ہے کہ مسلمان کیلئے جائز ہے کہ ذمی سے شراب اور خنزیر کی قیمت والا پیسہ لیا کرے۔اور اس میں ابن حزم کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ ذمی کیلئے وہی تصرف جائز ہے۔جو مسلمان کیلئے حلال ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو تصرف مسلمان کیلئے حلال نہیں وہ ذمی کیلئے جائز ہے، نیز امام موفق نے جو مسئلہ ذکر کیا کہ مضارب کیلئے جائز نہیں کہ شراب، خنزیر خریدے چاہے مضارب ورب المال دونوں مسلمان ہوں یا ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ ذمی مضارب ایسا کرسکتا ہے مسلمان

فَقَالَ: لَا تَأْخُذُوْهَا بِنْهُمْ وَلٰكِنْ وَلُّوهُمْ بَيْعَهَا، وَخُذُوْا أَنْتُمْ بِنَ الثَّمَنِ: رواه أبو عبيد في الأموال (ص: ٥٠) وسنده صحيح، كما تقدم في باب الجزية والعشر۔

بَابُ الْمُضَارَبَةِ وَأَحْكَامِهَا

٤٤٧٧ ...... أخرج أبو نعيم في دلائل النبوة (ص:٥٤) من طريق ابن سعد عن الواقدي ثنا موسى بن شيبة عن عميرة بنت عبدالله بن كعب بن مالك عن أم سعد بن الربيع عن نفيسة بنت أمية أخت يعلى سمعتها تقول: لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً وَلَيْسَ لَهُ بِمَكَّةَ اسْمٌ إِلَّا الْأَمِيْنُ لَمَّا تَكَامَلَتْ فِيْهِ بِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ قَالَ لَهُ أَبُوْ طَالِبٍ: يَا ابْنَ أَخِيْ! هٰذِهٖ عِيْرُ قَوْمِكَ قَدْ حَضَرَ خُرُوْجُهَا إِلَى الشَّامِ و خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ تَبْعَثُ رِجَالًا بِنْ قَوْمِكَ فِيْ عِيْرَاتِهَا فَيَتَّجِرُوْنَ لَهَا وَيُصِيْبُوْنَ مَنَافِعَ، فَلَوْ جِئْتَهَا فَعَرَضْتَ نَفْسَكَ عَلَيْهَا لَأَسْرَعَتْ إِلَيْكَ وَفَضَّلَتْكَ عَلٰى غَيْرِكَ لِمَا يَبْلُغُهَا مِنْ طَهَارَتِكَ، وَكَانَتْ خَدِيْجَةُ امْرَأَةً تَاجِرَةً ذَاتَ شَرَفٍ وَّمَالٍ كَثِيْرٍ وَتِجَارَةٍ، وَتَبْعَثُ بِهَا إِلَى الشَّامِ، وَكَانَتْ تَسْتَأْجِرُ الرَّجُلَ وَتَدْفَعُ إِلَيْهِ الْمَالَ مُضَارَبَةً، وَكَانَتْ قُرَيْشٌ قَوْمًا تُجَّارًا، مَنْ لَمْ يَكُنْ تَاجِرًا فَلَيْسَ عِنْدَهُمْ بِشَيْءٍ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَلَعَلَّهَا أَنْ تُرْسِلَ إِلَيَّ فِيْ ذٰلِكَ، قَالَ أَبُوْ طَالِبٍ: إِنِّيْ

نہیں کرسکتا۔یہی امام صاحب رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

باب: باب مضاربت اوراس کے احکام

فائدہ:۔ مضاربت یہ ہے کہ مال ایک شخص کا ہواور تجارت دوسرا شخص کرے اور نفع میں مال والا اور تاجر شریک ہوں۔ یہ زمانہ جاہلیت میں بھی مروج تھااور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی تھااور آپ ﷺ نے اس پرنکیر نہیں فرمائی۔

☆......(۴۴۷۷) امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بطریق ابن سعد بسند متصل ام سعد بنت الربیع سے نفیسہ بنت امیہ یعلیٰ کی بہن سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پچیس سال کی عمر کو پہنچے اور مکہ مکرمہ میں آپ کا نام امین ہی تھا کیونکہ آپ میں عادات خیر کامل و مکمل تھیں، تو آپ کو ابوطالب نے کہا بھتیجے! تیری قوم کے قافلے کا ملک شام جانا نزدیک ہوگیا ہے اور خدیجہ بنت خویلد اپنے قافلے میں اپنی قوم کے بہت سے آدمی بھیجا کرتی ہے اور وہ اس کیلئے تجارت کر کے منافع حاصل کیا کرتے ہیں تو اگر آپ اس کے پاس چلے جائیں اور اپنے کو پیش کریں تو فوراً آپ کے حوالے کر دے گی اور آپ کو دوسروں پر ترجیح دے گی کیونکہ اُس تک آپ کی پاکیزگی کی باتیں پہنچی ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تاجرہ شرافت والی بکثرت مال وتجارت والی عورت تھیں اور مال ملک شام بھیجا کرتی تھیں آدمی کو مزدور بنا کر مال اس کو بطور مضاربت دیا کرتی تھیں اور قریش بھی تاجر لوگ تھے جو تاجر نہ ہوتا اس کی اُن کے ہاں کچھ حیثیت نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شاید وہ میرے پاس پیغام بھیج

أَخَافُ أَنْ تَوَلَّى غَيْرَكَ فَتَطْلُبُ إِمْرَأً مُدْبِرًا، فَافْتَرَقَا، فَبَلَغَ خَدِيْجَةَ مَا كَانَ مِنْ مُحَاوَرَةِ عَمِّهِ لَهُ، وَقَبْلَ ذٰلِكَ مَا قَدْ بَلَغَهَا مِنْ صِدْقِ حَدِيْثِهِ وَعِظَمِ أَمَانَتِهِ وَكَرْمِ أَخْلَاقِهِ، فَقَالَتْ: مَا دَرَيْتُ أَنَّهُ يُرِيْدُ هٰذَا ثُمَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِ، فَقَالَتْ: إِنَّهُ قَدْ دَعَانِيْ إِلَى الْبَعْثَةِ إِلَيْكَ مَا بَلَغَنِيْ مِنْ صِدْقِ حَدِيْثِكَ وَعِظَمِ أَمَانَتِكَ وَكَرْمِ أَخْلَاقِكَ، وَأَنَا أُعْطِيْكَ ضِعْفَ مَا أُعْطِيْ فاعل رَجُلًا مِنْ قَوْمِكَ، فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَلَقِيَ أَبَا طَالِبٍ، فَقَالَ لَهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا لَرِزْقٌ سَاقَهُ اللّٰهُ إِلَيْكَ، فَخَرَجَ مَعَ غُلَامِهَا مَيْسَرَةَ حَتّٰى قَدِمَ الشَّامَ. فَنَزَلَا فِيْ سُوْقِ بُصْرىٰ فِيْ ظِلِّ شَجَرَةٍ قَرِيْبًا مِنْ صَوْمَعَةِ رَاهِبٍ مِنَ الرُّهْبَانِ يُقَالُ لَهُ: "نَسْطُوْرًا"، فذكر قصة طويلة، وَقَالَ: وَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِتِجَارَتِهَا قَدْ رَبِحَتْ ضِعْفَ مَا كَانَتْ تَرْبَحُ، وَأَضْعَفَتْ لَهُ مَا سَمَّتْ لَهُ، الحديث مختصرًا۔

قلت: موسى بن شيبة قال أبو حاتم: صالح الحديث، روى عن عمومة أبيه خارجة والنعمان وعميرة أولاد عبدالله بن كعب بن مالك الأنصاري السلمي المدني، وعنه الواقدي

دے، ابوطالب نے کہا خطرہ ہے کہ آپ کے سوا کسی اور کے سپرد کردے اور کوئی صحیح سوچ والا شخص تلاش کرے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور ابوطالب علیحدہ علیحدہ ہوگئے۔ چچا کی جو گفتگو آپ ﷺ سے ہوئی وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تک پہنچ گئی۔ اور اس سے پہلے اُس تک آپ ﷺ کی راست گوئی اور امانتداری اور حسن اخلاق کی خبریں پہنچی تھیں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارادہ ہے، پھر انہوں نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا اور کہا کہ آپ کی راست گوئی اور عظیم امانتداری اور حسن اخلاق جو مجھے پہنچے ہیں اس بات نے مجھے آپ کو پیغام بھیجنے پر آمادہ کیا، میں اپنی قوم کے آدمی کو جتنا دوں گی اس سے دُگنا آپ کو دیتی ہوں۔ تو آپ ﷺ آمادہ ہوئے۔ ابوطالب سے ملاقات فرما کر ان سے بات کی ابوطالب نے کہا یہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ آپ کو پہنچانا چاہتے ہیں، تو آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ چلے حتی کہ ملک شام پہنچے وہ غلام اور آپ ﷺ بصری بازار میں ایک درخت کے سائے میں ٹھہرے جو ایک راہب کے عبادت خانہ کے قریب تھا اُس راہب کا نام نسطورا تھا، آگے طویل قصہ ذکر کیا، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت کر کے اس طرح واپس ہوئے کہ جتنا نفع ہوتا اس سے کئی گناہ زیادہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نفع حاصل ہوا اور جتنی مقدار رسول اللہ ﷺ کیلئے مقرر کی تھی اس نے کئی گناہ زیادہ مقدار رسول اللہ ﷺ کو دی۔

میں (مولانا ظفر احمد رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ راوی موسیٰ بن شیبہ کے بارے ابوحاتم کہتے ہیں صالح الحدیث ہے اپنے باپ کے چچوں خارجہ سے اور نعمان اور عمیرہ عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری سلمی مدنی کے بچوں سے روایت لیتا ہے اور اس سے امام واقدی اور ابن زبالہ اور حمیدی اور احمد بن حجاج روایت لیتے ہیں (تہذیب) اور روایت ام سعد بنت سعد بن ربیع حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی اور نفیسہ

وابن زيالة والحميدى وأحمد بن الحجاج (تهذيب ١٠: ٣٤٩) وأم سعد بنت سعد بن الربيع زوجة زيد بن ثابت، و نفيسة بنت أمية ذكرهما الحافظ في الصحابيات (الإصابة ٨: ٢٠٠ و ٢٣٨) وذكر الحافظ في "الإصابة" هذا الحديث في ترجمة نسطورا، وجزم به ابن حزم كما سنذكره، فالحديث حسن صالح للاحتجاج به۔

٤٤٧٨...... أخبرني ابن وهب أن يونس بن يزيد أخبره عن ربيعة بن أبي عبد الرحمٰن أنه قال: اَلْمُقَارَضَةُ الَّتِيْ عَلَيْهَا أَصْلُ الْمُقَارَضَةِ أَنْ تُقَارِضَ مَنْ قَارَضْتَهُ مَالًا عَلٰى أَنَّ رَأْسَ مَالِكَ الَّذِيْ يُدْفَعُ إِلَيْنَا عَيْناً مَّا دَفَعْتَ إِلَيْهِ مِنْ وَزْنِ ذٰلِكَ، وَضَرْبِهِ يَبْتَغِيْ فِيْهِ صَاحِبُهُ مَا ابْتَغٰى ، وَيُدِيْرُ مَا أَدَارَ مِنْهُ عَلٰى مَا يَكُوْنُ فِيْهِ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ زَكَاةٍ حَتّٰى إِذَا حَضَرَتِ الْمُحَاسَبَةُ وَنَضَّ الْقِرَاضُ فَمَا وَجَدْتَّ بِيَدِهٖ أَخَذْتَ مِنْهُ رَأْسَ مَالِكَ، وَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ تَقَاسَمْتُمَاهُ عَلٰى مَا تَقَارَضْتُمَاهُ عَلَيْهِ مِنْ أَجْزَاءِ الرِّبْحِ شَطْرَيْنِ كَانَ أَوْ غَيْرَهٗ، لَا يَحِلُّ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يَضْمَنَ لِصَاحِبِهٖ رِبْحًا يَأْتِيْهِ بِهٖ، وَلَا يَحِلُّ قِرَاضٌ عَلَى الضَّمَانِ۔

بنت امیہ کا تذکرہ حافظ ابن حجر ﷫ نے صحابیات میں کیا ہے (الاصابہ) اور حافظ ابن حجر ﷫ نے الاصابہ میں نسطورا کے ترجمہ میں یہ حدیث ذکر کی ہے اور ابن حزم نے بھی اس کے حدیث ہونے پر یقین کیا تو یہ حدیث حسن ہے قابل حجت ہے۔

فائدہ:۔ حدیث سے مضاربت کا صحیح ہونا اور آپ ﷺ کا عمل ہونا صاف ثابت ہے۔

☆......(۴۴۷۸) (امام سحنون ﷫ کہتے ہیں کہ) مجھے ابن وہب نے بیان کیا کہ ان کو یونس بن یزید نے خبر دی وہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں ربیعہ کہتے ہیں کہ وہ مقارضہ (مضاربت) جس پر مقارضہ کی بنیاد ہے یہ ہے کہ جس سے مقارضہ کا معاملہ کرو اس کو مال بطور قرض دو اس شرط پر کہ آپ کا رأس المال جو ہمارے حوالے ہوگا عین ہوگا جو آپ اس کو حوالے کرو گے یعنی وزن اور قسم کے اعتبار سے (معین ہوگا) آدمی کا ساتھی اس میں وہ منفعت حاصل کرے گا جو کرنا چاہے اور اس میں سے جو گھمانا چاہے گا گھمائے گا، ساتھ ساتھ اس میں خرچ اور زکوٰۃ بھی ہوگی حتی کہ جب حساب کتاب ہو اور مضاربت پوری ہو جائے تو جو تو تاجر مضارب کے قبضہ میں پائے اس میں سے اپنا رأس المال لے لے اور جو نفع ہوا ہو اس کو جن حصوں پر تم نے مضاربت کا معاملہ طے کیا ہو آدھ آدھ ہو یا کچھ اور تقسیم کر لو، دونوں میں سے کسی کیلئے جائز نہیں کہ دوسرے ساتھی کیلئے ایسے نفع کا ضامن بنے۔ جس کو حاصل کرے۔ اور ضامن بننے کی شرط پر مضاربت جائز نہیں ہے (مدونہ سحنون)۔

فائدہ:۔ اس روایت میں مضاربت کی تعریف ذکر ہوئی اور کچھ شرطیں مذکور ہوئیں۔ تعریف یہ ہوئی کہ ایک آدمی دوسرے کو اس شرط پر مال دے کہ وہ تجارت کرے گا اور نفع کا معین حصہ جس پر دونوں متفق ہوں تہائی ہو یا چوتھائی یا آدھا وہ مال والا تاجر سے لے گا۔ اور یہ کہ جب تاجر نے خود کوتاہی نہ کی ہو تو رأس المال میں سے جتنا تلف ہو جائے اس کا تاوان نہیں دے گا۔ اور یہ جو فرمایا کہ دونوں میں سے کسی

٤٤٧٩...... قال ابن وهب، وقال أنس بن عياض قال عبدالعزيز بن أبي سلمة: اَلْقِرَاضُ لَايَكُوْنُ إِلَّا فِي الْعَيْنِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ۔

٤٤٨٠...... وعن الحسن وابن سيرين أَنَّهُمَا قَالَا لَا تَكُوْنُ مُقَارَضَةٌ إِلَّا بِذَهَبٍ أَوْفِضَّةٍ۔

٤٤٨١...... قال وكيع عن سفيان عن مغيرة عن إبراهيم أَنَّهُ كَرِهَ النَّبْزَ مُضَارَبَةً، أخرج هذه الآثار كلها سحنون في "المدونة"، ورجالها ثقات۔

٤٤٨٢...... قال سحنون: وأخبرني ابن وهب عن ابن لهيعة عن خالد بن أبي عمران قال سَأَلْتُ الْقَاسِمَ وَسَالِماً عَنِ الْمُقَارَضَةِ وَالْبُضَاعَةِ يَكُوْنَ ذٰلِكَ بِشَرْطٍ، فَقَالَا: لَا يَصْلَحُ مِنْ أَجْلِ الشَّرْطِ الَّذِيْ كَانَ فِيْهِ۔

کیلئے جائز نہیں کہ الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں اوران میں سے کوئی ایک بھی یہ شرط نہیں لگا سکتا کہ اتنے درہم تو میرے لئے ضرور ہوں گے (مزید نفع مقررہ حصوں پر تقسیم ہوگا)۔

☆......(۴۴۷۹) ابن وھب کہتے ہیں کہ انس بن عیاض نے عبدالعزیز بن ابی سلمہ کا قول بیان کیا ہے کہ مضاربت نہیں ہوگی مگر عین یعنی سونے چاندی میں (اور عام سکہ اور نوٹ سونے چاندی کے قائم مقام ہیں) (مدونہ سحنون)۔

فائدہ:۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مضاربت دراہم ودنانیر سے ہی ہوتی ہے اور اس کے سوا سے نہیں ہوتی البتہ یہ صورت ہوسکتی ہے کہ دراہم ودنانیر کے بجائے سامان دیگر تاجر کو کہہ دے کہ اتنی قیمت پر اس کو بیچو اور وہ قیمت وصول کر کے اس سے مضاربت کا معاملہ کرے۔ اور کہتے ہیں کہ امام شافعی ومالک وابوحنیفہ وابوسلیمان وغیرہم رحمہم اللہ دراہم ودنانیر کے علاوہ کسی چیز سے مضاربت کا معاملہ کرنے سے منع کرتے ہیں (محلی ۸/۲۴۷)۔امام حسن بصری وابن سیرین کا قول بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ابھی ذکر ہونے والا ہے۔

☆......(۴۴۸۰) حضرت حسن بصری اور ابن سیرین رحمہما اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مضاربت نہیں ہوسکتی مگر سونے یا چاندی سے (مدونہ)۔

☆......(۴۴۸۱) وکیع سفیان سے وہ مغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے بطور مضاربت سامان رکھنے کی کوٹھری کو ناپسند فرمایا۔

فائدہ:۔ ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ رب المال مضارب کیلئے کوٹھری مخصوص نہ کرے۔ ان سب آثار کو سحنون نے مدونہ میں روایت کیا ہے اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔

☆......(۴۴۸۲) سحنون کہتے ہیں کہ مجھے ابن وھب نے ابن لہیعہ سے روایت بیان کی کہ خالد بن ابی عمران کہتے ہیں کہ میں نے قاسم اور سالم رحمہما اللہ سے اس مضاربت اور بضاعت سے متعلق جو شرط سے مشروط ہوں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جو شرط ٹھہرائی جائے اس کی وجہ سے (مضاربت وبضاعت) درست نہ ہونگی (مدونہ)۔

٤٤٨٣...... قال: وأخبرني يونس عن أبي الزناد أَنَّهُ قَالَ: لَا يَصْلَحُ أَنْ تَدفعَ إِلَى رَجُلٍ مَالًا مُضَارَبَةً وَتَشْتَرِطُ مِنَ الرِّبْحِ خَاصَّةً لَكَ دُوْنَهُ وَلَوْ كَانَ دِرْهَمًا وَّاحِدًا، وَلٰكِنْ تَشْتَرِطُ نِصْفَ الرِّبْحِ لَكَ وَنِصْفَهُ لَهُ أَوْ ثُلُثَهُ لَكَ وَ ثُلُثَاهُ لَهُ، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، أَوْ أَقَلَّ مَا دَامَ لَهُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ مِنْهُ شِرْكٌ قَلِيْلٌ أَوْ كَثِيْرٌ، فَإِنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ حَلَالٌ، وَهُوَ قِرَاضُ الْمُسْلِمِيْنَ، أخرجه سحنون في "المدونة" (ص: ٤٨) أيضًا، وسنده حسن۔

٤٤٨٤...... قال ابن وهب: أخبرني ابن لهيعة عن خالد بن أبي عمران أَنَّهُ سَأَلَ الْقَاسِمَ وَسَالِمًا عَنِ الْمُقَارِضِ أَيَأْكُلُ مِنْ مَالِ الْقِرَاضِ وَيَرْكَبُ أَوْ مِنْ مَالِهِ؟ فَقَالَا: يَأْكُلُ وَيَكْتَسِيْ، وَيَرْكَبُ مِنَ الْقِرَاضِ إِذَا كَانَ ذٰلِكَ فِيْ سَبَبِ الْقِرَاضِ، وَفِيْمَا يَنْبَغِيْ لَهُ بِالْمَعْرُوْفِ۔

فائدہ:۔ ہر شرط سے تو مضاربت فاسد نہیں ہوتی بلکہ بعض شرطوں سے فاسد ہوتی ہے جس سے مراد مثلاً ایسی شرط لگانا جس کا عقد تقاضہ نہیں کرتا اور اس میں رب المال کی ذات کا نفع ہے مثلاً مضارب کے ذمہ کوئی زائد کام لگا دے مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

☆......(۴۴۸۳) سحنون فرماتے ہیں کہ مجھے یونس نے بیان کیا کہ ابوالزناد نے فرمایا یہ بات درست نہیں کہ کسی کو بطور مضاربت مال حوالے کیا جائے اور اپنے لئے نفع کی خاص مقدار کی شرط لگائی جائے اگرچہ وہ ایک درہم ہی ہو، ہاں یہ شرط لگائی جاسکتی ہے کہ مال کے سب کچھ میں آدھا نفع تیرا اور آدھا اس کا ہوگا یا تہائی تیرے لئے اور دو تہائی اس کیلئے ہوگی یا اس سے کم یا زیادہ مقدار ہر ایک کیلئے ہو چاہے شراکت تھوڑے مال میں ہو یا زیادہ میں کیونکہ یہ صورتیں جائز ہیں اور یہی مسلمانوں کی مضاربت ہے، اس روایت کو بھی سحنون نے مدونہ میں روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ:۔ یہ بھی جائز اور ناجائز قسم کی شرطوں کی مثال ہے۔

☆......(۴۴۸۴) ابن وھب ابن لہیعہ سے اور وہ خالد بن ابی عمران سے روایت کرتے ہیں کہ خالد نے بتایا کہ انہوں نے حضرت قاسم اور سالم رحمہما اللہ سے پوچھا کہ کیا مضارب مال مضاربت سے کھا سکتا ہے یا سوار ہو سکتا ہے یا اپنے مال میں سے کھائے؟ دونوں حضرات نے فرمایا مال مضاربت سے کھائے اور پہنے اور سواری کا انتظام بھی کرے بشرطیکہ یہ ضروریات مضاربت کے سبب پیش آئیں اور مناسب و معروف طریقے سے ان کے اخراجات لے۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ تاجر مال مضاربت میں سے دوران سفر خرچ نکال سکتا ہے۔ حضر میں نہیں نکال سکتا۔ ابن رشد بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں کہ مال مضاربت میں سے مضارب کیلئے خرچ لینے کے بارے میں تین قول ہیں۔ (۱) امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اس کیلئے خرچ لینا جائز نہیں مگر جب رب المال اجازت دے تو، (۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ خرچ لے سکتا ہے یہ حضرت ابراہیم نخعی اور حسن بصری رحمہما اللہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول ہے۔ (۳) اور کچھ حضرات کہتے ہیں کہ سفر میں خرچ کھانا لباس لے سکتا ہے حضر

٤٤٨٥...... قال ابن وهب: وأخبرنی اللیث عن یحیی بن سعید أَنَّهُ قَالَ ذٰلِكَ إِذَا كَانَ الْمَـ
يَحْمَلُ ذٰلِكَ ثُمَّ يَقْتَسِمَانِ مَا بَقِيَ بَعْدَ الزَّكَاةِ وَالنَّفَقَةِ۔

٤٤٨٦...... وأخبرنی ابن وهب عن ابن لهيعة عن ربيعة بن أبی عبدالرحمٰن أَنَّهُ كَانَ يَقُو
لَوْلَا أَنَّ الْمُقَارِضَ يَأْكُلُ مِنَ الْمَالِ وَيَكْتَسِي لَمْ يَحِلَّ لَهُ الْقِرَاضُ، أخرج الآثار كلها سحنون فی "المدونة" (٤:٥)، وأسانيدها حسان۔

٤٤٨٧...... ابن وهب عن ابن لهيعة، وحيوة بن شريح عن محمد بن عبدالرحمٰن الأسدی يتيم عروة۔ عن عروة بن الزبير عن حكيم بن حزام أَنَّهُ كَانَ يَدْفَعُ الْمَالَ مُقَارَضَةً إِلَى الرَّجُلِ، وَيَشْتَرِطُ عَلَيه أَنْ لَايَنْزِلَ بِهِ بَطْنَ وَادٍ، وَلَا يَبْتَاعُ بِهِ حَيَوَاناً، وَلَا يَحْمِلُهُ فِي بَحْرٍ وَلَا يَشْتَرِيْ بِلَيْلٍ، فَإِنْ فَعَلَ شَيْئًا مِـ ذٰلِكَ فَقَدْ ضَمِنَ الْمَالَ، وَإِنْ تَعَدّٰى ضَمِنَ مِنْ فِعْلِ ذٰلِكَ أخرجه سحنون فی "المدونة" (٤:٦١) وسنده صحيح، قال الحافظ فی "التلخيص" (٢:٢٥٥) رواه البيهقی بسند قوی أَنَّهُ كَانَ يَدْفَعُ الْمَـ

میں نہیں لے سکتا امام مالک وابوحنیفہ وسفیان ثوری اور جمہور علماء کا یہی قول ہے البتہ امام مالک یہ شرط لگاتے ہیں کہ تب لے سکتا ہے جب مالِ مضاربت اس خرچ کا متحمل ہو یہی حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور بیماری میں مضارب خرچ لے سکتا ہے یا نہ، امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لے سکتا ہے لیکن اُن کا مشہور قول اور جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مرض میں اس کیلئے خرچہ نہیں ہوگا دلیل یہ ہے کہ جو نفع مضارب ورب المال کے مابین طے ہوا یہ اُس سے زائد نفع ہے جو جائز نہیں ہے۔

☆......(۴۴۸۵) ابن وھب نے لیث سے یحییٰ بن سعید کا قول روایت کیا ہے کہ فرمایا جب مالِ مضاربت خرچ کا متحمل ہو تو مضارب خرچ لے سکتا ہے پھر زکوٰۃ اور خرچہ کے بعد جو بچے گا اس کو دونوں تقسیم کرلیں گے۔

☆......(۴۴۸۶) ابن وھب نے ابن لہیعہ سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کا قول روایت کیا ہے کہ فرمایا اگر مضارب مالِ مضاربت میں سے نہ کھا سکے نہ پہن سکے تو اس کیلئے مضاربت حلال ہی نہ ہوگی (یعنی مجبوری کے وقت دورانِ سفر ان خرچوں کی اجازت ہے) ان سب آثار کو سحنون نے مدونہ میں تخریج کیا اور ان کی سندیں حسن ہیں۔

☆......(۴۴۸۷) ابن وھب ابن لہیعہ وحیوۃ بن شریح سے (عروہ کے یتیم) محمد بن عبدالرحمٰن اسدی سے وہ عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو بطور مضاربت مال حوالے کرتے تھے اور یہ شرط لگاتے تھے کہ تجارت کیلئے بطن وادی میں نہیں ٹھہرو گے اور جانور نہیں خرید و گے اور نہ دریا کا سفر کرو گے نہ رات کو خرید و گے، اگر ایسا کیا تو مال کے (نقصان کے) ضامن ہو گے۔ اسی طرح اگر خود کوتاہی کرو گے تو بھی اس کے ضامن ہو گے۔ اس کو سحنون نے مدونہ میں روایت کیا اور سند صحیح ہے۔ علامہ ابن حجر تلخیص

مضَارَبَةً إِلَى أَجَلٍ وَيَشْتَرِطُ عَلَيْهِ، فذكر نحوه، زاد ابن وهب في حديثه: وكان السبعة يقولون ذلك، وهم سعيد بن المسيب وعروة بن الزبير والقاسم بن محمد وخارجة بن زيد بن ثابت وعبيد الله بن عبد الله و سليمان بن يسار وأبو بكر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن هشام مع مشيخة سواهم أهل فضل وفقه اه، كذا في "المدونة" أيضا۔

٤٤٨٨...... سحنون عن ابن وهب قال: أخبرني رجال من أهل العلم عن عطاء بن أبي رباح ويحيى بن سعيد وربيعة أبي عبدالرحمٰن ونافع أَنَّهُمْ قَالُوا: إِذَا خَالَفَ مَا أَمَرَهُ بِهِ فَهَلَكَ ضَمِنَ، وَإِنْ رَبِحَ فَلَهُمْ، قال يحيى بن سعيد: قَدْ كَانَ النَّاسُ يَشْتَرِطُوْنَ عَلَى مَنْ قَارَضُوا بِمِثْلِ هذا، وَقَالَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ: اَلرِّبْحُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ، لِأَنَّهُ عَصَى مَا قَارَضْتَهُ عَلَيْهِ، وَالضَّمَانُ عَلَيْهِ، كذا في "المدونة" (٢:٦٢)۔

(٢/٢٥٥) میں فرماتے ہیں کہ اس کو بیہقی نے بسند قوی روایت کیا ہے کہ وہ مال بطور مضاربت ایک خاص مدت تک کیلئے دیتے اور مضارب پر شرطیں لگاتے، ابن وھب نے اپنی روایت میں یہ زائد ذکر کیا کہ فقہاء سبعہ یعنی سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، خارجہ بن زید بن ثابت، عبید اللہ بن عبداللہ، سلیمان بن یسار، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بھی دوسرے اہل علم وفقہ سمیت یہ سب اسی کے قائل ہیں۔(مدونہ)

فائدہ:۔ اس روایت سے کئی باتیں ظاہر ہیں۔(۱) مضاربت کی مدت متعین کی جاسکتی ہے، (۲) خاص سامان خریدنے اور خاص جگہ تجارت کرنے کی شرط لگائی جاسکتی ہے۔یہی احناف کا مسلک ہے امام مالک وشافعی رحمہما اللہ کے نزدیک یہ شرط لگانے سے کہ فلاں شخص سے ہی خریدو گے۔فلاں سامان کی ہی تجارت کروگے وغیرہ اِس سے مضاربت صحیح نہ ہوگی یہ روایت احناف کی مؤید دلیل ہے امام شافعی و مالک رحمہما اللہ کی دلیل محض قیاس ہے کہ یہ شرطیں مضاربت کے مقصود کے خلاف ہیں۔نص کے مقابلہ میں قیاس ناقابل عمل ہے۔

☆......(۴۴۸۸) سحنون ابن وھب سے اور وہ بہت سے علماء سے حضرت عطاء بن ابی رباح ویحییٰ بن سعید وربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن اور ابی نافع رحمہم اللہ کا قول روایت کرتے ہیں کہ مضارب جب رب المال کے حکم کی خلاف ورزی کرے تو اگر مال ہلاک ہو تو مضارب ضامن ہوگا اور اگر نفع حاصل کرے تو اُن سب کا ہوگا۔یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ (پہلے) لوگ جس سے مضاربت کا معاملہ کرتے اس طرح کی شرطیں لگاتے تھے اور حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ نفع ہوا تو تیرے اور مضارب کے درمیان تقسیم ہوگا۔کیونکہ جس شرط پر تو نے اُس سے مضاربت کا معاملہ کیا تھا اس نے اُس کے خلاف کیا اور (نقصان کی صورت میں) ضمان اُسی پر ہوگا۔(مدونہ)

فائدہ:۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اگر رب المال نے مضارب کو خاص شہر یا خاص سامان کی تجارت کا کہا تو مضارب کیلئے خلاف

٤٤٨٩...... سحنون عن ابن وهب عن الليث بن سعد و يحيى بن أيوب عن يحيى بن سعيد أَنَّهُ قَالَ فِيْ رَجُلٍ كَانَ قَبْلَهُ مَالُ قِرَاضٍ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَأَخَذَهُ غُرَمَاؤُهُ فَقَالَ يَحْيٰى: صَاحِبُ الْقِرَاضِ إِنْ عَرَفَ مَالَهُ فَهُوَ أَوْلٰى بِهٖ- قَالَ يَحْيىَ بْنُ أَيُّوبَ: قَالَ يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ: وَإِنْ لَمْ يَعْرِفْ مَالَهُ بِعَيْنِهٖ فَتَقُوْمُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ كذا في المدونة أيضا (٤: ٦٩)-

٤٤٩٠...... عن الزهري أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَكُوْنُ شَرِيْكًا لِابْنِهٖ فِيْ مَالٍ فَيَقُوْلُ أَبُوْهُ: لَكَ مِائَةُ دِيْنَارٍ مِنَ الْمَالِ الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ قَالَ: قَضٰى أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ أَنَّهُ لَا يَجُوْزُ حَتّٰى يَحُرُزَهُ مِنَ الْمَالِ وَيَعْزِلَهُ-

ورزی جائز نہیں اگر خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی اور شہر گیا اور خریداری کی تو نقصان کا ضامن ہوگا اور نقصان اُسی کا اپنا ہوگا اور نفع بھی اُسی کا اپنا ہوگا کیونکہ اب رب المال کے حکم کے بغیر تصرف کیا تو یہ وکیل نہ ہوا غاصب بن گیا۔ لیکن امام ابوحنیفہ ومحمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس نفع کو صدقہ کرے یہ نفع پاک مال نہیں ہے البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے (بدائع) امام شعبی وحکم اور حماد وابراہیم نخعی رحمہم اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ صدقہ کردے۔

☆......(۴۴۸۹) سحنون ابن وھب سے وہ لیث بن سعد و یحیٰی بن ایوب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت یحیٰی بن سعید نے اس شخص کے بارے میں جس کے پاس مال مضاربت تھا اور اس پر قرض تھا وہ مال مضاربت قرض خواہوں نے لے لیا حضرت یحیٰی نے فرمایا کہ رب المال اگر اپنا مال پہچانے تو وہ اسکا زیادہ حقدار ہے یحیٰی بن ایوب یحیٰی بن سعید سے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ فرمایا کہ اگر رب المال اپنا مال بعینہ نہ پہچانے کہ جس پر گواہ قائم کر سکے تو اس مال میں قرض خواہ حصہ دار ہوں گے۔ (مدونہ)۔

فائدہ:۔ یہی احناف کا مسلک ہے مضارب کے پاس رب المال کا مال بطور امانت ہوتا ہے اسی طرح مودع اور عاریۃً لینے والے (وغیرہ) آدمیوں کے پاس دوسروں کا مال امانت ہوتا ہے تو اگر وہ شخص مرجائے اور یہ بیان کرنے کا موقع نہ ہوا کہ اُس کے پاس کس کا کون سامان ہے؟ تو اگر مال والے نے اپنے مال کو پہچان لیا تو وہی حقدار ہوگا ورنہ اگر کسی دوسرے کا مال میت کے پاس موجود ہونے اور میت کی ملک سمجھا جانے کی وجہ سے قرض خواہ لے گئے تو بطور مضاربت یا امانت یا عاریت رکھنے اور دینے والے کا مال میت کے ترکے سے قرض ٹھہرا کر نکالا جائے گا۔ کیونکہ جب میت نے بیان بھی نہ کیا تھا اور اصل مالک بھی نہ پہچان سکا تو گویا میت اُس کی امانت ہلاک کرنے والا ہوا اور ہلاک کرنے کی صورت میں مستہلک پر ضمان ہے اس لئے وہ میت کے ترکہ سے نکالا جائیگا۔

☆......(۴۴۹۰) امام زہری سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی مال میں اپنے بیٹے کے ساتھ شریک ہے اب باپ بیٹے کو کہتا ہے کہ جو مال میرے اور تیرے درمیان مشترک ہے اس میں سے تیرے لئے سو دینار ہیں (میں نے تجھے دیئے) فرمایا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے فیصلہ دیا کہ یہ جائز نہیں حتی کہ وہ باپ مال میں سے سو دینار علیحدہ کر کے محفوظ کرلے (تب دے تو ٹھیک ہے) اس کو عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے روایت کیا (کنز العمال جلد ۴ جز نمبر ۷ ص ۱۴)۔

أخرجه عبدالرزاق وابن أبی شیبة وابن ماجة (كنز العمال ٤: ٧)۔

٤٤٩١...... محمد قال: أخبرنا خالد بن عبدالله عن المغيرة الضبی عن إبراهيم النخعی فِیْ رَجُلٍ دَفَعَ إِلٰی رَجُلٍ مَالًا مُضَارَبَةً، وَنَهَاهُ عَنِ النَّسِيئَةِ، فَقَالَ: إِنْ شَاءَ ضَمَّنَ وَتَصَدَّقَ بِرِبْحِهٖ، أخرجه فی كتاب الحجج له۔ (ص: ٢٦٢) و خالد بن عبدالله هو الطحان الواسطی ثقة من رجال الجماعة (تقريب ص: ٥٠)۔

﴿كِتَابُ الْوَقْفِ﴾

بَابُ مَشْرُوْعِيَةِ الْوَقْفِ وَأَنَّهٗ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْرَثُ وَلَا يُوْهَبُ

٤٤٩٢...... عن أبی هريرة أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: " إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ اَشْيَاءَ: صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ، أَوْ عِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهٖ، أَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْ لَهٗ" رواه الجماعة إلا البخاری وابن ماجة (نيل الأوطار ٥: ٢٦)۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ دوشریکوں میں سے کوئی ایک اپنے شریک ساتھی کو مشترک مال میں سے کچھ بھی ہبہ نہیں کر سکتا جب تک اس مال کو تقسیم کے بعد اپنے قبضہ میں نہ لے لے جس کو ہبہ کرنا چاہتا ہے تو باب کے مطابق رب المال مضارب کو نفع میں سے کچھ ہبہ نہیں کر سکتا جب تک نفع میں سے اپنا حصہ (تقسیم کر کے) وصول نہ کر لے۔

☆......(۴۴۹۱) امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں خالد بن عبداللہ نے مغیرہ بن ضبی سے روایت بیان کی کہ اُس آدمی کے بارے میں جس نے دوسرے کو بطور مضاربت مال دیا اور اُدھار سے روکا حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ (جب مضارب نے خلاف ورزی کی تو نقصان ہونے کی صورت میں) اگر رب المال چاہے تو اس سے ضمان لے اور (نفع کی صورت میں) مضارب نفع کو صدقہ کر دے (کتاب الحجج ص ۲۶۲) اس کا راوی خالد بن عبداللہ طحان واسطی ثقہ صحاح ستہ کا راوی ہے (تقریب)۔

فائدہ:۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اگر مضارب رب المال کے کہے ہوئے کی خلاف ورزی کرے تو اگر نقصان ہو تو بھی مضارب کا ہوگا اور نفع ہو تو وہ بھی اسی کا ہوگا۔ مگر نفع کو صدقہ کر دے یہ روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

﴿کتاب الوقف﴾

باب: وقف کے مشروع ہونے کا بیان اور یہ کہ وقف چیز نہ بیچی جا سکتی ہے نہ ہبہ ہو سکتی ہے نہ اس کا وارث بنایا جا سکتا ہے

☆......(۴۴۹۲) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جب انسان فوت ہو جاتا ہے اس کا عمل بند ہو جاتا

ہے مگر تین چیزوں کا ثواب جاری ہوتا ہے یعنی صدقہ جاریہ اور علم جس سے نفع اٹھایا جائے اور نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرے۔ اس حدیث کو بخاری وابن ماجہ کے سوا جماعت نے روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار ۵/ ۲۶، مشکوٰۃ ۱/ ۳۲، مسلم ۲/ ۴۱، ترمذی ۱/ ۱۶۵)۔

فائدہ:۔ اس حدیث میں صدقہ جاریہ کا ذکر ہے اور صدقہ جاریہ یہی وقف ہے تو اس حدیث سے وقف کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے امام موفق نے مغنی میں بحوالہ ترمذی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو بھی صاحب استطاعت تھا اس نے کچھ نہ کچھ وقف کیا ہے۔

اس میں اتفاق ہے کہ جو وقف اللہ تعالیٰ کیلئے صدقہ جاریہ کی صورت میں ہو مثلاً تعمیر مساجد، اور مسافروں کیلئے راستوں پر سرائے بنانا اور مسلمانوں کیلئے پانی کے انتظامات اور سرحدات پر مجاہدین کیلئے رہنے کے کمرے بنانا ایسے ہی مکہ مکرمہ میں حجاج کیلئے رہنے کے گھر بنانا اپنے گھر کا کچھ حصہ مسلمانوں کیلئے راستہ بنا دینا وغیرہ ان سب چیزوں میں وقف کرنے کے بعد وقف کرنے والے کو رجوع کرنا جائز نہیں۔ نہ دوبارہ ملک میں لاسکتا ہے وقف کے بارے میں امام صاحب رحمہ اللہ کا مسلک کیا ہے؟ اس بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہوگئے۔ بعض نے ذکر کیا کہ امام صاحب کے نزدیک وقف جائز نہیں صرف مسجد بنانا اور اس کا وقف لازم ہوجانا صحیح ہے۔ اور بعض نے کہا جائز تو ہے لیکن لازم نہیں ہوجاتا (مبسوط) مگر حق یہ ہے کہ وقف کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) چیز کو اصل سمیت پورا پورا وقف کردے۔ مثلاً زمین وقف کر کے مسجد بنادی یا قبرستان بنایا یا مجاہدین یا حجاج کی رہائش بنادیا (۲) چیز کی منفعت تو وقف کی۔ اصل وقف نہ کی پہلی قسم میں وقف صحیح بھی ہے اور لازم بھی ہوجاتا ہے جمہور کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام صاحب کا مذہب ہے اور دوسری صورت میں جب تک واقف زندہ ہے بالاتفاق آمدنی صدقہ کرنا واجب ہوگا مثلاً زمین کا غلہ مسجد وغیرہ یا فقراء پر وقف کیا تو اس کو غلہ کا صدقہ کرنا لازم ہوگا۔ اور یہ غلہ کو صدقہ کرنے کی منت کے بمنزلہ ہوگا۔ اسی طرح جب حاکم نے حکم جاری کردیا کہ فلاں واقف کی وقف شدہ زمین وغیرہ وقف ہے اور وقف کے مطابق اس میں عمل ہو تو حاکم کے حکم کے بعد اس زمین وغیرہ سے واقف کی ملکیت ختم ہوجائے گی۔ بالاتفاق چاہے واقف زندہ بھی ہو۔ ایسے ہی جب واقف نے موت کے بعد وقف ہونے کا کہہ دیا تو بھی واقف کی ملکیت ختم ہوگئی۔ یہ صورتیں اتفاقی ہیں۔ البتہ واقف نے جب منفعت صدقہ کی ہو۔ اور اصل اپنے پاس روک رکھے اور موت کے بعد وقف ہونے کا نہ کہے اور دائمی وقف ہونا ذکر نہ کرے اور حاکم بھی اس کے وقف کی صحت کا فیصلہ نہ دے تو اس میں اختلاف ہے امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک یہ وقف لازم نہ ہوگا۔ بلکہ واقف وقف شدہ کو بیچ بھی سکتا ہے ہبہ بھی کرسکتا ہے اور واقف کے مرنے پر یہ اس کی میراث ہوگی اور صاحبین اور اکثر علماء فرماتے ہیں یہ وقف درست ہے اور لازم بھی ہوجائے گا۔ لہٰذا واقف نہ بیچ سکے گا نہ ہبہ کرسکے گا، نہ وقف شدہ اس کی میراث ہوگا۔

اور امام صاحب رحمہ اللہ سے جو وقف کی ممانعت منقول ہے دراصل وہ ممانعت ان کے زمانہ میں مروج وقف کی خاص صورت کی ہے یہ وہ صورت ہے کہ واقف اپنی اولاد اور اولاد اولاد کے نام وقف کرے یہ وقف صحیح نہیں کیونکہ ایسی وقف شدہ چیز کسی وقت فقراء کے پاس نہیں پہنچتی اور واقف کے مرنے پر اولاد کے پاس بطور میراث پہنچ جاتی ہے حالانکہ وقف وہ ہوتی ہے جو کبھی بصورت میراث تبدیل نہیں ہوتی اور فقراء کے پاس پہنچتی ہے۔

٤٤٩٣...... عن ابن عمر أَنَّ عُمَرَ أَصَابَ أَرْضًا بِنْ أَرْضِ خَيْبَرَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالاً قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِيْ بِنْهُ فَمَا تَأْمُرُنِيْ؟ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا، فَتَصَدَّقَ بِهَاعُمَرُ عَلٰى أَنْ لَّا تُبَاعَ وَلَا تُوْهَبَ وَلَا تُوْرَثَ فِي الْفُقَرَاءِ وَذَوِي الْقُرْبٰى وَالرِّقَابِ وَالضَّيْفِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَّأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَيُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ، وَفِيْ لَفْظٍ: غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالاً- رواه الجماعة، وفي حديث عمرو بن دينار قَالَ فِيْ صَدَقَةِ عُمَرَ: لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ أَنْ يَّأْكُلَ وَيُوْكِلَ صَدِيْقًا لَهُ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ- قَالَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِيْ صَدَقَةَ عُمَرَ، وَيُهْدِيْ لِنَاسٍ بِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ أخرجه البخاري (المنتقى)، وهو موصول الإسناد، كما في رواية الإسماعيلي (نيل الأوطار ٥: ٢٦٢)، وفي لفظ للبخاري من طريق صخر بن جويرية عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما أَنَّ عُمَرَ تَصَدَّقَ بِمَالٍ لَهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانَ يُقَالُ لَهُ- ثَمْغٌ وَكَانَ نَخْلًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَلٰكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ فَتَصَدَّقَ بِهِ عُمَرُ الحديث (فتح الباري ٥: ٢٩٣)-

☆......(۴۴۹۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر کی ایک زمین حاصل ہوئی تو عرض کیا یارسول اللہ! مجھے خیبر کی زمین حاصل ہوئی ہے جس سے بڑھ کر عمدہ مال مجھے کبھی حاصل نہیں ہوا تو آپ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا اگر تو چاہے تو اصل زمین اپنے پاس رکھ کر صدقہ کردے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو فقراء اور قریبی رشتہ داروں اور غلاموں کی آزادی اور مہمانوں اور مسافروں کے اخراجات میں صرف کرنے کیلئے اس شرط پر صدقہ کردیا کہ نہ اس کو بیچا جائے نہ ہبہ کی جائے نہ بطور میراث تقسیم ہو، اور جو اس کی ذمہ داری سنبھالے اس کیلئے اُس میں سے مناسب طریقہ سے کھانے میں حرج نہیں اور غیر متمول (مال جمع کر کے نہ رکھنے والے) شخص کو بھی کھلاسکتا ہے۔ اس حدیث کو جماعت نے روایت کیا ہے (بخاری ا/۳۸۲، مسلم ۲/۴۱، ترمذی ا/۱۶۵، ابوداؤد ۲/۴۲) اور عمرو بن دینار کی حدیث میں ہے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ والی حدیث میں یہ بھی بیان کیا کہ (فرمایا) متولی پر حرج نہ ہوگا کہ خود بھی کھائے اور مال جمع کر کے رکھنے والے کے علاوہ اپنے دوستوں کو کھلائے، اور بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے متولی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ تھے اور جو اہل مکہ ان کے پاس آیا کرتے ان کو ہدیہ کیا کرتے تھے۔ اس کو بخاری (ا/۳۱۱) نے روایت کیا (المنتقی) یہ حدیث سند متصل کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے (نیل الاوطار) اور بخاری کے بطریق صخر بن جویریہ عن نافع عن ابن عمر یہ لفظ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا مال حضور ﷺ کے زمانہ میں صدقہ کیا اُس زمین کو ثمغ کہا جاتا تھا وہ کھجوریں تھیں تو آپ ﷺ نے ان کو فرمایا تھا کہ اس کی اصل کو

٤٤٩٤ ...... حدثنا حماد هو ابن خالد حدثنا عبدالله هو العمري عن نافع عن ابن عمر قال: أَوَّلُ صَدَقَةٍ- أَيْ مَوْقُوفَةٍ- كَانَتْ فِي الْإِسْلَامِ صَدَقَةُ عُمَرَ، رواه أحمد كما في "فتح الباري" (٥: ٣٠١)- وإسناده حسن-

٤٤٩٥ ...... عن عمرو بن سعد بن معاذ قال: سَأَلْنَا عَنْ أَوَّلِ حَبْسٍ فِيْ الإِسْلَامِ فقال المهاجرون: صدقة عمر، وَقَالَ الْأَنْصَارُ: صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، رواه عمر بن شيبة، وفي إسناده الواقدي (فتح الباري ٥: ٣٠١) قلت: قد تقدم غير مرة أنه مقبول في المغازي والسير والراجح عندنا توثيقه-

صدقہ کردے کہ نہ بیچی جائے نہ ہبہ کی جائے نہ بطور میراث تقسیم ہو لیکن صرف اس کا پھل خرچ کیا جائے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو صدقہ کر دیا (فتح الباری ۶/ ۳۸)۔

فائدہ:۔ یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے روایت کے اوّل الذکر الفاظ احناف کے خلاف ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ واقف شخص اگر صرف منفعت وقف کرے اور اصل اپنے پاس رکھے تو واقف کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اب وقف شدہ چیز کی بیع ہبہ نہیں ہو سکتا نہ بطور میراث اس کے ورثاء میں تقسیم ہوتی لیکن اس حدیث کے جملہ مروی الفاظ سامنے رکھے جائیں تو احناف کے خلاف نہیں بلکہ متعدد الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض الفاظ جو احناف کے خلاف معلوم ہوتے ہیں ان میں راوی سے تقدم و تأخر ہوا ہے صحیح ترتیب وہ ہے جو ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اصل اپنے پاس روک لے اور صدقہ کر دے تو اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر صدقہ کیا کہ اس کی اصل نہ بیچی جائے نہ ہبہ کی جائے نہ بطور وراثت تقسیم ہو یعنی اصل اپنی ملکیت میں روک رکھی اور منفعت صدقہ کی اور لا یباع ولا یوھب الخ کے الفاظ نبی کریم ﷺ کے نہ تھے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تھے راوی نے اِس کو کلام نبوی بنا کر نقل کیا۔ تو اِن الفاظ سے ظاہر ہوا کہ ملکیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رہی اور منفعت صدقہ کی اور اصل باقی رکھنے اور منفعت صدقہ کرنے سے واقف کی ملکیت ختم نہیں ہوتی (فیض الباری ۳/ ۴۱۴)۔

☆ ......(۴۴۹۴) ہمیں حماد بن خالد نے عبداللہ العمری سے انہوں نے نافع سے روایت بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا صدقہ (یعنی وقف) اسلام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا، اس کو امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا (فتح الباری ۶/ ۴۸ طبع دار الفکر) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ:۔ اس سے وقف کا جواز ظاہر ہوتا ہے۔

☆ ...(۴۴۹۵) عمرو بن سعد بن معاذ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اسلام میں پہلے وقف سے متعلق ہم نے پوچھا تو مہاجرین نے بتایا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صدقہ ہے اور انصار نے بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہے۔ اس روایت کو عمر بن شبہ نے روایت کیا اور اس کی سند میں واقدی ہے (فتح الباری ۶/ ۴۸) یہ کئی بات ذکر ہو چکا ہے کہ واقدی مغازی و سیر میں مقبول ہے اور ہمارے نزدیک اس کا ثقہ ہونا راجح ہے۔

٤٤٩٦...... وفي مغازي الواقدي أَنَّ أَوَّلَ صَدَقَةٍ مَوْقُوفَةٍ كَانَتْ فِي الْإِسْلَامِ أَرَاضِيَ مُخَيْرِيقٍ الَّتِيْ أَوْصَى بِهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَوَقَفَهَا النَّبِيُّ ﷺ. (فتح الباري ٥: ٣٠١).

٤٤٩٧...... وروى البيهقي (٦: ١٦٠) من طريق أبي حفص الأبار عن الأعمش عن إبراهيم عن مسروق عن عائشة رضي الله عنها "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَعَلَ سَبْعَةَ حِيْطَانٍ لَهُ بِالْمَدِيْنَةِ صَدَقَةً عَلَى بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ"، أبو حفص الأبار صدوق يهم فالحديث حسن.

٤٤٩٨...... وَحَبَسَ عُثْمَانُ بِئْرَ رُوْمَةَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِعِلْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَنْقُلُ ذٰلِكَ الْخَلَفُ عَنِ السَّلَفِ جِيْلًا بَعْدَ جِيْلٍ، وَهِيَ مَشْهُوْرَةٌ بِالْمَدِيْنَةِ، وَكَذٰلِكَ صَدَقَاتُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْمَدِيْنَةِ مَشْهُوْرَةٌ وَقَدْ تَصَدَّقَ عُمَرُ فِيْ خِلَافَتِهِ بِثَمْغٍ، وَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ، وَكَانَ يَغِلُّ مِائَةَ وَسْقٍ بِوَادِي الْقُرٰى كُلُّ ذٰلِكَ حَبْسًا وَقْفًا لَا يُبَاعُ وَلَا يُشْتَرٰى، وَحَبَسَ عُثْمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ دُوْرَهُمْ عَلٰى بَنِيْهِمْ وَضِيَاعًا مَوْقُوْفَةً، وَكَذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَسَائِرُ الصَّحَابَةِ جُمْلَةً صَدَقَاتِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ أَشْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ لَايَجْهَلُهَا أَحَدٌ، وَأَوْقَفَ

☆......(۴۴۹۶) مغازی واقدی میں ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا صدقہ جو وقف ہوا وہ مخیریق کی زمینیں تھیں جن کی اُس نے نبی کریم ﷺ کو وصیت کی تھی تو نبی کریم ﷺ نے ان کو وقف کیا (فتح الباری ۶/ ۴۸)۔

☆......(۴۴۹۷) امام بیہقی نے (سنن ۶/ ۱۶۰) ابوحفص ابار کی سند سے اعمش سے انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے حضرت عائشہ ؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے اپنے سات باغ بنو ہاشم اور بنو مطلب پر صدقہ ٹھہرائے تھے، راوی ابوحفص ابار سچا ہے وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے تو یہ حدیث حسن ہے۔

☆......(۴۴۹۸) حضرت عثمان ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے علم سے مسلمانوں پر بیر رومہ وقف کیا جس کو سلف سے خلف کی بہت بڑی تعداد نے نقل کیا ہے اور وہ کنواں مدینہ طیبہ میں مشہور ہے۔ ایسے ہی مدینہ طیبہ میں نبی کریم ﷺ کے صدقات مشہور ہیں۔ اور حضرت عمر ؓ نے اپنی خلافت میں ثمغ زمین وقف کی اور مال صدقہ کیا اور وادی قریٰ میں سو وسق غلہ لاتے کل کا کل وقف کا ہوتا اس کی خرید وفروخت نہ ہوتی تھی۔ اور حضرت عثمان وطلحہ اور زبیر اور علی اور عمرو بن عاص ؓ نے اپنے گھر اور جائیدادیں بچوں پر وقف کرتے ہوئے روک رکھے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر اور صاحبزادی فاطمہ اور سب صحابہ ؓ نے اپنے صدقات مدینہ طیبہ میں وقف کئے جو آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں کوئی ان سے ناواقف نہیں اور عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ نے وھط مال کو اپنے بیٹوں پر وقف کیا، ہم نے سندوں میں اختصار کر دیا کیونکہ یہ معاملات مشہور ہیں۔ ابن حزم نے اس کو محلی (۹/ ۱۸۰) میں ذکر کیا ہے حضرت عثمان ؓ کا بیر رومہ اور حضرت عمر ؓ کا ثمغ وقف کرنا صحیح روایت میں ثابت

عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ الْوَهْطَ عَلٰى بَنِيْهِ، اختصرنا الأسانيد لاشتهار الأمر، قاله ابن حزم في "المحلی" (٩: ١٨٠)، وحبس عثمان بئر رومة، وحبس عمر ثمغ ثابت في الصحيح وأما غير ذلك مما ذكر فقد رواه البيهقي في سننه عن الحميدي معضلا (٦: ١٦١)۔

٤٤٩٩ ...... حدثنا سليمان بن داوٗد المهري أنا ابن وهب أخبرني الليث عن يحيى بن سعيد عَنْ صَدَقَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: نَسَخَهَا لِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الخطاب: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ هٰذَا مَا كَتَبَ عَبْدُاللّٰهِ عُمَرُ فِيْ ثَمْغٍ فَقَصَّ مِنْ خَبَرِهِ نَحْوَ حَدِيْثِ نافِعٍ، قَالَ: غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا فَمَا عَفَا عَنْهُ مِنْ ثَمَرِهِ فَهُوَ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ، قال: وساق القصة، قَالَ: وَإِنْ شَاءَ وَلِيُّ ثَمْغٍ اِشْتَرٰى مِنْ ثَمَرِهِ رَقِيْقًا لِعَمَلِهِ، وَكَتَبَ مُعَيْقِيْبٌ صَدَقَةٌ لِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَالْمُقِيْمِ عَلَيْهَا أَنْ يَاكُلَ، او يُوْكِلَ صَدِيْقًا لَا جُنَاحَ، ولَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ مَا قَامَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرضُ، جَعَلَ ذٰلِكَ إِلَى ابْنَتِهِ حَفْصَةَ، فَإِذَا مَاتَتْ فَإِلٰى ذِى الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا اه (٢: ٤٠٦) وَشَهِدَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْأَرْقَمِ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، هٰذَا مَا أَوْصٰى بِهِ عَبْدُاللّٰهِ عُمَرُ ...

ہے اور ان کے علاوہ حضرات کے وقف کی روایت امام بیہقی نے سنن (۱۶۱/۶) میں حمیدی سے معضلاً بعض روایت کی ہے۔

فائدہ:۔ ان سب روایات سے وقف کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

☆......(۴۴۹۹) ہمیں سلیمان بن داؤد مہری نے ان کو ابن وھب نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھے لیث نے یحییٰ بن سعید سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے بارے میں روایت بیان کی فرمایا عبدالحمید بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے میرے لئے لکھ کر دیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ ہے جو عبداللہ بن عمر نے ثمغ کے بارے میں لکھا۔ پھر عبدالحمید نے نافع کی حدیث کی طرح اس کی خبر بتائی اس میں (غیر متمول مالاً کی جگہ) غیر متاثل مالاً ہے (معنی دونوں کا ایک ہے) اور یہ بھی ہے کہ ثمغ کا جو پھل بچ جائے وہ سائل اور محروم کیلئے ہوگا مزید پورا قصہ بیان کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ثمغ زمین کا متولی چاہے تو زمین کے پھلات سے زمین کے کاروبار کیلئے غلام خرید سکتا ہے، اور یہ بات معیقیب نے یوں لکھی اور عبداللہ بن ارقم گواہ ہوئے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ یادداشت ہے جس کو اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین نے لکھوایا اگر عمر کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو (یاد رکھیں کہ) ثمغ زمین اور صرمہ بن اکوع اور وہ غلام جو اس میں ہے اور وہ سو حصے جو خیبر میں ہیں اور وہ غلام جو اس میں ہے اور وہ سو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی میں بطور غلہ دیئے اس کی متولی زندگی تک حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہوں گی پھر ان کے گھرانے میں سے جو صاحب رائے ہو وہ متولی ہوگا اس کی خرید وفروخت نہ کی جائے اور متولی جہاں مناسب سمجھے سائل آدمی ہو یا محروم اور رشتہ دار اس پر خرچ کرے، اور متولی کے خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے میں یا اس کی آمد سے غلام خریدنے میں حرج نہیں ہے، اس روایت کو ابوداؤد نے روایت

الْمُؤْمِنِيْنَ إِنْ حَدَثَ بِهٖ حَدَثٌ أَنَّ ثَمْغًا وَصِرْمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ وَالْعَبْدَ الَّذِیْ فِیْهِ۔ وَالْمِائَةَ سَهْمِ الَّذِیْ بِخَيْبَرَ وَ رَقِيْقَهُ الَّذِیْ فِيْهِ وَالْمِائَةَ الَّتِیْ أَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ ﷺ بِالْوَادِيْ تَلِيْهِ حَفْصَةُ مَاعَاشَتْ ثُمَّ يَلِيْهِ ذُوالرَّأْیِ مِنْ أَهْلِهَا أَنْ لَايُبَاعَ وَلَايُشْتَرٰی يُنْفِقُهُ حَيْثُ رَأٰی مِنَ السَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ وَذِی الْقُرْبٰی، وَلَا حَرَجَ عَلٰی مَنْ وَلِيَهُ إِنْ أَكَلَ آكَلَ أَوِ اشْتَرٰی رَقِيْقًا مِنْهُ۔ رواه أبوداوٗد، وسكت عنه هو والمنذری (عون المعبود ٣: ٧٦)۔

بَابٌ إِذَا صَحَّ الْوَقْفُ خَرَجَ مِنْ مِلْكِ الْوَاقِفِ وَلَمْ يَدْخُلْ فِیْ مِلْكِ الْمَوْقُوْفِ عَلَيْهِ

٤٥٠٠...... عن نافع عن ابن عمر "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِعُمَرَ: إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا

کیا(۲/۴۲)اور ابوداؤد اور منذری دونوں نے سکوت اختیار کیا (عون المعبود ۳/۷۶)۔

فائدہ:۔ اوپر حدیث ۴۴۹۳ کی ایک توجیہ کی گئی تھی اِس روایت سے اس کی دوسری توجیہ ہوسکتی ہے وہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین ثمغ وغیرہ کا اپنی وفات کے بعد کیلئے وقف ہونا بیان کردیا تھا اور اس کا متولی حضرت حفصہ کو اور ان کے بعد کسی صاحب رائے کو قرار دیا تھا اور احناف کے نزدیک بھی جب وقف کرنے والا اپنی وفات کے بعد کیلئے بھی وقف شدہ کا وقف ہونا بیان کردے تو وہ وقف شدہ واقف کی ملکیت سے نکل جاتی ہے اب نہ اس کی بیع ہوسکتی ہے نہ ہبہ نہ میراث بن سکتی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقف والی حدیث احناف کے خلاف نہ ہوئی لیکن یہاں یاد رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ وقف تب لازم ہوتا ہے جب واقف موت کے بعد کیلئے بھی وقف ہونا بیان کرے یا حاکم وقف شدہ کے وقف ہونے کا حکم جاری کرے ورنہ وقف لازم نہیں ہوجاتا مگر امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وقف کرتے ہی واقف کی ملکیت ختم ہوجاتی ہے چاہے حاکم نے حکم جاری نہ کیا ہو یا واقف نے وقف کا موت کے بعد کیلئے بھی وقف ہونا بیان نہ کیا ہو علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور یہی مختار ہے اور جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: جب وقف صحیح ہوجائے تو وقف شدہ واقف کی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور موقوف علیہ کی ملکیت میں بھی داخل نہیں ہوتا

فائدہ:۔ چونکہ ابھی اوپر ذکر ہوا کہ علامہ ابن ہمام نے فرمایا کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اس لئے اگلی بحثیں صاحبین کے قول کے مطابق ہوں گی۔

☆......(۴۵۰۰) حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا اگر تیری مرضی ہو تو

وَتَصَدَّقْتَ بِهَا" وفي رواية عبيدالله بن عمر: اِحْبِسْ أَصْلَهَا، وَسَبِّلْ ثَمْرَتَهَا، وفي رواية يحيى بن سعيد: تَصَدَّقْ بِثَمَرِهِ، وَحَبِسَ أَصْلَهُ، فَتَصَدَّقَ عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا، وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ فِي الْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبٰى وَالرِّقَابِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالضَّيْفِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، لَاجُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ أَوْ يُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيْهِ رواه البخاری وما فيه من الزيادات فمن فتح الباری (٥: ٢٩٩) وفيه أيضًا من طريق عمر بن شبة وأبی داوٗد: هذا مَا كَتَبَ عَبْدُ اللّٰهِ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ فِيْ ثَمْغٍ أَنَّهُ إِلٰى حَفْصَةَ مَا عَاشَتْ تُنْفِقُ ثَمَرَهُ حَيْثُ أَرَاهَا اللّٰهُ، فَإِنْ تُوُفِّيَتْ فَإِلٰى ذَوِی الرَّأْیِ مِنْ أَهْلِهَا اه (٥: ٣٠١)۔

بَابُ أَلْفَاظِ الْوَقْفِ وَجَوَازِ انْتِفَاعِ الْوَاقِفِ بِوَقْفِهِ الْعَامِ

٤٥٠١ ...... عن نافع عن ابن عمر أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِعُمَرَ: " إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا

اصل روک رکھ اور اس کو صدقہ کردے۔ اور عبید اللہ بن عمر کی روایت میں ہے۔ اس کی اصل روک لے اور اس کا پھل اللہ کی راہ میں صدقہ کر۔ اور یحییٰ بن سعید کی روایت میں لفظ ہیں۔ اس کا پھل صدقہ کردے اور اس کی اصل روک رکھ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر کہ اس کی اصل نہ بیچی جائے۔ نہ ہبہ کی جائے۔ نہ میراث بنائی جائے فقراء اور رشتہ داروں اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور اللہ کے راستہ میں اور مہمانوں اور مسافروں پر خرچ کرنے کیلئے صدقہ کیا (اور یہ کہ) اس کے متولی پر حرج نہ ہوگی۔ مناسب طریقہ سے اس میں سے خود کھائے یا غیر متمول دوست کو کھلائے اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور جو اس میں اضافے ہیں وہ فتح الباری سے ہیں۔ اور فتح الباری میں عمر بن شیبہ اور ابوداؤد کے طریق سے یہ بھی ہے کہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر کی تھی کہ) یہ وہ یادداشت ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمر نے ثمغ کے بارے میں لکھی کہ وہ زندگی تک حضرت حفصہ کے حوالے ہوگی جہاں اس کو اللہ سمجھائے وہاں پھل خرچ کرے اور اگر وہ وفات پا جائے تو اس کے گھرانے کے صاحب رائے کے حوالے ہوگی (فتح الباری ۶/ ۴۷ دیکھیں حدیث ۴۴۹۳)۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقف شدہ موقوف علیہ کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کڑی شرطیں لگانا اسی بات کو ظاہر کرتا ہے ورنہ اگر موقوف علیہ کی ملکیت میں وقف چیز آ جائے تو اس کو پورا اختیار ہوگا کسی بھی شرط کی پابندی کی ضرورت نہ ہوگی اور یہ شرطیں لگانا عبث و فضول ہوگا اور عبث کام عقلمند آدمی سے بعید ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شرطیں لگانا عبث نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وقف شدہ موقوف علیہ کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتی اس لئے واقف موقوف علیہ پر وقف چیز کے بارے میں احتیاطی شرطیں لگا سکتا ہے۔

باب: وقف کے الفاظ کا بیان اور یہ کہ واقف کیلئے وقف عام کرنے سے موقوف چیز سے نفع اٹھانا جائز ہے

☆ ......(۴۵۰۱) نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر تو چاہے تو ثمغ باغ کی

وَتَصَدَّقْتَ بِهَا"، فَتَصَدَّقَ عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ الحديث۔ رواه البخاری وفی روایة عبیدالله بن عمر: إِحْبِسْ أُصْلَهَا وَسَبِّلْ ثَمَرَتَهَا، وفی روایة یحیی بن سعید: " تَصَدَّقْ بِثَمَرِهِ وَحَبِّسْ أَصْلَهُ"، کما فی " فتح الباری" وقد مر فی الباب السابق۔

٤٥٠٢...... عن أبی هریرة مرفوعا: " إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ" الحدیث رواه الجماعة إلا البخاری، وقد تقدم أیضًا۔

٤٥٠٣...... عن عثمان أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَدِمَ الْمَدِينَةَ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ يُسْتَعْذَبُ غَيْرَ بِئْرِ رُومَةَ فَقَالَ: " مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ فَيَجْعَلُ فِيهَا دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ؟"، فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِي۔ رواه النسائی والترمذی، وقال: حدیث حسن (نیل الأوطار ٥:٢٦٠) ، وررواه البغوی فی الصحابة، وزاد: فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ بِخَمْسَةٍ وَثَلَاثِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ، ثُمَّ أَتَى النَّبِیَّ ﷺ، وَقَالَ: قَدْ جَعَلْتُهَا

اصل روک رکھ اور اس کو صدقہ کر دے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر صدقہ کیا کہ اصل نہ تو بیچی جائے نہ ہبہ کی جائے نہ میراث بنائی جائے (بخاری) اور عبید اللہ بن عمر کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اصل روک رکھ اور پھل صدقہ کر دے اور یحیٰ بن سعید کی روایت میں ہے اس کا پھل صدقہ کر دے اور اُس کو روک رکھ (فتح الباری دیکھیں حدیث ۴۴۹۳، ۴۵۰۰)۔

فائدہ:۔ اس روایت سے ظاہر ہوا کہ اگر آدمی کہے کہ میں نے یہ زمین صدقہ کی یا کہا محبوسۃ علی الفقراء یہ زمین فقراء پر روکی اور بند کی ہوئی ہے یا کہا فی سبیل اللہ ہے تو ان الفاظ سے وہ زمین وغیرہ وقف ہوگی البتہ دار و مدار اس قسم کے الفاظ کا عرف پر ہے اسی طرح اگر کہا میں نے اِس کو فقراء کیلئے ٹھہرایا ہے اور یہ الفاظ وقف کیلئے عرف میں استعمال ہوں تو وقف ہوگی ایسے ہی صریح وقف کے الفاظ بولنے سے بھی وقف ہو جائے گی۔

☆......(۴۵۰۲) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل ہے فرمایا جب آدمی فوت ہو جائے اس کا عمل بند ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب جاری ہوتا ہے۔ان میں سے ایک صدقہ جاریہ ہے۔اس حدیث کو بخاری کے سوا جماعت نے روایت کیا ہے۔(دیکھیں حدیث ۴۴۹۲)۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا کہ لفظ صدقہ بھی وقف کیلئے بولا جاتا ہے۔

☆......(۴۵۰۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہاں بیر رومہ کے سوا میٹھا پانی نہ تھا تو آپ نے فرمایا کون شخص بیر رومہ کو خرید کر اس میں اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈولوں کے ساتھ (برابر کا بنکر نہ کہ مالک بن کر) ڈالے گا کہ اس کو بیر رومہ کے عوض جنت میں اس سے بہتر کنواں ملے؟ تو میں نے اس کو اپنے ہی مال سے خریدا، اس کو نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے (۲/۲۱۱، باب مناقب عثمان)، (نیل الاوطار) اور اس کو بغوی نے فضائل صحابہ میں روایت کرتے ہوئے یہ

لِلْمُسْلِمِيْنَ (فتح الباری ۵: ۳۰۵)، وهو حسن أو صحیح علی أصله، وفی "التلخیص الحبیر": (۲۵۸) أَنَّ عُثْمَانَ وَقَفَ بِیْرَ رُوْمَةَ، وَقَالَ: دَلْوِیْ فِیْهَا کَدِلَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ علقه البخاری اھ۔

۴۵۰۴...... عن أنس بن مالك أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِیْ إِلَیَّ بَیْرُحَاءُ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَاللّٰهِ، فَضَعْهَا حَیْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ۔ الحدیث متفق علیه، وفی اللفظ لأحمد ومسلم قال: فَإِنِّیْ أُشْهِدُكَ أَنِّیْ جَعَلْتُ أَرْضِیْ بَیْرُحَاءَ لِلّٰهِ۔ (نیل الأوطار ۵: ۲۶۷)۔

۴۵۰۵...... عن ابن عباس أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ تُوُفِّیَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ، فَأَتَی النَّبِیَّ ﷺ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَهَلْ یَنْفَعُهَا شَیْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنِّیْ أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِیَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَیْهَا، وفی لفظ: صَدَقَةٌ عَنْهَا۔ رواه البخاری (فتح الباری ۵:۲۹۲) مختصرًا۔

زائد ذکر کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو پینتیس ہزار درہم پر خریدا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ میں نے اس کنویں کو مسلمانوں کیلئے ٹھہرالیا ہے۔ (فتح الباری) اور ابن حجر کے اصول کے مطابق یہ روایت حسن یا صحیح ہے۔ اور تلخیص خبیر میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیر رومہ وقف کیا اور فرمایا اس کنویں میں میرا ڈول بھی مسلمانوں کے ڈول کے برابر ہوگا۔ اس کو بخاری نے تعلیقاً روایت کیا۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فلاں چیز میں نے مسلمانوں کیلئے ٹھہرائی، یا اس کنویں میں میرا ڈول مسلمانوں کے ڈولوں کے برابر ہوگا۔ وقف کے الفاظ ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ واقف اپنی وقف کردہ چیز سے دوسرے مسلمانوں کی طرح نفع اٹھا سکتا ہے بشرطیکہ سب مسلمانوں کیلئے وقف کی ہو۔

☆......(۴۵۰۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نیکی کے اونچے درجہ کو نہ پہنچو گے یہاں تک کہ وہ خرچ کردو جو تمہیں محبوب ہو اور مجھے سارے مال میں سے محبوب بیرحاء ہے اور وہ اللہ کیلئے صدقہ ہے اس کی نیکی اور ذخیرہ کی اللہ کے ہاں امید رکھتا ہوں تو جہاں اللہ آپ کی سوچ میں ڈالیں اس کو خرچ کردیں۔ (بخاری ۱/ ۱۹۷، مسلم ۱/ ۳۲۳) اور امام احمد و مسلم کے لفظ ہیں میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی بیرحاء اللہ کیلئے ٹھہرائی ہے (نیل الاوطار)۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ یہ کہنا فلاں چیز اللہ کیلئے ہے یا اللہ کیلئے صدقہ ہے، وقف کے الفاظ ہیں ہاں عرف کا اعتبار لازمی ہے۔

☆......(۴۵۰۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوئیں تو سعد غائب تھے تو (واپسی پر) آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر میں والدہ کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو نفع دے گا؟ فرمایا ہاں تو عرض کیا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخراف والدہ کی طرف سے صدقہ ہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا (۱/ ۳۸۶، فتح الباری ۶/ ۳۱)۔

بَابٌ لِلْوَاقِفِ أَنْ يَشْتَرِطَ لِنَفْسِهٖ أَوْلِأَهْلِهٖ أَنْ يَأْكُلُوْا مِنَ الْوَقْفِ أَوْ يَنْتَفِعُوْا بِهٖ فَيَكُوْنُ لَهُمْ قَدْرَ مَا يَشْتَرِطُ

٤٥٠٦ ...... قال أحمد: سمعت ابن عيينة عن ابن طاوس عن أبيه عن حجر المدرى أَنَّ فِيْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَّأْكُلَ مِنْهَا أَهْلُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ غَيْرَ الْمُنْكَرِ، ذكره الموفق فى " المغنى" (٦: ١٩٣)، وقال: احتج به أحمد ورواه الخصاف من طريق الواقدى وابن أبى شيبة فى المصنف كلاهما قال: حدثنى سفيان بن عيينة عن ابن طاوٗس عن أبيه قال: ألم تر أن حجر المدرى حدثنى فذكر نحوه سواء، وحجر المدرى تابعى معروف، روى عن على و زيد بن ثابت وغيرهما، قال العجلى: تابعى ثقة من خيار التابعين (الإصابة٢: ٧٧)۔ قال الحافظ: أرسل حديثا فأخرجه بقى بن مخلد فى الصحابة، وهو وهم اه، قلت: فالأثر مرسل صحيح۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ زمین کو میت کی طرف سے صدقہ کرنا وقف ہے بشرطیکہ عرف ہو۔

باب: واقف اپنے لئے اور گھرانے کیلئے یہ شرط ٹھہرا سکتا ہے کہ وہ وقف شدہ چیز سے کھائیں گے یا نفع اٹھائیں گے اور شرط کے مطابق ان کیلئے نفع اٹھانا جائز ہوگا

☆......(۴۵۰۶) امام احمد فرماتے ہیں میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا انہوں نے ابن طاؤس سے انہوں نے اپنے والد طاؤس سے انہوں نے حجر مدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں یہ بات تھی کہ آپ کے گھرانے والے اس میں سے مناسب طریقہ سے کھائیں گے۔ نامناسب طریقہ سے نہیں۔ اس کو امام موفق نے مغنی (۶/۱۹۳) میں ذکر کیا اور فرمایا امام احمد نے اس سے حجت پکڑی ہے، اور اس کو خصاف نے واقدی کے طریق سے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا دونوں سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہیں کہ طاؤس کہتے ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حجر مدری نے مجھے یہ بیان کیا۔ حجر مدری مشہور تابعی ہیں جنہوں نے حضرت علی اور زید بن ثابت وغیرہم رضی اللہ عنہم سے روایت لی ہے امام عجلی فرماتے ہیں کہ انہوں نے حدیث مرسل بیان کی ہے تو بقی بن مخلد کو وہم ہوا انہوں نے حجر کو صحابہ میں ذکر کر دیا۔ لہٰذا یہ مرسل صحیح اثر ہے۔

فائدہ:۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وقف شدہ میں اس قسم کی شرط لگانا جائز ہے امام محمد اور امام شافعی و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ وقف اللہ تعالیٰ کے تقرب کیلئے بطور تملیک موقوف علیہم پر تبرع واحسان ہے۔ تو اس قسم کی شرط اس کو باطل کر دے گی۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے صدقہ یعنی وقف شدہ میں سے کھاتے تھے ہاں اگر وقف میں اپنے اور گھرانے والوں کے اس میں سے کھانے اور نفع اٹھانے کی شرط نہ لگائی ہو تو پھر وقف شدہ سے اُن کیلئے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے اِس پر اجماع ہے مذکورہ

٤٥٠٧...... عن أبي هريرة رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِيْنَارًا وَ دِرْهَمًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمَؤُنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ"، رواه البخاري (فتح الباري ٥: ٣٠٤)۔

٤٥٠٨...... عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما أَنَّ عُمَرَ اشْتَرَطَ فِيْ وَقْفِهِ أَنْ يَأْكُلَ مَنْ وَلِيَهُ وَيُؤْكِلَ صَدِيْقَهُ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ مَالًا۔ رواه البخاري أيضاً (فتح الباري ٥: ٣٠٤)، وَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّهُ جَعَلَ الْوِلَايَةَ لِأَهْلِهِ۔

٤٥٠٩...... عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ وَقَفَ دَارًا لَهُ بِالْمَدِيْنَةِ فَكَانَ إِذَا حَجَّ مَرَّ بِالْمَدِيْنَةِ فَنَزَلَ دَارَهُ۔ رواه البيهقي من طريق الأنصاري حدثني أبي عن ثمامة عنه، وذكره البخاري في الصحيح معلقا (فتح

اختلاف شرط ٹھہرانے کی صورت میں ہے احناف کے ہاں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل جو صاحب ہدایہ نے ذکر کی (جو اوپر ذکر ہوئی) اس کے متعلق علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں ملی لیکن (مولانا ظفر احمد فرماتے ہیں) مجھے مل گئی ہے کہ امام خصاف بطریق واقدی محمد بن بشر بن حبیب سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے ان کی خلافت کے زمانہ میں خناصرہ شہر میں سنا فرمایا کہ میں نے مدینہ میں (جبکہ وہاں بکثرت مہاجرین وانصار بزرگ موجود تھے) سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سات باغ جو اموال مخیریق میں سے آپ نے وقف کئے تھے (یہ بات بھی تھی کہ) آپ ﷺ اس میں سے کھاتے تھے (ص ۱؍۲) ،متن میں ذکر کردہ حدیثیں بھی اس کی دلیل ہیں۔

☆......(۴۵۰۷) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے ورثاء درہم ودینار تقسیم نہیں کریں گے۔ جو بیویوں کے خرچہ اور عاملوں کے اخراجات کے بعد جو متروکہ ہوگا وہ صدقہ ہوگا، اس کو بخاری نے روایت کیا ہے (۱/۳۸۹)۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وقف شدہ میں واقف شرط لگا سکتا ہے کہ اس وقف شدہ میں جو عامل محنت کریں گے ان کا خرچہ وقف شدہ کی آمدنی سے ہوگا، اور یہ کہ میرے مرنے کے بعد میری بیوی کا خرچ بھی وقف شدہ میں سے نکالا جائے گا اور بیوی کیلئے ٹھہرانا اپنے لئے ٹھہرانا ہے تو اپنے اور گھر والوں کیلئے نفع اٹھانے کی شرط ٹھہرانا جائز ثابت ہوا۔

☆......(۴۵۰۸) حضرت نافع ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وقف میں شرط ٹھہرائی تھی کہ جو اس کا متولی ہوگا وہ خود بھی کھا سکے گا اور اپنے غیر متمول دوست کو بھی کھلا سکے گا (بخاری ۱/۳۸۹) اور یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ انہوں نے وقف شدہ کی ولایت اپنے گھرانے والوں کیلئے مقرر کی تھی۔

فائدہ:۔ جس سے ثابت ہوا کہ اپنے گھر والوں کیلئے نفع اٹھانے کی شرط وقف میں درست ہے۔ کیونکہ جب متولی نفع اٹھا سکتا ہے اور متولی واقف کے گھر والے ہیں تو معنی ہوا کہ واقف کے گھر والے نفع اٹھا سکتے ہیں۔

☆......(۴۵۰۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مدینہ طیبہ میں موجود اپنے ایک گھر کو وقف کیا تھا تو جب حج کو آتے اور

الباری ٥: ٣٠٥)۔

٤٥١٠ ...... عن المقدام بن معديكرب رفعه: " مَا مِنْ كَسْبِ الرَّجُلِ كَسْبٌ أَطْيَبُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ، وَمَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَأَهْلِهٖ وَوَلَدِهٖ وَخَادِمِهٖ فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ"، رواه ابن ماجة، واللفظ له والنسائي بإسناد جيد، كذا في " الدراية" (ص: ٦٧٨)۔

٤٥١١ ...... عن أبي سعيد عن النبي ﷺ قال: "أَيُّمَا رَجُلٍ كَسَبَ مَالًا حَلَالًا فَأَطْعَمَهٗ نَفْسَهٗ أَوْ كَسَاهَا بِمَنْ دُوْنَهٗ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَإِنَّ لَهٗ زَكَاةً" رواه ابن حبان في صحيحه، والحاكم إلا أنه قال: فَإِنَّهٗ لَهٗ زَكَاةٌ، وقال: صحيح الإسناد، ولم يخرجاه (فتح القدير ٥: ٤٣٩)۔

٤٥١٢ ...... عن جابر أَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ لِرَجُلٍ: " اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا، فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ" الحديث، رواه مسلم (فتح القدير ٥: ٤٣٩)۔

مدینہ طیبہ سے گذرتے تو اپنے گھر میں ٹھہرتے تھے اس کو بیہقی نے (سنن ۶/۱۶۱) بطریق انصاری عن ابیہ عن عمامہ عن انس روایت کیا ہے اور امام بخاری نے صحیح میں (کتاب الوصایا) تعلیقاً ذکر کیا ہے (۱......۳۸۹) (فتح الباری ۱/۵۲)۔

فائدہ:۔ اپنے وقف شدہ گھر میں ٹھہرنا اُس سے نفع اٹھانا ہے اور چونکہ نفع اٹھانے کی شرط ٹھہرانے کے بغیر بالاجماع نفع نہیں اٹھاسکتا تو ظاہر یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ شرط ٹھہرائی تھی۔

☆......(۴۵۱۰) حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا فرمان روایت ہے کہ آدمی کی کمائی میں سے اس کے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ پاکیزہ کوئی کمائی نہیں ہے۔ اور جو کچھ آدمی اپنے آپ پر اور گھر والوں اور اولاد پر اور خادم پر خرچ کرے وہ اس کیلئے صدقہ ہے۔ اس کو ابن ماجہ (ص ۱۵۵) اور نسائی نے عمدہ سند سے روایت کیا ہے اور الفاظ ابن ماجہ کے ہیں (درایہ ص ۲۷۸)۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا اپنے آپ پر خرچ کرنا بھی ثواب کا عمل ہے جس سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ اپنی جان پر خرچ کرنے کیلئے وقف کرنا جائز ہے۔

☆......(۴۵۱۱) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو آدمی بھی مال حلال کمائے اور اپنے آپ کو یا اللہ کی مخلوق میں سے اپنے سوا کو کھلائے یا پہنائے تو وہ اس کیلئے پاکیزگی کا ذریعہ ہوگا۔ اس کو ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا اور فرمایا صحیح سند والی ہے مگر بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی (فتح القدیر ۵/۴۳۹)۔

☆......(۴۵۱۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا اپنی جان سے ابتداء کر تو اپنی جان پر صدقہ کر پھر اگر کچھ بچے تو گھر والوں پر صدقہ کر۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا (۱/۳۲۲)۔ (فتح القدیر ۵/۴۳۹)۔

فائدہ:۔ ان حدیثوں سے بھی اپنے آپ پر وقف کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

بَابٌ لَا يَصِحُّ الْوَقْفُ إِلَّا مُؤَبَّدًا وَجَوَازُ الْوَقْفِ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ وَالْفُقَرَاءِ وَيَرْجِعُ آخِرَهُ إِلَى الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَلَا يَرْجِعُ إِلَى الْمِيْرَاثِ أَبَدًا

٤٥١٣...... عن عبيدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر أَنَّ عُمَرَ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فذكر الحديث، وفيه: فَكَتَبَ عُمَرُ هٰذَا الْكِتَابَ: مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي ثَمْغٍ وَالْمِائَةِ الْوَسْقِ الَّتِيْ أَطْعَمَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أرضِ خَيْبَرَ، إِنِّيْ حَبَسْتُ أَصْلَهَا، وَجَعَلْتُ ثَمَرَتَهَا صَدَقَةً لِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَالْمُقِيْمِ عَلَيْهَا أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يُوْكِلَ صَدِيْقًا لَا جُنَاحَ. وَلَايُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ مَا قَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ، جَعَلَ ذٰلِكَ إِلَى ابْنَتِهٖ حَفْصَةَ، فَإِذَا مَاتَتْ فَإِلٰى ذِي الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا. رواه "الدار قطنی" (٥٠٦:٢)، واحتج به الحافظ فی "الفتح" (٢٩٩:٥)، فهو حسن أو صحیح.

باب: وقف تب ہی صحیح ہے جب دائمی وقف ہو اور بالآخر فقراء ومساکین کے پاس پہنچے اور کبھی میراث ہو کر نہ لوٹے

☆......(۴۵۱۳) عبیداللہ بن عمر نافع سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (زمین وقف کی) تو یہ یادداشت لکھی عمر بن خطاب کی طرف سے ثمغ زمین کے بارے میں اور ان سو وسق کے بارے میں جن کو رسول اللہ ﷺ نے بطور غلہ مجھے خیبر کی زمین سے دیا تھا۔ میں نے اس کی اصل روک لی اور اس کا پھل رشتہ داروں اور یتیموں ومسکینوں اور مسافروں کیلئے صدقہ بنایا اور جو اس پر نگران ہو وہ خود کھائے یا دوست کو کھلائے کوئی حرج نہیں اور نہ تو اس کو بیچا جائے نہ ہبہ کی جائے نہ میراث بنائی جائے جب تک آسمان وزمین موجود ہیں۔ حوالے کیا (متولی بنایا) اس کو اپنی بیٹی حفصہ کے جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے گھرانے کے صاحب رائے کے اس کو دار قطنی نے (۵۶/۲) روایت کیا اور اس سے علامہ ابن حجر نے فتح الباری (۶/۴۷) میں حجت پکڑی ہے تو یہ حسن صحیح حدیث ہے۔

فائدہ:۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کی یادداشت میں لکھا کہ آسمان وزمین کے قیام تک یہ وقف ہے جس سے ثابت ہوا کہ وقف کا دائمی وقف ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مالداروں اور غرباء سب پر وقف صحیح ہے بشرطیکہ بالآخر فقراء ومساکین کے پاس پہنچے اور یہ کہ وقف شدہ کبھی میراث کے طور پر واپس نہیں لوٹتی۔

۴۵۱۴...... حدثنا القاسم بن الفضل حدثنا محمد بن علی أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَصَدَّقَ بِأَرْضٍ لَّهُ لِيَقِيَ بِهَا وَجْهَهُ عَنْ جَهَنَّمَ عَلٰى مِثْلِ صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَسْتَثْنِ لِلْوَالِي مِنْهَا شَيْئًا كَمَا اسْتَثْنَاهُ عُمَرُ۔ رواه الخصاف فی أحكام الأوقاف له من طريق الواقدی (ص: ۱۰)، ورجاله ثقات، أما القاسم فهو الحدانی الأزدی أبو المغيرة البصری ثقة من رجال مسلم والأربعة، (تهذيب ۸: ۳۲۹) وأما محمد بن علی فأبو جعفر الباقر ثقة فاضل من أهل بيت النبوة روی له الجماعة فی الأمهات ، وروايته عن علی مرسلة، ولكنه من أهل بيته فهو مرسل حسن۔

۴۵۱۵...... حدثنا محمد بن عمر الواقدی أخبرنا عبدالرحمٰن بن أبی الزناد حدثنی عبداللّٰه بن عمرو أبو زهير الكعبی عن عبداللّٰه بن خارجة بن زيد عن أبيه عن زيد بن ثابت قال: لَمْ نَرَ خَيْرًا لِلْمَيِّتِ وَلَا لِلْحَيِّ مِنْ هٰذِهِ الْحَبْسِ الْمَوْقُوْفَةِ، أَمَّا الْمَيِّتُ فَيَجْرِيْ أَجْرُهَا عَلَيْهِ، وَأَمَّا الْحَيُّ فَتُحْبَسُ عَلَيْهِ لَا تُبَاعُ وَلَا تُوْهَبُ وَلَا تُوْرَثُ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى اسْتِهْلَاكِهَا، وَاَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ جَعَلَ صَدَقَتَهُ

☆......(۴۵۱۴) ہمیں قاسم بن فضل نے محمد بن علی سے بیان کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین اس لئے صدقہ کی تا کہ اس کے سبب اپنے چہرے کو جہنم سے بچا سکیں جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صدقہ تھا صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں سے متولی کیلئے کچھ مستثنیٰ نہ کیا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مستثنیٰ کیا تھا۔ اس کو خصاف نے احکام الاوقاف (ص ۱۰) میں بطریق واقدی روایت کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں قاسم حدانی ازدی ابوالمغیرہ بصری ثقہ اور مسلم وسنن اربعہ کے راوی ہیں (تہذیب) اور محمد بن علی ابوجعفر امام باقر ثقہ اور اہل بیت نبوی میں سے فاضل ہیں جماعت نے اپنی بڑی کتابوں میں اس کی روایات لیں اور ان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے لیکن چونکہ ان کے گھرانے کے آدمی ہیں اس لئے یہ مرسل حسن ہے۔

فائدہ:۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقف کی طرح وقف کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایات کے مطابق اس وقف میں بھی یہ بات ہوئی کہ اس کو بیچا نہ جائے گا۔ نہ ہبہ کیا جائے گا نہ میراث بنایا جائے گا اور دائمی وقف ہوگا۔

☆......(۴۵۱۵) ہمیں محمد بن عمر واقدی نے بیان کیا کہ انہیں عبدالرحمٰن بن ابی الزناد نے اُن کو عبداللہ بن عمرو اور ابوزہیر کعبی نے عبداللہ بن خارجہ بن زید عن ابیہ حضرت زید بن ثابت کی روایت بیان کی کہ حضرت زید نے فرمایا کہ ہم نے میت اور زندہ شخص کیلئے اس وقف شدہ روکے ہوئے سے بہتر کوئی چیز نہیں سمجھی میت کیلئے تو اس لئے کہ اس کا اجر جاری رہے گا اور زندہ کیلئے اس لئے کہ وقف شدہ اُسی کیلئے روکی ہوئی ہوگی کہ نہ بیچی جائے گی نہ ہبہ کی جائے گی نہ بطور میراث تقسیم ہوگی۔ اور نہ وہ زندہ اس کے ہلاک کردینے (خرچ کردینے) پر قادر

النَّبِيّ وَقفهَا عَلَى سُنَّةِ صَدَقَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَكَتَبَ كِتَابًا عَلٰى كِتَابِهٖ، قَالَ: وحدثنا عبدالرحمن بن ابى الزناد عن ابيه قال: كَتَبَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ صَدَقَتَهٗ عَلٰى كِتَابِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اهـ۔ رواه الخصاف فى أحكام الأوقاف له (ص: ١٢)۔

٤٥١٦...... قال (الواقدى): وحدثنى سعيد بن أبى زيد عن عمارة بن غزية عن أبى بكر بن حزم عن محمد بن مسلمة و زيد بن ثابت ورافع بن خديج أَنَّهُمْ تَصَدَّقُوْا عَلٰى صَدَقَةِ عُمَرَ۔ رواه الخصاف أيضا (ص: ١٢)۔

٤٥١٧...... حدثنا محمد بن عمر الواقدى حدثنى قدامة بن موسى عن بشير مولى المازنيين قال: سمعت جابر بن عبدالله يقول: لَمَّا كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَدَقَتَهٗ فِيْ خِلَافَتِهٖ دَعَا نَفَرًا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ، فَأَحْضَرَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ فَانْتَشَرَ خَبَرُهَا قَالَ جَابِرٌ: فَمَا أَعْلَمُ أَحَداً ذَا مَقْدَرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ إِلَّا حَبَسَ مَالًا مِنْ مَالِهٖ صَدَقَةً مَوْقُوْفَةً لَا تُشْتَرٰى وَلَا تُوْرَثُ وَلَا تُوْهَبُ، قال قدامة بن موسى: وسمعت

ہوگا۔اور حضرت زید نے اپنا صدقہ جس کو وقف کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے طریقہ پر وقف کیا تھا اور حضرت عمر کی یادداشت کی طرح یادداشت تحریر کی تھی فرماتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمن بن ابوالزناد نے اپنے والد کے واسطہ سے روایت بیان کی کہ حضرت زید نے اپنے صدقہ کو حضرت عمر کے صدقہ کے مطابق لکھا تھا۔اس کو خصاف نے احکام الاوقاف میں روایت کیا ہے (۱۲)

☆......(۴۵۱۶) واقدی کہتے ہیں کہ مجھے سعید بن ابی زید نے عمارہ بن غزیہ سے روایت بیان کی کہ ابوبکر بن حزم روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد بن مسلم اور زید بن ثابت اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے مطابق صدقہ کیا تھا،اس کو بھی خصاف نے روایت کیا ہے (۱۲)۔

☆......(۴۵۱۷) ہمیں محمد بن عمر واقدی نے قدامہ بن موسیٰ سے انہوں نے بشیر مولی المازنیین سے روایت بیان کی کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا فرما رہے تھے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خدمت میں اپنا صدقہ لکھا تو مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کو بلایا ان کو حاضر کر کے اس پر گواہ بنایا تو اُس وقف کی خبر پھیل گئی حضرت جابر کہتے ہیں مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جس طاقت والے کو بھی میں جانتا ہوں اس نے اپنے مال میں سے کچھ مال وقف شدہ صدقہ بنایا جس کو نہ خریدا جائے نہ میراث بنایا جائے نہ ہبہ کیا جائے۔قدامہ بن موسیٰ فرماتے ہیں میں نے محمد بن عبدالرحمن بن سعد بن زرارہ سے یہ فرماتے سنا کہ حضور ﷺ کے بدری مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جس کو بھی جانتا ہوں اس کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ اس نے اپنے مال میں سے کچھ وقف کیا جس کی خرید وفروخت نہ ہو نہ ہبہ کیا جائے

محمد بن عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارة يقول: مَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ إِلَّا وَقَدْ وَقَفَ مِنْ مَالِهٖ حَبْسًا لَايُشْتَرٰى وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ حَتّٰى يَرِثَ اللّٰهُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا- رواه الخصاف أيضا (ص: ١٥)-

بَابٌ يَجُوْزُ لِلْوَاقِفِ أَنْ يَلِيَ وَقْفَهٗ مَادَامَ حَيًّا، وَلَا يَجِبُ التَّسْلِيْمُ إِلٰى مُتَوَلٍّ آخَرَ غَيْرَهٗ

٤٥١٨ ...... أخبرني غير واحد من آل عمر وآل علي أَنَّ عُمَرَ وَلِيَ صَدَقَتَهٗ حَتّٰى مَاتَ وَجَعَلَهَا بَعْدَهٗ إِلٰى حَفْصَةَ، وَوَلِيَ عَلِيٌّ صَدَقَتَهٗ حَتّٰى مَاتَ، وَوَلِيَهَا بَعْدَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَإِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلِيَتْ صَدَقَتَهٗ حَتّٰى مَاتت، وَبَلَغَنِيْ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهٗ وَلِيَ صَدَقَتَهٗ حَتّٰى مَاتَ، ذكره الإمام الشافعي في "الام" له (٣: ٢٨١) هكذا معلقا، وتعليق مثله

نہ میراث بنایا جائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زمین اور زمین پر موجود سب کچھ کا وارث ہو۔ اس کو بھی خصاف نے (ص ۱۵) روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ ان سب روایات سے بھی عنوان پر دلالت واضح ہے۔

باب: وقف کرنے والے کیلئے جائز ہے کہ زندگی تک اپنے وقف شدہ کا خود متولی رہے، اور کسی دوسرے متولی کو سپرد کرنا اس پر واجب نہیں

☆ ......(۴۵۱۸) آل عمران اور آل علی کے بہت سے افراد نے مجھے بتلایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب تک زندہ رہے اپنے وقف کردہ کے متولی رہے اور اپنے بعد اس کی تو میت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وفات تک اپنے وقف کردہ کے خود متولی رہے اور ان کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما متولی ہوئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وفات تک اپنے وقف کردہ کی متولیہ رہیں اور بہت سے انصار سے متعلق مجھے یہ خبر پہنچی کہ وہ وفات تک اپنے وقف کردہ کے خود متولی رہے، اس کو امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام (۲۸۱/۳) میں اسی طرح تعلیقاً ذکر کیا ہے اور ایسے محدث کی تعلیق حجت ہے۔

فائدہ:۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک واقف اپنی وقف کردہ کا خود متولی بنے چاہے وقف کرتے وقت تو میت اپنے لئے شرط ٹھہرائی یا نہ یہ جائز ہے اور عندالاحناف یہی ظاہر مذہب ہے امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ بتایا جاتا ہے کہ اپنے متولی ہونے کی شرط لگائی ہو تو متولی بن سکتا ہے ورنہ متولی نہیں بن سکتا بلکہ کسی اور نگران کے حوالے کریگا۔ امام ابو یوسف کے قول پر دلیل نصوص کے علاوہ یہ ہے کہ (۱) جو بھی وقف کا متولی ہو اس کو تو میت واقف کی جانب سے ملے گی تو جو واقف دوسرے کو متولی بنا سکتا ہے وہ خود متولی کیوں نہیں بن سکتا؟ (۲) وقف چیز سے واقف کا

حجة، كما ذكرناه في المقدمة۔

٤٥١٩ ...... قَالَ الشَّافِعِيُّ: أَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ وَعَلِيٍّ وَعُمَرَ وَمَوَالِيهِم وَلَقَدْ حَفِظْنَا الصَّدَقَاتِ عَنْ عَدَدٍ كَثِيرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، لَقَدْ حَكَى عَدَدٌ كَثِيرٌ مِنْ أَوْلَادِهِم وَأَهْلِيهِمْ أَنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا يَلُونَ صَدَقَاتِهِمْ حَتّٰى مَاتُوا، يَنْقُلُ ذٰلِكَ الْعَامَّةُ مِنْهُمْ عَنِ الْعَامَّةِ لَا يَختَلِفُونَ، ... يَتَصَدَّقُ بِهَا الْمُسْلِمُونَ مِنَ السَّلَفِ يَلُونَهَا حَتّٰى مَاتُوا، وَإِنَّ نَقْلَ الْحَدِيثِ فِيهَا كَالتَّكَلُّفِ، كذا في الأم أيضاً (٣: ٢٧٦)۔

٤٥٢٠ ...... حدثنا الواقدي قال: قال لي أبو يوسف: مَاعِنْدَكَ فِيْ وَقْفِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه؟ فقلت: أخبرنا أبوبكر بن عبدالله عن عاصم بن عبيد الله عن عبدالله بن عامر بن ربيعة قال: شَهِدْتُ كِتَابَ عُمَرَ حِيْنَ وَقَفَ وَقْفَهُ أَنَّهُ فِيْ يَدِهٖ، فَإِذَا تُوُفِّيَ فَهُوَ إِلٰى حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ

تعلق دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ قریب کا ہے تو وہ تو میت کا بھی زیادہ حقدار ہے جیسے جو شخص زمین کو مسجد بنائے وہ مسجد کی تعمیر اور اس میں مؤذن مقرر کرنے کا زیادہ حقدار ہے اور جیسے جو غلام کو آزاد کرے غلام کا ولاء اُسی کو ملتا ہے کیونکہ وہ غلام کا زیادہ قریبی ہے، جب خود مذہب یہ ہے کہ واقف خود متولی بن سکتا ہے تو اس سے دوسرے مسئلہ کا بھی جواز ثابت ہوتا ہے یعنی مشترک چیز کا وقف کرنا بھی جائز ہے۔ یہ مسئلہ اگلے باب میں آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

☆......(۴۵۱۹) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اولادِ فاطمہ و اولادِ علی و عمر رضی اللہ عنہم اور ان کے بہت سے موالی اہل علم نے خبر دی اور بہت سے مہاجرین و انصار کی تعداد کے صدقات سے متعلق ہم نے یاد رکھا ان کی اولاد اور گھرانے کے بہت سے افراد نقل کرتے ہیں کہ وہ حضرات وفات تک اپنے صدقات کے متولی رہے اُن سے یہ بات بکثرت لوگوں نے بکثرت لوگوں سے نقل کی کہ سَلَف مسلمان جس کو صدقہ کرے وفات تک اس کے متولی ہوتے اور اس بارے میں (الگ الگ) حدیث نقل کرنا تکلف ہے۔ (کتاب الام ۳/۲۷۶)۔

☆......(۴۵۲۰) ہمیں امام واقدی نے بیان کیا کہ مجھ سے امام ابو یوسف نے پوچھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ سے متعلق تیرے پاس کیا ہے؟ تو میں نے بتایا کہ ہمیں ابوبکر بن عبداللہ بن عاصم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے خبر دی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کردہ کو وقف کیا میں ان کی یادداشت کے وقت حاضر ہوا (انہوں نے لکھا) کہ وقف کردہ (زندگی میں) ان کے قبضہ میں رہے گی جب وفات پائیں گے تو حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے حوالے ہوگی تو وفات تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے متولی رہے اور میں نے خود ان کو دیکھا وہ اس کے پھل اُس سال تقسیم کر رہے تھے جس سال وفات پائی پھر وقف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے ہوا، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے لیا ہے کہ جب واقف شرط لگا دے کہ وقف کردہ زندگی میں اُسی کے پاس رہے گی پھر جب وفات پائے گا تو فلاں بن فلاں کے

فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يَلِيْ وَقْفَهُ إِلٰى أَنْ تُوُفِّيَ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ هُوَ بِنَفْسِهِ يَقْسِمُ ثَمَرَةَ ثَمْغٍ فِي السَّنَةِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيْهَا ثُمَّ صَارَ إِلٰى حَفْصَةَ، فَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ: هٰذَا الَّذِيْ أَخَذْنَا بِهِ إِذَا اشْتَرَطَ الَّذِيْ وَقَفَ الْوَقْفَ أَنَّهُ فِيْ يَدِهٖ فِيْ حَيَاتِهٖ ثُمَّ إِذَا تُوُفِّيَ فَهُوَ إِلٰى فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ فَهُوَ جَائِزٌ وَهٰذَا فِعْلُ عُمَرَ كَمَا تَرٰى، رواه الخصاف في الاوقاف له (ص: ٨) واحتجاج المجتهد بحديث تصحيح له كما مر غير مرة، وأبو بكر بن عبدالله هو ابن أبي سبرة متهم بالوضع، وقال مصعب الزبيري، كان عالما (تقريب ص: ٢٤٧).

بَابُ وَقْفِ الْمُشَاعِ

٤٥٢١...... عن عمر أَنَّهُ مَلَكَ مِائَةَ سَهْمٍ مِنْ خَيْبَرَ اشْتَرَاهَا، فَلَمَّا اسْتَجْمَعَهَا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَصَبْتُ مَالًا لَمْ أُصِبْ مِثْلَهُ قَطُّ، وَقَدْ أَرَدْتُ أَنْ أَتَقَرَّبَ بِهٖ إِلَى اللّٰهِ، فَقَالَ: "حَبِّسِ الْأَصْلَ وَسَبِّلِ الثَّمَرَةَ"، وَيُرْوٰى: فَجَعَلَهَا عُمَرُ صَدَقَةً لَا تُبَاعُ وَلَا تُوْرَثُ وَلَا تُوْهَبُ۔ رواه الشافعي عن سفيان عن العمري عن نافع عن ابن عمر به، ورواه في القديم عن رجل عن ابن عون عن نافع باللفظ الثاني، وهو

حوالے ہوگی یہ جائز ہے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا، اس کو خصاف نے اوقاف (ص ٨) میں روایت کیا ہے اور (امام ابو یوسف مجتہد ہیں اور) مجتہد کا حجت پکڑنا حدیث کو صحیح ٹھہراتا ہے، اس کے راوی ابوبکر بن عبداللہ ابن ابی سبرہ ہیں وضع سے متہم ہیں اور مصعب زبیری کہتے ہیں کہ صاحب علم تھے۔

فائدہ:۔ حدیث کی باب کے عنوان پر دلالت واضح ہے۔

باب: مشترک چیز کے وقف کرنے کا بیان

☆......(٤٥٢١) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ خیبر کی زمین کی سو حصوں کے مالک بنے جن کو انہوں نے خریدا جب ان کو اکٹھا کرلیا تو عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسا مال حاصل ہوا کہ اُس جیسا کبھی مجھے حاصل نہیں ہوا اور میرا ارادہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصل کو روک لے اور پھل اللہ کے راستہ میں خرچ کر، اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کو اس طرح صدقہ کیا کہ نہ اس کی بیع کی جائے نہ میراث بنے نہ ہبہ کی جائے، اس کو امام شافعی نے سفیان سے بسند العمری عن نافع عن ابن عمر روایت کیا ہے اور قدیم میں عن رجل عن ابن عون عن نافع روایت کیا اور امام شافعی کی یہ حدیث بخاری ومسلم کی بھی حدیث ہے اور بخاری و مسلم میں اس کے علاوہ بھی ایک سند ہے (تلخیص جبیر ٢/ ٢٥٨)۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ جو فرمایا کہ سو حصے تھے تو مطلب ہوا کہ مشترک تھی، یہ صریح لفظ میں نے نہیں پائے بلکہ علم میں ایسے لفظ ہیں جو اس کے خلاف ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ مذکورہ مال کو ثمغ کہا جاتا ہے اور وہ کھجور کے درخت تھے۔

متفق علیه من حدیثه، وله طریق عندهما غیره (التلخیص الحبیر ٢: ٢٥٨)۔

قال الحافظ: قوله: إن المائة سهم کانت مشاعةً لم أجده صریحا بل فی مسلم ما یشعر بغیر ذلك فإنه قال: إن المال المذکور یقال له: ثمغ، وکان نخلا اھ۔

بَابٌ یَجُوْزُ وَقْفُ الْعِقَارِ وَالدُّوَرِ وَلَا یَجُوْزُ وَقْفُ مَا یُنْقَلُ وَیُحَوَّلُ إِلَّا تَبَعًا وَیَجُوْزُ وَقْفُ الْکِرَاعِ وَالسَّلَاحِ اِسْتِقْلَالًا وَکَذَا وَقْفُ مَا فِیْهِ تَعَامُلٌ مِنَ الْمَنْقُوْلَاتِ

فائدہ:۔ اس موقع پر بحث تو تفصیل سے کی گئی ہے لیکن بحث کا حاصل اور راجح بات یہ ہے کہ ثمغ ایک زمین کا نام ہے اس کے متعلق اور سو حصے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں حاصل ہوئے اور مزید سو وسق جوان کیلئے نبی ﷺ نے غلہ مقرر کیا تھا ان سب سے متعلق صدقہ کرنے کے ارادہ کے بارے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مشورہ کیا لیکن راویوں نے اختصار کیا بعض نے صرف ثمغ کا ذکر کیا بعض نے ثمغ اور سو حصوں کا اکٹھا ذکر کیا اور بعض نے اس کا اور سو وسق کا اکٹھے ذکر کر دیا تو یہ تین چیزیں تھیں آپ ﷺ نے سب کی اصل روک رکھنے اور پھل صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تو زمین ثمغ غیر مشترک تھی اور سو حصے اور سو وسق مشترک تھے امام بلاذری کی فتوح میں بسند ہ امام زہری سے منقول ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر فتح کیا تو اس کے خمس میں سے کچھ حصہ لشکر کیلئے تھا اشق اور نطاۃ اور سلالم اور وطیح زمینیں مسلمانوں کیلئے ٹھہریں تو آپ ﷺ نے ساری زمینوں کو آدھی آمدنی دینے کی شرط پر یہود کے قبضہ میں رہنے دیا تو اس میں سے جو کچھ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے پید فرماتے وہ مسلمانوں میں تقسیم ہوتا تھا حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے زمین کا رقبہ مسلمانوں میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم فرمایا (ص ٣٢) اس سے معلوم ہوا کہ خیبر کی زمینیں نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں میں تقسیم نہیں ہوئی تھیں۔ تو انہی زمینوں کے حصوں میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے سو حصے تھے جو مسلمانوں کے حصوں میں ملے ہوئے تھے انہی کے بارے میں آپ ﷺ سے مشورہ کیا آپ نے اصل روک کر پھل وقف اور صدقہ کرنے کا مشورہ دیا جس سے صاف ظاہر ہوا کہ مشترک زمین کا وقف بھی صحیح ہے کہ ثمغ زمین خیبر میں تھی لیکن مسند احمد میں ایوب ہی سے ہے کہ ثمغ یہود بنو حارثہ سے حاصل ہوئی تھی اور بنو حارثہ کے مکانات مدینہ طیبہ کے قریب تھے اور یہی صحیح ہے کہ یہ یہود بنو حارثہ کی زمین تھی نہ کہ یہود خیبر کی۔ امام سمہودی شافعی رحمہ اللہ نے بھی وفاء الوفاء میں یہود بنو حارثہ کی زمین ہونا ذکر کیا ہے ابو عبید بکری بھی ثمغ کا مدینہ کے قریب ہونا بیان کرتے ہیں۔ بہر حال ثمغ غیر مشترک تھی اور سو حصے اور سو وسق مشترک تھے ثابت ہوا کہ مشترک کا وقف بھی جائز ہے امام مالک اور شافعی اور ابو یوسف رحمہم اللہ کا یہی قول ہے امام محمد بن حسن کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

باب: زمینوں اور گھروں کا وقف جائز ہے اور منقولی چیز کا وقف جائز نہیں مگر بالتبع، اور سواری اور اسلحہ کا وقف بھی مستقل طور پر جائز ہے ایسے ہی جن منقولی چیزوں کے وقف میں تعامل ہو اس کا وقف بھی جائز ہے

٤٥٢٢...... عن عمرو بن الحارث ختن رسول اللّٰہ ﷺ أخي جويرية بنت الحارث قال: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِيْ كَانَ يَرْكَبُهَا وَسَلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيْلِ صَدَقَةً۔ أخرجه البخاري، كما في "الزيلعي" (٢:١٦٨)۔

٤٥٢٣...... عن عثمان بن الأرقم أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: أَنَا ابْنُ سَبْعِ الْإِسْلَامِ أَسْلَمَ أَبِيْ سَابِعَ سَبْعَةٍ، وَكَانَتْ دَارُهُ عَلَى الصَّفَا، وَهِيَ الدَّارُ الَّتِيْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُوْنُ فِيْهَا فِي الْإِسْلَامِ، وَفِيْهَا دَعَا النَّاسَ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَأَسْلَمَ فِيْهَا قَوْمٌ كَثِيْرٌ، وَدُعِيَتْ دَارُ الْأَرْقَمِ دَارُ الْإِسْلَامِ، وَتَصَدَّقَ بِهَا الْأَرْقَمُ عَلَى وَلَدِهِ، فَقَرَأْتُ نُسْخَةَ صَدَقَةِ الْأَرْقَمِ بِدَارِهِ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، هٰذَا مَا قَضَى الْأَرْقَمُ فِيْ رَبْعِهِ، مَا حَازَ الصَّفَا أَنَّهَا صَدَقَةٌ بِمَكَانِهَا مِنَ الْحَرَمِ لَا تُبَاعُ وَلَا تُوْرَثُ، شَهِدَ هِشَامُ بْنُ الْعَاصِ وَفُلَانٌ مَوْلٰى هِشَامٍ، قَالَ: فَلَمْ تَزَلْ هٰذِهِ الدَّارُ صَدَقَةً قَائِمَةً فِيْهَا وَوَلَدُهُ يَسْكُنُوْنَ وَيُوَاجِرُوْنَ وَيَأْخُذُوْنَ عَلَيْهَا، حَتّٰى كَانَ زَمَنُ أَبِيْ جَعْفَرٍ رواه الحاكم في "المستدرك" (٣:٥٠٢)، وسكت عنه هو والذهبي في تلخيصه، وفي سنده الواقدي، قال المحقق في "الفتح": وهو حسن عندنا (٥: ٤٢٩)۔

☆......(۴۵۲۲) حضرت عمرو بن الحارث سے جو رسول اللہ ﷺ کے سالے اور حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت نہ دینار چھوڑا نہ درہم اور نہ غلام نہ باندی اور نہ کچھ اور مگر سفید خچری جس پر سوار ہوا کرتے تھے اور اسلحہ اور وہ زمین جو مسافروں کیلئے صدقہ کی تھی۔ اس کو بخاری نے (کتاب الوصایا ۱/۳۸۲ میں) روایت کیا (زیلعی ۲/۱۶۸)۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے زمین کے وقف کا جواز آپ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔

☆......(۴۵۲۳) حضرت عثمان بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں اسلام لانے میں ساتویں نمبر کے آدمی کا بیٹا ہوں میرے والد اسلام لاتے وقت ساتویں تھے اور ان کا گھر صفا پر تھا یہی وہ گھر تھا جس میں حضور ﷺ زمانہ اسلام میں رہتے تھے اور اسی میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تو اس گھر میں بہت سے لوگ اسلام لائے اور دار ارقم دار الاسلام کہا جانے لگا۔ اور ارقم رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر اپنی اولاد پر صدقہ کر دیا میں نے ارقم کے گھر کو صدقہ کرنے کی یادداشت کا نسخہ پڑھا ہے (اس میں لکھا تھا) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ فیصلہ ہے جو ارقم نے اپنی حویلی سے متعلق جو صفا کو گھیرے ہوئے ہے فیصلہ کیا کہ حرم میں موجود ارقم کے مکان کے عوض یہ حویلی صدقہ ہے نہ بیچی جائے نہ میراث بنائی جائے، اور اس کے بچے اس میں رہائش رکھیں گے اور کرایہ پر دیں گے اور اس پر کرایہ لیں گے۔ یہ ابوجعفر کے زمانہ تک ایسا رہا، اس کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور حاکم و ذہبی دونوں نے سکوت کیا (۴/۲۲۰، ۲۲۱ طبع قدیمی کتب خانہ) اور سند میں واقدی ہے ابن

٤٥٢٤...... عن هشام بن عروة عن أبيه أَنَّ الزُّبَيْرَ جَعَلَ دُوْرَهُ صَدَقَةً عَلٰى بَنِيْهِ لَا تُبَاعُ وَلَا تُوْهَبُ وَلَا تُوْرَثُ، وَأَنَّ لِلْمَرْدُوْدَةِ مِنْ بَنَاتِهِ أَنْ تَسْكُنَ غَيْرَ مُضِرَّةٍ وَلَا مُضَرٍّ بِهَا، فَإِنِ اسْتَغْنَتْ بِزَوْجٍ فَلَيْسَ لَهَا حَقٌّ۔ وصله الدارمي في مسنده، وذكره البخاري تعليقاً (فتح الباري ٥:٣٠٥)۔ وَفِيْهِ حَدِيْثُ صَدَقَةِ عُمَرَ بِثَمْغٍ، وَوَقَفَ أَنَسٌ دَارًا لَهُ بِالْمَدِيْنَةِ، وقد تقدما، وأسند الخصاف في أول كتاب في الأوقاف عن جماعة من رجال الصحابة ونسائهم أَنَّهُمْ وَقَفُوْا أَرَاضِيَهِمْ وَدُوْرَهُمْ۔

٤٥٢٥...... وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: أَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَدَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ أخرجه الشيخان في الزكاة (زيلعي ٢: ١٦٨)۔

ہمام فتح القدیر (۵/۴۲۹) میں فرماتے ہیں یہ روایت ہمارے نزدیک حسن ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے گھر کا وقف جائز ہونا ثابت ہوا۔

☆......(۴۵۲۴) ہشام بن عروہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر اپنے بیٹوں پر وقف کئے تھے کہ نہ وہ بیچے جائیں نہ ہبہ کئے جائیں نہ میراث بنائے جائیں اور اس کی بیٹیوں میں سے جو گھر سے بے گھر کردی گئی ہو اس کیلئے بھی ہیں نہ تو اس کو ضرر دیا جائے نہ اس کی وجہ سے ضرر محسوس کیا جائے پھر اگر خاوند والی ہو کر بے نیاز ہو جائے تو اس کا حق نہ رہے گا۔ اس کو دارمی نے مسند میں موصولاً بیان کیا اور بخاری نے (۱/۳۸۹) تعلیقاً ذکر کیا (فتح الباری ۶/۵۲) اور اسی بارے میں ثمغ کی حضرت عمر کے صدقہ والی حدیث ہے اور حضرت انس نے مدینہ میں موجود اپنا گھر وقف کیا تھا جن کا ذکر ہو چکا اور خصاف نے کتاب الاوقاف کے شروع میں صحابہ مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت سے باسند روایت کیا کہ انہوں نے اپنی زمینیں اور گھر وقف کئے تھے۔

فائدہ:۔ اس سے گھر اور زمین کو وقف کرنے کا جواز ظاہر ہوا۔ اور یہ بھی کہ وقف میں بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر کرنا لازم نہیں جیسا کہ حضرت زبیر نے بیٹیوں سے متعلق فرمایا کہ بے گھر بیٹی جب خاوند والی ہو جائے تو اس کا حق نہ ہوگا۔

☆......(۴۵۲۵) اور نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ فرمایا حضرت خالد رضی اللہ عنہ جو ہیں تم خالد پر زیادتی کرتے ہو وہ تو ایسے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی زرہیں اللہ کے راستہ میں وقف اور تیار رکھی ہیں۔ اس کو بخاری (۱/۱۹۴) و مسلم نے کتاب الزکوۃ میں روایت کیا۔ (زیلعی ۲/۱۶۸)۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے اسلحہ اور اللہ کے راستہ میں کام آنے والے اسباب کے وقف کرنے کا جواز ثابت ہوا کہ اسی وقف پر آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تعریف کی۔

٤٥٢٦ ...... عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال: أَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْحَجَّ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ لِزَوْجِهَا: أَحْجِجْنِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: مَا عِنْدِيْ مَا أُحْجِجُكِ عَلَيْهِ، قَالَتْ: أَحْجِجْنِيْ عَلٰى جَمَلِكَ فُلَانٍ، قَالَ: ذٰلِكَ حَبِيْسٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَأَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: "أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَحْجَجْتَهَا عَلَيْهِ كَانَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" رواه أبوداوٗد وابن خزيمة في صحيحه، وأخرجه أيضا البخاري والنسائي مختصرًا، وسكت عنه أبوداوٗد والمنذري، ورجال إسناده ثقات (نيل الأوطار ٥: ٢٦٦)۔

٤٥٢٧ ...... حدثنا خالد بن أبي بكر قال: رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَبِيْعُ الْعَبْدَ مِنْ صَدَقَةِ عُمَرَ إِذَا رَأٰى بَيْعَهُ خَيْرًا، وَيَشْتَرِيْ غَيْرَهُ۔ رواه الخصاف من طريق الواقدي في الأوقاف له۔ (ص:٨)، وسنده حسن۔

☆......(۴۵۲۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا تو ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ مجھے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرنے دے، خاوند نے کہا میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس پر سوار کر کے تجھے حج کراؤں، وہ کہنے لگی اپنے فلاں اونٹ پر سوار کر کے مجھے حج کرا اس نے کہا کہ وہ تو اللہ کے راستہ میں وقف ہے، پھر وہ مرد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا اگر تو اس عورت کو اس اونٹ پر سوار کر کے حج کرا دے تو بھی تو وہ اونٹ اللہ کے راستہ میں ہی ہوگا۔ اس کو ابوداؤد نے (۱/۲۸۰) اور ابن خزیمہ نے صحیح (۲/۱۴۳۹) میں روایت کیا اور بخاری اور نسائی نے بھی مختصراً روایت کیا اور ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا اور سند کے راوی ثقہ ہیں۔ (نیل الاوطار)۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ سواری کے جانور کا وقف کرنا بھی جائز ہے اور یہ بھی کہ جو شخص کسی چیز کو اللہ کے راستہ کیلئے ٹھہرائے وہ اس کو حج میں بھی صرف کر سکتا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کیلئے جو چیز ٹھہرائی جائے تو اولاً وہ مجاہدین فی سبیل اللہ پر خرچ ہوگی جو خرچ نہ ہونے کے سبب مجاہدین کے قافلہ سے رکے ہوئے ہیں کیونکہ جب اللہ کا راستہ بولا جائے تو مراد جہاد فی سبیل اللہ ہوتا ہے۔ نہ کہ کچھ اور (ہاں ثانیاً دوسرے موقعوں پر اطلاق ہوتا ہے)۔

☆......(۴۵۲۷) خالد بن ابوبکر نے ہمیں بیان کیا کہ میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کا اونٹ بیچ رہے تھے کیونکہ اس کے فروخت کرنے میں انہوں نے خیر سمجھی۔ اور دوسرا غلام خرید رہے تھے۔ اس کو خصاف نے کتاب الاوقاف (ص ۸) میں بطریق واقدی روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ ہالتبع غلام کا وقف جائز ہے کیونکہ یہ غلام وقف کی زمین میں کام کرنے کیلئے وقف تھا، اور معلوم ہوا کہ کسی ایسی

٤٥٢٨...... حدثنا فروة بن أذينة عن عبدالرحمن بن أبان بن عثمان، وَكَانَ يَلِيْ صَدَقَةَ عُثْمَان بن عَفَّانَ، فَيَبِيْعُ مِنْ رَقِيْقِ صَدَقَةِ عُثْمَانَ مَنْ لَا خَيْرَ فِيْهِ، وَيَبْتَاعُ بِهَا، وَرَأَيْتُ غُلَامًا مِنَ الصَّدَقَةِ جَنٰى عَلٰى رَجُلٍ فَدَفَعَهُ بِالْجِنَايَةِ، لِأَنَّ قِيْمَتَهُ كَانَتْ أَقَلَّ مِنَ الْجِنَايَةِ۔ رواه الخصاف من طريق الواقدی أيضاً (ص: ٩)۔

بَابُ جَوَازِ الْوَقْفِ عَلَى النَّفْسِ وَعَلَى الْأَوْلَادِ وَأَوْلَادِهِمْ بِشَرْطِ أَنْ يَرْجِعَ آخِرُهُ صَدَقَةً عَلَى الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ

٤٥٢٩...... حَبَسَ عُثْمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ دُوْرَهُمْ عَلٰى بَنِيْهِمْ وَضِيَاعًا مَوْقُوْفَةً، وَأَوْقَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ الْوَهْطَ عَلٰى بَنِيْهِ، اختصرنا الأسناد لاشتهار الأمر، قاله ابن حزم في "المحلى"۔ (٩: ١٨٠)۔

خاص علت سے جس کے دور ہونے کا امکان نہیں وقف کردہ غلام کی جگہ دوسرے غلام کو وقف کرلیا جائے اور وقف کردہ اول غلام کو بیچ دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے مگر بلاوجہ یہ تبدیلی جائز نہیں مکروہ ہے۔ حضرت سلیمان بن یسار اور حسن بصری اور صاحبین سے یہ کراہت منقول ہے۔

☆......(۴۵۲۸) ہمیں فروہ بن اذینہ نے عبدالرحمٰن بن ابان بن عثمان سے روایت بیان کی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے متولی تھے۔ وہ حضرت عثمان کے صدقہ کے جس غلام میں خیر نہ ہوتی اس کو بیچتے اور اس کے عوض دوسرا خریدتے تھے اور میں نے صدقہ کا ایک غلام دیکھا اس نے ایک آدمی کی جنایت کی تھی تو انہوں نے جنایت کے عوض وہ غلام اس آدمی کو دے دیا جس کی جنایت کی تھی کیونکہ غلام کی قیمت جنایت سے کم تھی، اس کو خصاف نے بطریق واقدی روایت کیا ہے (ص ۹)۔

فائدہ:۔ اس روایت سے بھی مذکورہ فائدے میں ذکر کیے ہوئے مسائل نکلتے ہیں۔

باب: اپنی جان پر اور اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر بھی وقف کرنا جائز ہے بشرطیکہ بالآخر فقراء و مساکین پر وقف ہو

☆......(۴۵۲۹) حضرت عثمان اور طلحہ و زبیر اور علی اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم نے اپنے گھر اپنے بیٹوں پر وقف کیے تھے اور زمینیں بھی وقف کی تھیں، اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے وہط زمین بیٹوں پر وقف کی تھی، چونکہ یہ معاملات مشہور ہیں اس لئے ہم نے سندوں میں اختصار کر دیا، اس کو ابن حزم نے محلی (۹/ ۱۸۰) میں ذکر کیا۔

فائدہ:۔ اولاد پر وقف کے جواز پر دلالت کرنے میں روایت واضح ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وقف فرمایا تھا اس میں سے خود کھاتے تھے اور گھر والوں کو اس میں سے مناسب طریقے سے کھانے کا فرمایا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کی روایات گذر چکیں کہ اپنے گھرانے کے آدمیوں کو متولی بنایا اور اجازت دی کہ خود کھا سکتے ہیں اور دوستوں کو بھی کھلا سکتے ہیں یہ سب دلیل ہیں اپنے اوپر اور اولاد پر وقف کے جواز کی۔

۴۵۳۰ ...... قال أبوبكر عبدالله بن الزبير الحميدي: تصدق أبوبكر بداره بمكة على ولده فهي إلى اليوم، وتصدق عمر بربعه عند المروة بالثنية على ولده فهي إلى اليوم، وتصدق علي بأرضه وداره بمصر و بأمواله بالمدينة على ولده فذلك إلى اليوم، وتصدق سعد بن أبي وقاص بداره بالمدينة وبداره بمصر على ولده فذلك إلى اليوم، وتصدق عثمان برومة فهي إلى اليوم، وعمرو بن العاص بالوهط من الطائف وداره بمكة والمدينة على ولده فذلك إلى اليوم، قال: وما لا يحضرني كثير۔ أخرجه البيهقي في الخلافيات (زيلعي ۲: ۱٦۸) وهو معضل۔

۴۵۳۱ ...... قال مالك: وهكذا حبس ابن عمر وزيد بن ثابت لا يخرج أحد لأحد ولا يعطي من لم يجد مسكنا كراء۔ رواه سحنون في "المدونة"۔ (۴: ۲۴۵)، ومراسيل مالك حجة۔

۴۵۳۲ ...... ابن وهب عن محمد بن عمرو عن ابن جريج عن عطاء بن أبي رباح أنه قال في صدقة الرباع: لا يخرج أحد من أهل الصدقة لأحد إلا أن يكون عنده فضل من المساكن۔ رواه

☆......(۴۵۳۰) امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں موجود اپنے گھر کو اپنی اولاد پر وقف کیا تھا وہ آج تک موجود ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عروہ کے پاس ثنیہ میں اپنی زمین اپنی اولاد پر وقف کی تھی وہ آج تک موجود ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصر میں موجود اپنی زمین اور گھر اور مدینہ میں موجود اپنے مال اولاد پر وقف کئے تھے وہ آج تک موجود ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک گھر مدینہ والا اور ایک گھر مصر میں موجود اولاد پر وقف کیا تھا وہ آج تک موجود ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیر رومہ وقف کیا تھا جو آج تک موجود ہے اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے طائف کی زمین وحط اور مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں موجود اپنا گھر اولاد پر وقف کیا تھا وہ آج تک موجود ہے فرمایا جو میرے ذہن میں ابھی موجود نہیں وہ بھی بہت سے ہیں۔ اس کو امام بیہقی نے خلافیات میں روایت کیا ہے (زیلعی ۲/۱٦۸) یہ مفصل روایت ہے۔

☆......(۴۵۳۱) امام مالک فرماتے ہیں اسی طرح حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے بھی وقف کیا اور شرط لگائی کہ وقف شدہ میں سے کوئی کسی کیلئے نہ نکالے اور جس کی رہائشگاہ نہ ہو وہ کرایہ نہ دے۔ اس کو سحنون نے مدونہ (۴/۲۴۵) میں روایت کیا اور امام مالک کی مراسیل حجت ہیں۔

☆......(۴۵۳۲) ابن وھب محمد بن عمرو عن ابن جریج سے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا قول روایت کرتے ہیں کہ زمینوں کے وقف کے بارے میں فرمایا اہل وقف میں سے کوئی کسی کیلئے نہیں نکال سکتا مگر یہ کہ اس کے پاس زائد رہائش ہو، اس کو بھی سحنون نے مدونہ میں روایت کیا اور اس کی سند حسن صحیح ہے۔

سحنون فی "المدونة" وسنده حسن صحیح۔

٤٥٣٣ ...... حدثنا معن بن راشد عن ابن طاوس عن أبیه أَنَّ رَجُلًا تَصَدَّقَ بِأَرْضٍ لَهٗ عَلٰی بَنِیْهِ وَبَنِیْ بَنِیْهِ وَجَعَلَ لِلْمَسَاكِیْنِ فِیْهَا شَیْئًا وَكَانَ وَالِیُ الْقَضَاءِ مَعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، فَأَجَازَهٗ۔ رواه الخصاف من طریق الواقدی (ص: ١٢)، وسنده حسن و معن بن راشد تصحیف وإنما هو معمر بن راشد معروف ثقة وأسنده الخصاف من طریق الواقدی عن علی و عثمان و زید بن ثابت ورافع بن خدیج و غیرهم أَنَّهُمْ تَصَدَّقُوْا عَلٰی صَدَقَةِ عُمَرَ كما تقدم۔

بَابُ شُرُوْطِ الْوَاقِفِ مَرْعِیَّةٌ مَالَمْ یَكُنْ فِیْهَا مَا یُنَافِی الْوَقْفَ وَیُنَاقِضُهٗ

٤٥٣٤ ...... وَقَفَ عُمَرُ وَشَرَطَ أَنْ لَّا جُنَاحَ عَلٰی مَنْ وَلِیَهٗ أَنْ یَّأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ، وَأَنَّ الَّتِیْ تَلِیْهِ حَفْصَةُ فِیْ حَیَاتِهَا، فَإِذَا مَاتَتْ فَذُو الرَّأْیِ مِنْ أَهْلِهَا، رواه أبو داوٗد بسند صحیح به وأتم منه (التلخیص الحبیر ٢: ٢٥٩)، قال الرافعی: وَعَلَیْهِ جَرَتْ أَوْقَافُ الصَّحَابَةِ اه۔ ی عَلٰی رِعَایَةِ شُرُوْطِ الْوَاقِفِ۔

☆...... (۴۵۳۳) معن بن راشد نے ابن طاؤس سے ہمیں بیان کیا کہ وہ طاؤس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی زمین اپنے بیٹوں اور پوتوں پر وقف کی اور اس میں کچھ حصہ مساکین کیلئے ٹھہرایا اس وقت والی قضاء حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے اس وقف کو نافذ ٹھہرایا۔ اس کو خصاف نے بطریق واقدی (ص ۱۲) روایت کیا اس کی سند حسن ہے اور راوی کا نام معن بن راشد غلطی ہے راوی معمر بن راشد ہے جو مشہور اور ثقہ ہے اور یہ بھی خصاف نے بطریق واقدی باسند روایت کیا کہ حضرت علی اور عثمان اور زید بن ثابت اور رافع بن خدیج وغیرہم رضی اللہ عنہم صحابہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقف کے مطابق وقف کیا تھا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

فائدہ:۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ اولاد یا اولاد الاولاد وغیرہ پر وقف ہو تو ضروری ہے کہ بالآخر مساکین فقراء کے پاس پہنچے۔ اسی طرح پہلے مستقل عنوان کے تحت ذکر ہو چکا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقف دائمی تھے اور دائمی تب ہی ہو سکتے ہیں کہ فقراء و مساکین کے پاس پہنچیں۔

باب: واقف کی لگائی ہوئی شرطیں جب تک وقف کے منافی نہ ہوں ان کی رعایت کی جائے

☆...... (۴۵۳۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کیا اور شرط ٹھہرائی کہ جو اس کا متولی ہو اس پر حرج نہیں کہ مناسب طریقہ سے اس میں سے کھائے اور یہ کہ اس کی متولیہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہونگی جب تک زندہ رہیں پھر جب وہ فوت ہوں تو اس کے گھرانے کا صاحب رائے متولی ہو اس کو ابوداؤد نے (۲/۴۲) بسند صحیح اور اس سے اتم روایت کیا (تلخیص جبیر ۲/۲۵۹) امام رافعی فرماتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوقاف (وقف شدہ) اسی پر یعنی واقف کی شرطوں کی رعایت پر جاری ہوئے ہیں۔

٤٥٣٥...... عن هشام بن عروة عن أبيه عن الزبير بن العوام أَنَّهُ جَعَلَ دُوْرَهُ عَلٰى بَنِيْهِ لَاتُبَاعُ وَلَا تُوْرَثُ وَلَا تُوْهَبُ ، وَأَنَّ لِلْمَرْدُوْدَةِ مِنْ بَنَاتِهِ أَنْ تَسْكُنَ غَيْرَ مُضَرَّةٍ وَلَا مُضَرٍّ بِهَا، فَإِذَا اسْتَغْنَتْ بِزَوْجٍ فَلَيْسَ لَهَا حَقٌّ، أخرجه الخصاف فى الأوقاف له من طريق الواقدى عن ابن أبى الزناد عنه، ثم أخرجه من طريق بشر بن الوليد عن أبى يوسف عنه مرسلا، والأثر قد علقه البخارى فى صحيحه كما تقدم۔

بَابُ الْوَقْفِ عَلَى الْأَقَارِبِ وَمَنِ الْأَقَارِبُ

٤٥٣٦...... قال ثابت: عن أنس قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِيْ طَلْحَةَ: " اجْعَلْهُ لِفُقَرَاءِ أَقَارِبِكَ"، فَجَعَلَهَا لِحَسَّانٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: حدثنى أبى عن ثمامة عن أنس بمثل حديث ثابت قال: " اجْعَلْهَا لِفُقَرَاءِ قَرَابَتِكَ" فَجَعَلَهَا لِحَسَّانٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَكَانَا أَقْرَبَ إِلَيْهِ مِنِّيْ،فَكَانَ حَسَّانٌ

☆......(۴۵۳۵) ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر اپنے بیٹوں پر وقف ٹھہرائے اس شرط پر کہ ان کی بیع کی جائے نہ میراث بنیں نہ ہبہ کئے جائیں اور یہ کہ اس کی جو بیٹی بے گھر ہو جائے وہ بھی رہائش رکھ سکتی ہے نہ اس کو ضرر دیا جائے نہ اس کے ذریعہ ضرر حاصل کیا جائے پھر جب وہ زوج والی ہو کر بے نیاز ہو جائے تو اس کا حق نہ ہوگا۔ اس کو خصاف نے اوقاف میں بطریق واقدی ابن ابی الزناد کے واسطہ سے ہشام سے روایت کیا پھر اس کو بشر بن ولید کے طریق سے ابو یوسف سے عن ہشام مرسل روایت کیا اور اس امر کو امام بخاری نے صحیح میں تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

فائدہ:۔ روایتوں کی عنوان پر دلالت واضح ہے صحابہ کا شرطیں لگانا ہی دلیل ہے کہ واقف کی لگائی ہوئی شرطوں کی رعایت ضروری ہے ورنہ اُن حضرات کا شرطیں لگانا عبث ہے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

باب: اقارب پر وقف کا بیان اور یہ کہ اقارب کا مصداق کون ہوں گے؟

☆......(۴۵۳۶) حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابوطلحہ سے (وقف باغ سے متعلق) فرمایا اس کو اپنے غرباء اقارب کیلئے ٹھہرا لے تو انہوں نے حسان اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کیلئے ٹھہرایا، اور انصاری اپنے والد سے عن ثمامہ روایت کرتے ہیں اسمیں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اپنے قرابت والے فقراء کیلئے ٹھہرا لے تو انہوں نے حضرت حسان اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کیلئے ٹھہرایا اور وہ میری بہ نسبت ان کے زیادہ قریبی تھے حضرت حسان تو حرام میں ان کے ساتھ اکٹھے ہوتے تھے اور حرام ان کے تیسرے دادے تھے اور اُبی رضی اللہ عنہ عمرو بن مالک میں ان کے ساتھ جاملتے تھے وہ ان کے ساتویں دادے تھے اس کو بخاری نے

يُجَامِعُهُ فِي حَرَامٍ وَهُوَ الْأَبُ الثَّالِثُ، وَأُبَيٌّ يُجَامِعُهُ فِي عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ وَهُوَ الْأَبُ السَّابِعُ، رواه البخاري (فتح الباري ٥: ٢٨٤)۔

٤٥٣٧ ...... وقال ابن عباس: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يُنَادِي يَا بَنِي فِهْرٍ! يَا بَنِي عَدِيٍّ! لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ۔ رواه البخاري۔

٤٥٣٨ ...... عن أبي هريرة قال: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ قَالَ: "يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا۔ اشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَابَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ! لَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَاأُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ! لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ﷺ! سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِيْ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا"۔ رواه البخاري أيضا (فتح الباري ٥: ٢٦٦)، وأخرجه

(کتاب الوصایا/ ۳۸۵ میں تعلیقا) روایت کیا۔

☆......(۴۵۳۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آیت "اور ڈرا اپنے قریبی خاندان والوں کو" نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ آواز دے رہے تھے اے بنی فہر، اے بنی عدی، قریش کے بطون کے نام لے لے کر اس کو بخاری نے روایت کیا (۱/ ۳۸۵)۔

☆......(۴۵۳۸) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت **وانذر عشيرتك الاقربين** نازل فرمائی آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے قبیلہ قریش والو! (یا اس طرح کا کوئی اور کلمہ فرمایا) اپنی جانوں کو بچالو میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا (اگر ایمان نہ لائے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ ہوئی) اے بنی عبد مناف! میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! میں اللہ کے عذاب سے تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے فاطمہ بنت محمد! ﷺ میرے مال میں سے جو چاہے مانگ لے میں اللہ کے عذاب سے تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا (۱/ ۳۸۵) (فتح الباری ۶/ ۲۸) اور المنتقی میں مسلم (۱/ ۱۱۴) کے الفاظ سے اس کو اس سے اتم اور زیادہ روایت کیا ہے (نیل الاوطار ۵/ ۲۶۸)۔

فائدہ:۔ پہلی روایت سے ثابت ہے کہ اقارب کیلئے وقف کرنا جائز ہے باقی روایات سے یہ مقصود ہے کہ اقارب کون ہوتے ہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اقارب سے مراد ذی رحم محرم رشتہ دار ہیں چاہے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں یا ماں کی طرف سے لیکن ماں کی قرابت سے پہلے باپ کی قرابت سے ابتداء کی جائے گی۔ صاحبین کے نزدیک ہجرت سے جن کو اللہ تعالیٰ نے نسب میں جمع کرلیا چاہے باپ کی جانب سے ہوں یا ماں کی جانب سے پھر امام زفر فرماتے ہیں جو زیادہ قریبی ہوں وہ مقدم ہوں گے یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت ہے اور وقف کی صورت میں وقف کردہ چیز کم از کم تین آدمیوں کے حوالے ہو امام محمد کے نزدیک دو کے حوالے ہو امام ابویوسف کے نزدیک ایک کے حوالے ہونا بھی کافی ہے۔ البتہ مالداروں کے حوالے نہ کیا جائیگا مگر تب جب واقف نے شرط لگادی ہو۔ شوافع کہتے ہیں کہ

فی المنتقی بلفظ مسلم أتم منه وأشبع (نیل ٥: ٢٦٨)۔

بَابٌ إِذَا وَقَفَ عَلٰى وَلَدِهٖ وَوَلَدِ وَلَدِهٖ هَلْ يَدْخُلُ فِيْهِ الْبَنَاتُ؟

٤٥٣٩...... عن أبی بکرة أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: "إِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ یُصْلِحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" یَعْنِیْ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ۔ رواه أحمد والبخاری والترمذی (نیل الأوطار ٥: ٢٧٢)۔

قرابت والا ہروہ ہے جونسب میں آدمی سے جا ملے چاہے قریب میں ملتا ہو یا دور جا کر اور چاہے مسلمان ہو یا کافر اور مالدار ہو یا فقیر، مرد ہو یا عورت محرم ہو یا غیر محرم وارث ہو یا غیر وارث امام احمد کا بھی یہی قول ہے مگر وہ کافر کو قرابت سے نکالتے ہیں، امام مالک صرف عصبات کو اقارب کہتے ہیں متن میں مذکور روایات کے ظاہر سے شوافع استدلال کرتے ہیں لیکن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے تو اس لئے استدلال صحیح نہیں کہ واقف جب اپنے اقارب کیلئے وقف کرے اور اقارب کو مبہم نہ رکھے بلکہ قول یا فعل سے اقارب کو بیان کردے تو اقارب سے وہی اقارب ہی مراد ہوں گے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو جب حضور ﷺ نے اقارب فقراء پر وقف کا فرمایا انہوں نے اپنے فعل سے اقارب میں سے فقراء کو خاص کیا اور سب اقارب میں سے فقیر ان کو صرف دو نظر آئے حضرت حسان اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما، اگر مطلق اقارب پر وقف کرتے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ (جو بیوی کی طرف سے بیٹے ہوئے وہ) زیادہ قریبی تھے وقف کردہ باغ کے حق میں وہ دوسروں سے پہلے داخل ہوتے، اور احناف و شوافع کا اقارب کی مراد میں اختلاف اس وقت ہے جب واقف مطلق اقارب پر وقف کرے اور قول یا فعل سے تخصیص نہ کرے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی شوافع کا استدلال درست نہیں کیونکہ وانذر عشیرتك الاقربین میں عشیر تک موصوف الاقربین اس کی صفت ہے اور عشیرۃ سے مراد قوم ہے یعنی قریش تو جب آیت میں الاقربین سے قرابت رکھنے والے مراد ہی نہیں تو آیت کی تفسیر کے بارے میں مروی ان روایتوں سے اقارب کی مراد ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی لہٰذا جب اقارب کیلئے وصیت ہو یا وقف ہو اور واقف قول یا فعل سے بیان نہ کردے تو قرابت کا فرد کامل مراد ہوگا یعنی ذی رحم محرم نیز وقف یا وصیت سے مقصود صلہ رحمی ہوتی ہے اور جن سے صلہ رحمی کرنا لازم ہے اور قطع رحمی حرام ہے وہ ذی رحم محرم ہیں اس لئے اقارب اور قرابت کا اولیں مصداق وہی ہوں گے اگر ہر قسم کے اقارب مراد ہوں تو ہجرت سے لیکر واقف تک وصیت کرنے والے تک جتنے اس کے اقارب میں آتے ہوں وہ سب مجہول اور لاتعداد ہیں اور مجہول شخص کیلئے وصیت اور وقف باطل اور غیر صحیح ہوتا ہے تو پھر اقارب کیلئے ہر وصیت اور وقف باطل ہوگا۔

باب: جب واقف نے اولاد اور اولاد کی اولاد کیلئے وقف کیا ہو تو کیا بیٹیاں اس میں داخل ہوں گی؟

☆......(٤٥٣٩) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میرا یہ بیٹا یعنی حسن بن علی رضی اللہ عنہ سعید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ اس روایت کو امام احمد اور بخاری (١/٣٧٢) و ترمذی (٢/٢١٨) نے روایت کیا (نیل الاوطار ٥/٢٧٢)۔

۴۵۴۰ ...... عن أبی موسی الأشعری قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِبْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْہُ"

أخرجه الشیخان والأربعة إلا ابن ماجة (نیل ٥: ٢٧٤)۔

فائدہ:۔ امام محمد سے ایک روایت میں اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اولاد الاولاد پر وقف میں اولاد البنات داخل نہ ہوں گے امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک داخل ہوں گے کیونکہ بیٹیاں اولاد میں داخل ہیں تو بیٹیوں کی اولاد بھی بیٹیوں کے واسطے سے میں داخل ہوگی دلیل (۱) حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا فرمایا (۲) پیغمبروں کے ذکر میں تعالیٰ نے ومن ذریته داؤد و سلیمان...... وزکریا و یحییٰ و عیسیٰ الایة. آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو ولد بنت نوح ہیں ان کی ذریت فرمایا (۳) وحلائل ابنائکم میں ابناء کی بیویوں کو حرام فرمایا اور بنات کی ابناء کی بیویاں بھی اس میں داخل ہیں اور بنات کے بنات بھی داخل ہیں دوسرے ائمہ نے ان دلائل کا جواب یہ دیا ہے کہ (۱) حضور ﷺ کا حضرت حسن کو بیٹا فرمانا صرف بطور مجاز ہے آپ ﷺ کیلئے اولاد الاولاد میں اولاد البنت داخل ہونا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چونکہ باپ ہی نہ تھا اس لئے آپ ماں کی طرف منسوب ہوئے اور آپ کا نسب ماں کے واسطہ سے بیان ہوا تو یہ بھی صرف انہی کی خصوصیت ہے۔ (۳) اور حلائل ابنائکم میں ابناءِ بنات کی بیویوں کا داخل ہونا دوسری نصوص کی وجہ سے ہے لہٰذا یہ استدلالات درست نہیں ہیں۔ جو ائمہ اولاد البنات کو اولاد الاولاد میں داخل نہیں کرتے ان کے کئی دلائل ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین** اگر آدمی کی اولاد نہ ہو اور اولاد الاولاد ہو تو اگر اولاد البنات بھی ہو اور اولاد الابناء بھی ہو تو شرعاً اولاد الابناء وارث بنے گی اولاد البنات وارث نہ ہوگی۔ (۲) اولاد البنات کا نسب بنات کے واسطہ سے ننہال سے نہیں ملایا جاتا بلکہ اولاد البنات کا نسب اور قومیت ان کے اپنے آباء سے ٹھہرائی جاتی ہے بخلاف اولاد الابناء کے کہ ان کی قومیت ابناء کے واسطہ سے ابناء کے آباء والی قومیت ہوتی ہے تو اولاد الابن آدمی کی اولاد الاولاد کا مصداق ہے اولاد البنت اولاد الاولاد کا مصداق نہیں ہے۔

یاد رہے کہ یہ اختلاف بھی اس وقت ہے جب واقف تعیین نہ کرے لیکن اگر تعیین کردے تو اس کے بیان کردہ کی طرف وقف پھرے گا، یہ بھی یاد رہے کہ یہ اختلاف اولاد الاولاد کے مصداق میں ہے اگر اولاد کیلئے وقف کیا تو بالاتفاق لفظ الاولاد میں بیٹے اور بیٹیاں سب داخل ہوں گے کیونکہ ولد مولود کو کہتے ہیں جو مرد و عورت دونوں کو شامل ہے اس لئے تو اگر اولاد کیلئے وقف کیا یا وصیت کی اور متعین نہ کیا اور اس کے پیچھے بیٹیاں اور پوتے ہیں تو یہ وقف اور وصیت بیٹیوں کے حق میں جاری ہوگی پوتے داخل نہ ہوں گے۔

☆......(۴۵۴۰) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کی بہن کا بیٹا اُنہی میں سے ہے، اسے بخاری (۱/۵۰۰) و مسلم نے اور ابن ماجہ کے سوا تین ائمہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) نے روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار ۵/۲۷۴)۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے قاضی شوکانی نے استدلال کیا کہ اولاد البنت اولاد میں داخل ہے مگر یہ استدلال درست نہیں بلکہ مراد حدیث کی

بَابٌ إِذَا وَقَفَ أَرْضًا وَلَمْ يُبَيِّنِ الْحُدُوْدَ وَكَانَتْ مَشْهُوْرَةً مُتَمَيِّزَةً فَهُوَ جَائِزٌ

٤٥٤١ ...... عن أنس بن مالك قال: لَمَّا نَزَلَتْ - ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ قام أَبُوْ طَلْحَةَ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِيْ إِلَيَّ بَيْرُحَاءُ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُوْ بِرَّهَاوَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَضَعْهَا حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ الحديث- رواه البخاری (فتح الباری ٥: ٢٩٦)-

بَابُ جَوَازِ تَعْلِيْقِ الْوَقْفِ بِالْمَوْتِ وَوَقْفِ الْمَرِيْضِ عَلٰى وَرَثَتِهٖ، وَيُعْتَبَرُ مِنَ الثُّلُثِ

٤٥٤٢ ...... اِحْتَجَّ أَحْمَدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِحَدِيْثِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ: هٰذَا مَا أَوْصٰى

محض تعلق بتانا ہے کہ کسی قوم کی بہن کا بیٹا انہی میں سے ہے یعنی ان سے تعلق رکھتا ہے نہ یہ کہ واقعی وہ اُسی قوم کا ہے کیونکہ اس کوتو اپنے باپ کی قوم کا کہا جاتا ہے، اِسی طرح کی ایک حدیث ہے قوم کا آزاد کردہ غلام بھی انہی کے لوگوں میں سے ہے (بخاری) جیسے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس غلام کی قوم اُس کے آقاؤں کی قوم ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ محض تعلق ہے اس کا آقاؤں کی قوم سے ایسے ہی حدیث ابوموسیٰ کا مطلب بھی یہی ہے۔

باب: جب کوئی زمین وقف کرے اوراس کے حدود بیان نہ کرے اور وہ زمین مشہور اور ممتاز ہو تو بھی یہ وقف جائز ہوگا

☆......(۴۵۴۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت نازل ہوئی کہ تم نیکی کا اعلیٰ درجہ ہرگز حاصل نہیں کرسکتے یہاں تک کہ اپنے محبوب چیزوں میں سے کوئی چیز خرچ کرو۔ تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ یہ فرمار ہے ہیں اور مجھے اپنے مالوں سے سب سے زیادہ محبوب بیرحاء ہے، وہ اللہ کیلئے صدقہ ہے میں اس کی بھلائی اور اللہ کے پاس ذخیرہ کی امید کرتا ہوں جہاں اللہ تعالیٰ آپ کی سمجھ میں لائے خرچ کردیں، اس کو بخاری نے روایت کیا (دیکھیں حدیث ۴۵۳۶)۔

فائدہ:۔ بیرحاء مشہور باغ تھا اس لئے حضرت ابوطلحہ کو حدود بیان کرنے کی ضرورت نہ ہوئی تو باب کے عنوان پر دلالت واضح ہے۔

باب: وقف کو اپنی موت سے معلق کرنا، اور مریض (مرض الوفات میں مبتلا) کا اپنے ورثاء پر وقف کرنا جائز ہے اور اس کا اعتبار تہائی ترکہ سے ہوگا

☆......(۴۵۴۲) امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حجت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (یادداشت لکھواتے وقت) فرمایا یہ

به عَبْدُ اللّٰهِ عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنْ حَدَثَ بِهٖ حَدَثٌ أَنَّ ثَمْغًا صَدَقَةٌ، وَالْعَبْدَ الَّذِيْ فِيْهِ وَالسَّهْمَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ وَرَقِيْقَهُ الَّذِيْ فِيْهِ وَالْمِائَةَ وَسْقِ الَّذِيْ أَطْعَمَنِيْ مُحَمَّدٌ ﷺ تَلِيْهِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ، ثُمَّ يَلِيْهِ ذُو الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهٖ لَا يُبَاعُ وَلَا يُشْتَرٰى، يُنْفِقُهُ حَيْثُ يَرٰى مِنَ السَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ وَذَوِى الْقُرْبٰى. وَلَا حَرَجَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ أَوِ اشْتَرٰى رَقِيْقًا- رواه أبوداوٗد بنحو من هذا (المغنی ٦: ٢٢٦)، قلت وقد تقدم لفظ أبی داوٗد فی أول باب الوقف-

وہ بات ہے جس کی وصیت کی اللہ کے بندے عمر امیر المومنین نے اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے کہ ثمغ زمین صدقہ ہے اور وہ غلام بھی جو اس میں ہے اور خیبر والا حصہ بھی اور وہ غلام بھی جو اس میں ہے اور وہ سو وسق بھی جو نبی کریم ﷺ نے مجھے غلہ دیا تھا، زندگی تک اس کی متولیہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں پھر عمر کے گھرانے کا صاحب رائے متولی ہو، اس کی خرید وفروخت نہ کی جائے۔ جہاں متولی مناسب سمجھے خرچ کرے سائل پر ہو یا محروم پر اور رشتہ داروں پر۔ اور جو متولی ہو اس پر حرج نہیں کہ خود کھائے یا غلام خریدے، ابوداوٗد نے اس کی مثل روایت کی ہے (المغنی) ابوداوٗد کے الفاظ باب الوقف میں پہلے ذکر ہو گئے ہیں۔

فائدہ:۔ امام موفق مغنی میں فرماتے ہیں مرض الوفات میں وقف کرنا بمنزلہ وصیت کے ہے کہ وصیت کی طرح تہائی سے معتبر ہوگا البتہ رجوع جائز ہونے میں وصیت کی طرح نہیں (کہ وصیت میں رجوع درست ہے وقف میں درست نہیں) تو جب تہائی سے وہ وقف نکل سکے تو چاہے ورثہ راضی نہ ہوں تو بھی نکالا جائے گا اور لازم ہوگا اور اگر تہائی ترکہ سے زیادہ مقدار کا وقف ہو تو تہائی تک تو لازم ہوگا اس سے زائد کا وقف ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اور اگر مرض الوفات میں وقف کا نہیں کہا بلکہ زمانہ صحت میں کہا کہ فلاں زمین میرے مرنے کے بعد وقف ہوگی تو بھی یہ وقف صحیح ہے اور وصیت کی طرح تہائی سے معتبر ہوگا۔ جس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ والی حدیث ہے اور چونکہ اُن کا صدقہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں مشہور تھا اور کسی نے اس پر نکیر نہیں تو اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مرض الوفات میں اولاد میں سے بعض پر وقف کیا اور بعض پر وقف نہ کیا تو کیا حکم ہے؟ تو امام احمد کی ایک روایت میں ایسا جائز نہیں لیکن اگر کر لیا تو سب ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ جائز ہے جمہور نے اس کو جائز قرار دیا ہے امام احمد کی دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر وقف کیا۔ دوسرے ورثاء پر وقف نہ کیا مگر اس سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں کیونکہ روایت میں یہ ذکر نہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر وقف کیا۔ بلکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو صرف متولیہ بنایا۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ بعض ورثاء پر مرض الوفات میں وقف کرنا (اور بعض پر نہ کرنا) جائز ہے اور وہ وقف تہائی ترکہ سے ہوگا لیکن اس وقف کا غلہ اور آمدنی ہر وارث پر حصہ میراث کے مطابق تقسیم ہوگی مثلاً واقف کے پیچھے اس کی بیوہ اور ماں باپ اور کچھ بیٹے اور بیٹیاں ہیں تو وقف کی آمدنی سے بیوہ کو آٹھواں اور والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا جو باقی بچے گا وہ واقف کے بیٹوں کو دگنا اور بیٹیوں کو ایک گنا کے حساب سے دیا جائے گا (مزید تفصیل اعلاء السنن میں دیکھیں)۔

بَابُ الْإِشْهَادِ عَلَى الْوَقْفِ وَكِتَابَتِهِ

٤٥٤٣...... عن ابن عباس رضی الله عنهما أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، فَهَلْ يَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا ؟ قَالَ : نَعَمْ- قَالَ: فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِي الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا- رواه البخاری (فتح الباری ٥: ٢٩٢)-

٤٥٤٤...... عن أبی غسان المدنی قال: هٰذِهِ نُسْخَةُ صَدَقَةِ عُمَرَ، أَخَذْتُهَا مِنْ كِتَابِهِ الَّذِي عِنْدَ آلِ عُمَرَ، فَنَسَخْتُهَا حَرْفًا حَرْفًا: هٰذَا مَا كَتَبَ عَبْدُ اللّٰهِ عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي ثَمْغٍ أَنَّهُ إِلٰى حَفْصَةَ مَا عَاشَتْ، تُنْفِقُ ثَمَرَهُ حَيْثُ أَرَاهَا اللّٰهُ فَإِنْ تُوُفِّيَتْ فَإِلٰى ذَوِي الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا- فذكر الشروط نحو الذی تقدم فی الحدیث المرفوع (عند البخاری) ثُمَّ قَالَ: وَالْمِائَةُ وَسْقٍ الَّذِي أَطْعَمَنِيَ النَّبِيُّ ﷺ فَإِنَّهَا مَعَ ثَمْغٍ عَلٰى سُنَنِهِ الَّذِي أَمَرْتُ بِهِ، وَإِنْ شَاءَ وَلِيُّ ثَمْغٍ أَنْ يَشْتَرِيَ مِنْ ثَمَرِهِ رَقِيقًا يَعْمَلُونَ فِيهِ فَعَلَ، وَكَتَبَ مُعَيْقِيبٌ وَشَهِدَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْأَرْقَمِ- وکذا أخرج أبو داوٗد فی روایة نحو هذا، وذكرا جمیعًا كتابًا آخر نحو هذه الکتاب- (فتح الباری ٥: ٣٠١)-

باب: وقف پر گواہ بنانا اور یادداشت لکھنا

☆......(۴۵۴۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کی غیر موجودگی میں فوت ہوگئیں تو نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ میری غیر موجودگی میں فوت ہوگئی ہے تو اگر اس کی طرف سے میں کچھ صدقہ کروں تو اس کو نفع دے گا؟ فرمایا ہاں، عرض کیا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخراف اس کے ثواب کیلئے صدقہ ہے اس کو بخاری نے (کتاب الوصایا میں) روایت کیا۔

☆......(۴۵۴۴) ابو غسان مدنی سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کا یہ نسخہ ہے اور آل عمر کے پاس موجود اس کی یادداشت سے میں نے لیا اور حرف بحرف نقل کیا ہے (اس میں لکھا ہے) یہ وہ ہے جو اللہ کے بندے عمر امیر المومنین نے ثمغ زمین کے متعلق لکھا کہ زندگی تک حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے ہوگی جہاں مناسب ہو اس کا پھل خرچ کریں گی۔ اگر وہ فوت ہوجائیں تو اس کے گھرانے کے صاحب رائے کے حوالے ہوگی مزید شرائط ذکر کیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے پھر فرمایا، اور وہ سو وسق بھی جو نبی کریم ﷺ نے مجھے غلہ دیا تھا وہ ثمغ کے ساتھ اسی طریقہ پر ہو جس کا میں نے حکم کیا ہے۔ اگر ثمغ کا متولی چاہے کہ اس کے پھلوں سے غلام خریدے جو ثمغ میں کام کریں تو یہ کرسکتا ہے۔ اور لکھا اس کو معیقیب نے اور گواہ بنا عبداللہ بن ارقم۔ اسی طرح ابو داؤد نے بھی ایسا ہی روایت کیا اور دونوں نے اس یادداشت جیسی ایک اور یادداشت بھی ذکر کی ہے (فتح الباری)۔

كِتَابُ وِلَايَةِ الْوَقْفِ بَابُ طَالِبِ الْوِلَايَةِ لَا يُوَلّٰى

٤٥٤٥ ...... عن أبي موسى قال: دخلت على النبي ﷺ أنا ورجلان من بني عمي، فقال أحدهما: يا رسول الله! أمرنا على بعض ما ولاك الله. وقال الآخر مثل ذلك، فقال: "إنا والله لا نولي هذا العمل أحدا سأله أو أحدا حرص عليه" للشيخين وأبي داود والنسائي (جمع الفوائد ١: ٣١٧)، وفي رواية قال: إن أخونكم عندنا من يطلبه (فتح الباري ١٢: ٢٤٢)۔

٤٥٤٦ ...... عن عبدالرحمن بن سمرة رفعه: يا عبد الرحمن! لا تسئل الإمارة، فإنك إن أوتيتها عن مسئلة وكلت إليها، وإن أعطيتها من غير مسئلة أعنت عليها. للستة إلا مالكا. (جمع الفوائد ١: ٣١٦)۔

فائدہ:۔ دونوں حدیثیں گواہ بنانے پر اور دوسری حدیث وقف کی یادداشت لکھنے پر صریح دلیل ہے اور یہ مستحب ہے صرف ابن بطال گواہ بنانے کو واجب کہتے ہیں۔ جمہور صرف مستحب کہتے ہیں۔

﴿ کتاب: وقف کی ولایت کا بیان ﴾

باب: جو متولی بننے کا خواہشمند ہو اس کو متولی نہ بنایا جائے

☆......(۴۵۴۵) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے بنو عم میں سے دو آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختار بنایا ہے اس میں سے کسی پر ہمیں امیر (متولی) بنالیں۔ دوسرے نے بھی یہی کہا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم ہم یہ کام ایسے کے سپرد نہیں کرتے جو خود مانگے یا اس پر حرص کرے، یہ بخاری (۲/ ۱۰۵۸) و مسلم (۲/ ۱۲۰) اور ابوداؤد (۲/ ۵۰) ونسائی کی روایت ہے (جمع الفوائد) اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ہمارے نزدیک سب سے بڑھ کر خائن وہ ہے جو خود مانگے (فتح الباری)

☆......(۴۵۴۶) حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے عبدالرحمن! امارت نہ مانگنا کیونکہ اگر مانگنے پر تجھے ملی تو تجھے اس کے حوالے کر دیا جائے گا (اللہ کی مدد نہ ہوگی) اور اگر بن مانگے تجھے ملی تو تیری مدد کی جائے گی۔ (بخاری ۲/ ۱۰۵۸، ابوداؤد ۲/ ۵۰، نسائی، ترمذی، مسند احمد) جمع الفوائد

فائدہ:۔ مانگنے والے کو متولی بنانا حرام تو نہیں ہے لیکن نامناسب ہے حدیثوں کی اس پر دلالت واضح ہے۔

بَابٌ لَا يُجْعَلُ الْمُتَوَلِّيْ مِنَ الْاَجَانِبِ مَادَامَ أَحَدٌ يَصْلُحُ لِلتَّوْلِيَةِ مِنْ أَقَارِبِ الْوَاقِفِ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثٰى

٤٥٤٧ ...... فيه حديث عمر أنَّهُ أوْصَى إِنْ حَدَثَ بِهِ حَدَثٌ أَنَّ ثَمْغًا وَصِرْمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ وَالْعَبْدَ الَّذِيْ فِيْهِ وَالْمِائَةَ سَهْمِ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ وَرَقِيْقَهُ الَّذِيْ فِيْهِ وَالْمِائَةَ الَّتِيْ أَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ ﷺ بِالْوَادِيْ تَلِيْهِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ، ثُمَّ يَلِيْهِ ذُوالرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا أَنْ لَا يُبَاعَ وَلَا يُشْتَرىٰ الحديث رواه أبو داوٗد وسكت عنه هو والمنذری وقد تقدم فی أول باب الوقف۔

٤٥٤٨ ...... أخبرنی غير واحد من آل عمر وآل علی أَنَّ عُمَرَ وَلِيَ صَدَقَتَهُ حَتّٰى مَاتَ، وَجَعَلَهَا بَعْدَهُ إِلٰى حَفْصَةَ، وَوَلِيَ عَلِيٌّ صَدَقَتَهُ حَتّٰى مَاتَ، وَوَلِيَهَا بَعْدَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، ذکره الإمام الشافعی فی "الأم" (٣: ٢٨١) معلقًا، کما تقدم، وتعليق مثله حجة۔

٤٥٤٩ ...... قال الواقدی: وحدثنا خالد بن أبی بکر قال: رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُهْدِيْ إِلٰى صَدِيْقِهٖ مِنْ صَدَقَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ يَلِيْهَا۔ رواه الخصاف فی الأوقاف له (ص٨)، وسنده حسن۔

باب: جب تک اقارب میں سے کوئی متولی بننے کی صلاحیت رکھتا ہو چاہے مرد ہو یا عورت اجنبی کو متولی نہ بنایا جائے

☆ ...... (٤٥٤٧) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ اگر مجھے حادثہ پیش آجائے تو ثمغ اور صرمہ بن اکوع اور جو غلام اُس زمین میں ہے اور سو حصے جو خیبر میں ہیں اور اس میں موجود غلام اور سو وسق جو وادی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ دیا تھا اس سب کی متولی زندگی تک حضرت حفصہ ہوں گی پھر اس کے گھرانے کا صاحب رائے متولی ہوگا، اس کی خرید و فروخت نہ کیجائے الخ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا اور ابوداؤد و منذری نے سکوت کیا اور روایت پہلے گذر چکی ہے۔

☆ ...... (٤٥٤٨) آل عمر اور آل علی رضی اللہ عنہما کے بہت سے حضرات نے مجھے خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وفات تک اپنے وقف کے خود متولی رہے اور اپنے بعد تولیت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کی اور وفات تک حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے وقف کے خود متولی رہے اور اپنے بعد حضرت حسن بن علی کو متولی بنایا۔ اس کو امام شافعی نے کتاب الام میں تعلیقاً ذکر کیا۔ اور ان کی تعلیق حجت ہے۔

☆ ...... (٤٥٤٩) امام واقدی کہتے ہیں کہ ہمیں خالد بن ابوبکر نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ کو دیکھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ میں سے اپنے دوست کو ہدیہ کر رہے تھے اُن دنوں وہ صدقہ عمر کے متولی تھے اس کو خصاف نے روایت کیا اور سند حسن ہے۔

٤٥٥٠ ...... قال: وحدثني عبدالله بن مرد اس عن أبيه قال: رَأَيْتُ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ يَأْكُلُ وَيُهْدِي مِنْ صَدقته رضي الله عنه۔ (الخصاف أيضاً ص: ١٠) وعبدالله بن مرداس لم أجد من ترجمه۔

٤٥٥١ ...... قال: وحدثني مالك عن ابن أبي الرجال عن أبيه أَنَّ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ تَصَدَّقَتْ بِصَدَقَةٍ وَأَشْهَدَتْ عَلَيْهَا، وَأَخْرَجَتْهَا مِنْ يَدِهَا؛ فَكَانَ ابْنُهَا يَلِيهَا۔ (الخصاف أيضاً ص:١٨)، وسنده حسن۔

بَابٌ لَا يُوَلّٰى إِلَّا أَمِيْنٌ عَادِلٌ ذُوْ رَأْيٍ

٤٥٥٢ ...... فيه حديث عمر۔ ثُمَّ يَلِيهِ ذُو الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا۔ وفي رواية: مِنْ أَهْلِهِ۔ وقد تقدم مرارًا۔ وفي رواية عمر بن شبة عن يزيد بن هارون عن ابن عون: وَأَوْصَى بِهَا عُمَرُ إِلَى حَفْصَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، ثُمَّ إِلَى الْأَكَابِرِ مِنْ آلِ عُمَرَ وفي رواية أيوب عن نافع عند أحمد: يَلِيهِ ذُوُو الرَّأْيِ مِنْ آلِ عُمَرَ۔ قاله الحافظ في "الفتح" (٥: ٣٠٠)۔

☆......(۴۵۵۰) فرماتے ہیں مجھے عبداللہ بن مرداس نے اپنے والد سے روایت بیان کی کہ میں نے حضرت علی بن حسین کو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صدقہ میں سے کھار ہے تھے اور ہدیہ دے رہے تھے، اس کو بھی خصاف نے روایت ہے اور عبداللہ بن مرداس کا حال مجھے نہیں ملا۔

☆......(۴۵۵۱) فرماتے ہیں مجھے امام مالک نے ابن ابی الرجال سے عن ابیہ روایت بیان کی کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے وقف کیا اور اس پر گواہ بنائے اور اپنے قبضے سے نکال دیا اور اس کا بیٹا اس کا متولی تھا (خصاف) سند حسن ہے۔

فائدہ:۔ سب روایات اس پر واضح دلیل ہیں کہ واقف کے اقارب موجود ہوں اور متولی بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو غیر کو متولی بنانا بہتر نہیں ہے، اس لئے اگر واقف فوت ہو جائے اور اس نے کسی کو متولی نہ بنایا ہو اور اس کے اقارب میں سے کوئی موجود ہوں تو قاضی بھی اقارب کو چھوڑ کر غیر کو متولی نہیں بنا سکتا۔ اگر اقارب میں سے کوئی صلاحیت نہ رکھتا تھا جس کی وجہ سے متولی غیر کو بنالیا گیا پھر عرصہ بعد واقف کے اقارب میں کوئی ایسا شخص پیدا ہوا جس میں تولیت کی صلاحیت تھی تو تولیت اسی کے حوالے ہو جائے گی۔ اور یہ پہلے بھی گذر چکا اور ان روایات سے بھی ثابت ہوا کہ واقف اپنی زندگی میں خود بھی متولی بن سکتا ہے۔

باب: متولی امانتدار، عادل اور صاحب رائے کو بنایا جائے

☆......(۴۵۵۲) اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ فرمایا پھر حضرت حفصہ یا فرمایا میرے گھرانے کا صاحب رائے متولی بنے۔ اور عمر بن شعبہ عن یزید بن ہارون عن ابن عون کی روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ امیر المومنین کو اس کی وصیت کی پھر آل عمر کے اکابر کیلئے وصیت کی اور ایوب عن نافع عن ابن عمر کی روایت میں ہے کہ آل عمر کا ذو رائے اس کا متولی ہو، اس کو علامہ ابن حجر نے

٤٥٥٣...... قال الواقدی: حدثنا کثیر بن عبداللّٰہ عن نافع عن ابن عمر قال: كَانَ يُوَلِّيَ أَقْوَامًا كَثِيْرًا وَلِذِي الْقُرْبٰى صَدَقَةَ عُمَرَ، فَإِذَا رَاٰى مِنْهُمْ خَيْرًا أَقَرَّهُمْ؛ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ عَزَلَهُمْ رواہ الخصاف فی الأوقاف لہ (ص٨)۔

کثیر بن عبداللّٰہ ضعفہ الجمهور، وحسن لہ البخاری حدیثاً۔ وقال: قد روی یحیی بن سعید الأنصاری عنہ۔ (تہذیب التہذیب ٨:٤٢٢)، وأکثر ما نقموا علیہ روایتہ عن أبیہ عن جدہ نسخةً ولیس ذلک منہا۔

بَابُ نَفَقَةِ الْقَيِّمِ لِلْوَقْفِ

٤٥٥٤...... فیہ حدیث عمر أَنَّهُ اِشْتَرَطَ فِيْ وَقْفِهٖ أَنْ يَأْكُلَ مَنْ وَلِيَهٗ، وَيُؤْكِلَ صَدِيْقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ مَالًا۔ رواہ البخاری وغیرہ (فتح الباری ٥: ٣٠٤) وقد تقدم مراراً۔

٤٥٥٥...... وفی حدیث أبی ہریرة مرفوعاً: " مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمُؤْنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ" رواہ البخاری (فتح الباری ٥: ٣٠٤)، وقد تقدم ذکرہ۔

فتح الباری میں ذکر کیا۔

☆......(٤٥٥٣) امام واقدی کہتے ہیں کہ ہمیں کثیر بن عبداللہ نے نافع سے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے کئی لوگ اور رشتہ دار متولی بنتے رہے جب ان میں سے کسی میں خیر دکھائی دیتی اسکو برقرار رکھا جاتا اور اگر خیر نہ ہوتی اس کو معزول کیا جاتا (الاوقاف للخصاف) اس کے راوی کثیر کو جمہور نے ضعیف کہا ہے جبکہ امام بخاری نے اسکی حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور فرمایا یحییٰ بن سعید انصاری اِس سے روایت لیتے ہیں، اکثر جو ان پر عیب لگایا گیا وہ یہ کہ یہ عن ابیہ عن جدہ ایک مکتوبہ روایت کرتے ہیں بہرحال یہ روایت اُس مکتوبہ میں سے نہیں (لہٰذا جرح کا اثر اس روایت پر نہیں ہوتا)۔

فائدہ:۔ ظاہر ہوا کہ متولی صاحب رائے اور امین وعادل ہونا چاہیے اور اگر متولی خائن یا فاسق ہو تو اس کو معزول کردینا واجب ہے۔

باب: وقف کے نگران کا خرچ

☆......(٤٥٥٤) اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے وقف میں شرط لگائی کہ متولی خود کھا سکتا ہے اور غیر متمول دوست کو کھلا سکتا ہے اس کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا اور بار ہا اس کا ذکر ہو چکا۔

☆......(٤٥٥٥) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ذکر ہو چکی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میں چھوڑ جاؤں اس میں سے بیویوں کے خرچ اور عاملوں کے وظیفے کے علاوہ صدقہ ہوگا، اس کو بخاری نے روایت کیا۔

بَابٌ إِذَا مَاتَ الْمُتَوَلِّيْ فِيْ حَيَاةِ الْوَاقِفِ عَادَتِ الْوِلَايَةُ إِلَيْهِ

٤٥٥٦...... قال الواقدی: حدثنی شعبة بن عبادة قال: قرأت فی صدقة عمر بن خالد الزرقی ... مَاتَ فُلَانٌ وَالِيْ صَدَقَتِيْ فَالْأَمْرُ إِلَيَّ فِيْ صَدَقَتِيْ أَوْ إِلَى مَنْ رَأَيْتُ- رواه الخصاف فی الأوقاف ...

٤٥٥٧...... وقال وحدثنی: محمد بن عبدالله قال: حَبَسَ الزُّهْرِيُّ أَمْوَالاً لَهُ وَدَفَعَهَا إِلَى ... لَهُ فَمَاتَ الْمَوْلَى فِيْ حَيَاتِهِ فَجَعَلَنِيْ مَكَانَهُ وَكُنْتُ يَوْمَ تَصَدَّقَ بِهَا وَدَفَعَهَا إِلَى الْمَوْلَى لَمْ أَبْلُغْ ... أَدْرَكْتُ بَعْدَهُ، رواه الخصاف أيضا-

﴿كِتَابُ وَقْفِ الْأَرْضِ وَجَعْلُهَا مَسْجِدًا﴾

بَابُ فَضْلِ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ متولی اور عامل کا خرچ وقف میں سے نکالا جائے گا۔ اگر واقف نے خود خاص مقدار متعین کی ہو تو اس سے زائد ... اذنِ قاضی کے بغیر جائز نہ ہوگا اور جیسے عام رواج مزدوری اور تنخواہ کا ہوگا۔ ویسی اس کو دی جاسکے گی۔

باب: اگر واقف کی زندگی میں متولی فوت ہو جائے تو ولایت واقف کی طرف آجائے گی

☆......(۴۵۵۶) امام واقدی فرماتے ہیں کہ مجھے شعبہ بن عبادہ نے بیان کیا کہ عمر بن خالد زرقی کے صدقہ کی یادداشت میں میں نے پڑھا ''اگر فلاح جو میرے وقف کا متولی ہے فوت ہو جائے تو میرے وقف کا اختیار میرے پاس آجائے گا یا جس کو میں مناسب سمجھوں گا،'' ... خصاف نے اوقاف میں روایت کیا۔

☆......(۴۵۵۷) فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا کہ امام زہری نے اپنے اموال وقف کئے اور اپنے آزاد کردہ غلام کے حوالے کئے پھر وہ غلام ان کی زندگی میں فوت ہو گیا تو اس کی جگہ مجھے مقرر کر دیا، اور جس دن انہوں نے وقف کیا تھا اور مولیٰ کے حوالے کیا تھا ان دنوں میں بالغ نہ تھا پھر اس کے بعد بالغ ہوا۔ اس کو بھی خصاف نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ واقف نے زندگی میں وقف کا متولی کسی اور کو بنا دیا ہو تو یہ بھی جائز ہے پھر اگر متولی واقف کی زندگی میں فوت ہو جائے تو ولایت دوبارہ واقف کو حاصل ہو جائے گی چاہے خود متولی بن جائے یا کسی اور کو متولی بنا لے۔ اور معلوم ہوا کہ نابالغ وقف کی ولایت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

﴿کتاب: زمین وقف کر کے اس کو مسجد بنانا﴾

باب: مسجد بنانے کی فضیلت

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾، وَقَوْلُهُ سُبْحٰنَهُ۔ ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ﴾، وَقَوْلُهُ: ﴿وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً نِ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ﴾، وَقَوْلُه: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ﴾، وَقَوْلُهُ: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعٰى فِي خَرَابِهَا﴾، وَقَوْلُهُ ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ﴾، وقوله۔ ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ﴾۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس وقت کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں کھڑی کر رہے تھے عرض کیا اے ہمارے رب! ہماری طرف سے اس کو قبول فرما۔ بیشک آپ سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ (سورۃ بقرہ/ ۱۲۷) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بیشک پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کیلئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے مبارک ہے اور جہان والوں کیلئے ہدایت کا ذریعہ ہے (آل عمران/ ۹۶) اور فرمان الٰہی ہے اور مسجد حرام جس کو ہم نے لوگوں کیلئے بنایا اس میں مقیم اور مسافر برابر ہیں۔ (سورۂ حج/ ۲۵) اور فرمان خداوندی ہے پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں (الاسراء/۱) اور فرمایا اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو مساجد میں اس کا نام ذکر کرنے سے روکتا ہے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرتا ہے (سورۂ بقرہ/ ۱۱۴) اور فرمان الٰہی ہے اللہ تعالیٰ کی مساجد کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور صرف اللہ سے ہی ڈرتا ہے (سورۂ توبہ/ ۱۸) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ان گھروں میں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے ان گھروں میں صبح و شام بندے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہیں (سورۂ/ ۳۶)۔

فائدہ:۔ ان سب آیات میں مساجد کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ مساجد کی تعمیر اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور ایمان و اعمال صالحہ کرنے والوں کا عمل ہے اور اللہ تعالیٰ مساجد اور ان کی تعمیر اور آباد کرنے والوں کی تعریف فرماتے ہیں اور ان کی ویرانی کی کوشش کرنے والے کی مذمت اور برائی بیان کرتے ہیں ان کو سب سے بڑا ظالم فرماتے ہیں آگے احادیث میں بھی مساجد بنانے والوں اور آباد کرنے والوں اور ان سے محبت کرنے والوں کی تعریف اور فضیلت ہے۔

٤٥٥٨...... عن أنس رضى الله عنه سرفوعاً: "سَبْعٌ يَجْرِى لِلْعَبْدِ أَجْرُهُنَّ وَهُوَ فِى قَبْرِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ: مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا أَوْ أَجْرَى نَهْرًا أَوْ حَفَرَ بِيْرًا أَوْ غَرَسَ نَخْلًا أَوْ بَنَى مَسْجِدًا، أَوْ وَرَّثَ مُصْحَفًا أَوْ تَرَكَ وَلَدًا مُسْلِمًا يَسْتَغْفِرُ لَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ۔ رواه البزار وسمويه۔ قال الشيخ: حديث صحيح۔ كذا في "العزيزى" (٢: ٣٠٨) قلت: ورواه ابن ساجة أيضاً، كما في "الإتقان" (٢: ١٧٨)۔

٤٥٥٩...... عن أبى هريرة وأبى سعيد الخدرى رضى الله عنهما مرفوعًا: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِى ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ" فَذَكَرَ فِيهِمْ رَجُلًا قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ إِلَيْهِ۔ رواه مالك والترمذى و مسلم عنهما معًا، وأحمد وابن ماجة والنسائى عن أبى هريرة، كذا في "العزيزى" أيضًا (ص٣٠٩)۔

☆......(۴۵۵۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ سات کام ایسے ہیں کہ بندے کیلئے موت کے بعد قبر میں بھی ان کا اجر جاری ہوتا ہے،جس نے علم کی تعلیم دی یا نہر جاری کی یا کنواں کھودا یا کھجور کا درخت لگایا یا مسجد بنائی یا قرآن مجید کا مالک بنایا یا ایسے مسلمان بچے چھوڑے جو وفات کے بعد اس کیلئے دعاءِ مغفرت کریں،اس کو بزار اور سمویہ نے روایت کیا،اور شیخ نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے (عزیزی) اس کو ابن ماجہ نے (ص۲۲) بھی روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ مصنف رحمہ اللہ نے اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی بیان کیا ہے۔مجمع الذوائد/۴۰۸ میں بھی مسند بزار کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہونا مذکور ہے اور ابن ماجہ میں حضرت ابوھریرہ سے مروی ہے اعلاء السنن کے محقق بیروتی کا یہ کہنا درست نہیں کہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نہیں ہے اس حدیث میں سات عملوں کا اجر جاری ہونا ذکر ہے دوسری حدیث میں تین عملوں کا ذکر ہے۔ (مشکوۃ حدیث نمبر۲۰۳) دونوں میں کوئی تعارض نہیں وہاں کم اعمال کا ذکر کردیا گیا اور یہاں زیادہ اعمال کا اور یہ سات ان تین کو یا تین ان سات کو بھی شامل ہیں کیونکہ تین میں صدقہ جاریہ کا ذکر ہے اور اس حدیث میں صدقہ جاریہ کی کئی صورتیں بیان کردی گئیں۔اور کھجور لگانے سے مراد صدقہ یا وقف کی نیت سے درخت لگانا ہے بلکہ اگر یہ نیت نہ بھی ہو تو بھی کھجور کا درخت اور ایسے ہی پھلدار درخت لگانے میں ثواب ہے کہ جانور،انسان اور پرندے وغیرہ اس میں سے جو کھائیں گے آدمی کو ثواب ملے گا۔

☆......(۴۵۵۹) حضرت ابوھریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات آدمی وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا ان سات میں سے ایک وہ آدمی ذکر فرمایا جس کا دل مسجد سے اٹکا ہے جب سے نکلے حتی کہ واپس مسجد میں آجائے۔اس حدیث کو امام مالک اور ترمذی اور مسلم نے دونوں حضرات سے اور امام احمد اور ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (عزیزی مشکوۃ ا/ ۶۸، بخاری ا/۹۱)۔

٤٥٦٠...... عن أبي سعيد الخدري عن رسول اللهﷺ: إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهُ بِالْإِيْمَانِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: ﴿ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ﴾ الآية- رواه الترمذي وابن ماجة وابن خزيمة في صحيحه، وابن حبان والحاكم والنسائي والبيهقي، وهو حديث صحيح- (العزيزي ١: ١٢٥)-

٤٥٦١...... عن أبي ذر الغفاري قَالَ-: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ أَوَّلَ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ- قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْأَقْصٰى- قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: أَرْبَعُوْنَ عَامًا، ثُمَّ الْأَرْضُ لَكَ مُصَلًّى، فَصَلِّ حَيْثُمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ- للشيخين والنسائي، كما في "جمع الفوائد" (١:١٩٥)- ورواه ابن ماجة (ص:٥٥) أيضًا، واللفظ له-

فائدہ:۔ دل مسجد سے اٹکے رہنے سے ہمیشہ مسجد میں بیٹھے رہنا مراد نہیں بلکہ مسجد سے محبت اور جماعت کا اہتمام مراد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مسجد بنانے والے کا دل دوسروں کی بہ نسبت مسجد سے زیادہ اٹکا رہے گا۔

☆......(۴۵۶۰) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے اس کے ایمان والا ہونے کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ بس اللہ تعالیٰ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کو ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ نے اور ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم اور نسائی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ صحیح حدیث ہے، (عزیزی مشکوٰۃ ۱/۶۹، مستدرک ۲/۴۴۵، ابن خزیمہ ۱/۷۲۶)۔

فائدہ:۔ اس حدیث کا مطلب بھی اوپر والی حدیث جیسا ہے۔

☆......(۴۵۶۱) حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ فرمایا مسجد حرام میں نے عرض کیا پھر کونسی؟ فرمایا مسجد اقصیٰ، میں نے عرض کیا دونوں میں کتنے عرصے کا فاصلہ ہے؟ فرمایا چالیس سال کا، اب تو ساری زمین تیرے لئے جائے نماز ہے جہاں نماز کا وقت آجائے پڑھ لیا کر، بخاری ومسلم اور نسائی کی حدیث سے (جمع الفوائد) اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور الفاظ اُسی کے ہیں (ص ۵۵)۔

فائدہ:۔ جب یہ دونوں مساجد سب سے قدیمی ہیں تو ان کا خیال رکھنا جتنے تک قدرت ہو ہم پر لازم ہے اللہ تعالیٰ عیسائیوں (اور یہود) کو برباد کرے ہمارے دور میں فلسطین پر قبضہ کر رکھا ہے اور یہود کا علاقہ بنا رکھا ہے مسلمانوں کی زمینوں پر قابض ہوگئے اور مالوں اور گھروں پر قبضہ کرلیا ان کے خون بہاتے اور عصمتیں برباد کرتے ہیں اے اللہ! ہماری مدد فرما ہمارے مخالف کی مدد نہ فرما۔ ہماری خیر کی تدبیر فرما، ہمارے ضرر کی تدبیر نہ فرما۔ آمین۔

٤٥٦٢...... عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال: اَلْمَسَاجِدُ بُيُوْتُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ، تَضِيءُ لِأَهْلِ السَّمَاءِ كَمَا تَضِيءُ نُجُوْمُ السَّمَاءِ لِأَهْلِ الْأَرْضِ- رواه الطبرانی فی "الكبير"، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ٣:٧)-

٤٥٦٣...... عن عثمان بن عفان رضی اللّٰه عنه أَنَّهُ قَالَ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيْهِ حِيْنَ بَنٰى مَسْجِدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّكُمْ أَكْثَرْتُمْ عَلَيَّ، وَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: " مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا يَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ"- وفی رواية: " بَنَى اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِي الْجَنَّةِ" رواه الشيخان وغيرهما (الترغيب للمنذری ص: ٥٠)-

٤٥٦٤...... عن عائشة رضی اللّٰه عنها فِيْ حَدِيْثِ الْهِجْرَةِ وَمَقْدَمِ النَّبِيِّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ قَالَتْ فَلَبِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً وَأَسَّسَ الْمَسْجِدَ الَّذِيْ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى، وَصَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهٗ، فَسَارَ يَمْشِيْ مَعَهُ النَّاسُ، حَتّٰى بَرَكَتْ عِنْدَ

☆......(۴۵۶۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ فرمایا مساجد زمین میں اللہ کے گھر ہیں آسمان والوں کے سامنے ایسے چمکدار نظر آتی ہیں جیسے زمین والوں کے سامنے ستارے چمکدار نظر آتے ہیں۔اس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا اور راوی ثقہ ہیں (مجمع الذوائد)۔

☆......(۴۵۶۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب لوگ مسجد نبوی کی (ذاتی خرچ سے) تعمیر کرنے کے بارے میں ان پر اعتراض کرر ہے تھے فرمایا تم لوگ بہت زیادہ مجھ پر اعتراض کرنے لگے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرما رہے تھے جس نے مسجد بنائی جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود تھی اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنائیں گے۔ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے اُس مسجد جیسا جنت میں گھر بنائیں گے۔اس کو بخاری، مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔(ترغیب ۱/ ۸۷ للمنذری مشکوۃ ۱/ ۶۸، فتح الباری ۲/ ۸۸)۔

☆......(۴۵۶۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت اور حضور ﷺ کے مدینہ طیبہ تشریف لانے کی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنو عمرو بن عوف میں دس سے کچھ اوپر راتیں رہے اور اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور اس میں آپ ﷺ نے نماز پڑھی پھر سواری پر سوار ہو گئے آپ چلے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ چل رہے تھے حتی کہ سواری مدینہ طیبہ میں موجود رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے پاس آ ٹھہری۔آج اس مسجد میں بڑی تعداد میں مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور حضرت سہل اور سہیل جو دو یتیم بچے تھے اور اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھے ان کی کھجوریں خشک کرنے کی زمین تھی تو جب سواری وہاں ٹھہر گئی آپ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ یہی منزل ہے، پھر آپ ﷺ نے ان دو لڑکوں کو بلایا اور ان کی زمین کا بھاؤ طے کرنے لگے تا کہ اس کو مسجد بنائیں۔انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم

مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْهِ يَوْمَئِذٍ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَانَ مِرْبَدًا لِلتَّمْرِ لِسُهَيْلٍ وَسُهَيْلٍ- غُلَامَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِيْ حِجْرِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ بَرَكَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ: هٰذَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْمَنْزِلُ- ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْغُلَامَيْنِ فَسَاوَمَهُمَا بِالْمِرْبَدِ لِيَتَّخِذَهُ مَسْجِدًا، فَقَالَا: بَلْ نَهَبُهُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَأَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُمَا هِبَةً حَتّٰى ابْتَاعَهُ مِنْهُمَا، ثُمَّ بَنَاهُ مَسْجِدًا، وَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَنْقُلُ مَعَهُمُ اللَّبِنَ فِيْ بُنْيَانِهِ، وَيَقُوْلُ:

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالُ خَيْبَرَ　　　هٰذَا أَبَرُّ رَبَّنَا وَأَطْهَرُ

وَيَقُوْلُ: "اللّٰهُمَّ إِنَّ الْأَجْرَ أَجْرُ الْآخِرَةِ، فَارْحَمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ" الحديث، أخرجه البخاري مطولا-

قال الحافظ في "الفتح" (٥:١٩٣): وذكر الزبير من طريق مجمع بين يزيد قال قائل من المسلمين في ذلك:

نے یہ زمین آپ کو یونہی ہبہ کی آپ ﷺ نے ہبۃ قبول کرنے سے انکار کیا حتی کہ ان سے خرید لیا پھر اس کو مسجد بنایا اور اس کی تعمیر کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ ﷺ بھی اینٹیں اٹھاتے تھے اور فرماتے تھے۔

هٰذا الحمّال لا حمال خيبر　　　هٰذا ابر ربنا واطهر

یہ بار برداری خیبر والی بار برداری نہیں ہے، اے ہمارے رب یہ بڑھ کر نیکی اور ذریعہ پاکیزگی ہے۔

اور آپ ﷺ فرمارہے تھے اے اللہ! بیشک اجر تو آخرت کا اجر ہے پس تو رحم فرما انصار اور مہاجرین پر، اس حدیث کو بخاری نے طویل ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا کہ زبیر نے بطریق مجمع بن ترید ذکر کیا کہ مسلمانوں میں سے ایک نے اس بارے میں کہا ہے۔

لئن قعدنا والنبي يعمل　　　ذاك اذًا للعمل المضلل

اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی کریم ﷺ کام کریں پھر تو یہ حرکت بہت گمراہانہ حرکت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس قسم کی روایت میں ایک دوسرے طریق سے یہ بھی زائد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لا يستوي من يعمر المساجدا　　　يدأبُ فيها قائماً وقاعداً

ومن يرى عن التراب حائداً

جو مسجدیں آباد کرے اور قیام اور قعود کرتے ہوئے مسجدوں میں پابندی کا عادی ہے اس کے برابر نہیں ہوسکتا (مسجدوں سے الگ رہنے والا) اور جس کو دکھائی دیتا ہے وہ مٹی سے ہٹتا ہے۔

لِئَنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِيُّ يَعْمَلُ ذَاكَ إِذًا لَلْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

ومن طريق أخرى عن أم سلمة نحوه وزاد: قال: وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ:

لَا يَسْتَوِي مَنْ يَعْمُرُ الْمَسَاجِدَا يَدْأَبُ فِيهَا قَائِمًا وَقَاعِدًا

وَمَنْ يَرَى عَنِ التُّرَابِ حَائِدًا

بَابُ الْوَقْفِ عَلٰى مَصَالِحِ الْمَسْجِدِ وَحُكْمِ مَا يُهْدٰى إِلَيْهِ مِنَ الْأَمْوَالِ

٤٥٦٥...... قال الواقدي: حدثنا عبدالرحمٰن بن عبدالعزيز عن حكيم بن حكيم عن أبي جعفر أَنَّهُ حَبَسَ مَالًا عَلٰى سَقْيِ مَاءٍ فِي الْمَسْجِدِ- رواه الخصاف في أحكام الأوقاف له (ص:١٧) وسنده حسن-

فائدہ:۔ (۱) اس حدیث سے بھی مسجد کی تعمیر کی فضیلت ظاہر ہے کیونکہ جس عمل کو نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کیا ہے اس سے بڑھ کر کونسا کام ہوسکتا ہے اور اس سے مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے گذشتہ حدیث میں مسجد قباء کی فضیلت تھی مگر مسجد نبوی مسجد قباء سے افضل ہے کیونکہ مسجد قباء کی بنیاد آپ ﷺ نے رکھی مگر مبارک ہاتھوں سے اس میں کام نہیں کیا جبکہ مسجد نبوی کی تعمیر میں آپ ﷺ نے خود کام کیا ہے نیز مسجد قباء کی بنیاد بعض صحابہ ﷺ کی رائے پر رکھی جبکہ مسجد نبوی کی تعمیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے حکم پر رکھی۔

فائدہ:۔ (۲) **لَمَسْجِدٌ اسس علی التقوی** سے کونسی مسجد ہے؟ جمہور کے نزدیک مسجد قباء مراد ہے لیکن مسلم شریف میں حضرت ابوسعید ﷺ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا **لَمَسْجِدٌ اسس علی التقوی** سے مراد مسجد نبوی ہے، حق یہ ہے کہ مسجد قباء اور مسجد نبوی دونوں کی بنیاد تقویٰ پر ہے تو مسجد نبوی کو حضور ﷺ کا **لَمَسْجِدٌ اسس علی التقوی** کا مصداق فرمانا اس وہم کو دفع کرنا ہے کہ **لَمَسْجِدٌ اسس علی التقوی** والی خصوصیت مسجد قبا کے ساتھ خاص ہے تو آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ جیسے مسجد قباء کی یہ خصوصیت ہے ایسے ہی یہ خصوصیت مسجد نبوی کو بھی حاصل ہے (فتح الباری)۔

باب: مسجد کے مصالح پر وقف کرنا اور جو اموال مسجد کے مصالح کیلئے دیئے جائیں ان کا حکم

☆......(۴۵۶۵) امام واقدی فرماتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز نے حکیم بن حکیم سے امام ابوجعفر ﷫ سے متعلق بیان کیا کہ انہوں نے مسجد میں پانی پلانے کے انتظام میں مال وقف کیا تھا۔ اس کو خصاف نے احکام الاوقاف (ص ۱۷) میں روایت کیا اور سند حسن ہے۔

فائدہ:۔ مسجد کے مصالح کیلئے مال وقف کرنے کے بارے میں روایت صریح دال ہے۔

٤٥٦٦...... عن أبي وائل قال: جَلَسْتُ إِلٰى شَيْبَةَ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ: جَلَسَ إِلَيَّ عُمَرُ فِيْ مَجْلِسِكَ هٰذَا فَقَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَّا أَدَعَ فِيْهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَّمْتُهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ قُلْتُ: مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ، قَالَ لِمَ؟ قُلْتُ: لَمْ يَفْعَلْهُ صَاحِبَاكَ- فَقَالَ: هُمَا الْمَرْآنِ يُقْتَدٰى بِهِمَا- رواه أحمد والبخاري (نيل ٥:٢٧٤)-

٤٥٦٧...... عن عائشة رضى الله عنها قالت: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُوْ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ أَوْ قَالَ: بِكُفْرٍ لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالْأَرْضِ، وَلَأَدْخَلْتُ فِيْهَا مِنَ الْحِجْرِ"- رواه مسلم (نيل الأوطار ٥: ٢٧٤)-

☆......(۴۵۶۶) حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ میں اِس مسجد میں شیبہ کے پاس بیٹھا فرمایا جہاں تم بیٹھے وہیں میرے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے۔ اور انہوں نے فرمایا تھا کہ میرا ارادہ ہوتا ہے کہ سونا چاندی نہ چھوڑوں بلکہ ان کو مسلمانوں میں تقسیم کردوں۔ میں نے عرض کیا آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ میں نے عرض کیا اس لئے کہ آپ کے دونوں ساتھیوں (حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے ایسا نہیں کیا ہے، فرمایا وہ دونوں ایسے تھے جن کی اقتدار کی جانی چاہیے۔ اس کو امام احمد اور بخاری نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار ۵/۲۷۴، بخاری ۲/۱۰۸۰)۔

فائدہ:۔ یہاں سونے چاندی سے مراد وہ ہے جو کعبۃ اللہ کے اخراجات ومصالح کیلئے ہدیہ کیا جاتا تھا اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زائد مقدار میں دیکھ کر یہ ارادہ کیا جب ان کے سامنے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عمل پیش کیا گیا تو مسلمانوں پر تقسیم سے باز آگئے کیونکہ یہ اوقاف کا مال ہے اور اوقاف کا مال دوسری جگہ خرچ نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہمیشہ اس کی حفاظت ضروری ہے کہ آج نہیں تو کبھی اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

☆......(۴۵۶۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اگر تیری قوم نئی نئی جاہلیت سے یا (فرمایا) کفر سے نکلی ہوئی نہ ہوتی تو میں کعبہ کے خزانے کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا اور اس کا دروازہ زمین کے ساتھ کرتا اور اس میں حجرے داخل کردیتا، اس کو مسلم (۱/۴۲۸) نے روایت کیا (نیل الاوطار ۵/۲۷۴)۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی مذکورہ مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے نیز علماء نے اس سے یہ مسئلہ بھی نکالا کہ مال مسجد کی تملیک کرنا بھی صحیح ہے مثلاً کہا میں نے اپنا گھر مسجد کو دیا یا ہبہ کیا تو یہ تملیک ہوجائے گی اور صحیح ہے مگر نگران ومتولی کے حوالے کرنے سے تملیک تام ہوگی۔

بَابُ حُكْمِ حَصِيْرِ الْمَسْجِدِ وَحَشِيْشِهٖ وَنَقْضِهٖ إِذَا اسْتُغْنِيَ عَنْهُ

٤٥٦٨...... روى الفاكهي في كتاب مكة من طريق علقمة بن أبي علقمة عن أمه عن عائشة رضي الله عنها قالت: دَخَلَ عَلَيَّ شَيْبَةُ الْحَجَبِيُّ فَقَالَ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنَّ ثِيَابَ الْكَعْبَةِ تَجْتَمِعُ عِنْدَنَا فَتَكْثُرُ، فَنَنْزِعُهَا وَنَحْفِرُ أَبْيَارًا فَنُعَمِّقُهَا وَنَدْفِنُهَا لِكَيْ لَا تَلْبَسُهَا الْحَائِضُ وَالْجُنُبُ؟ قَالَتْ: بِئْسَ مَا صَنَعْتَ، وَلٰكِنْ بِعْهَا فَاجْعَلْ ثَمَنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفِي الْمَسَاكِيْنِ، فَإِنَّهَا إِذَا نُزِعَتْ عَنْهَا لَمْ يَضُرَّ مَنْ لَبِسَهَا مِنْ حَائِضٍ وَجُنُبٍ، فَكَانَ شَيْبَةُ يَبْعَثُ بِهَا إِلَى الْيَمَنِ فَتُبَاعُ لَهٗ فَيَضَعُهَا حَيْثُ أَمَرَتْهُ. وأخرجه البيهقي من هذا الوجه لكن في إسناده راو ضعيف، وإسناد الفاكهي سالم منه (فتح الباري ٣: ٣٦٥)۔

٤٥٦٩...... وأخرج (الفاكهي أيضاً) من طريق ابن أبي نجيح عن أبيه أَنَّ عُمَرَ كَانَ يَنْزِعُ كِسْوَةَ الْبَيْتِ كُلَّ سَنَةٍ فَيَقْسِمُهَا عَلَى الْحَاجِّ (فتح الباري ٣: ٣٣٦)۔ وسكوت الحافظ عنه يشعر بصحته، أو حسنه عنده۔

باب: مسجد کی چٹائی اور گھاس کا حکم اور جب ضرورت نہ رہے اس کو توڑنے کا حکم

☆......(۴۵۶۸) فاکہی نے کتاب مکہ میں علقمہ بن علقمہ بن امہ کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں کہ میرے پاس شیبہ حجبی آیا اور کہا ام المومنین ہمارے پاس کعبۃ اللہ کے کپڑے بکثرت اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ہم ان کو علیحدہ کر کے کنوئیں کھود کر اس کی گہرائی میں ڈالتے اور دفن کر دیتے ہیں تا کہ ان کو حیض والی عورتیں اور جنبی آدمی نہ پہنیں۔ فرمایا تم برا کرتے ہو بلکہ ان کو بیچ دیا کرو اور ان کی قیمت اللہ کے راستہ میں لگایا کرو کیونکہ جب وہ کپڑے بیت اللہ سے اتر گئے تو حائض پہنے یا جنبی کچھ اور مساکین میں حرج نہیں تو شیبہ وہ کپڑے یمن بھیجا کرتے وہ فروخت ہوتے تو ان کو وہاں خرچ کرتے جہاں ام المومنین نے حکم فرمایا۔ اور اس کو بیہقی نے بھی (۱۵۹/۵) اس سند سے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں ضعیف راوی ہے اور فاکہی کی سند اس سے سالم ہے۔ (فتح الباری)۔

☆......(۴۵۶۹) فاکہی نے ہی بطریق ابن ابی نجیح عن ابیہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر سال بیت اللہ کے کپڑے اتارتے اور حاجیوں پر تقسیم کر دیتے (فتح الباری) اور ابن حجر کا سکوت بتلاتا ہے کہ روایت صحیح یا حسن ہے۔

فائدہ:۔ یہاں کچھ تفصیل سے بحث کی گئی ہے حاصل یہ ہے کہ چٹائی وغیرہ جس نے مسجد کیلئے وقف کی پھر مسجد کو اس کی ضرورت نہ رہی تو امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ضرورت نہ رہنے کی صورت میں واقف کی ملک دوبارہ نہیں لوٹے گی بلکہ یا تو دوسری مسجد کے استعمال میں لائی

بَابٌ إِذَا ضَاقَ الْمَسْجِدُ بِأَهْلِهِ وَبِجَنْبِهِ أَرْضٌ وُقِفَ عَلَيْهِ جَازَ أَنْ يُدْخَلَ فِيهِ وَلَوْ كَانَ مِلْكَ رَجُلٍ أُخِذَ بِالْقِيمَةِ وَلَوْ كُرْهًا

٤٥٧٠ ...... ذكر الأزرقي والإمام أبو الحسن الماوردي وغيرهما من الأئمة المعتمدين أَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ كَانَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرِ نِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ جِدَارٌ يُحِيطُ بِهِ، وَكَانَتِ الدُّوْرُ مُحْدِقَةً بِهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، وَبَيْنَ الدُّوْرِ أَبْوَابٌ يَدْخُلُ مِنْهَا النَّاسُ، فَلَمَّا أَنِ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اشْتَرَى دُوْرًا وَهَدَمَهَا وَوَسَّعَ بِهَا الْمَسْجِدَ، وَأَبَى بَعْضُهُمْ أَنْ

جائے گی یا مسجد کا نگران اور متولی اس کو بیچ کر رقم مسجد کے مصالح میں خرچ کرے گا علامہ ابن ہمام نے اسی کو ترجیح دی ہے لیکن امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر واقف زندہ ہو تو اس کی ملکیت واپس لوٹ آئے گی اور اگر فوت ہو گیا ہو تو اس کے ورثاء کو ملکیت حاصل ہوگی۔ بحر الرائق میں ہے کہ امام محمد کے قول پر فتویٰ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حجاج پر تقسیم کرنا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ واقف کی ملکیت واپس آ جاتی ہے ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کی کوئی صحیح توجیہ نہیں ہو سکتی، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو روایت ہے ممکن ہے کہ اس وقت کعبہ شریف کے کپڑوں سے متعلق یہی عرف ہو کہ جب پرانے ہوں اور وہ جو چاہتا ہو کرتا ہو اور اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا اس لئے فرمایا ہو کہ وہ اپنے اوپر خرچ کرنے سے پرہیز کر رہا ہو واللہ اعلم۔

تاریخ مکہ میں ابن ظہیرہ فرماتے ہیں کہ جب کعبہ کے کپڑوں کی ضرورت نہ رہے تو ہمارے نزدیک اور فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت کے نزدیک ان کو فروخت کرنا جائز ہے اور بنو شیبہ سے خریدنا بھی جائز ہے احناف میں سے طرطوسی نے اور شافعیہ میں سے سبکی نے اس کی تصریح کی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے استدلال کیا ہے امام نووی نے بھی جواز کو مستحسن کہا ہے۔

باب: جب مسجد نمازیوں کی وجہ سے تنگ ہو جائے اور مسجد کے پاس مسجد پر وقف زمین ہو تو اُس زمین کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے اور اگر مسجد کے پاس والی زمین کسی کی مملوکہ ہو تو قیمۃً خریدی جائے گو مالک پر زبردستی کرنی پڑے

☆...... (٤٥٧٠) امام ازرقی اور ابو الحسن ماوردی وغیرہم (جو معتمد ائمہ میں سے ہیں) رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مسجد حرام نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس طرح تھی کہ اس پر ایسی دیوار نہ تھی جو اس کو احاطہ کئے ہوئے ہوتی آس پاس کے گھروں نے اس کو گھیرے ہوئے تھا اور گھروں کے درمیان دروازے تھے جن سے لوگ مسجد حرام میں داخل ہوتے تھے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو (آس

يَأْخُذَ الثَّمَنَ وَامْتَنَعَ مِنَ الْبَيْعِ، فَوَضَعَ أَثْمَانَهَا فِي خِزَانَةِ الْكَعْبَةِ فَأَخَذُوهَا بَعْدَ ذٰلِكَ، وَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ: أَنْتُمْ نَزَلْتُمْ عَلَى الْكَعْبَةِ وَلَمْ تَنْزِلِ الْكَعْبَةُ عَلَيْكُمْ، إِنَّمَا هُوَ فِنَائُهَا، وَجَعَلَ سَيِّدُنَا عُمَرُ عَلَى الْمَسْجِدِ جِدَارًا قَصِيرًا مُحِيطًا بِهِ دُوْنَ الْقَامَةِ، وَكَانَ الْمَصَابِيْحُ تُوْضَعُ عَلَيْهِ، فَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَوَّلَ مَنِ اتَّخَذَ

پاس کے) گھروں کو خرید کران کو گرادیا اوران کے ذریعہ مسجد کو وسیع کردیا، گھروں والوں میں سے بعض نے قیمت لینے اور گھر فروخت کرنے سے انکار کردیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (گھر تو لے ہی لیئے اور) ان گھروں کی قیمتیں کعبۃ اللہ کی الماریوں میں رکھ دیں تو پھران لوگوں نے وہ قیمتیں لے لیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم لوگ کعبۃ اللہ پر آ اُترے ہو کعبۃ اللہ تم پر نہیں اترا، یہ تو اس کا صحن تھا (تم نے اس کے صحن کو سنبھال رکھا تھا) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد پر چھوٹی سی دیوار بنائی جو اس کو گھیرے ہوئے تھی قامت میں اس سے کم تھی، اس پر چراغ رکھے جاتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسجد کیلئے دیواریں بنائیں۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہوا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (مزید) گھر خریدے اور ان کے ذریعہ مسجد حرام کو وسیع کیا کچھ لوگوں نے گھروں کو بیچنے سے انکار کیا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے گھر گرادیئے تب وہ چیخے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم سے میرے حلم کے معاملہ نے تمہیں مجھ پر جری کردیا حالانکہ یہی معاملہ تمہارے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا ان پر تو کوئی نہ چیخا تھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انکاریوں کو جیل میں ڈالنے کا حکم کیا۔ حتی کہ حضرت عبداللہ بن خالد اسید نے سفارش کی تو جیل سے نکالدیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد کیلئے برآمدے بنائے وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت اللہ کیلئے برآمدے بنائے ہیں۔ اس کو حافظ ابن ظہیرہ نے تاریخ مکہ میں اور بلاذری نے اپنی فتوح البلدان میں محمد بن سعید عن الواقدی کے طریق سے مختصراً ذکر کیا ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث کے تحت کئی مسائل زیر بحث آتے ہیں (۱) کوئی مسجد تنگ ہو اور اس کے پاس کسی کی مملوکہ زمین ہو تو اس کی رضا کے بغیر زبردستی قیمت دیکر زمین کو مسجد میں ملایا جائے یا نہ؟ بحرالرائق میں اس کا جواز لکھ کر متن میں مذکور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال محل نظر ہے کیونکہ روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کعبہ پر آ اترے ہو کعبہ تم پر نہیں اترا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ روایت صرف کعبۃ اللہ سے حکم کو مخصوص کرتی ہے دوسری مساجد کا یہ حکم نہیں ہے جس کی تائید مستدرک حاکم (۴/۴۶ ذار اسلام عباس رضی اللہ عنہ) کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس میں اضافہ کرنا چاہا اس کے قریب ایک یتیم کا گھر تھا حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے گھر مانگا، اس نے انکار کیا تو پھر بھی اس کا گھر لینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میرے گھر کی خاطر گھروں پر ظلم سے پرہیز کرو تو حضرت داؤد علیہ السلام نے رہنے دیا الخ (یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے، ایک سند میں عبدالرحمٰن بن زید ہے جس پر کئی محدثین نے کلام کیا ہے جبکہ ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس کی کئی حسن احادیث ہیں تو کئی سندوں کی وجہ سے یہ حدیث بلاشک

لِلْمَسْجِدِ جِدَارًا، فَلَمَّا كَانَ زَمَنُ سَيِّدِنَا عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَثُرَ النَّاسُ اشْتَرَىٰ دُوْرًا وَوَسَّعَ بِهَا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، وَأَبَىٰ قَوْمٌ أَنْ يَبِيْعُوْا فَهَدَمَ عَلَيْهِمْ فَصَاحُوْا بِهِ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّمَا جَرَّأَكُمْ عَلَيَّ حِلْمِيْ عَنْكُمْ، فَقَدْ فَعَلَ بِكُمْ عُمَرُ هٰذَا فَلَمْ يَصِحْ بِهِ أَحَدٌ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِمْ إِلَى الْحَبْسِ حَتّٰى شَفَعَ فِيْهِمْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ خَالِدِ بْنِ أُسَيْدٍ فَأَخْرَجَهُمْ، وَجَعَلَ عُثْمَانُ لِلْمَسْجِدِ أَرْوِقَةً، فَكَانَ أَوَّلَ مَنِ اتَّخَذَ الْأَرْوِقَةَ لَهٗ۔ ذکرہ الحافظ ابن ظهيرة فى "تاريخ مكة" له۔ (ص:١٩٧)، وكذا ذكره البلاذرى فى "فتوح البلدان" له (ص:٥٣) من طريق محمد بن سعد عن الواقدى مختصراً۔

بَابٌ إِذَا خَرِبَ الْمَسْجِدُ أَوِ الْوَقْفُ لَمْ يَعُدْ إِلٰى مِلْكِ الْوَاقِفِ وَلَا يُبَاعُ

٤٥٧١ ...... فيه حديث عمر مرفوعاً: تَصَدَّقْ بِأَصْلِهٖ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ۔ وقد تقدم

حسن درجہ کی ہے) اس سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد کے قریب کسی کا گھر یا زمین ہو تو جب تک وہ بیع پر راضی نہ ہو یا مسجد کو ہبہ نہ کرے اس سے زبردستی لینا جائز نہیں ہے۔ (۲) دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جب عام لوگوں کو ضرر ہو اور اگر اس کو دور کیا جائے تو کسی خاص شخص کو ضرر پہنچے تو خاص کے ضرر کی پرواہ کئے بغیر عام کو ضرر سے بچایا جائے گا (مگر شرعی احکام ملحوظ ہونا ضروری ہوں گے)۔ (۳) مکہ مکرمہ کی زمین فروخت کرنے کا کیا حکم ہے؟ امام محمد ﷫ فرماتے ہیں نامناسب ہے اور امام ابوحنیفہ ﷫ ایام حج میں وہاں کے گھروں کا کرایہ لینا مکروہ کہتے ہیں کیونکہ حجاج نے زمین سے نفع اٹھانا ہے عمارتوں سے نفع بہت کم اٹھانا ہے اس لئے کہ زیادہ تر ان کی مشغولی مناسک حج میں رہتی ہے۔ (عام حالات میں مقیمین سے گھروں کا کرایہ جائز ہے) البتہ زمین پر بنی ہوئی عمارت فروخت کرنے میں حرج نہیں پھر وہ قیمت ارضِ مکہ کی نہیں ہوگی اس پر موجود عمارت کی ہوگی امام ابن ابی شیبہ بسند ہ مجاہد ﷫ سے صحیح مرسل روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مکہ مکرمہ محترم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو حرم (محترم) بنایا، نہ اس کی زمینوں کی بیع حلال ہے نہ اس کے گھروں کو کرایہ پر دینا حلال ہے (مصنف ۴/۱۴۱۷ کتاب الحج باب ۳۱۰)۔

باب: جب مسجد یا وقف ویران ہو جائے تو بھی واقف کی ملکیت واپس نہیں لوٹتی اور نہ اس کو فروخت کیا جائے

☆......(۴۵۷۱) اس بارے میں حضرت عمر ﷛ کی حدیث ہے جو پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ آپ ﷺ نے انکو ثمغ سے متعلق فرمایا اصل کا صدقہ کرے۔ نہ اس کی بیع کی جائے نہ ہبہ ہو نہ میراث بنائی جائے۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ وقف ہمیشہ کیلئے وقف ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہو جاتا ہے۔

غير مرة۔

٤٥٧٢ ...... حدثنا ابن حميد مهران عن سفيان عن خصيف عن عكرمة: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ﴾ قَالَ: الْمَسَاجِدُ كُلُّهَا۔ رواه ابن جرير في التفسير (٢٩:٧٣)، وسنده حسن۔

٤٥٧٣ ...... عن ابن عباس في قوله: ﴿وأنّ المساجد لله﴾ قَالَ: لَمْ يَكُنْ يَوْمَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ فِي الْأَرْضِ مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَمَسْجِدُ إِيلِيا بَيْتِ الْمَقْدِسِ۔ أخرجه ابن أبي حاتم (الدر المنثور ٦: ٢٧٤)۔

☆ ......(۴۵۷۲) حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وان المساجد للّٰہ میں ساری مسجدیں داخل ہیں کہ سب مسجدیں اللہ کیلئے ہیں اس کو ابن جریر نے تفسیر میں روایت کیا اور سند حسن ہے۔

فائدہ:۔ تو مسجد کسی کی ملکیت نہیں رہتی اور ایک بار ملکیت ختم ہونے کے بعد دوبارہ ملکیت نہیں لوٹتی، امام ابو یوسف رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں جبکہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ویرانی کے بعد وقف واقف کی ملکیت میں لوٹ جاتا ہے (مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں) میرا خیال ہے کہ اس بارے میں دارالاسلام میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے کیونکہ دارالاسلام میں ویرانی کے بعد بھی مسجدوں کا احترام رہتا ہے، بے ادبی سے محفوظ ہوتی ہیں اور دارالحرب میں امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ بہتر ہے کیونکہ وہاں مساجد کو اصطبل یا بت خانہ وغیرہ بنا کر کفار بے ادبی کرتے ہیں جب واقف کی ملکیت لوٹنے کا فتویٰ دیا جائیگا تو واقف اپنی ملکیت میں لا کر حفاظت کرے گا۔ اسی آیت سے علماء احناف نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ اگر کوئی شخص اسی طرح مسجد بنائے کہ نیچے تہہ خانہ اور اوپر کمرہ (گھر) ہو اور وہ مسجد کے مصالح کیلئے نہ ہوں تو ایسی مسجد مسجد نہیں، اس کو بیچ سکتا ہے اور وہ میراث بھی بن سکے گی کیونکہ اُس مسجد سے بندے کا حق متعلق رہا حالانکہ مسجد خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتی ہے اس میں کسی کا حق نہیں ہوا کرتا ہاں اگر تہہ خانہ اور بالا خانہ مسجد کے مصالح کیلئے وقف ہو تو وہ مسجد ہی ہے کیونکہ اس میں کسی کی ملک اور حق نہیں (اور نیچے تہہ خانہ اور اوپر کمرہ مسجد کے مصالح کیلئے بنانا بھی تب جائز ہے جب مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی اس کی تعمیر ہو ورنہ مسجد کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد تہہ خانہ یا بالا خانہ کی تعمیر جائز نہیں) یہ تو ظاہر مذہب ہے لیکن غیر ظاہر الروایۃ میں امام حسن کی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نیچے مسجد اور اوپر رہائش گاہ ہو تو بھی وہ مسجد ہے، امام محمد رحمہ اللہ سے اُس کے برعکس روایت ہے کیونکہ تہہ خانہ یا بالا خانہ ہونے سے تعظیم مشکل ہے۔

☆ ......(۴۵۷۳) اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وان المساجد للہ'' کے بارے میں ابن عباس سے مروی ہے کہ جس دن یہ آیت نازل ہوئی اس دن روئے زمین پر مسجد حرام اور مسجد ایلیا یعنی مسجد بیت المقدس کے علاوہ کوئی مسجد نہ تھی۔ اس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ (الدر المنثور)

بَابٌ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ اَنْ يَّجْعَلُوا الطَّرِيْقَ مَسْجِدًا وَكَذَا عَكْسُهٗ بِأَمْرِ الْإِمَامِ أَوْ يَجْعَلُوا الرَّحْبَةَ مَسْجِدًا وَكَذَا عَلَى الْقَلْبِ

٤٥٧٤ ...... كتب إلى السرى عن شعيب عن سيف عن محمد و طلحة والمهلب وعمرو و سعيد قالوا: لَمَّا أَجْمَعُوا عَلَى أَنْ يُضِيْعُوا بُنيان الْكُوفَةِ، فذكر حديثا طويلا، وفيه: فَأَوَّلُ شَيْءٍ خُطَّ بِالْكُوفَةِ، بُنِيَ حِيْنَ عَزَمُوْا عَلَى الْبِنَاءِ الْمَسْجِدُ فَوُضِعَ فِيْ مَوْضِعِ أَصْحَابِ الصَّابُوْنِ وَالتَّمَّارِيْنَ مِنَ السُّوْقِ فَاخْتَطُّوْهُ، ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ فِيْ وَسَطِهِ رَامٍ شَدِيْدُ النَّزْعِ فَرَمٰى عَنْ يَمِيْنِهٖ، فَأَمَرَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَبْنِيَ وَرَاءَ مَوْقِعِ ذٰلِكَ السَّهْمِ، وَرَمٰى مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ، وَأَمَرَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَبْنِيَ وَرَاءَ مَوْقِعِ السَّهْمَيْنِ، فَتُرِكَ الْمَسْجِدُ فِيْ مُرَبَّعَةٍ غَلْوَةٍ مِنْ كُلِّ جَوَانِبِهٖ، وَبَنَوْا لِسَعْدٍ دَارًا بِحِيَالِهٖ بَيْنَهُمَا طَرِيْقٌ

باب: اہل مسجد کیلئے جائز ہے کہ راستہ کو (بھی مسجد میں ملاکر) مسجد بنالیں یا اس کے الٹ کریں بشرطیکہ امام کا حکم ہو، یا وسیع میدان کو (جو لوگوں کی ضرورت کیلئے ہو) مسجد میں شامل کرلیں یا مسجد کا حصہ میدان میں ملالیں

☆......(۴۵۷۴) میری طرف سری نے عن شعیب عن سیف روایت لکھ بھیجی کہ محمد اور طلحہ اور مہلب اور عمرو اور سعید نے بیان کیا کہ جب صحابہ نے اتفاق کیا کہ کوفہ کی بنیاد ڈالیں (طویل حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ) تو جب بنیاد پر عزم کرلیا تو سب سے پہلی کوفہ میں جو لکیر کھینچی گئی یعنی تعمیر کرنی چاہی وہ مسجد تھی جو بازار کے اندر صابن اور کھجور فروخت کرنے والوں کی جگہ پہ بنائی گئی تو لوگوں نے مسجد کی حد بندی کی، پھر اس کے بیچ میں مضبوطی سے تیر پھینکنے والا شخص کھڑا ہوا اس نے دائیں طرف تیر پھینکا اور حکم کیا کہ جسکو گھر بنانا ہو وہ تیر کی جگہ سے پیچھے بنائے ایسے ہی اپنے آگے اور پیچھے بھی تیر پھینکا اور تیر جانے کی جگہ سے پیچھے عمارت بنانے کا حکم کیا تو ہر طرف سے تیر پہنچنے کے احاطہ کے درمیان مسجد کی زمین چھوڑی گئی اور حضرت سعد کا گھر اس کے سامنے بنایا، گھر اور مسجد دونوں کے درمیان دوسو گز کا پہاڑی راستہ تھا، اور اس احاطہ میں کئی بیت المال بنائے گئے وہی آج کوفہ کا محل حکومت ہے، ایک روایت میں یوں لفظ ہیں حضرت سعد نے اس زمین میں جہاں محل کی لکیر کھینچی گئی تھی مسجد کوفہ آج جہاں ہے اس کے محراب کے برابر میں محل بنایا اور اس کو چونہ گچ کیا اور اس میں بیت المال بنایا اور اس کے ایک کونے میں رہائش اختیار کی پھر بیت المال میں نقب زنی کر کے مال لے لیا گیا اور حضرت سعد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا اور گھر والی جگہ اور گھر کی کوڑی سے متصل احاطے والے بیت المال کے کمروں کی جگہ بتائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ احاطہ مسجد کو منتقل کرتے ہوئے گھر کے پہلو تک لے آئیں اور گھر اس کے قبلہ کی طرف کردیں کیونکہ مسجد کیلئے دن رات حاضر ہونے والے لوگ ہوتے ہیں اور اس صورت میں ان لوگوں کے مال کی حفاظت ہے تو مسجد منتقل کرنا چاہی اور اس کی عمارت بڑھانا چاہی تو ایک دہقان جس کو روز بر بن بزرجمہ کہا

مُنَقَّبٌ مِائَتَيْ ذِرَاعٍ، وَجُعِلَ فِيهَا بُيُوتُ الْأَمْوَالِ وَهِيَ قَصْرُ الْكُوفَةِ الْيَوْمَ، وَفِي لَفْظٍ: وَقَدْ بَنَى سَعْدٌ فِي الَّذِي خَطُّوا لِلْقَصْرِ قَصْرًا بِحِيَالِ مِحْرَابِ مَسْجِدِ الْكُوفَةِ الْيَوْمَ فَشَيَّدَهُ وَجَعَلَ فِيهِ بَيْتَ الْمَالِ وَسَكَنَ نَاحِيَتَهُ، ثُمَّ إِنَّ بَيْتَ الْمَالِ نُقِبَ عَلَيْهِ نَقْبًا وَأُخِذَ مِنَ الْمَالِ، وَكَتَبَ سَعْدٌ بِذَلِكَ إِلَى عُمَرَ وَوَصَفَ لَهُ مَوْضِعَ الدَّارِ، وَبُيُوتَ الْأَمْوَالِ مِنَ الصَّحْنِ مِمَّا يَلِي وَدْعَةَ الدَّارِ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ أَنْ انْقُلِ الْمَسْجِدَ، حَتَّى تَضَعَهُ إِلَى جَنْبِ الدَّارِ، وَاجْعَلِ الدَّارَ قِبْلَتَهُ فَإِنَّ لِلْمَسْجِدِ أَهْلًا بِالنَّهَارِ وَبِاللَّيْلِ، وَفِيهِمْ حِصْنٌ لِمَالِهِمْ، فَنَقَلَ الْمَسْجِدَ وَأَرَاغَ بُنْيَانَهُ فَقَالَ لَهُ دِهْقَانٌ يُقَالُ لَهُ: رُوزْبَهْ بْنُ بَزَرْ جُمْهُرَ: أَنَا أَبْنِيهِ لَكَ وَأَبْنِي لَكَ قَصْرًا فَأَصِلُهُمَا وَيَكُونُ بُنْيَانًا وَاحِدًا، فَخَطَّ قَصْرَ الْكُوفَةِ عَلَى مَا خُطَّ عَلَيْهِ، وَوَضَعَ الْمَسْجِدَ بِحِيَالِ بُيُوتِ الْأَمْوَالِ مِنْهُ إِلَى مُنْتَهَى الْقَصْرِ يُمْنَةً عَنِ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ مَدَّ بِهِ عَنْ يَمِينِ ذَلِكَ إِلَى مُنْقَطَعِ رَحْبَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَالرَّحْبَةُ قِبْلَتُهُ، فَكَانَتْ قِبْلَةُ الْمَسْجِدِ إِلَى الرَّحْبَةِ وَمَيْمَنَةِ الْقَصْرِ، الحديث رواه الطبری فی تاریخه، (١٩٢:٣)، وإسناده وإن لم یکن محتجا به فی الأحکام، فقد احتجت الحفاظ برجاله فی "السیر"، وقد تقدم فی حاشیة الباب السابق أن أحمد قد احتج بهذه القصة۔

جاتا تھا اس نے کہا میں اس کو آپ کیلئے تعمیر کر دیتا ہوں اور آپ کو محل بنا دیتا ہوں اور ملا کر دونوں کو ایک عمارت بنا تا ہوں چنانچہ محل کوفہ کی لکیر اُسی پر کھینچی گئی جس پر پہلے کھینچی گئی تھی اور مسجد بیت المال کے کمروں کے برابر کے حصوں سے قبلہ کے دائیں جانب سے محل کے آخر تک بنائی گئی پھر اس کو دائیں جانب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کھلے میدان کے اخیر تک (جو مسجد کے قبلہ کی جانب تھا) مسجد بڑھائی گئی تو مسجد کا قبلہ رحبہ (کھلے میدان) اور محل کے دائیں جانب کے حصہ کی طرف تھا۔ اس کو طبری نے تاریخ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند اگر چہ احکام میں قابل حجت نہیں ہو سکتی لیکن حفاظ نے سیر میں اس کے رجال سے حجت لی ہے۔ اور اس قصہ سے امام احمد نے بھی حجت پکڑی ہے۔

فائدہ:۔ اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ پہلے مسجد میدان کے درمیان اور محل اس کے شمال میں تھا پھر مسجد اس جگہ سے منتقل (بڑھا) کر کے محل سے متصل کر دی گئی اور گھر کو قبلہ بنایا گیا اور دونوں میں ایک ہی دیوار بنائی گئی تو مسجد کا کچھ حصہ میدان میں اور میدان کا کچھ حصہ مسجد میں منتقل ہو گیا اہل مسجد کیلئے ایسی تبدیلی جائز ہے، جب ضرورت ہو تو امام محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اہل مسجد ایسا کر سکتے ہیں، مسجد کے اہل محلہ کے علاوہ کوئی غیر ایسا نہیں کر سکتا، اور اگر اہل مسجد میں اس بارے میں اختلاف ہو تو جس رائے پر اکثر ہوں ان کا اعتبار ہوگا۔ کنز الدقائق اور بحر الرائق میں بھی ایسا کرنے کا جواز ذکر ہے مگر اذنِ امام ہونا ضروری ہے کیونکہ حضرت سعد اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ایسا کیا ہے۔

بَابٌ لَوْ كَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ مَدْخَلٌ مِنْ دَارٍ مَوْقُوفَةٍ لَا بَأْسَ لِلْإِمَامِ أَنْ يَدْخُلَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ

٤٥٧٥...... عن عروة أَنَّهُ سُئِلَ أَتَخْدِمُنِي الْحَائِضُ أَوْ تَدْنُوْ مِنِّي الْمَرْأَةُ وَهِيَ جُنُبٌ؟ فَقَالَ عُرْوَةُ: كَانَتْ ذٰلِكَ عَلَيَّ هَيِّنٌ، وَكُلُّ ذٰلِكَ تَخْدِمُنِي وَلَيْسَ عَلٰى أَحَدٍ فِي ذٰلِكَ بَأْسٌ، أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهِيَ حَائِضٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ يُدْنِيْ لَهَا رَأْسَهُ وَهِيَ فِيْ حُجْرَتِهَا فَتُرَجِّلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ رواه البخاری (فتح الباری ١:٣٤٢)- قال الحافظ: وَحُجْرَةُ عَائِشَةَ كَانَتْ مُلَاصِقَةً لِلْمَسْجِدِ اھ-

٤٥٧٦...... روی مالك عن الثقة عنده أَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَدْخُلُوْنَ حُجَرَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يُصَلُّوْنَ فِيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ يَضِيْقُ عَنْ أَهْلِهِ قَالَ: وَحُجَرُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ لَيْسَتْ مِنَ الْمَسْجِدِ وَلٰكِنْ أَبْوَابُهَا شَارِعَةٌ فِي الْمَسْجِدِ- كذا فی "وفاء الوفاء" (١:٣٦٦)- وروی ابن النجار عن أهل السير نحوه أَنَّ الْحُجُرَاتِ كَانَتْ خَارِجَةً مِنَ الْمَسْجِدِ مُدْبِرَةً بِهِ إِلَّا مِنَ الْمَغْرِبِ،

باب: اگر وقف گھر کا دروازہ مسجد کی طرف ہو تو امام المسلمین مسجد میں اس دروازے سے داخل ہوسکتا ہے

☆......(۴۵۷۵) حضرت عروہ سے متعلق مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا (سائل نے کہا) کیا حائضہ عورت میری خدمت کرسکتی ہے یا جنبی ہونے کی حالت میں عورت میرے قریب ہوسکتی ہے؟ تو عروہ نے کہا یہ بات مجھ پر تو معمولی سی ہے اور ایسی عورت میری خدمت کرتی ہے اور اس بارے میں مجھ پر کوئی تنگی نہیں، مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حیض کی حالت میں وہ رسول اللہ ﷺ کو اس وقت کنگھی کیا کرتی تھیں جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے آپ اپنا سر اس کی طرف جھکا لیتے اور وہ اپنے حجرے میں ہوتیں اور حائضہ ہوکر بھی آپ کو کنگھی کرتی تھیں اس کو بخاری نے روایت کیا، علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے متصل تھا (بخاری ۱/۴۳)۔

☆......(۴۵۷۶) امام مالک نے ثقہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ جمعہ کے دن حضور ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں میں داخل ہوکر نماز پڑھتے تھے مسجد نمازیوں پر تنگ ہوگئی تھی، فرمایا کہ ازواج مطہرات کے حجرے مسجد کے حصے میں سے نہ تھے لیکن ان کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے (وفاء الوفا/۳۶۶) اور ابن نجار نے اہل سیر سے نقل کیا ہے کہ حجرے مسجد سے باہر تھے، سوائے مغرب کی جانب کے باقی جانبوں سے مسجد کی طرف پشت کئے ہوئے تھے اور ان کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے (وفاء الوفاء) اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد کی طرف اپنے حجرے سے داخل ہوتے تھے۔

وَكَانَتْ أَبْوَابُهَا شَارِعَةً فِي الْمَسْجِدِ- كذا في "وفاء الوفاء" أيضا (١:٣٢٥) - قلت: وَلَمْ يَخْتَلِفْ اثْنَانِ فِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَدْخُلُ مِنْ حُجْرَتِهِ إِلَى الْمَسْجِدِ-

بَابٌ إِذَا وَقَفَ السِّقَايَةَ أَوِ الْخَانَ أَوِ الرِّبَاطَ لِابْنِ السَّبِيلِ أَوِ السُّوقَ لِلْمُسْلِمِينَ أَوِ الْمَقْبَرَةَ لِمَوْتَاهُمْ صَحَّ وَلَزِمَ بِاسْتِعْمَالِ النَّاسِ لَهُ

٤٥٧٧ ...... فِيهِ حَدِيثُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ اشْتَرَى بِئْرَ رُومَةَ وَجَعَلَ فِيهَا دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ

فائدہ:۔ اس بارے میں دو قول ہیں کہ ازواج مطہرات کے حجرے ان کی ملکیت تھے یا وقف تھے؟ امام طبری نے اور احناف علماء نے ان کے وقف ہونے کو راجح ٹھہرایا ہے جس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے وفات سے پانچ رات پہلے غیر موقوفہ سب دروازے مسجد کی طرف کھلنے سے منع کر دیا صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کا باوجود غیر موقوفہ ہونے کے استثناء کیا، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے اور نبی کریم ﷺ کو اختیار ہے جس کو جو خصوصیت دیں، اس لئے ان پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح یہ جو فرمایا تھا کہ مسجد میں سے میرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی جنبی حالت میں نہ گذرا کرے یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے کیونکہ انکا ایک ہی دروازہ تھا جو مسجد کی طرف کو تھا اور کوئی دروازہ ہی نہ تھا جدھر کو نکلتے۔

فائدہ:۔ اوپر حدیث ذکر ہوئی کہ آپ ﷺ نے دروازے بند کرنے کے حکم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کا استثناء کیا اسی طرح کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق مسند احمد ونسائی میں بسند قوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اور مسند احمد ونسائی وحاکم میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اور مسند احمد ونسائی میں ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور مسند احمد میں بسند حسن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے یوں تطبیق دی ہے کہ ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استثناء کیا اور دوسرے موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا استثناء کیا۔ لیکن یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کا استثناء کیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے روشندان یا چھوٹے دروازے کا استثناء کیا۔ لہذا علامہ ابن جوزی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق حدیث کو من گھڑت کہنا ان کی غلطی ہے، وہ بہت دفعہ صحیح حدیث کو وہم کی بناپر رد کر دیتے ہیں۔

باب: جب کوئی پانی کا حوض یا سرائے یا مکان مسافروں کیلئے وقف کرے یا بازار مسلمانوں کیلئے یا قبرستان مسلمانوں کے مردوں کیلئے وقف کرے تو یہ وقف صحیح ہے اور جب لوگ استعمال کرنے لگیں تو وقف لازم ہو جائے گا

☆......(٤٥٧٧) اس بارے میں حدیث عثمان رضی اللہ عنہ ہے کہ انہوں نے بیر رومہ خریدا اور (وقف کر کے) اس میں اپنا ڈول مسلمانوں کے

الْمُسْلِمِيْنَ- رواه النسائی والترمذی، وقد تقدم-

٤٥٧٨...... عن الحسن عَنْ سعد بن عبادة أَنَّ أُمَّهٗ ماتت فقال: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّيْ مَاتَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: سَقْيُ الْمَاءِ- قَالَ الْحَسَنُ: فَتِلْكَ سِقَايَةُ آلِ سَعْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ- رواه أحمد والنسائی- وفی "النيل" (٣: ٣٣٤): حديث سعد رجال إسناده عند النسائی ثقات، ولكن الحسن لم يدرك سعدا، وقد أخرجه أيضا أبو داؤد وابن ماجة اهـ- قلت: وأصله عند البخاری، كما تقدم-

٤٥٧٩...... عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ: عِلْمًا نَشَرَهٗ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ، أَوْ مُصْحَفًا وَرَّثَهٗ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ، أَوْ بَيْتًا لِابْنِ

دونوں کے ساتھ (برابر) کیا، اس کو نسائی وترمذی نے روایت کیا۔

☆......(٤٥٧٨) حضرت حسن بصری حضرت سعد بن عبادہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ فوت ہوگئیں تو عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئی ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، میں نے پوچھا کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا پانی پلانے کا انتظام کرنا، حضرت حسن فرماتے ہیں کہ آل سعد کا مدینہ طیبہ میں حوض موجود ہے، اس کو امام احمد ونسائی نے روایت کیا (نیل الاوطار ٣: ٣٣٤) نسائی کے راوی ثقہ ہیں البتہ حضرت حسن کی سعد سے ملاقات نہیں ہوئی اور اس کو ابوداؤد وابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے، اور اصل اس کی بخاری میں ہے۔

فائدہ:۔ دونوں حدیثوں سے حوض کے وقف کا صحیح ہونا ثابت ہوا۔

☆......(٤٥٧٩) حضرت ابوھریرہ ؓ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کے اعمال اور نیکیوں میں سے جو موت کے بعد بھی اس کو ملتے رہتے ہیں ان میں سے وہ علم ہے جس کو عام کیا اور نیک اولاد ہے جو چھوڑی یا وہ قرآن مجید جس کا کسی کو مالک بنایا یا مسجد بنائی یا مسافر خانہ جسے مسافروں کیلئے بنایا یا نہر جاری کی یا صدقہ جس کو اپنی صحت وزندگی میں مال میں سے نکالا یہ موت کے بعد بھی اس کو ملے گا (ابن ماجہ، شعب الایمان، مشکوٰۃ/ ٥٥) ابن ماجہ کی سند حسن ہے اور ابن خزیمہ نے بھی صحیح میں ایسی ہی روایت ذکر کی ہے البتہ یہ لفظ ذکر کئے یا نہر کرایہ پر دی اور قرآن مجید کا ذکر نہیں کیا۔

فائدہ:۔ اس حدیث میں نہر اور مسافر خانہ بنا کر وقف کرنے کا جواز اور استحسان ثابت ہورہا ہے اور یہ کہ صحت کے زمانہ میں وقف کرنا صحیح ہے لیکن مرض الوفات کے زمانہ میں تہائی ترکہ سے وقف صحیح ہوتا ہے اس سے زائد سے صحیح نہیں ہوتا مگر یہ کہ ورثاء اجازت دیں تو! اور یہ جو فرمایا موت کے بعد اس کو اجر ملتا رہتا ہے اس میں امام ابوحنیفہ ؒ کے قول کی دلیل ہے کہ وقف لازم ہونے کیلئے موت کے بعد کی طرف

السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ، أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِيْ صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ تَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ۔ رواه ابن ماجة والبيهقي في الشعب وفي "تنقيح المشكاة" (۱:۵۵): إسناد ابن ماجة حسن، ورواه ابن خزيمة في صحيحه مثله إلا أنه قال: أَوْ نَهْرًا أَكْرَاهُ، ولم يذكر المصحف اهـ۔

۴۵۸۰...... عن عطاء بن يسار قال: لَمَّا أَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَجْعَلَ لِلْمَدِيْنَةِ سُوْقًا أَتٰى سُوْقَ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ، ثُمَّ جَاءَ سُوْقَ الْمَدِيْنَةِ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ۔ وَقَالَ: هٰذَا سُوْقُكُمْ فَلَا يَضِيْقُ وَلَا يُؤْخَذُ فِيْهِ خِرَاجٌ أَيْ كِرَاءٌ۔ رواه عمر بن شبة (وفاء الوفاء ۱: ۵۳۹) وهو مرسل۔

۴۵۸۱...... عن عباس بن سهل عن أبيه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتٰى بَنِيْ سَاعِدَةَ فَقَالَ: "إِنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ فِيْ حَاجَةٍ تُعْطُوْنِيْ مَكَانَ مَقَابِرِكُمْ فَأَجْعَلَهَا سُوْقًا" وَكَانَتْ مَقَابِرُهُمْ مَا حَازَتْ دَارُ ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ إِلٰى دَارِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، فَأَعْطَاهُ بَعْضُ الْقَوْمِ وَمَنَعَهُ بَعْضُهُمْ وَقَالُوْا: مَقَابِرُنَا وَمَخْرَجُ نِسَائِنَا۔ ثُمَّ تَلَاوَمُوْا فَلَحِقُوْهُ وَأَعْطُوْهُ إِيَّاهُ فَجَعَلَهُ سُوْقًا۔ رواه ابن زبالة (وفاء الوفاء ۱: ۵۴۰)۔

وقف کی اضافت کرنا شرط ہے۔

☆......(۴۵۸۰) حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ مدینہ طیبہ کا بازار بنائیں تو بنوقینقاع کے بازار آئے، پھر مدینہ طیبہ کے بازار تشریف لاکر اپنا پاؤں اس میں مارا اور فرمایا یہ تمہارا بازار ہے، نہ تو تنگ ہوگا نہ اس میں ٹیکس یعنی کرایہ لیا جائیگا۔ اس کو عمر بن شیبہ نے روایت کیا (وفاء الوفاء) یہ مرسل حدیث ہے۔

☆......(۴۵۸۱) حضرت عباس بن سہل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بنوساعدہ تشریف لائے اور فرمایا میں تمہارے پاس ایک ضرورت کیلئے آیا ہوں وہ یہ کہ مجھے اپنے قبرستان والی جگہ دو، میں اس کو بازار بناتا ہوں۔ ان لوگوں کے قبرستان کی جگہ ابن ابی ذئب کے گھر سے زید بن ثابت کے گھر تک پہنچتی تھی تو کچھ لوگوں نے دی اور کچھ نے انکار کیا اور کہنے لگے یہ ہمارا قبرستان اور ہماری عورتوں کے باہر جانے کی جگہ ہے پھر وہ لوگ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے تو پھر نبی کریم ﷺ سے ملے اور آپ ﷺ کو وہ زمین دے دی تو آپ ﷺ نے اس کو بازار بنادیا۔ اس کو ابن زبالہ نے روایت کیا (وفاء الوفاء)۔

٤٥٨٢...... عن خالد بن إياس العدوى قال: قُرِئَ عَلَيْنَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بِالْمَدِيْنَةِ: إِنَّمَا السُّوْقُ صَدَقَةٌ فَلَا يُضْرَبَنَّ عَلٰى أَحَدٍ فِيْهِ كَرَاءٌ- رواه ابن زبالة (وفاء الوفاء ١: ٥٤٠)

٤٥٨٣...... عن محمد بن عبدالله بن حسن أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَصَدَّقَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِأَسْوَاقِهِمْ رواه عمر بن شبة (وفاء الوفاء ١: ٥٤٠)، وهو مرسل-

٤٥٨٤...... حدثنا محمد بن عبيد عن محمد بن أبى موسى عن الإصبغ بن نباتة قال- خَرَجْتُ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى السُّوْقِ فَرَاٰى أَهْلَ السُّوْقِ قَدْ حَازُوْا أَمْكِنَتَهُمْ فَقَالَ: مَاهٰذَا؟ فَقَالُوْا: أَهْلُ السُّوْقِ قَدْ حَازُوْا أَمْكِنَتَهُمْ فَقَالَ: لَيْسَ ذٰلِكَ لَهُمْ، سُوْقُ الْمُسْلِمِيْنَ كَمُصَلَّى الْمُسْلِمِيْنَ، مَنْ سَبَقَ إِلٰى شَيْءٍ فَهُوَ لَهُ يَوْمَهُ حَتّٰى يَدَعَهُ- رواه أبو عبيد فى "الاموال"، والإصبغ بن نباتة متروك رمى بالرفض (تقريب ص:١٩)-

٤٥٨٥...... حدثنا مروان بن معاوية الفزارى عن أبى يعفور عبدالرحمن بن عبيد بن نسطاس عن أبيه قال: كُنَّا نَغْدُوْ إِلَى السُّوْقِ زَمَنَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ فَمَنْ قَعَدَ فِيْ مَكَانٍ فَهُوَ أَحَقُّ بِهٖ إِلٰى

☆......(٤٥٨٢) خالد بن ایاس عدوی سے روایت ہے کہ ہمارے سامنے مدینہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی یادداشت پڑھی گئی کہ یہ بازار صدقہ ہیں کسی سے کرایہ نہ لیا جائے گا، اس کو بھی ابن زبالہ نے روایت کیا (وفاء الوفاء)۔

☆......(٤٥٨٣) محمد بن عبداللہ بن حسن سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر بازار صدقہ کئے تھے، اس کو عمر بن شبہ نے روایت کیا (وفاء الوفاء) یہ مرسل حدیث ہے۔

☆......(٤٥٨٤) ہمیں محمد بن عبید نے محمد بن ابی موسیٰ سے اصبغ بن نباتہ کی روایت بیان کی کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار نکلا انہوں نے دیکھا کہ بازار والے اپنی جگہوں سے تجاوز کر چکے ہیں، انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا؟ لوگوں نے بتایا کہ بازار والوں نے اپنی جگہوں سے تجاوز کرلیا ہے، فرمایا ان کو ایسا کرنا جائز نہیں، مسلمانوں کے بازار مسلمانوں کی عیدگاہ کی طرح ہیں جو آدمی کسی چیز کی طرف پہل کرلے وہ اس دن سے اُسی کی ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے۔ اس کو ابو عبید نے کتاب الاموال میں روایت کیا، راوی اصبغ بن نباتہ متروک ہے، رفض سے متہم ہے (تقریب)۔

☆......(٤٥٨٥) مروان بن معاویہ فزاری نے ہمیں ابو یعفور عبدالرحمٰن بن عبید بن نسطاس سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہم صبح بازار جاتے تو جو جس جگہ بیٹھ جاتا وہ رات تک اُس جگہ کا حقدار ہوتا پھر جب زیاد ہمارے پاس آیا اس نے کہا کہ جو جس جگہ بیٹھے وہ اس وقت تک اس جگہ کا حقدار ہے جب تک اُس جگہ میں رہے، اس کو بھی ابو عبید نے

اللَّيلِ، فلَمَّا جاءَنا زِيَادٌ قَالَ: مَنْ قَعَدَ فِي مَكَانٍ فَهُوَ أَحقُّ بِهِ مَا دَامَ فِيهِ۔ رواه أبو عبيد أيضاً (ص ١٩)، ورجاله ثقات، وسنده قوي۔

٤٥٨٦...... عن البراء رضي الله عنه قال: مَاتَ إِبْرَاهِيمُ- يَعْنِي ابنُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ ابنُ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اِدْفَنُوهُ فِي الْبَقِيعِ فَإِنَّ لَهُ مُرْضِعَةً فِي الْجَنَّةِ تُتِمُّ إِرْضَاعَهُ۔ رواه ابن شبة بإسناد جيد (وفاء الوفاء ٢: ٨٣)۔

٤٥٨٧...... عن قدامة بن موسى كَانَ الْبَقِيعُ غَرْقَدًا، فَلَمَّا هَلَكَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ دُفِنَ بِالْبَقِيعِ وَقُطِعَ الغرقدُ عَنْهُ، وقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِلْمَوْضِعِ الَّذِي دُفِنَ فِيهِ عُثْمَانُ: " هٰذِهِ الرَّوْحَاءُ" وَذٰلِكَ كُلُّ مَا حَازَتِ الطَّرِيقُ مِنْ دَارِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ إِلٰى زَاوِيَةِ دَارِ عَقِيلِ الْيَمَانِيَةِ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: " هٰذِهِ الرَّوْحَاءُ لِلنَّاحِيَةِ الْأُخْرٰى"۔ فَذٰلِكَ كُلُّ مَا حَازَتِ الطَّرِيقُ مِنْ دَارِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ إِلٰى أَقْصَى الْبَقِيعِ

روایت کیا اور اس کے راوی ثقہ اور اس کی سند قوی ہے۔

فائدہ:۔ ان سب روایات سے بازار وقف کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور قبرستان کو بازار بنانے کی جو روایت ہے تو مراد اس سے دورِ جاہلیت کا قبرستان ہے، دورِ اسلام کا نہیں اور روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زمین پہلے وقف نہیں تھی بلکہ ان لوگوں کی مملوکہ تھی اس لئے آپ ﷺ نے ان سے مانگی، جب انہوں نے دے دی تب وقف کی اور معلوم ہوا کہ وقف چیز کا موقوف علیہم سے کرایہ نہیں لیا جائیگا۔

☆......(۴۵۸۶) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم سولہ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسکو بقیع میں دفن کرو بیشک اس کیلئے دودھ پلانے والی عورت جنت میں مقرر ہے جو اس کا دودھ مکمل کرے گی، اس کو ابن شبہ نے عمدہ سند سے روایت کیا ہے (وفاء الوفاء)۔

☆......(۴۵۸۷) حضرت قدامہ بن موسیٰ سے روایت ہے کہ بقیع زمین میں جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو وہ بقیع میں دفن کئے گئے اور جس جگہ وہ دفن ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا یہ روحاء (مقبرہ) ہے اور وہ محمد بن زید کے گھر سے دار عقیل کے دائیں کونے تک جہاں راستہ گذرتا تھا یہ ساری زمین تھی پھر آپ ﷺ نے دوسری جانب سے متعلق بھی فرمایا یہ بھی روحاء ہے اور وہ کل محمد بن زید کے گھر سے بقیع کے آخر تک کا آج کے دور کا احاطہ ہے، اس کو بھی ابن شبہ نے روایت کیا۔ امام سمہودی فرماتے ہیں روحاء بقیع کے درمیان والے قبرستان کو کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ بقیع کا احاطہ پہلے قبرستان نہیں تھا بعد میں حضرت عثمان بن مظعون اور صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہما کے دفن سے اس کی ابتداء کی گئی اور آپ ﷺ نے مالکوں سے بصورت ہبہ لیکر اموات کی تدفین کیلئے قبرستان بنا کر وقف فرمایا۔

يَوْمَئِذٍ- رواه ابن شبة أيضاً (وفاء الوفاء ٢: ٨٤)- قال السمهودي: والروحاء المقبرة وسط البقيع-

٤٥٨٨...... عن أبي غسان عن أبي سلمة بن عبدالرحمن عن أبيه قال: لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ أَنْ يُدْفَنَ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ- فَرَغِبَ النَّاسُ فِي الْبَقِيْعِ وَقَطَعُوا الشَّجَرَ، فَاخْتَارَتْ كُلُّ قَبِيْلَةٍ نَاحِيَةً، فَمِنْ هُنَالِكَ عَرَفَتْ كُلُّ قَبِيْلَةٍ مَقَابِرَهَا- رواه ابن شبة أيضاً (خلاصة الوفاء ص: ٢٠١)، والمذكور من السند صحيح-

٤٥٨٩...... عن نافع مولى حمنة عن أم قيس بنت محصن - وهي أخت عكاشة- أَنَّهَا خَرَجَتْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْبَقِيْعِ ، فَقَالَ: " يُحْشَرُ مِنْ هٰذِهِ الْمَقْبَرَةِ سَبْعُوْنَ أَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث امام ابوعبید نے کتاب الاموال میں ذکر کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو جس میں زمین کو پانی نہیں پہنچتا تھا اہل مدینہ نے ان زمینوں کا اختیار نبی کریم ﷺ کو دے دیا تھا کہ آپ جو چاہیں اس میں بنائیں اس لئے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ لوگوں کی خوش دلی کے بغیر آپ ﷺ نے ایسا کیا ہوگا۔

☆......(۴۵۸۸) ابوغسان، ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم فوت ہوئے تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس کو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پاس دفن کیا جائے تو دوسرے لوگوں کو بھی بقیع کی چاہت ہوئی اور انہوں نے درخت کاٹ دیئے اور ہر قبیلہ نے ایک جانب پسند کرلی، وہیں سے ہر قبیلہ اپنے لوگوں کی قبروں کو پہچانتا ہے۔ اس کو بھی ابن شبہ نے روایت کیا (خلاصۃ الوفاء) اس کی سند مذکورہ صحیح ہے۔

☆......(۴۵۸۹) نافع مولی حمنہ، ام قیس بنت محصن سے (جو عکاشہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں) روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بقیع کی طرف آئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اس قبرستان میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے اور ان کے چہرے گویا چودھویں رات کا چاند ہوں گے تو ایک آدمی کھڑا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ! اور کیا میں بھی ان میں ہوں گا؟ فرمایا تو بھی ان میں ہوگا، ایک اور آدمی کھڑا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ! میں بھی؟ فرمایا عکاشہ رضی اللہ عنہ (جو پہلے آدمی تھے) تجھ سے پہل لے گئے ہیں، اس کو طبرانی نے کبیر میں اور محمد بن سنجر نے مسند میں اور ابن شبہ نے اخبار المدینہ میں روایت کیا اور علامہ ابن حجر نے شرح بخاری میں ذکر کرتے ہوئے سکوت کیا (وفاء الوفاء) امام ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں کہ اس میں کچھ راوی ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔

فائدہ:۔ اس حدیث میں بھی بقیع قبرستان کا سب مسلمانوں کیلئے وقف ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں دفن کرنے کی ترغیب ہے یہ اہل مدینہ کیلئے خاص نہیں ورنہ آپ ﷺ سب مسلمانوں کو اس کی ترغیب نہ دیتے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سعادت نصیب فرمائے آمین۔

حِسَاب، وَكَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْقَمَرُ لَيْلَةَ الْبَدْرِ" فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَأَنَا؟ فقال: وَأَنْتَ فَقَامَ آخَرُ- فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَأَنَا؟ قال: " سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ"- رواه الطبرانی فی "الكبير" ، ومحمد بن سنجر فی مسنده، وابن شبة فی أخبار المدينة- وذكره الحافظ ابن حجر فی " شرح البخاری" ، وسكت عليه (وفاء الوفاء ٢: ٨٠)، وقال الهيثمی فی " مجمع الزوائد" (١٣:٤): فيه من لم أعرفه اه-

٤٥٩٠...... عن ابن كعب القرظی أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: "مَنْ دُفِنَ فِیْ مَقْبَرَتِنَا هٰذِهٖ شَفَعْنَا لَهٗ أَوْ شَهِدْنَا لَهٗ- رواه ابن شبة وابن زبالة (وفاء الوفاء)، وهو مرسل يشهد له حديث: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ، فَإِنَّهٗ مَنْ مَاتَ بِهَا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعاً أَوْ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رواه الطبرانی بسند حسن، والترمذی وابن حبان فی " صحيحه" ، وابن ماجة والبيهقی وعبد الحق بنحو سنه وصححه- كما فی (وفاء الوفاء ٤:١٣) أيضًا-

اس حدیث میں ستر ہزار کے بغیر حساب جنت میں داخل ہونے والوں کیلئے بظاہر بقیع میں مدفون ہونے کے ساتھ تخصیص ہے لیکن دوسری حدیثوں میں بقیع میں دفن ہونے کی قید کے بغیر ستر ہزار بلکہ ان سے زیادہ کا ذکر ہے، مسند احمد و بیہقی میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں داخل فرمائیں گے تو میں نے درخواست کی کہ تعداد بڑھائیں تو اللہ نے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار مزید بڑھائے۔ ترمذی وطبرانی وابن حبان میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ان سب کے ساتھ مزید تین مٹھی میرے رب کی مٹھیوں میں سے بھی بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے بلکہ ایک حدیث میں ان ستر ہزار میں سے ہر ایک فرد کے ساتھ ستر ہزار کا ذکر ہے ممکن ہے کہ ستر ہزار تو بقیع سے ہوں، مزید دوسری جگہوں سے ہوں۔

اللهم اجعلنا منهم بفضلك ورحمتك وكرمك آمين بجاه النبی الكريم ﷺ

☆......(۴۵۹۰) حضرت ابن کعب قرظی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو ہمارے اس قبرستان (بقیع) میں دفن ہوگا ہم اس کی شفاعت کریں گے یا فرمایا ہم اس کے گواہ ہوں گے، اس کو ابن شبہ اور ابن زبالہ نے روایت کیا (وفاء الوفاء) یہ روایت مرسل ہے، اور اس کا شاہد یہ حدیث ہے کہ جو تم میں سے اس کی طاقت رکھے کہ مدینہ طیبہ میں وفات پائے گا میں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا (فرمایا) گواہ ہوں گا، اس کو طبرانی نے سند حسن کے ساتھ اور ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور ابن ماجہ و بیہقی نے روایت کیا ہے اور ایسی ہی روایت عبدالحق نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ (وفاء الوفاء)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

﴿أَبْوَابُ الْبُيُوْعِ﴾

بَابُ التَّرْغِيْبِ فِي الصِّدْقِ فِي التِّجَارَةِ وَالتَّرْهِيْبِ عَنِ الْكِذْبِ فِيْهَا

٤٥٩١...... عن قيس بن غرزة قال: " خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ نُسَمَّى السَّمَاسِرَةَ، فَقَالَ: يَامَعْشَرَ التُّجَّارِ ! إِنَّ الشَّيْطَانَ وَالْإِثْمَ يَحْضُرَانِ الْبَيْعَ، فَشُوْبُوْا بَيْعَكُمْ بِالصَّدَقَةِ"- قال الترمذى "حديث حسن صحيح"-

٤٥٩٢...... وعن أبى سعيدؓ عن النبى ﷺ "اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ، وَالصِّدِّيْقِيْنَ، وَالشُّهَدَاءِ"- قال الترمذى: " حديث حسن"-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

﴿ابواب البیوع﴾

﴿خرید وفروخت کے ابواب﴾

باب تجارت میں سچ بولنے کی ترغیب اور جھوٹ بولنے سے ترہیب

(۴۵۹۱)......حضرت قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکلے اور لوگ ہمیں سماسرہ (دلال) کہا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے تاجروں کی جماعت! شیطان اور گناہ خرید وفروخت میں موجود ہوتے ہیں لہٰذا اپنی خرید وفروخت کو صدقے کے ساتھ ملادیا کرو۔ (امام ترمذیؒ کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔(ترمذی، باب ماجاء فی التجار وتسمیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاھم)

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجارت پیشہ لوگوں کو صدقات خیرات کرتے رہنا چاہیے تاکہ دوران تجارت جو معمولی گناہ یا فضول گفتگو ہو صدقہ اس کا کفارہ ہو جائے اور خرید وفروخت میں برکت ہو۔

(۴۵۹۲)......حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سچا اور امانتدار تاجر (روز قیامت) انبیاء، صدیقین، شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (حدیث حسن ہے) (ترمذی باب سابق)

فائدہ:۔ چونکہ تجارت میں سچائی وامانتداری انبیاء علیہم السلام اور صدیقین وشہداء کا عمل ہے اس لئے سچے امانتدار تاجر کو بھی ان حضرات کے ساتھ ہونا مناسب ہے بشرطیکہ اس اعزاز سے کوئی مانع نہ ہو مثلاً خلوص کی کمی یا خلوص نہ ہونا، یا کافر و فاسق ہونا وغیرہ کہ یہ باتیں ان

٤٥٩٣...... عن إسماعيل بن عبيد بن رفاعة، عن أبيه عن جده، "أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمُصَلَّى فَرَأَى النَّاسَ يَتَبَايَعُونَ، فَقَالَ: يَامَعْشَرَ التُّجَّارِ! فَاسْتَجَابُوا لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَرَفَعُوا أَعْنَاقَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ إِلَيْهِ، فَقَالَ: إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّاراً إِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ"۔ قال الترمذي: " حديث حسن صحيح"۔

٤٥٩٤...... وعن أبي ذرٍّ، عن النبي ﷺ: "ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَارَسُولَ اللّٰهِ! فَقَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا۔ قَالَ: الْمَنَّانُ، وَالْمُسْبِلُ إِزَارَهُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ"۔ قال الترمذي: " حديث حسن صحيح"۔

بَابُ كِتَابَةِ الْبَيْعِ

٤٥٩٥...... عن عبد المجيد بن وهب: قال: قَالَ لِي الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ: أَلَا أُقْرِئُكَ كِتَاباً

حضرات کے ساتھ حشر ہونے سے مانع ہوں گی، باقی فضائل اعمال میں بھی یہی اصول سمجھیں۔

(۴۵۹۳)...... حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ عیدگاہ کی طرف چلا تو دیکھا کہ لوگ خرید وفروخت کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے تاجرو! تو وہ سب لوگ حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور گردنیں اٹھائیں اور دیکھنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تاجر لوگ روز قیامت نافرمان لوگوں کی حالت میں اٹھیں گے سوائے اس کے جو اللہ سے ڈرے اور نیکی کرے اور سچ بولے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی باب سابق)

(۴۵۹۴)...... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کی طرف قیامت اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائیں گے اور نہ انکو (گناہوں سے) پاک کریں گے اور ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ تو برباد ہو گئے اور خسارے میں ہوئے کون ہیں وہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا (۱) احسان جتانے والا (۲) (تکبر کی وجہ سے) تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا (امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی باب ماجاء فیمن حلف علی سلعتہ کاذبا ص ۲۲۵)

باب بیع لکھنے کا بیان

(۴۵۹۵)...... عبدالمجید بن وہب سے روایت ہے کہ عداء بن خالد بن ہوذہ نے مجھ سے فرمایا کیا میں تمہیں ایک تحریر پڑھاؤں جو رسول کریم ﷺ نے میرے لئے لکھوائی تھی، میں نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور! تو عداء نے میرے لئے تحریر نکالی (اس میں لکھا تھا) یہ اقرار نامہ ہے

كَتَبَهُ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: قُلْتُ بَلَى! فَأَخْرَجَ لِي كِتَابًا: هَذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ ابْنِ هَوْذَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، اِشْتَرَى مِنْهُ عَبْدًا أَوْ أَمَةً، لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا خِبْثَةَ بَيْعُ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ"

قال الترمذی: " هذا حديث حسن"۔

بَابُ الشِّرَاءِ بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ

۴۵۹۶ ...... عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: "كَانَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَوْبَيْنِ، قِطْرِيَّيْنِ غَلِيظَيْنِ، فَكَانَ إِذَا قَعَدَ فَعَرِقَ ثَقُلَا عَلَيْهِ فَقَدِمَ بَزٌّ مِنَ الشَّامِ لِفُلَانِ الْيَهُودِيِّ، فَقُلْتُ: لَوْ بَعَثْتَ إِلَيْهِ فَاشْتَرَيْتَ مِنْهُ ثَوْبَيْنِ إِلَى

کہ عداء بن خالد نے محمد رسول ﷺ سے ایک غلام یا لونڈی (راوی کو شک ہے) خریدی جس میں نہ بیماری ہے نہ بدی اور نہ برائی، یہ مسلمان کی مسلمان سے بیع ہے۔ (امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ ترمذی باب ماجاء فی کتابۃ الشروط)

فائدہ:۔ بیع کے وقت لکھ لینا مستحب ہے ہاں معمولی چیز ہو تو مستحب نہیں البتہ ادھار ہو تو پھر بھی لکھنا مستحب ہے اور ایسے ہی قیمتی چیز کی خرید وفروخت کے وقت گواہ بنالینا بھی مستحب ہے (معمولی چیز میں گواہ بنانے کی ضرورت نہیں) اور گواہ بنانا فرض وواجب نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بازاروں میں خرید وفروخت کرتے تھے لیکن حضور ﷺ نے ان کو گواہ بنانے کا حکم نہ فرمایا تھا اور نہ ان حضرات سے گواہ بنانا منقول ہے اگر ہر بیع کے وقت گواہ بناتے ہوتے تو ضرور نقل ہوتا اور ویسے بھی اس میں تنگی وحرج ہے اور دین میں تنگی نہیں، اور یہ جو فرمایا کہ "بیماری نہیں" اس سے مراد کوئی بڑی بیماری جذام وغیرہ ہے اور "اور اس میں بدی نہیں" یعنی ایسا عیب جس سے خریدی ہوئی چیز خریدار سے ہلاک ہو جائے یا ہاتھ سے نکل جائے مثلاً غلام کا بھگوڑا ہونا، اور "اس میں برائی نہیں" یعنی اس کی اصل میں برائی نہیں مثلاً غلام ولد الزنا ہو یا فاسق یا جھوٹا ہو وغیرہ۔

باب معینہ مدت تک ادھار قیمت پر خریدنا جائز ہے

(۴۵۹۶) ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم پر قطر کے بنے ہوئے دو موٹے کپڑے تھے جب آپ ﷺ بیٹھتے اور پسینہ آتا تو آپ کی طبیعت پر گراں ہوتے تو ملک شام سے ایک یہودی کے روئی یا کتان کے کپڑے آئے، تو میں نے عرض کیا اگر آپ اس کے پاس کسی کو بھیجیں اور دو کپڑے خرید لیں کہ جب رقم کی سہولت ہوگی ادا کر دیں گے تو بہتر ہوگا، تو آپ نے آدمی بھیجا تو وہ یہودی کہنے لگا میں جانتا ہوں جو آپ کا ارادہ ہے وہ یہ کہ آپ کی نیت میرا مال اور پیسے ہضم کرنے کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جھوٹ بولتا ہے جانتا ہے کہ میں سب لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا اور سب سے زیادہ امانتدار ہوں۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذیؒ باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشراء الی اجل)

الْمَيْسَرَةِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُ مَا يُرِيدُ، إِنَّمَا يُرِيدُ أَنْ يَذْهَبَ بِمَالِيْ أَوْ بِدَرَاهِمِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: كَذَبَ، قَدْ عَلِمَ أَنِّيْ مِنْ أَتْقَاهُمْ وَأَدَاهُمْ لِلْأَمَانَةِ"۔ قال الترمذی: "حديث حسن صحيح"۔

٤٥٩٧...... وعن ابن عباس ؓ، قال: "تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَدِرْعُهُ مَرْهُوْنَةٌ بِعِشْرِيْنَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَخَذَهُ لِأَهْلِهِ"۔ قال الترمذی: " هذا حديث حسن صحيح"۔

٤٥٩٨...... وعن أنس ؓ، قال : مَشَيْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ، وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ رُهِنَ لَهُ دِرْعٌ مَعَ يَهُوْدِيٍّ بِعِشْرِيْنَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَخَذَهُ لِأَهْلِهِ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ ذَاتَ يَوْمٍ يَقُوْلُ: مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ تَمْرٌ وَلَا صَاعُ حَبٍّ، وَأَنَّ عِنْدَهُ يَوْمَئِذٍ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ" قال الترمذی: "هذا حديث حسن صحيح"۔

بَابُ اشْتِرَاءِ الطَّعَامِ وَالْحُبُوْبِ جِزَافًا

٤٥٩٩...... عن ابن عمر قال: "لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَبْتَاعُوْنَ جِزَافًا يَعْنِي

فائدہ:۔ خرید وفروخت میں ادھار کی صورت میں رقم وغیرہ کی ادائیگی کی مدت مجہول ہونا جائز نہیں، مدت مجہول ہونے کی صورت میں بیع عندالاحناف فاسد ہے۔ ہاں یہ صورت درست ہے کہ فوری رقم دینا طے ہو پھر بائع سے رقم میسر آنے تک کی مہلت لے لی جائے تو اس صورت میں پھر مہلت دے دینا بہتر ہے اس حدیث میں یہی صورت مراد ہے۔

(۴۵۹۷)......حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی درع اس بیس صاع غلے کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی جو آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کیلئے قرض کے طور پر لیا تھا۔ (امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔ (ترمذی باب سابق)

(۴۵۹۸)......حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ میں جَو کی روٹی اور باسی چربی لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ﷺ کی زرع ایک یہودی کے پاس بیس صاع غلے کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی جو آپ نے اپنے گھر والوں کیلئے لیا تھا، میں نے ایک دن آپ ﷺ سے سنا کہ فرمایا شام تک آل محمد ﷺ کے پاس غلے یا کھجور کا ایک صاع بھی باقی نہیں رہا جبکہ اس وقت آپ ﷺ کی نو ازواج مطہرات تھیں۔ (امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی باب سابق)

باب گندم اور غلہ تخمینہ سے خریدنے کا حکم

(۴۵۹۹)......حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگوں کو دیکھا کہ غلہ تخمینہ سے خرید لیتے تھے

الطَّعَامَ، يُضْرَبُوْنَ أَنْ يَبِيْعُوْهُ فِي مَكَانِهِمْ حَتَّى يَأْوُوْهُ إِلَى رِحَالِهِمْ" أخرجه البخاری (١: ٢٨٧)۔

بَابُ ثُبُوْتِ خِيَارِ الْقُبُوْلِ دُوْنَ خِيَارِ الْمَجْلِسِ

٤٦٠٠ ...... عن حكيم بن حزامؓ، عن النبیﷺ: "اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا"، أخرجه الجماعة إلا ابن ماجة (زيلعی ٢: ١٧٠)۔

لیکن اگر وہ غلہ کو اپنی منزلوں تک لانے سے پہلے وہیں (خریدنے کی جگہ پر) بیچتے تو ان کو سزا دی جاتی تھی۔(بخاری ج ا،ص ۲۸۶۔۲۸۷)

فائدہ:۔ مطلب یہ ہے کہ سامنے نظر آنے والے غلہ کے ڈھیر کو تخمینہ واندازے سے بیچا کرتے تھے اور اس کی ممانعت نہیں تھی، اس سے یہ مسئلہ بھی نکلا کہ چیز تولنے کے معین برتن سے جس کا وزن معلوم نہ بھی ہو بیچنا اور ایسے ہی وزن کا معین پتھر جس کا وزن معلوم نہ ہو اس سے بیچنا جائز ہے کیونکہ معین ڈھیر کو اندازہ سے بیچنا اور یہ صورت ایک جیسے ہیں بلکہ معین پتھر اور معین برتن کی صورت اس سے بہتر صورت ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ "غلہ کو اپنی منزل تک لانے سے پہلے بیچنے پر ممانعت تھی" یہ اس وجہ سے کہ جہاں غلہ وغیرہ خریدا ہو وہیں ہی بیچے تو قبضہ پورا ہونے سے پہلے بیچ رہا ہوگا اور جب تک کسی چیز پر قبضہ تام نہ ہو تب تک اس کو بیچنا منع ہے۔

باب: اس بات کے بیان میں کہ خریدنے اور بیچنے والے کو خیار قبول تو ہوگا خیار مجلس نہ ہوگا

☆ ..... (۴۶۰۰) حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا، دو خرید و فروخت کرنے والے شخصوں کو تب تک اختیار ہوگا جب تک جدا نہ ہوں، اس حدیث کو سوائے ابن ماجہ کے جماعت نے روایت کیا ہے یعنی بخاری ا/۲۸۳، مسلم ا/۶، ترمذی باب ماجاء البیعان بالخیار مالم یتفرقا، نسائی، ابوداؤد ۲/۱۳۳ نے۔

فائدہ:۔ احناف کے نزدیک اس حدیث میں خیار قبول کا ثبوت ہے خیار مجلس کا ثبوت نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ خرید و فروخت کرنے والے جب آپس میں عقد کرنے کی بات کر رہے ہیں تو اس وقت ان کو خیار قبول حاصل ہوتا ہے مثلاً دونوں میں سے ایک نے ایجاب کیا مثلاً بائع نے کہا میں نے یہ چیز آپ پر اتنے روپے پر بیچی۔ اس ایجاب کے بعد خریدار کو اختیار ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے اگر اس نے نہ زبان سے قبول کیا نہ عمل سے تو بیع مکمل نہیں ہوئی، بلکہ بیع یا تو عقد بیع تام کرنے یعنی قبول کرنے سے مکمل ہوگی، یا جدا ہو جانے سے ایجاب ہی ختم ہو جائے گا یا قبول سے پہلے ایجاب کرنے والا ایجاب سے ہی رجوع کرے تو بھی ایجاب ختم ہو جائے گا، لیکن اگر بیچنے والے کے ایجاب کے بعد خریدار نے کہا کہ میں نے خریدی تو اب ایجاب کے بعد قبول ثابت ہو گیا اب بیچنے والے کو ایجاب سے اور خریدنے والے کو قبول سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں رہا۔ اب احناف کے نزدیک حدیث کا معنی ہے خرید و فروخت کرنے کا معاملہ کرنے والے دونوں کو اختیار حاصل ہوگا جب تک زبانی طور پر دونوں جدا نہ ہو جائیں یعنی قبول سے پہلے ایجاب والا ایجاب سے نہ پھر جائے اور ایجاب کے بعد قبول کرنے والا زبان یا عمل سے قبول نہ کرلے تب تک اختیار ہے۔

تَتِمَّةُ بَابُ ثُبُوْتِ خِيَارِ الْقُبُوْلِ دُوْنَ خِيَارِ الْمَجْلِسِ

٤٦٠١ ...... عن هاشم بن القاسم عن أيوب بن عتبة اليمامي، عن أبي كثير السحيمي، عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ: " اَلْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا مِنْ بَيْعِهِمَا أَوْ يَكُوْنُ بَيْعُهُمَا بِخِيَار"۔ رواه ابن أبي شيبة، كما في "المحلى" (٨: ٣٦٢)۔ وأعله ابن حزم بأيوب بن عتبة، ولكنه حسن الحديث، فقد قال أحمد في موضع: " هو ثقة إلا أنه لا يقيم حديث يحيى بن أبي كثير" اهـ أي لكونه حدث عنه ببغداد من حفظه لم يكن معه كتبه، وأما كتبه في الأصل فهي صحيحة عن يحيى بن أبي كثير، وهو أروى الناس عن يحيى وأصح الناس كتابا عنه، قاله سليمان بن داؤد ابن شعبة، وكان عالما بأهل اليمامة، وقال المفضل الغلابي عن يحيى: "لا بأس به" (وهو توثيق منه على ما عرف)، كذا في "التهذيب" (١: ٤٠٩)، وليس هذا من حديثه عن يحيى بن أبي كثير، بل أبي كثير السحيمي، وهو ثقة من رجال مسلم والأربعة، وهاشم بن القاسم من رجال الجماعة ثقة.

(۴٦٠١)...... حضرت ابوهریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد روایت کرتے ہیں کہ خرید و فروخت کرنے والے دونوں کو تب تک اختیار ہوگا جب تک دونوں اپنے سودے سے الگ نہ ہو جائیں اور یا پھر ان کا سودا خیار شرط کے ساتھ ہو (تب بھی اختیار حاصل ہوگا) اس کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ (۵/ ۳۰۸) (محلی) اور ابن حزمؒ نے ایوبؒ بن عتبہ کی وجہ سے اس کو معلول کرنے کی کوشش کی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ایوب حسن الحدیث ہے کیونکہ ایک موقع پر امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ایوب ثقہ ہے مگر یحییٰ رحمہ اللہ بن ابی کثیر کی حدیث ضبط نہیں کر سکا۔ مطلب یہ ہے کہ بغداد میں اپنے حافظہ سے حدیث بیان کی اور اس کے پاس اپنی کتابیں نہیں تھیں جبکہ کتابوں میں ان کا لکھا ہوا یحییٰ رحمہ اللہ بن ابی کثیر سے صحیح ہوتا ہے اور یحییٰ رحمہ اللہ سے سب لوگوں سے زیادہ روایات کرتا اور لکھے ہونے کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ صحیح راوی ہے یہ بات سلیمان رحمہ اللہ بن داؤد بن شعبہ نے بیان کی اور وہ اہل یمامہ کو جانتے ہیں اور مفضل غلابی رحمہ اللہ نے یحییٰ رحمہ اللہ بن معین سے نقل کیا کہ ایوب رحمہ اللہ **لاباس به** ہے (یعنی ثقہ ہے، تہذیب) اور (یہ بات تو ایوب کی اس روایت کے بارے میں ہے جو یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کرے جبکہ) یہ روایت اس کی یحییٰ سے نہیں بلکہ ابو کثیر سحیمی سے ہے اور ابو کثیر ثقہ اور مسلم و سنن اربعہ کا راوی ہے۔ اور ہاشم رحمہ اللہ بن قاسم راوی جماعت کے راویوں میں سے اور ثقہ ہے لہٰذا اس حدیث کی سند حسن ہے اور یہ حدیث "**البيعان بالخيار ما لم يتفرقا**" حدیث کی عمدہ تفسیر کرتی ہے اور اس حدیث کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے تفرق ابدان سے جو تفسیر کرتے ہیں اُس تفسیر کے مقابلہ میں شارع حضور ﷺ کی تفسیر اولیٰ اور مقدم ہے۔

" فالحديث حسن الإسناد" وهو مفسر جيد للمجمل الذى روى بلفظ- " اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ ما لَمْ يَتَفَرَّقَا"، وفسروه بتفرق الأبدان بما روى عن ابن عمرؓ، وتفسير الشارع أولى، وأقدم من تفسير غيره-

٤٦٠٢...... عن ابن عمرؓ، قال: "كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ، فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ: بِعْنِيهِ، فَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: بِعْنِيهِ فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ! تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ" (البخارى ١:٢٨٤)، وبوب عليه "إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا"-

٤٦٠٣...... أخبرنا مالك، أخبرنا نافع، عن عبدالله بن عمرؓ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "اَلْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ"- رواه محمد فى "الموطأ" (٣٣٨)، وقال: "وبهذا نأخذ"-

(۴۶۰۲)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نوعمر سرکش اونٹ پر تھا وہ اکثر مجھ پر غلبہ پا کر لوگوں سے آگے ہو جاتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ڈانٹ کر پیچھے واپس کر دیتے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ اونٹ مجھ پر بیچ دو انہوں نے آپ ﷺ پر بیچ دیا اس کے فورا بعد حضور ﷺ نے فرمایا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ! یہ اونٹ تیرا ہے جو چاہے اس کے ساتھ کر (بخاری ۱/۲۸۴)

اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے باب یہ باندھا ہے جب آدمی کوئی چیز خریدے اور الگ ہونے سے بھی پہلے فورا ہبہ کر دے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایجاب وقبول ہونے کے بعد بیع تام ہو جاتی ہے اور خریدار کو ہر طرح اس میں تصرف کی اجازت ہو جاتی ہے تو اگر ایجاب وقبول کے بعد بھی اسی مجلس میں رہتے ہوئے خیار مجلس باقی رہے تو خریدار کو ہبہ وغیرہ کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے۔ کیونکہ اس سے بائع یا مشتری کا خیار ختم ہو کر تیسرے شخص کی ملک میں وہ چیز چلی گئی۔

(۴۶۰۳)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو خرید وفروخت کرنے والے آدمیوں میں سے ایک کو دوسرے پر اختیار حاصل ہوگا جب تک الگ الگ نہ ہوں مگر خیار شرط کے ساتھ بیع ہو تو جدا ہونے کے بعد بھی اختیار ہوگا۔ (مؤطا امام محمد ۳۳۸)

وقال فی " الحجج " له (٣٣٨): عِنْدَنَا الْمَعْنٰی فِیْ هٰذَا الْبَیِّعَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَفْتَرِقَا عَنِ الْبَیْعِ اِذَا قَالَ الْبَائِعُ بِعْتُكَ (فَالْمُشْتَرِیْ بِالْخِیَارِ) اِنْ شَاءَ قَبِلَ وَاِنْ شَاءَ لَمْ یَقْبَلْ فَہٰذَا تَفْسِیْرُ هٰذَا الْحَدِیْثِ: اَلْبَیِّعَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَفْتَرِقَا عَلٰی هٰذَا الْوَجْهِ، قال: وكذلك أخبرنا بعض اصحابنا، عن أبی معشر، عن إبراهیم النخعی، أنه فسر الحدیث علی هذا، وقال فی "الموطأ" (٣٣٨): "تفسیره عندنا علی ما بلغنا عن إبراهیم النخعی، أنه قال: اَلْمُتَبَایِعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا عَنْ مَنْطِقِ الْبَیْعِ، وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا"اهـ ملخصًا۔

٤٦٠٤...... عن عطاء أن عمرؓ قال: "اَلْبَیْعُ صَفْقَةٌ اَوْخِیَارٌ"۔ ومن طریق الشعبی عن عمرو عن الحجاج بن أرطاة، اَنَّ عُمَرَؓ قَالَ: اِنَّمَا الْبَیْعُ عَنْ صَفْقَةٍ اَوْ خِیَارٍ، وَالْمُسْلِمُ عِنْدَ شَرْطِهٖ، ومن طریق الحجاج بن ارطاة، عن محمد بن خالد بن الزبیر، عن شیخ من بنی کنانة أن عمرؓ قال: "اَلْبَیْعُ عَنْ صَفْقَةٍ أَوْ خِیَارٍ وَلِکُلِّ مُسْلِمٍ شَرْطُهٗ"، کذا فی "المحلی" (٣٦٣:٨)، وأعل الروایات کلها

امام محمد ﷫ فرماتے ہیں ہم بھی اسی حدیث کو لیتے ہیں اور اپنی کتاب حُجَج میں فرماتے ہیں ہمارے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ خرید وفروخت کرنے والے دو میں سے ہر ایک کو اختیار ہوگا جب تک بیع سے الگ نہ ہوں کہ جب بیچنے والے نے کہا''میں نے تجھ پر بیچی''تو خریدار کو اختیار ہے قبول کرے یا نہ کرے تو اس حدیث "البیعان کل واحد منهما بالخیار ما لم یتفرقا" کی یہی تفسیر ہے۔ اور امام محمد ﷫ فرماتے ہیں کہ ہمیں ہمارے ایک صاحب نے **عن ابی معشر** حضرت ابراہیم نخعی ﷫ سے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ اور مؤطا میں فرماتے ہیں ہمارے نزدیک اس کی تفسیر وہ ہے جو حضرت ابراہیم نخعی ﷫ سے ہمیں پہنچی کہ انہوں نے فرمایا خرید وفروخت کرنے والے دونوں کو اختیار ہوگا جب تک بیع کے بول سے الگ الگ نہ ہوں۔ یہی امام ابوحنیفہ ﷫ اور ہمارے سب فقہاء کا قول ہے۔

فائدہ:۔ یعنی ایک نے کہا میں نے بیچی، جب دوسرے نے کہا خریدی تو بیع کے بول سے الگ الگ ہو گئے اب اختیار نہیں رہا۔

(٤٦٠٤)......حضرت عطاء سے روایت ہے کہ حضرت عمر ﷛ نے فرمایا کہ بیع یا عقد ہے یا اختیار (جب عقد ہو یعنی ایجاب وقبول ہو جائے تو اب اختیار نہیں اور اختیار تب تک ہے جب تک عقد تام نہ ہو) اور امام شعبی ﷫ کے طریق سے بروایت عمرو حجاج بن ارطاۃ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ﷛ نے فرمایا بس بیع تو یا عقد ہے یا اختیار اور مسلمان اپنی شرط کے پاس (مقید) ہے اور حجاج بن ارطاۃ کی سند ہے عن محمد بن خالد بن زبیر بنو کنانہ کے ایک شیخ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ﷛ نے فرمایا بیع یا عقد ہے یا اختیار اور ہر مسلمان کیلئے شرط کی پابندی ہے (محلی ٨/٣٦٣)۔

بالإرسال، والأخير بجهالة شيخ من كنانة، وسنجيب عن كل ذلك في الحاشية۔

قال البيهقي : قال الشافعي: روى أبو يوسف عن مطرف عن الشعبي: أن عمرؓ قال: "اَلْبَيْعُ عَنْ صَفْقَةٍ أو خِيَارٍ"۔ ورواه محمد بن عبدالرحمن، عن نافع، عن ابن عمر، (زيلعي ٢: ١٧١)، وجعل محمد في "الحجج" له (ص ٢٣٨) حديث عمر بن الخطاب هذا معروفا مشهورا عنه، وقال: "وهو كان أعلم بحديث رسول الله ﷺ، وفيه، إِنَّمَا الصَّفْقَةُ أَنْ يُوْجِبَ الْبَيْعَ الْبَائِعُ وَالْمُشْتَرِيْ" اه۔

٤٦٠٥ ...... حدثنا هشيم عن المغيرة عن إبراهيم، قال: "إِذَا وَجَبَتِ الصَّفْقَةُ فَلاَ خِيَارَ"، رواه سعيد بن منصور (المحلى)، وسنده صحيح (٨: ٣٥٥)۔

٤٦٠٦ ...... نا وكيع نا سفيان، عن مغيرة، عن إبراهيم، قال: "اَلْبَيْعُ جَائِزٌ وَإِن لَّمْ يَتَفَرَّقَا" رواه "ابن أبي شيبة" (المحلى أيضًا)، وسنده صحيح۔

ابن حزم ؒ نے ان سب روایات کو مرسل کہہ کر ضعیف قرار دیا اور اخیری روایت کو بنو کنانہ کے شیخ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف کہا (لیکن یہ درست بات نہیں) جبکہ امام بیہقی ؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعی ؒ کا فرمان ہے کہ امام ابو یوسف ؒ نے عن مطرف عن الشعبی حضرت عمر ؓ کا یہ فرمان روایت کیا ہے اور محمد بن عبدالرحمن نے بروایت نافع عن ابن عمر ؓ سے روایت کیا ہے (زیلعی) اور امام محمد ؒ نے حجج میں اس کو حضرت عمر ؓ سے مشہور و معروف کہا ہے اور فرمایا کہ حضرت عمر ؓ حدیث نبوی کو خوب جانتے تھے اور صفقہ (یعنی عقد) کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ بائع اور مشتری بیع کو لازم کرلیں (یہ سب متعدد مرسلات ہیں اور مرسل جب متعدد ہو جائے تو سب محدثین کے ہاں حجت ہیں جبکہ امام محمدؒ نے اس کو مشہور کہا ہے اور جب حدیث مشہور یا متواتر ہو جائے تو سند دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی تو ابن حزم ؒ کی بات تعصب محض ہے)۔

(۴۶۰۵)......حضرت ابراہیم نخعی ؒ کا فرمان ہے کہ جب عقد (ایجاب وقبول سے) لازم ہو جائے تو کچھ اختیار نہیں ہوتا (سنن سعید بن منصور، اس کی سند صحیح ہے۔ المحلی ۸/۳۵۵)۔

(۴۶۰۶)......حضرت ابراہیم نخعی ؒ فرماتے ہیں بیع (ایجاب وقبول کے بعد) نافذ ہو جاتی ہے چاہے دونوں الگ الگ نہ ہو جائیں (ابن ابی شیبہ ۵/۳۰۹۔ محلی، اس کی سند صحیح ہے)۔

٤٦٠٧...... عن الحجاج بن أرطاة، عن الحكم، عن شريح، قال: "إِذَا كَلَّمَ الرَّجُلُ بِالْبَيْعِ وَجَبَ عَلَيْهِ الْبَيْعُ" (المحلى ٨: ٣٥٥)۔ وأعله ابن حزم بالحجاج، وقال: "وكفى به سقوطا" اه، وهو من إطلاقاته المردودة، فالرجل حسن الحديث، كما مر غير مرة، وكم من مواضع قد احتج فيه ابن حزم به وبليث بن أبي سليم ونحوهما، ولكنه نسي ما قدمت يداه۔

٤٦٠٨...... عن أبي هريرة: "لَا يَجْزِئ وَلَدٌ وَالِدًا إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهِ فَيُعْتِقَهُ"، رواه "مسلم" والأربعة إلا النسائي (العزيزي ٣: ٤٤٤)۔

بَابٌ فِيْ بَيَانِ أَنَّ ثَمَرَةَ النَّخْلِ الْمُثْمِرِ لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ

٤٦٠٩...... عن ابن عمر أن النبي ﷺ قال: "أَيُّمَا امْرِئٍ أَبَرَ نَخْلًا ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا فَلِلَّذِي أَبَرَ ثَمَرُ

(٤٦٠٧)...... حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب (بیچنے والے) آدمی نے بیچنے کا کہہ دیا (ایجاب کرلیا) اس پر بیع لازم ہوگئی (اگر مشتری بھی قبول کرلے) (ابن ابی شیبہ ٥/٣٠٩)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حجاج بن ارطاۃ کی وجہ سے ضعیف کہہ دیا اور کہا روایت کے ساقط ہونے میں حجاج ہی کا ضعف کافی ہے لیکن یہ مردود جرح ہے حجاج حسن الحدیث ہے بہت سی جگہوں میں خود ابن حزم نے اس سے حجت لی ہے ایسے ہی لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے بھی ضعیف کہہ دیا اور اپنا لکھا ہوا بھول گئے (کہ پہلے لیث کی روایات سے بھی حجت لی)

(٤٦٠٨)...... حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ کوئی بچہ اپنے والد کا بدلہ نہیں چکا سکتا ہاں جب والد کو مملوک پائے تو خرید کر آزاد کردے (یہی والد کا صلہ ہوسکتا ہے) (مسلم ١/٤٩٥، ابوداؤد ٢/٣٥٢، ترمذی ٢/١٣، ابن ماجہ ٢٦٠)۔

فائدہ:۔ جب والد مملوک ہو اور اس کا بیٹا خرید لے تو خریدتے ہی آزاد ہوجاتا ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ ایجاب وقبول کے بعد خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار نہیں رہتا اگر اختیار رہتا تو باپ کو خریدتے ہی باپ آزاد نہ ہوجاتا بلکہ بائع کو رجوع کا اختیار مل سکتا۔

باب: اس بیان میں کہ پھلدار درخت کی بیع ہو تو پھل بیچنے والے کا ہوگا درخت خریدار کا ہوگا ہاں اگر خریدار نے خریدتے وقت پھل سمیت درخت خریدنے کی شرط لگائی ہو

(٤٦٠٩)...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے کھجور کا درخت ہی بیچا ہو تو پھل درخت لگانے والے کا ہی ہوگا مگر یہ کہ خریدار نے پھلوں کی بھی شرط لگادی ہو (تو پھل بھی بیع میں داخل ہوگا) (بخاری ١/٢٩٣)

النَّخلِ إِلَا أَنْ يَشْتَرِطَ المُبْتَاعُ" (بخاری ١: ٢٩٣)۔

بَابُ بَيْعِ عَبْدٍ لَهُ مَالٌ

٤٦١٠...... حدثنا ابن عيينة، عن الزهرى، عن سالم، عن أبيه، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ"۔ أخرجه ابن أبى شيبة فى "مصنفه" كتاب الرد على أبى حنيفة لا بن أبى شيبة (ص ٢٣)۔

قلت: حديث صحيح، وَالْمُرَادُ مِنَ الْمَالِ فِي الْحَدِيثِ هُوَ الَّذِيْ لَا يَكُوْنُ دَيْنًا، لِأَنَّهُ لَا يَجُوْزُ بَيْعُ الدَّيْنِ مِنْ غَيْرِ مَنْ عَلَيْهِ، وَلَا مَجْهُوْلًا، لِأَنَّهُ لَا يَصِحُّ بَيْعُ الْمَجْهُوْلِ، وَلَا مُسْتَلْزِمًا لِلرِّبَا، بِأَنْ يَكُوْنَ مَالًا رِبَوِيًّا مِنْ جِنْسِ الثَّمَنِ وَمُسَاوِيًا لِلثَّمَنِ أَوْ أَقَلَّ مِنْهُ لِحُرْمَةِ الرِّبَا۔ وَلَا بُدَّ مِنْ هٰذَا التَّاوِيْلِ لِمَا عَرَفْتَ، فَسَقَطَ مَا أَوْرَدَ ابْنُ أَبِىْ شَيْبَةَ عَلٰى أَبِىْ حَنِيْفَةَ بِأَنَّهُ خَالَفَ الْحَدِيْثَ، حَيْثُ شَرَطَ فِى الْمَالِ أَنْ لَّا يَكُوْنَ أَكْثَرَ مِنَ الثَّمَنِ مَعَ إِطْلَاقِ الْحَدِيْثِ، لِأَنَّ أَبَا حَنِيْفَةَ لَمْ يُقَيِّدِ الْإِطْلَاقَ بِرَأْيِ نَفْسِهٖ إِنَّمَا قَيَّدَهُ بِحُكْمِ الشَّارِعِ، فَالْمُخَالِفُ لِلْحَدِيْثِ هُوَ ابْنُ أَبِىْ شَيْبَةَ نَفْسُهُ، حَيْثُ جَوَّزَ بَيْعَ الدَّيْنِ مِنْ غَيْرِ مَنْ عَلَيْهِ وَجَوَّزَ بَيْعَ الْمَجْهُوْلِ، وَأَبَاحَ الرِّبَا، فَتَدَبَّرْ، والله أعلم۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب پھل دار درخت پر پھل لگے ہوں اور اس کی بیع ہو اور پھل کی فروخت کی شرط نہ ہو تو خریدار صرف درخت کا مالک بنے گا پھل کا نہیں، البتہ اگر خریدار نے شرط لگادی ہو کہ میں درخت پھل سمیت خریدتا ہوں تو پھل بھی بیع میں داخل ہوگا۔

باب ایسے غلام کی خرید وفروخت کے بیان میں جس غلام کا مال ہو

(۴۶۱۰)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس شخص نے ایسا غلام بیچا جس غلام کا مال بھی ہو تو وہ مال بیچنے والے کا ہوگا۔" (صرف غلام خریدار کا ہوگا) ہاں اگر خریدار نے مال کے بھی بیع میں داخل ہونے کی شرط لگادی ہو تو (مال بھی خریدار کا ہوگا) اس حدیث کو ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف کے **كتاب الرد على ابى حنيفة** میں روایت کیا ہے۔ (۸/ ۴۰۵)

میں (مولانا ظفر احمد رحمہ اللہ) کہتا ہوں یہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث میں غلام کے مال سے مراد وہ ہے جو قرض نہ ہو کیونکہ قرض کی بیع اس غلام کے بغیر جس پر ہو جائز نہیں، اور وہ مال مراد ہے جو مجہول نہ ہو کیونکہ مجہول کی بیع بھی جائز نہیں اور اصل سے ملا کر اس پر نظر فرمالیں اور ایسا مال بھی نہ ہو جس میں سود لازم ہو۔ مثلاً ثمن یعنی سونے یا چاندی کی جنس سے اور غلام کی قیمت کے برابر یا اس سے کم ہو تو سود حرام ہے، اور یہ تاویل ضروری ہے لہٰذا ابن ابی شیبہ کا امام صاحبؒ پر مخالفت حدیث کا اعتراض درست نہیں کہ امام صاحب نے مال کے ثمن سے زیادہ

بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ بُدُوِّ الصَّلَاحِ وَوَضْعِ الْجَوَائِحِ

٤٦١١ ...... عن زيد بن ثابتؓ قَالَ: "كَانَ النَّاسُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَتَبَايَعُوْنَ الثِّمَارَ، فَإِذَا جَذَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيْهِمْ قَالَ الْمُبْتَاعُ: إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ، أَصَابَهُ مَرَضٌ، قُشَامٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّوْنَ بِهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُوْمَةُ فِيْ ذٰلِكَ: فَأَمَّا لَا فَلَا تُبَايِعُوْا حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ، كَالْمَشُوْرَةِ يُشِيْرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُوْمَتِهِمْ" (بخاری ١:٢٩٢)۔

٤٦١٢ ...... وعَنْ أنس بن مالكؓ: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ، فَقِيْلَ لَهُ وَمَا تُزْهِيَ؟ قَالَ: حَتّٰى تَحْمَرَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيْهِ؟" (بخاری ١:٢٩٣)۔

ہونے کی شرط لگادی حالانکہ حدیث مطلق ہے وجہ یہ ہے کہ امام صاحب نے اپنی طرف سے قید نہیں لگائی۔ بلکہ حکم شارع سے قید لگائی ہے۔ مخالفِ حدیث خود ابن ابی شیبہ ہیں نہ کہ امام صاحب کہ ابن ابی شیبہ نے ایسی بیع جائز ٹھہرائی جو مجہول کی بیع ہے اور سود مباح کردیا وغیرہ۔

باب پھلوں کے اندر استعمال کی صلاحیت پیدا ہونے اور آفات سے بچاؤ ہوجانے سے پہلے بیچنے کا حکم

(۴۶۱۱)......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں لوگ پھلوں کی خرید وفروخت کرتے تھے پھر جب خریدار پھل توڑنے لگتے اور مالک قیمت مانگنے کیلئے حاضر ہوتے تو خریدار کہتا کھجور کے پھل میں بوسیدگی آگئی ہے، بیماری لگ گئی ہے، پھل کم ہوا ہے اس طرح آفات کا بہانہ بناتے اور مالکوں سے جھگڑتے، تو جب حضور ﷺ کے پاس بہت مقدمات پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اس طرح کے جھگڑے ختم نہیں ہوتے تو تم بھی اس وقت تک نہ بیچا کرو جب تک پھل کے استعمال کی صلاحیت نہ ظاہر ہوجایا کرے۔ مقدمات بہت ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے بطور مشورہ یہ فرمایا تھا۔ (بخاری ۱/۲۹۲)

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب درخت پر پھل آچکے ہوں لیکن ان میں استعمال کی قابلیت نہ ہو ان کو بیچنا جائز ہے کیونکہ حدیث میں ذکر ہوا کہ آپ ﷺ نے بطور مشورہ صلاحیت پیدا ہونے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا بطور حکم منع نہیں فرمایا۔

(۴۶۱۲)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زھو سے پہلے پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا پوچھا گیا زھو کیا ہے فرمایا سرخ ہوجائے (رنگ پکڑلے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ پھل کو روک لے (آفت آجائے) تو اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض میں لوگے؟ (بخاری ۱/۲۹۳)

٤٦١٣...... وعن جابرؓ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "إِنْ بِعْتَ بِنْ أَخِيْكَ ثَمَرًا فَأَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَلَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا، بِمَ تَأْخُذُ مَالَ أَخِيْكَ بِغَيْرِ حَقٍّ" (معانی الآثار ٢: ٢١٥)۔

٤٦١٤...... وعن جابرؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ (معانی الآثار ٢: ٢١٥)۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِسْتِثْنَاءِ فِي الْبَيْعِ

٤٦١٥...... عن جابرؓ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: "أَنَّهُ نَهٰى عَنِ الثُّنْيَا إِلَّا أَنْ تُعْلَمَ"۔ أخرجه الترمذی، وقال: "حسن صحيح"، وقال فی "النيل": أخرجه النسائی وابن حبان فی "صحيحه" (٥: ١١)۔

(۴۶۱۳)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو اپنے بھائی پر پھل بیچے پھر اس پر آفت آ پڑے تو حلال نہیں ہوگا کہ تو اس سے کچھ پیسہ لے۔ تو اپنے بھائی کا مال ناحق کس چیز کے عوض میں لے گا۔ (شرح معانی الآثار ۲/۲۱۵)

فائدہ:۔ جیسا کہ پہلی حدیث میں ذکر ہوا آپ ﷺ کا اس سے منع کرنا بطور مشورہ کے تھا اس لئے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بیع باطل ہے۔

(۴۶۱۴)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھل پر آفت آ جانے پر وضع کرنے کا حکم فرمایا (طحاوی)

فائدہ:۔ یعنی حکم فرمایا کہ اگر پھل بیچنے کے بعد اس پر آفت آ پڑے تو مناسب ہے کہ خریدار کی اس طرح معاونت اور رعایت کر لی جائے کہ قیمت میں کچھ کمی کر لی جائے۔

باب اس بیان میں کہ بیع میں استثناء کرنا منع ہے

(۴۶۱۵)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے استثناء سے منع فرمایا مگر تب جب استثناء کی جانے والی مقدار معلوم ہو۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کو امام نسائی رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع میں استثناء کی صورت میں مقدار مجہول کا استثناء ہو تو بیع فاسد ہوگی (مثلاً بیچنے والا ہے کہ میں نے یہ درخت تجھ پر بیچے مگر ان میں سے کچھ درخت یا ان کی لکڑیاں میری ہوں گی)۔

بَابُ بَيْعِ الْحَبِّ فِي السُّنْبُلِ

٤٦١٦ ...... عن ابن عمرؓ "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَزْهُوَ وَعَنْ بَيْعِ السُّنْبُلِ حَتّٰى يَبْيَضَّ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ"، أخرجه الجماعة إلا البخارى (زيلعى ٢: ١٧١ و ١٧٢)۔

بَابُ خِيَارِ الشَّرْطِ وَنَفْيِ خِيَارِ الْغَبْنِ

٤٦١٧ ...... عن أنسؓ: "أَنَّ رَجُلاً اشْتَرٰى مِنْ رَجُلٍ بَعِيْرًا وَاشْتَرَطَ الْخِيَارَ أَرْبَعَةَ أَيَّامٍ فَأَبْطَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْبَيْعَ، وَقَالَ: الْخِيَارُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ"۔ أخرجه عبدالرزاق فى "مصنفه"، قاله ابن حجر فى "التلخيص" (ص ٢٤٠)۔ وسكت عنه، فهو حسن أو صحيح، كما ذكرنا فى "المقدمة"۔

٤٦١٨ ...... وعن ابن عمرؓ: أَنَّ مُنْقِذًا سُفِعَ فِيْ رَأْسِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَأْمُوْمَةً۔ فَخَبَلَتْ لِسَانَهُ فَكَانَ إِذَا بَايَعَ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بَايِعْ وَقُلْ لَا خِلَابَةَ۔ ثُمَّ أَنْتَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا۔

باب غلہ کو سٹے میں موجود ہونے کی حالت میں بیچنا

(۴۶۱۶)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ کھجور کا پھل زرد، سرخ ہونے سے پہلے نہ بیچو اور سٹے میں موجود گندم سفید ہونے اور آفت سے محفوظ ہونے سے پہلے نہ بیچو، سوائے بخاری رحمہ اللہ کے اس حدیث کو جماعت نے روایت کیا ہے۔(زیلعی ۲/۱۷۱)

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گندم کو سٹے میں بیچنا جائز ہے۔

باب خیار شرط ہونے اور خیار غبن (دھوکہ ہونے کی صورت کا اختیار) نہ ہونے کا بیان

(۴۶۱۷)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے سے اونٹ خریدا اور چار دن کا اختیار شرط ٹھہرایا تو رسول اللہ ﷺ نے بیع کو باطل فرمایا اور فرمایا اختیار تین دن ہوتا ہے۔اس کو امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور ابن حجر رحمہ اللہ نے تلخیص میں اس کو ذکر کر کے خاموشی اختیار کی تو یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خیار شرط تین دن تک رکھنا جائز ہے۔

(۴۶۱۸)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت منقذ رضی اللہ عنہ کے سر میں جاہلیت میں دماغی چوٹ لگی تھی جس سے ان کی زبان متاثر ہوگئی تو جب خرید وفروخت کا معاملہ کرتے تو دھوکہ کھا جاتے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا خرید وفروخت کیا کرو مگر کہا کرو دھوکہ فریب نہیں کرنا، پھر تجھے تین دن تک اختیار ہوگا۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اس کو خرید وفروخت کرتے سنا ہے وہ

قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَسَمِعْتُهُ يُبَايِعُ وَيَقُوْلُ: لَا خَذَابَةَ لَا خَذَابَةَ''، رواه الحميدى فى ''مسنده''، فقال: حدثنا سفيان، عن محمد بن إسحاق، عن نافع، عن ابن عمر، فذكره (نيل الأوطار ٥: ٤٣)۔ وقال ابن حجر: فى ''الفتح'' (٤: ٢٨٣) فى رواية أحمد من طريق محمد بن إسحاق: حدثنى نافع عن ابن عمر فانتفى شبهة التدليس من ابن إسحاق۔

٤٦١٩...... عن نافع، عن عبد الله بن عمرؓ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: '' إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَكُوْنُ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ''، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ أَوْ عُمَرُ يُنَادِيْ: ''اَلْبَيْعُ صَفْقَةٌ أَوْخِيَارٌ''۔ رواه البيهقى فى ''سننه'' وسكت عنه ولم يعله ابن التركمانى بشىء فهو حسن أو صحيح۔

(**لا خلابة** کے بجائے زبان کے متاثر ہونے کی وجہ سے) کہا کرتے **لاخذابة، لاخذابة**، دھوکہ نہ کرنا، اس حدیث کو امام حمیدی رحمہ اللہ نے (حدیث نمبر ۶۶۲، ج۲ص ۲۹۲) روایت کیا ہے اور سند بیان کرتے ہوئے فرمایا **حدثنا سفیان عن محمد بن اسحاق عن نافع عن ابن عمر** اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں سند احمد رحمہ اللہ کے حوالے سے یوں ذکر کیا۔ **محمد بن اسحاق حدثنی نافع عن ابن عمر** تو مسند احمد میں **حدثنی** قول کے ذریعہ محمد بن اسحاق کی تدلیس کا شبہ ختم ہو گیا۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسی شخص کی خصوصیت تھی کہ ذہنی و زبانی طور پر بیمار ہونے کی وجہ سے اگر دھوکہ کا شکار ہوتے تو تین دن کا اختیار ہوتا، یہ خیار غبن ہر شخص کو حاصل نہ تھا دلیل اس خصوصیت کی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے سوا کسی کو یہ تعلیم نہیں دی تھی یہی وجہ ہے کہ اگر اس صحابی سے دھوکہ ہو جاتا اور یہ جھگڑتے تو کوئی صحابی گذرتے تو دوسرے شخص کو کہتے تجھ پر افسوس تو اس سے جھگڑتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے اس کیلئے تین دن کا اختیار مقرر کیا ہے (زیلعی بحوالہ تاریخ بخاری ۲/۱۷۲)۔

(۴۶۱۹)...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دو آدمی خرید و فروخت کرنے لگیں تو جدا ہو جانے تک انہیں اختیار ہوگا یا ان کی خرید و فروخت خیار شرط کے ساتھ ہو تو بھی اختیار ہوگا۔ اور حضرت ابن عمر یا عمر رضی اللہ عنہما نداء کیا کرتے تھے کہ بیع یا عقد ہے یا اختیار، اس کو بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا اور ابن الترکمانی رحمہ اللہ نے بھی ضعیف نہیں کہا تو یہ روایت حسن یا صحیح ہے (سنن بیہقی ۵/۲۶۹)

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی خیار شرط ثابت ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خیار غبن نہیں ہوگا۔

٤٦٢٠ ...... وروى: عن مطرف بن طريف تارة عن الشعبي عن عمر، وتارة عن عطاء بن أبي رباح، عن عمر رضي الله عنه: "اَلْبَيْعُ صَفْقَةٌ أَوْ خِيَارٌ"، رواه البيهقي في "سننه" وقال: وكلاهما مع الأول ضعيف لانقطاع ذلك اهـ قلت: لا يضرنا الانقطاع في القرون الفاضلة، لاسيما ومراسيل الشعبي صحاح، كما ذكرناه في المقدمة، وجعله محمد بن الحسن الإمام "في الحجج" له حديثا معروفا مشهورا عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، وإذا اشتهر الحديث استغنى عن الإسناد۔

٤٦٢١ ...... أخرج: ابن حزم من طريق عبدالرزاق: أنا ابن جريج، أخبرني سليمان بن البرصاء قال: "بَايَعْتُ ابْنَ عُمَرَ، فَقَالَ لِيْ: إِنْ جَائَتْنَا نَفَقَتُنَا إِلٰى ثَلَاثِ لَيَالٍ فَالْبَيْعُ بَيْنَنَا۔ وَإِنْ لَمْ تَأْتِنَا نَفَقَتُنَا إِلٰى ذٰلِكَ فَلَا بَيْعَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ، وَلَكَ سِلْعَتُكَ" (المحلى ٨: ٣٧٣)، ولم يعله بشيء، فهو صحيح أو حسن۔

٤٦٢٢ ...... وروى البيهقي من طريق أحمد بن عبدالله بن ميسرة: ثنا أبو علقمة الفروي، عن نافع عن ابن عمر، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلْخِيَارُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ"۔ وسكت عنه، وأعله ابن الجوزي بأن أحمد بن عبدالله بن ميسرة قد ضعفه الدار قطني، وقال ابن حبان "لا يحل الاحتجاج به" ...

☆...... (٤٦٢٠) امام شعبی اور عطاء بن ابی رباح رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیع یا عقد ہے یا اختیار۔ اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں (۲۷۲/۵) روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، میں (مولانا ظفر احمدؒ) کہتا ہوں خیر القرون میں انقطاع مضر نہیں ہے بالخصوص امام شعبی رحمہ اللہ کی مرسل روایات صحیح ہیں۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے حجج میں اس کو معروف و مشہور روایت قرار دیا ہے اور جب حدیث مشہور ہو سند کی بحث کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۴۶۲۱)...... حضرت سلیمان بن برصاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیعت کی تو مجھے فرمایا اگر تیرے پاس ہماری رقم تین راتوں تک پہنچ جائے تو بیع ہوگئی اور اگر نہ پہنچے تو ہمارے تمہارے درمیان بیع نہیں ہوگی اور تیرا سامان (مبیع) تیرا ہی ہوگا (محلی) ابن حزم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا تو یہ حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فرمان سے معلوم ہوا کہ خیار شرط تین دن تک ہوتا ہے اس سے زیادہ مدت تک نہیں ہوتا۔

(۴۶۲۲)...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اختیار تین دن تک ہوسکتا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو سنن (۲۷۴/۵) میں ذکر کیا اور سکوت اختیار کیا امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا راوی احمد بن عبداللہ بن میسرہ کو دار قطنیؒ نے ضعیف کہا ہے اور ابن حبان نے فرمایا اس سے حجت لینا جائز نہیں۔ میں کہتا ہوں امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ راوی اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتا تو وہم میں مبتلا ہو جاتا لیکن بالارادہ غلط بیانی نہیں کرتا تھا اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں محدثین نے اس میں کلام کیا ہے

(زيلعي ٢: ١٧٣)۔

قلت: قال الدار قطني: "كان يحدث من حفظه فيهم، وليس ممن يتعمد الكذب"، وقال ابن أبي حاتم: تكلموا فيه" كما في "اللسان"، وهذا تليين هين، وأما ابن حبان فهو قصاب كما ذكرنا في "المقدمة": ولما رواه شواهد فالحديث صالح للاحتجاج به۔

٤٦٢٣...... وأخرج: ابن حزم من طريق وكيع: نا زكريا بن أبي زائدة عن الشعبي قال: "اِشْتَرٰى عُمَرُ فَرَسًا وَاشْتَرَطَ حَبْسَهٗ إِنْ رَضِيَهٗ، وَإِلَّا فَلَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا بَعْدُ، فَحَمَلَ عُمَرُ عَلَيْهِ رَجُلًا فَعَطَبَ الْفَرَسُ، فَجَعَلَا بَيْنَهُمَا شُرَيْحًا، فَقَالَ شُرَيْحٌ لِعُمَرَ: سَلِّمْ مَا ابْتَعْتَ، وَرُدَّ مَا أَخَذْتَ۔ فَقَالَ عُمَرُ: قَضَيْتَ بِمُرِّ الْحَقِّ" (المحلى ٨: ٣٧٣)، وهذا مرسل صحيح۔

٤٦٢٤...... من طريق عبدالرزاق: نا معمر، عن ابن طاؤس، عن أَبِيهِ، فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا، قَالَ: الْخِيَارُ لِكِلَيْهِمَا حَتّٰى يَفْتَرِقَا عَنْ رِضًى"۔

٤٦٢٥...... وبه إلى معمر، عن أيوب، عن ابن سيرين: "إِذَا بِعْتَ شَيْئًا عَلَى الرِّضَا فَلَاتَخْلِطِ

اور یہ ڈھیلی جرح ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ تو نکتہ چین ہے اور اس روایت کے کئی شواہد ہیں اس لئے حدیث حجت بنائے جانے کے قابل ہے۔

(۴۶۲۳)...... امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا خریدا اور بائع سے شرط لگادی کہ پسند آیا تو رکھ لوں گا ورنہ ہمارے درمیان سودا نہ ہوگا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک آدمی سوار کیا تو گھوڑا تھکا ماندہ عاجز ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بائع نے قاضی شریح رحمہ اللہ کو فیصل بنایا تو قاضی شریح رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اپنا خریدا ہوا صحیح سالم حوالے کرو اور لیا ہوا واپس کرو (اور اس کی واپسی ناممکن ہے لہٰذا قیمت ادا کرو)۔ (محلی ۸/۳۷۳) یہ روایت مرسل صحیح ہے۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ اگر کوئی اس طرح چیز لے جائے اور اس میں عیب کردے تو وہ معیب چیز اسی کی ہو جائے گی اور قیمت دینا لازم ہوگا۔

(۴۶۲۴)...... طاؤس کے بیٹے سے روایت ہے کہ جو شخص کوئی سامان رضا مند ہو کر خرید لے اس کے متعلق حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے فرمایا دونوں کو اختیار ہوگا جب تک رضا مندی کے ساتھ جدا جدا نہ ہو جائیں۔ (محلی)

(۴۶۲۵)...... حضرت ایوب رحمہ اللہ امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں فرمایا جب تو کوئی چیز رضا مندی سے بیچے تو خریدار کے پیسے دوسری رقم کے ساتھ نہ ملا جب تک یہ نہ دیکھ لے کہ وہ لیتا ہے یا واپس کرتا ہے۔

فائدہ:۔ دونوں قولوں کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی خریدار ایک چیز بطور خرید لے جائے اور یہ کہہ جائے کہ پسند ہوئی تو میری ہے ورنہ بیع

الْوَرِقَ بِغَيْرِهَا حَتّٰى تَنْظُرَ أَيَأْخُذُ أَمْ يَرُدُّ"۔

٤٦٢٦...... ومن طريق سعيد بن منصور: نا هشيم، أنا يونس، عن الحسن، قال: "إِذَا أَخَذَ الرَّجُلُ مِنَ الرَّجُلِ الْبَيْعَ عَلٰى أَنَّهُ فِيهِ بِالْخِيَارِ فَهَلَكَ مِنْهُ، فَإِنْ كَانَ سَمَّى الثَّمَنَ فَهُوَ لَهُ ضَامِنٌ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ فَهُوَ أَمِينٌ وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ"۔

٤٦٢٧...... ومن طريق عبد الرزاق، عن معمر، عن عمرو بن مسلم، قال: سَأَلْتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَجُلٍ أَخَذَ مِنْ رَجُلٍ ثَوْبًا فَقَالَ: اذْهَبْ بِهِ، فَإِنْ رَضِيتَهُ أَخَذْتَهُ، فَبَاعَهُ الْآخِذُ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلٰى صَاحِبِ الثَّوْبِ، فَقَالَ عِكْرِمَةُ: لَا يَحِلُّ لَهُ الرِّبْحُ"، أخرج الآثار كلها ابن حزم في المحلى (٨:٣٧٤-٣٧٥)، واحتج بها وأسانيدها صحاح۔

نہیں ہوگی تو اس کو پسند کا اختیار ہوگا اور جب قبول اور رضا ہو جائے گی تو اختیار نہ رہے گا۔

(۴۶۲۶)......حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب ایک آدمی دوسرے سے خیار شرط کی شرط کے ساتھ مبیع چیز لے جائے اور پھر ہلاک ہو جائے تو اگر قیمت طے ہوگئی تھی تو خریدار اس چیز کی ضمان دے گا اور اگر قیمت طے نہ ہوئی ہو تو وہ امین ہوگا (اس کے پاس وہ چیز بطور امانت ہوگی) اور کچھ ضمان نہ ہوگا (کیونکہ امانت ہلاک ہونے سے ضمان نہیں ہوتا)

فائدہ:۔ ایک آدمی نے دوکاندار سے مثلاً کپڑا لیا اور پسند کی شرط لگائی قیمت نہیں لگائی گئی دوکاندار سے کہا اگر مجھے پسند آیا تو خرید لوں گا۔ اب دوکاندار کو جواب دینے سے پہلے وہ کپڑا ضائع ہوگیا تو خریدار پر کچھ لازم نہیں اور اگر لیتے وقت کہا اگر پسند آیا تو دس روپے پر خرید لوں گا (قیمت طے ہوگئی) اب ہلاک ہوا تو قیمت کا ضامن ہوگا (فتح القدیر) کیونکہ پہلی صورت میں کپڑا اس کے پاس امانت ہے اور امانت کی چیز خود ضائع ہو جائے تو امین پر کچھ لازم نہیں اور اگر ضائع کردے تو ضمان لازم ہوتا ہے، اور دوسری صورت میں بطور خریدار لے گیا ہے اب کپڑا اس کے پاس بطور امانت نہیں ہوگا بطور خرید اس کے پاس ہوگا اس لئے ضامن ہوگا۔ ان آثار سے معلوم ہوا کہ ایجاب کے بعد قبول سے پہلے تک اختیار رہتا ہے چاہے خریدار اور بائع جدا جدا بھی ہو جائیں لیکن ایجاب وقبول ہو جانے کے بعد اختیار نہیں ہوتا۔

(۴۶۲۷)......حضرت عمرو بن مسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ مولیٰ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک آدمی نے دوسرے سے کپڑا لیا، اور بائع سے کہا میں اس کو لے جا رہا ہوں اگر پسند آیا تو لے لوں گا، لیکن پھر بائع کے پاس واپس ہونے سے پہلے اس لے جانے والے نے کپڑا بیچ دیا (تو کیا حکم ہے؟) حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا اس کیلئے نفع حلال نہیں ہوگا، یہ سب آثار ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی میں روایت کر کے ان سے حجت لی ہے اور ان کی سندیں صحیح ہیں۔

بَابُ خِيَارِ الرُّؤْيَةِ

٤٦٢٨...... قال الدار قطني: حدثنا أبوبكر بن أحمد بن محمود بن خرزاد القاضي الأهوازي، نا أحمد بن عبدالله بن أحمد بن موسى عبدان، نا داهر بن نوح، نا عمر بن إبراهيم ابن خالد، نا وهب اليشكري، عن محمد بن سيرين، عن أبي هريرةؓ، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنِ اشْتَرٰى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِذَا رَآهُ" قال عمر: وأخبرني فضيل بن عياض، عن هشام، عن ابن سيرين، عن أبي هريرةؓ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمِثْلِهِ: قال عمر: وأخبرني القاسم بن الحكم، عن أبي حنيفة، عن الهيثم، عن محمد بن سيرين، عن أبي هريرةؓ، عن النبي ﷺ مثله، عمر بن إبراهيم يقال له الكردي يضع الأحاديث، وهذا باطل لا يصح لم يروها غيره، وإنما يروى عن ابن سيرين موقوفا من قوله انتهى، وقال ابن القطان في كتابه: "والراوي عن الكردي داهر بن نوح وهو لا يعرف، ولعل الجناية منه"، انتهى۔

أَبْوَابُ بَيْعِ الْعَيْبِ

بَابُ حُرْمَةِ الْغَشِّ

باب نہ دیکھی ہوئی چیز خریدنے پر دیکھنے پر اختیار ہوگا

(۴۶۲۸)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایسی چیز خرید لے جس کو نہیں دیکھا تو جب دیکھ لے تو اختیار ہوگا (دار قطنی ۳/۵)

امام دارقطنی نے اس کو تین سندوں سے ذکر کیا ہے، اس کے راوی عمر بن ابراہیم کو کردی کہتے ہیں یہ احادیث گھڑتا ہے اور یہ روایت باطل غیر صحیح ہے، اس کے سوا کوئی روایت نہیں کرتا ہاں ابن سیرین سے ان کا قول یوں مروی ہے، ابن القطان اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ کردی سے روایت کرنے والا داھر بن نوح ہے جو مجہول ہے شاید جرم اُسی سے ہوا ہے۔

فائدہ:۔ تمام مسلمانوں کا اس حدیث پر عمل ہے امام طحاویؒ نے اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ذکر کیا ہے۔

﴿ابواب: عیب والی چیز بیچنے کے بارے میں﴾

باب دھوکہ حرام ہے

٤٦٢٩...... عن أبی هریرةؓ: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ عَلٰی صُبْرَةٍ مِنْ طَعَامٍ، فَأَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهٗ بَلَلاً، فَقَالَ: يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ! مَاهٰذَا؟ قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: أَفَلاَ جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰی يَرَاهُ النَّاسُ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا" قال الترمذی" حسن صحیح" وأخرجه مسلم والحاکم، کما فی "التلخیص" (٢٤:٢)۔

بَابُ خِيَارِ الْعَيْبِ

٤٦٣٠...... عن عائشةؓ: أَنَّ رَجُلاً اِبْتَاعَ غُلاَمًا فَاسْتَغَلَّهٗ ، ثُمَّ وَجَدَ بِهٖ عَيْبًا فَرَدَّهٗ بِالْعَيْبِ، فَقَالَ الْبَائِعُ: غَلَّةُ عَبْدِیْ، فَقَالَ ﷺ: اَلْغَلَّةُ بِالضَّمَانِ"۔ رواه "أبوداوٗد، وابن ماجة، وأحمد"، و فی "التلخیص الحبیر": رواه الشافعی،وأحمد، وأصحاب السنن، والحاکم من طریق عروة عن عائشة مطولاً ومختصرا، وصححه ابن القطان اھ۔

(۴۶۲۹)......حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گندم کے ایک ڈھیر کے پاس سے گذرے،اس کے اندر ہاتھ ڈالا تو انگلیوں پر تری لگی (اندر سے گندم گیلی تھی) فرمایا اے گندم والے! یہ کیا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ بارش لگی ہے،فرمایا پھراس کو (خشک) گندم کے اوپر کیوں نہیں کر دیا تا کہ لوگ دیکھ لیں؟ پھر فرمایا جس نے دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے،امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے (ترمذی ۱/ ۱۵۷) اوراس کو امام مسلمؒ اور حاکمؒ نے بھی روایت کیا ہے (تلخیص)

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ چیز کا عیب خریدار کے سامنے ظاہر کرنا چاہیے تا کہ اس سے دھوکہ نہ ہو، دھوکہ حرام ہے۔

باب عیب کے اختیار کا بیان

(۴۶۳۰)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ایک غلام خریدا اور اس سے نفع کمایا پھر اس میں عیب پایا تو عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دیا تو بائع نے کہا میرے غلام کے ذریعہ جو نفع کمایا (وہ بھی دے) تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ نفع ضمان کے طور پر ہو گیا،ابو داوٗد، ابن ماجہ، احمد، تلخیص میں ہے کہ اس کا امام شافعی رحمہ اللہ و احمد رحمہ اللہ اور اصحاب سنن نے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے مختصر ومطول دونوں طرح روایت آئی ہے اور ابن قطان رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس عیب کی وجہ سے جو خریدتے وقت معلوم نہ ہوا ہو پھر دیکھ لے مبیع واپس کرنے کا اختیار خریدار کو ہوتا ہے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خریدار نے مبیع چیز سے جو نفع کمایا ہو تو عیب کی وجہ سے مبیع واپس کرنے پر وہ نفع بائع کو نہیں دیا جائیگا بلکہ خریدار کا ہی ہوگا۔

بَابُ بَيْعِ الْمُصَرَّاةِ

٤٦٣١...... حدثنا ابن بكير، حدثنا الليث، عن جعفر بن ربيعة، عن الأعرج، قال أبو هريرة عن النبي ﷺ: "لَا تَصُرُّوا الْإِبِلَ، وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا، إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ"۔ ويذكر عن أبي صالح، ومجاهد، والوليد بن رباح، وموسى بن يسار، عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ: "صَاعَ تَمْرٍ"۔ وقال بعضهم عن ابن سيرين: "صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا"۔ وقال بعضهم عن ابن سيرين: صَاعاً مِنْ تَمْرٍ ولم يذكر ثلاثاً، وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ أخرجه البخاري(١:٢٨٨)۔

باب تھنوں میں دودھ روکے ہوئے جانور کی خرید وفروخت کا حکم

(٤٦٣١)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کیا کرو لیکن اگر کسی نے ایسا کیا اور کسی نے خرید لیا تو اس کو دودھ دوہنے کے بعد دو میں سے ایک اختیار ہوگا چاہے تو رکھ لے (جانور واپس نہ کرے) اور چاہے تو واپس کردے لیکن (دودھ دوہنے کی وجہ سے) ایک صاع کھجور بھی بائع کو (جانور کے ساتھ) دے دے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اعرج کی روایت ہے اور ابوصالح ومجاہد اور ولید بن رباح وموسیٰ بن یسار کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت میں بھی ایک صاع کھجور کا ذکر ہے جبکہ ابن سیرینؒ کی روایت میں ایک صاع گندم کا ذکر ہے اور یہ کہ خریدار کو تین دن کا اختیار ہوگا اور ابن سیرینؒ سے ایک روایت میں ایک صاع کھجور کا ذکر ہے اور تین دن کے اختیار کا ذکر نہیں۔

فائدہ:۔ اس حدیث کے مطابق اس حد تک تو ائمہ کا اتفاق ہے کہ جس خریدار سے اس طرح دھوکہ کیا گیا ہو کہ جانور کا دودھ کئی دن تک روکا گیا تا کہ خریدار بہت دودھ دینے والا سمجھے اور زیادہ قیمت حاصل ہو اس عیب پر جب خریدار کو اطلاع ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو جانور اپنے پاس رکھ لے (اور اس عیب کی وجہ سے بائع پر کچھ نہ ہوگا) اور چاہے تو بائع کو واپس کردے (اور قیمت واپس لے لے) اس کے بعد اختلاف ہے کہ واپس کرنے کی صورت میں یہ ایک صاع کھجور دینا لازم وضروری ہے تا کہ جو دودھ دوہا اس کا عوض ہو جائے یا ضروری نہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہرگز ضروری نہیں ہے کیونکہ ایک صاع کھجور کو کس کا عوض ٹھہرایا جائے گا؟ اگر دودھ کا عوض ہے تو درست نہیں اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ دودھ ایک صاع کھجور کی قیمت سے زیادہ حاصل کیا ہو یا کم حاصل کیا ہو اور دونوں صورتوں میں یہ ایک صاع اس کا عوض نہیں بن سکتا دوسری بات یہ ہے کہ ابھی اوپر حدیث گذری ہے کہ آدمی نے غلام خریدا اور اس سے نفع حاصل کیا پھر عیب معلوم ہوا اور واپس کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ نفع خریدار ہی کا ہو گیا بائع نہیں لے سکتا یہاں بھی جب

تَتِمَّةُ بَابِ بَيْعِ الْمُصَرَّاةِ

٤٦٣٢ ...... عن عروة، عن عائشة رضي الله عنها: "أَنَّ رَجُلاً اشْتَرَىٰ غُلاَمًا فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَكَانَ عِنْدَهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ رَدَّهُ مِنْ عَيْبٍ وَجَدَهُ، فَقَضَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِرَدِّهِ بِالْعَيْبِ، فَقَالَ الْمَقْضِيُّ عَلَيْهِ: قَدِ اسْتَغَلَّهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْخِرَاجُ بِالضَّمَانِ"- رواه "الشافعي، وأحمد وأصحاب السنن، والحاكم"- مطولا ومختصرا، وصححه ابن القطان، وقال ابن حزم: "لا يصح" (التلخيص الحبير ٢: ٢٤٠)، وقال الترمذي (١: ١٥٤): حديث حسن صحيح، والعمل على هذا عند أهل العلم" اه، وقال الطحاوي (٢: ٢٠٨): تلقاه العلماء بالقبول وعملوا به" اه، فقول ابن حزم "لا يصح" رد عليه۔

جانور خریدا اور دودھ کا نفع حاصل کیا پھر عیب معلوم ہوا اب واپس کرنے کی صورت میں یہ نفع خریدار کا ہی ہے بائع کو نہیں ملے گا۔ اب رہی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث تو احناف اس حدیث کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ یہ حدیث تقویٰ و دیانت پر محمول ہے یعنی ایک صاع کھجور لازمی نہیں ہاں بہتر ہے کہ دے دے یا آپ ﷺ نے یہ حکم بطور تشریع نہیں فرمایا، بطور مصالحت فرمایا ہے (تفصیل مع حضرات اعلاء السنن عربی میں دیکھیں)

(٤٦٣٢)...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک غلام خریدا تو جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی اس کے پاس رہا پھر عیب کی وجہ سے اُس نے واپس کرنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ عیب کی وجہ سے واپس کیا جائے تو بائع نے عرض کیا کہ اس نے اُس غلام سے نفع اٹھایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نفع اسی کا ہے جو ضامن ہو۔ اس روایت کو امام شافعیؒ و احمد اور اصحاب سنن اور حاکم رحمہم اللہ نے مختصر و طویل روایت کیا ہے اور ابن قطانؒ نے صحیح قرار دیا۔ ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ صحیح نہیں لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں حسن صحیح ہے اور اہل علم کے ہاں اس پر عمل ہے، امام طحاویؒ فرماتے ہیں اس حدیث کو علماء کرام کی تلقی بالقبول حاصل ہے لہٰذا ابن حزم رحمہ اللہ کا قول مردود ہے۔

فائدہ:۔ حدیث میں فرمایا نفع اسی کا ہے جس پر ضمان ہے یعنی خریدار جو لے گیا اگر واپسی سے پہلے ہلاک ہوتا تو ضمان اُسی پر ہوتا اور جس پر ضمان ہو نفع اسی کا ہوتا ہے لہٰذا نفع بائع کا نہیں خریدار کا ہوگا۔ اسی سے ظاہر ہوا کہ دودھ جمع کیے ہوئے جانور کی واپسی پر دودھ کا نفع خریدار کا ہے مالک کو کچھ نہیں دینا پڑے گا جیسا کہ بحث اوپر گذری ہے۔

٤٦٣٣...... أخرج الطحاوی من طريق ابن لهيعة: ثنا أبو الأسود عن عبدالرحمٰن بن سعد، وعكرمة عن أبی هريرة، أن النبیّ ﷺ قال: "مَنِ اشْتَرٰی شَاةً مُصَرَّاةً، أَوْ لِقْحَةً مُصَرَّاةً وَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّهَا مُصَرَّاةٌ، فَإِنَّهُ إِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَمَعَهَا صَاعاً مِنْ تَمْرٍ، وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا"، رواه الطحاوی (٢:٢٠٨)، وسنده حسن۔

٤٦٣٤...... عن صدقة بن سعيد، عن جميع بن عمير التيمی، قال: سمعت عبدالله بن عمرؓ يقول: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ ابْتَاعَ مُحَفَّلَةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا مِثْلَ أَوْ مِثْلَی لَبَنِهَا قَمْحًا"۔ رواه "أبو داوٗد" (٣:٢٨٤)۔ وقال ابن حزم: "فيه صدقة بن سعيد وجميع بن عمير، وهما ضعيفان فسقط" (المحلی ٩:٦٩)۔ قلت: أما صدقة، فقال أبو حاتم: شيخ، وذكره ابن حبان فی "الثقات"، كما فی "التهذيب" (٤:٤١٥)۔ وفی "التقريب" (ص٨٨): مقبول، وأما جميع

(۴۶۳۳)......حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے ایسی اونٹنی یا بکری خریدی جس کا دودھ تھنوں میں جمع کیا گیا تھااور اس کو اس کا علم نہ ہوا (پھر علم ہوا) تو چاہے تو واپس کر سکتا ہے اور (واپسی کی صورت میں) اس کے ساتھ ایک صاع کھجور دے دے اور چاہے تو اس کو اپنے پاس روک لے۔ طحاویؒ نے اس کو روایت کیا اور سند حسن ہے (۲/۲۰۸)

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ واپس کرنے کا اختیار تب ہوگا جب خریدتے وقت عیب معلوم نہ ہوا ہو ورنہ رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

(۴۶۳۴)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے تھنوں میں دودھ جمع کی ہوئی اونٹنی خریدی اس کو تین دن کا اختیار ہوگا تو اگر واپس کرے تو اس کے ساتھ استعمال کردہ دودھ کا ایک گنا یا دوگنا گندم بھی دے۔ اس کو ابوداؤد (۲/۱۳۲) نے روایت کیا۔ ابن حزمؒ کہتے ہیں اس میں راوی صدقہ بن سعید اور جمیع بن عمیر ہیں اور دونوں ضعیف ہیں۔ لہٰذا روایت ساقط ہے (محلی) میں کہتا ہوں صدقہ کے متعلق ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں شیخ یعنی بزرگ ہے اور ابن حبانؒ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب) اور تقریب میں ہے کہ مقبول ہے، اور جمیع کو بھی ابن حبانؒ نے کتاب الثقات میں تابعین میں سے شمار کیا ہے سنن اربعہ میں اس کی احادیث ہیں اور امام ترمذیؒ نے اس کی کئی احادیث کو حسن قرار دیا اور عجلیؒ فرماتے ہیں تابعی اور ثقہ ہے اور ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا کام سچائی ہے صالح الحدیث ہے، اور دوسرے محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے تو یہ راوی مختلف فیہ ہوا۔ اور اس کی حدیث حسن ہے امام ابوداؤدؒ کے سکوت اختیار کرنے کا تقاضا بھی یہی ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ واپس کرنے کی صورت میں دودھ کا عوض دینا مناسب ہو تو دودھ کے بقدر عوض دینا مناسب ہے۔

فذكره ابن حبان فى "الثقات" من التابعين (الجوهر النقى ٢:١٣)- له عند الأربعة أحاديث، وقد حسن الترمذى بعضها، وقال العجلى: "تابعى ثقة"، وقال أبو حاتم: "محله الصدق صح الحديث" وضعفه آخرون، كما فى "التهذيب" (٢:١١٢)، فالرجل مختلف فيه، وحديثه حسن وهو مقتضى سكوت أبى داوٗد عنه-

بَابُ الْبَيْعِ بِشَرْطِ الْبَرَاءَةِ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ

٤٦٣٥...... قال محمد فى "الموطأ": أخبرنا مالك، حدثنا يحيى بن سعيد، عن سالم بن عبدالله، (كذا فى "موطأ" يحيى بن يحيى، وهو الصحيح كما فى "التعليق الممجد") أن عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ بَاعَ غُلَامًا لَهُ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ بِالْبَرَاءَةِ، وَقَالَ الَّذِی ابْتَاعَ الْعَبْدَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: بِالْعَبْدِ دَاءٌ لَمْ تُسَمِّهِ لِیْ فَاخْتَصَمَا إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَقَالَ الرَّجُلُ: بَاعَنِیْ عَبْدًا وَبِهِ دَاءٌ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: بِعْتُهُ بِالْبَرَاءَةِ، فَقَضٰى عُثْمَانُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ أَنْ يَحْلِفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ بَاعَهُ وَمَا بِهِ دَاءٌ يَعْلَمُهُ، فَأَبٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَنْ يَحْلِفَ، فَارْتَجَعَ الْغُلَامَ، فَصَحَّ عِنْدَهُ الْعَبْدُ، فَبَاعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِأَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةِ دِرْهَمٍ"۔

باب خرید وفروخت کرتے وقت بائع کا ہرعیب سے بری ہونے کی شرط لگانا

(۴۶۳۵)......حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ایک غلام آٹھ سو درہم پر بیچا اور بری ہونے کی شرط لگائی۔ جس نے غلام خرید لیا اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے (بعد میں) کہا غلام میں ایک بیماری ہے آپ نے اس سے براءت کا نام میرے سامنے نہیں لیا تھا تو یہ دونوں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس معاملہ لے گئے خریدار نے عرض کیا کہ انہوں نے مجھ پر غلام بیچا اور اس میں بیماری تھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا میں نے بیچتے وقت عیب سے بری ہونے کی شرط لگائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ یہ قسم اٹھاؤ کہ بیچتے وقت تمہیں اس کی بیماری کا علم نہیں تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی قسم سے انکار کر دیا۔ چنانچہ غلام واپس ہو گیا پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس وہ غلام صحت مند ہو گیا بعد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو ۱۵۰۰ سو درہم پر بیچا۔ (موطا امام محمدؒ ۳۳۷)

فائدہ:۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ اگر معاملہ کرتے وقت بائع مبیع چیز کے ہر عیب سے برائت کی شرط لگا دے تو بعد میں عیب ظاہر ہونے پر بائع عیب سے بری ہوگا اور مبیع کی واپسی نہ ہوگی یہی احناف کا مسلک ہے۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک واپسی ہو سکتی ہے۔

٤٦٣٦...... قال محمد: بلغنا عن زيد بن ثابتؓ أنه قال: "مَنْ بَاعَ غُلَامًا بِالْبَرَاءَةِ فَهُوَ بَرِيٌ بِنْ كُلِّ عَيْبٍ"، وكَذٰلِكَ بَاعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بِالْبَرَاءَةِ وَرَآهَا جَائِزَةً، فَيَقُوْلُ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ نَأْخُذُ (ص ٣٣٥)، قلت: سند صحيح موصول۔

بَابُ عُهْدَةِ الرَّقِيْقِ

٤٦٣٧...... حدثنا مسلم بن إبراهيم، نا أبان، عن قتادة، عن الحسن، عن عقبة بن عامرؓ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "عُهْدَةُ الرَّقِيْقِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ)۔

٤٦٣٨...... حدثنا: هارون بن عبداللّٰه، حدثني عبدالصمد، نا همام، عن قتادة بإسناده ومعناه، وزاد: "إِنْ وُجِدَ دَاءٌ فِي ثَلَاثِ لَيَالٍ رُدَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ، وَإِنْ وُجِدَ دَاءٌ بَعْدَ الثَّلَاثِ كُلِّفَ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ اشْتَرَاهُ وَبِهِ هٰذَا الدَّاءُ"۔ قال أبو داوٗد: "وهذا التفسير من كلام قتادة" (أبو داوٗد مع بذل المجهود ٤:٢٨٨)۔

٤٦٣٩...... وقال ابن أبي شيبة : حدثنا ابن علية، عن يونس، عن الحسن، قال: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لَا عُهْدَةَ فَوْقَ أَرْبَعٍ"، (كتاب الرد على أبي حنيفة لابن أبي شيبة)۔

(۴۶۳۶)......امام محمد ؒ فرماتے ہیں ہم تک حضرت زید بن ثابت ؓ سے روایت پہنچی ہے کہ وہ فرماتے ہیں جو شخص براءت کی شرط کے ساتھ غلام بیچے وہ ہر عیب سے بری ہوگا۔ ایسے ہی حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے براءت کی شرط کے ساتھ بیع کی اور اس کو جائز سمجھا۔ ہم بھی حضرت زید بن ثابت ؓ اور عبداللہ بن عمر ؓ کے قول کو لیتے ہیں۔ (موطا امام محمدؒ ۳۳۷) اس روایت کی سند صحیح اور موصول ہے۔

باب غلام کی خرید وفروخت کے معاملہ میں اختیار کب تک ہوگا؟

(۴۶۳۷)......حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غلام کی بیع کے معاملہ میں خریدار کو تین دن تک اختیار ہوگا (ابوداؤد ۲/ ۱۳۹)

(۴۶۳۸)......حضرت قتادہ ؒ سے بھی اسی مفہوم کے ساتھ حضرت عقبہؓ کی روایت ہے ہاں یہ زائد لفظ بھی ہیں کہ اگر تین راتوں تک بیماری پالے تو بغیر گواہ قائم کئے واپس کردے اور اگر تین راتوں کے بعد بیماری دیکھے تو اس پر گواہ ضروری ہوں گے کہ جب خریدا تھا تو اسی وقت سے اس میں بیماری تھی۔ امام ابوداؤد ؒ فرماتے ہیں یہ تفسیر قتادہ ؒ کا کلام ہے۔ (ابوداؤد ۲/ ۱۳۹)

(۴۶۳۹)......حضرت حسن بصری ؒ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار دن سے اوپر اختیار نہیں ہوگا (ابن ابی شیبہ ۸/ ۳۰۶)

٤٦٤٠...... وقال أحمد: حدثنا هشيم، أخبرني يونس، عن الحسن، عن عقبة بن عامر الجهني، قال: قال رسول الله ﷺ: لا عهدة بعد أربع " (مسند أحمد ٤: ١٤٣)۔

بَابُ رَدِّ الْجَارِيَةِ الْمَعِيْبَةِ بَعْدَ الْوَطْيِ

٤٦٤١...... قال محمد: أخبرنا أبو حنيفة، عن الهيثم، عن ابن سيرين، عن علي بن أبي طالب، في الرَّجُلِ يَشْتَرِي الْجَارِيَةَ فيطأها ثم يجد بها عيبًا، قال: "لَايَسْتَطِيْعُ ردها، ولكنه يرجع بنقصان العيب"، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهذَا نَاخُذُ، وَكذلك إن لم يطأها وحدث بها عيب عنده، ثم وجد بها عيبًا دلسه له البائع، فإنه لا يستطيع ردها، ولكنه يرجع بحصة العيب الأول من الثمن، إلا أن يشاء البائع أن يأخذها بالعيب الذي حدث عند المشتري، ولا يأخذ للعيب أرشا، ولا يرجع

(۴۶۴۰)......حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے چار دن سے اوپر اختیار واپسی کا نہ ہوگا۔ (مسند احمد ۴/ ۱۴۳)

فائدہ:۔ جب خریدار مبیع چیز میں عیب کا دعویٰ کرے تو اگر بائع اقرار کرے کہ واقعی اس میں عیب تھا تو وہ بائع کو واپس کردی جائے گی چاہے تین دن سے پہلے ہو یا ان کے بعد اور اگر بائع عیب ہونے سے انکاری ہو تو اگر خریدار بیع کے وقت سے عیب ہونے پر گواہ قائم کردے تو بھی واپس کردی جائے گی چاہے جتنے دن بھی ہوئے ہوں اور اگر خریدار کے پاس گواہ نہ ہوں تو بائع سے قسم لی جائے گی کہ بیع کے وقت عیب نہ تھا تو اگر وہ قسم اٹھالے تو مبیع واپس نہ کی جائے گی چاہے جتنے دن بھی ہوئے ہوں۔ اور اگر بائع قسم سے انکار کرے تو مبیع بائع کو واپس کردی جائے گی چاہے جتنے دن ہوئے ہوں۔ اور حضور ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ خریدار تین دن تک اگر عیب کا دعویٰ کرے تو بائع کو چاہیے کہ بطور احسان واپس لے لے اگرچہ بغیر گواہوں کے واپس لینا اس پر لازم نہیں ہے۔ اور اگر تین دن کے بعد آکر دعویٰ کرے تو اب بائع گواہ مانگ سکتا ہے۔

باب: عیب والی باندی وطی کر چکنے کے بعد واپس کرنے کا حکم

(۴۶۴۱)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے امام ابن سیرین رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ جو آدمی باندی خریدے پھر ہمبستر بھی ہو پھر اس میں عیب پائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ واپس نہیں کرسکتا ہاں عیب کی وجہ سے نقصان لے سکتا ہے، امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم بھی اسی کو لیتے ہیں۔ ایسے ہی اگر ہمبستر نہ ہوا ہو اور خریدار کے پاس نیا عیب پیدا ہوجائے پھر اس میں پرانا عیب پائے جس کی وجہ سے بائع نے اُسے دھوکہ دیا ہو تو بھی واپس تو نہیں کرسکتا لیکن پرانے عیب کی وجہ سے قیمت میں جو کمی ہو وہ لے گا البتہ اگر بائع نئے عیب کے باوجود اسی کو واپس لے تو لے سکتا ہے لیکن نئے عیب کا کوئی تاوان بھی نہیں لے گا اور (پہلی صورت میں) وطی کا عوض بھی نہ لے گا۔ اور اگر اس عیب کے باوجود خرید

عُقْرًا فَإِنْ شَاءَ ذٰلِكَ أَخَذَهَا وَأَعْطَى الثَّمَنَ كُلَّهُ، وهذا كله قول أبي حنيفة (كتاب الآثار)، وفي الجوهر النقي (١٣:٢): قد جاء عن علي بسند جيد روى أبو حنيفة في مسنده عن الهيثم هو ابن حبيب الصيرفي عن الشعبي عن علي فذكره وقال: والهيثم ذكره ابن حبان في الثقات من أتباع التابعين اھ۔

ہی لیتا ہے تو لے سکتا ہے لیکن پوری قیمت دے گا۔ اور ان سب مسائل میں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے، الجوہر النقی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت عمدہ سند سے آئی ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی سند میں ہیثم بن حبیب صیرفی سے عن الشعبی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور فرماتے ہیں ہیثم کو ابن حبانؒ نے کتاب الثقات میں تبع تابعین میں ذکر کیا ہے۔

فائدہ:۔ اس روایت کے تحت محقق قاضی خازم کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہے۔ جس کے بارے میں محدثین کا اختلاف مشہور ہے، امام صاحب رحمہ اللہ کی وجہ سے روایت کو مخدوش وضعیف ٹھہرانا بڑی ناانصافی ہے اہلحدیث عالم علامہ مولانا ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میزان الاعتدال کے مصنف امام ذہبی رحمہ اللہ تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں **ابو حنيفة الامام الاعظم فقيه العراق وكان اماما ورعاً عالما عاملا متعبدا كبير الشان قال ابن المبارك ابو حنيفة افقه الناس وقال الشافعي الناس في الفقه عيال على ابي حنيفة وروى احمد بن محمد بن القاسم عن يحيىٰ بن معين لابأس به ولم يكن متهما ولقد ضربه يزيد بن هبيرة على القضاء فابى ان يكون قاضياً وقال ابو داوٗد ان اباحنيفة كان اماما انتهى مختصراً،** امام ابوحنیفہ امام اعظم ہیں فقیہ عراق ہیں امام پرہیزگار عالم، عامل، عبادت گذار، بڑی شان والے تھے، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں امام صاحب سب لوگوں سے بڑے فقیہ تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خوشہ چین ہیں، حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں امام صاحب لاباس بہ ہیں متہم نہیں ہیں۔ یزید بن ہبیرہ نے آپ کو عہدہ قضاء قبول کرنے پر مارا پھر آپ نے قاضی بننے سے انکار کردیا امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ امام تھے رحمہ اللہ **وقال الامام الحافظ ابن عبدالبر الذين رووا عن ابي حنيفة ووثقوه واثنوا عليه اكثر من الذين تكلموا وقد قال الامام علي بن المديني ابو حنيفة روى عنه الثوري وابن المبارك وهو ثقة لابأس به وكان شعبة حسن الرأي فيه وقال يحيىٰ بن معين اصحابنا يفرطون في ابي حنيفة واصحابه فقيل له اكان يكذب؟ قال لا،** امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں امام صاحب سے روایت لینے والے اور ثقہ قرار دینے والے اور تعریف کرنے والے کلام کرنے والوں سے زیادہ ہیں، امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں امام صاحبؒ سے ثوریؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ نے روایت لی ہے اور امام صاحب ثقہ ولاباس بہ ہیں، شعبہ امام صاحبؒ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے، یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں ہمارے ساتھی (بعض محدثین) امام صاحب اور احناف راویوں کے بارے میں زیادتی کرجاتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ امام

بَابُ أَنَّ التَّزْوِيجَ فِي الْجَارِيَةِ عَيْبٌ تُرَدُّ بِهِ

٤٦٤٢ ...... أخبرنا مالك، عن الزهري، عن أبي سلمة بن عبدالرحمٰن: "أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اشْتَرٰى مِنْ عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ جَارِيَةً، فَوَجَدَهَا ذَاتَ زَوْجٍ فَرَدَّهَا"۔ قَالَ مُحَمَّدٌ: "وَبِهٰذَا نَأْخُذُ، يَكُوْنُ بَيْعُهَا طَلَاقُهَا، فَإِذَا كَانَتْ ذَاتَ زَوْجٍ فَهٰذَا عَيْبٌ تُرَدُّ بِهٖ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَاءِنَا" (موطأ للإمام محمد)۔

صاحب رحمہ اللہ جھوٹ بولتے تھے؟ فرمایا نہیں (اور ہرگز نہیں) اور امام حافظ جمال الدین مزی تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں۔ ابو وھب محمد بن مزاحم یقول سمعت عبدالله بن المبارك يقول رأيت اعبد الناس ورأيت اورع الناس ورأيت اعلم الناس ورأيت افقه الناس فاما اعبد الناس فعبد العزيز بن ابی رواد واما اورع الناس فالفضيل بن عياض واما اعلم الناس فسفيان الثوری واما افقه الناس فابوحنيفة ثم قال مارأيت فی الفقه مثله. حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے زیادہ عبادت گذار اور سب زیادہ پرہیز گار سب سے زیادہ علم والا اور سب سے زیادہ فقیہ دیکھا ہے۔ سب سے زیادہ عبادت گذار حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد اور سب سے زیادہ پرہیز گار فضیل بن عیاض اور سب سے زیادہ علم والا سفیان ثوری اور سب سے زیادہ فقیہ امام ابوحنیفہ ہے رحمہ اللہ اور علامہ صفی الدین رحمہ اللہ خلاصہ میں فرماتے ہیں وثقه يحيىٰ بن معين وقال عبدالله بن المبارك مارأيت فی الفقه مثل ابی حنيفة مارأيت اورع منه وقال مكی ابو حنيفة اعلم اهل زمانه. امام صاحب رحمہ اللہ کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے نہ فقہ میں امام صاحب رحمہ اللہ کا مثل دیکھا ہے نہ ان سے زیادہ پرہیز گار دیکھا، اور مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں امام صاحب اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے زیادہ علم والے تھے (التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی ١/٤٣٥، ٤٣٦)

باب باندی کا منکوحہ ہونا ایسا عیب ہے جس کی وجہ سے خریدار واپس کرسکتا ہے

(٤٦٤٢)...... حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عاصم بن عدی سے ایک باندی خریدی بعد میں اس کا خاوند والی ہونا معلوم ہوا تو واپس کردی، امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم ایسی روایت کو لیتے ہیں کہ منکوحہ باندی کی بیع طلاق نہیں ہوگی، اور منکوحہ ظاہر ہو جائے تو اس عیب کی وجہ سے واپس کی جاسکتی ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے جمہور فقہاء کا یہی قول ہے۔ (موطا ص ٣٤٤، ٣٤٥)

فائدہ:۔ حدیث سے دونوں باتیں واضح ہیں کہ خریدار اس کو منکوحہ پائے تو واپس کرسکتا ہے اور یہ کہ منکوحہ باندی کو بیچنے سے بیع طلاق نہیں ہوگی نکاح رہے گا۔

أَبْوَابُ الْبُيُوْعِ الْفَاسِدَةِ

بَابُ حُرْمَةِ بَيْعِ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْأَصْنَامِ

٤٦٤٣...... عن جابرؓ أنه سمع رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ، وَالْمَيْتَةِ، وَالْخِنْزِيْرِ، وَالْأَصْنَامِ، فَقِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ، فَإِنَّهُ يُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ، وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ- وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ، فَقَالَ: لَا، هُوَ حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ: قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ، إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهَا جَمَّلُوْهُ، ثُمَّ بَاعُوْهُ، فَأَكَلُوْا ثَمَنَهُ"، رواه الجماعة۔

٤٦٤٤...... وعن ابن عباسؓ: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ الْيَهُوْدَ، حُرِمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَبَاعُوْهَا، وَأَكَلُوْا أَثْمَانَهَا، وَأَنَّ اللّٰهَ إِذَا حَرَّمَ عَلٰى قَوْمٍ أَكْلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهُ"، رواه أحمد وأبو داوٗد (نيل ١:٥)۔

﴿ابواب: فاسد خرید وفروخت کے مسائل﴾

باب خنزیر، شراب، مردار اور بتوں کی خرید وفروخت حرام ہے

(۴۶۴۳)......حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت حرام کی ہے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! ﷺ مردار کی چربی کا کیا حکم ہے کہ اس کو کشتیوں پر ملا جاتا ہے اور چمڑوں پر بطور تیل ملی جاتی ہے اور لوگ اس سے چراغ جلاتے ہیں؟ فرمایا نہیں یہ بھی حرام ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہود پر اللہ کی مار ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی حرام کی انہوں نے اس کو پگھلا کر بیچا اور اس کی قیمت کھالی۔

فائدہ:۔ خنزیر، شراب اور مردار کی بیع باطل ہے البتہ خنزیر کے بال (جب اور کوئی ذریعہ نہ ہو اور اب تو ایسی سہولیات ہوگئی ہیں) موزہ سینے کیلئے استعمال کرنا جائز ہے۔ اور مردار کی کھال بیچی جاسکتی ہے اور اس سے دباغت کے بعد کام میں لایا جاسکتا ہے ایسے ہی مردار کی ہڈیاں، اُون، سینگ، پٹھے کام میں لائے جاسکتے ہیں، اور بتوں کی بیع میں ایک قول یہ ہے کہ بہر صورت ان کی بیع تب تک جائز نہیں جب تک اپنی شکل پر ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اگر توڑنے کیلئے ہوں اور لکڑی کام میں لانے کیلئے بیچے جائیں تو بیع جائز ہے، لیکن اگر ان کی عبادت ہو اور عبادت کیلئے بیچے جائیں تو گناہ ہوگا۔

(۴۶۴۴)......حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہود پر لعنت فرمائی کہ ان پر چربی حرام ہوئی تھی پھر بھی انہوں نے اس کو بیچا اور قیمت کھائی اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام فرماتے ہیں اس کی قیمت بھی ان پر حرام فرماتے ہیں، (مسند احمد، ابوداؤد ۲/ ۱۳۷)

بَابُ بَيْعِ جُثَّةِ الْمُشْرِكِ

٤٦٤٥...... عن ابن عباسؓ: "أَنَّ الْمُشْرِكِينَ أَرَادُوا أَنْ يَشْتَرُوا جَسَدَ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَبَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَبِيعَهُمْ"۔ أخرجه "الترمذي" وقال: غريب۔ وقال: رواه الحجاج بن أرطاة عن الحكم (ترمذي ١:٢٠٥)۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْحُرِّ

٤٦٤٦...... عن أبي هريرةؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطٰى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ" رواه البخاري ۔

فائدہ:۔ یہ جوفرمایا کہ جس چیز کا کھانا حرام فرماتے ہیں اس کی قیمت بھی حرام فرماتے ہیں اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ چربی ان پر حرام فرمائی تو چربی کی قیمت بھی حرام فرمائی ورنہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ جو چیز حرام ہو اس کی قیمت کھانا حرام ہو جیسے مردار حرام ہے لیکن اس کی کھال وغیرہ کا استعمال اور بیچنا جائز ہے ایسے ہی اجماع ہے کہ چیتا اور شکار کیلئے تعلیم دیئے ہوئے درندے اور گھریلو گدھے باوجودیکہ حرام ہیں مگر ان کی خرید وفروخت جائز ہے۔

باب مشرک کی نعش کو بیچنے کا حکم

(۴۶۴۵)...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین نے چاہا کہ ایک مشرک کا جسم (مسلمانوں سے) خرید لیں تو نبی کریم ﷺ نے اُس کو اُن پر بیچنے سے انکار فرمایا (اور یونہی حوالے کیا) اس کو امام ترمذیؒ نے روایت کر کے فرمایا کہ غریب ہے اور فرمایا کہ حجاج بن ارطاۃ نے بھی اس کو حکم سے روایت کیا ہے۔ (ترمذی ۱/۲۰۵)

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ (۱) کافر کی نعش بیچنا مردار ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے (۲) حربیوں کے ساتھ بھی حرام اور بے قسم کی خرید وفروخت کرنا (دارالاسلام میں) جائز نہیں ہے۔

باب آزاد آدمی کو بیچنا ممنوع ہے

(۴۶۴۶)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تین آدمیوں سے خلاف میں خود روزِ قیامت مدعی ہوں گا۔ ایک وہ آدمی جس نے میرا نام لیکر کسی کو امان دی ہو پھر عہد توڑ دیا ہو۔ دوسرا وہ آدمی جس نے آزاد کو بیچ کر قیمت کھائی۔ تیسرے وہ شخص جس نے کسی سے مزدوری کرائی اور اس مزدور نے پورا کام کیا لیکن اس شخص نے اس ...

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بُيُوعِ الْغَرَرِ

٤٦٤٧ ...... عن أبي هريرة: " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ"، رواه الجماعة إلا البخاري۔

٤٦٤٨ ...... وعن ابن مسعود أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "لَا تَشْتَرُوا السَّمَكَ فِي الْمَاءِ فَإِنَّهُ غَرَرٌ"، رواه أحمد۔

مزدوری نہ دی۔ (بخاری ۱/ ۲۹۷)

فائدہ:۔ اس حدیث سے واضح معلوم ہوا کہ آزاد آدمی کو بیچنا حرام ہے کئی علاقوں میں آدمیوں کو اغواء کر کے اس کی جان کی قیمت مانگ کر آزاد کیا جاتا ہے یہ رقم سخت تر حرام ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ میرے نام پر امان دی اور پھر عہد توڑا مطلب یہ ہے کہ چاہے کافر ہو یا مسلمان اس کو کہا کہ آپ مجھ سے بےفکر رہیں اللہ کی قسم میں آپ کو کچھ نہ کہوں گا یا جہاد میں کافر کو امان دینے کا کہا اور کافر امان لے کر مسلمان کے پاس آ گیا مگر مسلمان نے اس کو مار دیا، ایسے ہی بعض لوگوں میں باہم دشمنی ہوتی ہے تو فریقین میں سے ایک دوسرے کے پاس آ کر کہتا ہے کہ صلح کر لیں اس پر دوسرا فریق رضا ظاہر کرتا ہے بالآخر بظاہر صلح ہو جاتی ہے لیکن ایک فریق اپنی دشمنی چھپائے رکھتا ہے دوسرے فریق کو مطمئن دیکھ کر موقع پا کر قتل کر دیتا ہے یہ سب صورتیں حرام ہیں۔

باب دھوکے والے خرید و فروخت کے معاملات ممنوع ہیں

(۴۶۴۷)...... حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کنکریاں مارنے کی بیع اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ اس کو بخاری کے سوا جماعت محدثین نے روایت کیا ہے۔ (مسلم ۲/ ۲، ترمذی ۱/ ۱۴۷، ابوداؤد ۲/ ۱۳۳، ابن ماجہ ص ۱۵۸)۔

فائدہ:۔ کنکریاں مارنے کی خرید و فروخت زمانہ جاہلیت میں ہوتی تھی طریقہ یہ تھا کہ خرید و فروخت کرنے والے دو شخص چیز کی قیمت لگاتے ان میں اتار چڑھاؤ ہوتا خریدنے اور فروخت کرنے والوں میں سے جو ایک فریق دوسرے کی طرف کسی قیمت پر کنکری پھینکتا بیع پکی ہو جاتی اور اُس قیمت سے اوپر بائع نہ کر سکتا اور خریدار اُس سے کم نہ کر سکتا تھا، اور دھوکے کی بیع کی بہت سی صورتیں ہیں جن میں سے کئی صورتیں درج ذیل احادیث کے ضمن میں آ رہی ہیں۔

(۴۶۴۸)...... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا پانی میں موجود مچھلیاں (جو پکڑی ہوئی نہیں ہیں اور باہر نہیں نکالی گئیں) نہ خریدو کیونکہ یہ دھوکہ کا معاملہ ہے (مسند احمد)

٤٦٤٩...... وعن ابن عمرؓ قال: "نَهىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ حبلِ الْحَبَلَةِ"، رواه أحمد ومسلم والترمزی۔

٤٦٥٠...... وعن شهر بن حوشب، عن أبی سعید، قَالَ: "نَهىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ شِرَاءِ مَا فِیْ بُطُوْنِ الْأَنْعَامِ حَتّٰی تَضَعَ، وَعَنْ بَيْعِ ما فِیْ ضُرُوْعِهَا إِلَّا بِكَيْلٍ، وَعَنْ شِرَاءِ الْعَبْدِ وَهُوَ آبِقٌ، وَعَنْ شِرَاءِ الْمَغَانِمِ حَتّٰی تُقْسَمَ، وَعَنْ شِرَاءِ الصَّدَقَاتِ حَتّٰی تُقْبَضَ، وَعَنْ ضَرْبَةِ الْقَانِصِ"۔ رواه أحمد وابن ماجة، وللترمذی منه: شراء المغانم، وقال: غریب۔

٤٦٥١...... وعن ابنِ عباسؓ قَالَ: "نَهىٰ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمَغَانِمِ حَتّٰی تُقْسَمَ"، رواه "النسائی" وعن أبی هريرة عن النبی ﷺ مثله، رواه أحمد وأبو داوٗد۔

(۴۶۴۹)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حاملہ کے حمل کو بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو امام احمدؒ اور مسلم (۲/۲) اور ترمذیؒ (۱/ ۱۴۷) (ابن ماجہ ص ۱۵۸، و بخاری ۱/ ۲۸۷) نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ حدیث شریف کا ایک مطلب تو وہی بیان کیا گیا ہے جو ذکر ہوا دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ خرید و فروخت کے وقت حاملہ کے وضع حمل کو قیمت ادا کرنے کی مدت ٹھہرایا جائے یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ وہ مدت نامعلوم ہے۔

(۴۶۵۰)......حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کے پیٹ میں موجود حمل کو جب تک پیدا نہ ہو اور تھنوں میں موجود دودھ کو نکالنے کے بعد وزن کے بغیر اور بھاگے ہوئے غلام کو خریدنے سے اور غنیمت کے مالوں کو تقسیم سے پہلے اور صدقات کی چیزیں وصول ہونے سے پہلے خریدنے سے اور ایک بار مچھلیوں کیلئے جال مارنے کی خرید و فروخت سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ (احمد، ابن ماجہ ۱۵۸، ترمذی)

فائدہ:۔ اس حدیث میں بھی خرید و فروخت کے معاملات میں سے کئی دھوکے کی صورتوں سے منع فرمایا گیا۔ (۱) حمل جانور کے پیٹ میں ہو اور اسی حالت میں خرید و فروخت ہو جائز نہیں جب تک پیٹ سے باہر نہ آ جائے۔ (۲) تھنوں میں موجود دودھ کی بیع جب تک دودھ کا وزن نہ کر لیا جائے۔ (۳) بھاگے ہوئے غلام کی بیع جائز نہیں ہاں جس کے پاس چلا گیا ہو اس کے ہاتھ بیچنا جائز ہے۔ (۴) مجاہد سمجھتا ہے کہ مجھے مال غنیمت میں سے اتنا حصہ ملے گا وہ اس کی بیع تقسیم سے پہلے کر دے یا کوئی آدمی مشترک مال غنیمت میں سے کوئی چیز بیچے جائز نہیں۔ (۵) مستحق صدقات آدمی کو مالداروں سے صدقات ملنے کی امید یا یقین ہو اور وصولی سے پہلے صدقات کی چیزوں میں خرید و فروخت کرے۔ (۶) مچھلیاں پکڑنے کیلئے آدمی دریا میں جال پھینکتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک بار پھینکنے پر ۵۰۰ روپے لوں گا چاہے جتنی مچھلیاں جال میں پھنسیں (یا بالکل نہ پھنسیں) وہ تمہاری ہوں گی یہ سب صورتیں ناجائز ہیں۔

(۴۶۵۱)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اموال غنیمت میں تقسیم ہونے سے پہلے خرید و فروخت کرنے سے منع

٤٦٥٢...... وعن ابن عباسؓ. قال: "نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَن يُبَاعَ ثَمَرٌ حَتّٰى يُطْعَمَ أَوْ صُوفٌ عَلٰى ظَهْرٍ أَوْ لَبَنٌ فِي ضَرْعٍ أَوْ سَمَنٌ فِي لَبَنٍ"، رواہ الدار قطني۔

٤٦٥٣...... وعن أبي سعيدؓ، قال: "نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ فِي الْبَيْعِ"، متفق عليه۔

٤٦٥٤...... وعن أنس قال: "نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُخَاضَرَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ، وَالْمُلَامَسَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ" رواہ البخاري أخرج هذه الروايات في المنتقى (نيل ٥:٧ و ٩-١٠)۔

فرمایا۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور ایسی ہی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہے جو امام احمد و ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

☆......(۴۶۵۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پھل کے کھانے کے قابل ہونے سے پہلے بیچنے سے اور جانور کی پیٹھ پر موجود اون اور تھنوں میں موجود دودھ اور دودھ میں موجود گھی بیچنے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا (دار قطنی ۳/۱۷)

☆......(۴۶۵۳) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا (بخاری ۱/ ۲۸۸، مسلم ۲/۲)

فائدہ:۔ بیع کی یہ دو قسمیں زمانہ جاہلیت میں مروج تھیں، بیع منابذہ یہ ہے کہ خرید و فروخت کے وقت قیمت طے ہو رہی ہو اسی دوران بائع خریدار کی طرف (اپنی طرف سے مقررہ قیمت کے عوض چاہے خریدار راضی نہ ہو) سامان پھینک دے یا مشتری (کسی قیمت پر) بائع کی طرف قیمت پھینک دے تو بس یہ پھینکنا بیع کو پکا کر دیتا تھا چاہے دوسرا فریق راضی نہ بھی ہوتا، اور بیع ملامسہ میں سامان یا قیمت پھینکنے کے بجائے ہاتھ لگانا یا ایک کا دوسرے کے کپڑے کو پکڑ لینا بیع کو پکا کرتا ہے یہ دونوں صورتیں جائز نہیں کیونکہ ان میں ایک طرف سے ایجاب ہے دوسری طرف سے قبول نہیں یا ایجاب و قبول دونوں نہیں ہیں اور ایجاب و قبول کے بغیر بیع نہیں ہوتی۔

☆......(۴۶۵۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیع کی صورتوں محاقلہ، مخاضرہ، منابذہ، ملامسہ، مزابنہ سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا (بخاری ۱/۲۹۳)

فائدہ:۔ بیع محاقلہ یہ ہے کہ کھڑی ہوئی کھیتی کو اسی کی جنس کے نکلے ہوئے غلہ کے بدلے میں ماپ کر بیچنا یہ بیع جائز نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کھیتی کے اندر غلہ کم ہو اور نکالا ہوا غلہ زیادہ ہو یا نکالا ہوا کم اور کھیتی کے اندر زیادہ ہو۔ اور بیع مخاضرہ یہ ہے کہ درخت پر موجود پھل قابل انتفاع ہونے سے پہلے بیچنا۔ اس میں اگر خریدار شرط لگا دے کہ یہ پھل درخت پر ہی رہیں گے جب تک میں نہ کاٹوں تو یہ ناجائز ہے اور اگر خرید و فروخت کے وقت پھل فوراً کاٹ لینا طے ہو تو بیع جائز ہے اور اگر کچھ طے نہ ہو تو خریدار پر لازم ہوگا کہ فوراً کاٹے ورنہ بیع فاسد ہوگی۔ اور بیع مزابنہ یہ ہے کہ درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کو اسی جنس کے اترے ہوئے پھلوں کے بدلہ میں بیچنا یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں بھی سود کا احتمال ہے۔

٤٦٥٥...... وعن ابن عمر عن النبي ﷺ: "أنه نهى عن المضامين، والملاقيح، وحبل الحبلة" قال: والمضامين ما في أصلاب الإبل والملاقيح ما في بطونها، وحبل الحبلة ولد ولد هذه الناقة. أخرجه عبدالرزاق (نصب الراية ٢:١٧٣)، وقال في "الدراية": إسناده صحيح۔

٤٦٥٦...... وقال أبو يوسف في "كتاب الخراج": حدثنا العلاء بن المسيب بن رافع، عن الحارث العكلي، عن عمر بن الخطاب، قال: "لا تبيعوا السمك في الماء فإنه غرر" (فتح القدير ٦:٤٩)۔

٤٦٥٧...... وعن ابن عباس أنه قال: "السلف في حبل الحبلة ربا" (مسند أحمد ١:٢٤٠)۔

بَابُ بَيْعِ الْعَرَايَا

٤٦٥٨...... عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه: "أنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهى عَنِ الْمُزابنة وَالْمُحَاقلةِ، وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ الثَّمرِ بِالتَّمرِ عَلى رُؤُوس النَّخلِ"۔

(٤٦٥٥)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مضامین، ملاقیح اور حمل کے حمل کو بیچنے سے منع فرمایا، فرماتے ہیں۔ مضامین سے مراد جانوروں کے وہ بچے جن کا نطفہ اور مادہ ابھی نر اونٹوں کی پشت میں ہے اور ملاقیح سے مراد وہ نطفہ جو مادہ جانوروں کے پیٹ میں ہے اور حمل کے حمل سے مراد موجود اونٹنی کے پیٹ کے بچہ کا بچہ (اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور ابن حجرؒ درایہ میں فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:۔ حدیث کی مراد ترجمہ سے واضح ہے۔

(٤٦٥٦)......حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ پانی میں موجود مچھلیوں کی خرید و فروخت دھوکہ کی بیع ہے۔ (فتح القدیر)

(٤٦٥٧)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ حمل کے حمل کی مدت رکھ کر ادھار سود ہے (مسند احمد)

باب بیع عرایا، یعنی درختوں پر کھڑے میوے کو اترے ہوئے اسی جنس کے میوے کے عوض فروخت کرنا

(٤٦٥٨)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا اور مزابنہ کھجوروں کے کھڑے پھل کو خریدنے کا نام ہے (بخاری ۱/۲۹۱)

فائدہ:۔ بیع مزابنہ اور محاقلہ کی تعریف اوپر ذکر ہوئی ہے، احناف کے نزدیک عرایا بیع مزابنہ کے تحت داخل ہی نہیں عرایا کی صورت یہ ہوتی تھی کہ باغ والے مالکان محض غریبوں کو اپنے باغ کی کھجوروں میں سے کوئی درخت پھل آنے پر ہمدردی کے طور پر دے دیتے تھے جب پھل پکنے لگتے تو یہ غرباء اپنے بیوی بچوں سمیت عطیہ کئے ہوئے درختوں پر گھومنے پھرنے اور چننے شروع ہوتے ...

٤٦٥٩ ...... وعن جابر رضی اللّٰه عنه أنهٗ قال: "نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَطِيْبَ، وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ إِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا"۔

٤٦٦٠ ...... وعن أبی هريرة "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِيْ بَيْعِ الْعَرَايَا فِيْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ"۔

٤٦٦١ ...... وعن ابن عمرؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قال: "لَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهٗ، وَلَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ"۔

٤٦٦٢ ...... قال سالم وأخبرنی عبداللّٰه، عن زيد بن ثابت: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ بَيْعِ الْعَرَايَا بِالرُّطَبِ أَوْ بِالتَّمْرِ، وَلَمْ يُرَخِّصْ فِيْ غَيْرِهٖ" (بخاری ١:٩١-٩٢)۔

مالکان بھی اپنے بیوی بچوں سمیت باغات میں رہائش اختیار کر لیتے تو ان غرباء کے آنے جانے سے انہیں تکلیف اور پریشانی ہوتی تو غریب کو دیئے ہوئے درخت کے پھل درخت پر کھڑے حال میں اترے ہوئے پھل غریب کو دے دیتے عرایا اس مفہوم کے اعتبار سے بیع مزابنہ نہیں بلکہ استبدال الھبہ بالھبۃ ہے حضور ﷺ نے اسی کی اجازت دی ہے۔

(٤٦٥٩)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور پکنے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا اور یہ کہ اس میں سے ذرہ برابر بھی نہ بیچا جائے مگر درہم و دینار کے بدلے میں البتہ بیع عرایا اس سے مستثنیٰ ہے۔ (بخاری ١/٢٩١، ٢٩٢)

(٤٦٦٠)......حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانچ وسق یا اس سے کم مقدار میں بیع عرایا کی اجازت دی (بخاری ١/٢٩٢، مسلم ٢/٩)

(٤٦٦١)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھل اس وقت تک نہ بیچو جب تک اس کے استعمال کی صلاحیت ظاہر نہ ہو اور پکی کھجور (جو درخت پر لگی ہو توڑی ہوئی) کھجور کے بدلے میں نہ بیچو (بخاری ١/٢٩٣، مسلم ٢/٨)

(٤٦٦٢)......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (پہلے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ پھل جب تک قابل انتفاع نہ ہوں نہ بیچو اور درخت پر لگی کھجور کو خشک کھجور کے بدلے میں نہ بیچو) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کی صورت میں تر یا خشک کھجور کے بدلے میں بیچنے کی اجازت دی لیکن اس کے سوا کسی صورت میں اجازت نہ دی تھی۔ (بخاری ١/٢٩١، ٢٩٢)

فائدہ:۔ درخت پر موجود پھل اترے ہوئے پھل کے عوض بیچنے اور خریدنے کی اجازت کی صورت وہی ہے جو اوپر ذکر ہوئی کہ مالک نے مسکین محتاج کو درخت کا پھل بطور عطیہ دیا لیکن پھر اس مسکین کا آنا جانا اس کو گراں گذرتا ہے تو وہ درخت پر لگے کھجور کے بجائے اتری ہوئی کھجور اس کو دے کر فارغ کر دیتا ہے اس صورت میں ہبہ کیا ہوا درخت پر لگا ہوا پھل دراصل مالک کا ہی رہتا ہے جب تک درخت پر ہے اس

بَابُ بَيْعِ الْوَلَاءِ

٤٦٦٣...... عن ابن عمرؓ: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهٖ"۔ رواه الستة، قلت والحديث نص في الباب۔

بَابُ عَدَمِ جَوَازِ الشِّرَاءِ بِأَقَلَّ مِمَّا بَاعَ قَبْلَ أَخْذِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ

٤٦٦٤...... قال عبدالرزاق في "مصنفه": أخبرنا معمر، والثوري، عن أبي إسحاق السبيعي عن امرأته: "أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰى عَائِشَةَ فِيْ نِسْوَةٍ، فَسَأَلَتْهَا امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! كَانَتْ لِي الْجَارِيَةُ فَبِعْتُهَا مِنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ بِثَمَانِمِائَةٍ إِلَى الْعَطَاءِ، ثُمَّ ابْتَعْتُهَا مِنْهُ بِسِتِّمِائَةٍ، فَنَقَدْتُهُ السِّتَّ وَكَتَبْتُ عَلَيْهِ ثَمَانِمِائَةٍ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: بِئْسَ مَا اشْتَرَيْتِ، وَبِئْسَ مَا اشْتَرٰى، أَخْبِرِيْ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ

لئے اس کے عوض جواتری ہوئی کھجور دے دیتا ہے یہ حقیقت میں اُس کھجور پر لگی کھجور کا عوض نہیں ہوتی ہبہ ہوتا ہے مجازاً اس کو بیع کہہ دیا گیا اور یہ جائز ہے اوراس کی اجازت ہوئی ورنہ درخت پر کھڑے پھل کی بیع اترے ہوئے پھل کے بدلے میں جائز نہیں۔

باب ولاء کی خرید وفروخت اور ہبہ

فائدہ:۔ ولاء اس حق اور تعلق کو کہتے ہیں جو غلام کو آزاد کرنے کے بعد آقا اور اس کے آزاد کردہ غلام میں آزادی کے بعد بھی قائم رہتا ہے مثلاً آزاد کردہ غلام مرجائے اور مال چھوڑے اوراس کا کوئی وارث عصبہ نہ ہوتو آزاد کرنے والے کو اس کا مال ملے گا اس حق ولاء کی خرید وفروخت اور ہبہ کرنا منع ہے۔

(۴۶۶۳)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حق ولاء کو بیچنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا اس کو صحاح ستہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اس باب میں نص ہے۔ (بخاری ۱/۳۴۴، مسلم ۱/۴۹۵، ترمذی ۲/۳۴ وغیرہ)

باب جتنی قیمت پر چیز بیچی ہو خریدار سے قیمت وصول کرنے سے پہلے اس سے کم قیمت پر خرید لینا جائز نہیں ہے

(۴۶۶۴)......حضرت ابواسحاق سبیعی رحمہ اللہ کی بیوی (عالیہ بنت ایفع بن شرجیل) سے روایت ہے کہ وہ دوسری عورتوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت نے پوچھا ام المؤمنین! میری ایک باندی تھی وہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ پر شاہی وظیفہ ملنے کی مدت تک آٹھ سو پر بیچی پھر میں نے وہ ان سے چھ سو پر خرید لی اور وہ چھ سو فوری دیئے اور ان پر آٹھ سو قرض لکھ لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو نے برا کیا جو خریدا اور اس نے بھی برا کیا جو بیچا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو بتا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ

أَنَّهُ قَدْ أَبْطَلَ جِهَادَهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى أَنْ يَّتُوْبَ، فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ لِعَائِشَةَ: أَرَأَيْتِ إِنْ أَخَذْتُ رَأْسَ مَالِيْ وَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْفَضْلَ؟ فَقَالَتْ: ﴿فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهُ مَا سَلَفَ﴾ اھ، وأخرجه أحمد فقال: حدثنا محمد بن جعفر: ثنا شعبة، عن أبي إسحاق، عن امرأة فذكر نحوه، وقال في "التنقيح": هذا إسناد جيد (زيلعي ٢:١٧٧)-

بَابُ تَوْكِيْلِ الْمُسْلِمِ الذِّمِّيَّ بِبَيْعِ خَمْرِهٖ

٤٦٦٥...... عن أبي سعيدؓ قال: "كَانَ عِنْدَنَا خَمْرٌ لِيَتِيْمٍ، فَلَمَّا نَزَلَتِ الْمَائِدَةُ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، وَقُلْتُ: إِنَّهُ لِيَتِيْمٌ، قَالَ: أَهْرِيْقُوْهُ: أخرجه الترمذي، وقال: حسن، وقد روى من غير وجه عن النبي ﷺ نحو هذا-

کے ساتھ شامل ہوکر کیا ہوا جہاد توبہ کرنے تک بے کار کردیا ہے تو عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا پھر بتائیں اگر میں اپنا راٴس المال (اصل پونجی) لے لوں اور زیادتی اس کو واپس کردوں (تو کیا حکم ہے؟) تو فرمایا جس کے پاس اس کے رب کی نصیحت پہنچ گئی اور باز آ گیا تو اصل مال اس کو ملے گا، اس کو امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور تنقیح میں ہے کہ اس کی سند عمدہ ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی بیچی ہوئی چیز کو اس کی قیمت خریدار سے وصول کرنے سے پہلے اس سے کم قیمت پر بیچنا جائز نہیں ہے چاہے خریدار نے مبیع چیز پر قبضہ کرلیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرق نہیں کیا کہ مبیع پر قبضہ ہوا ہو تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں لہٰذا ہر صورت میں ناجائز ہے۔

باب مسلمان کے ذمی کو شراب کی خرید وفروخت میں وکیل بنانے کا حکم

(۴۶۶۵)...... حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمارے پاس ایک یتیم کی شراب تھی جب سورۂ مائدہ نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وہ شراب یتیم کی ہے (اور اللہ نے شراب حرام کردی ہے) کیا کریں؟ فرمایا اس کو انڈیل دو۔ اس کو امام ترمذیؒ نے روایت کرکے فرمایا کہ یہ حسن ہے اور ایسی حدیث حضور ﷺ سے کئی سندوں سے مروی ہے (ترمذی ۱/۱۵۵)

فائدہ:۔ اس حدیث میں حضور ﷺ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کو جو حکم فرمایا کہ اس شراب کو انڈیل دیں اور یہ نہ فرمادیا کہ کسی ذمی کو دے کر بیچ دو اس سے معلوم ہوا کہ شراب کی خرید وفروخت کیلئے مسلمان کا کافر ذمی کو وکیل بنا کر معاملہ کرنا بھی جائز نہیں۔ لیکن اگر ناجائز ہونے کے باوجود مسلمان ذمی کو شراب کی خرید وفروخت میں اپنا وکیل بنالے تو وکیل بنانا صحیح ہوگا یا نہ یعنی وکیل بن جائے گا یا نہ؟ حدیث اس سے خاموش ہے اور جائز نہ ہونا صحیح نہ ہونے کو مستلزم نہیں ہے چونکہ ذمیوں کیلئے شراب کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے ان کیلئے یہ ایسے ہے جیسا ہمارے لئے سرکہ لہٰذا ان کا وکیل بن کر مسلمان کیلئے خرید وفروخت کرنا بھی اپنے لئے خرید وفروخت کرنے کی طرح جائز ہے۔ کیونکہ وکیل

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَيْعِ بِالشَّرْطِ

٤٦٦٦...... عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، عن النبيﷺ: "أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ"۔ أخرجه الطبراني في "الأوسط"، والحاكم أبو عبدالله في "كتاب علوم الحديث" وسكت عليه عبدالحق في "أحكامه" (زيلعي ٢: ١٧٨)۔

بَابُ الْبَيْعِ إِلَى أَجَلٍ مَجْهُوْلٍ

٤٦٦٧...... قال الشافعي: أخبرنا سفيان بن عيينة، عن عبدالكريم الجزري، عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: لا تبتغوا إلى العطاء، وَلَا إِلَى الْأَنْدَرِ، وَلَا إِلَى الدِّيَاسِ" (كتاب الام ٣: ٤٥)، وهذا سند صحيح۔

خود عاقد ہوتا ہے۔

باب مشروط خرید وفروخت ممنوع ہے

(۴۶۶۶)......عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خرید وفروخت کرتے ہوئے اس میں شرط لگانے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں اور امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ نے کتاب علوم الحدیث میں روایت کیا ہے اور علامہ عبدالحق نے کتاب الاحکام میں اس پر سکوت کیا ہے (تو صحیح ہے)۔

فائدہ:۔ مراد یہ ہے کہ مثلاً بائع خریدار پر مبیع چیز سے متعلق کوئی شرط لگا دیتا ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا ایسی بیع فاسد ہے مثلاً اونٹ بیچا اس شرط پر کہ خریدار اُس اونٹ پر شہر تک بائع کا سامان لاد لے جائے، غلام بیچا اس شرط پر کہ یہ ایک ماہ میری خدمت کرے گا وغیرہ ایسی بیع امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مذکورہ روایت کی وجہ سے فاسد ہے۔

باب نامعلوم مدت تک خرید وفروخت کا معاملہ کرنا

(۴۶۶۷)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا شاہی وظیفہ ملنے کی مدت، اور گندم کا فصل تیار ہونے کی مدت اور گندم گاہنے کی مدت مقرر کر کے خرید وفروخت نہ کیا کرو، (کتاب الام) یہ سند صحیح ہے۔

فائدہ:۔ چونکہ یہ اوقات مجہول ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مجہول وقت تک خرید وفروخت کرنا (جس وقت کا علم خرید وفروخت کرنے والوں کو نہ ہو) جائز نہیں۔

بَابُ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ

٤٦٦٨ ...... عن حكيم بن حزام، قال: يا رَسُوْلَ اللّٰهِ! يَأْتِيْنِى الرَّجُلُ فَيُرِيْدُ مِنِّى الْبَيْعَ لَيْسَ عِنْدِىْ، أَفَأَبْتَاعُهُ لَهُ مِنَ السُّوْقِ؟ فَقَالَ: لَا تَبِعْ مَا لَيْس عِنْدَك"، أخرجه أبو داوٗد وسكت عنه۔

بَابُ بَيْعِ الْمَاءِ وَالْكَلَإِ

٤٦٦٩ ...... عن إياس بن عبدالمزني قال: "نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمَاءِ"۔ قال الترمذي: حديث حسن صحيح۔

٤٦٧٠ ...... وعن أبي هريرةؓ: أن النبي ﷺ قال: لا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ"۔ قال الترمذي: حديث حسن صحيح۔

باب جو چیز بائع کے پاس موجود نہ ہو اس کو بیچنے کا حکم

(۴۶۶۸)...... حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! (بعض اوقات) کوئی آدمی میرے پاس آ کر چاہتا ہے کہ میں اس پر ایسی چیز بیچوں جو میرے پاس نہیں ہوتی تو کیا (اس پر بیچ لوں اور) پھر اس کیلئے بازار سے خریدلوں (اور اس کو حوالے کردوں؟) فرمایا جو چیز تیرے پاس نہ ہو اس کو نہ بیچا کرو۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا اور اس پر سکوت کیا (ابوداؤد ۲/ ۱۳۹)

فائدہ:۔ اس حدیث پاک کی عنوان بالا پر دلالت واضح ہے۔

باب پانی اور گھاس (خودرو) کو بیچنا

(۴۶۶۹)...... حضرت ایاس بن عبدالمزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پانی کو بیچنے سے منع فرمایا۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے (ترمذی ۱/ ۱۵۳)

فائدہ:۔ عام پانی کی خرید وفروخت جائز نہیں ہاں اگر کسی نے اپنے برتن میں پانی محفوظ کیا ہوا ہو اور اس کو بیچے تو جائز ہے۔

(۴۶۷۰)...... حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ضرورت سے زائد پانی کسی سے نہ روکا جائے کہ اس کی وجہ سے گھاس (وغیرہ کی پیدائش) میں رکاوٹ پیدا ہو۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ (ترمذی ۱/ ۱۵۳)۔

فائدہ:۔ اس حدیث میں جہاں ضرورت سے زائد پانی روکنے سے ممانعت کے ذریعے پانی کو بیچنے کی ممانعت ظاہر ہو رہی ہے وہاں عام غیر مملوک گھاس پر ہر ایک کیلئے کاٹنے کی اباحت اور جواز کا اشارہ ہے البتہ جو گھاس کسی نے خود کاشت کی یا خودرو گھاس کی حفاظت ونگرانی کی اس کا دوسروں کیلئے کاٹنا جائز نہیں ہے۔

۴۶۷۱...... وعن أبي خراش عن بعض أصحاب النبيﷺ، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ "اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَكَاءُ فِيْ ثَلَاثَةٍ، فِي الْمَاءِ، وَالْكَلَأِ، وَالنَّارِ"، رواه أحمد وأبو داوٗد، قال الحافظ في "بلوغ المرام" رجاله ثقات (نيل الأوطار ۵: ۱۸۴)۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ

۴۶۷۲...... قال يحيى في "الموطأ" مالك عن الثقة عنده عن عمرو بن شعيب، عن أبيه عن جده: "أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ نهى عن بيع العُرْبان"۔ قال مالكٌ: وَذٰلِكَ فِيْمَا نَرٰى- وَاللهُ أَعْلَمُ- يَشْتَرِي الرَّجُلُ الْعَبْدَ أَوِ الْوَلِيْدَةَ أَوْ يَتَكَارَى الدَّابَّةَ، ثُمَّ يَقُوْلُ لِلَّذِيْ اشْتَرٰى مِنْهُ أَوْ تَكَارٰى مِنْهُ أُعْطِيْكَ دِيْنَارًا أَوْ دِرْهَمًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ أَقَلَّ عَلٰى أَنِّيْ إِنْ أَخَذْتُ السِّلْعَةَ أَوْ رَكِبْتُ مَا تَكَارَيْتُ مِنْكَ فَالَّذِيْ أَعْطَيْتُكَ مِنْ ثَمَنِ السِّلْعَةِ أَوْ مِنْ كِرَاءِ الدَّابَّةِ، وَإِنْ تَرَكْتُ ابْتِيَاعَ السِّلْعَةِ أَوْ كِرَاءَ الدَّابَّةِ فَمَا أَعْطَيْتُكَ لَكَ بَاطِلٌ بِغَيْرِ شَيْءٍ (زرقاني ۳: ۲۵۴)۔

(۴۶۷۱)...... حضرت ابو خراش ایک صحابی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی، گھاس اور آگ (جو کسی کے مملوک نہ ہوں) اس کو امام احمد و ابوداؤد نے روایت کیا (۱۳۶/۲) اور بلوغ المرام میں علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:۔ آگ میں شریک ہونے سے مراد آگ کی روشنی حاصل کرنا، سینکنا سب کیلئے جائز ہے لیکن اس کے انگارے یا لکڑی اٹھا کر جانا جائز نہیں ہے۔

باب بیعانے کی خرید و فروخت ممنوع ہے

(۴۶۷۲)...... عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعانہ والی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے، (مؤطا امام مالک ص ۵۶۸) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے اس کا مطلب ہمیں یہ سمجھ آیا کہ ایک آدمی مثلاً غلام یا باندی خریدے یا جانور کرایہ پر لے پھر بائع کو یا مالک کو جس سے لیا کہے کہ میں تجھے ایک دینار یا درہم یا کم یا زیادہ دیتا ہوں اس شرط پر کہ اگر میں نے یہ سامان (مبیع) لے لیا یا جو جانور کرایہ پر لیا اس کی سواری کر لی تو جو رقم دے رہا ہوں یہ مبیع چیز کی قیمت اور کرایہ کی چیز کے کرایہ میں سے ہوگی اور اگر میں نے خریدی یا کرایہ پر لیا ہوا جانور (بغیر سواری کئے) واپس کیا تو جو رقم میں نے دے دی ہوگی یہ بلا عوض تیری ہی ہوگی (اور مجھ سے فارغ ہوگی)

بَابُ بَيْعِ الْعِيْنَةِ

٤٦٧٣ ...... قال أحمد: حدثنا أسود بن عامر، ثنا أبوبكر، عن الأعمش، عن عطاء بن أبى رباح عن ابن عمرؓ، قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "إِذَا ضَمَنَ النَّاسُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ، وَتَبَايَعُوْا بِالْعِيْنَةِ، وَاتَّبَعُوْا أَذْنَابَ الْبَقَرَةِ، وَتَرَكُوا الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهِمْ ذُلًّا فَلَا يَرْفَعُهُ حَتّٰى يُرَاجِعُوْا دِيْنَهُمْ"۔ أخرجه ابن القيم فى أعلام الموقعين" ، وقال: رواه أبوداوٗد بإسناد صحيح إلى حيوة بن شريح المصرى، عن إسحاق بن عبدالرحمٰن الخراسانى أن عطاء الخراسانى حدثه أن نافعا حدثه عن ابن عمر۔ قال شيخنا: وهذان إسناد ان حسنان: أحدهما: يشد الآخر ويقويه، فأما

فائدہ:۔ ہمارے علاقوں میں اس کو عام طور پر ٹُھپی کہا جاتا ہے خریدار آدمی چیز کا سوداو بیع پکی کرنے کیلئے تھوڑی سی رقم پہلے دے دیتا ہے اور چیز لے لیتا ہے اس صورت میں حدیث بالا کے مطابق اگر چیز لے لی اور وہ تھوڑی سی رقم اور بقایا رقم ملا کر مکمل قیمت ادا کر لے تو کچھ حرج باقی نہ رہا لیکن اگر یہ طے ہو کہ یہ مبیع چیز خریدار نے لے لی تو ٹھیک اور اگر واپس کی تو جو تھوڑی رقم پہلے دی ہے وہ بھی مبیع والے شخص یعنی بائع ہی کی ہوگی تو یہ منع اور ناجائز ہے کیونکہ یہ دی ہوئی رقم بائع کے پاس کسی چیز کے عوض نہیں جارہی ہے۔

باب بیع عینہ کا حکم

(۴۶۷۳)......امام احمد اسود بن عامر، ابوبکر، اعمش، عطاء بن ابی رباح کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا کہ جب لوگ دینار و درہم محفوظ کرنے لگیں اور بیع عینہ کریں اور بیلوں کے دموں سے چمٹ جائیں (کھیتی باڑی کرنے لگیں) اور اللہ کے راستہ میں جہاد چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ذلت اتار دے گا جب تک کہ اپنے دین کی طرف واپس نہ آجائیں۔اس کو ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں ذکر کیا اور فرمایا کہ اس کو ابوداوٗد نے حیوۃ بن شریح تک صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حیوۃ اسحاق بن عبدالرحمٰن خراسانی سے روایت کرتے ہیں کہ عطاء خراسانی نے نافع سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے (ابوداوٗد ۱۳۴/۲) ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ دونوں سندیں حسن ہیں ایک سند دوسری کو قوی و مضبوط کرتی ہے پہلی کے راوی مشہور ائمہ ہیں ہاں ممکن ہے کہ اعمش نے عطاء سے یا عطاء نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے (براہ راست) نہ سنی ہو۔اور دوسری سند واضح کرتی ہے کہ حدیث کی محفوظ اصل ابن عمر سے ہے کیونکہ عطاء خراسانی ثقہ و مشہور راوی ہے اور حیوۃ بن شریح بھی ثقہ ہیں اور عطاء سے افضل ہیں اور اسحاق بن عبدالرحمٰن ایسے شیخ ہیں جن سے مصری ائمہ حیوۃ بن شریح ولیث بن سعد و یحییٰ بن ایوب وغیرہم نے روایت لی ہے۔اور علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں یہ روایت تیسری سند سے بھی سری بن سہل جند سابوری کی سند سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن رشید نے بیان کیا وہ عبدالرحمٰن سے وہ لیث

رجال الأول فأئمة مشاهير، لكن يخاف أن لا يكون الأعمش سمعه من عطاء: أو إن عطاء لم يسمعه من ابن عمر۔

والإسناد الثاني: يبين أن للحديث أصلا محفوظا عن ابن عمر، فإن عطاء الخراسانی ثقة مشهور، وحيوة بن شريح كذالك وأفضل، وأما إسحاق بن عبدالرحمٰن فشيخ روى عنه أئمة المصريين، مثل حيوة بن شريح، والليث بن سعد، ويحيى بن أيوب وغيرهم، قال: فقد روينا من طريق ثالث من طريق السرى بن سهل الجندسابوری بإسناد مشهور إليه: ثنا عبدالله بن رشيد، ثنا عبدالرحمٰن، عن ليث، عن عطاء، عن ابن عمرؓ، قال: لَقَدْ أَتٰى عَلَيْنَا زَمَانٌ وَمِنَّا رَجُلٌ يرى أَنَّهُ أَحَقُّ بِدِيْنَارِهِ وَدِرْهَمِهِ مِنْ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ، وَلَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "إِذَا ضَمَنَ النَّاسُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ، وَتَبَايَعُوْا بِالْعِيْنَةِ، وَتَرَكُوا الْجِهَادَ، وَاتَّبَعُوْا أَذْنَابَ الْبَقَرِ، أُدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ عَنْهُمْ حَتّٰى يَتَوَلَّوْا وَيُرَاجِعُوْا دِيْنَهُمْ"، وهذا يبين أن للحديث أصلا عن عطاء۔

سے وہ عطاء سے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں فرمایا ہم پر ایسا دور آ گیا ہے کہ ہمارا ایک آدمی سمجھتا ہے کہ میں اپنے مسلمان بھائی سے زیادہ مستحق ہوں اپنے درہم و دینار کا حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمار ہے تھے کہ جب لوگ درہم و دینار محفوظ کرنے لگیں گے۔ بیع عینہ کریں گے اور جہاد چھوڑ دیں گے اور بیلوں کے دموں سے چمٹ جائیں گے اللہ تعالیٰ ان پر ایسی ذلت ڈال دیں گے جو اس وقت تک دور نہیں کریں گے جب تک اپنے دین کی طرف واپس نہ آ ئیں۔ یہ روایت واضح کرتی ہے کہ اس حدیث کی حضرت عطاء سے اصل ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع عینہ مکروہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیع عینہ کی تفسیر یہ نقل ہے کہ مثلاً آدمی ریشم سو روپے میں بیچے پھر پچاس روپے پر اس کو خرید لے، اس صورت میں ہمارے نزدیک اگر دوبارہ خریدنے سے پہلے قیمت سو روپے وصول کر چکا ہو اور بیع کے وقت خریدار پر دوبارہ بائع پر بیچنا شرط نہ لگایا گیا ہو تو خریدار سے دوبارہ کم قیمت پر خرید لینا مکروہ ہے اور اگر قیمت کی وصولی سے پہلے خریدے یا پہلی بیع کے وقت خریدار پر دوبارہ بیچنے کی شرط لگائی ہو تو ناجائز ہے یہ بیع اس وقت کرتے تھے جب کوئی شخص قرض لینے آتا تو اسے تو رقم ضرورت ہوتی اس کو کہا جاتا کہ فلاں چیز ہم سے اتنے پر ادھار خرید لو اور اس کو بیچ کر رقم حاصل کر لو تو وہ خرید لیتا لیکن فوراً اس کو کہا جاتا کہ چلو ہم سے خریدا ہوا سامان کم قیمت پر ہمیں دے دو تو اس بیچارے کو رقم کی ضرورت ہوتی وہ مجبوراً دوبارہ اُن پر بیچ دیتا تو یہ مجبور آدمی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا ہے اور یہ مکروہ ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ

٤٦٧٤ ...... عن "أبي هريرةؓ" قال: "نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ"، رواه أحمد والنسائي والترمذي، وصححه۔

٤٦٧٥ ...... وعن سماك، عن عبدالرحمن بن عبدالله بن مسعود، عن أبيهؓ، قال: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَفْقَتَيْنِ فِيْ صَفْقَةٍ"، رواه أحمد، وقال في "مجمع الزوائد": رجاله ثقات، وسكت عنه ابن حجر في "التلخيص" (نيل الأوطار ٥:١٢)۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَلْفٍ وَّبَيْعٍ وَّالشَّرْطَيْنِ فِيْ بَيْعٍ وَرِبْحِ مَالَمْ يَضْمَنْ وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَهٗ

باب ایک بیع میں دو بیع کرنا منع ہے

(۴۶۷۴)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے، اس کو احمد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے صحیح کہا ہے (۱/ ۱۴۷)

(۴۶۷۵)...... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سودے میں دو سودے کرنے سے منع فرمایا۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا۔ اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے تلخیص میں اس روایت پر سکوت کیا۔ (نیل الاوطار ۵/۱۲)

فائدہ:۔ اس حدیث کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں (۱) مثلاً بائع کہے کہ اگر یہ چیز نقد پر لو گے تو دس روپے پر اور اگر ادھار پر لو گے تو بیس روپے پر لے جاؤ اور کچھ طے کئے بغیر ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں تو یہ بیع نہیں ہوئی لیکن اگر جدا ہونے سے پہلے فیصلہ کر لیا کہ ادھار پر اتنے پر میں نے لی تو بیع درست ہے (۲) بائع کہے کہ میں یہ چیز تم پر اتنے پر بیچتا ہوں بشرطیکہ فلاں چیز تم مجھ پر فروخت کرو۔ یہ بھی ناجائز ہے۔ (۳) بائع نے خریدار کو چیز دی اور کہا یہ چیز میں نے تجھے اس شرط پر دی کہ ایک مہینہ تیرے پاس کرایہ پر ہوگی اور اس کے بعد بطور بیع تیرے پاس ہوگی۔ یہ بھی ناجائز ہے۔

باب قرض اور بیع اور بیع میں دو شرطیں لگانا اور جس چیز کی ضمان ذمہ پر نہ ہو اس کی بیع کر کے نفع اٹھانا اور جو چیز پاس نہ ہو اس کا بیچنا منع ہے

٤٦٧٦...... عن عبدالله بن عمروؓ، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ وَلَاشَرْطَانِ فِيْ بَيْعٍ وَّلَا رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ، وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ"۔ (أخرجه الخمسة إلا ابن ماجة)، وقال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح، وقال فی "النيل": وصححه ابن خزيمة والحاكم۔

بَابٌ فِيْ تَحْرِيْمِ النَّجْشِ

٤٦٧٧...... عن أبی هريرةؓ، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا تَنَاجَشُوْا"۔ أخرجه الترمذی، وقال "حديث حسن صحيح"۔

٤٦٧٨...... وعن ابن عمرؓ: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ النَّجْشِ"، أخرجه مسلم۔

(٤٦٧٦)......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرض اور بیع حلال نہیں اور خرید وفروخت میں شرطیں لگانا جائز نہیں اور جس چیز کی ضمان ذمہ پر نہ ہو اس کا نفع بھی جائز نہیں اور جو چیز پاس نہ ہو اس کی بیع بھی جائز نہیں ہے۔ اس حدیث کو سوائے ابن ماجہ کے پانچوں ائمہ نے روایت کیا اور امام ترمذیؒ نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ ابن خزیمہ اور حاکم رحمہما اللہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ (ترمذی ۱/ ۱۴۸، ابوداؤد ۲/ ۱۳۹)

فائدہ:۔ حدیث میں جو فرمایا کہ قرض اور بیع حلال نہیں اس کا مطلب (۱) بائع خریدار سے کہے میں تجھ پر فلاں چیز فروخت کرتا ہوں لیکن اتنا قرضہ دے (قرض فروخت کرنے کے ساتھ مشروط ہے یا فروخت کرنا قرض سے مشروط ہے) (۲) ایک شخص قرض مانگتا ہے دوسرا شخص جواب میں کہتا ہے میں قرض دیتا ہوں لیکن تم فلاں کتاب مجھ سے ۱۰۰ اروپے پر لے لو حالانکہ وہ کتاب ۱۰۰ اروپے سے کم کی ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ بیع میں دو شرطیں لگانا جائز نہیں اس کا (۱) ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک بیع میں دو بیع کرنا مثلاً یہ چیز تجھ پر اتنے پر فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ فلاں چیز تم مجھ پر فروخت کرو یا یہ چیز فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ اس کے ساتھ فلاں چیز بھی خریدو گے (۲) مثلاً کہے کہ یہ کپڑا میں نے تجھ پر اتنے پر بیچا اس شرط کے ساتھ کہ دھلا بھی دوں گا اور سلوا بھی دوں گا۔ اور یہ جو فرمایا کہ جس چیز کی ضمان ذمہ پر نہ ہو اس کا نفع اٹھانا جائز نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز خریدی لیکن ابھی تک قبضہ نہیں کیا کہ نفع پر بیچ دے یہ بھی ناجائز ہے۔

باب کھوٹ حرام ہے

(٤٦٧٧)......حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کھوٹ نہ کیا کرو۔ اس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا حسن صحیح ہے (ترمذی ۱/ ۱۵۶)

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ بَعْضٍ عَلٰى بَعْضٍ

٤٦٧٩ ...... عن ابن عمرؓ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ" أخرجه مسلم۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنْ سَوْمِ بَعْضٍ عَلٰى بَعْضٍ

٤٦٨٠ ...... وعن أبي هريرةؓ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا يَسُمِ الْمُسْلِمُ عَلٰى سَوْمِ الْمُسْلِمِ"، أخرجه مسلم۔

(۴۶۷۸)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھوٹ سے منع فرمایا۔(مسلم ۲/۳)

فائدہ:۔ کھوٹ اور دھوکہ سے مراد یہاں یہ ہے کہ خرید وفروخت کرنے والے بائع ومشتری کے پاس ایک تیسرا شخص مبیع چیز کی قیمت زیادہ بتاتا ہے اور مقصد اُس چیز کو خریدنا نہیں صرف خریدار کو اس کی خرید پر آمادہ کرنا ہے یا اس کی ایسی خوبیاں بیان کرتا ہے جو اُس چیز میں نہیں ہیں دونوں صورتوں میں خریدار سے دھوکہ اور کھوٹ ہے یہ حرام ہے۔

باب ایک کی بیع پر دوسرے کا بیع کرنا منع ہے

(۴۶۷۹)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔(مسلم ۲/۳)

فائدہ:۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے تین دن کے اختیار کے ساتھ مثلاً چیز خریدی اس کو مدتِ خیار میں ایک تیسرا شخص کہتا ہے کہ تو نے وہ چیز مہنگی خریدی ہے میں تجھے اُس سے سستی دیتا ہوں تو وہ چیز بائع کو واپس کردے اور مجھ سے خریدے۔اور ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیچنے والے نے خریدار پر چیز بیچی مگر تین دن تک اپنا اختیار رکھا ان تین دنوں کے دوران کسی دوسرے نے اس بائع کو زیادہ قیمت بتائی اور بائع نے وہ چیز زیادہ قیمت کے ساتھ اس شخص پر بیچ دی۔اور ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خرید وفروخت کرنے والے بائع ومشتری میں بات طے ہوگئی مگر ابھی تک قبضہ نہیں ہوا کہ بائع کو تیسرا شخص زیادہ قیمت دے کر وہ چیز خریدنا چاہتا ہے اور بائع وہ چیز تیسرے شخص کو دے دیتا ہے یہ جائز نہیں ہے۔

باب ایک کے بھاؤ پر دوسرے کا بھاؤ لگانا منع ہے

(۴۶۸۰)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان دوسرے مسلمان کے بھاؤ پر بھاؤ نہ لگائے۔(مسلم ۲/۳)

فائدہ:۔ جب بائع اور خریدار رقم طے کرچکے ہوں اور کوئی معمولی سی بات رہ گئی ہو یا صرف لینا دینا باقی ہو اسی دوران تیسرا شخص آکر زیادہ قیمت بتا کر وہ چیز خریدنا چاہے یا وہی قیمت ہی دینا چاہتا ہے مگر وجیہ (بڑا) آدمی ہے تو اس کی وجاہت کی وجہ سے بائع دینے پر مجبور ہوتا ہے

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّفْرِيْقِ بَيْنَ ذَوِي الْاَرْحَامِ

٤٦٨١ ...... عن أبي أيوبٌ، قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ يَقُوْلُ: "مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَّوَلَدِهَا فَرَّقَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَحِبَّتِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"، أخرجه الترمذي وقال: "حسن صحيح"۔

٤٦٨٢ ...... وعن عليٌّ قال: " وَهَبَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غُلَامَيْنِ أَخَوَيْنِ، فَبِعْتُ أَحَدَهُمَا، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَاعَلِيُّ! مَافَعَلَ غُلَامُكَ؟ فَأَخْبَرْتُهٗ، فَقَالَ: رُدَّهٗ رُدَّهٗ " ، أخرجه الترمذي، وقال "حسن" ، وأخرجه الحاكم وصححه۔

٤٦٨٣ ...... وعن علي رضي الله عنه قال: "أَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ اَبِيْعَ غُلَامَيْنِ أَخَوَيْنِ فَبِعْتُهُمَا وَفَرَّقْتُ بَيْنَهُمَا، فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لَهٗ فَقَالَ: أَدْرِكْهُمَا وَارْتَجِعْهُمَا وَلَا تَبِعْهُمَا إِلَّا جَمِيْعًا"۔ رواه

اس تیسرے شخص کا خرید لینا اور پہلے خریدار کو محروم بنانا مکروہ ہے ہاں البتہ اگر ان میں ابھی تک بات طے نہ ہوئی ہو تو پھر مکروہ نہیں اور اس حدیث کے وہ مطلب بھی نکل سکتے ہیں جو اس سے پہلے والی حدیث کے بیان ہوئے۔

باب خرید وفروخت سے قریبی رشتہ داروں میں تفریق کرنا منع ہے

(۴۶۸۱)......حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا فرمایا جو ماں اور اس کے بچے میں جدائی پیدا کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اور اس کے دوستوں کے درمیان جدائی پیدا کرے گا۔اس کو ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(ترمذی ۱/۱۵۴)

فائدہ:۔ مراد یہ ہے کہ جو لوگ غلام ہوں اور باہم بہت قریبی رشتہ دار ہوں اور کسی شخص کی ملک میں ہوں تو یہ جائز نہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو بیچ دے اور دوسرے کو اپنی غلامی میں رکھے کیونکہ اس سے دونوں میں جدائی پیدا ہوگی جیسے یہ حکم ماں اور اس کے بچے کا ہے ویسے ہی دوسرے قریبی رشتہ داروں کا ہے جب کہ درج ذیل احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

(۴۶۸۲)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے دو غلام ہبہ کئے جو بھائی تھے تو میں نے ان میں سے ایک کو بیچ دیا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی! تیرے غلام کا کیا معاملہ ہوا؟ میں نے بتایا تو فرمایا وہ واپس لے واپس لے۔اس کو ترمذی نے روایت کیا اور حسن قرار دیا اور امام حاکم نے روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔(ترمذی ۱/۱۵۴)

(۴۶۸۳)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا دو غلاموں کو جو بھائی تھے بیچنے کا تو میں نے ان کو بیچا لیکن ان میں جدائی کردی (ایک ایک شخص پر بیچا دوسرا دوسرے شخص پر) پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کو

أحمد، وقال في "النيل" : قد صححه ابن خزيمة، وابن الجارود، وابن حبان، والحاكم، والطبراني، وابن القطان، وقال الحافظ: رجاله ثقات۔

٤٦٨٤...... وعن سلمة بن الأكوعؓ، قال: خَرَجْنَا مَعَ أَبِيْ بَكْرٍ أَمَّرَهُ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَغَزَوْنَا فَزَارَةَ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَاءِ أَمَرَنَا أَبُوْبَكْرٍ فَشَنَنَّا الْغَارَةَ فَقَتَلْنَا عَلَى الْمَاءِ مَنْ قَتَلْنَا ثُمَّ نَظَرْتُ إِلٰى عُنُقٍ فِيْهِمُ الذُّرِّيَّةُ وَالنِّسَاءُ نَحْوَ الْجَبَلِ وَأَنَا أَعْدُوْ فِيْ أَثَرِهِمْ، فَخَشِيْتُ أَنْ يَسْبِقُوْنِيْ إِلَى الْجَبَلِ، فَرَمَيْتُ بِسَهْمٍ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْجَبَلِ، قَالَ: فَجِئْتُ بِهِمْ أَسُوْقُهُمْ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ، وَفِيْهِمْ امْرَأَةٌ مِنْ فَزَارَةَ عَلَيْهَا قَشْعٌ مِنْ أَدَمٍ وَمَعَهَا اِبْنَةٌ لَهَا مِنْ أَحْسَنِ الْعَرَبِ وَأَجْمَلِهِ فَنَفَّلَنِيْ أَبُوْبَكْرٍ بِنْتَهَا، فَلَمْ أَكْشِفْ لَهَا ثَوْبًا حَتّٰى قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ، ثُمَّ بِتُّ فَلَمْ أَكْشِفْ لَهَا ثَوْبًا، فَلَقِيَنِيَ النَّبِيُّ ﷺ فِي السُّوْقِ، فَقَالَ: يَا سَلَمَةُ! هَبْ لِيَ الْمَرْأَةَ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! لَقَدْ أَعْجَبَتْنِيْ وَمَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا، فَسَكَتَ

تلاش کرا اور واپس لے اور ان کو اکٹھا ہی بیچ، اس کو امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا اور نیل الاوطار میں قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ کہ اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن جارود اور ابن حبان اور حاکم اور طبرانی اور ابن قطان رحمہم اللہ نے صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(۴۶۸۴)......حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے ایک غزوہ میں امیر بنایا اور ہم نے ان کی امارت میں قبیلہ فزارہ سے جہاد کیا جب ان کے کنویں کے پانی کے قریب ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہم نے خوب لوٹ مار کی اور پانی پر بہت سوں کو مار ڈالا پھر میں نے لوگوں کی طرف نگاہ کی تو پہاڑ کی جانب بچے اور عورتیں بھی لوگوں میں شامل تھے اور میں ان کے پیچھے دوڑ رہا تھا تو مجھے خطرہ ہوا کہ مجھ سے پہلے پہاڑ پر پہنچ جائیں گے تو میں نے ایک تیر مارا تو وہ ان لوگوں اور پہاڑ کے درمیان جا گرا (اور وہ رک گئے) تو میں اُن کو ہنکاتا ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا ان میں قبیلہ فزارہ کی ایک عورت تھی جس پر خشک چمڑے کی پوستین تھی اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی سب عرب میں سے بہت حسین وجمیل تھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی بیٹی مجھے غنیمت کے حصے کے طور پر دے دی میں نے اس سے جماع نہ کیا حتی کہ مدینہ طیبہ آ گیا پھر رات گذاری تو بھی ابھی تک جماع نہ کیا تھا۔ تو مجھے نبی کریم ﷺ بازار میں ملے اور فرمایا سلمہ! وہ عورت مجھے دے دے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ﷺ وہ مجھے پسند ہے اور میں نے ابھی تک اس سے جماع نہیں کیا۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے اور مجھے رہنے دیا پھر دوسرے روز بازار میں مجھے ملے تو فرمایا سلمہ! وہ عورت مجھے اللہ کے لئے دے دے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ آپ کیلئے ہے۔ تو آپ ﷺ نے وہ عورت اہل مکہ کے پاس بھیجی اُن کے قبضہ میں مسلمان قیدی تھے تو مسلمان قیدیوں کے عوض میں آپ ﷺ نے وہ عورت دیکر قیدیوں کو چھڑایا (احمد، مسلم، ابوداؤد)

وَتَرَكَنِيْ حَتَّى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ لَقِيَنِيْ فِي السُّوْقِ، فَقَالَ: يَا سَلَمَةُ! هَبْ لِيَ الْمَرْأَةَ لِلّٰهِ أَبُوْكَ، فَقُلْتُ هِيَ لَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! قَالَ: فَبَعَثَ بِهَا إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ، وَفِيْ أَيْدِيْهِمْ أُسَارَى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَفَدَاهُمْ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ"، رواه أحمد، ومسلم، وأبو داود۔

بَابُ تَلَقِّي الْجَلَبِ وَبَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِيْ

٤٦٨٥...... عن أبي هريرة، قال: "نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ التَّلَقِّيْ وَأَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ"۔ (بخاري)

بَابُ الْبَيْعِ عِنْدَ أَذَانِ الْجُمُعَةِ

٤٦٨٦...... حدثنا سهران، عن سفيان، عن إسماعيل السدي، عن أبي مالك: قال: "كَانَ قَوْمٌ يَجْلِسُوْنَ فِيْ بَقِيْعِ الزُّبَيْرِ، فَيَشْتَرُوْنَ وَيَبِيْعُوْنَ إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلَا يَقُوْمُوْنَ، فَنَزَلَتْ

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر قریبی رشتہ دار غلام عاقل بالغ ہوں تو ان میں جدائی ڈالنا جائز ہے کہ اس حدیث کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ماں اور بالغہ بیٹی میں تفریق کردی تھی۔ اور حضور ﷺ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی تھی البتہ گذشتہ احادیث کے مطابق نابالغوں کو بالغوں سے جدا کرنا جائز نہیں ہے۔

باب غلہ لانے والے قافلہ کے آگے جا کر غلہ لے لینا اور شہری آدمی کا دیہاتی کے سامان کی خرید وفروخت کرنا

(۴۶۸۵)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قافلہ کے آگے جا کر غلہ خرید لینے سے اور شہری کے دیہاتی کیلئے خرید وفروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (بخاری ا/۲۸۹)

فائدہ:۔ اگر شہر میں غلہ کی کمی اور تنگی ہو یا آنے والے قافلہ کو شہر کے بھاؤ کا علم نہ ہو اور ان کی لاعلمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی آدمی اہل قافلہ سے آگے جا کر ملے اور اُن سے سستے داموں غلہ خرید کر شہر میں مہنگے داموں بیچے تو یہ ممنوع ہے لیکن اگر شہر میں غلہ کی تنگی نہ ہو اور اہل قافلہ کی لاعلمی سے فائدہ اٹھانے کی بات نہ ہو بلکہ وہ بھاؤ جانتے ہوں تو قافلہ والوں کے آگے جا کر سامان خرید لینا ناجائز نہیں ہے۔

اور دوسرے جملہ کا مطلب ایک تو وہی ہے جو ترجمہ سے واضح ہے کہ شہری آدمی دیہاتی کا سامان نہ بیچے بلکہ دیہاتی خود آکر بیچے کہ شہری قیمت میں اضافہ سے بھی بیچ سکتا ہے اور کمی سے بھی خود دیہاتی بیچ کر اپنی قسمت کی روزی حاصل کرے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ شہری اپنا مال دیہاتی پر نہ بیچے یہ اس وقت ہے جب شہر والوں کو تنگی اور محتاجی ہو اور دیہات میں غلہ کی اتنی ضرورت نہ ہو جتنی شہر میں ہو۔

باب اذانِ جمعہ کے وقت خرید وفروخت کے حکم میں

☆......(۴۶۸۶) حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ بقیع زبیر میں بیٹھ کر جمعہ کے دن اذان ہو چکنے کے بعد بھی خرید و

﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾" (ابن جرير ٢٨: ٦٦)-

٤٦٨٧ ...... وأخرج ابن مردويه عن ابن عباسؓ، قال: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَا بَيْنَ الْأَذَانِ الْأَوَّلِ إِلَى الإِقَامَةِ، أَيْ إِنصِرَافِ الإِمَامِ، لِأَنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾، (الدر المنثور ٦: ٢١٩)، وذكره الحافظ مختصرا في "الفتح" (٣: ٣٢٤)، فهو حسن أو صحيح على أصله-

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ

٤٦٨٨ ...... عن علي بن أبي طالب، قال: "سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوضٌ يَعُضُّ الْمُوسِرُ عَلَى مَا فِيْ يَدَيْهِ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِذٰلِكَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ﴾، وَيُبَايِعُ الْمُضْطَرُّوْنَ وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ" إلخ، أخرجه أبو داود-

فروخت کرتے رہتے اور نہ اٹھتے تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی **اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ** کہ جب نماز جمعہ کی اذان ہو جایا کرے تو ذکر اللہ (نماز) کی طرف کوشش کیا کرو اور خرید وفروخت چھوڑ دیا کرو (تفسیر ابن جریر، طبرانی)

(۴۶۸۷)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن پہلی اذان اور اقامت کے درمیان یعنی امام کے نماز سے پھیرنے تک تجارت حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان ہو جائے تو اللہ کی یاد کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو (درمنثور ۶/۲۱۹) علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو فتح الباری (۳/۳۲۴) میں مختصر ذکر کیا ہے تو یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ:۔ پہلی اذان ہونے پر نماز جمعہ کی تیاری کرنا واجب ہو جاتا ہے اور خرید وفروخت کرنا مکروہ تحریمی ہو جاتا ہے لیکن اگر خریدار اور بائع نے خرید وفروخت کر لی اور فسخ نہ کی تو بیع ہو جائے گی۔

باب مجبور آدمی کی خرید وفروخت کی ممانعت کا بیان

(۴۶۸۸)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا عنقریب لوگوں پر مشکل دور آئے گا جس میں مالدار آدمی اپنے پاس موجود سامان بند کر رکھے گا (نہ بیچے گا نہ صدقہ کرے گا) حالانکہ اس کو یہ حکم نہیں دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں ضرورت سے جو زائد ہو اس کو اپنے درمیان نہ روک رکھو اور (اس دور میں) مجبور لوگوں سے خرید وفروخت (خسارا دیکر) کی جائے گی حالانکہ نبی کریم ﷺ نے مجبور سے خرید وفروخت سے منع فرمایا اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ (ابوداؤد ۲/۱۲۳، ۱۲۴)

بَابُ كَرَاهَةِ الْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ

٤٦٨٩...... عن أبي هريرةؓ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَّبِيْعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا: لَا أَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ، وَإِذَارَأَيْتُمْ مَنْ يَّنْشُدُ فِيْهِ ضَالَّةً فَقُوْلُوْا: لَا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ"، أخرجه الترمذي، وحسنه (١٥٨:١)۔

بَابُ جَوَازِ الْإِقَالَةِ وَفَضْلِهَا

٤٦٩٠...... عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا بَيْعَتَهُ أَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ" رواه أبوداوٗد، وزاد " ابن ماجة" : "يَوْمَ الْقِيَامَةِ"۔ ورواه ابن حبان في "صحيحه" بنحو

فائدہ:۔ درمختار میں ہے کہ مجبور آدمی اسے خرید وفروخت فاسد ہے مطلب یہ ہے کہ مثلاً آدمی کو غلے کی شدید ضرورت ہے اور (گندم زیادہ تر ملتی نہیں تنگی ہے) جس کے پاس ہے وہ عام قیمت سے بہت زیادہ پر بیچتا ہے اب یہ خریدار مجبور ہو کر انتہائی مہنگے داموں خریدتا ہے یا ایک آدمی رقم وغیرہ کی شدید ضرورت پڑنے کی وجہ سے گھر کی کوئی چیز مجبوراً بیچنا چاہتا ہے خریدار اس کی شدید مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عام قیمت سے انتہائی کم قیمت پر اس سے خریدتا ہے تو یہ دینداری کے لحاظ سے برا ہے یہ صورت محتاج کی بیع کی ہے اور مجبور و مضطر کی بیع کی صورت یہ ہوگی کہ خرید وفروخت نہ کرنے کی صورت میں جان کا خطرہ ہو مثلاً بادشاہ، حاکم کسی کے بیچنے پر مجبور کر دے تو اس صورت میں اگر مجبوراً خرید وفروخت کر دی تو بیع فاسد تو ہوگی لیکن منعقد ہو جائے گی۔

باب مسجد میں خرید وفروخت مکروہ ہے

(۴۶۸۹)...... حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد میں خرید یا فروخت کر رہا ہے تو کہو اللہ تیری تجارت نفع مند نہ کرے اور جب کسی کو دیکھو کہ گمشدہ چیز مسجد میں تلاش کر رہا ہے تو کہو اللہ تعالیٰ تجھے چیز واپس نہ دے اس کو ترمذیؒ (۱/ ۱۵۸) نے روایت کر کے حسن کہا ہے۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ مسجد میں اعتکاف کرنے والے شخص کے سوا (اور اعتکاف کرنے والا بھی سامان مسجد میں حاضر نہ کرے اور اس کو بھی شدید مجبوری ہو) ہر آدمی کیلئے خرید وفروخت کرنا مکروہ ہے کیونکہ حضور ﷺ نے یہ ناپسند فرمایا۔

باب اقالہ جائز ہونے اور اس کی فضیلت کا بیان

(۴۶۹۰)...... حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مسلمان دوسرے مسلمان سے خرید وفروخت میں اقالہ کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشوں سے درگذر فرمائیں گے۔ ابوداؤد، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم اور بیہقی نے

ابن ماجة، والحاكم في " المستدرك" بلفظ أبي داوٗد، وقال: صحيح على شرط الشيخين، وعند البيهقي: نَادِمًا (مكان مُسْلِمًا)، كذا في "نصب الراية" (٢:١٨٤) وروى ابن حزم من طريق أبي داوٗد بسنده بلفظ: مَنْ أَقَالَ نَادِمًا، (الحديث)، كما في "المحلى" (٩:٣) ، ولكنه في "السننِ" بلفظِ مُسْلِمًا۔

بَاب اَلْإِقَالَةُ فَسْخٌ فِيْ حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ بَيْعٌ جَدِيْدٌ فِيْ حَقِّ الثَّالِثِ

٤٦٩١ ...... عن الحجاج بن المنهال: نا الربيع بن حبيب: "كُنَّا نَخْتَلِفُ إِلَى السَّوَادِ فِي الطَّعَامِ، وَهُوَ أَكْدَاسٌ قَدْ حُصِدَ، فَنَشْتَرِيْهِ مِنْهُمُ الْكُرَّ بِكَذَا وَكَذَا وَنَنْقُدُ أَمْوَالَنَا، فَإِذَا أُذِنَ لَهُمُ الْعُمَّالُ فِي الدِّرَاسِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَفِيْ لَنَا بِمَا سَمّٰى لَنَا، وَمِنْهُمْ مَنْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَقَصَ طَعَامَهُ فَيَطْلُبُ إِلَيْنَا أَنْ نَرْتَجِعَ بِقَدْرِ مَا نَقَصَ رُؤُوْسُ أَمْوَالِنَا، فَسَأَلْتُ الْحَسَنَ عَنْ ذٰلِكَ، فَكَرِهَهُ إِلَّا أَنْ يَسْتَوْفِيَ مَا سَمّٰى لَنَا أَوْ نَرْتَجِعَ

اس کو روایت کیا ہے بیہقی اور حاکم نے فرمایا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ (نصب الرایہ ۲/ ۱۸۴)

فائدہ:۔ اقالہ کا مطلب یہ ہے کہ خریدار ایک چیز خرید کر لے گیا پھر اسی دن یا دوسرے کسی دن وہ چیز واپس لایا اور بائع سے کہا کہ چیز واپس لے لیں اور مجھے پیسے واپس کر دیں تو چیز واپس لینا بہت فضیلت والا عمل ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

باب اقالہ دو عقد کرنے والوں کے حق میں بیع کا فسخ ہے لیکن تیسرے شخص کے حق میں نئی بیع ہے

فائدہ:۔ مطلب یہ ہے کہ خرید وفروخت کرنے کے بعد خریدار نے مبیع چیز بائع کو واپس کر کے قیمت واپس لے لی تو اگر یہ خرید وفروخت ایسی چیز کی ہوئی تھی جس میں تیسرے شخص کو مثلاً حق شفعہ حاصل ہوتا تھا لیکن اس نے اپنا حق شفعہ پہلے استعمال نہیں کیا اب جب خریدار نے وہ چیز بائع کو واپس کر دی تو بائع پر واپس ہوتے ہی اُس تیسرے شخص کو معلوم ہونے پر حق شفعہ حاصل ہوگا اب بائع کے خلاف (جو اَب خریدار ہے) حق شفعہ استعمال کر سکتا ہے۔

(۴۶۹۱)......حضرت ربیع بن حبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم دیہاتوں میں جا کر غلے کے کھیت کٹ جانے کے بعد سودا کرتے تو ایک کُر گندم خاص قیمت کے ساتھ خرید لیتے اور مال (پیسے) فوری دے دیتے پھر جب مزدور گاہنے کی اجازت لے لیتے (اور گاہ دیتے) تو (صاف ہونے کے بعد) کوئی تو ہمیں وہی مقدار دے دیتا جو مقرر ہوتی اور کوئی کہتا کہ میرا غلہ کم ہو گیا ہے تو وہ چاہتا کہ جس قدر ہمیں کم ملا ہم اس قدر اپنا راُس المال (رقم) واپس لے لیں تو میں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے ناپسند کیا ہاں جب ہماری

أَمْوَالَنَا كُلَّهَا، وَسَأَلْتُ ابْنَ سِيْرِيْنَ، فَقَالَ: إِنْ كَانَتْ دَرَاهِمُكَ بِأَعْيَانِهَا فَلَابَأْسَ، وَسَأَلْتُ عَطَاءً، فَقَالَ مَا أَرَاكَ إِلَّا قَدْ رَفَقْتَ وَأَحْسَنْتَ إِلَيْهِ"، أخرجه ابن حزم في "المحلى" محتجا به (٥:٩)۔

٤٦٩٢...... وعن أبي سعيد الخدريؓ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ أَسْلَمَ فِيْ شَيْءٍ فَلَايَصْرِفْهُ إِلٰى غَيْرِهِ" رواه أبو داوٗد والترمذي، وقال: حديث حسن (زيلعي ٢:١٩٤)۔

٤٦٩٣...... حدثنا محمد بن ميسرة عن ابن جريج، عن عمرو بن شعيب، عن عبداللّٰه بن شعيب، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو كَانَ يُسْلَفُ لَهُ فِي الطَّعَامِ، وَيَقُوْلُ لِلَّذِيْ يُسْلِفُ لَهُ: لَا تَأْخُذْ بَعْضَ رَأْسِ مَالِنَا أَوْ بَعْضَ طَعَامِنَا، وَلٰكِنْ خُذْ رَأْسَ مَالِنَا كُلَّهُ أَوِ الطَّعَامَ وَافِيًا، رواه ابن أبي شيبة في "مصنفه" (زيلعي ٢:١٩٤)۔ محمد بن ميسرة من رجال البخاري صدوق، وفي "الدراية" إسناد جيد (٢٨٩)۔

مقرر کردہ مقدار غلہ ہمیں دیں یا ہم اپنے سارے مال کو واپس لے لیں تو یہ درست کہا اور امام ابن سیرین ؒ سے پوچھا تو فرمایا اگر وا پس تیسرے معین درہم ہوں تو حرج نہیں اور حضرت عطاء ؒ سے پوچھا تو فرمایا میرا خیال ہے کہ تو نے (جتنا غلہ ملا وہ لیکر اور کچھ باقی رقم لیکر) مہربانی کی اور اچھا کیا۔ اس کو ابن حزم ؒ نے حجت بناتے ہوئے روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت عطاء ؒ نے اس قدر اقالہ کرنے کو بھی بہتر قرار دیا۔ فقہاء کے اختلاف سے معلوم ہوا کہ اقالہ نہ تو پورے طور پر بیع کا فسخ ہے اور نہ پورے طور پر نئی بیع ہے بلکہ کچھ حد تک فسخ اور کچھ حد تک بیع ہے۔

(۴۶۹۲) ......حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی چیز میں بیع سلم کرے اس کو قبضہ میں لینے سے پہلے کسی اور کی طرف نہ پھیر دے۔ اس کو ابو داؤد (۲/۱۳۵)، (ابن ماجہ ۱۶۵) اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذیؒ نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث میں جو یہ فرمایا کہ مبیع پر قبضہ سے پہلے کسی اور کی طرف نہ پھیر دے یعنی کسی اور کے ہاتھوں نہ بیچ دے اس سے معلوم ہوا کہ خریدار اپنے بائع پر پھیر سکتا ہے اسی کو اقالہ کہتے ہیں۔

(۴۶۹۳) ......عبداللہ بن شعیب سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ کیلئے غلہ میں بیع سلم کی جاتی تھی تو جو یہ معاملہ کرتا اس کو فرماتے تھے (اگر اقالہ کرنا پڑے) تو ہماری رقم کا تھوڑا سا حصہ یا ہمارے خریدے ہوئے غلہ کا تھوڑا حصہ نہ لینا بلکہ یا ہماری دی ہوئی ساری رقم واپس لینا یا خریدا ہوا پورا غلہ لینا (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کا راوی محمد بن میسرہ بخاری کا راوی اور سچا ہے درایہ میں ہے کہ اس حدیث کی سند عمدہ ہے۔

٤٦٩٤...... أخبرنا معمر، عن قتادة، عن ابن عمرؓ، قال: "إِذَا أَسْلَفْتَ فِيْ شَيْءٍ فَلَا تَأْخُذْ إِلَّا رَأْسَ مَالِكَ أَوِ الَّذِيْ أَسْلَفْتَ فِيْهِ"۔ رواه عبدالرزاق في "المصنف"، وفي "الدراية" (٢٨٩) إسناد منقطع۔

٤٦٩٥...... وروى البيهقي في "سننه" (٦:٢٧) عن ابن عباس: "إِذَا أَسْلَمْتَ فِيْ شَيْءٍ فَلَا بَأْسَ أَن تَأْخُذَ بَعْضَ سَلَمِكَ وَبَعْضَ رَأْسِ مَالِكَ، فَذٰلِكَ الْمَعْرُوْفُ"۔

قال البيهقي: " والمشهور عن ابن عمر رضي الله عنهما أَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ" اه، فدل على صحة هذا المنقطع۔

فائدہ:۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر رقم پہلے دی ہو اور چیز بعد میں لے تو اگر بائع وہ چیز مقررہ مقدار میں نہ دے سکے تو یہ نہ کرو کہ جتنی مقدار میں دے سکے اتنی مقدار کی لے لو اور اُس مقدار کی رقم ادا کر کے باقی رقم واپس لو بلکہ یا رقم ساری واپس لے لو اور چیز مقررہ مقدار میں نہ ہونے کی وجہ سے بیع ختم کر دو یا بائع خریدی ہوئی چیز پوری مقدار میں حوالے کرے۔ باب سے مناسبت یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ اقالہ فسخ بیع ہے وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیع ختم کرنے کی صورت میں پوری رقم واپس لینے کا فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اقالہ فسخ ہے اس لئے دی ہوئی کل قیمت واپس کئے بغیر بہتر نہیں ہے

(۴۶۹۴)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ جب تو نے کسی چیز کی بیع سلم کی ہے (رقم پہلے دی ہے اور چیز بعد میں لینی ہے) تو وصول کرتے وقت یا تو اپنا رأس المال (ساری رقم) واپس لو یا وہی چیز لو جس کی بیع سلم کی ہے۔ اس کو امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور درایہ میں ہے کہ اس کی سند منقطع ہے (اس میں حرج نہیں کیونکہ مرسل اور منقطع احناف کے ہاں حجت ہے)۔

(۴۶۹۵)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم نے کسی چیز میں بیع سلم کی ہو تو اگر (لیتے وقت) کچھ وہ چیز جس میں بیع ہوئی اور کچھ اپنی رقم واپس لو تو حرج نہیں ہے۔ اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سنن (۶/ ۲۷) میں روایت کیا ہے اور فرمایا کہ مشہور یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بات کو ناپسند فرمایا ہے (جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حرج نہیں) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن رضی اللہ عنہما سے منقطع روایت صحیح ہے۔

فائدہ:۔ چیز کی ادائیگی کے وقت اگر بائع پوری مبیع نہ ادا کرے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں کہ آدھی بیع نہ لو کل لو ورنہ کل رقم واپس لے لو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں اگر بائع کل مبیع نہ دے سکے اور کچھ دے تو اس کے حساب سے رقم دے کر اور بقیہ رقم واپس لیکر اقالہ کر لو تو حرج نہیں اس اختلاف سے معلوم ہوا کہ اقالہ پورے طور پر فسخ بیع نہیں ہے بلکہ ایک لحاظ سے فسخ ہے اور ایک لحاظ سے نئی بیع ہے۔

۴۶۹۶...... عن سعيد بن منصور: ثنا أبو شهاب، عن داؤد بن أبي هند، عن عكرمة عن ابن عباسؓ: "أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يُبْتَاعَ الْبَيْعُ ثُمَّ يُرَدُّ وَيُرَدُّ مَعَهُ دَرَاهِمُ"۔ رواه البيهقي في "سننه" (٢٧:٦) بسنده واحتج به، وهو سند صحيح، فإن أبا شهاب عبد ربه بن نافع من رجال البخاري صدوق، والباقون لا يسأل عنهم۔

۴۶۹۷...... عن عطية العوفي عن أبي سعيد الخدريؓ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ أَسْلَمَ فِي شَيْءٍ فَلَا يَصْرِفْهُ إِلَى غَيْرِهِ" رواه "أبو داؤد" و "ابن ماجة" و "الترمذي" وحسنه، وقال: "لاأعرفه مرفوعا إلا من هذا الوجه، وعطية العوفي ضعفه أحمد وغيره، والترمذي يحسن حديثه، فهو مختلف فيه، فحديثه حسن(فتح القدير ٢٣١:٦)، وفي الترغيب (٥٣٠) للمنذري قال أبو حاتم ضعيف يكتب حديثه، ووثقه ابن معين وغيره، وحسن له الترمذي غير ما حديث، وأخرج حديثه ابن خزيمة في "صحيحه" ، وقال: في القلب منه شيء اه قلت: ومثله حسن الحديث على الأصل الذي ذكرناه في المقدمة۔

(۴۶۹۶)......حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس ؓ یہ ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی چیز خرید لے پھر وہ چیز واپس کرے اور اس کے ساتھ کچھ دراہم بھی بائع کو دے دے۔ اس کو امام بیہقی ؒ نے سنن (۶/ ۲۷) میں روایت کیا اور اس سے حجت لی ہے اور اس کی سند صحیح ہے کیونکہ ابوشہاب عبدربہ بن نافع بخاری شریف کے راویوں میں سے اور سچا ہے اور باقیوں کا تو پوچھنا ہی کیا۔

فائدہ:۔ اس سے ثابت ہوا کہ اقالہ پہلے دی ہوئی رقم پر ہونا چاہیے کم یا زیادہ پر نہ ہو تو اس سے اقالہ کا فسخ ہونا ثابت ہوا۔

(۴۶۹۷)......حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس نے کسی چیز میں بیع سلم کی تو وہ اس چیز (قبضہ سے پہلے) کسی اور شخص کی طرف (بیع کر کے) نہ پھیر دے، اس حدیث کو ابوداؤد (۲/ ۱۳۵)، ابن ماجہ (۱۶۵) اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے حسن کہا اور فرمایا اس کا مرفوع ہونا میں اسی سند سے جانتا ہوں۔ اور اس کے راوی عطیہ عوفی کو امام احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے جبکہ امام ترمذی اس کی حدیث کو حسن قرار دیتے ہیں تو یہ مختلف فیہ ہوا لہٰذا اس کی حدیث حسن ہوگی (فتح القدیر) اور امام منذری کی ترغیب میں ہے کہ ابوحاتم فرماتے ہیں یہ راوی ایسا ضعیف ہے کہ اس کی حدیث لکھی جائے اور امام یحییٰ بن معین وغیرہ نے ثقہ کہا ہے اور ترمذی نے اس کی کئی حدیثوں کو حسن قرار دیا اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث روایت کی اور فرمایا اس راوی کے بارے میں میرے دل میں خدشہ ہے۔ میں کہتا ہوں ایسے راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے۔

فائدہ:۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ بیع سلم کی صورت میں مبیع چیز پر قبضہ سے پہلے اس کو دوسرے شخص پر نہیں بیچ سکتا دوسرا مطلب

بَابُ التَّوْلِيَةِ وَالْمُرَابَحَةِ

٤٦٩٨...... عن سعيد بن المسيب عن النبي ﷺ، قَالَ: "التَّوْلِيَةُ وَالْإِقَالَةُ سَوَاءٌ لَابَأْسَ بِهِ" رواه عبدالرزاق في مصنفه كذا في نصب الراية وفي فتح القدير (٦:١٢٣)- أخرجه عبدالرزاق أخبرنا معمر عن ربيعة بن عبدالرحمن عن سعيد بن المسيب عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "اَلتَّوْلِيَةُ وَالْإِقَالَةُ وَالشِّرْكَةُ سَوَاءٌ لَا بَأْسَ بِهِ"، ولا خلاف في مرسل سعيد۔

٤٦٩٩...... وروى البخاري عن عائشة في حديث الهجرة: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: خُذْ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ إِحْدَىٰ رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ، فَقَالَ ﷺ: بِالثَّمَنِ- وفي مسند أحمد بلفظ: قال: قَدْأَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ-

حدیث کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب ایک چیز میں بیع سلم ہوگئی اب بائع خریدار کو دوسری چیز کی طرف نہ پھیر دے وہی چیز حوالے کرے اور خریدار بائع کو دوسری چیز کی طرف نہ پھیرے اُسی چیز کو لے۔اس حدیث سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اقالہ پورے طور پر فسخ نہیں ہے بلکہ نئی بیع کے ساتھ اس کی مشابہت بھی ہے اس لئے بیع کی طرح قبضہ سے پہلے اس میں تبدیلی وتصرف جائز نہیں ہے۔

باب بیع تولیہ اور مرابحہ کا بیان

فائدہ:۔ بیع تولیہ یہ ہے کہ جتنے پیسوں پر چیز خریدی ہے اتنے ہی پیسوں پر دوسرے شخص پر بیچنے کی بات ہو مثلاً کہیں کہ میں یہ چیز بیع تولیہ کے طور پر آپ پر بیچتا ہوں اور صورت یہی ہوگی کہ جتنے پر خریدی اتنے پر دے گا اور اگر طے ہو کہ جتنے پر خریدی ہے اس سے مثلاً ۱۰ روپے نفع پر آپ پر میں نے بیچی تو یہ بیع مرابحہ ہے۔

(۴۶۹۸)......حضرت سعید بن میسب رحمہ اللہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیع تولیہ اور اقالہ برابر ہیں (ایک چیز ہیں) اس میں حرج نہیں ہے۔اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے (نصب الرایہ، فتح القدیر) فتح القدیر میں مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے لفظ ہیں کہ تولیہ اور اقالہ اور شرکت برابر ہیں ان میں حرج نہیں ہے۔ یہ سعید بن میسب کی مرسل ہے۔اور ان کی مرسل حجت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

فائدہ:۔ تولیہ اور اقالہ کی وضاحت گذر گئی ہے اور شرکت یہ ہے کہ کسی آدمی کی چیز کی جو قیمت ہے آدھی قیمت ادا کر کے اس آدمی کے ساتھ اُس چیز میں شریک بن سکتا ہے۔بیع تولیہ اور مرابحہ اور شرکت میں چیز کی اصل قیمت جس پر خریدی گئی ہے بتانا اور اس کا جاننا ضروری ہے ورنہ بیع فاسد ہوتی ہے۔

(۴۶۹۹)......امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث ہجرت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سواری کی دو اونٹنیاں نبی

وذكر ابن إسحاق في "السيرة" "فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا أَرْكَبُ بَعِيْرًا لَيْسَ لِيْ، قَالَ فَهِيَ لَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: لَا! وَلٰكِنْ بِالثَّمَنِ الَّذِي اِبْتَعْتَهَا بِهِ، قَالَ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: قَدْأَخَذْتُهَا بِذٰلِكَ"۔ الحديث۔

٤٧٠٠...... أخرج البيهقي من طريق ابن عون، عن محمد (هو ابن سيرين): أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَ يَشْتَرِي الْعِيْرَ، فَيَقُوْلُ: مَنْ يُرْبِحُنِيْ عُقُلَهَا مَنْ يَضَعُ فِيْ يَدِيْ دِيْنَارًا، لم يعله البيهقي (٥:٣٢٩)، ولا ابن التركماني بشيء، فالحديث حسن، أو صحيح۔

٤٧٠١...... ومن طريق أحمد بن حنبل: ثنا وكيع، ثنا مسعر، عن أبي بحر، عن شيخ لهم قَالَ: "رَأَيْتُ عَلٰى عَلِيٍّ رضي الله عنه إِزَارًا غَلِيْظًا، قَالَ: اشْتَرَيْتُ بِخَمْسَةِ دَرَاهِمَ فَمَنْ أَرْبَحَنِيْ فِيْهِ دِرْهَمًا بِعْتُهُ إِيَّاهُ"۔ قُلْتُ: وهذا سند صحيح غير أن فيه شيخا لم يسم، وأبو بحر ليس هو البكراوي الضعيف بل هو ثعلبة بن مالك نزيل البصرة مولى أنس بن مالك، وعنه القاسم بن شريح، وابن أبي ليلى، وشعبة، والمسعودي و غيرهم، قال أبو حاتم: صالح الحديث، وذكره ابن حبان في

کریم ﷺ کے سامنے کر کے عرض کیا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ان میں سے ایک آپ لے لیں آپ ﷺ نے فرمایا قیمت کے ساتھ لوں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اس اونٹ پر سوار نہیں ہوں گا جو میرا نہ ہو عرض کیا یارسول اللہ تو یہ آپ کا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا نہ بلکہ اتنی قیمت پر میرا ہو گیا جتنی پر تو نے خریدا ہے۔ عرض کیا میں نے اتنی اتنی پر خریدا ہے فرمایا بس میں نے اُتنی قیمت پر اس کو لیا ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے بیع تولیہ کا ثبوت واضح ہے۔ اور یہ بھی کہ اس بیع میں پہلی قیمت معلوم ہونا ضروری ہے۔

(۴۷۰۰)......حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قافلہ کا سامان خریدتے تھے پھر فرماتے تھے کون ہے جو مجھ پر اس کی رسی کا بیع مرابحہ والا معاملہ کرے؟ کون ہے جو میرے ہاتھ میں ایک دینار (زائد) رکھے؟ (بیہقی ۵/۳۲۹) اس حدیث کو نہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا نہ ابن الترکمانی رحمہ اللہ نے تو یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے بیع مرابحہ کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(۴۷۰۱)......ابو بحر اپنے شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موٹا تہبند لئے ہوئے دیکھا اور کہہ رہے تھے کہ یہ میں نے پانچ درہم پر خریدا ہے تو کون ہے جو اس میں مجھ سے ایک درہم زائد دے کر بیع مرابحہ کا معاملہ کرتا ہے کہ میں یہ اس پر بیچ دوں؟ (سنن بیہقی ۵/۳۳۰) میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی سند صحیح ہے مگر اس میں ابو بحر کے شیخ کا نام ذکر نہیں ہوا اور ابو بحر بکراوی مراد نہیں بلکہ یہ ثعلبہ بن مالک ہے بصرہ کا رہنے والا حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کا آزاد کردہ غلام جس سے قاسم بن شریح، ابن ابی لیلی، شعبہ اور مسعودی وغیرہم روایت کرتے ہیں ابو حاتم فرماتے ہیں صالح الحدیث ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

"الثقات"، كذا في "تعجيل المنفعة" (٦٤)، قال البيهقي: و روينا عن شريح وسعيد بن المسيب وإبراهيم النخعي: "أَنَّهُمْ كَانُوا يُجِيزُوْنَ بَيْعَ دَهْ دَوَازْدَهْ"۔

٤٧٠٢...... ومن طريق سعيد بن منصور: ثنا سفيان، عن عبيد الله بن أبي زياد، أو يزيد: "سمع ابن عباس يَنْهىٰ عَنْ بَيْعِ دَهْ يَازْدَهْ أَوْ دَوَازْدَهْ۔ وَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ بَيْعُ الْأَعَاجِمِ"، قال البيهقي (٥:٣٣): وَهٰذَا يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ إِنَّمَا نَهىٰ عَنْهُ إِذَا قَالَ: هُوَ لَكَ بِدَهْ يَازْدَهْ، أَوْ قَالَ: بِدَه دَوَازْدَهْ وَلَمْ يُسَمِّ رَأْسَ الْمَالِ، ثُمَّ سَمَّاهُ عِنْدَ النَّقْدِ، وَكَذٰلِكَ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِيْ ذٰلِكَ، والله أعلم۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْمُشْتَرٰى قَبْلَ الْقَبْضِ

٤٧٠٣...... عن ابن عباسؓ، قال: "أَمَّا الَّذِيْ نَهىٰ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتّٰى يُقْبَضَ" (بخاري ١:٢٨٦)۔

(تعجیل المنفعۃ) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ شریح اور سعید بن مسیب اور ابراہیم نخعی سے ہمیں روایت ملی ہے کہ وہ دس والی چیز بارہ پر بیچنا جائز ٹھہراتے تھے۔

(۴۷۰۲)......عبید اللہ بن ابی زیاد یا عبید اللہ ابن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ دس پر لی ہوئی چیز گیارہ یا بارہ پر بیچنے سے روک رہے تھے اور فرمایا یہ عجمیوں کی بیع ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کلام کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت اس وقت فرمائی جب آدمی بیچتے ہوئے کہے کہ فلاں چیز تیری ہوگئی دس گیارہ یا کہے دس بارہ پر اور (یوں کہہ کر بیع کریں اور) قیمت کا تقرر نہ ہو پھر وصولی کے وقت تقرر کرے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو ممانعت مروی ہے اس کا بھی یہی مطلب ہوگا۔

فائدہ:۔ حدیث کا ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ بیع مرابحہ سے منع فرما رہے تھے کہ دس والی بارہ پر بیچو کہ کہہ دو یہ دس کی چیز ہے میں بارہ پر بیچتا ہوں۔ امام بیہقی اس مطلب کو نہیں لے رہے اور دوسرا مطلب بیان فرما رہے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بیع کے وقت قیمت کا پوری طرح تقرر نہ ہو مثلاً یہ چیز میں تجھ پر دس بارہ پر بیچتا ہوں پھر قیمت کی وصولی کے وقت دس یا بارہ لیکر دو میں سے ایک کا تعین کرے یہ درست نہیں پہلے مطلب سے یہ دوسرا مطلب لینا بہتر ہے۔

باب قبضہ کرنے سے پہلے خریدنے والا چیز نہ بیچے

(۴۷۰۳)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس صورت سے نبی ﷺ نے منع فرمایا وہ یہ ہے کہ قبضہ کرنے سے پہلے غلہ بیچ دیا جائے۔ (بخاری ۱/۲۸۶)

فائدہ:۔ غلہ ہو یا منقولات میں سے کوئی اور چیز اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا ناجائز ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يَجْرِيَ فِيْهِ الصَّاعَانِ

٤٧٠٤...... قال البزار في مسنده: حدثنا محمد بن عبدالرحيم، ثنا مسلم أبحري، ثنا مخلد بن حسين، عن هشام بن حسان، عن محمد بن سيرين، عن أبي هريرة، قال: نهى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يَجْرِيَ فِيْهِ الصَّاعَانِ، صَاعُ الْبَائِعِ وَصَاعُ الْمُشْتَرِي، فَيَكُوْنُ لِصَاحِبِهِ الزِّيَادَةُ وَعَلَيْهِ النُّقْصَانُ" (نصب الراية ٢:١٨٦)، وقال في "الدراية": إسناده جيد، وقال الحافظ في "الفتح": بإسناد حسن- وأخرجه ابن ماجة وغيره عن جابر بإسناد فيه محمد بن أبي ليلى بدون قوله: "فَيَكُوْنُ لِصَاحِبِهِ الزِّيَادَةُ، وَعَلَيْهِ النُّقْصَانُ" ، وأخرجه ابن أبي شيبة عن الحسن عن النبي ﷺ مرسلا-

باب غلہ خرید کرآگے دوسرے پراس وقت تک نہ بیچو جب تک دو پیمانے نہ ناپ لیں

(۴۷۰۴)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسند بزار میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غلہ کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا جب تک کہ اس میں دو صاع جاری نہ ہوں ایک بیچنے والے کا صاع دوسرا خریدنے والے کا صاع تو اس طرح کرنے سے زائد مقدار ہو تو مالک کی ہوگی کم ہو تو بھی اسی کا نقصان ہوگا (نصب الرایہ) درایہ میں ہے کہ اس کی سند عمدہ ہے اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس کو ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے مختصراً نقل کیا ہے جس کی سند میں محمد بن ابی لیلیٰ ہے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسل روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ مطلب یہ ہے کہ جب ایک آدمی کسی سے غلہ خرید کر لایا تو بائع نے اس کو وزن کر کے دیا ہے پھر جب یہ خریدار تیسرے شخص پر بیچے تو اس کو بھی وزن کر کے دے پہلے بائع کے وزن پر بھروسہ کر کے وزن کئے بغیر تیسرے شخص کو نہ دے دے اور یہ بھی اس صورت میں ہے جب پہلے بائع نے خریدار کے سامنے وزن نہیں کیا اور نہ خریدار نے اپنی غیبت میں وزن کر رکھنے کا کہا بلکہ بائع نے اپنے طور پر خریدار کی غیر موجودگی میں وزن کیا، لیکن اگر بائع نے خریدار کی موجودگی میں وزن کیا یا اس کے حکم سے اس کی غیر موجودگی میں وزن کیا تو اب جب خریدار تیسرے شخص پر بیچے تو خریدار پر وزن کر کے دینا لازم نہیں ہے۔

٤٧٠٥ ...... وقال عبدالرزاق فی "مصنفه": أخبرنا معمر، عن یحیی بن أبی کثیر، أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَ حَکِیْمَ بْنَ حِزَامٍ کَانَا یَبْتَاعَانِ التَّمْرَ وَیَجْعَلَانِهِ فِیْ غَرَائِرَ ثُمَّ یَبِیْعَانِهِ بِذٰلِكَ الْکَیْلِ، فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ یَبِیْعَاهُ حَتّٰی یَکِیْلَاهُ لِمَنِ ابْتَاعَهُ مِنْهُمَا (نصب الرایة ٢:١٨٦)، وهو مرسل صحیح، وقال البیهقی: قد روی ذلك موصولا من أوجه إذا ضم بعضها إلی بعض قوی مع ما سبق من الحدیث الثابت عن ابن عمر وابن عباس وغیرهما فی هذا الباب۔

بَابُ بَیْعِ الصِّکَاكِ

٤٧٠٦ ...... عن سلیمان بن یسار: "أَنَّ صِکَاكَ التُّجَّارِ خَرَجَتْ فَاسْتَأْذَنَ التُّجَّارُ مَرْوَانَ فِیْ بَیْعِهَا فَأَذِنَ لَهُمْ، فَدَخَلَ أَبُوْ هُرَیْرَةَ عَلَیْهِ، فَقَالَ لَهٗ: أَذِنْتَ فِیْ بَیْعِ الرِّبَا وَقَدْ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ یُشْتَرٰی

(٤٧٠٥)......حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما کھجور خرید کر برتنوں میں ڈال دیتے پھر اُسی پہلی کیل کے ذریعہ ہی آگے بیچ دیتے تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کو منع فرمایا کہ جب تک اپنے سے خریدنے والے کو کیل نہ دو نہ بیچو (نصب الرایہ) یہ روایت مرسل صحیح ہے اور امام بیہقی کہتے ہیں کہ یہ موصول طریقے یہ بھی کئی سندوں سے مروی ہے کہ جب بعض کو بعض سے ملایا جائے تو قوی ہو جاتی ہے، پھر اس باب میں حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہما سے روایت بھی گذر چکی ہے (وہ بھی اس کی مؤید ہے)

فائدہ:۔ اس حدیث کا بھی وہی مطلب ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ کے سامنے بائع نہ تولتے تھے اس وجہ سے آپ ﷺ نے منع فرمادیا کہ دوسروں کو تولے بغیر نہ دے دیا کرو بلکہ اپنے خریدار کو تول کر دیا کرو۔

باب چیک کی خرید وفروخت کے بیان میں

(٤٧٠٦)......حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (حکومت کی طرف سے) تاجروں کے چیک نکلے تو تاجروں نے مروان سے ان کے بیچنے کی اجازت چاہی اس نے ان کو اجازت دے دی پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا کیا آپ نے سودی خرید و فروخت کی اجازت دے دی حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی غلہ خرید کر وصول کر لینے سے پہلے بیچ ڈالے؟ سلیمان کہتے ہیں کہ پھر میں نے دیکھا کہ مروان نے اپنے نوکر چاکر ادھر ادھر بھیجے انہوں نے وہ چیک ان لوگوں سے چھین لئے جو اس گناہ سے بچنا نہیں چاہتے تھے۔

الطَّعَامُ، ثُمَّ يُبَاعُ حَتّٰى يُسْتَوْفٰى؟ قَالَ سُلَيْمَانُ: فَرَأَيْتُ مَرْوَانَ بَعَثَ الْحَرَسَ، فَجَعَلُوا يَنْتَزِعُوْنَ الصِّكَاكَ مِنْ أَيْدِيْ مَنْ لَا يَتَحَرَّجُ مِنْهُمْ"، رواه أحمد بإسناد صحيح (مسند ٣:٣٢٩)۔

تَتِمَّةُ بَابِ بَيْعِ الصُّكُوْكِ

٤٧٠٧...... مالك: أنه بلغه "أَنَّ صُكُوْكًا خَرَجَتْ لِلنَّاسِ فِيْ زَمَانِ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ مِنْ طَعَامِ الْجَارِ فَتَبَايَعَ النَّاسُ تِلْكَ الصُّكُوْكَ بَيْنَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفُوْهَا، فَدَخَلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، فَقَالَا: أَتُحِلُّ بَيْعَ الرِّبَا يَا مَرْوَانُ؟ فَقَالَ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ، وَمَا ذَاكَ؟ فَقَالَا: هٰذِهِ الصُّكُوْكُ تَبَايَعَهَا النَّاسُ ثُمَّ بَاعُوْهَا قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفُوْهَا، فَبَعَثَ مَرْوَانُ الْحَرَسَ يَنْتَزِعُوْنَهَا مِنْ أَيْدِي النَّاسِ وَيَرُدُّوْنَهَا إِلٰى أَهْلِهَا"، كذا في "الموطأ" (٢٦٤)، ولا يخفى أن بلاغات مالك حجة عند القوم، وقد وصله أحمد، كما مر۔

(٤٧٠٧)......امام مالک رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ ان تک یہ روایت پہنچی کہ مروان بن حکم کے دور میں لوگوں کیلئے جار مقام کے غلہ کے چیک نکلے تو وصول کرنے سے پہلے انہوں نے باہم فروخت کرنے شروع کر دیئے تو حضرت زید بن ثابت اور ایک اور صحابی مروان بن حکم کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا اے مروان! کیا تو سود کی خرید وفروخت کی اجازت دے چکا ہے؟ مروان نے کہا میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ کیا ہوا؟ فرمایا چیک لوگ خرید وفروخت کر کے غلہ وغیرہ وصول کرنے سے پہلے فروخت کر رہے ہیں تو مروان نے چیکر بھیجے جو لوگوں کے ہاتھوں سے چھین کر چیک کے اصل مالکوں کے حوالے کر دیتے تھے (موطا ٢٦٤) اور ظاہر ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کے بلاغات محدثین کے ہاں حجت ہیں اور امام احمدؒ نے اس کو موصولاً بھی بیان کیا ہے۔

فائدہ:۔ حدیث میں ذکر کئے ہوئے چیک سے مراد یہ ہے کہ حکام بعض لوگوں کو کھانے وغیرہ ضروریات اور تنخواہ کیلئے چیک دیتے تھے جس میں غلہ وغیرہ کی مقدار لکھی ہوتی تھی اور وہ لوگ اس کو دکھا کر حاصل کر سکتے تھے پھر تاجر قسم کے لوگ وہ چیک اُن غرباء اور مستحقین سے پیسوں کے عوض خرید لیتے تھے اور چیک دکھا کر غلہ وغیرہ خود نکلوا لیتے تھے۔ اس صورت میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جس کا چیک نکلے اس چیک کو دوسرے شخص پر بیچ دے اس کو علماء احناف جائز ٹھہراتے ہیں دوسری صورت یہ ہے کہ جس کا چیک نکلا اُس سے خریدنے والا بیت المال سے لکھی ہوئی غلہ وغیرہ کی مقدار نکلوائے بغیر وہ غلہ تیسرے شخص پر بیچ دے اس کیلئے حکم یہ ہے کہ جب تک غلہ وغیرہ وصول نہ کرے تب تک تیسرے شخص پر نہ بیچے کیونکہ قبضہ کرنے سے پہلے چیز بیچنا جائز نہیں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اس مضمون کی حدیث پر باب باندھا ہے کہ ایک شخص کا کسی پر قرض ہے یا وظائف ہیں اس کو وصول کرنے اور قبضہ کرنے سے پہلے

٤٧٠٨ ...... مالك عن يحيى بن سعيد، أنه سمع جميل بن عبدالرحمٰن المؤذن يقول لسعيد بن المسيب: إِنِّیْ رَجُلٌ أَبْتَاعُ مِنَ الْاَرْزَاقِ الَّتِیْ يُعْطَى النَّاسُ بِالْجَارِ مَاشَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ أُرِيْدُ أَنْ أَبِيْعَ الطَّعَامَ الْمَضْمُونَ عَلَيَّ إِلٰى أَجَلٍ، فَقَالَهُ سَعِيْدٌ: أَتُرِيْدُ أَنْ تُوَفِّيَهِمْ مِنْ تِلْكَ الْاَرْزَاقِ الَّتِیْ ابْتَعْتَهَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَنَهَاهُ عَنْ ذٰلِكَ"، كذا فی "الموطأ" أيضا (٢٦٥)۔

٤٧٠٩ ...... وأخرج البيهقي من طريق سفيان عن معمر عن الزهری عن ابن عمر وزيد ابن ثابت: أَنَّهُمَا كَانَا لَا يَرَيَانِ بِبَيْعِ الرِّزْقِ بَأْسًا، وَعن سفيان عن إسماعيل بن أبی خالد عن الشعبی أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَرٰى بَأْسًا بِبَيْعِ الرِّزْقِ وَيَقُوْلُ: لَا يَبِيْعُهُ الَّذِی اشْتَرَاهُ حَتّٰى يَقْبِضَهُ، قال البيهقی: وهذا هو المراد إن شاء الله بما روی فی ذلك عن عمر رضی الله عنه وسيأتی قلت: سكت عنه البيهقی وأقره عليه ابن التركمانی فالحديث حسن أو صحيح۔

بیچنا۔ پھر اس کا حکم ذکر فرمایا کہ وصولی سے پہلے بیچنا درست نہیں ہے۔ ہاں جس پر (غلہ وغیرہ) قرض ہے اُسی پر وصولی سے پہلے بیچنا چاہے تو درست ہے (مؤطا امام محمد ص ۳۵۵)

امام محمد رحمہ اللہ کی عبارت کی صورت مسئلہ یہ بنتی ہے کہ ایک شخص نے کسی کو بطور قرض مثلاً گندم دی پھر وہ گندم وصول کرنے سے پہلے ہی تیسرے شخص پر بیچتا ہے یہ درست نہیں ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے لشکر نے کافروں پر حملہ کر کے مال غنیمت حاصل کیا مگر مال غنیمت ہر ایک مجاہد کو ملنے سے پہلے کوئی مجاہد مشترک مال غنیمت میں سے غلام آزاد کرتا ہے یا کوئی چیز بیچتا ہے حالانکہ وہ اس کیلئے متعین نہیں ہوئی (اگر چہ اس میں اس کا بھی حصہ ہے) تو یہ آزاد کرنا اور بیچنا نافذ نہ ہوگا۔

(۴۷۰۸)...... حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے جمیل بن عبدالرحمٰن مؤذن کو حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرا کاروبار ہے کہ میں جار مقام میں لوگوں کو ملنے والے وظائف خریدتا ہوں پھر چاہتا ہوں کہ ان وظائف (غلوں وغیرہ) کو (جن کی ضمان میرے ذمہ ہوتی ہے) ایک میعاد مقرر کر کے فروخت کردوں (تو ایسا کرسکتا ہوں؟) حضرت سعید رحمہ اللہ نے پوچھا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ (جن) لوگوں (پر غلہ وغیرہ بیچا ہے ان) کو اس غلہ میں سے ادا کرے جو تو نے خریدا ہے؟ جمیل نے کہا ہاں تو حضرت سعید رحمہ اللہ نے اس کو اس سے روکا (مؤطا امام مالک ۵۸۶، مؤطا امام محمد ۳۵۵)

فائدہ:۔ یعنی جمیل مؤذن ان لوگوں سے جن کو وظائف ملتے تھے وہ وظائف (غلہ وغیرہ) ادھار پر خرید لیتے تھے پھر (جن لوگوں سے غلہ خریدا ہوتا) ان کو خریدے ہوئے غلہ میں سے قیمت کی ادائیگی کرنا چاہتے تھے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے اس سے منع فرمایا

(۴۷۰۹)...... امام زہری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما وظائف کے طور پر ملنے والے مال کے بیچنے میں

٤٧١٠...... أخرج البيهقي من طريق مالك، عن نافع مولى عبدالله بن عمر: أَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ ابْتَاعَ طَعَامًا أَمَرَ بِهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِلنَّاسِ فَبَاعَ حَكِيْمُ الطَّعَامَ قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفِيَهُ فَسَمِعَ بِذَالِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ، وَقَالَ: لَا تَبِعْ طَعَامًا ابْتَعْتَهُ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَهُ"، سكت عنه البيهقي، وأقره عليه ابن التركماني، ولم يعله بشيء۔ قال البيهقي: " فَحَكِيْمٌ كَانَ قَدِاشْتَرَاهُ بِنْ صَاحِبِهِ فَنَهَاهُ عَنْ بَيْعِهِ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ"، والحديث أخرجه محمد في "الموطأ" عن نافع نحوه، وهذا سند صحيح۔

بَابُ اسْتِبْدَالِ الثَّمَنِ

٤٧١١...... عن ابن عمرؓ قال: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: إِنِّيْ أَبِيْعُ الْإِبِلَ بِالْبَقِيْعِ فَأَبِيْعُ بِالدَّنَانِيْرِ وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ وَأَبِيْعُ بِالدَّرَاهِمِ وَآخُذُ الدَّنَانِيْرَ، فَقَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَ بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ رواه الخمسة صححه الحاكم (نيل الأوطار ٥:١٦-١٧)۔

حرج نہیں سمجھتے تھے۔اور سفیان اسماعیل بن ابی خالد کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ امام شعبی رحمہ اللہ بھی وظائف بیچنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے جو خریدے وہ قبضہ کرنے سے پہلے نہ بیچے، امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں جو نقل ہے اس کی مراد بھی یہی ہے جس کا عنقریب ذکر آئے گا اس روایت پر امام بیہقی اور ابن ترکمانی رحمہما اللہ دونوں نے سکوت کیا ہے تو یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔(سنن البیہقی ۵/۳۱۴)۔

(۴۷۱۰)......حضرت نافع مولی ابن عمر سے روایت ہے کہ حکیم رضی اللہ عنہ بن حزام نے وہ غلہ خرید لیا جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دینے کا حکم فرمایا تھا پھر حکیم نے وصول کرنے سے پہلے وہ غلہ بیچ دیا یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن لی تو حکیم پر اس کو واپس کر دیا اور فرمایا جب تک وصول نہ کرے تب نہ خریدا ہوا غلہ نہ بیچ، اس روایت کو امام بیہقی نے بسند امام مالک تخریج کیا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے بھی اس کو موطا میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے امام بیہقی اور ابن ترکمانی نے اس پر سکوت کیا ہے اور کوئی علت بیان نہیں کی اور امام بیہقی نے فرمایا کہ حکیم رضی اللہ عنہ نے مالک سے خرید لیا تھا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکمل قبضہ کرنے سے پہلے ان کو بیچنے سے روک دیا۔(بیہقی ۵/۳۱۵)۔

باب ثمن یعنی دراہم ودنانیر میں تبادلہ کرنا

(۴۷۱۱)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بقیع میں اونٹ بیچتا ہوں تو بیچتا تو دیناروں کے بدلے میں ہوں لیکن لیتا دراہم ہوں ایسے ہی دراہم کے بدلے بیچتا ہوں اور دنانیر لے لیتا ہوں فرمایا اسی دن کے بھاؤ

أَبْوَابُ بُيُوعِ الرِّبَا . اَلرِّبَا فِيْ كُلِّ مَا يُكَالُ وَيُوْزَنُ وَأَنَّ الْجَيِّدَ وَالرَّدِيْءَ فِي الرِّبَوِيَّاتِ سَوَاءٌ

٤٧١٢...... عن أبي سعيد بن الخدری سرفوعا: "اَلتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالذَّهَبُ بِالذَّهَبِ و الفِضَّةُ بِالفِضَّةِ يَدًا بِيَدٍ عَيْنًا بِعَيْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ فَمَنْ زَادَ فَهُوَ رِبًا"- ثُمَّ قَالَ: وَكَذٰلِكَ مَا يُكَالُ وَيُوْزَنُ أَيْضًا، أخرجه الحاكم في "المستدرك" (٤٣:٢) في حديث طويل، وقال: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه بهذه السياقة- وقال محمد في "كتاب البيوع" في آخره: "وَكَذٰلِكَ كُلُّ مَا يُكَالُ أَوْ يُوْزَنُ"، رواه من طريق مالك بن أنس، وإسحاق ابن إبراهيم

کے مطابق لے لینے میں حرج نہیں جب تک دونوں علیحدہ نہ ہو جاؤ اور تمہارے درمیان حائل چیز نہ آ جائے۔اس کو پانچوں ائمہ نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔(نیل الاوطار)

فائدہ:۔ حدیث باب کے عنوان کے اثبات میں واضح ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دراہم کے بجائے دینار اور دینار کے بجائے دراہم سے تبادلہ کرلیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی بشرطیکہ اسی مجلس میں ایسا کرلیا جائے۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے اس سے کوئی چیز خریدنا جائز ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص پر قرض ہو اسی شخص سے دَین کو بیچنا جائز ہے، پھر یہ تبادلہ کا جواز بیع صرف کے علاوہ صورتوں میں ہے بیع صرف میں جائز نہیں ہے کیونکہ بیع صرف میں دونوں طرف کے دراہم ودنانیر مبیع بھی ہوتے ہیں اور ثمن بھی تو وہاں ثمن کا ثمن سے تبادلہ نہیں ہے بلکہ اس میں قبضہ سے پہلے مبیع کو بھی بدلانا ہے اور یہ جائز نہیں۔

﴿سودی خرید وفروخت کے ابواب﴾

ہر ناپ وتول کی جانے والی چیزوں میں سود ہو سکتا ہے اور سودی چیزوں میں عمدہ اور ردی برابر ہیں

(٤٧١٢)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کھجور کھجور کے بدلے میں اور گندم گندم کے اور جو جو کے اور سونا سونے کے اور چاندی چاندی کے بدلے میں ہاتھ در ہاتھ اور دونوں کی تعیین کے ساتھ برابر سرابر بیچو، جو زیادتی ہوگی وہ سود ہے پھر فرمایا یہی حکم ہر ناپ وتول کی جانے والی چیز میں ہے۔اس کو امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک (٤٣/٢) میں طویل حدیث میں روایت کرکے فرمایا یہ صحیح سند والی حدیث ہے لیکن بخاری ومسلم نے اس متن کے ساتھ روایت نہیں کی۔امام محمد رحمہ اللہ کتاب البیوع کے آخر میں یہ لفظ ذکر فرماتے ہیں کہ ہر ناپ تول کی جانے والی چیزیں ایسی ہی نہیں۔اس کو امام مالک اور اسحاق بن ابراہیم حنظلی رحمهما الله کی سند سے روایت کیا ہے (بدائع ١٨٤/٥، مبسوط سرخسی ١١٢/١٢)

الحنظلی (بدائع ٥:١٨٤)۔ "والمبسوط" للسرخسی (١٢:١١٢ظ)۔

٤٧١٣...... وعن سعيد بن المسيب، أن أبا سعيد الخدری وأبا هريرة حدثاه: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ سَوَادَ بْنَ غَزِيَّةَ وَأَمَّرَهُ عَلٰى خَيْبَرَ فَقَدِمَ عَلَيْهِ بِتَمْرٍ يَعْنِي الطَّيِّبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا نَشْتَرِي الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ مِنَ الْجَمْعِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تَفْعَلْ وَلٰكِنْ بِعْ هٰذَا وَاشْتَرِ بِثَمَنِهِ هٰذَا، وَكَذٰلِكَ الْمِيْزَانُ"۔ أخرجه الشيخان۔

٤٧١٤...... وعن الحسن، عن عبادة وأنس بن مالك، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَا وُزِنَ مِثْلٌ بِمِثْلٍ إِذَا كَانَ نَوْعًا وَاحِدًا وَمَا كِيْلَ فَمِثْلُ ذٰلِكَ فَإِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَلَا بَأْسَ بِهِ"، رواه "الدارقطنی" بسند حسن، کما فی "المنتقی" و "النیل"۔

فائدہ:۔ اس حدیث کے راوی حیان پر امام ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص میں جرح کی ہے اور امام بیہقی نے فرمایا کہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے لیکن امام ابن الترکمانی رحمہ اللہ نے جوہر نقی میں فرمایا کہ امام ابن حبانؒ نے اس کو ثقہ تبع تابعین میں ذکر کیا ہے اور ابوبکر بزار فرماتے ہیں کہ **لاباس به** ہے اور ابوحاتم صدوق کہتے ہیں اور لسان المیز ان میں روح بن عبادہ سچا راوی کہتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ مختلف فیہ راوی ہے لہٰذا اس کی حدیث درجہ حسن سے نیچے نہیں خاص کر جبکہ بخاری مسلم کی حدیث میں لفظ **و کذالك المیزان** بھی ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ سود کی علت ایک جنس ہونے کے ساتھ کیلی اور وزنی ہونا ہے اگلی احادیث سے بھی یہی ثابت ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

(٤٧١٣)......حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور خیبر پر عامل بنایا وہ عمدہ قسم کی کھجوریں لائے آپ ﷺ نے پوچھا کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہیں؟ عرض کیا نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ! ﷺ بلکہ ہم اس طرح کی ایک صاع کھجور (ردی قسم کی) دو صاع کھجور کے بدلے میں اور عمدہ دو صاع کھجور (ردی) تین صاع کھجور کے بدلے میں خریدتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ (اپنی ردی) کھجور کو قیمت کے ساتھ فروخت کر کے اس قیمت کے عوض میں یہ عمدہ کھجور خرید کرو اور ایسا ہی تولی جانے والی چیز کا حکم ہے۔ اس کو بخاری (١/٢٩٣، ٣٠٨)، مسلم (٢/٢٦) نے روایت کیا ہے۔

(٤٧١٤)......حضرت حسن بصری رحمہ اللہ حضرت عبادہ وانس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو چیزیں تول کر خرید وفروخت کی جانے والی ہیں وہ جب ایک قسم کی ہوں تو برابر سرابر ہونی ضروری ہیں اور جو ناپ کر فروخت ہونے والی ہیں وہ بھی برابر سرابر دی جائیں ہاں جب قسم مختلف ہو تو حرج نہیں ہے اس کو امام دارقطنیؒ نے (سنن ٣/٢١) سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے جیسا کہ منتقی اور نیل الاوطار میں ہے۔

٤٧١٥...... عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تَبِيْعُوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تَبِيْعُوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيْعُوْا مِنهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ" (متفق عليه)، وفي "شرح المهذب" (١٠: ٦٣-٦٤)، أما حديث أبي سعيد الخدري فهو أتمها وأحسنها بعد حديث عبادة، لا سيما وهو المناظر لابن عباس في ذلك، وهو في أصله متفق على صحته، وقد اعتمد عليه أبو حنيفة، فإنه رواه عن عطية عنه ولفظه عند مسلم وهو أتم ألفاظه: "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ، فَمَنْ زَادَ وَاسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبٰى، اَلْآخِذُ وَالْمُعْطِيْ فِيْهِ سَوَاءٌ. وكذلك رواه أحمد في "المسند" اھ.

فائدہ:۔ ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہوا کہ ہر موزونی اور ہر مکیلی چیز کو جب اسی کی قسم کی موزونی و مکیلی کے عوض خرید وفروخت کیا جائے تو برابر سرابر ہونا ضروری ہے مثلاً کھجور (ردی ہو یا عمدہ) اس کو جب کھجور کے بدلے میں خریدنا ہو تو دونوں طرف وزن برابر ہونا ضروری ہے ایسے ہی گندم، گندم کے عوض میں، سونا سونے کے عوض میں، چاندی چاندی کے عوض میں وغیرہ برابر سرابر ہونا ضروری ہے چاہے ایک طرف ردی ہو اور دوسرے طرف عمدہ ہو۔ اگر آدمی چاہے کہ ردی کھجور دگنی دیکر عمدہ کھجور اس سے کم لے لوں تو جتنی مقدار زیادہ ہوگی وہ سود ہوگا ہاں سود سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ردی کھجور کو بیچ لے اس کی جتنی قیمت وصول ہو اس قیمت سے عمدہ کھجور خرید لے۔ اور جو چیزیں ایک قسم کی نہیں ہیں مثلاً ایک طرف گندم اور دوسری طرف جَو تو گندم ایک بوری جَو دو بوری کے عوض خرید وفروخت ہوسکتی ہے۔

(۴۷۱۵)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سونا سونے کے بدلے میں نہ بیچو مگر برابر سرابر اور ایک کو دوسرے سے کم زیادہ کر کے نہ بیچو۔ اور چاندی چاندی کے عوض بھی نہ بیچو مگر برابر سرابر اور نہ بیچو کم زیادہ کر کے اور ان میں سے کسی غائب کو حاضر کے عوض بھی نہ بیچو (بخاری ۱/ ۲۹۱، مسلم ۲/ ۲۴) اور شرح المہذب (۱۰/ ۶۳، ۶۴) میں ہے کہ حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے بعد اتم اور احسن ہے بالخصوص جبکہ انہوں نے اُس حدیث کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بحث فرمائی ہے اور وہ حدیث اپنی اصل میں صحت سے متعلق متفق علیہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس پر اعتماد کیا ہے کیونکہ انہوں نے اُس کو بروایتِ عطیہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے لفظ مسلم میں ہیں اور اس کے الفاظ اتم ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سونا سونے کے بدلے میں، چاندی چاندی کے بدلے میں گندم گندم کے اور جَو جَو کے اور کھجور کھجور کے اور نمک نمک کے بدلے میں برابر سرابر ہاتھ در ہاتھ ہو جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سود کا معاملہ کیا، سود لینے والا اور دینے والا برابر ہیں، ایسی ہی روایت امام احمد رحمہ اللہ نے مسند میں روایت کیا ہے۔

۴۷۱۶...... عن عبادة بن الصامتؓ أَنَّهُ قَامَ فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ قَدْ أَحْدَثْتُمْ بُيُوعًا مَاأَدْرِى مَا هِيَ؟ وَأَنَّ الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ تِبْرُهُ وَعَيْنُهُ وَزْنًا بِوَزْنٍ يَدًا بِيَدٍ، والفِضَّةَ بِالفِضَّةِ تِبْرُهَا وَعَيْنُهَا وَزْنًا بِوَزْنٍ يَدًا بِيَدٍ وَلَا يَصْلُحُ نَسَئًا وَالبُرَّ بِالبُرِّ مُدًّا بِمُدٍّ يَدًا بِيَدٍ وَالشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ مُدًّا بِمُدٍّ يَدًا بِيَدٍ، وَلا بَأْسَ بِبَيْعِ الشَّعِيرِ بِالبُرِّ وَالشَّعِيرُ أَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ، وَلَا يَصْلُحُ نَسِيئَةً، وَالتَّمرَ بِالتَّمْرِ، حتّٰى عَدَّ المِلْحَ بِالمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ، مَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبٰى"۔ كذا رواه ابن أبى عروبة، ورواه همام، وهو من الثقات عن قتادة، عن أبى الخليل، عن مسلم، عن أبى الأشعث، عن عبادة موصولا مرفوعا إلى النبىﷺ فذكره، ثم قال: هذا هو الصحيح الثابت عن أبى قلابة، عن أبى الأشعث، عن عبادة مرفوعا رواه مسلم فى "الصحيح"(سنن البيهقى ۵:۲۷۷)۔ و سنذكر لفظ مسلم فى الحاشية.

فائدہ:۔ یہ حدیث بھی مسئلہ سود کو خوب واضح کرتی ہے کہ ایک جنس کی چیزوں کو برابر سرابر اور ہاتھ در ہاتھ بیچنا ضروری ہے نہ کمی زیادتی جائز ہے نہ یہ کہ ایک ابھی دی جائے دوسری بعد میں لی جائے ورنہ سود ہوگا۔

(۴۷۱۶)......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ کھڑے ہوئے اور فرمایا لوگو! تم نے ایسی خرید وفروخت کی صورتیں نکال لی ہیں کہ معلوم نہیں ان کی حیثیت کیا ہے؟ اور سونا سونے کے بدلے میں پتر کی صورت ہو یا عین ہو ہموزن اور ہاتھ در ہاتھ ہونے چاہئیں ایسے ہی چاندی چاندی کے عوض میں پتر ہوں یا عین ہموزن اور ہاتھ در ہاتھ ہوں ادھار جائز نہیں ہے اور گندم گندم کے عوض میں برابر سرابر اور ہاتھ در ہاتھ ہوں اور جَو جَو کے بدلے میں بھی برابر سرابر ہاتھ در ہاتھ ہوں، اور جَو گندم اور جَو کے بدلے میں اگر زیادہ ہوں اور ہاتھ در ہاتھ ہوں تو حرج نہیں ہے اور ادھار جائز نہیں ایسے ہی کھجور کھجور کے بدلے میں حتی کہ آپ نے نمک کو نمک کے عوض بیچنے کا بھی ذکر کیا اور فرمایا برابر سرابر اور ہاتھ در ہاتھ ہوں۔ جس نے زیادہ دیا یا لیا اس نے سود کا معاملہ کیا۔ ابن ابی عروبہ نے ایسی ہی روایت کی ہے اور ہمام جو ثقہ ہیں انہوں نے قتادہ سے انہوں نے ابوالخلیل سے انہوں نے مسلم سے انہوں نے ابوالاشعث سے انہوں نے عبادہ سے متصل سند کے ساتھ مرفوعاً نبی کریم ﷺ کے فرمان کی صورت میں روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے ابوقلابہ کی سند سے ابوالاشعث کے واسطہ سے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے فرمان کے طریقے پر ثابت ہے جس کو امام مسلم نے صحیح (۲/۲۴،۲۵) میں روایت کیا ہے اور اس کو امام ابوداؤد (۲/۱۱۹) نے بھی روایت کیا ہے جن کے لفظ یہ ہیں کہ گندم گندم کے بدلے میں برابر سرابر ایسے ہی جَو جَو کے بدلے میں اور کھجور کھجور کے بدلے میں اور نمک نمک کے بدلے میں برابر سرابر ایک مد ایک مد کے بدلے میں ہوں اور مبسوط سرخسی میں لفظ ہیں۔ سنو گندم گندم کے بدلے میں دو مد دو مد کے عوض ہوں اور جَو جَو کے بدلے میں دو مد دو مد کے عوض ہوں اور کھجور ونمک کے بدلے میں بھی ایسا ہی فرمایا اور یہ روایت کنز العمال (۴/۳۶ رقم ۹۷۹۴) میں بھی اسی طرح ہے اور اس میں دو دو مُد کا لفظ ہے اور حوالہ ابوداؤد (۲/۱۱۹) اور نسائی (۶/۲۷۵،۲۷۶،۲۷۷) کا

وليس فيه "مدا بمد"، قلت: ورواه أبوداوٗد (٣:٤ ٥ ٢)- بلفظ: اَلْبُرَّ بِالْبُرِّ مُدًّا بِمُدٍّ، وَالشَّعِيْرَ بِالشَّعِيْرِ مُدًّا بِمُدٍّ، والتَّمْرَ بِالتَّمْرِ مُدًّا بِمُدٍّ، وَالْمِلْحَ بِالْمِلْحِ مُدًّا بِمُدٍّ"، الحديث- وفي "المبسوط" للسرخسي بلفظ: "أَلَا وَاِنَّ الْحِنْطَةَ بِالْحِنْطَةِ مُدَّيْنِ بِمُدَّيْنِ، وَالشَّعِيْرَ بِالشَّعِيْرِ مُدَّيْنِ بِمُدَّيْنِ، وَذَكَرَ فِي التَّمْرِ وَالْمِلْحِ بِمِثْلَ ذٰلِكَ" اهـ- وهو كذلك في "كنزالعمال" (٦:٥ ١ ٢) بلفظ "مُدَّيْنِ بِمُدَّيْنِ"، وعزاه إلى أبي داوٗد والنسائي، وإسنادهما صحيحان على شرط مسلم-

٤٧١٧...... محمد: قال أخبرنا سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن سليمان بن يسار، عن أبي الأشعث الصنعاني، قال: " خَطَبَنَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ قَالَ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ أَحْدَثْتُمْ أَمْرًا مَا نَدْرِیْ مَاهُوَ؟"، فذكر الحديث وفيه- "أَلَا وَاِنَّ الْحِنْطَةَ بِالْحِنْطَةِ مُدَّيْنِ بِمُدَّيْنِ، وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الشَّعِيْرِ بِالْحِنْطَةِ يَدًا بِيَدٍ وَالشَّعِيْرُ أَكْثَرُهُمَا، وَلَا يَصْلُحُ نَسِيْئَةً، أَلَا وَاِنَّ التَّمْرَ بِالتَّمْرِ مُدَّيْنِ بِمُدَّيْنِ، فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبٰى" كتاب الحجج لمحمد(٢٢٠)-

دیا ہے اور دونوں سندیں مسلم کی شرط پر صحیح ہیں۔

فائدہ:۔ گذشتہ مباحث پر یہ حدیث واضح دلیل ہے۔

(۴۷۱۷)......امام محمد رحمہ اللہ اپنی سند سے حضرت ابوالاشعث صنعانی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا فرمایا لوگو! تم نے ایسا طریقہ نکالا ہے کہ ہمیں اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ مزید حدیث نقل کرتے ہوئے ذکر کیا کہ سنو گندم گندم کے بدلے میں دومُد دومُد کے عوض میں ہوں۔ اور اس میں حرج نہیں کہ آدمی جَو گندم کے عوض میں ہاتھ در ہاتھ بیچے اور جَو کی مقدار زیادہ ہو لیکن ادھار جائز نہیں۔ خبردار کھجور کھجور کے بدلے میں دومُد دومُد کے عوض میں ہوں جس نے زیادہ دیا یا لیا اس نے سود کا معاملہ کیا (کتاب الحجج /۲۲۰)

فائدہ:۔ گذشتہ حدیث میں اور اس حدیث میں گندم کو گندم اور کھجور کو کھجور کے عوض بیچنے کی صورت میں دومُد میں برابری کا ذکر ہے جس سے یہ مسئلہ نکالا گیا ہے کہ ان چیزوں میں کم از کم دومُد تک برابری ضروری ہے (دومُد نصف صاع ہوتا ہے) جس سے معلوم ہوا کہ دومد سے کم کی صورت میں برابری ضروری نہیں اور کمی بیشی سود کے حکم میں نہیں ہوگی اس لئے ایک مٹھی گندم کے عوض دو مٹھی گندم ہو یا ایک سیب دو سیبوں کے عوض بیچا جائے تو جائز ہے کیونکہ اگر دومُد کی مقدار سے کم میں بھی کمی بیشی سے سود اور حرمت متعلق ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دومُد کی قید لگانا عبث ہے اور جس روایت میں دو کے بجائے ایک مُد کا ذکر ہے اوّل تو وہ مرجوح ہے۔ دوم اگر صحیح ہو تو بھی اس سے بیع الحفنۃ بالحفنتین (ایک مٹھی دو مٹھی کے عوض بیچنا) جائز ثابت ہوتا ہے کیونکہ حفنہ (مٹھی) ایک مُد سے بھی کم ہوتی ہے۔

٤٧١٨...... عن ابن عمرؓ، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تَبِيْعُوا الدِّيْنَارَ بِالدِّيْنَارَيْنِ، وَلَا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ، وَلَا الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ، إِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمُ الرَّمَاءَ وَالرَّمَاءُ هُوَ الرِّبَا، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَبِيْعُ الْفَرَسَ بِالْأَفْرَاسِ، وَالنَّجِيْبَةَ بِالْإِبِلِ؟، قَالَ: لَا بَأْسَ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ"۔ رواه أحمد، والطبراني في "الكبير" بنحوه، وفيه أبو خباب وهو ثقة، ولكنه مدلس (مجمع الزوائد ٤:١١٢)۔

قلت: أبوه أبودحية الكلبي اسمه يحيٰ، قال أبوزرعة، محله الصدق، كذا في "التهذيب" (٣:٧٢)۔ وجهله ابن حزم في "المحلى"، ولكن أبازرعة عرفه ووثقه، والعارف مقدم على من لم يعرف، فالحديث حسن۔

٤٧١٩...... نا ابن أبي زائدة، عن عمرو بن علقمة الليثي، عن أبي سلمة بن عبد الرحمٰن، عن أبي سعيد، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: "لَا يَصْلُحُ دِرْهَمٌ بِدِرْهَمَيْنِ وَلَا صَاعٌ بِصَاعَيْنِ"۔ رواه ابن

(۴۷۱۸)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک دینار دو دینار کے عوض اور ایک درہم دو درہم کے عوض نہ بیچو مجھے تمہارے متعلق سود کا خطرہ ہے تو ایک آدمی کھڑا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ یہ بتائیں کہ آدمی ایک گھوڑا کئی گھوڑوں کے عوض بیچے اور نجیبہ اونٹ (عمدہ قسم آگے بڑھنے تیز رفتار) عام اونٹ کے عوض بیچے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا حرج نہیں بشرطیکہ ہاتھ در ہاتھ بیع ہو۔ اس کو امام احمد اور طبرانی نے کبیر میں اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور اس میں راوی متن اعلاء میں ابو خباب لکھا ہوا درست نہیں ہے صحیح کر لیں۔ ابو خباب ثقہ ہے لیکن مدلس ہے (مجمع الزوائد ۴/۱۹۰)

میں (مصنف) کہتا ہوں اس راوی کے باپ کا نام ابودحیہ کلبی ہے اور اس کا اپنا نام یحییٰ ہے۔ امام ابوزرعہ کہتے ہیں اس راوی کا مقام صدق ہے۔ محله الصدق (سچ بولتا ہے) جیسا کہ تہذیب ۳/۷۲ میں ہے ابن حزم نے محلی میں اس راوی کو مجہول کہا ہے جبکہ امام ابوزرعہ نے راوی کو پہچانا اور ثقہ کہا ہے۔ اور پہچاننے والا نہ جاننے والے پر مقدم ہوتا ہے میزان الاعتدال (۴/۳۷۱) میں ہے کہ ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ یہ سچا راوی ہے ہاں تدلیس کرتا ہے اور حضرت یحییٰ بن معین سے ابن دورقی نقل کرتے ہیں کہ لاباس به ہے اور عثمان یحییٰ سے نقل کرتے ہیں کہ صدوق یعنی سچا راوی ہے (مترجم) لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔

(۴۷۱۹)......حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک درہم دو درہموں کے عوض میں اور ایک صاع دو صاع کے عوض میں بیچنا جائز نہیں ہے۔ اس کو امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے (۵/۲۹۷) روایت کیا ہے اور ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی (۸/۴۷۹) میں صحیح

أبي شيبة، وصححه ابن حزم في "المحلى" (٤٧٩:٨)-

٤٧٢٠...... وأخرج ابن حزم في "المحلى" (٤٩٢:٨): من طريق ابن أبي شيبة: نا عبدالاعلى، عن عمر، عن الزهري، عن سالم، عن ابن عمر: "كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا فِيمَا يُكَالُ وَاحِداً بِاثْنَيْنِ إِذَا اخْتَلَفَتْ أَلْوَانُهُ"، ولم يعله بشيء ورجاله ثقات كلهم-

٤٧٢١...... ومن طريقه نا ابن فضيل عن أشعث عن أبي الزبير عن جابر بن عبدالله، قَالَ: "إِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَلَا بَأْسَ بِالْفَضْلِ يَدًا بِيَدٍ"، لم يعله بشيء ورجاله ثقات كلهم-

٤٧٢٢...... ومن طريق عبدالرزاق، عن معمر، عن حماد بن أبي سليمان، عن النخعي، وعن رجل، عن الحسن، قَالَا جَمِيعًا: سَلَفُ مَا يُكَالُ فِيمَا يُوزَنُ وَلَا يُكَالُ، وَسَلَفُ مَا يُوزَنُ وَلَا يُكَالُ فِيمَا يُكَالُ وَلَا يُوزَنُ"- سنده إلى إبراهيم صحيح، وفيه إلى الحسن رجل لم يسم-

---

قرار دیا ہے۔

(۴۷۲۰)......ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی (۲۹۲/۸) میں ابن ابی شیبہ کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ناپی جانے والی چیزوں میں (ایک ہی قسم کی چیز دونوں طرف سے ہوتو) جب رنگ مختلف ہوں تو ایک کو دو کے عوض میں بیچنا جائز ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما اس میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔اس روایت کو ابن حزم نے کمزور نہیں کہا اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:۔ رنگ مختلف ہونے سے مراد ان کی نوعیت مختلف ہونا ہے جیسے گندم اور جو کا فرق ہے اس میں کمی زیادتی جائز ہے سود نہیں۔

(۴۷۲۱)......اور ابن ابی شیبہ کی سند سے ہی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب نوع (اقسام) مختلف ہوں تو زیادتی سے بیچنے میں حرج نہیں لیکن ہاتھ در ہاتھ ہونا چاہیے۔اس کو بھی ابن حزم رحمہ اللہ نے کمزور نہیں کہا اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:۔ اس روایت کا مطلب بھی گذشتہ روایت والا ہے اور دونوں روایتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ زیادتی حرام ہونے یعنی سود کی علت مکیلی یا موزونی اور ایک جنس ہونا ہے۔

(۴۷۲۲)......اور امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابراہیم نخعی اور حسن بصری رحمھما اللہ سے روایت کی ہے کہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ مکیلی چیز کا ادھار اس چیز کے عوض میں درست ہے جو موزونی ہو مکیلی نہ ہو اور موزونی چیز جو مکیلی نہ ہو اس کا ادھار اس چیز کے عوض میں جو نہ مکیلی ہو نہ موزونی کر سکتے ہو اس روایت کی سند ابراہیم نخعی تک صحیح ہے اور حسن بصری تک سند میں غیر معلوم راوی ہے۔

فائدہ:۔ اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ جب قدر ایک ہو (یعنی دونوں طرف مکیلی چیزیں ہوں یا دونوں طرف موزونی چیزیں ہوں

٤٧٢٣...... روى ابن حزم فى "المحلى" (٨: ٤٨٨): من طريق ابن وهب، عن مخرمة بن بكر، عن أبيه، سمعت عمرو بن شعيب قال: "كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلٰى أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنْ لَّا يُبَاعَ الصَّاعُ بِالصَّاعَيْنِ إِذَا كَانَ مِثْلَهُ، وَإِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ، فَإِنِ اخْتَلَفَ فَلَا بَأْسَ، وَإِذَا اخْتَلَفَ فِى الدَّيْنِ فَلَا يَصْلُحُ، وَكُلُّ شَيْءٍ يُوْزَنُ مِثْلُ ذٰلِكَ كَهَيْئَةِ الْمِكْيَالِ"۔ رجاله ثقات كلهم، وأعله ابن حزم بالانقطاع، وليس هو عندنا بعلة لا سيما وهو متأيد بالشواهد۔

٤٧٢٤...... ومن طريق: يحيى بن سعيد القطان: نا صدقة بن المثنى، ناجدى هو رباح بن الحرث أن عمار بن ياسرؓ قَالَ فِى الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ: اَلْعَبْدُ خَيْرٌ مِنَ الْعَبْدَيْنِ وَالْأَمَةُ خَيْرٌ مِنَ الْأَمَتَيْنِ وَالْبَعِيْرُ خَيْرٌ مِنَ الْبَعِيْرَيْنِ وَالثَّوْبُ خَيْرٌ مِنَ الثَّوْبَيْنِ، فَمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ بِهٖ، إِنَّمَا الرِّبَا فِى النَّسَاءِ إِلَّا مَا كِيْلَ أَوْ وُزِنَ، لم يعله ابن حزم بشيء، ورجاله ثقات۔

اور برابر ہوں) تو ادھار حرام ہے۔

(۴۷۲۳)......ابن حزم ؒ نے محلی (۸/۴۸۸) میں ابن وھب کی سند سے حضرت عمرو بن شعیب ؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو یہ تحریر لکھی کہ جب دونوں طرف ہم مثل چیز ہو تو ایک صاع دو صاع کے عوض نہ بیچا جائے اگرچہ ہاتھ در ہاتھ بھی بیع ہو ہاں مختلف چیزیں ہوں تو حرج نہیں ہے اور جب مختلف چیزیں ہوں اور قرض کی صورت ہو تو بھی جائز نہیں ہے۔ (یعنی ایک طرف مثلاً گندم اور دوسری طرف جَو ہوں تو زیادتی تو درست ہے لیکن ادھار جائز نہیں) اور ہر وزنی چیز وزنی کے برابر ہو جیسا کہ یہی حال کیلی چیز کا ہے۔ اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں البتہ منقطع ہونے کی وجہ سے ابن حزمؒ نے کمزور کہا ہے اور ہمارے نزدیک منقطع ہونا دلیل کمزوری نہیں ہوسکتا خاص کر جبکہ اس کے شواہد سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

فائدہ:۔ حضرت عمرؓ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ناپی جانے والی چیز ہم جنس کے عوض بیچی جائے تو زیادتی حرام ہے۔ اور غیر جنس کے ساتھ بیچی جائے تو نقدی صورت میں جائز ہے اور ادھار حرام ہے اور **كل شئى يوزن مثل ذلك** سے واضح ہوا کہ سود کی علت وزنی و کیلی ہونا ہے۔

(۴۷۲۴)......حضرت یحییٰ بن سعید قطان کی سند سے رباح بن حارث کی روایت تخریج کی ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے بڑی مسجد میں فرمایا ایک غلام دو غلاموں سے اور ایک باندی دو باندیوں سے بہتر ہے اور ایک اونٹ دو اونٹوں سے اور ایک کپڑا دو کپڑوں سے بہتر ہے (یعنی بہتر ہوسکتا ہے) تو جو خرید و فروخت ہاتھ در ہاتھ ہو اس میں تو حرج نہیں ہاں سود ادھار میں ہے مگر جو چیز ناپی تولی جاتی ہو (اس میں ایک دو کے بدلے دینا جائز نہیں) ابن حزمؒ نے اس کو ضعیف نہیں کہا اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

٤٧٢٥...... ومن طريق عبدالرزاق عن سفيان الثوري عن موسى بن أبي عائشة عن إبراهيم النخعي قال: مَا كَانَ مِنْ بَيْعٍ وَاحِدٍ يُكَالُ مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ فَزِدْ وَازْدَدْ يَدًا بِيَدٍ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا وَاحِدًا يُوْزَنُ فَمِثْلًا بِمِثْلٍ فَإِذَا اخْتَلَفَتْ فَزِدْ وَازْدَدْ يَدًا بِيَدٍ سنده صحيح۔

٤٧٢٦...... ومن طريق عبدالرزاق، عن معمر، عن الزهري، قال: كُلُّ شَيْءٍ يُوْزَنُ، فَهُوَ يَجْرِي مَجْرَى الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَكُلُّ شَيْءٍ يُكَالُ فَهُوَ يَجْرِي مَجْرَى الْبُرِّ وَالشَّعِيْرِ"، وهذا سند صحيح أيضا۔

٤٧٢٧...... عن أبي الزبير المكي، قال: "سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِؓ، عَنِ الْحِنْطَةِ بِالتَّمْرِ بِفَضْلٍ يَدًا بِيَدٍ، فَقَالَ: لَقَدْ كُنَّا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَشْتَرِي الصَّاعَ الْحِنْطَةَ بِسِتِّ أَصْعٍ مِنْ تَمْرٍ يَدًا بِيَدٍ، فَإِنْ كَانَ نَوْعًا وَاحِدًا فَلَا خَيْرَ فِيْهِ إِلَّا بِمِثْلٍ، رواه أبو يعلى، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ٤:١١٤)۔

(۴۷۲۵)......اور امام عبدالرزاق کے طریق سے حضرت ابراہیم نخعی ؒ سے روایت کی ہے فرمایا جوایک رقم مبیع سے لین دین کرنا ہوتو برابر سرابر ناپا جائے ہاں مبیع مختلف قسم کی چیزیں ہوتو زیادہ دے سکتے ہو اور لے سکتے ہو لیکن ہاتھ در ہاتھ ہو۔ ایسے ہی ایک ہی قسم کی چیز میں لین دین ہوتو برابر سرابر تولی جائے۔ اور مختلف قسم کی ہوں تو ہاتھ در ہاتھ معاملہ کرتے ہوئے زیادہ لے اور دے سکتے ہو۔ اس کی سند صحیح ہے۔

(۴۷۲۶)......امام عبدالرزاق کے طریق سے زہریؒ نے روایت کی ہے کہ ہر وزن کی جانے والی چیز سونے چاندی کے قائم مقام اور ہر ناپی جانے والی چیز گندم اور جَو کے قائم مقام ہے۔ اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

فائدہ:۔ یعنی جس طرح سونا سونے اور چاندی چاندی کے عوض اور گندم گندم اور جَو جَو کے عوض خرید وفروخت کے وقت کمی بیشی حرام اور سود ہے ایسے ہی ہر ناپی اور تولی جانے والی چیز اپنی جنس کے بدلے میں خرید وفروخت کرنی ہوتو کمی بیشی حرام اور سود ہوگی۔

(۴۷۲۷)......ابوالزبیر مکی ؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے گندم کھجور کے عوض ہاتھ در ہاتھ زیادتی کے ساتھ خرید وفروخت کرنے سے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک صاع گندم کھجور کے چھ صاع کے عوض ہاتھ در ہاتھ خریدتے تھے۔ اگر ایک نوع (قسم) کی چیز (دونوں طرف) ہوتو اس میں سوائے برابر سرابر ہونے کی صورت کے خیر نہیں ہے۔ اس کو ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد ۴/ ۲۰۵، ۲۰۶ طبع دار الفکر)۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سود کی علت اتحاد جنس ہے۔

٤٧٢٨...... عن حنش الصنعاني: أَنَّهُ قَالَ كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ فِي غَزْوَةٍ فَطَارَتْ لِي وَلِأَصْحَابِي قِلَادَةٌ فِيهَا ذَهَبٌ وَوَرِقٌ وَجَوْهَرٌ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهَا، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: اِنْزِعْ ذَهَبَهَا فَاجْعَلْهُ فِي كِفَّةٍ وَاجْعَلْ ذَهَبَكَ فِي كِفَّةٍ، ثُمَّ لَاتَأْخُذَنَّ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَأْخُذَنَّ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ"، رواه مسلم (تيسير الوصول ٣١)۔

٤٧٢٩...... عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ، قال: "الْمِكْيَالُ مِكْيَالُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَالْوَزْنُ وَزْنُ أَهْلِ الْمَكَّةِ"۔ رواه أبوداؤد والنسائي، وسكت عنه أبوداؤد والمنذري، وأخرجه أيضا البزار، وصححه ابن حبان والدار قطني (نيل الأوطار ٥٩:٥)۔

(٤٧٢٨)......حضرت حنش صنعانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک جہاد میں ہم حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے تو میرے اور میرے ساتھیوں کے حصہ میں ایک ہار آیا۔جس میں سونا اور چاندی اور جواہر تھے تو میں نے اس کو خریدنا چاہا تو ان سے پوچھا فرمایا اس کا سونا علیحدہ کرلو اور ایک پلڑے میں رکھو اور اپنا سونا بھی ایک پلڑے میں رکھ لو۔پھر اس کو برابر سرابر ہی لو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ برابر سرابر ہی لیا کرے۔اس روایت کو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔(مسلم۲/۲٦)

فائدہ:۔ اس وقت سکہ درہم و دینار ہوتا تھا اور درہم چاندی کا اور دینار سونے کا ہوتا تو چونکہ اس ہار پر بھی سونا، چاندی تھا جب درہم یا دینار سے اس کو خریدا جاتا تو مبیع و ثمن دونوں طرف کے سونا یا چاندی میں برابری نہ ہوتی تو سود ہوتا اس لئے وزن کر کے برابر سرابر صورت میں خرید و فروخت کی اجازت دی اور کمی بیشی سے منع فرمایا۔اس حدیث کے تحت کئی مسائل ہیں ایک یہ کہ جس تلوار پر چاندی کا زیور چڑھایا گیا ہو اس تلوار کو چاندی کے عوض بیچنا درست نہیں ممکن ہے کہ جو چاندی ثمن ہو وہ اس چاندی سے کم ہو جو تلوار میں ہے امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے مبسوط میں اس کا مکروہ ہونا نقل کیا ہے اسی طرح اس تلوار کو ادھار بیچنا بھی درست نہیں چاہے سونے کے عوض بیچے یا چاندی کے عوض کیونکہ تلوار کے زیور میں یہ بیع بیع صرف ہوگی اور بیع صرف میں اُدھار اور مدت کی شرط سے بیع فاسد ہوتی ہے،اور تلوار کے اُس زیور کو بلا نقصان علیحدہ کر کے بھی بیع نہیں ہوسکتی بلکہ علیحدہ کرنے میں نقصان ہوگا لہٰذا کل میں بیع فاسد ہوگی۔

(٤٧٢٩)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ناپ مدینہ والوں کی معتبر ہے اور وزن مکہ مکرمہ والوں کا معتبر ہے اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد و منذری رحمہما اللہ نے سکوت اختیار کیا اور اس کو بزار نے بھی روایت کیا ہے اور ابن حبان اور دار قطنی نے حسن قرار دیا ہے۔(نیل الاوطار ۵/۵۹)

فائدہ:۔ اس حدیث میں معلوم ہوا کہ کسی چیز کے مکیلی اور موزونی ہونے کا دارومدار آپ ﷺ کے دور کے اہل حجاز کے عرف پر ہے یعنی آپ ﷺ کے دور میں جو چیز وہاں مکیلی تھی وہ ہمیشہ مکیلی شمار ہوگی چاہے کسی دور میں وہ مکیلی نہ رہے اور ایسے ہی جو چیز موزونی ہوتی تھی وہ

٤٧٣٠ ...... عن عبدالله بن مسعودؓ: أَنَّ رَجُلًا بِنْ بَنِي سَمْحِ بْنِ فَزَارَةَ سَأَلَهُ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً، فَرَأَى أُمَّهَا فَأَعْجَبَتْهُ، فَطَلَّقَ امْرَأَتَهُ، أَيَتَزَوَّجُ أُمَّهَا؟ قَالَ: لَا بَأْسَ، فَتَزَوَّجَهَا الرَّجُلُ، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ، فَكَانَ يَبِيعُ نُفَايَةَ بَيْتِ الْمَالِ يُعْطِي الْكَثِيْرَ وَيَأْخُذُ الْقَلِيْلَ، حَتّٰى قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَسَأَلَ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ ؟ فَقَالُوْا: لَا يَحِلُّ لِهٰذَا الرَّجُلِ هٰذِهِ الْمَرْأَةُ، وَلَا تَصْلُحُ الْفِضَّةُ إِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ، فَلَمَّا قَدِمَ عَبْدُ اللّٰهِ انْطَلَقَ إِلَى الرَّجُلِ فَلَمْ يَجِدْهُ وَوَجَدَ قَوْمَهُ، فَقَالَ: إِنَّ الَّذِيْ أَفْتَيْتُ بِهِ صَاحِبَكُمْ لَا يَحِلُّ، فَقَالُوْا: إِنَّهُ قَدْ نَثَرَتْ لَهُ بَطْنَهَا، قَالَ: وَإِنْ كَانَ، وَأَتَى الصَّيَارِفَةَ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الصَّيَارِفَةِ! إِنَّ الَّذِيْ كُنْتُ أُبَايِعُكُمْ لَا يَحِلُّ، لَا تَحِلُّ الْفِضَّةُ إِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ"، رواه البيهقی فی کتابیه "المعرفة" و "السنن" مختصرا ومطولا بإسناد کله ثقات مشهورون، والنفایة بنون مضمومة وفاء وبعد الألف یاء مثناة من تحت، ما نفیته من الشیء لرداءته، قاله الجوهری (شرح المهذب ١٠: ٢٩)۔

ہمیشہ کیلئے موزونی ہے چاہے اس کو وزن سے خرید وفروخت کرنا ختم بھی ہو جائے امام شافعی ؒ کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام صاحب ؒ کے نزدیک بھی جس چیز کا مکیلی وموزونی ہونا آپ ﷺ سے منقول ہے وہ چیز تو ہمیشہ مکیلی وموزونی کے حکم میں ہی ہوگی اور جس چیز کا مکیلی و موزونی ہونا آپ ﷺ سے منقول نہیں اس کا مکیلی وموزونی ہونا نہ ہونا لوگوں کے رواج کے مطابق ہوگا یہی ہدایہ (١٥٧/٥) میں مروی ہے مذکورہ بالا روایت کا یہی مطلب ہے کہ جس کا مکیلی وموزونی ہونا آپ ﷺ سے منقول ہوگا وہ ہمیشہ مکیلی وموزونی ہوگی چاہے لوگوں نے کیل اور وزن کرنا چھوڑ دیا ہو۔

(٤٧٣٠)......حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے متعلق مروی ہے کہ قبیلہ بنوسمح بن فزارہ کے ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ ایک آدمی نے کسی عورت سے نکاح کر لیا (دخول نہیں ہوا) پھر اس نے اُس عورت کی ماں کو دیکھا تو اس کی ماں اس کو زیادہ پسندیدہ لگی تو اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اب وہ اس کی ماں سے شادی کر سکتا ہے؟ تو ابن مسعود ؓ نے فرمایا حرج نہیں ہے تو اس آدمی نے اس سے نکاح کر لیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیت المال پر نگران تھے تو بیت المال کا نفایہ (یعنی کسی چیز کا بقیہ حصہ جو ردی ہونے کی وجہ سے علیحدہ کر دیا جائے تو نفایہ بمعنی ردی) بیچ دیتے تھے زیادہ دیتے تھے اور کم لے لیتے تھے حتی کہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے صحابہ ؓ سے پوچھا اُنہوں نے پہلے مسئلہ میں بتایا کہ اس آدمی کیلئے اُس عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں اور دوسرے مسئلہ میں بتایا کہ چاندی ہو تو اس کے ردی حصہ کو (چاندی کے عوض) وزن میں برابر کئے بغیر بیچنا جائز نہیں ہے۔ تو حضرت عبداللہ جب واپس آئے تو شادی کرنے والے کے پاس گئے لیکن وہ نہیں ملا اس کی قوم والے ملے تو ان سے فرمایا کہ میں نے جو تمہارے آدمی کو فتویٰ دیا ہے وہ (درست نہیں ہے) عورت اس کیلئے حلال نہیں

٤٧٣١ ...... وأخرج ابن حزم من طريق سعيد بن منصور: نا هشيم، عن مجالد، عن الشعبي "أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ بَاعَ نُفَايَةَ بَيْتِ الْمَالِ زُيُوْفًا وَقِسْيَاناً بِدَرَاهِمَ دُوْنَ وَزْنِهَا، فَنَهَاهُ عُمَرُ عَنْ ذٰلِكَ، وَقَالَ: أَوْقِدْ عَلَيْهَا حَتّٰى يَذْهَبَ مَا فِيْهَا مِنْ حَدِيْدٍ أَوْ نَحَاسٍ وَتَخْلُصَ ثُمَّ بِعِ الْفِضَّةَ بِوَزْنِهَا" (المحلى ٨: ٤٩٩)، وسنده حسن مرسل، وَفِيْهِ تَأْيِيْدٌ لِمَا اشْتَهَرَ عَلٰى أَلْسِنَةِ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَهَاءِ جَيِّدُهَا وَرَدِيْئُهَا سَوَاءٌ۔

٤٧٣٢ ...... ومن طريق الحجاج بن المنهال: نا يزيد بن إبراهيم هو التستري نا محمد بن سيرين قال: خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: أَلَا إِنَّ الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمِ وَالدِّيْنَارَ بِالدِّيْنَارِ عَيْنًا بِعَيْنٍ سَوَاءٍ بِسَوَاءٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: تُزَيَّفُ عَلَيْنَا أَوْرَاقُنَا فَنُعْطِي الْخَبِيْثَ وَنَأْخُذُ

ہے انہوں نے بتایا کہ اس سے تو اس کا حمل ہوگیا ہے، فرمایا چاہے حمل بھی ہوگیا ہو (حلال نہیں) اور سونے چاندی کی تجارت کرنے والوں کے پاس آئے اور فرمایا اے صرافوں کی جماعت! وہ جو میں تم سے خرید و فروخت کا معاملہ کرلیا کرتا تھا حلال نہیں ہے۔ چاندی کی چاندی سے بیع جائز نہیں مگر وزن میں برابر کرکے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے معرفۃ السنن میں اور سنن میں مختصر اور طویل دونوں طرح ایسی سند سے روایت کی ہے جس کے سب راوی مشہور اور ثقہ ہیں۔ نفایہ نون کے ضمہ کے ساتھ اور پھر فاء ہے اور الف کے بعد یاء ہے نفایہ وہ ہے جو آپ ردی ہونے کی وجہ سے چیز سے الگ کردو، جوہری نے یہی بیان کیا ہے (شرح المہذب ۱/۲۹)

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ ردی اور عمدہ برابر ہے لہٰذا ان کو برابر سرابر بیچنا ضروری ہے کمی بیشی سے بیچنا حلال نہیں اور اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پہلے اس کو جائز سمجھتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ ردی وعمدہ برابر ہے تو انہوں نے رجوع کرلیا۔ اگلی حدیث بھی اسی طرح کی ہے۔

(۴۷۳۱) ...... ابن حزم رحمہ اللہ نے سعید بن منصور رحمہ اللہ کی سند سے امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے نفایہ کو جو کھوٹ کی صورت میں تھے دراہم کے عوض اندازے سے بغیر وزن کے بیچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ان کو آگ میں جلایا کرو حتی کہ جو اس میں لوہا یا تانبا ہو وہ اتر جائے اور خالص ہوجائے پھر باقی ماندہ چاندی وزن کرکے ہموزن چاندی کے عوض بیچا کرو (المحلی ۸/۴۹۹) اس کی سند حسن اور مرسل ہے اور اس میں علماء وفقہاء کی زبانوں پر مشہور مقولہ کی تائید ہے کہ عمدہ اور ردی برابر ہیں۔

(۴۷۳۲) ...... اور ابن حزم رحمہ اللہ نے حجاج بن منہال کی سند سے امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا خبردار بیشک درہم درہم کے عوض اور دینار دینار کے عوض میں ہو تو دونوں معین اور برابر سرابر ہوں تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

الطَّيِّبَ فَقَالَ عُمَرُ: لَا وَلٰكِنِ ابْتَعْ بِهَا عَرَضًا فَإِذَا قَبَضْتَهُ وَكَانَ لَكَ فَبِعْهُ وَاهْضِمْ مَا شِئْتَ وَخُذْ أَيَّ نَقْدٍ شِئْتَ" أخرجه ابن حزم في "المحلى" (٨: ٥١٣)، واحتج به وقال: فَهٰذَا عُمَرُ بِمَحْضَرٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لَا مُخَالِفَ لَهُ مِنْهُمْ۔

٤٧٣٣...... ومن طريق سعيد بن منصور: نا جرير، عن السماك بن موسى، عن موسى ابن أنس بن مالك، عن أبيه: "أَنَّ عُمَرَ أَعْطَاهُ آنِيَةَ خُسْرُوَانِيَةً مَجْمُوعَةً بِالذَّهَبِ، فَقَالَ عُمَرُ: اذْهَبْ فَبِعْهَا وَاشْتَرِطْ رِضَانَا، فَبَاعَهَا مِنْ يَهُودِيٍّ بِضِعْفِ وَزْنِهَا ثُمَّ أَخْبَرَ عُمَرَ، فَقَالَ عُمَرُ: اذْهَبْ فَارْدُدْهُ لَا إِلَّا بِزِنَتِهِ"۔ أخرجه ابن حزم في "المحلى" (٨: ٤٩٦)، واحتج به، ورواه محمد في "الآثار" (١١١) عن أبي حنيفة الإمام: حدثنا الوليد بن سريع، عن أنس بن مالك، قال: "بُعِثَ إِلَى عُمَرَ بِإِنَاءٍ مِنْ فِضَّةٍ خُسْرُوَانِيٍّ قَدْ أُحْكِمَتْ صَنْعَتُهُ، فَأَمَرَ الرَّسُوْلَ أَنْ يَّبِيْعَهُ فَرَجَعَ الرَّسُوْلُ فَقَالَ إِنِّيْ أُزَادُ عَلٰى وَزْنِهٖ قَالَ عُمَرُ لَا فَإِنَّ الْفَضْلَ رِبًا"، والوليد بن سريع من رجال مسلم ثقة فالحديث صحيح۔

نے پوچھا کہ ہمارے پاس ہمارے چاندی کے سکے کھوٹے ہو جاتے ہیں تو ہم گندے دیکر اچھے لے لیتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ کھوٹوں کے عوض کوئی سامان خرید لو پھر جب اُس سامان پر قبضہ کر لو اور تمہارا ہو جائے تو اب اس کو بیچ دو اور جتنی مقدار چاہو کم کر لو اور جو نقدی چاہو لے لو، اس کو ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی (۵۱۳/۸) میں روایت کیا ہے اور اس سے حجت پکڑی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فرمایا اور ان میں سے کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی۔

فائدہ:۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ردی اور عمدہ کی ایک دوسرے کے عوض خرید و فروخت ہو تو برابر سرابر ہونا ضروری ہے اور اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ثابت ہوا۔

(۴۷۳۳)......اور سعید بن منصور رحمہ اللہ کی سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو خسروانی برتن دیا جس میں سونا جڑا ہوا تھا اور فرمایا جاؤ اور اس کو بیچو مگر ہماری رضا شرط ٹھہرانا۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی پر اس کو دوگنے وزن (سونے کے عوض) بیچا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو انہوں نے فرمایا جاؤ اور واپس کر دو یہ بیع جائز نہیں مگر اس کے وزن کے برابر سونے کے ساتھ، اس کو ابن حزمؒ نے محلی (۴۹۶/۸) میں روایت کر کے اس سے حجت پکڑی ہے۔ اور اس کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار (۱۱۱) میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی روایت سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چاندی کا خسروانی برتن بھیجا گیا جس کو مضبوط طرح سے بنایا گیا تھا تو قاصد کو حکم کیا کہ اس کو بیچ آ و تو قاصد واپس آیا اور بتایا کہ مجھے اس کے وزن سے زیادہ قیمت ملتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا نہ کرو زیادتی سود ہے۔ اس کا راوی ولید بن سریع مسلم کے ثقہ راویوں میں سے ہے تو یہ حدیث صحیح ہے۔

٤٧٣٤ ...... أبو حنيفة (الإمام) عن مرزوق (التيمي)، عن أبي جبلة، عن ابن عمر، قال: قُلتُ لَهُ: إنَّا نَقدَمُ بأَرضٍ بِهَا الوَرِقُ الثِّقَالُ الكَاسِدَةُ، وَمَعَنَا وَرِقٌ خِفَافٌ نَافِقَةٌ، أَنَبِيعُ وَرِقَنَا بِوَرِقِهِم؟ قَالَ لَا! بِعْ وَرِقَكَ بِالدَّنَانِيرِ وَاشْتَرِ وَرِقَهُمْ بِالدَّنَانِيرِ، وَلَا تُفَارِقْ صَاحِبَكَ شِبْراً حَتّٰى تَستَوفِيَ مِنهُ، فَإِنْ صَعِدَ فَوقَ البَيتِ فَاصْعَدْ مَعَهُ، وَإِنْ وَثَبَ فَثِبْ مَعَهُ"، أخرجه محمد في "الآثار" وقال: به نأخذ وهو قول أبي حنيفة اهـ (١١١)۔ واحتجاج المجتهد بحديث تصحيح له، وسنحقق الإسناد في الحاشية۔

٤٧٣٥ ...... مالك عن زيد بن أسلم، عن عطاء بن يسار: أَنَّ مُعَاوِيَةَ بنَ أَبِي سُفيَانَ بَاعَ سِقَايَةً

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ دونوں طرف سے چاندی ہو تو برابر سرابر ہونا ضروری ہے۔اور زیادتی سود ہے اور یہی حکم ہر مکیلی و موزونی چیز کا ہے جیسا کہ تفصیل سے گذر چکا ہے۔

(۴۷۳۴)......حضرت امام اعظم رحمہ اللہ اپنی سند سے حضرت ابو جبلہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہم کبھی ایسے ملک جاتے ہیں جہاں کے چاندی کے سکے بڑے اور کھوٹے ہوتے ہیں اور ہمارے پاس چاندی کے ہلکے اور کھرے سکے ہوتے ہیں تو کیا اپنے سکے ان کے سکوں کے عوض خرید و فروخت کرلیا کروں؟ فرمایا نہیں بلکہ اپنے سکے دنانیر کے عوض بیچ کر ان کے سکے ان دنانیر سے خرید لیا کر اور بیچنے والے سے اس وقت تک جدا نہ ہو جب تک پورے دنانیر وصول نہ کرلے۔ اگر وہ گھر کے اوپر چڑھ جائے تو تو بھی اوپر اس کے ساتھ چڑھ جا اور اگر وہ اترے تو تو بھی اس کے ساتھ اتر آ۔ اس حدیث کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں روایت کرکے فرمایا کہ ہم بھی اسی کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ اور کسی مجتہد کا حدیث سے حجت لینا اس حدیث کو صحیح قرار دینا ہے (تو یہ حدیث عند محمد رحمہ اللہ صحیح ہے)

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ چاندی کی چاندی سے خرید و فروخت برابر سرابر ہونا ضروری ہے ایسے ہی دوسری ہم جنس مکیلی موزونی چیزوں کا حکم ہے۔ اور معلوم ہوا کہ بیع صرف (جس میں دراہم کی دنانیر کے عوض یا اس کے برعکس بیع ہوتی ہے) اس میں دراہم کو دنانیر اور دنانیر کو دراہم کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے مگر بائع و مشتری دونوں کا فوری قبضہ ضروری ہے ادھار جائز نہیں ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث میں راوی ابو جبلہ غلطی ہے صحیح جبلہ بن سحیم تیمی ہے جو ثقہ اور صالح الحدیث ہے اور یہ راوی ابو جبلہ حیان بن عبداللہ بن حیان دارمی نہیں ہے جس کو امام فلاس نے جھوٹا کہا ہے اور اگر یہ راوی سلمہ بن موسیٰ ہو جس کی کنیت ابو جبلہ کہی جاتی ہے تو وہ بھی ثقہ ہے البتہ اس کا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں لہٰذا یہ راوی سلمہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اس حدیث میں اُس کا سماع مذکور ہے۔

(۴۷۳۵)......امام مالک رحمہ اللہ موطا (۲۶۱) میں اپنی سند سے حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونے یا چاندی کا بنا ہوا پانی پینے کا برتن اس کے وزن سے زیادہ (سونے یا چاندی) کے عوض میں بیچا تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے

مِنْ ذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ بِأَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهَا، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذَا إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ؛ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: مَا أَرٰى بِمِثْلِ هٰذَا بَأْسًا، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: مَنْ يَعْذِرُنِيْ مِنْ مُعَاوِيَةَ؟ أَنَا أُخْبِرُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَيُخْبِرُنِيْ عَنْ رَأْيِهِ، لَا أُسَاكِنُكَ بِأَرْضٍ أَنْتَ بِهَا، ثُمَّ قَدِمَ أَبُو الدَّرْدَاءِ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرَ لَهُ ذٰلِكَ، فَكَتَبَ عُمَرُ إِلٰى مُعَاوِيَةَ أَلَّا يَبِيْعُ مِثْلَ ذٰلِكَ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَزْنًا بِوَزْنٍ"۔ رواه مالك فی "الموطأ" (٢٦١)، وسنده صحيح۔

٤٧٣٦...... وأخرج أيضا عن يحيى بن سعيد مرسلا أَنَّهُ قَالَ: "أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ السَّعْدَيْنِ أَنْ يَبِيْعَا آنِيَةً مِنَ الْمَغَانِمِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ، فَبَاعَا كُلَّ ثَلَاثَةٍ بِأَرْبَعَةٍ عَيْنًا، أَوْ كُلَّ أَرْبَعَةٍ بِثَلَاثَةٍ عَيْنًا، فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَرْبَيْتُمَا فَرُدَّا"، ومراسيله صحاح۔

فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ اس قسم کی بیع سے منع فرما رہے تھے مگر برابر سرابر ہو تو اجازت دے رہے تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس میں حرج نہیں سمجھتا، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کون معذور سمجھے گا؟ کہ میں اُنہیں رسول اللہ ﷺ کی بات بتاتا ہوں اور وہ مجھے اپنی رائے سناتے ہیں۔ لہٰذا جس ملک میں (اے معاویہ رضی اللہ عنہ) تم رہو گے وہاں میں نہیں رہوں گا۔ پھر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان کو یہ واقعہ ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اس قسم کی چیز برابر سرابر ہموزن ہونے کے بغیر نہ بیچو، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے یا چاندی کی بنی ہوئی چیز برتن وغیرہ سونے چاندی کے عوض خرید وفروخت کرنے کی صورت میں برابر سرابر ہونا ضروری ہے اسی پر فقہاء کا اجماع ہے لہٰذا علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جو کہتے ہیں کہ چاندی کے بنے ہوئے برتن وغیرہ کو چاندی کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور جو زیادتی ہوگی وہ بناوٹ کے عوض ہو جائے گی ان کا یہ قول غلط ہے۔

(٤٧٣٦)......امام مالک رحمہ اللہ حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے مرسل حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ مال غنیمت کے سونے چاندی کے برتن بیچ آئیں تو انہوں نے ہر تین برتن چار دینار کے بدلے میں یا ہر چار تین دیناروں کے بدلے میں بیع عینہ کے طریقہ پر بیچے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے سود کا معاملہ کیا ہے چنانچہ انہوں نے بیع کا معاملہ ختم کیا۔ (مؤطا ٥٨١، ٥٨٢)

فائدہ:۔ اس حدیث کا مطلب بھی اوپر والے فائدہ سے سمجھ لیں۔

٤٧٣٧...... مالك عن نافع، عن عبدالله بن عمر: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: "لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَكَذٰلِكَ الْوَرِقُ، وَلَا تَبِيعُوا شَيْئًا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ، وَإِنِ اسْتَنْظَرَكَ إِلَى أَنْ يَلِجَ بَيْتَهُ فَلَا تُنْظِرْهُ، إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمُ الرَّمَاءَ وَهُوَ الرِّبَا"، وهذا من أصح الأسانيد۔

٤٧٣٨...... مالك أنه بلغه عن القاسم بن محمد، أنه قال: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: "اَلدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ، وَالصَّاعُ بِالصَّاعِ، وَلَا يُبَاعُ كَالِيءٌ بِنَاجِزٍ" (الموطأ ٢٦١)، وبلاغات مالك صحاح۔

بَابُ جَوَازِ بَيْعِ الْحِنْطَةِ بِالشَّعِيرِ مُتَفَاضِلًا وَأَنَّ الْقَدْرَ فَقَطْ أَوِ الْجِنْسَ فَقَطْ مُحَرِّمٌ لِلنَّسَاءِ

٤٧٣٩...... عن عبادة بن الصامت، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ

(۴۷۳۷)......امام مالک رحمہ اللہ نافع کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سونا سونے کے بدلے میں برابر سرابر ہی بیچو اور کسی کو دوسرے کے بدلے زیادتی سے نہ بیچو یہی حکم چاندی کا ہے اور ان میں سے ادھاری چیز نقدی (موجود) چیز کے عوض نہ بیچو۔ اور اگر تجھے گھر جانے تک انتظار کا کہے تو انتظار نہ کر مجھے تمہارے متعلق سود کا خطرہ ہے یہ روایت اصح سند والی ہے۔ (موطا ۵۸۲)

فائدہ:۔ اس سے بھی سونے چاندی اور اس جیسی چیزوں کو ان کی جنس سے بیچنے کی صورت میں برابر سرابر اور ہاتھ در ہاتھ بیع ہونے کا ضروری ہونا ثابت ہوا ہے اور یہ کہ ان میں ادھار سود ہے۔

(۴۷۳۸)......امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ تک قاسم بن محمد سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک دینار ایک دینار کے بدلے میں اور ایک درہم ایک درہم کے بدلے میں اور ایک صاع ایک صاع کے بدلے میں بیچا جائے اور ادھاری چیز (ہم جنس) نقدی چیز کے عوض نہ بیچی جائے (موطا ۵۸۲) اور امام مالک رحمہ اللہ کی بلاغات صحیح ہیں۔

فائدہ:۔ اس حدیث میں صاع کو صاع کے بدلے میں برابر اور نقدی بیچنے کے ذکر سے معلوم ہوا کہ سود صرف حدیث ربا میں مذکور چھ چیزوں میں ہی نہیں ہوتا اور نہ ہی مطعومات کے ساتھ خاص ہے بلکہ ہر مکیلی وموزونی چیز میں زیادتی اور ادھار سے سود ہوتا ہے۔

باب گندم جو کے بدلے میں زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور یہ کہ مبیع و ثمن اگر صرف قدری (مکیلی، موزونی) ہوں یا (مکیلی، موزونی تو نہ ہوں لیکن) ایک جنس ہوں تو ادھار حرام ہوگا

بِالْفِضَّةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبٰى، بِيْعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدٍ، وَبِيْعُوا الْبُرَّ بِالتَّمْرِ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدٍ، وَبِيْعُوا الشَّعِيْرَ بِالتَّمْرِ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدًا"، وفی الباب عن أبی سعید، وأبی هريرة، وبلال، حديث عبادة حديث حسن صحيح، كذا فی "الترمذی"، وأخرجه الطحاوی من حديث مسلم بن يسار، عن أبی الأشعث، عن عبادة، وقال فيه: "بِيْعُوا الذَّهَبَ بِالْوَرِقِ، وَالْحِنْطَةَ بِالشَّعِيْرِ، وَالتَّمْرَ بِالْمِلْحِ، يَدًا بِيَدٍ كَيْفَ شِئْتُمْ" (معانی الآثار ۲:۱۹۸)۔

(۴۷۳۹)......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد روایت کرتے ہیں فرمایا سونا سونے کے بدلے میں برابر سرابر ہو اسی طرح چاندی چاندی کے بدلے میں، گندم گندم کے عوض، نمک نمک کے عوض، جَو جَو کے عوض برابر سرابر ہوں جس نے زیادہ کیا یا دیا اس نے سود کا معاملہ کیا۔ سونے کو چاندی کے عوض جیسے چاہو بیچو مگر ہاتھ در ہاتھ، اور گندم کو کھجور کے عوض جیسے چاہو ہاتھ در ہاتھ بیچو، اور جَو کو کھجور کے عوض جیسے چاہو ہاتھ در ہاتھ بیچو۔ اس باب میں حضرت ابوسعید وابو ہریرہ و بلال رضی اللہ عنہم کی حدیثیں بھی ہیں۔ یہ حدیث حسن وصحیح ہے (ترمذی) اور اس کو طحاوی رحمہ اللہ نے بھی بروایت مسلم بن یسار عن ابی الاشعث عن عبادہ تخریج کی ہے اور اس میں لفظ ہیں سونے کو چاندی کے عوض اور گندم کو جَو کے عوض اور کھجور کو نمک کے عوض ہاتھ در ہاتھ جیسے چاہو بیچو۔ (معانی الآثار ۲/۱۹۸)

فائدہ:۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ گندم جَو کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے یا نہ؟ بعض ناجائز کہتے ہیں لیکن جمہور جائز کہتے ہیں جس کی دلیل یہی حدیث ہے اور حدیث میں جو فرمایا کہ سونے کو چاندی کے بدلے میں ہاتھ در ہاتھ جیسے چاہو بیچو اس سے معلوم ہوا کہ سود کی علت کی جو دو جزئیں ہیں قدر، وجنس ان میں سے اگر ایک پائی جائے اور دوسری جزء نہ ہو تو زیادتی جائز اور ادھار حرام ہوگا جب قدر یعنی مکیلی یا موزونی ہو اور جنس ایک نہ ہو تو ادھار حرام ہونا اوپر کی نص سے ثابت ہے اور جب جنس ایک ہو مگر مکیلی یا موزونی نہ ہوں تو ادھار حرام ہونا قیاس سے ثابت ہے۔ کیونکہ اس بات میں قدر وجنس میں فرق نہیں ہے لہٰذا جو حکم ایک کا ہوگا وہی دوسری کا ہوگا بلکہ جنس کا ہونا قدر سے بطریق اولیٰ باعث حرمت ادھار بنتا ہے کیونکہ قدر تابع اور جنس اصل ہے جب تابع کی صورت میں ادھار حرام تو اصل کی صورت میں ادھار بطریق اولیٰ حرام ہے۔ بلکہ جنس کے بارے میں بھی نص آئی ہے جیسا کہ آگے احادیث میں آرہا ہے کہ حیوان کو حیوان کے عوض ادھار بیچنا جائز نہیں۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گندم اور جَو الگ الگ دو جنس ہیں یہی جمہور رحمہم اللہ کا قول ہے، امام موفق رحمہ اللہ نے حضرت سفیان ثوریؒ وامام شافعیؒ وغیرہ کی یہی رائے ذکر فرمائی ہے۔ البتہ امام احمد رحمہ اللہ ان کو ایک جنس کہتے ہیں۔

بَابُ اشْتِرَاطِ التَّعْيِيْنِ فِي الرِّبَوِيَّاتِ دُوْنَ الْقَبْضِ

٤٧٤٠ ...... عن عبادة بن الصامتؓ، أَنَّهُ قَالَ: "سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهٰى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ، وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ، إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ عَيْنًا بِعَيْنٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبٰى"- أخرج مسلم (٢:٢٤٠) من طريق أبي الأشعث، وأخرجه أيضا من طريقه بقوله: "يَدًا بِيَدٍ" بِمَكَانِ "عَيْنًا بِعَيْنٍ"-

بَابُ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِاللَّحْمِ

٤٧٤١ ...... أخبرنا مالك، أخبرنا أبو الزناد، عن سعيد بن المسيب، قال: "نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِاللَّحْمِ"-

باب جن چیزوں میں سود لازم آئے ان میں تعیین ہو جانا شرط ہے فوری قبضہ شرط نہیں

(۴۷۴۰)...... حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ آپ سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض اور گندم کو گندم کے اور جَو کو جَو کے اور کھجور کو کھجور کے اور نمک کو نمک کے عوض بیچنے سے منع فرمارہے تھے مگر یہ کہ برابر سرابر ہوں اور دونوں طرف متعین ہو جائیں۔ جس نے زیادہ دیا یا لیا اس نے سود کا معاملہ کیا (مسلم ۲/۲۴) اور ایک سند میں لفظ دونوں طرف سے متعین ہونے کے بجائے ہاتھ در ہاتھ ہونے کے ہیں۔

فائدہ:۔ یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ جن چیزوں میں سود لازم آئے مثلاً دونوں طرف مکیلی یا موزونی اور ایک ہی جنس ہوں تو اگر ایک طرف کی چیز وصول ہو گئی اور دوسری طرف کی چیز وصول نہیں ہوئی اس پر دوسرے نے قبضہ نہیں کیا مگر متعین کر دی گئی تو فوری قبضہ کرنے سے سود لازم نہیں آئے گا مگر دراہم و دنانیر میں دونوں طرف فوری قبضہ ضروری ہے۔ صرف تعین کافی نہیں ہے احناف فرماتے ہیں کہ عیناً بعین، یداً بید کی تفسیر ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ دراہم و دنانیر کی طرح سب چیزوں میں فوری قبضہ بھی ضروری مانتے ہیں انہوں نے یداً بید کے ظاہر پر عمل کیا اور عینا بعین کے ظاہر پر عمل چھوڑ دیا اور اس کا معنی بھی یدا بید کا کیا۔ بذل المجہود میں مولانا سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یدا بید نسیئۃً کے مقابلہ میں آیا ہے اور نسیئۃ واجب فی الذمہ یعنی ادھار کو کہتے ہیں تو یدا بید کا معنی عینا بعین ہوگا۔

باب حیوان کو گوشت کے عوض فروخت کرنا

(۴۷۴۱)...... امام مالک رحمہ اللہ اپنی سند سے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ حیوان کو گوشت کے عوض فروخت کرنا ممنوع ہے۔

٤٧٤٢...... وأخبرنا مالك، أخبرنا داوٗد بن الحصين، أنه سمع سعيد بن المسيب يقول: "كَانَ مِنْ مَيْسِرِ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ بَيْعُ اللَّحْمِ بِالشَّاةِ وَالشَّاتَيْنِ"- أخرجهما محمد في "الموطأ" وقال: بِهِ نَأْخُذُ، مَنْ بَاعَ لَحْمًا مِنْ لَحْمِ الْغَنَمِ بِشَاةٍ حَيَّةٍ لَا يُدْرىٰ اَللَّحْمُ أَكْثَرُ، أَوْ مَا فِي الشَّاةِ أَكْثَرُ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ مَكْرُوْهٌ لَا يَنْبَغِيْ، وَهٰذَا مِثْلُ الْمُزَابَنَةِ، وَالْمُحَاقَلَةِ، وَكَذَا بَيْعُ الزَّيْتُوْنِ بِالزَّيْتِ، وَدُهْنِ السِّمْسِمِ بِالسِّمْسِمِ (موطأ للإمام محمد ٣٣٧)-

(٤٧٤٢)......دوسری سند سے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ جاہلیت کے دور کا جوا تھا کہ گوشت کو ایک بکری یا دو بکریوں کے عوض فروخت کرتے تھے۔اس کو امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں تخریج کر کے فرمایا ہم اسی کو لیتے ہیں کہ جو آدمی بکری کا گوشت زندہ بکری کے عوض فروخت کرے اور معلوم نہ ہو کہ گوشت زیادہ ہے یا جو بکری میں ہے وہ زیادہ ہے تو بیع فاسد اور مکروہ ہے نہ کرنی چاہیے اور یہ بیع مزابنہ اور محاقلہ کی طرح ہے یہی حکم ہے زیتون کو زیتون کے تیل کے عوض اور تل کے تیل کو تل کے عوض فروخت کرنے کا۔(موطا ٣٣٧)

فائدہ:۔ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے نزدیک اگر حیوان کی گوشت کے عوض بیع ہو اور حیوان سے مقصود بھی گوشت ہو کہ قربانی کرنا ہے یا ذبح کرنا ہے تو یہ بیع ممنوع ہے اور اگر حیوان سے گوشت مقصود نہیں تو بیع میں حرج نہیں۔اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جب گوشت اُسی حیوان کی جنس کا ہو تو ممنوع ہے اور اگر غیر جنس کا ہو تو جائز ہے مثلاً بکری کا گوشت اونٹ یا گائے کے عوض فروخت ہو۔اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر حیوان گوشت کے عوض بیچا جائے چاہے گوشت اس کی جنس کا ہو یا نہ، اگر ہاتھ در ہاتھ بیچا جائے تو جائز ہے اور ادھار جائز نہیں ہے منشأ اختلاف اس ممانعت کا سبب ہے بعض کہتے ہیں کہ جب حیوان ایک جنس ہو اور گوشت دوسری جنس ہو تو فوری لینے دینے میں سود لازم نہیں آئے گا لہٰذا ممنوع بھی نہ ہوگا اور دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ سبب ممانعت یہ ہے کہ حیوان اگر چہ گوشت کی جنس کا ہو لیکن حیوان موزونی چیز نہیں ہے لہٰذا گوشت کو حیوان کے عوض فروخت کرنے کی صورت میں قدر و جنس سود کی علت موجود نہیں ہوگی اس لئے زیادتی حرام نہیں ہوگی اس کی تفصیل بدائع میں ہے کہ اگر دونوں دو جنس ہوں مثلاً بکری اور اونٹ یا گائے کا گوشت ہو تو الگ الگ جنس ہونے کی وجہ سے اندازاً ادھار اور نقد ہر طرح بیچنا جائز ہوگا اور اگر زندہ بکری کو بکری کے گوشت کے عوض فروخت کیا جائے تو بعض مشائخ ان کو دو جنس مانتے ہیں لہٰذا اس کو اندازاً بیچنا جائز سمجھتے ہیں اور بعض ایک جنس مانتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ و ابو یوسف رحمہ اللہ کے مذہب کی بنیاد اس پر ہے کہ چونکہ بکری موزونی چیز نہیں اور زیادتی تب سود ہوتی ہے جب علت قدر و جنس دونوں موجود ہوں۔لہٰذا اس صورت میں اندازے سے اور زیادتی کے ساتھ فروخت جائز ہوگی مگر ہاتھ در ہاتھ ہونا ضروری ہوگا۔اور یہی صحیح ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بیع تب ہی جائز ہوگی جب یہ اندازہ ہو کہ گوشت زندہ بکری میں موجود گوشت سے زیادہ ہے۔(بدائع ١٨٩/٥)

بَابَ بَيْعِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ

٤٧٤٣...... أخبرنا مالك، أخبرنا عبدالله بن يزيد مولى الأسود بن سفيان، أَنَّ زَيْدًا اَبَاعَيَاشِ مَوْلَى لِبَنِيْ زهْرَةَ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَأَلَ سَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَاصٍ عَمَّنِ اشْتَرَى الْبَيْضَاءَ بِالسُّلْتِ؟ فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: أَيُّهُمَا أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْبَيْضَاءُ، قَالَ: فَنَهَانِيْ عَنْهُ، وَقَالَ: إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَمَّنِ اشْتَرَى التَّمْرَ بِالرُّطَبِ؟ فَقَالَ: أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ؟ قَالُوْا: نَعَمْ! فَنَهٰى عَنْهُ۔ (الموطأ للإمام محمد ٣٣١)۔

اس وضاحت کے بعد ظاہر ہوا کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اس کو بیع مزابنہ ومحاقلہ پر اور زیتون کے تیل کی زیتون سے اور تلوں کے تیل کی تلوں سے بیع پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مقیس علیہ میں قدر وجنس دونوں علتیں موجود ہیں اور مقیس میں یا دونوں نہیں یا ایک علت نہیں ہے (مزید تفصیل اعلاء السنن عربی میں ملاحظہ ہو)

باب تازہ پکی کھجور خشک کھجور کے عوض فروخت کرنے کا حکم

(۴۷۴۳)......امام مالک رحمہ اللہ اپنی سند سے زید ابو عیاش مولی بنو زہرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے معاملہ سے متعلق سوال کیا جو بغیر چھلکا والے سفید جَو کے عوض گندم خرید تا ہے؟ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا ان میں سے کونسا بڑھیا ہوتا ہے؟ کہا گندم، فرماتے ہیں انہوں نے اس معاملہ کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ سے خشک کھجور تازہ پکی کھجور کے عوض خرید کرنے سے متعلق سوال ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تازہ کھجور خشک ہو جانے پر کم وزن ہو جاتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا جی ہاں تو آپ ﷺ نے منع فرمایا (مؤطا امام محمد ۳۳۱)

فائدہ:۔ تازہ کھجور خشک کھجور کے عوض فروخت کرنے میں اختلاف ہے امام ابو یوسف ومحمد واحمد وشافعی و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں۔ مروی ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ جب بغداد میں آئے لوگوں نے یہی مسئلہ معلوم کیا اور وہ لوگ امام صاحب رحمہ اللہ کی اس حدیث کی مخالفت کی وجہ سے مخالف تھے تو آپ نے فرمایا رطب (تر کھجور) بھی تمر یا نہیں؟ اگر تمر ہے تو بیع جائز ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تمر تمر کے عوض برابر سرابر جائز ہے اور اگر وہ تمر نہیں تو بھی جائز ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا جب جنسیں مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیچو، تو اہل بغداد نے یہ حدیث پیش کی تو امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش (جس کی کنیت ابوعیاش ہے) پر اور وہ مجہول ہے یا فرمایا ایسا راوی ہے جس کی حدیث مقبول نہیں ہے، امام صاحب رحمہ اللہ کے اس طعن کو محدثین نے مستحسن کہا ہے حتی کہ ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کیسے کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حدیث کی معرفت نہیں رکھتے؟ حالانکہ وہ فرماتے ہیں زید ایسا راوی ہے جس کی روایت مقبول نہیں۔

بَابُ الرِّبَا فِيْ دَارِ الْحَرْبِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ

٤٧٤٤ ...... عن مكحول، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا رِبَا بَيْنَ أَهْلِ الْحَرْبِ"، وَأَظُنُّهُ قَالَ "وَبَيْنَ أَهْلِ الإِسْلَامِ" أخرجه البيهقي من طريق عن أبي يوسف، عن بعض المشيخة، عن مكحول

بعض حضرات نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس طعن کا جواب دیا ہے کہ یہ زید مجہول العین بھی نہیں ہے کیونکہ ان سے دو راوی عبداللہ بن یزید اور عمران بن ابی انس (مسلم کے راوی) روایت لینے والے ہیں اور مجہول الحال بھی نہیں کیونکہ اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کو نہیں جانتے تو دوسرے ائمہ جانتے ہیں امام ابن حبانؒ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ امام ترمذی وابن حبان وابن خزیمہ رحمہم اللہ اُس کی اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں اور دارقطنی ثقہ وثبت کہتے ہیں حاکم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کو مجہول کہنے میں اکیلے نہیں بلکہ کئی محدثین نے ان کی موافقت کی خود امام حاکم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بخاری ومسلم نے اس روایت کو زید کے مجہول ہونے کے خطرے سے روایت نہیں کیا ابن حزم رحمہ اللہ مجہول کہتے ہیں اور طبری نے بھی اس کے مجہول ہونے کو حدیث کے معلول ہونے کا سبب بیان کیا اور محدث عبدالحق رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث میں طعن کیا ابن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں زید کے متعلق دو قول ہیں ایک یہ کہ مجہول ہیں دوسرا یہ کہ وہ ابوعیاش زرقی ہیں تو متعین نہ ہوا۔ اگر دوسرے ائمہ نے اس کو پہچانا تو امام صاحب کی بیان کردہ حدیث مستدل اُن پر حجت ہے مگر امام صاحب مجتہد ہیں اور آپ نے اُن کو نہ پہچانا تو دوسرے ائمہ کی تقلید اُن پر لازم نہیں اور جنہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ان حضرات نے صرف امام مالک رحمہ اللہ پر اعتماد کیا۔

نیز امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا کہ عبداللہ تو اس طرح روایت کرتے ہیں جبکہ یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ یوں روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے رطب کو تمر کے عوض ادھار بیچنے سے منع فرمایا (مطلق منع نہیں فرمایا) تو ممانعت کی وجہ صرف ادھار ہے اور امام ابن الترکمانی رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا کہ یہ حدیث سند ومتن دونوں میں سخت مضطرب ہے اگر صحیح تسلیم کرلیا جائے تو ہمارے نزدیک اس صورت پر محمول ہے جب تازہ کھجور درختوں پر ہو اور اس کے عوض تمر (خشک کھجور) کیل کیا ہوا ہو تو چونکہ ایک وزن شدہ ہوگا اور دوسرا بغیر وزن کے اس لئے بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ دونوں میں برابری نہیں ہوگی تو یہ حدیث بیع مزابنہ پر محمول ہوگی جس کا تفصیلی ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ (علماء اعلاء السنن میں تفصیلی گفتگو پڑھ لیں)۔

باب دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود کا حکم

(۴۷۴۴)...... حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حربی اور مسلمانوں کے درمیان سود جائز نہیں ہے اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے بسندہ مکحول سے روایت کیا ہے (درایہ ۱۸۷) یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ

(درایۃ ۱۸۷)، هذا حديث مرسل، والمرسل حجة عندنا، وجهالة بعض المشيخة غير مضر، لأن تلك الجهالة بالنسبة إلينا لا بالنسبة إلى المجتهد۔

کے استاذ مجہول ہونا مضر نہیں کیونکہ ہمارے اعتبار سے مجہول ہے مجتہد کے اعتبار سے مجہول نہیں ہے۔

فائدہ:۔ اگر مسلمان حربی کافر سے دارالحرب میں سود لے تو یہ سلف وخلف سے اختلافی چلا آ رہا ہے حضرت ابراہیم نخعی وابوحنیفہ وسفیان ثوری ومحمد رحمہم اللہ کے نزدیک یہ سود ناجائز نہیں، امام ابویوسف وشافعی واحمد ومالک رحمہم اللہ کے نزدیک ناجائز ہے مبسوط میں ہے کہ یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن مکحول رحمہ اللہ فقیہ اور ثقہ ہیں اور ایسے راوی کی مرسل مقبول ہے اور یہ امام صاحب اور امام محمد رحمہما اللہ کی اس بارے میں دلیل ہے کہ دارالحرب میں مسلمان حربی سے ایک درہم کی بیع دو درہم سے کرسکتا ہے اور امام ابویوسف وشافعی رحمہما اللہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے ان حضرات کے مسلک کا مطلب یہ ہے کہ دارالاسلام کے مسلمان کو اسلام کی وجہ سے جہاں بھی ہو سود کی ممانعت ہے اور کافر سے لینے کی صورت میں اس پر محمول نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے کافر کا مال اُس کی خوش دلی سے لیا ہے کیونکہ عقدِ سود کے ذریعہ لیا ہے اور کافر بھی اس کے لینے پر ویسے راضی نہیں محض بطریق عقد راضی ہوجاتا ہے تو اگر دارالحرب میں یہ جائز ہو تو دارالاسلام میں بھی مسلمانوں کے مابین جائز ہوجائے اور تاویل یہ کرلی جائے کہ ایک درہم تو درہم کے عوض ہو اور دوسرا ہبہ ہوگیا اور یہ حضرات اپنی دلیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ جنگ خندق میں مشرکین میں سے ایک مردہ کی لاش تھی مشرکین نے رقم کے عوض دینے کی درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رقم لیکر مردہ کی لاش دینے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع فرمایا اور بغیر رقم یونہی حوالے کیا گیا تو جیسے مردہ مشرک کی لاش پر رقم لینا جائز نہیں ایسے ہی یونہی بلاعوض سود کی رقم کافر ومشرک حربی سے لینا جائز نہیں ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل ایک تو حضرت مکحول رحمہ اللہ کی روایت ہے دوسری دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا جاہلیت کے دور کا ہر سود ختم اور سب سے پہلا سود جو ختم کیا جارہا ہے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا سود ہے (مسلم ۱/۳۹۷) حضرت عباس رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے پہلے یا خیبر کی فتح سے پہلے مسلمان ہوئے فتح خیبر کے وقت سود حرام ہوچکا تھا اور فتح مکہ سے پہلے مکہ مکرمہ دارالحرب تھا مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہوجانے کے باوجود اُن کے مسلمان ہونے کے فوراً بعد اور فتح مکہ کے زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حربیوں کے ذمہ کا سود ختم نہیں کیا بلکہ حجۃ الوداع کے موقع پر اُن کے سود ختم ہوجانے کا اعلان فرمایا اور اُس وقت سے پہلے اور مسلمان ہونے کے بعد کا کفار حربیوں سے وصول کیا ہوا سود ختم نہیں فرمایا اور کافروں کو واپس کرنے کا حکم نہیں فرمایا (جبکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد بھی اہل مکہ کافروں سے سود لیتے رہے ہیں) یہ گفتگو تو دارالحرب کے رہائشی مسلمان وحربی کافر کے درمیان سود کی ہے لیکن جو مسلمان دارالحرب کے رہائشی نہیں وہاں کے صرف تاجر ہیں ان کیلئے صرف وہی معاملہ جائز ہے جو دارالاسلام میں جائز ہے اور چونکہ ان کیلئے دارالاسلام میں رہتے ہوئے حربی کافر سے

٤٧٤٥...... قال ابن حزم: روينا من طريق قاسم بن إصبح: نا بكر بن حماد، نا مسدد، نا حفص بن غياث، عن أبي العوام البصرى، عن عطاء: "كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَبِيعُ مِنْ غِلْمَانِهِ النَّخْلَ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: أَمَا عَلِمْتَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ هٰذا؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلٰى! وَلٰكِنْ لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ سَيِّدِهِ رِبًا" (المحلى ٨: ٥١٤)، ولم يعله بشيء۔

٤٧٤٦...... أخبرنا سفيان، عن عمرو بن دينار، عن أبي سعيد، أظنه عن ابن عباس، "أَنَّهُ كَانَ يَبِيعُ الثَّمَرَ مِنْ غُلَامِهٖ قَبْلَ أَنْ يُطْعَمَ، وَكَانَ لَا يَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ غُلَامِهٖ رِبًا" أخرجه الإمام الشافعي في "مسنده" (٨٤)، وسنده صحيح، وأبو سعيد هو مولى ابن عباس اسمه نافذ من رجال الجماعة ثقة۔ "تقريب"، والباقون لا يسأل عنهم۔

بھی سود لینا جائز نہیں اس لئے بطور تاجر دارالحرب میں جا کر بھی حربیوں سے سود لینا جائز نہیں کیونکہ ان کے مابین حربی و مسلم ہر ایک کا مال محفوظ وذی قیمت ہے اور مستامن بننے سے یہ عصمت ختم نہیں ہوتی ایسے ہی دارالحرب کے حربی تاجر دارالاسلام میں مستامن بن کر آئیں تو ان میں سے کسی کا دوسرے سے ایک درہم کے عوض دو درہم لینا جائز نہیں۔ ذمیوں کا بھی یہی حکم ہے امام اعظم رحمہ اللہ کے اس مسلک کی تائید حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول سے بھی ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ دارالحرب میں مسلمانوں اور حربیوں کے درمیان ایک دینار دے کر دو دینار خریدنے میں حرج نہیں ہے (طحاوی) اور یہ قول حضرت مکحول رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا روایت کی بہترین تفسیر ہے۔

(۴۷۴۵)...... علامہ ابن حزم رحمہ اللہ اپنی سند سے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے غلاموں سے کھجوروں کو (کھجوروں کے عوض) دو سال اور تین سال کی مدت مقرر کر کے فروخت کرتے تھے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ان کو پیغام بھیجا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ضرور منع فرمایا ہے لیکن غلام اور اس کے آقا کے درمیان سود حرام نہیں ہے (المحلی ۵۱۴/۸) ابن حزم رحمہ اللہ نے اس روایت میں کوئی علت بیان نہیں فرمائی۔

فائدہ:۔ اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ صورت ربا جب حقیقت ربا سے خالی ہو تو نہ اس میں کراہت ہے نہ گناہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ عمل صورۃً ربا ہے لیکن حقیقت ربا سے خالی ہے اسی سے معلوم ہوا کہ دارالحرب میں رہنے والے مسلم و حربی کے درمیان سود اگرچہ صورۃً سود ہے لیکن حقیقت ربا سے خالی ہے اس لئے جائز ہے کیونکہ حربی کفار سب مسلمان کے حق میں غلام ہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے بھی حضرت مکحول رحمہ اللہ کی روایت کی تائید ہے۔

(۴۷۴۶)...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعلق روایت ہے کہ وہ اپنے غلام سے پھل کھانے کے قابل ہونے سے پہلے بیچ دیتے تھے اور اپنے اور اپنے غلام کے درمیان سود کو گناہ نہ سمجھتے تھے۔ اس کو امام شافعی رحمہ اللہ نے مسند (ص ۸۴) میں تخریج کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اس

٤٧٤٧...... حدثنا عبدالله بن صالحٌ عن الليث بن سعد، عن سهيل بن عقيل، عن عبدالله بن هبيرة السبائی قال: "صَالَحَ عَمْرُوْ بْنُ الْعَاصِ أَهْلَ إِنْطَابَلَسَ- وَهِيَ مِنْ بِلَادِ بَرْقَةَ بَيْنَ أُفْرِيْقِيَّةَ وَمِصْرَ- عَلَى الْجِزْيَةِ عَلٰى أَنْ يَبِيْعُوْا مِنْ أَبْنَاءِهِمْ مَا أَحَبُّوْا فِيْ جِزْيَتِهِمْ"- رواه أبو عبيد فی "الأموال" (١٤٦)، ورجاله ثقات، ولم أعرف سهيل بن عقيل هذا، ولكن الليث أجل من أن يروى عمن لا يحتج به، وهو إمام مجتهد-

٤٧٤٨...... حدثنا عبدالله بن صالح، عن الليث بن سعد قال: إِنَّمَا الصُّلْحُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ النُّوْبَةَ عَلٰى

کا راوی ابوسعید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا غلام ہے جس کا نام نافذ ہے جماعت کے رواۃ میں سے اور ثقہ ہے اور باقی راوی اس قابل ہیں کہ ان سے متعلق پوچھا ہی نہ جائے۔

فائدہ:۔ اس روایت سے بھی گذشتہ فائدہ کے ضمن میں مذکورہ بحث واضح ہے۔

(٤٧٤٧)......حضرت عبداللہ بن ہبیرہ سبائی سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے افریقہ ومصر کے درمیان برقہ علاقہ کے شہروں میں سے انطابلس شہر والوں سے جزیہ پر صلح کی اور یہ شرط لگائی کہ اپنے جزیہ میں اپنے بیٹوں میں سے جن کو چاہیں گے بیچیں گے۔اس حدیث کو امام ابوعبید نے کتاب الاموال (١٤٦) میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں میں سہیل بن عقیل راوی کو نہیں جانتا لیکن لیث ایسے نہیں ہیں جو ایسے راوی سے روایت کریں جو قابلِ احتجاج نہ ہو کیونکہ لیث امام مجتہد ہیں۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے واضح دلیل ہے کہ حربیوں کا اپنے بیٹے بیچنا اور ان سے مسلمانوں کا خریدنا جائز ہے حالانکہ بیٹا باپ کا غلام نہیں ہوتا تو یہ آزاد کی خرید وفروخت ہوئی اور آزاد کی خرید وفروخت دارالاسلام میں جائز نہیں ہے۔حتی کہ اگر حربی مستأمن اپنا بچہ فروخت کرے تو بالاتفاق بیع صحیح نہیں ہے جبکہ یہاں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جائز ٹھہرا رہے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مابین جو معاملات فاسد ہیں وہ دارالحرب میں مسلم وحربی کے مابین جائز ہیں اور یہ انطابلس دارالموادعۃ تھا جو دارالاسلام نہیں دارالحرب ہے۔اس بارے میں احناف کے کئی قول ہیں کہ حربی اپنے بیٹے یا بیٹی کو مستأمن مسلمان سے فروخت کرے تو بیع درست ہے یا نہ؟ اکثر اس بیع کو باطل کہتے ہیں لیکن امام کرخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ حربی اس بیع کو ناجائز سمجھیں تو بیع باطل ہوگی اور اگر جائز سمجھیں تو بیع جائز ہوگی۔فتاویٰ غیاثیہ میں بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔(فتاویٰ غیاثیہ ١٠٢) اور یہی راجح ہے کیونکہ آثار اس کی تائید کرتے ہیں۔اور امام ابوعبید رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے۔ تو جب حربیوں کا اپنے بیٹوں کو فروخت کرنا اور مسلمانوں کا ان سے خریدنا جائز ہے تو دارالحرب میں حربی و مسلم کے درمیان سود بھی جائز ہے کیونکہ سود اور آزاد کو فروخت کرنا حرمت میں برابر ہیں تو ایک کا جائز ہونا دوسرے کے جواز کا مقتضی ہے۔

(٤٧٤٨)......حضرت لیث بن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہمارے اور نوبہ کے رہنے والوں (جو صعید مصر کا صوبہ ہے) کے مابین اس پر صلح ہے کہ

أَن لَّا نُقَاتِلَهُمْ وَلَا يُقَاتِلُونَا، وَأَنَّهُمْ يُعْطُونَنَا دَقِيقًا وَنُعْطِيهِمْ طَعَامًا، قَالَ وَإِنْ بَاعُوا أَبْنَائَهُمْ وَنِسَائَهُمْ لَمْ أَرَ بَأْسًا عَلَى النَّاسِ أَنْ يَشْتَرُوا مِنْهُمْ، قَالَ اللَّيْثُ: وَكَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْأَنْصَارِيُ لَا يَرَى بِذٰلِكَ بَأْسًا"۔ رواه أبو عبيد أيضا (١٤٦)، وفيه دليل على أن الليث ويحيى ابن سعيد قد احتجا بما رواه سهيل، عن عبدالله بن هبيرة عن عمرو بن العاص، وفيه دلالة على كون سهيل ثقة۔

٤٧٤٩...... حدثنا أبو عبيد القاسم بن سلام، حدثنا عبدالله بن صالح، عن الليث بن سعد، عن يزيد بن أبي حبيب: أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ كَتَبَ فِيْ شَرْطِهِ عَلَى أَهْلِ لَوَاتَةَ مِنَ الْبَرْبَرِّ مِنْ أَهْلِ بُرْقَةَ: إِنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تَبِيعُوا أَبْنَائَكُمْ وَنِسَائَكُمْ فِيمَا عَلَيْكُمْ مِنَ الْجِزْيَةِ"، رواه البلاذري في "الفتوح" (٢٣٣)، وهذا مرسل صحيح رجاله كلهم ثقات، وأخرجه أبو عبيد في "الأموال" أيضا (١٨٤) عن عبدالله بن صالح، عن الليث، ولم يذكر يزيد۔

٤٧٥٠...... حدثني محمد بن سعد، عن الواقدي، عن شرحبيل بن أبي عون، عن عبدالله ابن هبيرة، قال: لَمَّا فَتَحَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ الْإِسْكَنْدَرِيَّةَ سَارَ فِيْ جُنْدِهِ يُرِيْدُ الْمَغْرِبَ، حَتّٰى قَدِمَ بُرْقَةَ

ہم ان سے نہ لڑیں گے اور وہ ہم سے نہ لڑیں گے اور یہ کہ وہ ہمیں آٹا دیں گے اور ہم ان کو کھانا دیں گے۔ فرمایا اور اگر وہ اپنے بیٹوں اور عورتوں کی خرید وفروخت کرتے ہوں تو لوگوں پر ان سے خریدنے میں حرج نہیں۔ امام لیث فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری بھی اس میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اس کو بھی امام ابوعبید (ص ۱۴۶) نے روایت کیا ہے اور اس میں دلیل ہے کہ حضرت لیث اور یحییٰ بن سعید رحمہما اللہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے عمل کی گذشتہ حدیث کو حجت مانتے ہیں اور اس میں دلیل ہے کہ راوی سہیل ثقہ ہے۔

(۴۷۴۹)...... حضرت لیث بن سعد یزید بن ابی حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اہل برقہ کے بربریوں یعنی اہل لواتہ سے صلح کی شرط میں یہ شرط لکھی تھی کہ تم پر جو جزیہ ہوگا اس کے عوض تم اپنے بیٹے اور عورتیں فروخت کرو گے۔ اس روایت کو امام بلاذری نے فتوح (ص ۲۳۳) میں روایت کیا ہے اور یہ صحیح مرسل ہے اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور امام ابوعبید نے بھی اس کو (ص ۱۸۴) روایت کیا ہے صرف یزید بن ابی حبیب کا ذکر نہیں کیا۔

(۴۷۵۰)...... امام بلاذریؒ بسندہ حضرت عبداللہ بن ہبیرہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ فتح کیا تو اپنے لشکر میں مغرب کا ارادہ کرتے ہوئے چلے حتیٰ کہ انطابلس کے شہر برقہ پہنچے تو وہاں کے رہائشیوں سے جزیہ پر صلح کی وہ جزیہ ۱۳ ہزار دینار تھے کہ جزیہ میں اپنے بیٹوں میں جن کو چاہیں گے بیچیں گے۔ (کتاب الفتوح ۲۳۱) اس روایت کا راوی شرحبیل ام بکر بنت مسور بن مخرمہ کے مولی ہیں اس کا تذکرہ ابن یونس نے مصریین میں کیا ہے (تعجیل المنفعہ ۱۷۷) اور اس میں جرح وتعدیل کچھ ذکر نہیں کی اور اس روایت

وَهِيَ مَدِيْنَةُ إِنطَابُلُسَ- فَصَالَحَ أَهْلَهَا عَلَى الْجِزْيَةِ، وَهِيَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ أَلْفَ دِيْنَارٍ، يَبِيْعُوْنَ فِيْهِ مِنْ أَبْنَائِهِمْ مَنْ أَحَبُّوْا بَيْعَهُ " رواه البلاذری فی "الفتوح" (۲۳۱)، وشرحبيل هو مولی أم بکر بنت المسور بن مخرمة، ذکره ابن يونس في المصريين (تعجيل المنفعة۱۷۷)، ولم يذکر فيه جرحا ولا تعديلا، وذکرته اعتضادا۔

٤٧٥١...... حدثنا محمد بن العباس ثنا علی (هو ابن معبد) ثنا محمد بن الحسن- ثنا محمد بن أبان بن صالح، عن حماد، عن إبراهيم، قال: " لَا بَأْسَ بِالدِّيْنَارِ بِالدِّيْنَارَيْنِ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَبَيْنَ أَهْلِ الْحَرْبِ"- رواه الطحاوی فی "مشکل الآثار" (٤:٢٤٥)، وسنده حسن-

٤٧٥٢...... حدثنا إبراهيم بن أبی داوٗد، ثنا نعيم، ثنا ابن المبارك، عن سفيان بذلك رواه الطحاوی فی "مشکله" أيضا (٤:٢٤٥)، وسنده صحيح-

٤٧٥٣...... عن عکرمة عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: "لَمَّا أَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُخْرِجَ بَنِي النَّضِيْرِ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّكَ أَمَرْتَ بِإِخْرَاجِنَا وَلَنَا عَلَى النَّاسِ دُيُوْنٌ لَمْ تَحِلَّ، قَالَ: ضَعُوْا

کو بھی بطور تائید میں نے ذکر کیا ہے۔

(۴۷۵۱)......حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ دارالحرب میں مسلمانوں اور حربیوں کے درمیان ایک دینار کی دو دینار کے عوض بیع میں حرج نہیں ہے۔ اس کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکل الآثار (۴/۲۴۵) میں روایت کیا ہے اور سند حسن ہے۔

(۴۷۵۲)......اس حدیث مذکور کو دوسری سند سے حضرت عبداللہ بن مبارک کے واسطہ سے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت کیا گیا ہے جس کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکل الآثار (۴/۲۴۵) میں روایت کیا اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔

فائدہ:۔ ان دونوں آثار سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید ہے تابعی بزرگ کا قول ایسے معاملہ میں جس میں رائے کو دخل نہیں حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

(۴۷۵۳)......حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بنونضیر کو (جلاوطن کرنے اور) نکالنے کا حکم فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے اُن لوگوں کے متعلق ہمیں نکال دینے کا حکم فرمایا حالانکہ ان لوگوں کے ہمارے ذمہ قرض ہیں جو واپس نہیں کئے! فرمایا کچھ کمی کرالو اور جلدی ادا کرلو۔ اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک (۲/۱۸۳ حدیث نمبر ۲۳۰۲) میں روایت کرکے فرمایا کہ یہ حدیث حسن سند والی ہے لیکن امام ذہبی نے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا راوی زنجی ضعیف ہے اور راوی عبدالعزیز ثقہ نہیں۔ میں (مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں عبدالعزیز کے تابع حکم بن موسی ابوصالح امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سنن میں ہے اور یہ

وَتَعَجَّلُوا''، رواه الحاكم في المستدرك (۲:۵۲)۔ وقال: حديث صحيح الإسناد، وتعقبه الذهبي بأن الزنجي ضعيف، وعبدالعزيز ليس بثقة اھ۔ قلت: تابع عبد العزيز الحكم بن موسى أبو صالح عند البيهقي في "سننه" (۲:۲۷)، وهو من رجال مسلم، وروى له البخاري تعليقا، وثقه ابن معين، والعجلي، وأبو حاتم، وابن سعد، وقال صالح جزرة: ثقة مأمون (التهذيب ۲:۴۴۰)، والزنخي مختلف فيه، قد مر توثيقه في الكتاب غير مرة، والحديث رواه الواقدي في سيره عن ابن أخي الزهري، عن الزهري عن عروة بن الزبير، قاله البيهقي، وهذا شاهد جيد؛ لما رواه الزنخي فالحديث حسن۔

امام مسلم کے راویوں میں سے ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی روایت تعلیقاً روایت کی ہے اور اس کو امام ابن معین اور عجلی اور ابو حاتم اور ابن سعد رحمہ اللہ نے ثقہ کہا ہے اور صالح جزرہ رحمہ اللہ نے فرمایا ثقہ ومحفوظ ہے (تہذیب ۲/۴۴) اور زنجی مختلف فیہ راوی ہے اور اس کی توثیق اسی کتاب میں کئی بار ذکر ہوئی اور اسی حدیث کو امام واقدی رحمہ اللہ نے سیرت میں زہری کے بھتیجے سے **عن زھری عن عروہ** رحمہ اللہ تخریج کیا ہے جس کو بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا اور یہ زنجی کی روایت کا عمدہ شاہد ہے نتیجہ یہ ہوا کہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ:۔ اگر آدمی نے کسی کو مثلاً دوسو درہم بطور قرض ایک مہینہ کی مدت مقرر کر کے دیئے ضرورت پڑنے پر مہینہ پورا ہونے سے پہلے وصول کرتا ہے اور مقروض کہتا ہے کہ جلد وصول کرنے پر آپ دوسو کے بجائے ۱۵۰ درہم لے لو۔ (جبکہ قرض خواہ نے ۵۰ درہم معاف نہیں کئے محض مجبوری کی بناء پر ۵۰ چھوڑتا ہے) تو یہ ۵۰ درہم بلا عوض ہونے کی وجہ سے سود ہوئے اس لئے ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ ایسا معاملہ مسلمانوں کا باہم کرنا حرام ہے۔ مگر نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بنونضیر حربیوں سے ایسا کرنے کی اجازت بلکہ حکم فرمایا معلوم ہوا کہ جو معاملہ مسلمانوں کے مابین حرام اور سود ہے وہ دارالحرب میں مسلمان وحربی کے مابین جائز ہے۔ اس بارے میں دوسرے آثار بھی ہیں اور حدیثِ اخراجِ بنونضیر کو امام محمد رحمہ اللہ نے سیر کبیر میں مسلم وحربی کے مابین دارالحرب میں سود جائز ہونے پر حجت بنایا ہے کیونکہ مسلمانوں پر ان کے قرض تھے اور اہل حرب ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ یہ معاملہ درست ٹھہرایا گیا۔ اسی طرح رکانہ کی حضور ﷺ سے مکہ مکرمہ کے بالا علاقوں میں ملاقات ہوئی رکانہ نے کہا اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں گے تو میری تہائی بکریاں آپ کی ہوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے کشتی کی آپ ﷺ نے پچھاڑ دیا بالآخر اس کی ساری بکریاں (کئی بار پچھاڑنے کی وجہ سے) لے آئے معلوم ہوا کہ دارالحرب میں مسلم و حربی کے مابین ایسا معاملہ جائز ہے (مبسوط ۱۴/۵۷) اور امام محمد رحمہ اللہ کی بلاغات ہمارے نزدیک حجت ہیں۔ حاصل یہ کہ امام ابوحنیفہ ومحمد رحمہما اللہ کا قول اقوی ہے اور اس کی دلیل صرف روایت مکحول نہیں دوسرے دلائل بھی ہیں حضرت ابراہیم نخعی وغیرہم بھی مؤید ہیں لیکن یہ سب بحث جواز میں ہے مگر چونکہ اس جواز میں بھی ائمہ کا اختلاف ہو گیا اس لئے احتیاط اور بہتر یہ ہے کہ دارالحرب میں حربی کے ساتھ بھی سود کا

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

٤٧٥٤...... عن ابن عباس: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً"، أخرجه ابن حبان في "صحيحه"، والبزار في "مسنده"، وقال: ليس في الباب أجل إسنادا عن هذا (زيلعي ٢:١٩٣)۔

٤٧٥٥...... وعن الحسن، عن سمرةؓ: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً"، أخرجه أصحاب السنن الأربعة (زيلعي ٢:١٩٣)۔

٤٧٥٦...... وعن محمد بن دينار الطاحي، قال: حدثنا يونس بن عبيد، عن زياد بن جبير، عن ابن عمرؓ: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوان بِالْحَيَوان نَسِيئَةً"، أخرجه الطحاوي في "معاني الآثار" (٢:٢٢٩)۔

٤٧٥٧...... حدثنا حسين بن محمد، ثنا خلف بن خليفة، عن أبي حباب، عن أبيه، عن ابن عمرؓ، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تَبِيْعُوا الدِّيْنَارَ بِالدِّيْنَارَيْنِ، وَلَا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ، فَقَالَ رَجُلٌ:

معاملہ کرنے سے پرہیز کیا جائے حکیم الامت حضرت تھانوی ؒ کی رائے اور فتویٰ یہی ہے امام ابو یوسف اور جمہور ؒ کے قول کو راجح ٹھہرا کر اختیار فرمایا ہے؟

باب حیوان کو حیوان کے عوض ادھار فروخت کرنا ممنوع ہے

(۴۷۵۴)......حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حیوان کی حیوان سے ادھار بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو ابن حبان نے صحیح میں اور بزار نے مسند میں روایت کیا ہے اور فرمایا کہ اس بارے میں اس سے بہتر سند نہیں ہے (زیلعی ۲/۱۹۳)

فائدہ:۔ حدیث کی عنوان پر دلالت واضح ہے کسی توضیح کی محتاج نہیں اگلی احادیث بھی اسی مضمون کی ہیں۔

(۴۷۵۵)......حضرت حسن بصری ؒ حضرت سمرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حیوان کی حیوان سے بیع میں ادھار سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کو سنن اربعہ والے حضرات نے روایت کیا ہے۔ (زیلعی ۲/۱۹۳)

(۴۷۵۶)......زیاد بن جبیر حضرت ابن عمر ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حیوان کی حیوان سے ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔ اس کو طحاوی نے معانی الآثار (۲/۲۲۹) میں روایت کیا ہے۔

(۴۷۵۷)......ابو حباب عن ابیہ حضرت ابن عمر ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دینار دو دینار کے عوض اور ایک

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ الرَّجُلُ يَبِيعُ الْفَرَسَ بِالْأَفْرَاسِ، وَالنَّجِيْبَةَ بِالإِبِلِ؟ قَالَ: لَا بَأْسَ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ"، أخرجه أحمد فی "مسنده" (٢:١٠٩)۔

٤٧٥٨...... وعن الحجاج بن أرطاة، عن أبی الزبير، عن جابرؓ، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلْحَيَوَانُ اِثْنَانِ بِوَاحِدٍ لَا يَصْلُحُ نَسِيْئًا، وَلَا بَأْسَ بِهِ يَدًا بِيَدٍ)۔ أخرجه الترمذی وقال: حديث حسن (زيلعی ٢:١٩٣)۔

٤٧٥٩...... وأخرجه الطحاوی فی "معانی الآثار" (٢:٢٢٩) بسند آخر۔ قال: حدثنا محمد ابن إبراهيم الصيرفی، قال: حدثنا عبدالواحد بن عمرو بن صالح الزهری، قال: حدثنا عبدالرحيم بن سليمان، عن أشعث، عن أبی الزبير، عن جابرؓ: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَرٰى بَأْسًا بِبَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ اثْنَيْنِ بِوَاحِدٍ، وَيَكْرَهُهٗ نَسِيْئَةً"۔

٤٧٦٠...... وقال الطبرانی فی معجمه: حدثنا أحمد بن زهير التستری۔ ثنا إبراهيم بن راشد الأدمی، ثنا داوٗد بن مهران، ثنا محمد بن الفضل بن عطية، عن سماك، عن جابر بن سمرةؓ: "أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيْئَةً" (زيلعی (٢:١٩٣)۔

درہم دو درہم کے عوض نہ بیچا کرو ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ بتائیں کہ آدمی ایک گھوڑا کئی گھوڑوں کے عوض اور نجیبہ اونٹ (جو عمدہ و تیز رفتار ہوتا ہے) عام اونٹ کے عوض بیچ لیا کرے؟ فرمایا ہاں جب ہاتھ در ہاتھ بیع ہو تو حرج نہیں۔ اس کو امام احمد رحمہ اللہ نے مسند (۲/۱۰۹) میں روایت کیا ہے۔

(۴۷۵۸)......ابو الزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک حیوان دو حیوانوں کے عوض ادھار پر تو درست نہیں ہے ہاں ہاتھ در ہاتھ ہو تو حرج نہیں ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا حسن حدیث ہے (زیلعی ۲/۱۹۳)

(۴۷۵۹)......روایت مذکورہ کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے معانی الآثار (۲/۲۲۹) میں دوسری سند سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک حیوان کی دو حیوان کے عوض بیع میں حرج نہیں سمجھتے تھے لیکن ادھار پر ناپسند فرماتے تھے۔

(۴۷۶۰)......امام طبرانی رحمہ اللہ معجم میں بسندہ سماک سے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حیوان کی حیوان سے بیع میں ادھار سے منع فرمایا ہے (زیلعی ۲/۱۹۳)

۴۷۶۱...... وقال عبدالله بن أحمد في زيادات "المسند": حدثني أبو إبراهيم الترجماني: هو إسماعيل بن إبراهيم- ثنا أبو عمر المقرئ، عن سماك، عن جابر بن سمرة: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيْئَةً" (مسند أحمد (۱) ۵:۹۹)-

۴۷۶۲...... عن سعيد بن سالم، عن ابن جريج، عن عبدالكريم الجزري، أن زياد بن أبي مريم مولى عثمان أخبره: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُصَدِّقًا لَهُ، فَجَاءَ بِظَهْرٍ مُسِنَّاتٍ، فَلَمَّا نَظَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: هَلَكْتَ وَأَهْلَكْتَ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي كُنْتُ أَبِيْعُ الْبَكْرَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ بِالْبَعِيْرِ الْمُسِنِّ يَدًا بِيَدٍ، وَعَلِمْتُ مِنْ حَاجَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلَى الظَّاهِرِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَذٰلِكَ إِذًا"- أخرجه الشافعي الإمام في "مسنده" (الجوهر النقي ۵:۲۹۰)، وهذا مرسل حسن-

(۴۷۶۱)......امام عبداللہ بن احمد زیاداتِ مسند میں بسندہٖ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حیوان کی حیوان سے ادھار پر بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔(مسند احمد ۵/۹۹)

(۴۷۶۲)......عبدالکریم الجزری سے روایت ہے کہ زیاد بن ابی مریم مولی عثمان رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے والا آدمی بھیجا تو وہ بڑی عمر والی سواریاں (اونٹ) لیکر آیا آپ ﷺ نے فرمایا خود بھی تو ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈالا، عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ میں دو یا تین جوان اونٹ ایک بڑی عمر کے اونٹ کے عوض ہاتھ در ہاتھ بیچتا رہا کہ مجھے معلوم تھا کہ آپ ﷺ کو سواری کی ضرورت ہوتی ہے۔ فرمایا چلو پھر ٹھیک ہے۔ اس حدیث کو امام شافعی رحمہ اللہ نے مسند (۱۴۱) میں روایت کیا ہے اور یہ مرسل حسن ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایک حیوان کی دو تین حیوانوں کے عوض فوری خرید وفروخت جائز ہے یعنی ادھار ناجائز ہے یہ تو احناف کا مسلک ہے جبکہ جمہور ائمہ کے نزدیک حیوان کی حیوان سے بیع ادھار بھی جائز ہے ان حضرات نے کئی دلائل پیش کئے۔ مثلاً حضرت ابورافع وابوھریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث مسلم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے اونٹ ادھار پر لیا پھر اس سے بڑی عمر والا اونٹ ادائیگی کے وقت دیا۔ جس سے ادھار پر حیوان حیوان کے عوض لینا دینا جائز ثابت ہوا۔ ایسے ہی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سنن دار قطنی میں قابل احتجاج سند سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایک اونٹ دو اونٹوں اور صدقہ کے کئی اونٹوں کے عوض (صدقہ کے اونٹ آنے تک کی مدت سے) خریدا۔ پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ بیت المال کیلئے ادھار پر سودا ہے اور بیت المال کیلئے ایسا کرنا جائز ہے آپ ﷺ نے اپنے لئے ادھار پر نہیں لیا۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اول تو امام ابن القطان رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معلل قرار دیتے ہوئے ضعیف ومضطرب الاسناد قرار دیا ہے دوم اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو یا یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ نے یہ حکم فرمایا کہ جن سے زکوٰۃ کے اونٹ لو ان سے جو وصول کرو اگر دو اونٹ زکوٰۃ کی عمر کے وصول کرنے ہوں اور وہ سواری کے قابل نہ ہوں تو ان دو کے عوض ایک اونٹ

٤٧٦٣...... حدثنا عتاب بن زياد، ثنا عبدالله بن مبارك، أنا خالد بن سعيد، عن قيس بن أبي حازم، عن الصنابحي، قال: رَأىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ نَاقَةً مُسِنَّةً، فَغَضِبَ وَقَالَ: مَا هٰذِهِ؟ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ اِرْتَجَعْتُهَا بِبَعِيْرَيْنِ مِنْ حَاشِيَةِ الصَّدَقَةِ، فَسَكَتَ" ، رواه أحمد (٤: ٣٤٩)، ورجاله ثقات، غير ما في نسخة الهيثمي من مجالد بن سعيد مكان خالد، وابن المبارك قد روى عن كليهما، فأما خالد فمن رجال البخاري وأبي داوٗد ثقة مأمون، وأما مجالد فمن رجال مسلم والأربعة حسن الحديث ، وثقه النسائي وغيره، وضعفه آخرون، فالحديث حَسَنٌ، وهو شاهد لما قبله، ورواه أبو يعلى إلا أنه قال عن الصنابحي الأحمسي وقال: فَنَعَمْ إِذاً (مجمع الزوائد ٤: ١٠٥)، والمرسل إذا تأيد بموصول، فهو حجة عند الكل، كما مر غير مرة۔

سواری کے قابل لے لو۔ یا وہ حربی کافر تھے ان سے سود کا معاملہ درست ٹھہرا کر ایک اونٹ کے عوض دو لینے کا حکم فرمایا۔ یا یہ حیوان کی حیوان سے ادھار پر بیع کرنے سے ممانعت سے قبل کا واقعہ ہے۔

(۴۷۶۳)......حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ حضرت صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کے اونٹوں میں بڑی عمر کی اونٹنی دیکھی (تو چونکہ بڑے اونٹ زکوۃ میں وصول کرنا درست نہیں اس لئے) آپ ﷺ غصہ ہوئے اور فرمایا یہ کیا ہے؟ تو حضرت صنابحی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ یہ میں نے صدقہ کے چھوٹے دو اونٹوں کے عوض خریدی ہے۔ تو آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس کو امام احمد رحمہ اللہ نے (مسند۴/ ۳۴۹) روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ امام ہیثمی رحمہ اللہ کے نسخہ میں اس کی سند میں خالد کی جگہ مجالد بن سعید راوی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک دونوں سے روایت لیتے ہیں خالد بخاری و ابوداوٗد کا ثقہ اور قابل اطمینان راوی ہے اور مجالد مسلم اور سنن اربعہ کا حسن الحدیث راوی ہے اس کو نسائی وغیرہ نے ثقہ کہا ہے اور دوسرے محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ لہٰذا حدیث حسن ہے اور گذشتہ روایت کی شاہد ہے اور اس کو امام ابو یعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے مگر صنابحی کے ساتھ احمسی نسبت بیان کی ہے اور اس میں لفظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا چلو پھر ٹھیک ہے (مجمع الزوائد۴/ ۱۹۰) (اس روایت سے قبل کی حدیث مرسل ہے) اور مرسل حدیث کی تائید جب موصول سے ہو جائے تو سب محدثین کے نزدیک حجت ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث کی تشریح گذشتہ حدیث والی سمجھیں کہ حیوان کی حیوان سے بیع فوری لے دے سے زیادتی کے ساتھ جائز ہے۔

أَحْكَامُ الْإِسْتِحْقَاقِ

بَابٌ يَرْجِعُ الْمُشْتَرِيْ عَلَى الْبَائِعِ بِالدَّرْكِ

٤٧٦٤...... عن موسى بن السائب، عن قتادة، عن الحسن، عن سمرة بن جندبؓ، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ وَجَد عَيْنَ مَالِهِ عِنْدَ رَجُلٍ فَهُوَ أَحَقُّ (بِهِ) وَيَتَّبِعُ الْبَيْعُ مَنْ بَاعَهٗ"۔ رواه أبوداوٗد وسكت عنه، قال المنذري: وأخرجه النسائي، وقد تقدم الكلام على الاختلاف في سماع الحسن من سمرة اه(عون المعبود ٣١٢:٣)۔ قلت: وقد أثبتنا سماعه منه عن الترمذي والبخاري وغيرهما۔

﴿استحقاق کے احکام﴾

باب نقصان کی تلافی کے ضامن بننے پر خریدار فروخت کرنے والے سے رجوع کرسکتا ہے

(۴۷۶۴)......حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اپنا مال کسی آدمی کے پاس موجود پائے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے اور (اس صورت میں) خریدنے والا فروخت کرنے والے سے رجوع کرے (اور اپنی ادا کردہ قیمت واپس لے، اس روایت کو ابوداؤدؒ ( ) نے روایت کیا ہے اور سکوت کیا ہے امام منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو نسائی نے بھی روایت کیا ہے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سننے کی بحث پہلے گذر چکی ہے اور ہم نے ترمذی اور بخاری وغیرہما رحمہما اللہ سے ان کا سماع ثابت کیا ہے۔

فائدہ:۔ حدیث کی عنوان پر دلالت واضح ہے اور فقہاء کا یہی اصول ہے لہٰذا اگر ایک شخص باندی خریدے اور خریدار کے پاس وہ بچہ بھی جن دے پھر کوئی شخص اصل مالک ہونے کا دعویٰ کرے اور گواہ پیش کردے (کہ یہ میری باندی ہے فروخت کرنے والے شخص کی نہیں) تو باندی اور اس کا بچہ لے جاسکتا ہے اور خریدار باندی کی قیمت فروخت کرنے والے سے وصول کرے گا۔ لیکن اگر خریدار خود اقرار کرے کہ واقعی یہ تیری باندی ہے تو پھر باندی کا مالک باندی تو لے جاسکے گا مگر بچہ نہیں لے جائے گا۔ تو اس حدیث میں جو فرمایا کہ اگر کوئی اپنا عین مال کسی کے پاس موجود پائے تو وہی اس کا حقدار ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب اس نے گواہ پیش کردیئے کہ یہ مال میرا ہے یا جس کے قبضہ میں وہ مال ہے وہی اقرار کرے کہ واقعی تیرا ہے تب ہی وہ اس کا حقدار بنے گا ورنہ نہیں۔

۴۷۶۵...... عن الحجاج بن أرطاة عن سعيد بن زيد بن عقبة عن أبيه عن سمرة بن جندب قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "إِذَا ضَاعَ لِأَحَدِكُمْ مَتَاعٌ أَوْ سُرِقَ لَهُ مَتَاعٌ فَوَجَدَهُ فِيْ يَدِ رَجُلٍ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ، وَيَرْجِعُ الْمُشْتَرِيْ عَلَى الْبَائِعِ بِالثَّمَنِ" رواه البيهقي (٦:٥١)۔ وأحمد في "مسنده" (٥:١٣)۔ وسنده حسن، وقد مر غير مرة أن ابن أرطاة ثقة مدلس وهو حسن الحديث، وسعيد وأبوه ثقتان، كما في "التقريب"۔

بَابُ بَيْعِ الْفُضُوْلِيْ

۴۷۶۶...... عن عروة بن أبي الجعد البارقي: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَعْطَاهُ دِيْنَارًا لِيَشْتَرِيَ لَهُ شَاةً، فَاشْتَرٰى لَهُ شَاتَيْنِ، فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِيْنَارٍ وَأَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِيْنَارٍ، فَدَعَا لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَيْعِهِ بِالْبَرَكَةِ، فَكَانَ لَوِ اشْتَرٰى تُرَابًا لَرَبِحَ فِيْهِ"، رواه البخاري (مشكوة ٢١٤)۔

(۴۷۶۵)......حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کسی کا سامان ضائع یا چوری ہو جائے پھر اُسی کو کسی آدمی کے قبضہ میں موجود پائے تو وہی مالک ہی اس کا حقدار ہوگا۔اور خریدار فروخت کرنے والے سے قیمت کیلئے رجوع کرے گا۔اس حدیث کو امام بیہقی نے (سنن ۶/۵۱) اور امام احمد (مسند ۵/۱۳ میں) رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے اور کئی بار ذکر ہو چکا ہے کہ اس کا راوی حجاج بن ارطاۃ ثقہ مدلس اور حسن الحدیث ہے اور سعید بن زید اور اس کا باپ زید بن عقبہ ثقہ ہیں۔جیسا کہ تقریب میں ہے۔

فائدہ:۔ یہ حدیث بھی اوپر کے عنوان پر واضح دلیل ہے کسی توضیح کی محتاج نہیں ہے۔

باب فضولی کی بیع کا حکم

(۴۷۶۶)......حضرت عروہ بن ابی الجعد بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دینار دیا کہ آپ ﷺ کیلئے بکری خرید لائیں تو انہوں نے آپ ﷺ کیلئے دو بکریاں خریدیں پھر ایک بکری ایک دینار پر بیچ دی اور آپ ﷺ کے پاس ایک بکری اور ایک دینار لائے آپ ﷺ نے ان کو خرید و فروخت میں برکت کی دعا دی تو وہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تو اس میں بھی نفع کماتے تھے۔اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔(مشکوۃ ۲۱۴)

فائدہ:۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے یہاں دو کام فضولی والے کئے ہیں ایک تو ایک بکری کے ساتھ دوسری بکری خریدنا دوسرا پھر ایک بکری کو بیچ ڈالنا اور آپ ﷺ نے دونوں کو درست ٹھہرایا جس سے معلوم ہوا کہ فضولی (جس کو آدمی نے کہا نہ ہو) کی خرید و فروخت جائز ہے یہی ہمارا مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فضولی کی بیع جائز نہیں وہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول

أَبْوَابُ السَّلَمِ

بَابُ شَرَائِطِ السَّلَمِ

٤٧٦٧ ...... عن ابن عباس رضى الله عنهما، قال: " قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ بِالثَّمَرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ: مَنْ أَسْلَفَ فِيْ شَيْءٍ فَفِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ إِلٰى أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ" (بخاری ١: ٩٩)۔

٤٧٦٨ ...... وعن ابن عباس رضى الله عنهما قال: لَا تُسْلِفْ إِلَى الْعَطَاءِ وَلَا إِلَى الْحَصَادِ وَاضْرِبْ أَجَلًا"، أخرجه ابن أبی شيبة (فتح الباری ٤: ٢٥٩)۔

اللہ ﷺ کا ارشاد ہے وہ چیز فروخت نہ کر جو تیرے پاس نہیں۔ اور فضولی ایسی ہی چیز کی بیع کرتا ہے جو اس کے پاس نہیں ہے اصل مالک کے پاس ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت بیع بالا صالہ کی ہے اور فضولی کی بیع بالا صالہ بیع نہیں ہوتی بلکہ وہ نائب بن کر بیع کرتا ہے اور اس میں اور وکیل میں بس اتنا فرق ہوتا ہے کہ وکیل مامور ہوتا ہے اور فضولی مامور نہیں ہوتا۔ اور ظاہر ہے کہ اس حدیث ممانعت میں وکیل کا بیع کرنا داخل نہیں تو فضولی کا بیع کرنا بھی داخل نہیں ہوگا۔

﴿بیع سلم کے ابواب﴾

باب بیع سلم کی شرطوں کا بیان

فائدہ:۔ بیع سلم یہ ہے کہ آدمی کوئی چیز خریدنے کیلئے قیمت چیز کی پہلے دے دے اور چیز ہفتہ مہینہ بعد میں وصول کرنا طے ہو۔

(۴۷۶۷)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ والے کھجوروں کی بیع میں دو سال اور تین سال تک کا ادھار سودا کرتے تھے (دو تین سال پہلے قیمت ادا کر دی جاتی اور اتنی مدت گذرنے پر کھجور لی جاتی) تو آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی چیز میں بیع سلم کرے تو ناپ تول اور وزن معلوم ہو اور مدت مقررہ تک کرے۔ (بخاری ۱/۹۹)

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع سلم میں (مسلم فیہ) چیز کی مقدار معلوم ہونا بھی شرط ہے نیز وصول کرنے کا وقت بھی مقرر ہونا شرط ہے یہی احناف کا مسلک ہے شوافع حضرات کے نزدیک وصولی کا وقت مقرر کرنا شرط نہیں اس بارے میں ان حضرات کے پاس بطور دلیل کوئی خاص نص نہیں ہے۔

(۴۷۶۸)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وظائف شاہی ملنے اور کھیتیاں کٹنے کی مجہول مدت مقرر کر کے بیع سلم نہ کرو بلکہ مدت معلومہ مقرر کرو۔ اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے (فتح الباری ۵/۱۴۶، دار الفکر)

فائدہ:۔ اس روایت سے بھی ثابت ہے کہ بیع سلم میں مدت معینہ معلومہ مقرر کی جائے اور نا معلوم مدت مقرر کرنا درست نہیں جیسے کھیتی

٤٧٦٩...... عن أبي حسان، قال: ابن عباس رضي الله عنهما: أَشْهَدُ أَنَّ السَّلَفَ الْمَضْمُوْنَ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى قَدْ أَحَلَّهُ اللّٰهُ فِي الْكِتَابِ وَأَذِنَ فِيْهِ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ﴾ الآية، أخرجه الحاكم في "المستدرك" (٢٨٦:٢)، وقال: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، وأقره عليه الذهبي إلا أنه قال: إبراهيم (الرمادي) ذو زوائد عن ابن عيينة اهـ. وسنجيب عنه في الحاشية، وأنه ليس من الجرح في شيء، ورواه ابن حزم في "المحلى" (١٠٩:٩) من طريق الثوري، عن أبي حيان التيمي، عن رجل، عن ابن عباس: "نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي السَّلَفِ فِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ إِلٰى أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ" اهـ.

کٹنے کا وقت کہ اس میں ایک دو دن ہفتہ مہینہ تک آگے پیچھے ہوسکتا ہے اسی طرح بادشاہی عطیات ملنے کا وقت اور حاجیوں کے واپس ہونے کا وقت مقرر کرنا وغیرہ۔ امام مالک ایسی مدت مقرر کرنا جائز سمجھتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی کو پیغام بھیجا کہ مجھ پر دو کپڑے (تہبند، قمیص کیلئے) قیمت کی ادائیگی کی سہولت میسر ہونے تک بیچ لو (نسائی) کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے مجہول مدت مقرر کی کہ جب مجھے قیمت کی ادائیگی میسر ہوگی ادا کردوں گا۔ احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ (۱) امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر طعن کیا ہے (۲) اور حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث سے اس مسئلہ پر دلیل نہیں ہے کیونکہ اس میں یہودی سے فروخت کرنے کی محض استدعاء ہے پھر اگر عقد ہوجاتا تو ادائیگی قیمت کی مدت مقرر ہوجاتی کیونکہ کپڑے مختلف قسم کے ہوتے ہیں یہاں کپڑوں کی بھی کوئی صفت بیان نہیں ہوئی جبکہ مبیع مجہول ہونے سے بالاتفاق بیع نہیں ہوتی اگر خرید وفروخت کی بات چل پڑتی تو جیسے اُن کپڑوں کی صفت بعد میں مقرر کی جاتی ایسے ہی مدت معینہ بھی مقرر کی جاتی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا یہی جواب دیا ہے (فتح الباری ۱۴۶/۵) دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں بیع سلم کا ذکر نہیں ہے بلکہ دو کپڑے ادھار پر فروخت کرنے کی بات ہے اور یہ بات ہے کہ فروخت کرنے والا بطور تبرع واحسان مقرر مدت تک قیمت کی ادائیگی کی شرط نہ لگائے بلکہ رقم میسر ہونے تک کپڑا دے دے دونوں باتوں میں فرق ہے۔

(۴۷۶۹)......حضرت ابوحسان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ مدت مقررہ ٹھہرا کر بیع سلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور اس کی اجازت دی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! جب تم مقررہ مدت تک کیلئے لین دین کرو اس کو لکھ لیا کرو۔ اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک (۳۰۲/۲ قدیمی) میں روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی حدیث کی صحت کا حکم برقرار رکھا مگر یہ کہا کہ راوی ابراہیم رمادی حضرت سفیان بن عیینہ سے زوائد روایت کرنے والا ہے لیکن یہ کچھ جرح نہیں ہے اس کو ابن حزم نے بھی محلی میں (۱۰۹/۹) روایت کیا ہے اس میں سند سفیان ثوری عن ابی

٤٧٧٠...... عن أبی المنهال، قال: سمعت ابن عباس یقول: "قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَدِیْنَةَ وَهُمْ یُسْلِفُوْنَ فِی الثِّمَارِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَیْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ أَسْلَفَ فِیْ تَمْرٍ فَلْیُسْلِفْ فِیْ كَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ إِلٰی أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ"۔ رواه الأئمة الستة فی كتبهم، ورواه أحمد فی "مسنده" بلفظ: "فَلاَ یُسْلِفْ إِلَّا فِیْ كَیْلٍ مَعْلُوْمٍ" (زیلعی ٢:١٩٢)۔

٤٧٧١...... عن أبی سعید الخدری، قال: "اَلسَّلَمُ بِمَا یَقُوْمُ بِهِ السِّعْرُ رِبًا، وَلٰكِنْ أَسْلِفْ فِیْ كَیْلٍ مَعْلُوْمٍ إِلٰی أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ"۔ علقه البخاری، ووصله عبدالرزاق من طریق نبیح العنزی عنه "فتح الباری"، ونبیح من رجال الأربعة مقبول، فالحدیث حسن۔

حیان التیمی عن رجل عن ابن عباس ہے اور لفظ یہ ہیں کہ یہ آیت بیع سلم کے معلوم مقدار میں معلوم مدت تک کے بارے میں نازل ہوئی ہے (اور اس کو امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی (مسند ١٣٨ و ١٣٩ میں) روایت کیا ہے مترجم)

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی بیع سلم میں مدت معلوم کا شرط ہونا واضح ہے۔

(٤٧٧٠)...... حضرت ابو المنہال رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ والے پھلوں میں ایک سال دو سال اور تین سال کی مدت مقرر کر کے بیع سلم کرتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا جو آدمی کھجوروں کی بیع سلم کرے تو ناپ اور وزن معلوم اور مدت معلوم کے ساتھ بیع سلم کرے اس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا اور امام احمد رحمہ اللہ نے بھی مسند میں ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ بیع سلم نہ کرے مگر مقدار معلوم میں (زیلعی ٢/١٩٢)

فائدہ:۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بیع سلم صرف مکیلی اور موزونی چیزوں میں ہی جائز ہے اور جو چیز نہ مکیلی ہو نہ موزونی اس میں جائز نہیں اس حدیث سے اُن پر رد ہے کیونکہ اہل مدینہ پھلوں میں بھی بیع سلم کرتے تھے آپ ﷺ نے اُن کو پھلوں میں بیع سلم سے منع نہیں فرمایا البتہ شرائط بیان فرمادیں کہ وزن اور مدت کی تعیین ضروری ہے اور لفظ کیل اور وزن خاص طور پر ذکر کرنے سے واضح فرمایا کہ صرف پھلوں ہی میں بیع سلم اپنی شرطوں کے ہوتے ہوئے جائز نہیں بلکہ ہر موزونی و مکیلی چیز میں بھی جائز ہے جیسا کہ مکیلی و موزونی کے علاوہ میں جائز ہے۔

(٤٧٧١)...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جتنے پر نرخ طے ہو جائے (فقط اتنی سی بات پر) بیع سلم سود ہے بلکہ بیع سلم کرو تو وزن بھی معلوم ہو اور مدت بھی معلوم ہو۔ اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً (بلا متن) ذکر کیا ہے اور اس کو امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے نبیح العنزی کے طریق سے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے متصل بیان کیا ہے (فتح الباری ٥/١٤٦) اور نبیح سنن اربعہ کے راویوں میں سے ہے اور مقبول ہے تو حدیث حسن ہے۔

٤٧٧٢...... وقال ابن عمرؓ: "لَا بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوْفِ بِسِعْرٍ مَعْلُوْمٍ إِلٰى أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ، مَا لَمْ يَكُنْ فِي زَرْعٍ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهٗ" علقه البخاری، ووصله مالك فی "الموطأ" عن نافع عنه، (فتح الباری ٤: ٣٥٩)، وهو إسناد جليل۔

٤٧٧٣...... عن ابن عباس، قال: "إِذَا سَمَّيْتَ فِي السَّلَمِ قَفِيْزًا وَأَجَلًا فَلَا بَأْسَ" ، رواه ابن أبی شيبة من طريق سالم بن أبی الجعد عنه (فتح الباری ٥: ٣٥٩)۔

٤٧٧٤...... عن أبی سعيد الخدریؓ، قال: "لَا يَصْلُحُ السَّلَفُ فِي الْقَمْحِ وَالشَّعِيْرِ وَالسُّلْتِ حَتّٰى يَفْرُكَ، وَلَا فِي الْعِنَبِ وَالزَّيْتُوْنِ وَأَشْبَاهِهٖ حَتّٰى يُمَجِّجَ، وَلَا ذَهَبٍ عَيْنًا بِوَرِقٍ دَيْنًا، وَلَا وَرِقٍ دَيْنًا بِذَهَبٍ عَيْنًا" ، رواه أحمد موقوفا، وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن، وفيه كلام (مجمع الزوائد ٤: ١٠٤)۔ (ای لَا يَصْلُحُ السَّلَفُ فی ذَهَبٍ عَيْنًا)

(۴۷۷۲)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے جس غلہ کا نرخ معلوم بیان ہو جائے اور مدت معلوم مقرر ہو جائے اس کے بیچنے میں حرج نہیں بشرطیکہ یہ بیع ایسی کھیتی میں نہ ہو جس کا قابل انتفاع ہونا ظاہر نہ ہو جائے۔ اس روایت کو بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً بیان کیا ہے اور اس کو امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں بروایت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے متصل بیان کیا ہے (فتح الباری ۵/ ۱۳۶، موطا ۵۸۷ طبع اصح المطابع نور محمد بخاری ۱/ ۳۰۰، ابن ابی شیبہ ۵/ ۲۷۶) یہ بہترین سند ہے۔

(۴۷۷۳)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل ہے فرمایا جب بیع سلم میں قفیز (پیمانے) اور مدت کا ذکر کر لو تو بیع سلم میں حرج نہیں (یعنی مقدار اور مدت بیان ہونا ضروری ہے) اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے (مصنف ۵/ ۲۷۵) سالم بن ابی الجعد سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (فتح الباری ۵/ ۱۳۶)۔

(۴۷۷۴)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل ہے فرمایا کہ گندم اور عام جو اور سلت (خاص قسم کے سفید بے چھلکا جو) جب تک صاف نہ کر لئے جائیں (یا خوب پک نہ جائیں) ان میں بیع سلم درست نہیں ہے ایسے ہی انگوروں اور زیتون اور ان جیسی چیزوں میں بیع سلم تب تک جائز نہیں جب تک پکے اور میٹھی رس والے نہ ہو جائیں ایسے ہی فوری موجود سونے کی ادھاری چاندی سے اور ادھاری چاندی کی موجود سونے کے بدلے بیع سلم جائز نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے موقوف روایت کیا ہے اور اس میں راوی ابن لھیعہ ہے اس کی حدیث حسن ہے باوجودیکہ اس میں کلام ہے (مجمع الزوائد ۴/ ۱۸۷، طبع دار الفکر)

فائدہ:۔ اس روایت سے حنفیہ کے اس قول پر دلیل ہے کہ جس چیز میں بیع سلم کی جائے بیع کے وقت اس کا لوگوں کے پاس موجود ہونا ضروری ہے اور یہ جو فرمایا کہ سونا موجود ہو اور چاندی غیر موجود اس کی ایک کی دوسرے سے بیع سلم نہ کی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دراہم کی دنانیر یا دنانیر کی دراہم سے بیع سلم جائز نہیں ہے۔ اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہے کہ یہ بیع باطل ہے کیونکہ بیع سلم میں ضروری ہے کہ ایک

٤٧٧٥...... أخرج البيهقي من طريق سعيد بن منصور: ثنا هشيم، عن يحيى بن سعيد، عن القاسم بن محمد، عن ابن عباس فِي السَّلَفِ فِي الْكَرَابِيسِ، قَالَ: "إِذَا كَانَ ذَرْعٌ مَعْلُومٌ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ فَلَا بَأْسَ"، وهذا سند صحيح (٦: ٢٦)۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ السَّلَفِ فِي الْحَيَوَانِ

٤٧٧٦...... عن ابن عباس رضى الله عنهما: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ السَّلَفِ فِي الْحَيَوَانِ"، أخرجه الحاكم في "المستدرك" (٢: ٥٧)۔ وقال: صحيح الإسناد، ولم يخرجاه، وأقره على ذلك الذهبي في "تلخيص المستدرك"۔

طرف مبیع اور دوسری طرف ثمن ہو جبکہ دراہم و دنانیر ثمن ہی ہیں مبیع اور مثمن نہیں ہیں۔ اور یہی حکم اس وقت ہے جب دونوں طرف دراہم ہوں یا دونوں طرف دنانیر ہوں۔

(٤٧٧٥)......امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن منصور رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ کھردرے کپڑے کی بیع سلم کرنے کے بارے میں فرمایا کہ جب گز معلوم ہو اور مدت معلوم تک بیع سلم ہو تو حرج نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے (سنن الکبری ٦/ ٢٦)۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے کپڑوں میں بیع سلم کا جائز ہونا ثابت ہوا بشرطیکہ گز معلوم ہو اور مدت مقرر ہو۔ اس میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ پر رد ہے کہ ان کے نزدیک کپڑے میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔ اور یہ جواز حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

باب حیوان میں بیع سلم ممنوع ہے

(٤٧٧٦)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان میں بیع سلم سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک (٢/ ١٨٨ طبع قدیمی) میں روایت کیا اور امام حاکم و ذہبی رحمہما اللہ دونوں صحیح سند والی قرار دیتے ہیں (دار قطنی نے بھی روایت کی ہے (٣/ ٨٧ مترجم)

فائدہ:۔ احناف کے نزدیک حیوان میں بیع سلم جائز نہیں جس کی دلیل یہی حدیث ہے اور اس کے بعد کے آنے والے آثار و روایات مضبوط دلائل ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حیوان میں بیع سلم جائز ہے ان کی دلیل اور اس کا جواب گذشتہ ابواب میں سے حیوان کو حیوان سے ادھار پر بیچنے کے باب میں ذکر ہو گئی ہے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

٤٧٧٧...... ثنا أبو خالد الأحمر، عن الحجاج، عن قتادة، عن ابن سيرين: "أن عمرؓ، وحذيفة، وابن مسعود، كَانُوا يَكْرَهُوْنَ السَّلَمَ فِي الْحَيَوَانِ"، أخرجه ابن أبي شيبة في "مصنفه" (الجوهر النقي ٦:٢٢)، وسنده حسن۔

٤٧٧٨...... ثنا وكيع، ثنا سفيان، عن قيس بن مسلم، عن طارق بن شهاب: أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَلِيْدَةَ أَسْلَمَ إِلَى عَتْرٍ لَيْسَ فِيْ قَلَائِصَ، فَسَأَلَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَكَرِهَ السَّلَمَ فِي الْحَيَوَانِ"، رواه أيضا عبدالرزاق عن الثوری (الجوهر النقی ٦:٢٢)۔

قلت: وهذا سند صحيح موصول، ورواه محمد فی "الآثار" عن أبی حنيفة: ثنا حماد، عن إبراهيم، فذكره أطول منه، وهو مرسل، ولكن مراسيل إبراهيم عن عبدالله، صحاح حجة، كما مر غير مرة، لا سيما وقد رواه الثوری موصولا كما تراه، قال محمد: وبهذا كُلِّهِ نأخذ، لَايَجُوْزُ السَّلَمُ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْحَيَوَانِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ۔

٤٧٧٩...... عن القاسم بن عبدالرحمن عن عمرؓ أَنَّهُ ذَكَرَ فِيْ أَبْوَابِ الرِّبَا أَنْ يُسْلَمَ فِيْ سِنٍّ، رواه البيهقی فی "سننه" وقال: هذا منقطع، قلت: قد تقدم أن ابن سيرين أيضا رواه عن عمر،

(۴۷۷۷)......امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر وحذیفہ وابن مسعود رضی اللہ عنہم حیوان میں بیع سلم کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں تخریج کیا ہے (الجوہر النقی ۶/۲۲) اور اس کی سند حسن ہے۔

(۴۷۷۸)......حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ زید بن خلیدہ نے عندلس سے اونٹنیوں میں بیع سلم کی پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے حیوان میں بیع سلم کو ناپسند کیا۔ اس کو ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق رحمہما اللہ نے بھی روایت کیا ہے (الجوہر النقی ۶/۲۲) میں (مولانا عثمانی رحمہ اللہ) کہتا ہوں یہ صحیح اور متصل سند ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے اس کو کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے عن حماد عن ابراهيم بھی روایت کرتے ہوئے طویل روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل ہے لیکن حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مراسیل صحیح ہیں۔ بالخصوص جبکہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اس کو متصل روایت کیا ہے امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم اسی کو لیتے ہیں کسی حیوان میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

(۴۷۷۹)......حضرت قاسم بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سود کے ابواب میں سے یہ بھی ذکر کیا کہ آدمی حیوان میں بیع سلم کرے۔ اس کو امام بیہقی نے (سنن الکبریٰ ۶/۲۳) روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ منقطع ہے میں کہتا ہوں کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ امام ابن سیرین نے بھی یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور امام ابن سیرین کی مراسیل صحیح ہیں جیسا کہ امام ابن عبداللہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے

ومراسيل ابن سيرين صحيحة، كذا ذكر صاحب "التمهيد" (الجوهر النقی ٢٣:٦)، وقال ابن حزم في "المحلى" (١٠٩:٩) روينا النهي عن ذلك أي عن السلم في الحيوان عن عمر، و حذيفة، وعبدالرحمٰن بن سمرة صحيحا اهـ۔

٤٧٨٠ ...... حدثنا أبو بشر الرقي، ثنا شجاع بن الوليد، عن سعيد بن أبي عروبة، عن أبي معشر، عن إبراهيم، عن ابن مسعودؓ، قال: "اَلسَّلَفُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى لَا بَأْسَ بِهٖ مَا خَلَا الْحَيَوَانِ" ، رواه الطحاوي في معاني الآثار (٢٣١:٢)، وسنده صحيح على شرط مسلم إلا أنه مرسل، ومراسيل إبراهيم عن عبدالله صحاح حجة۔

بَابُ اشْتِرَاطِ قَبْضِ رَأْسِ الْمَالِ فِي السَّلَمِ

٤٧٨١ ...... عن ابن عمر ورافع بن خديج: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْكَالِيءِ بِالْكَالِيءِ"۔

(الجوہر النقی ٢٣/٦) اور ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی (١٠٩/٩) میں فرمایا ہے کہ حیوان میں بیع سلم کی نہی کے بارے میں حضرت عمر و حذیفہ و عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہم سے صحیح روایات ہم تک پہنچی ہیں۔

(٤٧٨٠)......حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ مدت مقررہ تک بیع سلم کرنا حیوان کے سوا باقی ہر چیز میں جائز ہے۔ اس حدیث کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار (٢٣١/٢) میں (اور امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف ٢٧٦/٥ میں مترجم) روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح علی شرط مسلم ہے مگر مرسل ہے اور حضرت ابراہیم رحمہ اللہ کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسل صحیح اور حجت ہیں۔

فائدہ:۔ یہ سب آثار باب پر دلالت کرنے میں واضح ہیں۔

باب بیع سلم میں رقم پر (اسی وقت) قبضہ کر لینا شرط ہے

(٤٧٨١)......حضرت ابن عمر اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ادھار چیز ادھار رقم کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے اس حدیث کو امام دارقطنی نے (سنن ٨٧/٣) اور طبرانی نے روایت کیا ہے جیسا کہ المنتقی (١٧٠١٦/٥) میں اور نیل الاوطار میں ہے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (٣٠٦/٤) میں فرمایا کہ یہ حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے میں کہتا ہوں اتفاق کہاں کا؟ جبکہ امام حاکم اور ذہبی اس کے صحیح علی شرط مسلم ہونے پر متفق ہیں۔ (مستدرک ١٨٨/٢) اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے اور علماء کے پاس اسی پر عمل ہے۔

فائدہ:۔ (١) جن حضرت نے اس حدیث کو ضعیف کہہ دیا ہے اس کی وجہ راوی موسیٰ بن عبیدہ الربذی ہے حالانکہ ایک سند میں موسیٰ بن عبیدہ ہے جبکہ دوسری سند میں موسیٰ بن عقبہ ثقہ راوی ہے امام حاکم نے حمزہ بن عبدالواحد راوی سے موسیٰ بن عقبہ نام ذکر کیا ہے ایسے ہی امام دارقطنی حاکم نے حمزہ بن عبدالواحد اور عبدالعزیز بن محمد الدراوردی سے موسیٰ بن عقبہ راوی ذکر کیا ہے جبکہ علی بن محمد المصری سے موسیٰ بن

أخرجه الدار قطني والطبراني، كما فى "المنتقى" (١٧،١٦:٥) و "النيل" ، قال الحافظ فى "الفتح" (٣٠٦:٤): الحديث ضعيف باتفاق المحدثين اهـ قلت: وأين الاتفاق؟ وقد صححه الحاكم فى "المستدرك" (٥٧:٢) على شرط مسلم، وأقره عليه الذهبي، وصححه الطحاوى، كمامر، والعمل عليه عند أهل العلم-

٤٧٨٢...... عن أبي المنهال عن ابن عباس، قال: "قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ فِي التَّمرِ سَنَتَيْنِ وَثَلَاثاً، فَقَالَ: مَنْ أَسْلَفَ (وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنْ سَلَفَ) فَلْيُسْلِفْ فِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ وَاِلٰى أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ"- هكذا رواه البيهقى من طريق الشافعي بالواو فى الأجل، وأصله عند الشيخين بغيرها، قَالَ الشافعي: قول النبي ﷺ: "مَنْ سَلَفَ فَلْيُسْلِفْ" إِنَّمَا قَالَ: فَلْيُعْطِ لَايَقَعُ اسْمُ التَّسْلِيْفِ فِيْهِ حَتّٰى يُعْطِيَهُ مَا سَلَفَهُ قَبْلَ أَنْ يُفَارِقَهُ (سنن البيهقى ٣٣:٦)-

عبیدہ ربذی نے ذکر کیا لہٰذا موسیٰ بن عقبہ کی سند صحیح ہے کیونکہ دو راوی موسیٰ بن عقبہ بیان کرنے والے ہیں صرف ایک راوی ابوعبدالعزیز موسیٰ بن عبیدہ الربذی ذکر کرتا ہے لہٰذا علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ موسیٰ بن عقبہ امام حاکم و دار قطنی کا وہم ہے یہ خود ان صاحبان کا وہم ہے۔

فائدہ:۔(۲) اس حدیث میں بیع الکالی بالکالی سے منع فرمایا اس بیع کی صورت یہ ہے کہ آدمی کسی سے کوئی چیز ایک مدت تک ادھار کر کے خریدے جب وہ مدت آئے تو رقم پاس نہ ہونے کی وجہ سے بائع سے کہے کہ وہی فروخت کردہ چیز مجھ پر دوسری اتنی مدت تک کیلئے رقم زائد کر لے اور فروخت کرے تو بائع اس پر نئی مدت مقرر کر کے اور رقم زیادہ کر کے بیچے (مجمع بحار الانوار)۔

(۴۷۸۲)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کھجوروں میں دو تین سال کی مدت مقرر کر کے بیع سلم کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بیع سلم کرے تو معلوم ناپ و تول میں معلوم مدت تک بیع سلم کرے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بطریق امام شافعی رحمہ اللہ **والی اجل معلوم** روایت کیا ہے اور اس حدیث کی اصل بخاری و مسلم میں بغیر واؤ کے ہے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے **من اسلف فلیسلف** مراد یہ ہے کہ بیع سلم کرنے والا ثمن فوری ادا کر دے کیونکہ تسلیف کا لفظ تب ہی صادق آتا ہے جب جدا ہو جانے سے پہلے ثمن کی ادائیگی ہو جائے (سنن البیہقی ۶/۲۳)

٤٧٨٣...... عن عطاء، أنه سمع ابن عباس يقول: " لَا نَرَى بِالسَّلَفِ بَأْسًا، اَلْوَرِقَ فِیْ شَیْءٍ اَلْوَرِقَ نَقْدًا" ، أخرجه البیهقی من طریق الشافعی، عن سعید بن سالم، عن ابن جریج عنه، وهذا سند حسن۔

بَابُ النَّهْیِ عَنِ السَّلَمِ فِیْمَا فِیْهِ الْغَرَرُ وَفِیْمَا یَنْقَطِعُ مِنْ أَیْدِی النَّاسِ بَیْنَ الْعَقْدِ وَمَحَلِّ الْأَجَلِ

٤٧٨٤...... عن أبی البختری، قَالَ: سَأَلْتُ بْنَ عُمَرَ عَنِ السَّلَمِ فِی النَّخْلِ؟ قَالَ:" نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَیْعِ النَّخْلِ حَتّٰی یَصْلُحَ"۔ وَسَأَلْتُ بْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ فِیْ النَّخْلِ؟ قَالَ: "نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَیْعِ النَّخْلِ حَتّٰی یُؤْكَلَ مِنْهُ" رواه البخاری (زیلعی ۲:۱۹۳)۔

(۴۷۸۳)......حضرت عطاء سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم بیع سلم میں حرج نہیں سمجھتے کہ ورق (یعنی درہم چاندی کے) کسی شئی کے عوض میں ہوں لیکن ورق نقدی اور فوری ہوں۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کی سند سے عن سعید بن سالم عن ابن جریج عن عطاء تخریج کیا ہے اور یہ سند حسن ہے (سنن البیہقی ۲۴/۶)

فائدہ:۔ اس حدیث کے الفاظ الورق نقداً سے واضح ہے کہ اسی مجلس میں راُس المال یعنی رقم کا قبضہ ہو جانا شرط ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کا کسی پر قرض ہے وہ اُسی قرض کی رقم کو بیع سلم کا عوض بناتا اور بیع سلم کرتا ہے یہ درست ہے؟ فرمایا اس وقت تک درست نہیں جب تک اس قرض والی رقم کو وصول کر کے قبضہ نہ کر لے۔

باب جس چیز میں دھوکہ ہو سکے اور جو چیز بیع سلم کے وقت سے بیع سلم کی مدت پوری ہونے تک کے درمیان لوگوں کے پاس سے ختم ہو جائے اس میں بیع سلم ممنوع ہے

(۴۷۸۴)......حضرت ابوالبختری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجوروں میں بیع سلم کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا رسول اللہ ﷺ اس وقت تک کھجوروں کی بیع سے منع فرمایا جب تک کھجور کھانے کے قابل نہ ہو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی کھجوروں میں بیع سلم کے بارے پوچھا تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کی فروخت سے تب تک منع فرمایا جب تک کھانے کے قابل نہ ہو جائے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ (بخاری ۲۹۹/۱)

٤٧٨٥ ...... عن أبي إسحاق، عن رجل نجراني، عن ابن عمرؓ: "أَنَّ رَجُلًا أَسْلَفَ رَجُلًا فِيْ نَخْلٍ فَلَمْ تُخْرِجْ تِلْكَ السَّنَةَ شَيْئًا، فَاخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: بِمَا تَسْتَحِلُّ مَالَهُ؟ أُرْدُدْ عَلَيْهِ مَالَهُ ثُمَّ قَالَ: لَا تُسْلِفُوْا فِي النَّخْلِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ"، رواه أبوداوٗد (٢٩٣:٣) وسكت عنه، وابن ماجة، وغفل المنذري في "مختصره" عن ابن ماجة فلم يعزه إليه، وإنما قال: في إسناده رجل مجهول (زيلعي ١٩٣:٢)۔

قلت: ولكنه تأيد بما قدم، وروا‌ه أبو حنيفة، عن جبلة بن سحيم، عن ابن عمرؓ، قال: "نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ"۔ كذا رواه الحارثي في "مسنده" (عقود الجوهر ٢: ٤٤)، وهذا كما ترى سند جيد موصول۔

فائدہ:۔ علامہ عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے اہل کوفہ فقہاء اور حضرت سفیان ثوری اور امام اوزاعی رحمہما اللہ نے دلیل لی ہے کہ بیع سلم جائز نہیں جب تک کہ مسلم فیہ (مبیع) عقد بیع کے وقت سے مدتِ بیع پوری ہونے تک لوگوں کے پاس موجود نہ رہتی ہو۔ اگر اس دوران ختم ہو جاتی ہو تو بیع سلم جائز نہیں ہے یہی حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے اور امام مالک وشافعی واحمد واسحاق وابوثور رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جب بیع سلم کی جائے اس وقت مسلم فیہ موجود نہ ہو لیکن جب مدت مقررہ پوری ہونے کا وقت ہو اس وقت موجود ہو سکے تو بیع سلم جائز ہے اور اگر اس وقت موجود نہ ہو سکے یعنی ختم ہو جانے کا امکان ہو تو بیع سلم جائز نہ ہوگی۔

(۴۷۸۵)...... ابواسحاق رجل نجرانی سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے دوسرے سے کھجوروں میں بیع سلم کی تو اُس سال کھجوریں پیدا ہی نہ ہوئیں تو دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس مقدمہ لائے آپ ﷺ نے فروخت کرنے والے سے فرمایا اس خریدار کا مال کس چیز کے عوض تو حلال بناتا ہے؟ اس کا مال واپس کر۔ پھر فرمایا کھجوروں میں بیع سلم اس وقت تک نہ کیا کرو جب تک قابل انتفاع ہونا ظاہر نہ ہو جائے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے (۱۳۵/۲ طبع حقانیہ) روایت کیا اور اس پر سکوت کیا ہے اور ابن ماجہ نے (۱۶۵) بھی روایت کیا ہے اور امام منذری رحمہ اللہ مختصر میں ابن ماجہ سے غافل ہوئے اور حدیث اس کی طرف منسوب نہ کی بس یہ فرمایا کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے (زیلعی ۱۹۳/۲) میں (مولانا عثمانی رحمہ اللہ) کہتا ہوں لیکن اس حدیث کی تائید گذشتہ حدیث سے ہوتی ہے ایسے ہی اس حدیث کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جبلہ بن سحیم سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں میں انتفاع کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے بیع سلم کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ امام حارثی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے (عقود الجواہر المنیفہ ۴۴/۲) اور یہ سند عمدہ اور متصل ہے۔

٤٧٨٦ ...... محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة، ثنا حماد، عن إبراهيم، فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ فِي الثَّمَرِ، قَالَ: "لَا حَتّٰى يُطْعَمَ"، رواه في "كتاب الآثار" (١٠٩)، وَقَالَ: بِهٖ نَأْخُذُ لَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُسْلَمَ فِيْ ثَمَرَةٍ لَيْسَتْ فِيْ أَيْدِي النَّاسِ إِلَّا فِيْ زَمَانِهَا بَعْدَ بُلُوْغِهَا، وَيُجْعَلُ أَجَلُ السَّلَمِ قَبْلَ انْقِطَاعِهَا، فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ فَهُوَ جَائِزٌ وَإِلَّا فَلَا خَيْرَ فِيْهِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ اھ۔

فائدہ:۔ (۱) قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند میں رجل نجرانی مجہول ہے لہٰذا روایت حجت بننے کے قابل نہیں۔لیکن بات یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے سکوت کیا ہے اور ان کا سکوت سنن میں حجت ہے عجیب بات یہ ہے کہ قاضی شوکانی اور ان جیسے حضرات کہیں تو اپنی موافقت دیکھ کر ابوداؤد کے سکوت کو حجت مان لیتے ہیں اور کہیں مخالفت دیکھ کر حجت نہیں مانتے جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جبلہ بن سحیم کے واسطہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موصول روایت کر رہے ہیں اور پھر ابوالبختری بھی ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنہم سے بروایت بخاری روایت کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں مجہول راوی کی روایت کی تائید معروف رواۃ سے ہونے کے بعد ضرور قابل حجت ہے بالخصوص جب مجہول راوی خیر القرون کا ہو تو ہمارے نزدیک اس کی روایت مقبول ہے۔

فائدہ:۔ (۲) اس حدیث میں تصریح ہے کہ کھجوروں کی بیع سلم قابل انتفاع ہو جانے سے پہلے نہ کی جائے جس سے معلوم ہوا کہ پھل لوگوں کے پاس موجود ہونے سے پہلے ان میں بیع سلم کرنا ممنوع ہے۔

(۴۷۸۶)......امام محمد رحمہ اللہ بروایت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ عن حماد حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول روایت کرتے ہیں کہ پھل میں بیع سلم کرنے والے سے متعلق فرمایا کہ اس وقت تک نہ کرے جب تک کھائے نہ جاسکیں۔اس کو کتاب الآثار (۱۰۹) میں روایت کیا اور فرمایا ہم اسی کو لیتے ہیں جو پھل لوگوں کے پاس موجود نہ ہو اس میں بیع سلم جائز نہیں مگر اس کے وجود کے زمانہ میں کھائے جانے کی صلاحیت کو پہنچنے کے بعد۔اور بیع سلم کی مدت پھل ختم ہو جانے سے پہلے تک کی ٹھہرائی جائے تو جب ایسا کریں تو جائز ہوگی ورنہ اس میں بہتری نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

فائدہ:۔ اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ جو چیز بیع سلم کے وقت موجود نہ ہو اس میں بیع سلم جائز نہیں۔اور اس میں ابن حزم رحمہ اللہ کے اس قول کا بھی رد ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اس میں کوئی مؤید نہیں۔یہاں حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ مؤید ہیں۔حضرت ابن عمر وابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے خود ابن حزم رحمہ اللہ نے ہی تائید ذکر کی ہے۔

اور اس سے معلوم ہوا کہ کسی معین بستی کے غلہ میں اور معین شخص کے ناپ کے پیمانے اور گز کی شرط لگا کر بیع سلم درست نہیں ہے۔ کیونکہ ادائیگی کے وقت دھوکہ ہو سکتا ہے۔

بَابٌ لَا يَجُوْزُ السَّلَفُ فِيْ زَرْعٍ مُعَيَّنٍ أَوْ نَخْلٍ مُعَيَّنٍ

٤٧٨٧...... عن عبدالله بن سلام رضى الله عنه، قال: "إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا أَرَادَ هُدٰى زَيْدِ بْنِ سَعْنَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ، إِلٰى أَنْ قَالَ:: فَقَالَ زَيْدُ بْنُ سَعْنَةَ: يَامُحَمَّدُ! هَلْ لَكَ أَنْ تَبِيْعَنِيْ تَمْراً مَعْلُوْمًا إِلٰى أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ مِنْ حَائِطِ بَنِيْ فُلَانٍ؟ قَالَ: لَا يَايَهُوْدِيُّ! وَلٰكِنِّيْ أَبِيْعُكَ تَمْراً مَعْلُوْمًا إِلٰى كَذَا وَكَذَا مِنَ الْأَجَلِ- وَلَا أُسَمِّيْ مِنْ حَائِطِ بَنِيْ فُلَانٍ، فَقُلْتُ: نَعَمْ! فَبَايَعَنِيْ، فَأَطْلَقْتُ هِمْيَانِي وَأَعْطَيْتُهُ ثَمَانِيْنَ دِيْنَارًا فِيْ تَمْرٍ مَعْلُوْمٍ إِلٰى كَذَا وَكَذَا مِنَ الْأَجَلِ، " رواه البيهقى (٢٤٦) والحاكم فى "المستدرك" ، وقال: حديث صحيح الإسناد، وهو من غرر الحديث ومحمد بن أبى أسرى العسقلانى ثقة اه (٣:٦٠٥)، ورواه ابن حبان فى "صحيحه" أيضا، كما مر فى حاشية الباب السابق۔

بَابُ السَّلَفِ لَا يُحَوَّلُ إِلٰى غَيْرِهٖ

٤٧٨٨...... عن أبى سعيد الخدرى، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ أَسْلَفَ فِيْ شَيْءٍ فَلَا يَصْرِفْهُ

باب معین کھیتی یا معین کھجور میں بیع سلم جائز نہیں ہے

(۴۷۸۷)......حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ میں ذکر فرمایا کہ حضرت زید بن سعنہ نے عرض کیا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم کیا بنوفلاں کے باغ کی ایک خاص کھجور کا پھل ایک خاص مدت تک مجھ پر بیچتے ہیں؟ فرمایا نہیں اے یہودی! بلکہ خاص قسم کی کھجور کی خاص مدت تک تجھ سے بیع کر سکتا ہوں اور کسی خاص آدمی کے باغ کی کھجور مقرر نہیں کرتا۔ میں نے (یعنی زید بن سعنہ نے) عرض کیا ٹھیک ہے مجھ پر (خاص قسم کی کھجور کی) بیع کریں۔ میں نے اپنی ہمیانی کھولی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص قسم کی کھجور کی خاص مدت تک کیلئے بیع میں کھجور کے عوض اسی (۸۰) دینار دیئے۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (سنن الکبری ۶/۲۴) اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک (۴/۳۲۸ طبع قدیمی) میں روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث صحیح سند والی ہے اور عمدہ حدیثوں میں سے ہے اور اس کا راوی محمد بن ابی السری عسقلانی ثقہ ہے۔ اور اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ خاص معین کھجور میں بیع سلم جائز نہیں ہے یہی حکم معین کھیتی وغیرہ کا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیع سلم کے وقت صرف لفظ بیع بولنے سے بھی بیع سلم ہو جاتی ہے۔

باب کسی چیز میں بیع سلم کر کے بیع دوسری چیز کی طرف نہ پھیر دے

(۴۷۸۸)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے کسی چیز میں بیع سلم کی وہ اس کو دوسری

إِلٰى غَيْرِهٖ"، أخرجه أبوداوٗد وسكت عليه، وحسنه الترمذی فی "العلل الكبير"، كما فی "نصب الراية" (٢: ١٩٤)-

بَابُ جَوَازِ الْإِقَالَةِ فِی السَّلَمِ سَوَاءٌ كَانَ فِیْ بَعْضِ الْمُسْلَمِ فِيْهِ أَوْ كُلِّهٖ

٤٧٨٩ ...... أخبرنا أبو حنيفة، قال: حدثنا أبو عمرو، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس فِی السَّلَمِ يَحِلُّ فَيَأْخُذُ بَعْضَهٗ وَيَأْخُذُ بَعْضَ رَأْسِ مَالِهٖ فِيْمَا بَقِیَ، قَالَ: "هٰذَا الْمَعْرُوْفُ الْحَسَنُ الْجَمِيْلُ"، رواه محمد فی "كتاب الآثار" (١٠٩) ومثله فی "كتاب الآثار" لأبی يوسف (١٠٦) إلا أنه قال: عن أبی حنيفة، عن حماد، عن أبی عمر، بدون الواو، وأری زيادة حماد بينه وبين أبی حنيفة من غلط

چیز کی طرف نہ پھیر دے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے (۲/۱۳۵) روایت کیا اور سکوت اختیار کیا اور ترمذی نے علل کبیر میں اس کو حسن کہا ہے جیسا کہ نصب الرایہ (۲/۱۹۴) میں ہے (اور ابن ماجہ ۱۶۵) اور بیہقی (۶/۳۰) اور دار قطنی (۳/۵۶) رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے راوی عطیہ بن سعد العوفی کی وجہ سے بعض نے ضعیف کہہ دیا لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ نے بہت جگہوں پر اس کی حدیث کو حسن کہا ہے مثلاً (۱/۱۵۹) اور امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ عطیہ صالح ہے (میزان الاعتدال ۳/۸۰) بہت سی روایات میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح کرتا ہے اس لئے یہ سند حسن درجہ کی ہے مترجم)۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بیع سلم کرنے کے بعد خریدار و بائع اقالہ کرنا چاہیں تو خریدار بائع سے (مسلم فیہ) مبیع کی جگہ دوسری چیز تب تک نہیں لے سکتا جب تک اپنی دی ہوئی رقم وصول نہ کر لے۔ اسی طرح بطور بیع سلم جو چیز خریدی ہے اس چیز کو بائع سے وصول کرنے سے پہلے کسی دوسرے شخص پر یہ خریدار نہیں بیچ سکتا کیونکہ قبضہ سے پہلے مبیع کو بیچنا ہے جس کا ممنوع ہونا گذشتہ ابواب میں ذکر ہو گیا ہے۔

باب بیع سلم میں اقالہ جائز ہے چاہے مبیع کے کل حصہ میں اقالہ کیا جائے یا اس کے کچھ حصہ میں

(۴۷۸۹)...... امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہمیں ابوعمرو نے بروایت سعید بن جبیر رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی کہ کیا یوں بیع سلم درست ہو جائے گی کہ مبیع چیز کا کچھ حصہ تو (وصولی کے وقت) خریدار لے لے اور باقی حصہ رقم کا واپس لے لے؟ فرمایا یہ اچھی اور بہت اچھی بات ہے۔ اس روایت کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار (۱۰۹) میں روایت کیا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی کتاب الآثار (۱۰۶) میں بھی اسی طرح ہے مگر اس میں فرمایا عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابی عمر لفظ ابو عمر کی واؤ کے بغیر اور میرا خیال ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ابوعمر کے درمیان حضرت حماد رحمہ اللہ کی زیادتی کتابت کی غلطی ہے اور میرے خیال میں یہ ابوعمر ذر بن عبداللہ مرہبی ہیں

الكتابة، وأبو عمر هذا أظنه ذر بن عبدالله المرهبي، فإنه يكنى أبا عمر و الإمام يروى عنه بلا واسطة، وهو يروى عن سعيد بن جبير وغيره، روى له الجماعة ووثقه غيرواحد۔

٤٧٩٠ ...... عن سفيان، عن سلمة بن موسى، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباسؓ: "إِذَا أَسْلَمْتَ فِيْ شَيْءٍ فَلاَ بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَ بَعْضَ سَلَمِكَ وَبَعْضَ رَأْسِ مَالِكَ فَذٰلِكَ الْمَعْرُوْفُ" رواه البيهقي (٦:٢٧) بسنده عنه، ولم يعله بشيء هو ولا ابن التركماني، وسلمة بن موسى قال أحمد: لَا أرٰى بِهٖ بَأْسًا، وذكره ابن حبان في "الثقات" (تعجيل المنفعة ١٦٢) وهذه متابعة جيدة لما رواه أبو عمر عن سعيد بن جبير، فالحديث صحيح۔

٤٧٩١ ...... عن الحجاج بن المنهال: نا الربيع بن حبيب: "كُنَّا نَخْتَلِفُ إِلَى السَّوَادِ فِي الطَّعَامِ وَهُوَ أَكْدَاسٌ قَدْ حُصِدَ، فَنَشْتَرِيهِ مِنْهُمُ الْكُرَّ بِكَذَا وَكَذَا وَنَنْقُدُ أَمْوَالَنَا، فَإِذَا أُذِنَ لَهُمُ الْعُمَّالُ فِي

کہ ان کی کنیت ابوعمر ہے اور امام صاحب رحمہ اللہ اُن سے بلاواسطہ روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت سعید بن جبیر وغیرہ سے روایت کرتے ہیں ان کی روایت جماعت محدثین نے لی ہے اور بہت سے حضرات نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

فائدہ:۔ بیع سلم کی صورت میں کل مبیع میں اقالہ کرنے کا جواز اتفاقی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر مبیع کے کچھ حصہ میں خریدار و بائع اقالہ کرنا چاہیں اور کچھ مبیع خریدار لے لے تو یہ اقالہ درست ہوگا یا نہ؟ امام احمد رحمہ اللہ سے جواز اور عدم جواز دونوں طرح مروی ہے امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے مذکورہ بالا روایت ان حضرات کے مذہب کی واضح دلیل ہے جو کسی وضاحت کی محتاج نہیں۔اگلی روایات بھی اسی کی مؤید ہیں۔

(۴۷۹۰)......حضرت سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جب تو کسی چیز میں بیع سلم کرے تو (وصولی کے وقت) اس میں حرج نہیں کہ تو کچھ مبیع چیز لے لے اور کچھ رقم واپس لے لے کہ یہ معروف بات (چلی آ رہی ہے) اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے (سنن ۶/ ۲۷) اپنی سند سے روایت کیا ہے اور نہ تو امام بیہقی نے روایت پر کلام کی اور نہ علامہ ابن الترکمانی نے اور اس کے راوی سلمہ بن موسیٰ کے متعلق امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا میں اس راوی کی روایت میں حرج نہیں سمجھتا اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے (تعجیل المنفعۃ ۱۶۲) یہ روایت عمدہ متابع ہے گذشتہ روایات کا لہٰذا روایت صحیح ہے۔

(۴۷۹۱)......حجاج بن منہال حضرت ربیع بن حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ ربیع فرماتے ہیں کہ ہم اس وقت غلہ خریدنے دیہاتوں میں جایا کرتے تھے جب کھیتیاں کٹ کر ڈھیر لگے ہوتے تھے تو ہم ان سے مثلاً فی کُر گندم خاص رقم کے عوض خریدتے تھے اور اپنے مال (پیسے) ادا کر دیتے تھے (گندم بعد میں وصول کرنی ہوتی تھی) جب حکام ان لوگوں کو گندم صاف کرنے کی اجازت دیتے (اور وہ صاف کر لیتے اور

الدِّرَاسِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَفِيْ لَنَا بِمَا سَمّٰى لَنَا، وَمِنْهُمْ مَنْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَقَصَ طَعَامُهُ فَيَطْلُبُ إِلَيْنَا أَنْ نَرْتَجِعَ بِقَدْرِ مَا نَقَصَ رُؤُوْسُ أَمْوَالِنَا، فَسَأَلْتُ الْحَسَنَ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَكَرِهَهُ إِلَّا أَنْ يَسْتَوْفِيَ مَا سَمّٰى لَنَا أَوْ نَرْتَجِعَ أَمْوَالَنَا كُلَّهَا، وَسَأَلْتُ ابْنَ سِيْرِيْنَ؟ فَقَالَ: إِنْ كَانَتْ دَرَاهِمُكَ بِأَعْيَانِهَا فَلَابَأْسَ، وَسَأَلْتُ عَطَاءً؟ فَقَالَ: مَا أَرَاكَ إِلَّا قَدْ رَفَقْتَ وَأَحْسَنْتَ إِلَيْهِ"- أخرجه ابن حزم فِي "المحلى" (٩:٥)، ولم يعله بشيء-

بَابُ جَوَازِ بَيْعِ الْكَلْبِ

٤٧٩٢...... أخبرني إبراهيم بن الحسن، أخبرنا حجاج بن محمد، عن حماد بن سلمة، عن أبي الزبير، عن جابر بن عبدالله "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَالسِّنَّوْرِ، إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ"

ہم وصول کرنے جاتے) تو کوئی آدمی ہمیں طے شدہ گندم کی مقدار ادا کرتے تھے اور کوئی یہ خیال ظاہر کرتے کہ ان کا غلہ کم ہوا ہے تو ہم سے کہتے کہ جتنے پیسوں کی گندم کی کمی ہوئی ہے اتنے میں ہم رجوع کرلیں تو اس بارے میں میں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا انہوں نے اس کو ناپسند کیا اور کی اجازت دی کہ یا تو ہم طے شدہ گندم پوری لیں یا پوری رقم واپس لیں۔ اور امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے میں نے پوچھا تو فرمایا اگر تمہارے درہم بعینہ واپس کریں تو حرج نہیں۔ اور حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا تو فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ (اگر جتنی گندم ملے وہ لے لو اور بقایا رقم واپس لو تو) یہ آپ کی مہربانی اور احسان ہوگا (تو یہ بہتر ہے) اس روایت کو امام ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی (٥/٩) میں روایت کیا اور اس پر کچھ کلام نہ کیا۔

فائدہ:۔ اس روایت سے واضح ہے کہ ساری مبیع میں اقالہ کا جواز اجماعی ہے اور مبیع (مسلم فیہ) کے بعض حصہ میں اقالہ امام ابن سیرین و عطاء رحمہما اللہ کے قول میں جائز ہے اور ہمارے نزدیک حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہی قول راجح ہے اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول کراہت پر محمول ہے نہ کہ حرمت پر۔ اور امام ابن سیرین کا یہ فرمان کہ بعینہ وہی دراہم محفوظ ہوں تو اقالہ کرلو یہ استحباب پر محمول ہے وہی دراہم ہی محفوظ ہونا واجب نہیں ہے۔

باب: کتے کی خرید وفروخت جائز ہے

(٤٧٩٢)...... مجھے ابراہیم بن حسن نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حجاج بن محمد نے **عن حماد بن سلمه عن ابی الزبیر** حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا اور شکاری کتا مستثنیٰ کیا (کہ اس کی قیمت کھانا منع نہیں) اس روایت کو امام نسائی نے تخریج کر کے فرمایا کہ یہ منکر روایت ہے۔

فائدہ:۔ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں جیسا کہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (١٣٨/٥) میں ذکر کیا ہے اور امام نسائی رحمہ اللہ نے منکر

أخرجه النسائي، وقال: هذا منكر۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْكَلْبِ

٤٧٩٣...... عن أبي مسعود الأنصاريؓ: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ"، أخرجه البخاري و مسلم۔

٤٧٩٤...... وعن رافع بن خديجؓ: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيْثٌ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيْثٌ وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيْثٌ"، أخرجه مسلم۔

ہونے کی کوئی وجہ نہیں بیان کی لہٰذا ان کا یہ قول درست نہیں اور امام دارقطنی ؒ کے کلام سے منکر ہونے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس روایت کو راوی سوید بن عمرو حماد بن سلمہ سے حضرت جابر ؓ سے روایت کرتے ہوئے مرفوع بیان نہیں کرتے لیکن یہ وجہ بھی درست نہیں کیونکہ اس کو حضرت جابر ؓ سے مرفوع بیان کرنے والے دو راوی حجاج بن محمد اور ھیثم بن جمیل عن حماد بن سلمہ ہیں تو ان دو کے مقابلہ میں ایک سوید کی وجہ سے مرفوع ہونا مخدوش نہیں ہوتا پھر حماد بن سلمہ بھی اکیلے نہیں ان کے ساتھ حسن بن ابی جعفر بھی ان کے متابع ہیں لہٰذا روایت صحیح ہے اور اس روایت کی تائید حضرت ابوھریرہ ؓ کی روایت سے بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شکاری کتے کے سوا عام کتے کی خرید و فروخت سے منع فرمایا (ترمذی ۱/۱۵۴) البتہ امام ترمذی نے راوی ابوالمھزم پر شعبہ سے جرح نقل کی ہے مگر اس سے روایت پر اثر نہیں پڑتا کیونکہ ابو المھزم کے دو متابع ولید اور مثنیٰ موجود ہیں۔

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوا کہ کتا بھی ذی قیمت مال ہے جس کی خرید و فروخت درست ہے اور اس کو تلف کرنے والے پر ضمان ہوگا۔ امام شافعی ؒ کے نزدیک کتے کی خرید و فروخت ناجائز اور باطل ہے جمہور کا بھی یہی مسلک ہے اگلے باب میں مزید تفصیل آرہی ہے ان شاءاللہ

باب کتے کی خرید و فروخت کی ممانعت

(۴۷۹۳)......حضرت ابو مسعود انصاری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت اور بدکارہ عورت کی کمائی اور کاہن کی اجرت کے استعمال سے منع فرمایا اس حدیث کو امام بخاری نے (۱/۲۹۸) اور مسلم نے (۲/۱۹) روایت کیا ہے۔

(۴۷۹۴)......حضرت رافع بن خدیج ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کتے کی قیمت گندی ہے اور بدکارہ کی کمائی اور پچھنے لگانے والے کی کمائی بھی پلید ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے (۲/۱۹) روایت کیا ہے۔

٤٧٩٥...... وأخرج أيضا عن جابر: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَجَرَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ"۔

٤٧٩٦...... وعن أبي جحيفة: أَنَّهُ اشْتَرَى حَجَّامًا فَأَمَرَ فَكُسِرَتْ مَحَاجِمُهُ، وقال: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَرَّمَ ثَمَنَ الدَّمِ وَثَمَنَ الْكَلْبِ وَكَسْبَ الْبَغِيِّ"۔ أخرجه البخاري و مسلم۔

٤٧٩٧...... وعن ابن عباس قال: "نَهَىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَقَالَ: إِنْ جَاءَ يَطْلُبُ ثَمَنَ الْكَلْبِ فَامْلَأْ كَفَّهُ تُرَابًا"، رواه أحمد وأبوداوٗد، كذا في "المنتقى" و "النيل" (٥:٣:٤)۔

٤٧٩٨...... وعن جابر، عن النبي ﷺ: "أَنَّهُ نَهَىٰ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَقَالَ: طُعْمَةٌ جَاهِلِيَّةٌ"۔ رواه أحمد عن حسين بن محمد، عن أبي أويس، عن شرحبيل، عن جابر (مسند ٣:٣٥٣)۔ قلت: سنده حسن، ونحوه للطبراني من حديث ميمونة بنت سعد، كذا في "الفتح" (٤:٣٥٣)۔

(۴۷۹۵)......امام مسلم نے ہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کتے اور بلی کی قیمت سے ڈانٹا ہے۔

(۴۷۹۶)......حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے پچھنے لگانے والے غلام کوخریدا پھر حکم فرمایا تو اس کے پچھنے لگانے کے آلات توڑ دیئے گئے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے خون کی قیمت اور کتے کی قیمت اور بدکاری کی کمائی حرام کی ہے۔اس حدیث کو بخاری (۱/ ۲۹۸)اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

(۴۷۹۷)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا اور فرمایا اگر آدمی کتے کی قیمت مانگنے آئے تو اس کی ہتھیلی مٹی سے بھر دے۔اس حدیث کوامام احمد اور ابوداؤد (۲/ ۱۳۶) نے روایت کیا ہے جیسا کہ منتقی اور نیل الاوطار میں ہے۔

(۴۷۹۸)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا اور فرمایا یہ جاہلیت کی خوراک ہے اس حدیث کوامام احمد نے بسند حسین بن محمد عن ابی اویس عن شرحبیل عن جابر روایت کیا ہے (مسند ۳/ ۳۵۳) اس کی سند حسن ہے اور طبرانی میں میمونہ بنت سعد سے بھی ایسی ہی روایت ہے جیسا کہ فتح الباری (۵/ ۱۳۸) میں ہے۔

فائدہ:۔ ان سب روایات سے کتے کی بیع ناجائز قرار دینے والے حضرات نے دلیل لی ہے ہمیں کتے کی خرید وفروخت ممنوع ہونے سے انکار نہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ ممانعت بیع باطل ہونے کی وجہ سے ہے یا کسی اور وجہ سے؟ ہمارے نزدیک بیع باطل ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ حقیر اور گھٹیا کام ہونے کی وجہ سے ممانعت ہے جیسا کہ ان روایات میں پچھنے لگانے والے کی کمائی کی ممانعت اور بلی کی بیع پر ڈانٹنے سے اور گذشتہ باب کی حدیثوں میں شکاری کتے کے استثناء سے ظاہر ہے اور جن حدیثوں میں آیا کہ کتے کی قیمت حرام ہے تو اس کا منشأ ممانعت کو حرمت پر محمول کرنا ہے اور یہ مجتہد کی ایک تاویل ہے جو دوسرے مجتہد پر ماننا لازم نہیں ہے۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو حدیث نمبر ۴۷۹۸ ہے اس میں راوی قیس بن جتر کا تفرد ہے جو مجہول الحال ہے اور اگر بالفرض صحیح ہو تو زجر و توبیخ پر محمول ہے

بَابُ بَيْعِ مَنْ يَزِيْدُ

٤٧٩٩ ...... عن الأخضر بن عجلان، عن أبي بكر الحنفي، عن أنس بن مالك، "أَنَّ رَجُلاً مِنَ الْأَنصَارِ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ شَيْئًا لَهُ، فقال: أَمَا فِيْ بَيْتِكَ شَيْءٌ قَالَ بَلٰى حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ، وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ قَالَ: ائْتِنِيْ بِهِمَا، قَالَ: فَأَتَاهُ بِهِمَا، فَأَخَذَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ وَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْ هٰذَيْنِ قَالَ رَجُلٌ أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ قَالَ: مَنْ يَزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، قَالَ رَجُلٌ: أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ، فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاهُ" ، الحديث، أخرجه أبو داوٗد وسكت عنه هو والمنذري، وقال: وأخرجه الترمذي، ابن عجلان، هذا آخر كلامه، والأخضر بن عجلان قال يحيى بن معين: صالح، وقال أبو حاتم الرازي: يكتب حديثه (عون المعبود ٢:٤١)، وأخرجه ابن حزم في "المحلى" (٨:٤٤٨)، ولم يعله بشيء۔

اور اگر سب حدیثوں سے کتے کی بیع باطل ہونا مان لیا جائے تو کتوں سے متعلق ابتداءً جو سخت حکم تھا اس وقت کے تحت حکم کی بناء پر بیع باطل ہونے کا حکم کیا گیا بعد میں حکم میں تخفیف ہوگئی تو بیع کے بطلان کا حکم بھی ختم ہوگیا۔ چنانچہ حضرت عطاء بن ابی رباح ؒ سے امام طحاویؒ نے روایت کیا کہ سلوقی (خاص قسم کے) شکاری کتے کی قیمت میں حرج نہیں (شرح معانی الآثار ٢/٢١١) اور امام ابن شہاب زہری ؒ سے روایت کیا ہے کہ سکھائے ہوئے شکاری کتے کو کوئی مار دے اس کی قیمت لگا کر قاتل پر تاوان ہوگا (معانی الآثار ٢/٢١١) حضرت ابراہیم نخعی ؒ سے بھی نقل ہے کہ شکاری کتے کی قیمت میں حرج نہیں (ایضاً) معلوم ہوا کہ کتا بھی متقوم (ذی قیمت) ہے لہٰذا اس کی خرید و فروخت باطل نہیں ہے امام ابوحنیفہ ؒ نے بسند جید حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی ہے کہ شکاری کتے کی قیمت میں رسول اللہ ﷺ نے رخصت دی ہے۔ (نصب الرایہ ٢/١٩٥) اور بلی فروخت کر کے قیمت حاصل کرنے کے جواب پر چاروں ائمہ متفق ہیں۔

باب دلالی اور بولی لگانے کا حکم

(٤٧٩٩)...... حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری رسول اللہ ﷺ کے پاس سائل بن کر آیا آپ ﷺ نے پوچھا تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟ عرض کیا ضرور ہے ایک ٹاٹ ہے جس کا کچھ حصہ ہم پہنتے ہیں اور کچھ حصہ بچھاتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتے ہیں فرمایا وہ دونوں لاؤ، وہ لایا آپ ﷺ نے ہاتھ میں لیکر فرمایا یہ دونوں کون خریدے گا؟ ایک آدمی نے عرض کیا میں ان کو ایک درہم میں لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ دو یا تین بار فرمایا تو ایک آدمی نے عرض کیا میں دو درہموں پر لیتا ہوں آپ ﷺ نے وہ دونوں اس کو دو درہم پر دے دیئے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے (١/٢٣٩) روایت کیا اور امام ابوداؤد اور منذری دونوں نے سکوت کیا اور منذری نے فرمایا اس حدیث کو ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے ہمیں صرف اخضر بن

٤٨٠٠...... ومن طريق وكيع، عن حزام بن هشام الخزاعي، عن أبيه: "شَهِدْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَاعَ إِبِلاً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ فِيمَنْ يَزِيدُ" (المحلى ٨:٤٤٨)۔

٤٨٠١...... ومن طريق حماد بن سلمة، عن أبي جعفر الخطمي، عن المغيرة بن شعبة: "أنه باع المغانم فيمن يزيد" "المحلى" ولم يعلهما ابن حزم بشيء۔ واحتج بهما، ولم أقف على حزام بن هشام بجرح ولا تعديل، والسند الثاني صحيح مرسل، فإن أبا جعفر الخطمي من السادسة لم يدرك المغيرة۔

بَابُ الصَّرْفِ وَالْمُرَاطَلَةِ

٤٨٠٢...... عن مالك بن أوس: أَنَّهُ الْتَمَسَ صَرْفًا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَدَعَانِي طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ

عجلان کی سند سے معلوم ہوئی ہے اخضر بن عجلان کے متعلق یحییٰ بن معین فرماتے ہیں صالح ہے اور ابو حاتم رازی فرماتے ہیں اس کی حدیث لکھی جائے (عون المعبود ۲/ ۴۱) اور اس کو ابن حزم نے بھی محلی (۸/ ۴۴۸) میں روایت کیا ہے اور کچھ کلام نہیں کیا۔

فائدہ:۔ خرید وفروخت میں بولی لگانا اور قیمت بڑھانے کی کوشش جائز ہے اور اس پر اجماع ہے۔

(۴۸۰۰)......حضرت ہشام خزاعی فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا انہوں نے صدقہ کا ایک اونٹ بولی پر بیچا۔ (المحلی ۸/ ۴۴۸)

(۴۸۰۱)......حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے اموالِ غنیمت بولی پر بیچے۔ (المحلی) ابن حزم نے اس پر کچھ کلام نہیں کیا اور دلیل پکڑی ہے۔ پہلی سند کے راوی حزام بن ہشام کے متعلق مجھے جرح وتعدیل کا کچھ علم نہ ہو سکا اور دوسری سند (حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت) صحیح مرسل ہے کہ ابو جعفر خطمی چھٹے طبقہ کا راوی ہے جس نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

باب بیع صرف اور بیع مراطلہ کا بیان

فائدہ:۔ بیع صرف سکوں کی سکوں سے خرید وفروخت کرنے کو کہتے ہیں یعنی دراہم کی دراہم سے اور دنانیر کی دنانیر سے بیع کرنا یا دراہم و دنانیروں سے ایک کی دوسرے سے بیع کرنا۔ اور بیع مراطلہ رطل (جو ایک پیمانہ ہے) سے خرید وفروخت کرنے کو کہتے ہیں۔

(۴۸۰۲)......حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں سو دینار میں بیع صرف (یعنی سو دینار تڑوانے) کی ضرورت ہوئی تو مجھے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بلایا ہم نے بیع صرف کے معاملہ میں بات چیت کی تو انہوں نے مجھ سے بیع صرف کر لی۔ تو سونا (دینار) لیکر اپنے ہاتھوں میں الٹنے پلٹنے لگے اور کہنے لگے میرے خزانچی کو غابہ سے آنے دو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہ بات سن رہے تھے تو فرمایا اللہ کی قسم تم ان سے جدا نہیں ہو سکتے جب تک ان سے وصول نہ کر لو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونا سونے کے بدلے میں صرف ہاتھ در ہاتھ ہو (ادھار نہ ہو) ورنہ سود ہے (گندم گندم کے بدلے میں ہاتھ در ہاتھ ہو ورنہ سود ہے اور جَو جَو کے عوض میں ہاتھ در ہاتھ ہو ورنہ سود ہے الخ)۔

فَتَرَاوَضْنَا حَتّٰى اصْطَرَفَ مِنِّیْ، فَأَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِيْ يَدِهٖ، ثُمَّ قَالَ حَتّٰى يَأْتِيَ خَازِنِيْ مِنَ الْغَابَةِ وَعُمَرُ يَسْمَعُ ذٰلِكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا تُفَارِقُهٗ وَحَتّٰى تَأْخُذَ مِنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ"- رواه البخاری، وقال العینی: وَيُرْوٰى "اَلذَّهَبُ بِالْوَرِقِ" ، وهو رواية أكثر أصحاب ابن عيينة عن الزهری، وهی رواية أكثر أصحاب الزهری (عمدة القاریٔ ۵:۴۸۹)۔

۴۸۰۳...... وعن عمرو بن دينار، أن أبا صالح الزيات أخبره، أنه سمع أبا سعيد الخدریؓ يقول: "اَلدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ، (أی لَا يَحِلُّ التَّفَاضُلُ)۔

فَقُلْتُ لَهٗ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ لَا يَقُوْلُهٗ، فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ: سَأَلْتُهٗ فَقُلْتُ: سَمِعْتَهٗ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ اَوْ وَجَدْتَّهٗ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: كُلَّ ذٰلِكَ لَا اَقُوْلُ، وَاَنْتُمْ اَعْلَمُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مِنِّیْ، وَلٰكِنِّيْ اَخْبَرَنِيْ أُسَامَةُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَا رِبَا اِلَّا فِی النَّسِيْئَةِ" رواه البخاری۔

اس حدیث کوامام بخاری ؒ نے (۱/۲۹۰) روایت کیا ہے۔امام عینی ؒ فرماتے ہیں کہ روایت میں یہ لفظ بھی مروی ہے کہ سونا چاندی کے عوض بھی نقد ہو ورنہ سود کا گناہ ہے حضرت سفیان بن عیینہ کے اکثر ساتھی امام زہری سے یونہی روایت کرتے ہیں (عمدۃ القاری ۵/۴۸۹)

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونا سونے کے اور چاندی چاندی کے عوض برابر سرابر اور نقدی خرید وفروخت کرنا جائز ہے ورنہ حرام اور سود ہے اور اگر ایک طرف سونا اور دوسری طرف چاندی ہوتو کمی زیادتی جائز ہے مگر ادھار جائز نہیں ہے اور سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض اندازے سے بیع جائز نہیں۔البتہ اگر دونوں طرف سونا یا دونوں طرف چاندی ہو مگر کسی طرف اس سونے یا چاندی کے ساتھ کوئی اور جنس ہو اور جس طرف کوئی اور جنس نہ ہو وہ دوسری طرف کے سونا یا چاندی سے زیادہ ہو تو یہ بیع درست ہوگی اس صورت میں سونا سونے کے اور چاندی چاندی کے عوض ہوگی اور ایک طرف کا زائد سونا یا چاندی دوسری طرف کی دوسری جنس کے عوض ہو جائے گا اور سونا، چاندی دونوں طرف برابر سرابر ہو جائیں گے۔مزید تفصیل پہلے گذر گئی ہے۔

(۴۸۰۳)......حضرت عمرو بن دینار ابو صالح الزیات سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری ؓ کا فرمان ہے کہ ایک دینار ایک دینار کے عوض اور ایک درہم ایک درہم کے عوض ہو (یعنی زیادتی حرام ہے) میں نے عرض کیا کہ حضرت ابن عباس ؓ تو یہ نہیں کہتے۔ حضرت ابو سعید ؓ نے فرمایا کہ میں نے ابن عباس ؓ سے اس کے متعلق پوچھا ہے کہ تو نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے سنی ہے یا کتاب اللہ میں موجود پائی ہے؟ تو ابن عباس ؓ نے فرمایا:ان میں سے کوئی بات میں نہیں کہتا (نہ سنی نہ کتاب اللہ میں پائی) تم رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے زیادہ جانتے تھے بات یہ ہے کہ مجھے حضرت اسامہ ؓ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سود نہیں مگر ادھار کی صورت میں،

۴۸۰۴...... وعن أبي سعيد الخدري، أن رسول الله ﷺ قال: "لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلاً بِمِثْلٍ وَلَا تَشُفُّوْا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلاً بِمِثْلٍ وَّلَا تَشُفُّوْا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوْا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ"، رواه البخاري۔

۴۸۰۵...... وعن أبي بكرة، قال: "نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا، وَالْفِضَّةَ فِي الذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا"، رواه البخاري۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے (۱/۲۹۱) روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے متعلق علماء نے کئی باتیں اور تاویلیں فرمائی ہیں امام شافعی رحمہ اللہ سے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح المہذب میں جو تاویل ذکر فرمائی وہ اصح ہے فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال ہوا ہو کہ دو مختلف چیزوں میں سود آتا ہے؟ مثلاً سونا اور چاندی اور کھجور اور گندم؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس صورت میں سود صرف ادھار کی صورت میں آئے گا (زیادتی سے سود نہ ہوگا) تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے صرف نبی کریم ﷺ کے الفاظ ادا کئے ہوں اور سائل کا سوال چھوڑ دیا ہو (یا نہ سننے کی وجہ سے یا سنا تو ہو مگر خیال کیا ہو کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے خاص مورد کا اعتبار نہیں ہوتا اس لئے سائل کا سوال بیان نہ کیا) امام شافعی رحمہ اللہ کی اس تاویل کی تائید حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ارشاد نبوی ہے ایک غلام دو غلاموں سے اور ایک باندی دو باندیوں سے اور ایک اونٹ دو اونٹوں سے اور ایک کپڑا دو کپڑوں سے بہتر ہو سکتا ہے اس لئے (ایک کی جگہ دو لینے دینے ہوں تو) اگر فوری لینا دینا ہو تو حرج نہیں اور سود تو ادھار میں ہوگا ہاں مکیلی و موزونی چیز میں (دو ہم جنسوں کے ایک دوسرے سے تبادلہ میں) برابری اور نقدی دونوں ضروری ہیں (ورنہ سود ہوگا) (المحلی لابن حزم) اس حدیث سے حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہوگئی اور امام شافعی رحمہ اللہ کی تاویل درست ہوگئی لہٰذا صرف ادھار میں سود ہونا (اور زیادتی سے سود نہ ہونا) تب ہے جب دونوں طرف دو مختلف جنس وصفت کی چیزیں ہوں اور مکیلی و موزونی بھی نہ ہوں تو اگر ایک ہی جنس کی ہوں تو سود صرف ادھار میں ہوگا اور اگر مکیلی یا موزونی ہوں تو ان میں بعض دفعہ ادھار سے سود لازم ہوتا ہے اور بعض دفعہ زیادتی سے مزید تفصیل سود کے بیان میں گذر چکی ہے۔

تنبیہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی اس رائے سے جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے سمجھی تھی رجوع کر لیا تھا۔

(۴۸۰۴)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلے میں نہ بیچو مگر برابر سرابر اور ایک کو دوسرے سے زیادتی کے ساتھ نہ بیچو اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں نہ بیچو مگر برابر سرابر اور ایک کو دوسری سے زیادتی کے ساتھ نہ بیچو اور اس میں سے غائب کو حاضر کے بدلے میں نہ بیچو۔ اس حدیث کو بخاری نے (۱/۲۹۱) روایت کیا۔

(۴۸۰۵)......حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے چاندی کو چاندی کے بدلے اور سونے کو سونے کے عوض بیچنے سے منع فرمایا مگر یہ کہ برابر سرابر ہوں اور حکم فرمایا کہ سونے کو چاندی کے عوض جیسے چاہیں ہم خرید یں اور چاندی کو سونے کے عوض جیسے چاہیں

٤٨٠٦...... وعن فضالة بن عبيد، قال: "اِشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ دِيْنَارًا، فِيْهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ، فَفَصَّلْتُهَا فَوَجَدْتُ فِيْهَا أَكْثَرَ مِنِ اثْنَيْ عَشَرَ دِيْنَارًا، فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: لَاتُبَاعُ حَتّٰى تُفَصَّلَ"، قال الترمذي: حسن صحيح۔

﴿تَتِمَّةُ كِتَابِ الْبُيُوْعِ﴾

وَفِيْهَا أَبْوَابٌ مُتَفَرِّقَةٌ وَمَسَائِلُ مَنْثُوْرَةٌ مِنْ غَيْرِ نَظْمٍ وَلَا تَرْتِيْبٍ

بَابٌ يَدْخُلُ الْمَبِيْعُ فِيْ ضَمَانِ الْمُشْتَرِيْ بِالْقَبْضِ وَلَا يَدْخُلُ فِيْ ضَمَانِهٖ قَبْلَ الْقَبْضِ

٤٨٠٧...... أخرج ابن حزم فی "المحلی" (٣٧٣:٨) من طريق وكيع: نا زكريا - هو ابن أبی

خریدیں۔اس کو بخاری نے (۲۹۱/۱) روایت کیا ہے۔

(۴۸۰۶)......حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ میں نے خیبر کے دن ایک ہار بارہ دینار پر خریدا اس ہار میں سونا اور نگ تھے۔میں نے ان کو الگ کرلیا تو مجھے وہ ہار بارہ دینار سے زیادہ کا معلوم ہوا تو میں نے نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا سونا الگ کئے بغیر اس کو فروخت نہ کیا جائے۔(ترمذی ۱۵۱/۱)

﴿کتاب البیوع کا تتمہ﴾

﴿اس میں متفرق ابواب ہیں جن میں متفرق مسائل بلاترتیب دیئے گئے ہیں﴾

باب مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد مبیع خریدار کی ضمان میں داخل ہو جاتی ہے اور قبضہ سے پہلے اس کی ضمان میں داخل نہیں ہوتی

(۴۸۰۷)......امام ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی (۳۷۳/۸) میں امام وکیع کے طریق سے متصل امام شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا خریدا اور خریدتے وقت شرط لگائی کہ پسند ہوگا تو اپنے پاس رکھ لوں گا ورنہ ہمارا آپ کا سودا نہ ہوگا پھر اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سوار کرلیا اس آدمی نے گھوڑے کو ہلاک کردیا (یا قریب الہلاک زخمی کردیا) تو دونوں (حضرات عمر و بائع) نے قاضی شریح کو اپنا فیصل بنایا قاضی شریح نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جس قیمت پر آپ نے خریدا ہے وہ قیمت حوالے کردیا جیسے حال والا گھوڑا خریدا ہے وہی واپس کرو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے حق اور کھرا فیصلہ کیا ہے۔یہ حدیث مرسل اور صحیح ہے۔

زائدة - عن الشعبی، قال: اِشْتَرٰی عُمَرُ فَرَسًا وَاشْتَرَطَ حَبْسَهٗ اِنْ رَضِيَهٗ وَاِلَّا فَلَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا بَعْدُ، فَحَمَلَ عُمَرُ عَلَيْهِ رَجُلًا فَعَطَبَ الْفَرَسُ، فَجَعَلَا بَيْنَهُمَا شُرَيْحًا، فَقَالَ شُرَيْحٌ لِعُمَرَ: سَلِّمْ مَا ابْتَعْتَ (بِهٖ)، اَوْ رُدَّ مَا اَخَذْتَ، فَقَالَ عُمَرُ: قَضَيْتَ بِمُرِّ الْحَقِّ''، وهو مرسل صحیح۔

۴۸۰۸...... أخرج البیهقی (۲۶۷:۵) من طریق عبدالرزاق: أنا معمر، عن الزهری، عن ابن المسیب، قال: قَالَ أُصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: ''وَدِدْنَا اَنَّ عُثْمَانَ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ قَدْ تَبَايَعَا حَتّٰى نَنْظُرَ اَيُّهُمَا اَعْظَمُ جِدًّا فِى التِّجَارَةِ، فَاشْتَرٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ مِنْ عُثْمَانَ رضی الله عنهما فَرَسًا بِاَرْضٍ اُخْرٰى بِاَرْبَعِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ اِنْ اَدْرَكَتْهَا الصَّفْقَةُ وَهِيَ سَالِمَةٌ، ثُمَّ اَجَازَ قَلِيْلًا فَرَجَعَ، فَقَالَ اَزِيْدُكَ سِتَّةَ آلَافِ دِرْهَمٍ اِنْ وَّجَدَهَا رَسُوْلِىْ سَالِمَةً، فَقَالَ: نَعَمْ، فَوَجَدَهَا رَسُوْلُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَدْ هَلَكَتْ، فَخَرَجَ مِنْهُمَا بِشَرْطِهِ الْآخِرِ''۔ وهو مرسل صحیح، وقال البیهقی: ورواه غیره وزاد فیه ''وَلَا أَخَالُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ اِلَّا وَقَدْ عَرَفَهَا''۔

فائدہ:۔ اس روایت سے واضح ہے کہ قاضی شریح نے فیصلہ دیا کہ قبضہ سے گھوڑا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ضمان میں داخل ہو گیا حالانکہ انہوں نے خیار شرط کے ساتھ خریدا ہے تو جب بغیر خیار شرط کے پکی بیع ہو تو بطریق اولیٰ قبضہ سے مبیع خریدار کی ضمان میں داخل ہوگی۔

(۴۸۰۸)......امام بیہقی رحمہ اللہ (۵/ ۲۶۷) بطریق عبدالرزاق امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان وعبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے باہم خرید وفروخت کی تو ہم نے تمنا کی کہ دیکھیں کہ دونوں میں بڑھ کر تجارت میں ماہر کونسا ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک گھوڑا کسی زمین کے عوض جو چالیس ہزار درہم یا اتنی رقم کے قریب کی تھی اس شرط پر خریدا کہ سودے کے وقت گھوڑا صحیح سالم ہو پھر تھوڑے سے وقت میں بیع نافذ کردی (شاید شرط ختم کردی) پھر رجوع کیا اور فرمایا گھوڑے کی قیمت میں آپ کو جو چھ ہزار درہم زیادہ دوں گا مگر اسی شرط کے ساتھ کہ میرا قاصد اس کو صحیح سالم پائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے تو حضرت عبدالرحمٰن کے قاصد نے اس کو اس حال میں پایا کہ وہ مر گیا تھا تو حضرت عبدالرحمٰن اس سودے سے اپنی بعد والی شرط کی وجہ سے نکل گئے۔ یہ صحیح مرسل ہے اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ دوسرے راوی نے اس میں روایت کرتے ہوئے یہ لفظ زائد بیان کئے کہ میرا خیال یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن کو علم ہو چکا تھا (کہ گھوڑا ہلاک ہو چکا ہے)۔

فائدہ:۔ اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ قبضہ سے پہلے مبیع کی ضمان مالک بائع پر ہوئی ہے مشتری پر نہیں۔ اس لئے اس روایت کے مطابق نقصان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہوا۔

٤٨٠٩...... أخبرنا أبو حرة، عن الحسن، أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ ابْتَاعَ مِنْ رَجُلٍ طَعَامًا وَالطَّعَامُ فِيْ بَيْتٍ، فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُغْلَقَ وَيُدْفَعَ الْمِفْتَاحُ إِلَيْهِ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ، فَأُحْرِقَ الْبَيْتُ بِمَا فِيْهِ مِنْ مَالٍ، قَالَ: هُوَ مِنْ صَاحِبِ الطَّعَامِ، مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ لَمْ يَسْتَوْفِهِ"، أخرجه محمد في "الْحُجَج" له (٢٢٧).

بَابٌ لَا تُوْضَعُ الْجَوَائِحُ عَنِ الْمُشْتَرِيْ بَعْدَ مَا قَبَضَ الْمَبِيْعَ

٤٨١٠...... عن أبي سعيد الخدريؓ، قال: "أُصِيْبَ رَجُلٌ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَصَدَّقُوْا عَلَيْهِ، فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِغُرَمَائِهِ: خُذُوْا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذٰلِكَ"، رواه مسلم (المحلى ٨:٣٨٥).

(۴۸۰۹)......ابوحرہ نے حسن بصری سے ہمیں روایت بیان کی کہ ان سے سوال ہوا کہ ایک آدمی نے دوسرے سے غلہ خرید کیا وہ غلہ ایک کمرے میں تھا اس نے کمرے کو بند کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی حکم کیا کہ کمرے کے تالے کی چابی وصول کرنے تک خریدار کے حوالے ہو۔ پھر وہ کمرہ بمع ساز وسامان کے جل گیا (تو کیا حکم ہے؟) فرمایا وہ غلہ کے مالک کا نقصان ہوا ہے کیونکہ خریدار نے وصول نہیں کیا تھا۔ اس حدیث کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الحج ص ۲۲۷ میں تخریج کیا ہے۔

فائدہ:۔ اس روایت سے ظاہر ہوا کہ چیز قبضہ سے پہلے خریدار کی ضمان میں داخل نہیں ہوتی اس لئے ہلاک ہوجانے پر مالک کی چیز ہو کر ہلاک ہوگی۔

باب مبیع پر قبضہ کے بعد اگر خریدار کے پاس آفات کا شکار ہونے سے نقصان ہوا تو بائع سے نقصان کی مقدار قیمت منہانہ کی جائے گی

(۴۸۱۰)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص نے پھل خریدے تھے اس کو ان پھلوں میں نقصان ہوا تو اس کا قرض بڑھ گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس پر صدقہ کرو تو لوگوں نے اس کو صدقہ دیا لیکن اُس سے پورا قرض ادا نہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اُس کے قرض خواہوں سے فرمایا جو تمہیں مل رہا ہے وہی لے لو اور بس تمہارے لئے یہی ہی ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے (۱۶/۲) روایت کیا ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے نقصان اُسی خریدار پر ہی ٹھہرا کر قرض خواہوں (بیچنے والوں) کا قرض ادا کرنا لازم ٹھہرایا اس لئے دوسرے مسلمانوں سے فرمایا کہ اس پر صدقہ کرو تا کہ اس کا قرض ادا ہو جائے۔ مگر چونکہ صدقہ کے بعد بھی پورا قرض ادا نہ ہو سکا اس لئے آپ ﷺ نے قرض خواہوں سے فرمایا بس یہی ہی لے لو۔ جس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ باقی معاف کردو دوسرا یہ کہ فی الوقت یہی لے لو جب اس مقروض پر وسعت ہو جائے بقیہ تب لے لینا۔

٤٨١١...... ومن طريق مسلم: نا محمد بن المثنى، نا محمد بن جعفر، نا شعبة، عن عبدالله بن دينار، عن ابن عمرؓ، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهٗ"، فَقِيْلَ لِابْنِ عُمَرَ: مَا صَلَاحُهٗ؟ قال: "تَذْهَبُ عَاهَتُهٗ" (المحلى ٨:٣٨٧)۔

٤٨١٢...... ومن طريق أبي عبيدة: نا عبدالله بن صالح، عن الليث بن سعد، أخبرني أبوبكر بن سهل بن حنيف: "أَنَّ أَهْلَ بَيْتِهٖ كَانُوْا يَلْزِمُوْنَ الْمُشْتَرِيَ الْجَائِحَةَ"، قَالَ اللَّيْثُ: وَبَلَغَنِيْ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ: "أَنَّهٗ قَضٰى بِالْجَائِحَةِ عَلَى الْمُشْتَرِيْ" (المحلى ٨:٣٨٤)۔

٤٨١٣...... أخبرنا محمد بن عمر بن واقد الأسلمي، أخبرني موسى بن إبراهيم التيمي، عن أبيه، عن سليمان بن يسار، عن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه: "أَنَّهٗ بَاعَ عِنَبًا لَهٗ بِالْعَقِيْقِ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰه عنه، فَجَاءَ بِالْبَيِّنَةِ أَنَّهٗ كَانَ بَاعَهٗ سَالِمًا مِنَ الْجَرَادِ فَاخْتَصَمَا اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَضٰى بِالثَّمَنِ وَافِيًا، وَقَالَ: هُوَ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ مِنْ هٰذَا وَابْتَلَاكَ بِهٖ"، رواه محمد في

(٤٨١١)......اور علامہ ابن حزم نے بطریق مسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پھلوں کے قابل انتفاع ہو جانے سے پہلے ان کی خرید وفروخت نہ کیا کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا قابل انتفاع ہونے سے کیا مراد ہے فرمایا آفت کا شکار ہونے کا وقت گذر جائے۔ (المحلی ٨/ ٣٨٧)

فائدہ:۔ اس خرید وفروخت سے ممانعت کی وجہ یہی ہے کہ آفت آنے پر خریدار کا نقصان ہوگا اور اس کا نقصان تب ہی ہوسکتا ہے جب قبضہ کے بعد نقصان کی تلافی بائع سے قیمت کی کمی سے نہ کرائی جاسکے۔ تو اس سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ قبضہ کے بعد نقصان خریدار پر ہوگا بائع پر نہیں۔

(٤٨١٢)...... بطریق ابو عبیدہ ابو بکر بن سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ اُس کے گھرانے والے (حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ وغیرہ) آفت کا نقصان خریدار پر ہی لازم کرتے تھے۔ حضرت لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ تک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے بھی آفت کا نقصان خریدار پر لازم کیا۔ (المحلی ٨/ ٣٨٤)

(٤٨١٣)...... محمد بن عمر بن واقد اسلمی کے طریق سے سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عقیق مقام میں موجود اپنے انگور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر بیچے (ٹڈی کے ذریعہ ان کا نقصان ہوا) تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس پر گواہ پیش کئے کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن پر جب بیچے تو ٹڈی سے محفوظ تھے دونوں مقدمہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے تو انہوں نے فیصلہ دیا کہ عبدالرحمٰن پوری قیمت ادا کریں۔ اور فرمایا (ٹڈی کا نقصان کیا ہوا) اسی اللہ کے مال میں سے ہوا اور اللہ نے اس سے تجھ پر آزمائش ڈالی، اس

"الحجج" له (٢٠٨)، وسنده حسن، وفى الواقدى كلام إلا أنه مختلف فيه۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يَجْرِىَ فِيْهِ الصَّاعَانِ

٤٨١٤...... نا شريك، عن ابن أبى ليلى، عن محمد بن بيان، عن ابن عمرؓ: "أَنَّهُ سُئِلَ عَمَّنِ اشْتَرَى الطَّعَامَ قَدْ شَهِدَ كَيْلَهُ؟ قَالَ: لَا حَتّٰى يَجْرِىَ فِيْهِ الصَّاعَانِ"۔ أخرجه ابن أبى حزم فى "المحلى" (٨:٥٢٣) من طريق ابن أبى شيبة، وسنده حسن، ولكنى لم أقف على محمد بن بيان هذا، وليس هو بالمضعّف فى "الميزان"، فإنه أصغر منه بكثير، واحتج ابن حزم بهذا الأثر فهو حجة عنده۔

٤٨١٥...... نا محمد بن فضيل، عن مطرف – هو ابن طريف – قلت للشعبى: أَكُوْنُ شَاهِدَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُكَالُ فَاشْتَرِيْهِ آخُذُهُ بِكَيْلِهِ؟ فَقَالَ: مَعَ كُلِّ صَفْقَةٍ كَيْلَةٌ"، أخرجه ابن حزم أيضًا من طريق ابن أبى شيبة، وسنده على شرط الشيخين۔

حدیث کوامام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الحج ص ۲۰۸ میں روایت کیا ہےاوراس کی سند حسن ہے راوی واقدی میں کلام ہےاور وہ مختلف فیہ ہے۔

باب خریدا ہوا غلہ آگے بیچنا تب تک منع ہے جب تک اس میں دو پیمانے جاری نہ ہوں

فائدہ:۔ مراد یہ ہے کہ جب آدمی کسی سے غلہ ماپ کر لے لے تو اگر آگے کسی پر بیچنا چاہے تو ماپ دوبارہ کر کے دے چاہے جس کو دے رہا ہے اس نے پہلی ماپ کو دیکھا بھی ہو۔

(۴۸۱۴)......محمد بن بیان کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ جو شخص (ایک خریدار کی) ماپ کا مشاہدہ کر چکا ہو وہ اُسی غلہ کو خرید سکتا ہے؟ فرمایا تب تک نہیں خرید سکتا جب تک دو پیمانے اس میں جاری نہ ہوں۔ اس روایت کو ابن حزم نے محلی (۵۲۳/۸) میں بطریق ابن ابی شیبہ روایت کیا ہے اس کی سند حسن ہے لیکن محمد بن بیان کا علم نہیں ہو سکا۔ جبکہ میزان میں اس کا ضعیف ہونا ذکر نہیں اور جس کا ذکر ہے وہ اس راوی سے بہت چھوٹا ہے اور چونکہ ابن حزم نے اس روایت سے حجت لی ہے تو یہ ان کے نزدیک حجت ہے۔

فائدہ:۔ روایت کی باب پر دلالت واضح ہے یہی حال اگلی روایات کا ہے۔

(۴۸۱۵)......محمد بن فضیل مطرف بن طریف سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام شعبی سے پوچھا کہ غلہ ناپا جا رہا تھا اور میں اُس وقت موجود تھا تو اب جو میں خریدوں تو اُسی ناپ سے لے سکتا ہوں؟ فرمایا ہر سودا کی اپنی ناپ ہو، اس روایت کو بھی ابن حزم نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح بخاری کی شرط پر ہے۔

٤٨١٦...... ومن طريق ابن أبي شيبة: نا مروان بن معاوية، عن زياد مولى آل سعيد، قُلْتُ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: رَجُلَ ابْتَاعَ طَعَامًا فَاكْتَالَهُ أَيَصْلُحُ لِيْ أَنْ أَشْتَرِيَهُ بِكَيْلِ الرَّجُلِ؟ قَالَ: "لَا حَتّٰى يُكَالَ بَيْنَ يَدَيْكَ"، وَصَحَّ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِيْهِ: "هٰذَا رِبًا" (المحلی)، زياد مولى آل سعيد لم أعرفه۔

٤٨١٧...... ومن طريق ابن أبي شيبة: نا زيد بن الحباب، عن سوادة بن حيان، سمعت محمد بن سيرين سُئِلَ عَنْ رَجُلَيْنِ اشْتَرٰى أَحَدُهُمَا طَعَامًا وَالْآخَرُ مَعَهُ فَقَالَ: قَدْ شَهِدْتُ الْبَيْعَ وَالْقَبْضَ، فَقَالَ: خُذْ مِنِّي رِبْحًا وَأَعْطِنِيْهِ؟ فَقَالَ: "لَا حَتّٰى يَجْرِيَ فِيْهِ الصَّاعَانِ، فَتَكُوْنُ لَكَ زِيَادَتُهُ وَعَلَيْكَ نُقْصَانُهُ" (وفي نسخة: لَهُ زِيَادَتُهُ وَعَلَيْهِ نُقْصَانُهُ (المحلی)، سوادة بن حيان لم أعرف من ترجمه۔

٤٨١٨...... ومن طريقه نا وكيع عن عمر أبي حفص، قال سَمِعْتُ الْحَسَنَ الْبِصْرِيَّ وَسُئِلَ عَمَّنِ اشْتَرٰى طَعَامًا وَهُوَ يَنْظُرُ إِلٰى كَيْلِهِ؟ قَالَ: "لَا حَتّٰى يَكِيْلَهُ" (المحلی ٨:٥٢٣) سند حسن۔

(٤٨١٦)......مروان بن معاویہ زیاد مولیٰ آل سعید سے روایت کرتے ہیں کہ زیاد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن میسب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک آدمی نے غلہ خریدا اور ناپ کیا تو کیا میرے لئے درست ہے کہ میں اُسی ناپ سے خریدلوں؟ فرمایا نہیں یہاں تک کہ تیرے سامنے اس کی ناپ ہو۔ اور یہ بھی حضرت سعید سے صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے اس کو سود کہا۔ (المحلی) راوی زیاد مولیٰ آل سعید کا حال معلوم نہیں۔

(٤٨١٧)......بطریق ابن ابی شیبہ سوادہ بن حیان سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے پوچھا کہ دو آدمی ہیں ایک نے غلہ خریدا دوسرا اس کے ساتھ تھا۔ اس دوسرے نے کہا کہ میں بیع اور قبضہ کے وقت حاضر تھا لہٰذا تو مجھ سے نفع لے لے اور غلہ مجھے دے دے (یہ درست ہے)؟ فرمایا نہیں۔ جب تک دو پیمانے جاری نہ ہوں۔ جب دو پیمانے جاری ہوں گے تو پہلی ناپی ہوئی مقدار سے زیادہ نکلا تو زیادتی تیری (یعنی بیچنے والے) کی ہوگی اور کم ہوا تو کمی بھی تجھ پر ہوگی (ایک نسخہ میں لفظ ہیں زیادہ بھی اُسی کی ہوگی اور نقصان بھی اُسی پر ہوگا) (المحلی) اس کے راوی سوادہ بن حیان کا حال معلوم نہیں۔

(٤٨١٨)......بطریق ابن ابی شیبہ وکیع عمر ابی حفص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے سنا ان سے سوال ہوا کہ آدمی غلہ خریدنا چاہتا ہے اور (خرید سے پہلے) جب ناپ ہو رہا تھا اس نے دیکھا تھا؟ فرمایا تب تک نہ خریدے جب تک دوبارہ ناپ نہ کرالے (المحلی ٨/٥٢٣) اس کی سند حسن ہے۔

٤٨١٩...... ومن طريق عبدالرزاق، عن معمر، عن الزهري، عن سعيد بن المسيب، قال: "فِي السُّنَّةِ الَّتِي مَضَتْ أَنَّ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا أَوْ وَدَكًا أَنْ يَكْتَالَهُ قَبْلَ أَنْ يَبِيعَهُ، فإِذَا بَاعَهُ اكْتِيلَ مِنْهُ أَيْضًا إِذَا بَاعَهُ كَيْلاً" (المحلى ٥٢٣:٨) وهذا سند صحيح، وقول ابن المسيب: "في السنة التي مضت" حكم الرفع۔

بَابُ جَوَازِ بَيْعِ الْعَبْدِ الْآبِقِ وَالْجَمَلِ الشَّارِدِ إِذَا كَانَ الْمُشْتَرِي يَعْلَمُ مَكَانَهُ

٤٨٢٠...... روى ابن أبي شيبة: نا عبدة بن سليمان، عن عبيدالله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمرؓ: "أَنَّهُ اشْتَرَى بَعِيرًا وَهُوَ شَارِدٌ" (المحلى ٣٩١:٨)، وسنده صحيح۔

٤٨٢١...... ومن طريق حماد بن سلمة، عن أيوب السختياني، عن محمد بن سيرين: "أَنَّ رَجُلاً أَبَقَ غُلاَمُهُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: بِعْنِيْ غُلاَمَكَ، فَبَاعَهُ مِنْهُ ثُمَّ اخْتَصَمَا إِلَى شُرَيْحٍ، فَقَالَ شُرَيْحٌ: إِنْ

(۴۸۱۹)......بطریق عبدالرزاق امام زہری سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن میسب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو سنت پہلے سے چلی آ رہی ہے یہ ہے کہ جو غلہ یا چربی خریدے آگے فروخت کرنے سے پہلے ناپ کرائے۔ اور پھر جب فروخت کرے تو بھی اس سے ناپ کرا کر لیا جائے۔ (المحلی ۵۲۳/۸) اس روایت کی سند صحیح ہے اور حضرت سعید کا یہ فرمانا کہ جو سنت پہلے سے چلی آ رہی ہے روایت کے مرفوع ہونے کے حکم میں ہے۔

باب جب خریدار کو بھاگے ہوئے غلام اور بھگوڑے اونٹ کی جگہ معلوم ہو تو اس خریدار پر ان کو بیچنا درست ہے

(۴۸۲۰)......بطریق ابن ابی شیبہ نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک بھگوڑا اونٹ خریدا (المحلی ۳۹۱/۸) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے پیٹ کے اندر حمل کی (پیدا ہونے سے پہلے) اور تھنوں میں موجود دودھ کی نکال کر ناپ سے پہلے اور بھگوڑے غلام کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث اُس صورت پر محمول ہے جب خریدنے والے کو اس کی جگہ معلوم نہ ہو لہٰذا وہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف نہیں۔

(۴۸۲۱)......بطریق حماد بن سلمہ ایوب سختیانی امام محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی کا غلام بھاگ گیا تو ایک دوسرے شخص نے کہا اپنا غلام مجھ پر فروخت کر دے۔ اس نے فروخت کر دیا پھر وہ دونوں قاضی شریح کے پاس معاملہ لائے تو قاضی شریح نے فرمایا اگر بائع نے اس خریدار کو بتلایا تھا (کہ بھاگا ہوا ہے) تو بیع نافذ ہے۔ (المحلی) اس کی سند صحیح ہے۔

كَانَ أَعْلَمَهُ بِمِثْلِ مَا عَلِمَ فَهُوَ جَائِزٌ"۔ (المحلى)، وسنده صحيح۔

۴۸۲۲...... ومن طريق عبدالرزاق: نا معمر، عن أيوب السختياني، قَالَ: "أَبَقَ غُلَامٌ لِرَجُلٍ، فَعَلِمَ مَكَانَهُ رَجُلٌ آخَرُ فَاشْتَرَاهُ مِنْهُ، فَخَاصَمَهُ اِلٰى شُرَيْحٍ بَعْدَ ذٰلِكَ، قَالَ بْنُ سِيْرِيْنَ: فَسَمِعْتُ شُرَيْحًا يَقُوْلُ لَهُ: اَكُنْتَ اَعْلَمْتَهُ مَكَانَهُ ثُمَّ اشْتَرَيْتَهُ؟ فَرَدَّ الْبَيْعَ، لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ اَعْلَمَهُ" (المحلى ۳۹۱:۸)، وسنده صحيح۔

بَابٌ اَلْعَقْدُ الْفَاسِدُ يُفِيْدُ الْمِلْكَ عِنْدَ اتِّصَالِ الْقَبْضِ بِهٖ

۴۸۲۳...... عن رجل من الأنصار، قال: "خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ جَنَازَةٍ، فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوْصِي الْحَافِرَ: اَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ، أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ، فَلَمَّا رَجَعَ اِسْتَقْبَلَهٗ دَاعِي امْرَأَةٍ فَجَاءَ وَجِيْءَ بِالطَّعَامِ، فَوَضَعَ يَدَهٗ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ فَاَكَلُوْا، فَنَظَرَ آبَاؤُنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

(۴۸۲۲)......بطریق عبدالرزاق ایوب سختیانی سے روایت ہے کہ ایک آدمی کا غلام بھاگ گیا دوسرے آدمی کو غلام کی جگہ معلوم ہوئی تو اس نے مالک سے خرید لیا پھر قاضی شریح کے پاس جھگڑا لے گیا۔ ابن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے قاضی شریح سے سنا کہ فرمایا کہ کیا تجھے اس کی جگہ بتائی گئی تھی تب تو نے خریدا تھا؟ تو چونکہ اس کو اس کی جگہ نہیں بتائی گئی تھی اس لئے قاضی شریح نے بیع ختم کردی۔ (المحلی ۳۹۱/۸) اس کی سند صحیح ہے۔

باب جب قبضہ ہو جائے تو بیع فاسد سے ملک آ جائے گی

(۴۸۲۳)......ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ قبر پر بیٹھ کر کھودنے والے کو حکم فرما رہے تھے کہ پاؤں کی جانب سے قبر کھلی کر سر کی جانب سے کھلی کر جب واپسی ہوئی تو ایک عورت آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہوئی (کھانے کی دعوت دی) آپ تشریف لائے کھانا لایا گیا تو آپ نے کھانے میں ہاتھ ڈالا پھر لوگوں نے بھی شروع کیا اور کھایا ہمارے آباء نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ منہ میں لقمہ آہستہ آہستہ چبا رہے تھے پھر (کھایا نہیں جا رہا تھا تو) فرمایا مجھے لگتا ہے کہ بکری مالک کی اجازت کے بغیر لی گئی ہے تو اس عورت نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ یا رسول اللہ! میں نے بقیع کی طرف بکری خریدنے کیلئے آدمی کو بھیجا تھا بکری نہ ملی پھر میں نے اپنے پڑوسی کی طرف پیغام بھیجا اس نے بکری خریدی تھی کہ اپنی بکری مجھے قیمت پر دے دو مگر وہ بھی نہ ملی تو میں نے اس کی بیوی کی طرف پیغام بھیجا اس نے (خاوند کی اجازت کے بغیر) میری طرف بکری بھیج دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بس یہ قیدیوں کو کھلا لو۔ اس کو ابو داؤد نے (۱۱۷/۲ باب في اجتناب الشبهات) روایت کیا اور ابو داؤد اور

يَلُوْكُ لُقْمَةً فِيْ فَمِهٖ، ثُمَّ قَالَ: اَجِدُ شَاةً اُخِذَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ اَهْلِهَا، فَاُرْسِلَتِ الْمَرْاَةُ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ اَرْسَلْتُ اِلَى الْبَقِيْعِ يَشْتَرِيْ لِيْ شَاةً فَلَمْ اَجِدْ، فَاَرْسَلْتُ اِلٰى جَارٍ لِيْ قَدِاشْتَرٰى شَاةً اَنْ اَرْسِلْ اِلَيَّ بِهَا بِثَمَنِهَا فَلَمْ يُوْجَدْ، فَاَرْسَلْتُ اِلَى امْرَأَتِهٖ فَاَرْسَلَتْ اِلَيَّ بِهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَطْعِمِيْهِ الْاُسَارٰى"، رواه أبوداؤد وسكت عنه هو والمنذرى (عون المعبود ٣: ٢٤٩)، وأخرجه البيهقى، ولم يعله بشىء هو، ولا ابن التركمانى۔

بَابُ اعْتِبَارِ الْعُرْفِ فِي الْبُيُوْعِ وَالْاِجَارَاتِ وَالْكَيْلِ وَالْوَزْنِ وَنَحْوِهَا

٤٨٢٤ ...... قَالَ شُرَيْحٌ لِلْغَزَّالِيْنَ: "سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ"، علقه البخارى، ووصله سعيد بن منصور من طريق ابن سيرين: "اِنَّ نَاسًا مِنَ الْغَزَالِيْنَ اخْتَصَمُوْا اِلٰى شُرَيْحٍ فِيْ شَيْءٍ كَانَ بَيْنَهُمْ، فَقَالُوْا: اِنَّ سُنَّتَنَا بَيْنَنَا كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ" (فتح البارى ٤: ٢٣٨)۔

٤٨٢٥ ...... وقال عبدالوهاب، عن أيوب، عن محمد: هو ابن سيرين - لَا بَاْسَ الْعَشَرَةُ بِاَحَدَ عَشَرَ،

منذری دونوں نے سکوت کیا (عون المعبود ۳/ ۲۴۹) اور امام بیہقی نے (سنن ۵/ ۳۳۵) روایت کیا اور نہ بیہقی نے اس پر کلام کیا نہ ابن الترکمانی نے ؒ۔

فائدہ:۔ بکری والی عورت نے خاوند کی اجازت کے بغیر بکری بیچ دی یہ بیع فاسد ہے کیونکہ خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کا کوئی چیز بیچنا فضولی کے بیچنے کی طرح ہے اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ قیدیوں کو کھلا دے۔ واضح کرتا ہے کہ بیع فاسد ہونے کے باوجود مالک کی ملک ختم ہوگئی اور مشتری مالک بن گیا۔

باب خرید وفروخت اور اجازت اور ناپ وتول وغیرہ میں عرف معتبر ہے

(۴۸۲۴)...... قاضی شریح ؒ نے سوت کاتنے والوں سے (ایک جھگڑے میں) فرمایا تھا کہ تمہارے اپنے طور طریقے تم پر نافذ ہوں گے۔ اس روایت کو امام بخاری ؒ نے تعلیقاً (۱/ ۲۹۴) ذکر کیا اور حضرت سعید بن منصور نے بسند ابن سیرین اس کو متصل بیان کیا کہ سوت کاتنے والوں میں سے کچھ لوگ کسی معاملہ میں قاضی شریح کے پاس مقدمہ لے گئے۔ اور انہوں نے بتایا کہ ہمارا رواج یوں اور یوں ہے تو فرمایا تمہارے رواج تم میں نافذ ہوں گے۔ (فتح الباری ۵/ ۱۱۸، ۱۱۹)

فائدہ:۔ اس روایت سے اور اگلی روایات سے خرید وفروخت وغیرہ معاملات میں عرف کا اعتبار کیا جانا واضح ہے علامہ ابن حزم وغیرہ اس کے مخالف ہیں۔

(۴۸۲۵)...... بطریق عبدالوہاب امام محمد بن سیرین ؒ سے مروی ہے کہ اگر کوئی دس کی چیز گیارہ پر بیچے اور لاگت پر نفع لے تو حرج نہیں۔

وَيَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا"، علقه البخاری، ووصله ابن أبی شیبة عن عبدالوهاب هذا (فتح الباری)۔

٤٨٢٦ ...... وَاكْتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا فَقَالَ: بِكَمْ قَالَ: بِدَانِقَيْنِ، فَرَكِبَهُ، ثُمَّ جَاءَ مَرَّةً أُخْرٰى، فَقَالَ: الْحِمَارَ الْحِمَارَ فَرَكِبَهُ وَلَمْ يُشَارِطْهُ فَبَعَثَ اِلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ علقه البخاری، ووصله سعید بن منصور عن هشیم عن یونس مثله (فتح الباری)۔

٤٨٢٧ ...... وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِهِنْدٍ: "خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ"، "وَحَجَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَبُوْ طَيْبَةَ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ" رواه البخاری وغیره (فتح الباری ٤:٣٣٨)۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْعَصِيْرِ مِمَّنْ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا

٤٨٢٨ ...... عن بریدةؓ، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ حَبَسَ الْعِنَبَ اَيَّامَ الْقِطَافِ حَتّٰى يَبِيْعَهُ مِنْ

اس روایت کو امام بخاری نے تعلیقاً (۲۹۴/۱) روایت کیا اور امام ابن ابی شیبہ نے موصولاً بیان کیا ہے (فتح الباری ۱۱۹/۵)۔

(۴۸۲۶)...... حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مرداس سے گدھا کرائے پر لیا تو کرایہ پوچھا کہ کتنا ہوگا؟ انہوں نے بتایا کہ دو دانق، وہ گدھے پر سوار ہوئے، پھر ایک اور دفعہ تشریف لائے اور کہا گدھا چاہیے اور کرایہ طے کئے بغیر سواری کی پھر کرایہ کا آدھا درہم بھیج دیا۔ اس کو امام بخاری نے (۲۹۴/۱) تعلیقاً ذکر کیا اور سعید بن منصور نے بطریق ہشام یونس سے ایسی ہی روایت موصولاً روایت کی (فتح الباری ۱۱۹/۵)۔

فائدہ:۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے پہلی بار کرایہ معلوم کر کے طے شدہ کرایہ دیا دوسری بار طے کئے بغیر کرایہ پر لیا یہ وہاں کے عرف میں درست تھا اس وجہ سے جائز ہوا ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ اجرت طے کئے بغیر اجارہ درست نہیں۔

(۴۸۲۷)...... اور آپ ﷺ نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے فرمایا جو خرچ تجھے اور تیرے بچوں کو کافی ہو مشہور طریقے سے وہ (خاوند ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مال میں سے) لے لیا کر۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ابوطیبہ رضی اللہ عنہ حجام سے پچھنے لگوائے پھر ایک صاع کھجور اس کو دینے کا حکم فرمایا۔ اس کو بخاری (۲۸۴/۱) وغیرہ نے روایت کیا۔

فائدہ:۔ یہاں حضرت ہند رضی اللہ عنہا کو عرف عام کے مطابق شوہر کے مال سے خرچ لینے کی اجازت دی۔ اور پچھنے لگوانے کی اجرت طے کئے بغیر ابوطیبہ کو ایک صاع کھجور اجرت میں دیئے۔ یہ سب عرف عام کی وجہ سے درست ہوا۔

باب جو شخص شراب بناتا ہو اس سے انگور کا نچوڑا ہوا پانی بیچنا مکروہ ہے

(۴۸۲۸)...... حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے انگور کاٹنے کے دنوں انگور روک رکھے

يَهُوْدِيّ أَوْ نَصْرَانِيّ أَوْ مَنْ يَّتَّخِذُهٗ خَمْرًا فَقَدْ تَقَحَّمَ النَّارَ عَلٰى بَصَرِهٖ" رواه الطبراني في "الأوسط"، وفيه عبدالكريم، قال أبوحاتم: حديثه يدل على الكذب، كذا في "مجمع الزوائد" (٤: ٩٠)۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ مُبَايَعَةِ مَنْ أَكْثَرُ مَالِهٖ مِنَ الرِّبَا أَوْ ثَمَنِ الْمُحَرَّمِ

٤٨٢٩...... أخرج البيهقي من طريق سعيد بن منصور: ثنا هشيم عن أبي حمزة عمران ابن أبي عطاء، قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّ أَبِيْ جَلَّابُ الْغَنَمِ وَأَنَّهٗ يُشَارِكُ الْيَهُوْدِيَّ وَالنَّصْرَانِيَّ قَالَ: لَاتُشَارِكْ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا، قُلْتُ: وَلِمَ؟ قَالَ: لِأَنَّهُمْ يَرْبُوْنَ وَالرِّبَا لَا يَحِلُّ (٥: ٣٣٥)، أبوحمزة القصاب من

تا کہ یہودی یا عیسائی سے بیچے یا شراب بنانے والے سے بیچے تو اس نے اپنی آنکھوں پر آگ انڈیل دی۔اس کو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں راوی عبدالکریم بن عبدالکریم ہے جس کے متعلق امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کی حدیث جھوٹ پر دلالت کرتی ہے (مجمع الزوائد ۴/۱۶۱) محقق عبداللہ محمد درویش فرماتے ہیں کہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے (بلوغ المرام حدیث ۸۳۷ میں) اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے مترجم)

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انگور اس وقت تک فروخت نہ کرنا جب تک نچوڑنے اور شراب بنانے کے قابل نہ ہو جائیں۔اس غرض سے انگور روک رکھنا حرام ہے۔لیکن جو شخص انگوروں اور ان کے نچوڑ سے شراب بناتا ہو اُس سے انگور فروخت کرنا کیسا ہے؟ یہ حدیث اس بیع کے حرام ہونے پر دلیل نہیں بنتی۔اور جو شخص انگور یا اس کا نچوڑ شراب بنانے والے پر فروخت کرنے کیلئے نہیں روک رکھتا بلکہ جو خریدنے آئے اس پر فروخت کرتا ہے اور خریدنے والوں میں وہ بھی شامل ہے جو شراب کیلئے خریدتا ہے اور وہ بھی جو دوسرے مقصد کیلئے خریدتا ہے تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے اس پر اجماع ہے کہ شراب بنانے والے پر انگور بیچنا جائز ہے۔لیکن انگور کا شیرہ اور نچوڑا ایسے شخص پر بیچنے میں اختلاف ہے جب حدیث میں انگور اور اس کے شیرہ دونوں کے شراب بنانے والے پر بیچنے پر وعید ہے۔اور اس وعید سے انگور بیچنے کی حرمت ثابت نہیں ہوتی تو انگور کے شیرہ بیچنے کی حرمت بھی ثابت نہیں ہوتی۔

باب: جس کا اکثر مال سودی ہو یا قیمت حرام مال سے ہو اس سے خرید وفروخت کا معاملہ کرنا مکروہ ہے

(۴۸۲۹)......امام بیہقی رحمہ اللہ نے (۵/۳۳۵) امام سعید بن منصور کی سند سے ابوحمزہ عمران بن عطاء سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میرا والد بکریوں کی تجارت کا کاروبار کرتے ہوئے ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتا ہے اور یہودی یا عیسائی سے شراکت کرتا ہے فرمایا کسی یہودی یا عیسائی سے شراکت نہ کرو۔میں نے عرض کیا کیوں؟ فرمایا وہ سودی معاملات کرتے ہیں اور سود حلال نہیں۔راوی ابوحمزہ قصاب مسلم کے راویوں میں سے سچا راوی ہے اور اس کے اوہام ہیں تو یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

رجال مسلم صدوق له أوهام، فالحديث حسن صحيح۔

۴۸۳۰...... ومن طريق شعبة، عن مزاحم بن زفر، عن ربيع بن عبدالله، "سَمِعَ رَجُلاً سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ أَنَّ لِيْ جَاراً يَأْكُلُ الرِّبَا، أَوْ قَالَ: خَبِيْثَ الْكَسْبِ، وَرُبَمَا دَعَانِيْ بِطَعَامِهِ أَفَأُجِيْبُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ!" مزاحم من وجال مسلم ثقة، وربيع بن عبدالله ليس هو ابن خطاف الأحدب، فإنه أصغر من أن يروى عنه شعبة فضلا أن يروى عنه مزاحم، بل هو آخر غيره، وشعبة لا يتحمل من أحاديث مشايخه إلا ما صح كما مر في "المقدمة"۔

۴۸۳۱...... ومن طريق مسعر، عن جواب التيمي، عن الحارث بن سويد، قال: "جاء رجل إلى عبدالله يعني ابن مسعودؓ فَقَالَ: إِنَّ لِيْ جَارًا وَلَا أَعْلَمُ لَهُ شَيْئًا إِلَّا خُبْثًا أَوْ حَرَامًا، وَأَنَّهُ يَدْعُوْنِيْ فَأُحْرَجُ أَنْ آتِيَهِ وَأَتَحَرَّجُ أَنْ لَّا آتِيَهِ، فَقَالَ: اِئْتِهِ وَأَجِبْهُ، فَإِنَّمَا وِزْرُهُ عَلَيْهِ"۔ قال البيهقي: جواب التيمي غير قوي،

فائدہ:۔ اس روایت سے حرام آمدنی (سود وغیرہ) والے شخص کے پیسہ سے پرہیز کرنا اولیٰ اور اس سے پیسہ لینا مکروہ ظاہر ہوتا ہے لیکن اگر اس سے چیز فروخت کی یا شراکت کی یا اس کی دعوت قبول کی اور معلوم نہیں کہ جو دیا اور کھلایا حرام ہے تو یہ جائز اور خلاف اولیٰ ہے۔

(۴۸۳۰)......اور بسند شعبہ ربیع بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی سے سنا وہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھ رہے تھے کہ میرا ایک پڑوسی ہے وہ سود خور ہے یا کہا حرام آمدنی والا ہے اور بعض اوقات مجھے کھانے کی دعوت دیتا ہے تو میں دعوت قبول کیا کروں؟ فرمایا ہاں قبول کرلیا کر۔ اس روایت کا راوی مزاحم بن زفر مسلم کے ثقہ راویوں میں سے ہے اور یہ ربیع بن عبداللہ خطاف کا بیٹا احدب نہیں کیونکہ وہ شعبہ سے روایت کرنے سے کم عمر تھا چہ جائیکہ اس سے مزاحم روایت کرے بلکہ یہ ربیع کوئی اور ہے اور شعبہ اپنے اساتذہ کی صحیح احادیث ہی روایت کرتے ہیں (لہٰذا حدیث صحیح ہے)۔

(۴۸۳۱)......اور بسند مسعر بروایت جواب تیمی حارث بن سوید سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا میرا پڑوسی ہے اور میرے علم میں اس کا مال پلید یا حرام ہے اور وہ میری دعوت کرتا ہے اور مجھے حاضری پر مجبور کرتا ہے اور میں بچنا چاہتا ہوں۔ تاکہ اس کے پاس حاضر نہ ہوں۔ فرمایا حاضر ہوا کر اور دعوت قبول کیا کر اس کا گناہ اُسی پر ہے امام بیہقیؒ فرماتے ہیں جواب تیمی راوی قوی نہیں۔ اور یہ حکم جواز کا اس وقت ہے جب علم نہ ہو کہ جو پیش کیا وہ حرام ہے لیکن اگر حرام ہونے کا علم ہو تو نہ کھائے جیسے رسول اللہ ﷺ نے وہ بکری نہ کھائی جو آپ کو پیش کی گئی۔ میں (مولانا عثمانیؒ) کہتا ہوں بکری والی حدیث کا ذکر اس باب میں ہوگیا کہ عقد فاسد قبضہ کے بعد ملک کا فائدہ دیتا ہے اور جواب تیمی کو ابن حبان اور یعقوب بن سفیان نے ثقہ کہا اور ابن عدی نے کہا میں نے اس کی

وَهٰذَا إِذَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّ الَّذِيْ قُدِّمَ إِلَيْهِ حَرَامٌ، فَإِذَا عَلِمَ حَرَامًا لَمْ يَأْكُلْهُ كَمَا لَمْ يَأْكُلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الشَّاةِ الَّتِيْ قُدِّمَتْ إِلَيْهِ اهـ. قلت: وقد مر حديث الشاة في باب العقد الفاسد يفيد الملك عند اتصال القبض به، وجواب التيمي وثقه ابن حبان ويعقوب بن سفيان، وقال ابن عدي: لم أر له حديثا منكرًا في مقدار ما يرويه، كما في "التهذيب"، فالحديث حسن.

اَبْوَابُ الْكَفَالَةِ

بَابُ الْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ

٤٨٣٢ ...... عن أبي أمامةؓ مرفوعا: "اَلْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ، وَالْمِنْحَةُ مَرْدُوْدَةٌ، وَالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ، وَالزَّعِيْمُ غَارِمٌ"، رواه أبوداوٗد، والترمذي. وقال: حديث حسن، و ابن ماجة، وأحمد، والطيالسي، وأبويعلى، وعبدالرزاق، وابن أبي شيبة، كلهم من حديث إسماعيل بن عياش، عن شرحبيل بن مسلم، عنه، مطولا ومختصرا. قال صاحب "التنقيح": رواية إسماعيل بن عياش من الشاميين جيدة، وشرحبيل من ثقات الشاميين، قاله الإمام أحمد، ووثقه أيضا العجلي وابن حبان، وضعفه ابن معين اهـ (زيلعي ٢: ١٩٧).

مرویات میں کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی (تہذیب) تو یہ حدیث حسن ہے؟

فائدہ:۔ پہلی روایت سے حرام کمائی والے سے شراکت اور اس کے مال کا استعمال مکروہ ہونا اور ان روایات سے جواز ظاہر ہوا تو یہ مکروہ اور خلاف اولیٰ ہے۔

﴿ابواب ضمانت کفالت کے﴾

باب کسی کی جان کی ضمانت

(۴۸۳۲)......حضرت ابوامامہ ؓ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل ہے کہ فرمایا مستعار (مانگی ہوئی) چیز واپس کی جائے اور دودھ پینے کیلئے لیا ہوا جانور واپس کیا جائے اور قرض ادا کیا جائے اور ضامن شخص ذمہ دار ہے اس حدیث کو امام ابوداوٗد نے (۱۴۶/۲) اور ترمذی نے (۱۵۲/۱) روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے اور ابن ماجہ (۱۷۳) اور احمد اور طیالسی اور ابویعلی وعبدالرزاق وابن ابی شیبہ سب نے بطریق اسماعیل بن عیاش بروایت شرحبیل بن حسنہ حضرت ابوامامہ ؓ سے طویل ومختصر ہر طرح روایت کی ہے صاحب تنقیح فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن عیاش کی شامیوں سے روایت عمدہ ہوتی ہے اور شرحبیل بھی ثقہ شامیوں میں سے ہے جیسا کہ امام احمد نے فرمایا اور امام عجلی وابن حبان نے بھی شرحبیل کو ثقہ کہا ہے اور ابن معین نے ضعیف کہا ہے۔ (زیلعی ۱۹۷/۲)

٤٨٣٣...... وقال أبوالزناد، عن محمد بن حمزة بن عمرو الأسلمي، عن أبيه: "أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا، فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلٰى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ، فَأَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كُفَلَاءَ حَتّٰى قَدِمَ عَلٰى عُمَرَ، وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةَ جَلْدَةٍ، فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُمْ بِالْجَهَالَةِ"۔ أخرجه البخاري في الترجمة معلقا، وأخرجه أيضا الطحاوي مفصلا، كما قال ابن حجر في "فتح الباري"۔

فائدہ:۔ حدیث میں پہلے آپ ﷺ نے ہر مستعار چیز کی واپسی کا فرمایا پھر خصوصا فرمایاو المنحة مردودة منحہ بھی واپس کی جائے۔ ''منحہ'' سے مراد دودھ پینے کیلئے لیا ہوا جانور اور کھیتی باڑی کیلئے لی ہوئی مستعار زمین اور پھل کھانے کیلئے مستعار لیا ہوا پھلدار درخت ہے کہ یہ سب چیزیں بھی خصوصاً واپس کی جائیں۔اور باب کے موافق آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ضامن شخص ذمہ دار ہے۔اس لئے حق والا شخص ضامن سے بھی اور جس کا ضامن ہوا اس سے بھی حق کا مطالبہ کر سکے گا۔اور حق دونوں کے ذمہ ہوگا۔اور ضامن بننا قرآن وسنت واجماع سے ثابت ہے ہاں ضامن کے ضامن بننے میں اس کی رضا ہونا ضروری ہے اس پر زبردستی سے ضمان صحیح نہیں لیکن مضمون عنہ (یعنی جس کا ضامن بن رہا ہے اس) کا راضی ہونا ضروری نہیں۔اور مضمون لہ (یعنی جس کیلئے ضامن بن رہا ہے اس) کی رضا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک معتبر ہے۔

تنبیہ:۔ مضمون عنہ مثلاً مقروض اور مضمون لہ مثلاً قرض خواہ ہے اور جس چیز کی ضمانت لے اس چیز کو مضمون بہ کہتے ہیں۔دوسرے الفاظ میں مکفول عنہ اور مکفول لہ بھی کہتے ہیں۔

(۴۸۳۳)......ابوالزناد محمد بن حمزہ بن عمرو الاسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصدِّق (زکوۃ وصدقہ وصول کرنے والا) بنا کر بھیجا تو (وہاں) ایک شخص اپنی بیوی کی باندی سے ہمبستر ہوگیا تو حضرت حمزہ نے اس شخص سے اس کی جان کے ضامن لئے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے (مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہلے پہنچ گیا تھا تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس شخص کے پہلے ہی سو کوڑے لگا چکے تھے کہ اُس شخص نے لوگوں کی (اپنے اوپر الزام کی) تصدیق کی تھی اور لاعلمی کا عذر پیش کیا تھا۔(کہ مجھے حرام ہونا معلوم نہ تھا) اس روایت کو امام بخاری نے (۱/۳۰۵) ترجمۃ الباب میں تعلیقاً ذکر کیا ہے اور اس کو امام طحاوی نے بھی (شرح معانی الآثار ۲/۸۳) مفصل ذکر کیا ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے کسی کی جان کی ضمانت لینے کی صحت ثابت ہوتی ہے کہ حضرت حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ صحابی ہیں انہوں نے اُس آدمی سے اس کی جان کا ضامن لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس واقعہ پر ضمانت کے معاملہ میں کوئی نکیر نہیں کی یہی جمہور کا قول ہے۔صاحب ہدایہ نے اس بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ سے اختلاف نقل کیا ہے مگر شوافع سے امام شافعی رحمہ اللہ کا کفالت بالنفس کے خلاف قول منقول نہیں ہے۔

٤٨٣٤...... وَقَالَ جَرِيْرٌ وَالْاَشْعَثُ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فِي الْمُرْتَدِّيْنَ: "اِسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ، فَتَابُوْا وَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ"، علقه البخاری، وأخرجه البیهقی بطوله من طریق أبی إسحاق، عن حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، قَالَ: "صَلَّيْتُ الْغَدَاةَ مَعَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، فَذَكَرَ قِصَّةَ ابْنِ النَّوَاحَةِ وَاَصْحَابِهٖ وَشَهَادَتِهِمْ لِمُسَيْلَمَةَ بِالرِّسَالَةِ، وَاَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ اَمَرَ بِقَتْلِ ابْنِ النَّوَاحَةِ، ثُمَّ اِنَّهٗ اِسْتَشَارَ النَّاسَ فِيْ أُولٰئِكَ النَّفَرِ، فَقَامَ جَرِيْرٌ وَالْاَشْعَثُ فَقَالَا: اسْتَتِبْهُمْ، وَكَفِّلْهُمْ عَشَائِرُهُمْ، فَاسْتَتَابَهُمْ فَتَابُوْا فَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ (فتح الباری ٤: ٢٨٤)-

٤٨٣٥...... وروی البیهقی من طریق شعبة، عن سلیمان الشیبانی، قَالَ: سَمِعْتُ حَبِيْبًا (هُوَ اِبْنُ سُلَيْمٍ) اَلَّذِيْ كَانَ يَقْدَمُ الْخُصُوْمَ اِلٰى شُرَيْحٍ قَالَ: "خَاصَمَ رَجُلٌ اِبْنًا لِشُرَيْحٍ اِلٰى شُرَيْحٍ كَفَلَ لَهٗ بِرَجُلٍ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَحَبَسَهٗ شُرَيْحٌ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ قَالَ: اذْهَبْ اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بِفِرَاشٍ وَطَعَامٍ، وَكَانَ ابْنُهٗ يُسَمّٰى عَبْدَاللّٰهِ" (٦: ٧٧)، وسنده صحیح، لم یعله البیهقی ولا ابن الترکمانی بشیء-

(۴۸۳۴)......اور جریر اور اشعث نے مرتدوں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ان سے توبہ کرالیں اور ضامن لے لیں۔تو مرتدوں نے توبہ کی اور اپنے قبیلہ والوں کو اپنا ضامن بنایا۔اس روایت کو امام بخاری نے (۳۰۶/۱) تعلیقاً روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے بطریق ابواسحاق حارثہ بن مضرب سے طویل روایت کی ہے حارثہ کہتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی پھر حارثہ نے ابن نواحہ اور اس کے ساتھیوں کے ارتداد اور مسیلمہ کے رسول ہونے کی گواہی دینے کا قصہ ذکر کیا اور یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابن نواحہ کے قتل کا حکم کیا پھر لوگوں نے ان مرتدین کی جماعت کے بارے مشورہ کیا تو جریر اور اشعث نے کھڑے ہو کر کہا ان سے توبہ کرالیں اور ان کے خاندان والوں سے ان کی ضمانت لے لیں۔تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے توبہ کا کہا تو انہوں نے توبہ کی اور خاندان کو ضامن بنایا (فتح الباری ۱۸۰/۵)

فائدہ:۔ اس روایت سے بھی کفالت بالنفس کا جواز واضح ہے۔

(۴۸۳۵)......امام بیہقی نے (سنن ۷۷/۶) بطریق شعبہ سلیمان شیبانی سے روایت کی کہ میں نے حبیب بن سلیم سے سنا جو قاضی شریح کے پاس مقدمات پیش کیا کرتے تھے فرمایا کہ ایک آدمی کا دوسرے پر قرض تھا قاضی شریح کے پاس مقدمات پیش کیا کرتے تھے فرمایا کہ ایک آدمی کا دوسرے پر قرض تھا قاضی شریح کا بیٹا ضامن بن گیا تو قرض خواہ نے قاضی شریح کے سامنے اُس کے بیٹے کا معاملہ پیش کیا تو قاضی شریح نے بیٹے کو قید کر دیا جب رات ہوئی تو قاضی شریح نے فرمایا عبداللہ (جو کہ ان کے بیٹے کا نام تھا) کے پاس بستر اور کھانا لے جاؤ، اس روایت کی سند صحیح ہے نہ امام بیہقی نے اس پر کلام کیا ہے نہ علامہ ابن الترکمانی نے۔

٤٨٣٦...... ومن طريق إبراهيم بن خيثم بن عراك بن مالك، عن أبيه، عن جده، عن أبي هريرةؓ: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَبَسَ رَجُلاً فِيْ تُهْمَةٍ" وَقَالَ مَرَّةً أُخْرٰى: "اَخَذَ بِنْ مُتَّهَمٍ كَفِيْلاً تَثَبُّتًا وَاحْتِيَاطًا"- إبراهيم بن خيثم ضعيف (البيهقى ٦:٧٧)-

بَابُ الْكَفَالَةِ عَنِ الْمَيِّتِ

٤٨٣٧...... عن سلمة بن الأكوعؓ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَالنَّبِيِّ ﷺ، فَاُتِيَ بِجَنَازَةٍ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ: هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوْا: لَا! فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوْا: ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ، قَالَ: صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ، فَقَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ: صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهٗ"- رواه أحمد والبخاري، والنسائي، وروى الخمسة إلا أبا داوٗد هذه القصة من حديث أبي قتادة، وصححه الترمذي، وقال فيه النسائي

فائدہ:۔ اس روایت سے کفالت بالنفس کے ساتھ ثابت ہوا کہ اگر مکفول حاضر نہ ہوتو ضامن کو قید کیا جائے گا۔

(۴۸۳۶)......اور بطریق ابراہیم بن خثیم بن عراک بن مالک عن ابیہ عن جدہ حضرت ابوھریرہ ؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو تہمت میں قید کیا تھا اور ایک روایت میں بتاتے ہیں کہ مُتّہم سے بطور احتیاط ضامن لیا۔ (سنن ۶/۷۷) اس کا راوی ابراہیم بن خثیم ضعیف ہے (مگر گذشتہ حدیث سے اس کو تائید حاصل ہے)۔

باب میت کی طرف سے ضامن بننا

(۴۸۳۷)......حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ﷺ اس کا جنازہ پڑھیں فرمایا کچھ چھوڑ کر مرا ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا اس پر قرض ہے؟ عرض کیا تین دینار قرض ہیں۔ فرمایا پھر تم ہی اپنے ساتھی پر جنازہ پڑھو۔ تو حضرت ابوقتادہ ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ اس کا جنازہ پڑھیں قرض میرے ذمہ ہوگیا۔ (پھر آپ نے جنازہ پڑھایا) اس حدیث کو امام احمد اور بخاری (۱/۳۰۶) اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابوداوٗد کے سوا باقی پانچوں حضرات نے حضرت ابو قتادہ کی حدیث سے یہ واقعہ بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے (۱/۱۲۷) اور نسائی اور ابن ماجہ ص ۱۷۳ نے اس میں یہ لفظ بھی ذکر فرمائے کہ حضرت قتادہ نے عرض کیا میں اس کے قرض کا ضامن بنتا ہوں۔ یہ لفظ بظاہر انشاء میں صریح ہیں لیکن گذشتہ واقعہ کی خبر کے سوا کا احتمال نہیں رکھتے۔

فائدہ:۔ میت کی اس طرح کفالت کہ قیامت کے دن اس کو قرض کے مطالبہ سے بری کر دیا جائے (اور میت یا اس کے ورثاء کے سر پر قرض خواہ کا مطالبہ نہ رہے) امام صاحب ؒ کے نزدیک درست ہے باقی ائمہ بھی اس کے قائل ہیں اگلی احادیث سے بھی اس کا ثبوت ہے۔

وابن ماجه: "فَقَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ: أَنَا أَتَكَفَّلُ بِهٖ"، وهذا صريح في الإنشاء ولا يحتمل الإخبار عما مضى۔

٤٨٣٨...... وعن جابرؓ، قال: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُصَلِّيْ عَلٰى رَجُلٍ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَأُتِيَ بِمَيِّتٍ، فَسَأَلَ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوْا: نَعَمْ دِيْنَارَانِ، قَالَ: صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ، فَقَالَ اَبُوْقَتَادَةَ: هُمَا عَلَيَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ، وَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ قَالَ: اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ، فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ"، رواه أحمد، وأبوداؤد والنسائي (نيل الأوطار ٥:١٠٥ و ١٠٦)۔

٤٨٣٩...... وعن أبي قتادة: "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِرَجُلٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَاِنَّ عَلَيْهِ دَيْنًا، قَالَ اَبُوْقَتَادَةَ: هُوَ عَلَيَّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بِالْوَفَاءِ؟ فَقَالَ: بِالْوَفَاءِ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ۔ رواه الترمذي وقال: حسن صحيح (١:١٢٧)۔

(۴۸۳۸)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو آدمی مقروض ہو کر فوت ہوا آپ ﷺ اس کا نماز جنازہ نہ پڑھتے تھے تو ایک میت لایا گیا آپ نے پوچھا اس پر قرض ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ دو دینار قرض ہیں فرمایا اچھا اپنے ساتھی پر تم ہی نماز پڑھو۔ تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ وہ دو دینار میرے ذمہ ہوئے۔ تو پھر آپ ﷺ نے جنازہ پڑھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فتوحات فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں ہر مومن کا اس کی جان سے بھی بڑھ کر متولی ہوں لہٰذا جو قرض چھوڑ جائے وہ قرض مجھ پر ہوا۔ اور جو مال چھوڑ جائے وہ ورثاء کیلئے ہوگا۔ اس روایت کو امام احمد اور ابوداؤد (۲/۱۱۹) اور نسائی نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار ۵/۱۰۵، ۱۰۶)

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی میت کا کفیل بننا آپ ﷺ کے ضامن بننے سے صحیح ثابت ہوا۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو گذشتہ حدیث کا ناسخ ٹھہرالیا اگر نسخ اس بات میں ہو کہ آپ ﷺ پہلے مقروض کا جنازہ نہ پڑھتے تھے اور اس حدیث میں آئندہ جنازہ پڑھنے کا فرمان جاری فرمایا تو پھر تو بات کچھ حد تک درست ہے لیکن اگر مسئلہ کفالت میں اس حدیث کو ناسخ اور گذشتہ حدیث کو منسوخ ٹھہرایا جائے تو یہ درست نہیں کیونکہ آپ ﷺ کا خود ضامن بننا کفالت کو ثابت کر رہا ہے نہ کہ کفالت کو منسوخ کر رہا ہے۔

(۴۸۳۹)......حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس لایا گیا تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ساتھی پر خود جنازہ پڑھ لو کیونکہ اس کے ذمہ قرض ہے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قرض میرے ذمہ ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ادا کرو گے؟ عرض کیا میں ادا کروں گا تب آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے (۱/۱۲۷) روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بَابٌ فِي أَنَّ الْمَكْفُوْلَ عَنْهُ إِنَّمَا يَبْرَأُ بِأَدَاءِ الْكَفِيْلِ عَنْهُ لَا بِمُجَرَّدِ الْكَفَالَةِ

٤٨٤٠...... عن جابرؓ، قَالَ: "تُوُفِّيَ رَجُلٌ فَغَسَلْنَاهُ، وَحَنَّطْنَاهُ، وَكَفَّنَّاهُ، ثُمَّ أَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ ﷺ، فَقُلْنَا: تُصَلِّيْ عَلَيْهِ، فَخَطَا خُطْوَةً ثُمَّ قَالَ: أَعَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قُلْنَا: دِيْنَارَانِ، فَانْصَرَفَ، فَتَحَمَّلَهُمَا أَبُوْ قَتَادَةَ، فَقَالَ أَبُوْقَتَادَةَ، الدِّيْنَارَانِ عَلَيَّ- فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَحَقُّ الْغَرِيْمِ وَبَرِئَ مِنْهُمَا الْمَيِّتُ؟ قَالَ: نَعَمْ! فَصَلّٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِيَوْمٍ: مَا فَعَلَ الدِّيْنَارَانِ؟ فَقَالَ إِنَّمَا مَاتَ أَمْسِ، قَالَ: فَعَادَ إِلَيْهِ مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: قَدْ قَضَيْتُهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْآنَ بَرَدَتْ عَلَيْهِ جِلْدَهٗ" (مسند أحمد ٣: ٣٣٠)

﴿تَتِمَّةُ أَبْوَابِ الْكَفَالَةِ﴾

باب جب ضامن مکفول عنہ کی طرف سے ادا کردے گا تب ہی مکفول عنہ بری ہوگا محض ضامن بننے سے بری نہیں ہوجائیگا

(۴۸۴۰)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی فوت ہوا ہم نے اس کو غسل دیا۔اور خوشبو لگائی کفن پہنایا پھر نبی کریم ﷺ کے پاس لائے اور عرض کیا کہ اس کا جنازہ پڑھیں۔آپ ﷺ نے ایک لکیر کھینچی پھر فرمایا کیا اس پر قرض ہے؟ ہم نے عرض کیا دو دینار قرض ہے۔آپ ﷺ واپس ہو گئے تو ان دو دینار کی ذمہ داری حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے لی اور عرض کیا وہ دو دینار مجھ پر ہوئے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا واقعی قرض خواہ کا حق تجھ پر ہوا اور میت دو دینار سے بری ہوا؟ عرض کیا جی ہاں، تو آپ ﷺ نے جنازہ پڑھایا پھر دوسرے دن پوچھا وہ دو دیناروں کا کیا ہوا؟ عرض کیا وہ کل ہی تو مرا ہے (یعنی دے دوں گا) پھر پرسوں پوچھا تو عرض کیا میں نے ادا کر دیئے ہیں فرمایا تو اب تو نے اس پر اس کی کھال ٹھنڈی کی ہے۔(مسند احمد ۳/۳۳)

فائدہ:۔ اس حدیث کے لفظ "اب تو نے اس کی کھال ٹھنڈی کی" پر قاضی شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار میں فرماتے ہیں کہ ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ قرض کی ذمہ داری اور قرض کی وجہ سے عذاب سے میت تب ہی رہائی پاتا ہے جب ضامن قرض ادا کردے محض ذمہ داری اٹھالینے سے رہائی نہیں پالیتا۔یہی صورت زندہ کی ضمانت کی ہے کہ محض ضامن کی ضمانت سے زندہ قرض سے فارغ نہیں ہوجاتا جب تک ضامن ادا نہ کردے۔

﴿تتمہ ابواب کفالت کا﴾

بَابُ صِحَّةِ الْكَفَالَةِ بِحَقٍّ مَجْهُوْلٍ قَدْرُهُ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ﴾

٤٨٤١...... عن أبی هريرة فی حديث: "فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوْحَ، قَالَ: اَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّیَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَیَّ قَضَائُهٗ، وَمَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهٖ"، أخرجه الشيخان (فتح الباری ٤: ٣٩٠)۔

٤٨٤٢...... عن قبيصة بن المخارق، قال: "اَتَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ اَسْاَلُهٗ فِیْ حَمَالَةٍ فَقَالَ: اِنَّ الْمَسْاَلَةَ حُرِّمَتْ اِلَّا فِیْ ثَلٰثٍ، رَجُلٌ تَحَمَّلَ بِحَمَالَةٍ حَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ، حَتّٰی يُؤَدِّيَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَاجْتَاحَتْ حَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتّٰی يُصِيْبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ اَوْ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ ثُمَّ لِيُمْسِكْ، وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ حَاجَةٌ اَوْ فَاقَةٌ حَتّٰی تَكَلَّمَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِی الْحُلُمِ مِنْ قَوْمِهٖ، فَقَدْ حَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ، وَمَا سِوٰی ذٰلِكَ مِنَ الْمَسْاَلَةِ فَهُوَ سُحْتٌ"، أخرجه مسلم فی "الصحيح"

باب جس حق کی مقدار مجہول ہو اس کی ضمانت بھی صحیح ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **ولمن جاء به حمل بعير وانا به زعيم** (سورۂ یوسف) جو شخص شاہی پیمانہ حاضر کردے گا اس کو ایک اونٹ کا سامان ملے گا میں اس کا ضامن ہوں، اونٹ کا سامان مجہول مقدار میں ہے کم اور زیادہ کا احتمال رکھتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مجہول مقدار کے حق کی ضمانت صحیح ہے۔

(۴۸۴۱)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فتوحات کھولیں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں مسلمانوں کی جانوں سے بھی ان کا زیادہ قریبی تعلق رکھنے والا ہوں تو جو مسلمان بھی فوت ہوا اور قرض اپنے ذمہ چھوڑ جائے اس کی ادائیگی مجھ پر ہے اور جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے ورثاء کا ہے (بخاری ۱/ ۳۰۸، مسلم ۲/ ۳۵)

فائدہ:۔ آپ ﷺ نے مجہول مقدار قرض کے ضامن ہونے کا اعلان فرمایا جو باب کے عنوان کے موافق ہے۔

(۴۸۴۲)...... حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے قرض کا بوجھ اتارنے کیلئے مانگوں تو آپ ﷺ نے فرمایا مانگنا حرام ہے مگر تین صورتوں میں ایک وہ آدمی جو قرض اتارنے کا ضامن ہوا اس کیلئے مانگنا حلال ہے تاکہ ادا کردے پھر مانگنے سے باز آجائے دوسرا وہ آدمی جس پر ایسی آفت آپڑی جس نے مال ہلاک کردیا اس کیلئے مانگنا حلال ہے یہاں تک کہ گذران میں مضبوطی حاصل کرلے یا فرمایا گذران میں درستگی کو پہنچے۔ تیسرا وہ آدمی جس کو ضرورت یا فاقہ پیش آگیا اور اس کی قوم کے تین عقلمند کہہ دیں (کہ بے چارہ غریب یا فاقہ زدہ ہوگیا) اس کیلئے مانگنا حلال ہوگیا اس کے سوا مانگنا حرام کھانا ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے (۱/ ۳۳۴) روایت کیا ہے (سنن بیہقی ۶/ ۷۳)

(البيهقي ٦: ٧٣)۔

بَابُ رُجُوعِ الْكَفِيْلِ عَلَى الْأَصِيْلِ بِمَا ضَمِنَ بِأَمْرِهِ

٤٨٤٣ ...... عن ابن عباس: "أَنَّ رَجُلاً لَزِمَ غَرِيْمًا لَهُ بِعَشْرَةِ دَنَانِيْرَ، فَقَالَ: وَاللهِ مَا أُفَارِقُكَ حَتّٰى تَقْضِيَنِيْ أَوْ تَأْتِيَنِيْ بِحَمِيْلٍ، قَالَ: فَتَحَمَّلَ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ، فَأَتَاهُ بِقَدْرِ مَا وَعَدَهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: مِنْ أَيْنَ أَصَبْتَ هٰذَا الذَّهَبَ؟ قَالَ: مِنْ مَعْدِنٍ، قَالَ: لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْهَا، لَيْسَ فِيْهَا خَيْرٌ، فَقَضَاهَا عَنْهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ"، رواه أبوداؤد (٣: ٢٤٧)، وسكت عنه هو والمنذري، قال: وأخرجه ابن ماجة اھ۔ وعمرو بن أبي عمرو من رجال الجماعة ثقة صدوق، وإنما أنكروا عليه حديث البهيمة وحده، وأفرط ابن حزم حيث أطلق في الضعف، كما في "المحلى" (٨: ١١٦)۔

فائدہ:۔ حضور ﷺ نے جوفرمایااس کیلئے مانگنا حلال ہے جوکسی قرض کے اتارنے کا ضامن ہوا۔ یہ عام ہے کہ وہ قرض معلوم ہو یا مجہول یہی جملہ وجہ استدلال ہے۔

باب جواصیل کے حکم سے اس کا ضامن ہوا ہواس سے اُس مال میں رجوع کرسکتا ہے جس میں ضمانت لی تھی

(۴۸۴۳)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک (قرض خواہ) آدمی اپنے مقروض کودس دینار قرض کی وجہ سے چمٹ گیا اور کہا اللہ کی قسم میں تجھ سے تب تک جدا نہ ہوں گا جب تک قرض ادا نہ کرے یا کوئی ضامن نہ لائے۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اُس قرض کے ضامن ہوگئے (اور قرض ادا کردیا) پھر وہ حضور ﷺ کے پاس (ادائیگی کیلئے) وہ مقدار لایا جس کا وعدہ تھا (دس دینار) تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ سونا تجھے کہاں سے حاصل ہوا؟ کہا کان سے فرمایا ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اس میں بھلائی نہیں تو وہ قرض رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف سے خود ادا کیا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا اور ابوداؤد و منذری دونوں نے سکوت اختیار کیا اور منذری نے فرمایا کہ اس کو ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور راوی عمرو بن ابی عمرو جماعت کے رواۃ میں سے ثقہ وسچا راوی ہے اس پر صرف حدیث بہیمہ میں محدثین نے نکیر کی ہے ابن حزم سے افراط کرتے ہوئے ضعیف ہونے کا اطلاق کردیا (محلی ۸/۱۱۶)

فائدہ:۔ باب کے عنوان کے مطابق حدیث سے معلوم ہوا کہ مقروض کا ضامن بننے سے اس پر سے قرض اتر کر ضامن پر نہیں ہوجاتا۔ ایسے ہی مضمون عنہ کے حکم سے جو ضامن ہوا ہو تو ضامن ادا کردہ رقم اُس سے وصول کرسکتا ہے ورنہ وہ آدمی ادائیگی کیلئے رسول اللہ ﷺ کے پاس سونا نہ لاتا۔ اور نبی کریم ﷺ واپس کردیتے اور نہ پوچھتے کہ کہاں سے لایا ہے؟ بلکہ اول ہی فرمادیتے کہ تجھ پر سے حق ساقط ہوگیا ہے اور تو بری ہو چکا اور قرض میری طرف منتقل ہوگیا ہے۔

٤٨٤٤ ...... عن ابن عباسؓ، عن الفضل بن عباسؓ، قال: "أَتَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُوْعِكُ وَعْكًا شَدِيْدًا قَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ فَقَالَ: خُذْ بِيَدِيْ يَا فَضْلُ! فَأَخَذْتُ بِيَدِهٖ حَتّٰى قَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ، ثُمَّ قَالَ: فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ، وَفِيْهِ قَالَ: مَنْ قَدْ كُنْتُ أَخَذْتُ لَهُ مَالاً فَهٰذَا مَالِيْ فَلْيَأْخُذْ مِنْهُ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ لِيْ عِنْدَكَ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ، فَقَالَ: أَمَّا أَنَا فَلاَ أُكَذِّبُ قَائِلاً وَلَا أَسْتَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ، فِيْمَ كَانَتْ لَكَ عِنْدِيْ؟ قَالَ: أَمَا تَذْكُرُ أَنَّهُ مَرَّ بِكَ سَائِلٌ فَأَمَرْتَنِيْ فَأَعْطَيْتُهُ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ؟ قَالَ أَعْطِهٖ يَا فَضْلُ"، رواه البيهقي (٦:٧٤)، ولم يعله بشيء هو ولا ابن التركماني، فهو صحيح أو حسن، ورواه أبو يعلى وفي إسناده عطاء بن مسلم، وثقه ابن حبان وغيره، وضعفه جماعة، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد ٩:٢٦)۔ قلت: وسند البيهقي سالم من عطاء بن مسلم هذا۔

باب جَوَازِ الْكَفَالَةِ فِي الْبَيْعِ وَالسَّلَمِ وَالدَّيْنِ

٤٨٤٥ ...... عن ابن عباسؓ، قال: أَشْهَدُ أَنَّ السَّلَفَ الْمَضْمُوْنَ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى قَدْ أَحَلَّهُ اللّٰهُ فِيْ

(۴۸۴۴)......حضرت ابن عباس حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ کو سخت بخار تھا اور سر پر پٹی باندھ رکھی تھی فرمایا فضل! میرا ہاتھ پکڑو میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا آپ منبر پر بیٹھے پھر فرمایا...... جس کا کوئی مال میں نے لیا تھا یہ میرا مال ہے وہ اس میں سے لے لے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ آپ کے پاس میرے تین درہم ہیں، فرمایا میں کسی کو بات میں جھوٹا نہیں کہتا اور نہ قسم اٹھواتا ہوں کس سبب سے میرے پاس تیرے درہم ہیں؟ عرض کیا آپ ﷺ کو یاد ہے کہ آپ کے پاس سے ایک سائل گذرا آپ نے مجھے حکم فرمایا تو میں نے اس کو تین درہم دیدیے آپ ﷺ نے فرمایا فضل! اس کو دے دو۔ اس حدیث کو امام بیہقیؒ نے روایت کیا (سنن ۶/۷۴) اور نہ امام بیہقیؒ نے کلام کیا نہ ابن الترکمانی نے ؒ۔ تو یہ حدیث صحیح یا حسن ہے اور اس کو ابو یعلی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عطاء بن مسلم ہے جس کو ابن حبان وغیرہ نے ثقہ کہا ہے اور ایک جماعت نے ضعیف کہا اور باقی راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ۸/۵۹۶، ۵۹۷) بیہقی کی سند عطاء بن مسلم سے سالم ہے۔

فائدہ:۔ آپ ﷺ کے حکم سے صحابی نے سائل کو تین درہم دیئے اور اس اعلان کے وقت وصول کیے جس سے معلوم ہوا کہ ضامن نے اصیل کے حکم سے جو ادا کیا ہو اس میں اصیل سے رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے۔

باب بیع اور بیع سلم اور قرض میں ضمانت جائز ہے

(۴۸۴۵)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ مدت معینہ کی بیع سلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا

كِتَابِهِ وَأَذِنَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾۔ رواه الحاكم في "المستدرك"، وقال صحيح على شرط الشيخين (زيلعی ٢: ١٩١)۔

٤٨٤٦...... ومن طريق الأعمش، قال: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ وَالْقَبِيلَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ"، رواه البخاری ومسلم۔

٤٨٤٧...... قال البيهقي: وروينا عن مقسم عن ابن عباس: "أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا بِالرَّهْنِ وَالْقَبِيلِ فِي السَّلَفِ" (٦: ١٩)۔

٤٨٤٨...... وأخرج من طريق ابن وهب: أخبرني ابن جريج أن عمرو بن دينار أخبره عن عبدالله بن عمر: "أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بِالرَّهْنِ وَالْحَمِيلِ مَعَ السَّلَفِ بَأْسًا" (سنن البيهقي)، وهذا سند صحيح۔

اور اس کی اجازت دی پھر یہ آیت پڑھی اے ایمان والو! جب تم مدت مقررہ تک ادھار کا معاملہ کرو اس کو لکھ لو اس روایت کو امام حاکم نے مستدرک (۲/۴۰۲) میں روایت کیا ہے اور فرمایا بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے (زیلعی ۲/۱۹۱)

فائدہ:۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ادھار قرض کے لکھنے کا حکم فرمایا جو بیع سلم کو بھی شامل ہے، اور آیت میں کاتب موجود نہ ہونے کے وقت رہن کی اجازت دی اور ایک دوسرے کے پاس امانت رکھنے کی اجازت دی اور یہ عام ہے چاہے جس کے ذمہ حق ہو وہ صاحب حق کے پاس امانت رکھنے والا ہو یا اس کا کفیل امانت رکھنے والا ہو تو اس سے بیع سلم اور قرض میں ضامن شرط ٹھہرانے کا جواز ثابت ہوتا ہے جس طرح بیع سلم و قرض میں رہن شرط ٹھہرانا جائز ثابت ہوتا ہے اور آیت میں تخصیص کرنا بلا دلیل ہوگا۔

(۴۸۴۶)......امام اعمش سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم نخعی کے سامنے بیع سلم میں رہن رکھنے اور ضامن بنانے کا ذکر کیا تو انہوں نے بطریق اسود حضرت عائشہ ؓ کی یہ حدیث سنائی کہ نبی کریم ﷺ نے یہودی سے ایک مدت تک کیلئے غلہ خریدا اور اپنی زرہ رہن رکھی تھی (بخاری ۱/۳۴۱ مسلم ۲/۳۱)

فائدہ:۔ اس حدیث سے بھی بیع سلم میں ضامن رکھنے کا جواز واضح ہے۔

(۴۸۴۷)......امام بیہقی فرماتے ہیں ہم تک بطریق مقسم حضرت ابن عباس ؓ سے یہ بات پہنچی کہ وہ بیع سلم (اور ادھار) میں رہن اور ضامن رکھنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے (سنن ۶/۱۹)۔

(۴۸۴۸)......اور بطریق ابن وہب بسندہ حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ سے روایت کی ہے کہ وہ بھی بیع سلم وادھار میں رہن اور ضامن رکھنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے (سنن بیہقی) اور اس کی سند صحیح ہے۔

٤٨٤٩...... وقال البخاری: قال اللیث: حدثنی جعفر بن ربیعة، عن عبدالرحمٰن بن هرمز عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، "اَنَّهٗ ذَكَرَ رَجُلاً مِنْ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ اَنْ یُسْلِفَهٗ اَلْفَ دِیْنَارٍ- فَقَالَ: اِئْتِنِیْ بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ، فَقَالَ: كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا، قَالَ: فَائْتِنِیْ بِالْكَفِیْلِ، قَالَ: كَفٰی بِاللّٰهِ كَفِیْلاً، قَالَ صَدَقْتَ فَدَفَعَهَا اِلَیْهِ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی، فَخَرَجَ فِی الْبَحْرِ فَقَضٰی حَاجَتَهٗ، ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا یُرْكَبُهَا یَقْدَمُ عَلَیْهِ لِلْاَجَلِ الَّذِیْ اَجَّلَهٗ، فَلَمْ یَجِدْ مَرْكَبًا، فَاَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَاَدْخَلَ فِیْهَا اَلْفَ دِیْنَارٍ وَصَحِیْفَةً مِنْهُ اِلٰی صَاحِبِهٖ" الحدیث- وقع فی نسخة الصنعانی: حدثنا عبداللّٰه بن صالح، حدثنی اللیث، ووصله أبوذر وأبوالوقت فی باب التجارة فی البحر فی آخره- قال البخاری: حدثنی عبداللّٰه بن صالح، حدثنی اللیث به- ولم ینفرد عبداللّٰه بن صالح به، فقد أخرجه الإسماعیلی من طریق عاصم ابن علی وآدم بن أبی إیاس، والنسائی من طریق داوٗد بن منصور، کلهم عن اللیث، وأخرجه أحمد عن یونس بن محمد عن اللیث أیضا،

(٤٨٤٩)......امام بخاری ؒ لیث سے جعفر بن ربیعہ عن عبدالرحمٰن بن ہرمز سند کے ساتھ حضرت ابوھریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ذکر فرمایا کہ ایک بنی اسرائیل کے آدمی نے دوسرے سے کہا کہ مجھے ایک ہزار دینار ادھار دے دے۔اس نے کہا گواہ لا تا کہ میں ان کو گواہ بناؤں۔تو مانگنے والے نے کہا اللہ گواہ کافی ہے۔اس نے کہا ضامن لا، تو کہا اللہ ضامن کافی ہے۔اس نے کہا ٹھیک ہو گیا۔اس کو ایک مدت مقررہ تک کیلئے رقم دے دی۔پھر (مدت ہونے پر) مقروض دریا کی طرف نکلا اپنی ضرورت پوری کی پھر سواری تلاش کی تا کہ اس پر سوار ہو اور مدت مقررہ پر پہنچ کر قرض خواہ کے پاس حاضر ہو۔مگر سواری نہ ملی تو ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کیا اور ہزار دینار اور اپنا ایک رقعہ قرض خواہ کے نام لکھا ہوا اس میں ڈالا (آگے حدیث طویل ہے) (بخاری ١/٣٠٦) اور بخاری کے صنعانی کے نسخہ میں سند کے لفظ یوں ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن صالح نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں لیث نے بیان کیا اور اس کو ابوذر و ابوالوقت نے باب **التجارة فی البحر** کے آخر میں متصل بیان کیا کہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن صالح نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھے لیث نے بیان کیا اور اس روایت میں عبداللہ بن صالح اکیلے نہیں بلکہ اسماعیلی نے عاصم بن علی اور آدم بن ابی ایاس کے طریق سے اور نسائی نے داؤد بن منصور کے طریق سے روایت کی اور یہ سب لیث سے روایت کرتے ہیں اور اس روایت کو امام احمد ؒ نے یونس بن محمد سے لیث سے روایت کیا ہے۔اور حضرت ابو ہریرہ ؓ سے اس کی ایک اور سند بھی ہے جس کو امام بخاری نے (**عمر بن ابی سلمه عن ابیه عن ابی هریره** بخاری ٢/٩٢٦) **کتاب الاستئذان** میں تعلیقاً اور الادب المفرد (٣٠١ **باب بمن یبدأ فی الکفایة**) میں موصولاً (**حدثنا موسی قال حدثنا ابو عوانة قال حدثنا عمر عن ابیه عن ابی هریره**) اور ابن حبان نے صحیح میں روایت کی ہے۔(فتح الباری

وله طريق أخرى عن أبي هريرة علقها المصنف في الاستئذان، ووصلها في "الأدب المفرد"، وابن حبان في "صحيحه" اھ من "فتح الباري" (٤:٣٨٥)۔ فتعليل ابن حزم إياه، كما في "المحلى" (١١٩:٨) بالانقطاع وبضعف عبدالله بن صالح رد عليه۔ وكذا إطلاقه الضعف على عبدالله بن صالح مردود، فإن الرجل مختلف فيه حسن الحديث صالح، كما لا يخفى على من راجع ترجمته في "التهذيب" وغيره۔

﴿كِتَابُ الْحَوَالَةِ﴾

بَابُ الْإِتِّبَاعِ إِذَا أُحِيلَ عَلٰى مَلِيْءٍ

٤٨٥٠ ...... عن أبي هريرة، قَالَ: "مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيْءٍ فَلْيَتَّبِعْ"۔ رواه الجماعة، وفي لفظ لأحمد: "وَمَنْ أُحِيلَ عَلٰى مَلِيْءٍ فَلْيَحْتَلْ"۔

٤٨٥١ ...... وعن ابن عمر، عن النبي ﷺ قال: "مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، إِذَا أُحِلْتَ عَلٰى مَلِيْءٍ

(٥/١٨٠) لہذا ابن حزمؒ کا اس کو منقطع کہنا اور عبداللہ بن صالح کے ضعف کی وجہ سے ضعیف کہنا (محلی ۸/۱۱۹) اور عبداللہ بن صالح کو ضعیف قرار دینا مردود ہے کیونکہ عبداللہ مختلف فیہ حسن الحدیث وصالح راوی ہے۔ جیسا کہ تہذیب میں اس کے ترجمہ کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے قرض میں ضامن ٹھہرانے کی شرط لگانے کا جواز واضح ہے اور ابن حزم کے خوامخواہ حدیث کو ضعیف ٹھہرا کر عدم جواز کی بات بے دلیل ہے اور حدیث کے صحیح ہونے کا ثبوت اوپر کی عبارات میں آ چکا۔

﴿کتاب الحوالة﴾

باب جب مالدار پر قرض حوالے ہو تو قبول کرلے

(۴۸۵۰)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مالدار کا (قرض ادا کرنے میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب کسی مالدار پر قرض منتقل کیا جائے تو اس کو قبول کر لینا چاہیے۔ اس حدیث کو جماعت نے روایت کیا اور مسند احمد کے لفظ یہ ہیں کہ جس مالدار پر قرض حوالے ہو اس کو حوالہ قبول کر لینا چاہیے (بخاری ۱/۳۰۵ مسلم ۲/۱۸، ابن ماجہ ۱۷۳، ترمذی ۱/۱۵۶، ابوداؤد ۲/۱۱۹، نسائی حدیث نمبر ۴۶۸۸)۔

فائدہ:۔ حدیث حوالہ کے صحیح ہونے میں نص ہے اور حوالہ قبول کرنے کا امر استحباب کیلئے ہے یعنی مستحب ہے کہ مالدار قرض کا حوالہ قبول کرلے واجب نہیں ہے۔ اکیلے ابن حزم واجب ہونے کے قائل ہیں۔

(۴۸۵۱)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب مالدار پر قرض

فَاتَّبِعْهُ"، رواه ابن ماجة، والترمذي، وأحمد (نيل الأوطار ٥:٤٠١)۔

بَابٌ إِذَا أَفْلَسَ الْمُحَالُ عَلَيْهِ أَوْ مَاتَ يَرْجِعُ الْمُحْتَالُ عَلَى الْمُحِيلِ

٤٨٥٢...... أخرج البيهقي من طريق شعبة: أخبرني خليد بن جعفر، قال سمعت أباإياس، عن عثمان بن عفان، قَالَ: "لَيْسَ عَلَى مَالِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَوَىً يَعْنِي حَوَالَةً" (٦:٧١)، وهذا سند صحيح موصول، وليس خليد بن جعفر بمجهول، ولا أبو إياس من الطبقة الثالثة كما زعمه البيهقي، بل خليد ثقة معروف، وأبو إياس من الثانية، كما سنذكره، والأثر ذكره ابن حزم في "المحلى" بلفظ: "قد روى عن عثمان أَنَّهُ قَالَ فِي الْحَوَالَاتِ، لَيْسَ عَلَى مَالِ مُسْلِمٍ تَوَىً، ولم يعله بشيء (٨:١٠٩)۔

٤٨٥٣...... ومن طريق عبدالرزاق، عن معمر أو غيره عنه، عن قتادة، عن علي بن أبي طالبؓ، أَنَّهُ قَالَ فِي الَّذِيْ أُحِيلَ۔ "لَا يَرْجِعُ عَلَى صَاحِبِهِ إِلَّا أَنْ يُفْلِسَ أَوْ يَمُوْتَ"۔ وَهُوَ قَوْلُ شُرَيْحٍ،

حوالے کیا جائے تو اس کو قبول کرلے۔اس روایت کو جماعت نے اور ترمذی واحمد نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار ۵/۱۰۴)۔

باب جب محتال علیہ (جس کے ذمہ قرض حوالے ہوا) غریب ہو جائے یا فوت ہو جائے تو محتال (قرض خواہ) محیل (مقروض) پر رجوع کرے گا

(۴۸۵۲)......امام بیہقی رحمہ اللہ نے (۶/۷۱) بطریق شعبہ بسند خلید بن جعفر ابوایاس سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان کے مال پر تاوان نہیں یعنی حوالہ میں تاوان نہیں (کہ ہر حال میں اسی پر قرض رہ جائے) یہ سند صحیح و متصل ہے راوی خلید بن جعفر مجہول نہیں ہے۔نہ ابوایاس میں تیسرے طبقہ کا راوی ہے جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کا خیال ہے بلکہ خلید ثقہ ومعروف ہے اور ابوایاس میں طبقہ ثانیہ کا راوی ہے اس روایت کو ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حوالات کے بارے میں فرمایا کہ مسلمان کے مال پر تاوان نہیں ہے اور ابن حزم رحمہ اللہ نے اس پر کوئی کلام نہیں کیا (المحلی ۸/۱۰۹)

(۴۸۵۳)......اور بطریق عبدالرزاق قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں جس کو حوالے کیا گیا (قرض خواہ) فرمایا وہ اپنے مقروض ساتھی پر رجوع نہیں کرسکتا مگر یہ کہ محتال علیہ غریب ہو جائے یا وفات پا جائے۔یہی قاضی شریح اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی اور شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر محتال علیہ حق ادا نہ کرسکے تو قرض خواہ محیل (مقروض) پر رجوع کرے گا۔اور حضرت حکم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ فرمایا قرض خواہ محیل (مقروض) پر رجوع نہیں کرسکتا مگر جب حق ادا کرنے سے پہلے محتال علیہ وفات پا جائے پھر محیل کی

وَالْحَسَنِ، وَالنَّخْعِي، وَالشَّعْبِي، كُلُّهُمْ يَقُوْلُ: اِنْ لَمْ يَنْصُفْهُ رَجَعَ عَلَى الْمُحِيْلِ، وَعَنِ الْحَكَمِ: لَا يَرْجِعُ عَلَى الْمُحِيْلِ اِلَّا اَنْ يَمُوْتَ الْمُحَالُ عَلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَّنْتَصِفَ، فَاِنَّهُ يَرْجِعُ اِلَى الْمُحِيْلِ"، ذكره ابن حزم في "المحلى" (١٠٩:٨)، ولم يعله بشيء من علل الإسناد۔

بَابُ كَرَاهَةِ السَّفَاتِجِ بِشَرْطٍ وَجَوَازِهَا بِلَا شَرْطٍ

٤٨٥٤...... عن جعفر بن عون، عن أبي عميس عن ابن جعدبة، عن عبيد - هو ابن السباق - عن زينبَ، قَالَتْ: "اَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَمْسِيْنَ وَسْقًا تَمْرًا بِخَيْبَرَ وَعِشْرِيْنَ وَسْقاً شَعِيْرًا، قَالَتْ: فَجَاءَنِيْ عَاصِمُ بْنُ عَدِيِّ فَقَالَ لِيْ: هَلْ لَكِ اَنْ اُوْتِيَكِ مَالَكِ بِخَيْبَرَ هٰهُنَا بِالْمَدِيْنَةِ فَاَقْبِضَهُ مِنْكِ بِكَيْلِهِ بِخَيْبَرَ؟ فَقَالَتْ: لَا حَتّٰى اَسْأَلَ عَنْ ذٰلِكَ، قَالَتْ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ: لَا تَفْعَلِيْ، فَكَيْفَ لَكِ بِالضَّمَانِ فِيْمَا بَيْنَ ذٰلِكِ؟" رواه البيهقي في "سننه" (٣٥٢:٥)، ولم يعله هو ولا ابن التركماني بشيء، وابن جعدبة ليس هو يزيد بن عياض الذي كذبه مالك وضعفه غيره، فإن عمرو بن دينار روى عن ابن عبيد بن السباق، وقال ابن خزيمة: عمرو أجل وأكبر من أن يروى عن يزيد بن عياض، كذا في "التهذيب" (٣٥٢:١١)۔

طرف رجوع کر سکتا ہے اس کو علامہ ابن حزم ؒ نے محلی (۱۰۹/۸) میں ذکر کیا ہے اور سند پر کچھ کلام نہیں کیا۔

فائدہ:۔ باب کے عنوان پر ان سب آثار کی دلالت واضح ہے۔

باب مشروط ہُنڈی اور منی آرڈر مکروہ اور غیر مشروط جائز ہے

(۴۸۵۴)...... جعفر بن عون ابو عمیس سے وہ ابن جعدبہ سے وہ عبید بن سباق سے اور وہ حضرت زینب ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے پچاس وسق کھجور اور بیس وسق جو دیئے تو عاصم بن عدی میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ مناسب سمجھیں تو میں خیبر میں وصول آپ کے مال کو مدینہ طیبہ لے جا کر آپ کو دوں اور آپ سے خیبر سے وصول کرنے (اور مدینہ طیبہ تک لے جانے) کے عوض کچھ وصول کرلوں؟ حضرت زینب ؓ نے فرمایا میں ایسا نہیں کرتی جب تک مسئلہ نہ پوچھ لوں حضرت زینب ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عمر ؓ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا ایسا نہ کرنا ورنہ اس درمیانی مسافت میں آپ کیلئے ضمان کیسے ہوگی؟ اس کو امام بیہقی نے سنن (۳۵۲/۵) میں روایت کیا ہے اور امام بیہقی اور ابن ترکمانی دونوں نے کچھ کلام نہیں کیا۔ اور راوی ابن جعدبہ یزید بن عیاض نہیں ہے جس کو امام مالک نے کذاب اور دوسروں نے ضعیف کہا ہے کیونکہ عمرو بن دینار ابن عبید بن سباق سے روایت کرتے ہیں اور ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ عمرو یزید بن عیاض سے روایت کرنے سے اجل ہیں (روایت نہیں کر سکتے کہ وہ تو کذاب یا ضعیف ہے) (تہذیب ۳۵۲/۱۱)

٤٨٥٥...... ومن طريق سعيد بن منصور: ثنا هشيم أنا خالد عن ابن سيرين: أَنَّهُ كَانَ لَايَرٰى بِالسُّفْتَجَاتِ بَأْسًا إِذَا كَانَ عَلَى الْوَجْهِ الْمَعْرُوْفِ، رواه البيهقي (٥:٣٥٢) أيضًا۔

٤٨٥٦...... وأخرج ابن حزم في "المحلى" (٨:٧٨) من طريق معمر، عن أيوب، عن ابن سيرين: "وَإِذَا أَسْلَفْتَ طَعَامًا فَأَعْطَاكَهُ بِأَرْضٍ أُخْرٰى فَإِنْ كَانَ عَنْ شَرْطٍ فَهُوَ مَكْرُوْهٌ، وَإِنْ كَانَ عَلَى وَجْهِ الْمَعْرُوْفِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ"۔ وهذا كما ترى سند صحيح۔

(٤٨٥٧) ومن طريق سعيد بن منصور ثنا هشيم، أنا حجاج بن أرطاة عن عطاء بن أبي رباح: "أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ قَوْمٍ بِمَكَّةَ دَرَاهِمَ، ثُمَّ يَكْتُبُ بِهَا إِلٰى مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِالْعِرَاقِ فَيَأْخُذُوْنَهَا مِنْهُ، فَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذٰلِكَ؟ فَلَمْ يَرَ بِهٖ بَأْسًا، فَقِيْلَ لَهُ: إِنْ أَخَذُوْا أَفْضَلَ مِنْ دَرَاهِمِهِمْ؟ قَالَ:

(٤٨٥٥)......بطریق سعید بن منصور خالد امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ہُنڈیوں میں حرج نہیں سمجھتے تھے جب معروف طریقے پر ہوں۔اس کو بھی امام بیہقی نے روایت کیا ہے (سنن ۵/۳۵۲)

(٤٨٥٦)......ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی (۸/۷۸) میں بطریق معمر امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا کہ جب تو کسی کو غلہ اس طرح ادھار پر دے کہ وہ تجھے دوسرے علاقے میں جا کر دے گا تو اگر یہ کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو مکروہ ہے اور اگر معروف طریقہ سے ہو تو حرج نہیں۔اس کی سند صحیح ہے۔

(٤٨٥٧)......بطریق سعید بن منصور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں سے مکہ مکرمہ میں دراہم لے لیتے تھے پھر حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ان دراہم سے متعلق لکھتے تھے وہ عراق میں ہوتے تو وہ لوگ عراق میں حضرت مصعب سے وہ دراہم وصول کرتے تھے تو اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس میں حرج نہیں سمجھی۔تو ان سے سوال ہوا کہ اگر دراہم والے اپنے دراہم سے بڑھیا دراہم لیں تو پھر فرمایا اگر ہوں تو بڑھیا مگر ان کے دراہم کے ہموزن ہوں تو لینے میں حرج نہیں۔اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے (سنن ۵/۳۵۲) روایت کیا ہے اور فرمایا کہ اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی جواز منقول ہے۔ اور مراد جواز سے یہ ہے کہ جب بغیر کسی شرط کے ہو۔ میں (مولانا ظفر احمد رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر و ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایت ابن حزمؒ نے بھی محلی (۸/۷۸) میں بطریق عبدالرزاق بروایت ابن جریج عطاء سے ان لفظوں میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ تاجروں سے مال ادھار لیتے پھر ان کیلئے اپنے عاملوں کی طرف (ادائیگی کرنے کیلئے) لکھ دیتے تھے تو یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر ہوئی تو فرمایا کوئی حرج نہیں۔اور یہ سند متصل وصحیح ہے۔

فائدہ:۔ ان سب آثار سے ظاہر ہے کہ کسی شرط کے بغیر ہُنڈی (اور منی آرڈر) ہو تو جائز ہے مگر شرط لگانے سے ایسے قرض میں داخل ہو

لَا بَأسَ اِذَا أَخَذُوْا بِوَزْنِ دَرَاهِمِهِمْ"۔ رواه البيهقي (٥: ٣٥٢)، وقال: وروى في ذلك أيضا عن علي رضي الله عنه، وإنما أراد - والله اعلم - إذا كان ذلك بغير شرط، قلت: وأخرجه أي أثر الزبير وابن عباس رضي الله عنهم ابن حزم في "المحلى" (٨: ٧٨) من طريق عبدالرزاق، عن ابن جريج، عن عطاء، بلفظ: "كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَسْتَسْلِفُ مِنَ التُّجَّارِ أَمْوَالًا، ثُمَّ يَكْتُبُ لَهُمْ اِلَى الْعُمَّالِ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَا بَأسَ بِهٖ"، وهذا سند صحيح موصول۔

بَابُ كُلِّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا

٤٨٥٨...... عن عليّ أمير المؤمنين مرفوعا: "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا"، أخرجه الحارث بن أبي أسامة في مسنده قال الشيخ: حديث حسن لغيره، كذا في "العزيزي" (٣: ٨٧)، وفي سنده سوار بن مصعب وهو متروك (التلخيص الحبير ٢: ٣٤٥)۔ قلت: ولما رواه شواهد كثيرة كما سيأتي ولأجل ذلك - والله اعلم - صححه إمام الحرمين كما في "التلخيص" ايضًا۔

جاتی ہے جس میں (لینے دینے والے کا) نفع ہو جو سود ہے اور اس کی حرمت منصوص ہے (مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر اٹھا کر لے جانے والا جو دوسرے شہر میں ادا کرے گا یہ شرط لگائے کہ مثلاً آپ نے ہزار دیئے ہیں اور میں آپ کو فلاں شہر میں ۹۰۰ ادا کروں گا ایک سو میرا نفع ہوگا تو پھر سود بنے گا جو حرام ہے)۔

باب ہر وہ قرض جو نفع کھینچ لائے سود ہے

(۴۸۵۸)...... امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان روایت ہے کہ ہر وہ قرض جو نفع کھینچے وہ سود ہے، اس کو امام حارث بن ابی اسامہ نے مسند میں روایت کیا ہے شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے جیسا کہ عزیزی (۳/۸۷) میں ہے اور اس کی سند میں راوی سوار بن مصعب ہے جو متروک ہے (التلخیص الحبیر ۲/۳۴۵) میں کہتا ہوں کہ چونکہ اس روایت کے شواہد بہت سے ہیں اس لئے امام الحرمین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

فائدہ:۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی کسی کو قرض دے اور کوئی ایسی شرط لگائے جس میں اس قرض خواہ کا نفع ہو تو یہ سودی قرض ہے مثلاً کہے کہ میں آپ کو ۱۰۰۰ روپے بطور قرض اس شرط پر دیتا ہوں کہ آپ مجھے مزید ۱۰۰ روپے یا فلاں چیز ہدیہ دو گے تو اب اگر یہ مزید ۱۰۰ روپے یا مذکور چیز لے گا تو یہ سود ہوگا۔ اور اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے اگلی روایات بھی اسی کو واضح کرتی ہیں۔

٤٨٥٩...... روى ابن أبي شيبة في "مصنفه": حدثنا أبو خالد الأحمر، عن حجاج، عن عطاء، قال: كَانُوا يَكْرَهُوْنَ كُلَّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً" (زيلعي (٢:١٩٨))، وهذا إسناد حسن، وقول عطاء: "كَانُوا يَكْرَهُوْنَ" يُرِيْدُ بِهِ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

٤٨٦٠...... أخبرنا أبو حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم، قال: كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَلاَ خَيْرَ فِيْهِ۔ أخرجه محمد في "الآثار" وقال: به نأخذ وهو قول أبي حنيفة اهـ (١١١) وقوله: "فَلاَ خَيْرَ فِيْهِ" لَا يُنَافِي التَّحْرِيْمَ، كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى مَنْ مَارَسَ كَلاَمَ الْفُقَهَاءِ۔

٤٨٦١...... عن فضالة بن عبيد- صَاحِبِ النَّبِيِّ ﷺ- أَنَّهُ قال: "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ وَجْهٌ مِنْ وُجُوْهِ الرِّبَا" أخرجه البيهقي (٥:٣٥٠)، ولم يعله هو ولا ابن التركماني بشيء، وفي سنده عبدالله بن عياش روى له مسلم استشهادا، وقال أبو حاتم۔ ليس بالمتين صدوق يكتب حديثه، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وتكلم فيه بعضهم، كما في "التهذيب" (٥:٣٥١)، ومثله حسن الحديث، كما مر في "المقدمة" فالحديث حسن۔

٤٨٦٢...... ومن طريق سعيد بن منصور: ثنا إسماعيل بن عياش، عن عتبة بن حميد الضبي، عن يزيد بن أبي يحيٰى، قال: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا حَمْزَةَ! الرَّجُلُ مِنَّا يُقْرِضُ أَخَاهُ الْمَالَ

(٤٨٥٩)......امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم ہر ایسے قرض کو ناپسند کرتے تھے جو نفع کھینچے (زیلعی ۲/۱۹۸) اس کی سند حسن ہے۔

(٤٨٦٠)......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بروایت حماد حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ان کا فرمان روایت کرتے ہیں کہ جس قرض میں نفع ہو اس میں خیر نہیں ہے (حرام ہے) اس کو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار ص ۱۱۱ میں روایت کر کے فرمایا ہم بھی اسی کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(٤٨٦١)......حضرت فضالہ بن عبید صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر وہ قرض جو نفع کھینچے وہ ایک طرح کا سود ہے۔ اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے (۵/۳۵۰) روایت کیا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ و ابن ترکمانی رحمہ اللہ دونوں نے کلام نہیں کیا۔ اس کی سند میں عبداللہ بن عیاش ہے اس کی روایت مسلم نے بطور استشہاد لی ہے اور ابوحاتم فرماتے ہیں مضبوط نہیں سچا ہے اور اس کی حدیث لکھی جائے۔ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور بعض محدثین نے اس میں کلام کیا ہے۔ (تہذیب ۵/۳۵۱) اور ایسا راوی حسن الحدیث ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن ہے

(٤٨٦٢)......اور بطریق سعید بن منصود امام بیہقی بسندہ یزید بن ابی یحیٰی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابوحمزہ! ہم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی کو قرض دیتا ہے اور وہ مقروض اس آدمی کو ہدیہ دیتا ہے (یہ ہدیہ درست ہے یا نہ؟)

فَيُهْدِىْ اِلَيْهِ؟ فقال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا اَقْرَضَ اَحَدُكُمْ قَرْضًا فَاَهْدٰى اِلَيْهِ طَبَقًا فَلَا يَقْبَلْهُ، اَوْ حَمَلَهُ عَلٰى دَابَّةٍ فَلَا يَرْكَبْهَا، اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ قَبْلُ ذٰلِكَ"، رواه البيهقى (٣٥٠:٥)، وقال: كذا قال، ورواه هشام بن عمار، عن إسماعيل، عن عتبة، عن يحيٰى بن إسحاق، وقال المعمرى: قال هشام فى هذا الحديث: يحيٰى بن إسحاق الهنائى ولا أراه إلا وهم، وهذا حديث يحيٰى بن يزيد الهنائى عن أنس اهـ وقال ابن القيم فى "الأعلام" (٧٥:٢) بعد ما عزاه إلى ابن ماجة فى "سننه": قال شيخنا: ويحيٰى هذا يحيٰى بن يزيد الهنائى من رجال مسلم، وعتبة بن حميد معروف بالرواية عن (يحيى بن يزيد) الهنائى- قال أبو حاتم: مع تشديده هو صالح الحديث، وقال أحمد: ليس بالقوى، وإسماعيل بن عياش ثقة فى حديثه عن الشاميين، ورواه سعيد فى "سننه" فقال: عن يزيد أبى اسحاق الهنائى، ورواه البخارى فى "تاريخه" عن يزيد بن أبى يحيٰى الهنائى، قال شيخنا: وأظنه هو ذاك انقلب اسمه اهـ، وبالجملة فالحديث حسن-

فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی قرض دے پھر اس کو طشتری بھی ہدیہ دی جائے تو بھی قبول نہ کرے یا مقروض جانور پر سوار کرے تو سوار نہ ہو ہاں اگر قرض خواہ و مقروض کے درمیان ہدیہ وغیرہ دینا پہلے سے چلا آتا ہو۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے (سنن ٣٥٠/٥) روایت کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ہشام بن عمار نے **عن اسماعیل عن عتبہ عن یحییٰ بن ابی اسحاق** روایت کرتے ہیں اور معمری کہتے ہیں کہ ہشام نے حدیث میں یحییٰ بن ابی اسحاق الھنائی کہا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ وہم ہوا ہے۔ اور یہ حدیث تو یحییٰ بن یزید الھنائی عن انس کی ہے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے الاعلام (٧٥/٢) میں اس حدیث کو سنن ابن ماجہ ص ١٧٥ کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے استاذ (علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ یہ یحییٰ بن یزید الھنائی ہے جو مسلم کے راویوں میں سے ہے اور عتبہ بن حمید یحییٰ بن یزید الھنائی سے روایت کرنے میں مشہور ہے ابو حاتم نے باوجود متشدد ہونے کے فرمایا کہ یہ راوی صالح الحدیث ہے اور امام احمد نے فرمایا قوی نہیں۔ اور اسماعیل بن عیاش شامیوں سے روایت کرنے میں ثقہ ہیں۔ اور اس روایت کو سعید بن منصور نے سنن میں روایت کرتے ہوئے یزید بن ابی اسحاق الھنائی بیان کیا ہے اور اس کو امام بخاری نے تاریخ میں ذکر کرتے ہوئے یزید بن ابی یحییٰ الھنائی کہا ہے ہمارے شیخ (علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اس کے نام میں الٹ پلٹ ہوگئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حدیث حسن ہے (تو صحیح یحییٰ بن یزید الھنائی ہے)۔

فائدہ:۔ حدیث کا مفہوم واضح ہے اور یہی امام مالک وابوحنیفہ واحمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے کہ قرض کے بعد قرض خواہ کیلئے مقروض کے مال سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہاں اگر پہلے سے عادت ہو کہ اس کی کوئی چیز لیتا رہتا ہو تو پھر جائز ہے۔

٤٨٦٣ ...... ومن طريق أبي عبيد: ثنا هشيم، أنا يونس و خالد، عن ابن سيرين، عن عبدالله يعني ابن مسعود: "أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ اسْتَقْرَضَ مِنْ رَجُلٍ دَرَاهِمَ، ثُمَّ إِنَّ الْمُسْتَقْرِضَ أَفْقَرَ الْمُقْرِضَ ظَهْرَ دَابَّتِهِ؟ فَقَالَ عَبْدُاللهِ: مَا أَصَابَ مِنْ ظَهْرِ دَابَّتِهِ فَهُوَ رِبًا"۔ قَالَ أَبُوْ عُبَيْدٍ: يَذْهَبُ إِلَى أَنَّهُ قَرْضٌ جَرَّ مَنْفَعَةً۔ رواه البيهقي (٥: ٣٥٠)، وقال: هذا منقطع، ورواه عن ابن سيرين ابن عون وأيوب أيضا عنده، قال العبد الضعيف: قد مر غير مرة أن مراسيل ابن سيرين صحاح عندالقوم، فلا يضرنا انقطاعه۔

٤٨٦٤ ...... ومن طريق مالك، عن نافع، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَؓ يَقُوْلُ: "مَنْ أَسْلَفَ سَلَفًا فَلَا يَشْتَرِطْ إِلَّا قَضَائَهُ"۔ رواه البيهقي (٥: ٣٥٠)، وهذا سند صحيح۔

٤٨٦٥ ...... وقال ابن وهب، عن رجال من أهل العلم، عن ابن شهاب، وأبي الزناد، وغير واحد من أهل العلم: "إِنَّ السَّلَفَ مَعْرُوْفٌ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ فَلَا يَنْبَغِيْ أَنْ تَأْخُذَ مِنْ صَاحِبِكَ فِيْ سَلَفٍ أَسْلَفْتَهُ شَيْئًا، وَلَا تَشْتَرِطْ إِلَّا الْأَدَاءَ" (المدونة لمالك ٣: ١٩٥)۔

٤٨٦٦ ...... مالك أنه بلغه: أَنَّ رَجُلًا أَتَى عَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ! إِنِّيْ

(۴۸۶۳)......بطریق ابوعبید بسند ہشیم عن یونس وخالد امام ابن سیرین ؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی نے دوسرے سے دراہم قرض لئے ہیں پھر قرض لینے والا اپنے سواری کے جانور کی پیٹھ کا قرض دینے والے کو فائدہ پہنچاتا ہے؟ فرمایا اس کے جانور کی پیٹھ سے جو فائدہ اٹھائے گا یہ سود ہے۔ابوعبید کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود ؓ کا مذہب یہ ہے کہ یہ ایسا قرض ہے جو منفعت کو کھینچ لا رہا ہے(سنن بیہقی ۳۵۰/۵) امام بیہقی نے فرمایا کہ یہ روایت منقطع ہے اور ابن سیرین سے اس کو ابن عون وایوب نے بھی روایت کیا ہے یہ پہلے کئی بار ذکر ہو چکا کہ امام ابن سیرین کی مراسیل محدثین کے نزدیک صحیح ہیں لہٰذا منقطع ہونا مضر نہیں۔

(۴۸۶۴)......امام مالک ؒ کے طریق سے بروایت نافع حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کا فرمان ہے کہ جس نے کچھ قرض دیا تو وہ سوائے دوبارہ ادا کرنے کی شرط کے کوئی شرط نہ لگائے۔اس کو بیہقی نے (۳۵۰/۵) روایت کیا ہے اور سند صحیح ہے۔

(۴۸۶۵)......ابن وھب بہت سے علماء سے ابن شہاب اور ابوالزناد اور بہت سے اہل علم کا مذہب روایت کرتے ہیں کہ قرض نیکی ہے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اس لئے یہ نامناسب ہے کہ جو کچھ قرض دو اس کے عوض مقروض سے (قرض کی مقدار کے علاوہ) کچھ لو۔اور سوائے ادائیگی کی شرط کے کوئی شرط نہ لگاؤ (المدونۃ لمالک ۱۹۵/۳)

(۴۸۶۶)......امام مالک ؒ بیان کرتے ہیں کہ ان تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے پاس ایک آدمی آیا عرض کیا اے ابو عبدالرحمن! میں نے ایک آدمی کو قرض دیا ہے اور جتنا قرض دیا اس سے زائد کی اس پر شرط لگائی ہے فرمایا یہ تو سود ہے۔(الموطا ۲۸۳)

اَسْلَفْتُ رَجُلاً سَلَفًا وَاشْتَرَطْتُ عَلَيْهِ اَفْضَلَ مِمَّا اَسْلَفْتُهُ، فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: فَذٰلِكَ الرِّبَا" (الموطأ ٢٨٣)۔

٤٨٦٧ ...... مالك أنه بلغه: "أن عمر بن الخطاب قَالَ فِيْ رَجُلٍ اَسْلَفَ رَجُلاً طَعَامًا عَلٰى اَنْ يُّعْطِيَهُ اِيَّاهُ فِيْ بَلَدٍ آخَرَ، فَكَرِهَ ذٰلِكَ عُمَرُ، وَقَالَ: فَاَيْنَ الْحَمْلُ؟ يَعْنِيْ حُمْلاَنَهُ" (الموطأ) وبلاغات مالك صحاح عندالقوم۔

٤٨٦٨ ...... ومن طريق كلثوم بن الأقمر عن زر بن حبيش قال: قلت لأبى بن كعب: ياأباالمنذر! اِنِّيْ اُرِيْدُ الْجِهَادَ فَآتِي الْعِرَاقَ فَاُقْرِضُ؟ قَالَ: اِنَّكَ بِاَرْضٍ اَلرِّبَا فِيْهَا كَثِيْرٌ فَاشٍ، فَاِذَا اَقْرَضْتَ رَجُلاً فَاَهْدٰى اِلَيْكَ هَدِيَّةً فَخُذْ قَرْضَكَ وَارْدُدْ اِلَيْهِ هَدِيَّتَهُ، رواه البيهقى (٥:٣٤٩) واحتج به، و كلثوم بن الأقمر ليس بمجهول، بل هو معروف، ذكره ابن حبان فى الثقات وقال: روى عن جماعة من الصحابة، روى عنه أهل الكوفة، وهو أخو على بن الأقمر (لسان ٤:٤٨٩)، قلت: على بن الأقمر من رجال الجماعة معروف۔

٤٨٦٩ ...... ومن طريق ابن عون، عن محمد بن سيرين: "اَنَّ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ اَهْدٰى اِلٰى عُمَرَ

(٤٨٦٧)......امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے کسی کو غلہ ادھار پر دیا تھا اور شرط لگائی تھی کہ وہ غلہ کی ادائیگی دوسرے شہر میں کرے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ناپسند کیا اور فرمایا یہ بار برداری کا نفع کہاں کا ہے؟ (المؤطا) اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بلاغات محدثین کے نزدیک صحیح ہیں۔

(٤٨٦٨)......بطریق کلثوم بن اقمر زر بن حبیش سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے ابوالمنذر! میرا جہاد کا ارادہ ہے اور عراق کو جانا ہے تو قرض کا معاملہ کرسکتا ہوں؟ فرمایا تو ایسے ملک میں ہوگا جہاں سود بہت زیادہ ہے تو جب کسی کو قرض دو اور وہ تیرے پاس کوئی ہدیہ بھیجے تو قرض تو لے لینا لیکن اس کا ہدیہ واپس کردینا۔ اس کو امام بیہقی نے (سنن ٥/٣٤٩) روایت کیا ہے اور اس سے حجت پکڑی ہے اور راوی کلثوم بن اقمر مجہول نہیں بلکہ معروف ہے اس کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ یہ صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اور ان سے اہل کوفہ روایت کرتے ہیں اور یہ علی بن اقمر کے بھائی ہیں (لسان المیزان ٤/٤٨٩) اور علی بن اقمر بھی معروف اور جماعت کے راویوں میں سے ہے۔

(٤٨٦٩)......بطریق ابن عون امام محمد بن سرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی زمین کا پھل بطور ہدیہ بھیجا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپس کردیا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہلا بھیجا کہ میرا ہدیہ آپ نے کیوں واپس کردیا ہے حالانکہ آپ کو معلوم

بْنِ الْخَطَّابِ بِنْ ثَمَرَةِ أَرْضِهِ، فَرَدَّهَا، فَقَالَ أُبَيٌّ: لِمَ رَدَدْتَ عَلَىَّ هَدِيَّتِي وَقَدْ عَلِمْتَ أَنِّي مِنْ أَطْيَبِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ثَمَرَةً؟ خُذْ عَنِّي مَا تَرُدُّ عَلَىَّ هَدِيَّتِي، وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَسْلَفَهُ عَشْرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ"، رواه البيهقي (٣٤٩:٥)، ولم يعله بشيء غير الانقطاع، وقد عرفت أن مراسيل ابن سيرين صحاح عندالقوم، صرح به ابن عبدالبر في أوائل "التمهيد" كما في "الجوهر النقي" (٣٤٣:١)، ورواه ابن حزم في "المحلى" (٨٦:٨) من طريق عبدالرزاق، عن سفيان الثوري، عن يونس بن عبيد و خالد الحذاء، كلاهما عن محمد بن سيرين، فذكره واحتج به۔

٤٨٧٠ ...... ومن طريق الأوزاعي عن يحيىٰ بن أبي كثير عن أبي صالح عن ابن عباسؓ: "أَنَّهُ قَالَ فِيْ رَجُلٍ كَانَ لَهُ عَلَى رَجُلٍ عِشْرُوْن دِرْهَمًا فَجَعَلَ يُهْدِيْ إِلَيْهِ، وَجَعَلَ كُلَّمَا أَهْدٰى إِلَيْهِ هَدِيَّةً بَاعَهَا حَتّٰى بَلَغَ ثَمَنُهَا ثَلَاثَةَ عَشَرَ دِرْهَمٍ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا تَأْخُذْ مِنْهُ إِلَّا سَبْعَةَ دَرَاهِمَ"، رواه البيهقي (٣٤٩:٥)، ولم يعله بشيء والحديث صحيح، كما سنذكره۔

٤٨٧١ ...... ومن طريق شعبة، عن عمارالدهني، عن سالم بن أبي الجعد، قال: "كَانَ لَنَا جَارٌ

ہے کہ سب مدینہ والوں سے میرے پھل عمدہ ہوتے ہیں؟ اس لئے میرا واپس کیا ہوا ہدیہ لے لو۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے ان کو دس ہزار درہم قرض دیا ہوا تھا۔ اس کو امام بیہقی نے (سنن ۳۴۹/۵) روایت کیا اور سوائے منقطع کہنے کے کوئی کلام نہیں کیا اور آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابن سیرین ؒ کی مراسیل محدثین کے نزدیک صحیح ہیں امام ابن عبدالبرؒ نے تمہید کے شروع میں اس کی صراحت کی ہے (الجوہر النقی ۳۴۳/۱) اور اس کو ابن حزم ؒ نے محلی (۸۶/۸) میں بطریق عبدالرزاق عن سفیان الثوری عن یونس بن عبید و خالد الحذاء عن ابن سیرین روایت کر کے اس سے حجت لی ہے۔

(۴۸۷۰)...... بطریق اوزاعی بروایت یحیٰی بن ابی کثیر عن ابی صالح حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کے دوسرے آدمی پر بیس درہم قرض تھے مقروض قرض خواہ کی طرف ہدیہ بھیجنے شروع ہوا قرض خواہ کے پاس جو بھی ہدیہ پہنچتا وہ اس کو بیچ دیتا حتی کہ ہدیہ کی قیمت تیرہ درہم تک پہنچ گئی تو حضرت ابن عباس ؓ نے قرض خواہ سے فرمایا اب تو اس سے صرف سات درہم مزید لے سکتا ہے اور بس۔ اس کو امام بیہقی نے (سنن ۳۴۹/۵) روایت کیا ہے اور کچھ کلام نہیں کیا اور یہ حدیث صحیح ہے۔

(۴۸۷۱)...... بطریق شعبہ عمار دہنی کی سالم بن ابی الجعد سے روایت ہے کہ سالم کہتے ہیں کہ ہمارا ایک پڑوسی مچھلیوں کا کاروبار کرنے والا تھا اس پر ایک آدمی کا قرض پچاس درہم تھے تو وہ قرض خواہ کے پاس مچھلی ہدیہ بھیجا کرتا تھا پھر وہ قرض خواہ ابن عباس ؓ کے پاس آیا اور اس بارے میں پوچھا تو حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا جتنا اُس نے تجھے ہدیہ بھیجا ہے اتنا وصول ٹھہرا لے۔ اس روایت کو امام بیہقی نے (سنن

سَمَّاكٌ عَلَيْهِ لِرَجُلٍ خَمْسُوْنَ دِرْهَمًا، فَكَانَ يُهْدِيْ إِلَيْهِ السَّمَكَ، فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَسَأَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: قَاصِهِ بِمَا أَهْدٰى إِلَيْكَ"، رواه البيهقي (٣٤٩:٥) ولم يعله بشيء، وصححه ابن حزم في "المحلى" ٨٦:٨)، كما سيأتي۔

٤٨٧٢...... صح عن ابن عباسؓ: "إِذَا أَسْلَفْتَ رَجُلاً سَلَفًا فَلَا تَقْبَل مِنْهُ هَدِيَّةَ قِرَاعٍ، وَلَاعَارِيَةَ رُكُوْبِ دَابَّةٍ، وَإِنَّهُ اسْتَفْتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ: أَقْرَضْتُ سَمَّاكًا خَمْسِيْنَ دِرْهَمًا وَكَانَ يَبْعَثُ إِلَيَّ مِنْ سَمَكِهِ؟ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: حَاسِبْهُ، فَإِنْ كَانَ فَضْلٌ فَرُدَّ عَلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ كِفَافًا فَقَاصِصْهُ" (المحلى لابن حزم ٨٦:٨)۔

٤٨٧٣...... وصح عن ابن عمر: "أَنَّهُ سَأَلَهُ سَائِلٌ فَقَالَ لَهُ: أَقْرَضْتُ رَجُلاً فَأَهْدٰى لِيْ هَدِيَّةً؟ فَقَالَ: أَثِبْهُ أَوْ أَحْسِبْهَا لَهُ بِمَّا عَلَيْهِ أَوْ أُرْدُدْهَا عَلَيْهِ"۔ وعن علقمة نحو هذا، وصح النهي عَنْ سَلَفٍ جَرَّ مَنْفَعَةً عن ابن سيرين، وقتادة، والنخعي، (المحلى ٨٦:٨) أيضًا۔

٤٨٧٤...... عن سعيد بن أبي بردة عن أبيه، قال: "أَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَلَقِيْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ، فَقَالَ: أَلَا تَجِيْءُ فَأُطْعِمَكَ سَوِيْقًا وَتَمْرًا، وَتَدْخُلُ فِيْ بَيْتٍ؟ ثُمَّ قَالَ: إِنَّكَ بِأَرْضِ الرِّبَا بِهَا فَاشٍ إِذَا كَانَ

۵/ ۳۴۹) روایت لیا اور کچھ کلام نہیں کیا اور ابن حزم ؒ نے محلی (۸۶/۸) میں اس کو صحیح کہا ہے۔

(۴۸۷۲)......حضرت ابن عباس ؓ سے یہ صحیح ثابت ہے کہ فرمایا جب تو کسی آدمی کو قرض دے تو نہ اُس سے ڈھال کا ہدیہ قبول کر نہ جانور کی سواری عاریۃً لے۔اور ایک آدمی نے حضرت ابن عباس ؓ سے پوچھا اور بتایا کہ میں نے مچھلی کا کاروبار کرنے والے کو پچاس درہم قرض دیئے تھے اور وہ مجھے اپنی مچھلیوں میں سے بھیجتے رہے؟ فرمایا اس کا حساب لگا اگر تیرے پاس زیادہ رقم (بصورت مچھلی) پہنچ چکی ہے تو واپس کر اور اگر برابر سرابر ہے تو اُس سے برابری کرلے۔(المحلی لابن حزمؒ ۸۶/۸)

(۴۸۷۳)......اور حضرت ابن عمر ؓ سے بھی یہ صحیح ثابت ہے کہ ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے وہ مجھے ہدیہ بھیجے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کو ہدیہ کا بدلہ دے دے یا جو قرض اس کے ذمہ ہے اس میں سے شمار کرلے یا اس کو واپس کردے۔اور ایسے ہی حضرت علقمہ ؒ سے مروی ہے اور جو قرض نفع کھینچے اس کی ممانعت امام ابن سیرین وقتادہ وابراہیم نخعی ؒ سے صحیح ثابت ہے (المحلی ۸۶/۸)

(۴۸۷۴)......سعید بن ابی بردہ اپنے والد ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا تو حضرت عبداللہ بن سلام ؓ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا میرے گھر حاضر ہو جاؤ میں تمہیں ستو اور کھجور کھلاؤں، پھر فرمایا تم ایسے علاقہ میں رہتے ہو جہاں سودی کاروبار بہت

لَك عَلٰی رَجُلٍ حَقٌّ فَاهْدٰی اِلَیْكَ حِمْلَ تِبْنٍ اَوْ حِمْلَ شَعِیْرٍ اَوْ حِمْلَ قَتٍّ فَلَا تَأْخُذْهُ، فَاِنَّهٗ رِبًا"۔
رواه البخاری فی "الصحیح" من وجهین (فتح الباری ٩٩:٦)، وکلاهما صحیح وأعله بعض من لا علم له ولا خبرة بهذا الفن بالاضطراب، فلم یصنع شیئا، قال ابن حزم فی "المحلی" (٨٦:٥)، وصح عن عبدالله بن سلام أنّهٗ قالَ: إذَا کَانَ لَكَ عَلٰی رَجُلٍ مَالٌ فَاهْدٰی لَكَ حَمْلَةً مِنْ تِبْنٍ فَلَا تَقْبَلْهَا، فَانَّهَا رِبًا، اُرْدُدْ عَلَیْهِ هَدِیَّتَهٗ اَوْ اَثِبْهٗ" اهـ۔

ہے جب کسی آدمی کے ذمہ تیرا حق ہو اور وہ تجھے بھوسہ یا جَو یا گندم کا بار ہدیہ کرے تو اس کو نہ لینا یہ سود ہے اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے (صحیح میں دو سندوں سے روایت کیا ہے اور دونوں سندیں صحیح ہیں۔ بعض جن کو نہ علم ہے نہ اس فن کی واقفیت ہے انہوں نے اس روایت پر اضطراب ہونے کا طعن کیا ہے لیکن اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ علامہ ابن حزمؒ نے محلی (٨٦/٥) میں فرمایا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام سے یہ صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تیرا کسی کے ذمہ قرض ہو اور وہ تجھے ایک بار بھوسے کا بھی ہدیہ دے اس کو قبول نہ کرو کہ یہ سود ہے اس کا ہدیہ اس کو واپس کر دو یا ہدیہ کا بدلہ دو۔

فائدہ:۔ ان سب روایات سے باب کا عنوان ثابت ہونا واضح ہے کہ قرض کے بعد قرض خواہ کو مقروض سے کوئی نفع حاصل کرنا سود ہے علامہ ابن حزمؒ کے نزدیک اگر زیادتی کی شرط نہ لگائی ہو تو مقدار قرض میں زیادتی جائز ہے وہ ایک تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو دلیل بناتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ میرا قرض تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کرتے وقت زیادہ دیا۔ لیکن یہ دلیل درست نہیں کیونکہ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ ایک اوقیہ پر خریدا تھا (کچھ قرض نہیں لیا تھا) پھر اونٹ کی قیمت ادا کرتے وقت اوقیہ سے زیادہ دی تو یہ مبیع چیز میں قیمت بڑھانا ہے نہ کہ قرض میں مقدار بڑھانا، دوسری دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ بطور قرض لیا تھا پھر ادائیگی کے وقت اُس سے بڑی عمر کا اونٹ دیا۔ جواب یہ ہے کہ اس میں مقدار میں زیادتی نہیں صرف وصف میں زیادتی ہے پھر حیوان کو بطور قرض لینا ہمارے نزدیک منسوخ ہو چکا ہے جیسا کہ بحث گذر گئی اس لئے اس سے استدلال درست نہیں ہے (البتہ جب دونوں طرف سے زیادتی کی شرط نہیں لگائی گئی اور نہ زیادہ دینا معروف ہے اور نہ اس کی امید ہے مگر ادائیگی کے وقت مقروض اصل قرض ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہدیہ کے طور پر مزید دیتا ہے تو گنجائش ہے جیسا کہ کشف الدجیٰ کی عبارت ہے اللهم الا ان یحمل علی الزیادة بطریق الهبة فتجوز والا فلا اور علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی دلیلوں کو اسی پر محمول کر دیا جائیگا)۔

تجلیات صفدر
جلد دوم
تجلیات صفدر
مکتبہ امدادیہ
ملتان پاکستان
عمدہ کاغذ- طباعت وجلد بندی